انیس الارواح

ملفوظات

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

نوکِ قلم سے رُوحانی اور ذہنی انقلاب کا جلوہ

دیکھنا ہو تو

رئیس القلم حضرت علّامہ ارشد القادری

کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے

★ پورے ملک میں صرف مکتبۂ جام نور کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ علّامہ موصوف کی تصانیف کو زیورِ طبع سے آراستہ کر کے ملک کے سارے کتب خانوں کو فراہم کرتا ہے۔

★ ہر طرح کی دینی، علمی، اور درسی کتابوں کے لیے مندرجۂ ذیل پتوں پر رابطہ قائم کیجیے۔

زلزلہ —— مذہبی دنیا میں تہلکہ ڈال دینے والی کتاب، فوٹو آفسیٹ دیدہ زیب کور کے ساتھ۔ قیمت:

زیر و زبر زلزلہ کے جواب میں لکھی جانے والی کتابوں کا دندان شکن جواب آفسیٹ طباعت دیدہ زیب کور۔ قیمت

تبلیغی جماعت دین کے نام پر بے دین بنانے والی تحریک کو بے نقاب کرنیوالی مدلل کتاب، فوٹو آفسیٹ۔
قیمت : ۔/

ایم۔ ایس۔ پرنٹرس
۱۸۵۳ لال دروازہ، ھمدرد مارگ لال کنواں، دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اردو ترجمہ کتاب

انیس الارواح

یعنی ملفوظات

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ؂

خدا کا شکر ہے جو پروردگار ہے جہانیوں کا اور عاقبت واسطے پرہیزگاروں کے اور درود اوپر اس کے رسول محمد پر اور اس کی تمام آل واصحاب پر، خدا تجھے نیک بنا دے۔ تجھے معلوم ہو کہ جو نبیوں کی خبریں اور نشانیاں اور ولیوں کے اسرار اور انوار۔ عابدوں کے سردار اور عارفوں کے چاند۔ اہلِ ایمان کے معزز اور نیکی اور احسان کے وافر شیخ بزرگ خواجہ عثمان ہارونی (خدا انہیں اور ان کے والد کو بخشے) کی زبان سے سننے میں آئے ہیں۔ اس رسالے میں جس کا نام — انیس الارواح ہے لکھے گئے ہیں۔ الحمد للہ رب العلمین مسلمانوں کے دعا گو فقیر حقیر کمترین بندگان معین حسن سنجری کو شہر بغداد میں خواجہ جنید بغدادی کی مسجد میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اور اس وقت معزز مشائخ بھی خدمت میں حاضر تھے۔ جونہی کہ بندہ نے سر زمین پر رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ دوگانا ادا کر میں نے ادا کیا۔ پھر فرمایا۔ قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھ۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ سورۃ البقر پڑھ میں

نے پڑھی۔ پھر فرمایا۔ اکیس۲۱ دفعہ کلمہ سبحان پڑھ۔ میں نے پڑھا۔ بعد ازاں کھڑے ہو کر منہ آسمان کی طرف کیا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے تجھے خدا تک پہنچا دیا جونہی فرمایا قینچی اپنے دستِ مبارک میں لے کر میرے سر پر چلائی۔ اور چار ترکی کلاہ اس عقیدتمند کے سر پر رکھی۔ اور خاص گودڑی عنایت فرمائی۔ پھر فرمایا۔ بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ ہمارے خانوادے میں آٹھ پہر کا مجاہدہ ہوتا ہے۔ آج کی رات اور آج کا دن مجاہدے میں مشغول رہو۔ آپ کے ارشاد کے موافق میں نے ایک دن رات گزارے۔ جب دوسرے دن خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھ! اور ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ۔ میں نے پڑھی۔ فرمایا۔ اوپر کی طرف دیکھ جونہی کہ میں آسمان کی طرف نگاہ کی۔ آپ نے فرمایا۔ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ عرش عظیم تک سب کچھ دکھائی دیتا ہے۔ پھر فرمایا۔ زمین کی طرف دیکھ۔ جب میں نے زمین کی طرف دیکھا۔ فرمایا۔ کہاں تک تجھے دکھائی دیتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حجابِ عظمت تک فرمایا۔ آنکھ بند کر۔ جب میں نے بند کی۔ فرمایا۔ کھول! میں نے کھولی۔ مجھے دو انگلیاں دکھا کر فرمایا۔ کہ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوقات۔ جب میں نے عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ جا! تیرا کام سنور گیا۔ ایک اینٹ پاس پڑی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو اُلٹ! جب میں نے اُلٹی۔ تو اس کے نیچے ایک مٹھی سونے کے دینار تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اسے لے جا کر فقیروں کو صدقہ دے۔ جب میں نے صدقہ دیا۔ تو فرمایا کہ چند روز تک تو ہماری خدمت میں رہو۔ میں نے عرض کیا کہ بندہ فرمانبردار ہے۔ پھر خواجہ عثمانؒ ہارونی نے خانہ کعبہ کی طرف سفر اختیار کیا۔ اور پہلا سفر دعا گو کا یہی تھا۔ **الغرض** ایک شہر میں پہنچ کر ہم نے مقربانِ خدا کی ایک جماعت دیکھی۔ جن کو اپنے آپ کی ہوش نہ تھی۔ چند روز انہیں کے پاس رہے جواب تک ہوش میں نہیں آتے تھے۔ پھر خانہ کعبہ کی زیارت کی۔ اس جگہ بھی خواجہ صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے خدا کے سپرد کیا۔ اور خانہ کعبہ کے پرنالے کے نیچے اس درویش کے بارے میں مناجات کی۔ تو آواز آئی کہ ہم نے معین الدین کو قبول کیا۔ جب وہاں سے لوٹ کر ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آئے۔ تو فرمایا کہ سلام کر! میں نے سلام کیا۔ آواز آئی۔ وعلیکم السلام اے سمندر اور جنگل کے مشائخوں کے قطب! جب یہ آواز آئی

تو خواجہ صاحب نے فرمایا۔ آ! تیرا کام مکمل ہو گیا۔

اس کے بعد ہم بدخشاں میں آئے۔ اور ایک بزرگ سے ملے۔ جو کہ خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے پیش کاروں میں سے تھا۔ اور جس کی عمر سو سال کی تھی۔ وہ از حد خدا کی یاد میں مشغول تھا لیکن اس کا ایک پاؤں نہ تھا۔ اس بارے میں جب اس سے پوچھا گیا۔ تو اس نے فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نفسانی خواہش کی خاطر میں جھونپڑی سے باہر قدم رکھا ہی چاہتا تھا کہ آواز آئی۔ اے مدعی ابھی تیرا اقرار تھا۔ جو تو نے فراموش کر دیا ؛

چھری پاس پڑی تھی۔ میں نے اُٹھا کر اپنا پاؤں کاٹ ڈالا۔ اور باہر پھینک دیا۔ آج چالیس سال کا عرصہ گزرا ہے۔ کہ میں نے اپنے پاؤں کو کاٹا۔ اور حیرانی کے عالم میں مبتلا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کل درویشوں میں یہ منہ کس طرح دکھاؤں گا۔ پھر ہم وہیں سے واپس آئے۔ اور بخارا میں پہنچے۔ اور وہاں کے بزرگوں کو ایک اور ہی حالت میں پایا۔ جن کا وصف تحریر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دس سال تک میں خواجہ صاحب کی خدمت میں سفر کرتا رہا۔ اس کے بعد آپ سفر سے واپس آئے۔ اور بغداد میں گوشہ نشین ہوئے۔ اس کے بعد پھر دس سال تک لوٹا۔ اور سونے کا کپڑا سر پہ لپیٹ کر سفر کرتا رہا۔ پھر جب خواجہ صاحب سے واپس آکر بغداد میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور اس درویش کو حکم ہوا کہ میں کچھ مدت تک باہر نہیں نکلوں گا۔ تجھے لازم ہے کہ چاشت کے وقت آؤ۔ تاکہ میں تجھے فقر کی ترغیب دوں۔ جو کہ میرے بعد میرے مریدوں اور فرزندوں کے لئے میری یادگار رہے۔ بندہ نے حکم کے بموجب اسی طرح کیا۔ ہر روز میں خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اور جو کچھ آپ کی زبانِ گوہر فشاں سے سنتا۔ اس کو لکھ لیتا۔ یہ سب اٹھائیس مجلسوں پر منقسم ہے ؛

پہلی مجلس۔ ایمان کے بارے میں ؛
دوسری مجلس۔ مناجات کے بیان میں ؛
تیسری مجلس۔ شہر کی تباہی کے بیان میں ؛
چوتھی مجلس۔ عورتوں کے بیان میں فرمانبرداری اور غلام آزاد کرنے کے بیان میں ؛
پانچویں مجلس۔ صدقے کے بیان میں ؛
چھٹی مجلس۔ شراب پینے کے بیان میں ؛
ساتویں مجلس۔ مومنوں کو تکلیف دینے کے

بیان میں ۔
آٹھویں مجلس ۔ گالی گلوچ کے بارے میں
نویں مجلس ۔ کام کرنے اور کمانے کے بیان میں ۔
دسویں مجلس ۔ مصیبت کے بیان میں ۔
گیارھویں مجلس ۔ جانوروں کے مارنے کے بیان میں
بارھویں مجلس ۔ سلام کرنے کے بیان میں ۔
تیرھویں مجلس ۔ نماز کے کفارہ میں ۔
چودھویں مجلس ۔ فاتحہ کے اور اخلاص کے بیان میں ۔
پندرھویں مجلس ۔ بہشت اور اہل بہشت کے بیان میں ۔
سولھویں مجلس ۔ مسجد کی فضیلت کے بیان میں ۔
سترھویں مجلس ۔ دنیا کے اکٹھا کرنے کے بیان میں ۔
اٹھارھویں مجلس ۔ چھینک لینے کے بیان میں ۔
انیسویں مجلس ۔ نماز کی بانگ کے بیان میں ۔
بیسویں مجلس ۔ مومن کے بیان میں ۔
اکیسویں مجلس ۔ حاجت روا کرنے کے بیان میں ۔
بائیسویں مجلس ۔ آخری زمانہ کے بیان میں ۔
تیئیسویں مجلس ۔ موت کے یاد کرنے کے بیان میں ۔
چوبیسویں مجلس ۔ مسجد میں چراغ بھیجنے کے بیان میں ۔
پچیسویں مجلس ۔ درویشوں کے بیان میں ۔
چھبیسویں مجلس ۔ شلوار کے پانچے لمبے کرنے کے بیان میں ۔
ستائیسویں مجلس ۔ عالموں کے بارے میں ۔

مجلس (۱)

مجلس اوّل میں ایمان کا ذکر ہوا۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایمان ننگا ہے۔ اور اس کا لباس پرہیزگاری ہے۔ اور اس کا سرمایہ فقر ہے۔ اور اس کا دوا علم ہے۔ اور اس بات کی شہادت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ایمان ہے۔ اور آپ نے کہا۔ اے مسلمانو ایمان کم و بیش نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص انکار کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے حکم آیا کہ جاؤ! کافروں سے جنگ کرو۔ اس وقت تک کہ کہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور محمد خدا کا بھیجا ہوا ہے) جو نبی رسول خدا نے کافروں سے جنگ کی۔ انہوں نے گواہی دی کہ خدا ایک ہے۔ پھر نماز کا حکم آیا انہوں نے قبول کیا۔ پھر روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کا حکم ہوا۔ یہ بھی انہوں نے قبول کئے اور خدائے بزرگ اور بلند پر ایمان لائے۔

پھر فرمایا کہ یہ سب باتیں ایمان کا بار بار یا تازہ کرنا ہے۔ لیکن روزے اور نماز سے گھٹتا بڑھتا نہیں۔ اس واسطے کہ جس نے نماز کے صرف فرضوں کو ہی ادا کیا ہو۔ اور ان میں کسی قسم کا نقصان نہ کیا۔ خدا تعالیٰ اس کے لئے حساب آسان کر دیتا ہے۔ اور اگر فرضوں میں کسی قسم کا نقصان کیا ہو۔ تو خداوند تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ دیکھو۔ اس نے کوئی دیدہ و دانستہ نقصان نہیں کیا۔ اور عبادت کی ہے۔ تو فرضوں کے عوض اسے شمار کر لو۔ اور اگر اس نے فرض بھی پورے ادا نہ کئے ہوں۔ اور نہ ہی کوئی نفلی عبادت کی ہو۔ تو وہ دوزخ کے لائق ہوتا ہے۔ بشرطیکہ خدا کی رحمت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت نہ ہو۔ لیکن اہل شرع کا قول ہے کہ جو شخص فرض کا منکر ہے۔ وہ کافر ہے۔ لیکن ایمان کی اصلیت میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ جو شخص نماز ادا نہیں کرتا۔ وہ اس حدیث من ترك الصلوٰة متعمدًا فقد کفر مستوجب القتل عند الشافعیؒ (جس شخص نے ارادتاً نماز ترک کی، وہ کافر ہوا یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک قتل کرنے کے قابل ہے) کے بموجب کافر ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے عمدہ بیں میں نے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ خواجہ یوسف چشتی سے روایت ہے۔ کہ جس وقت اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں) کی آواز آئی۔ تو اس وقت تمام مسلمانوں اور کافروں کی رُوحیں ایک جگہ تھیں۔ آواز کے آتے ہی ان کی چار قسمیں ہوگئیں ؁

پہلی قسم کی رُوحوں نے جب آواز سُنی۔ اسی وقت سجدہ میں گر پڑیں۔ اور دل اور زبان سے کہا۔ قالوابلیٰ (انہوں نے کہا۔ ہاں)

دوسری قسم کی رُوحوں نے بھی سجدہ کیا۔ اور زبان سے کہا۔ قالوابلیٰ لیکن دل سے نہ کہا ؁

تیسری قسم کے رُوحوں نے دل سے کہا۔ اور چوتھی قسم کے روحوں نے نہ دل سے کہا اور نہ ہی زبان سے کہا۔

پھر خواجہ صاحب نے اس کی تفصیل یوں فرمائی۔ کہ جنہوں نے سجدہ کیا۔ اور دل اور زبان سے اقرار کیا۔ وہ اولیاء نبی اور مومن تھے۔ اور جنہوں نے زبان سے کہا اور دل سے نہ کہا وہ ان مسلمانوں کا گروہ تھا۔ جو پہلے مسلمان ہوتے ہیں۔ اور مرتی دفعہ بے ایمان ہوکر دنیا سے جاتے ہیں۔ اور تیسری قسم جنہوں نے زبان سے کہا۔ لیکن دل سے کہا۔ وہ ایسے کافر تھے جو پہلے کافر ہوتے ہیں۔ بعد میں مسلمان ہوجاتے ہیں۔ لیکن چوتھی قسم جنہوں نے نہ دل سے کہا۔ اور نہ زبان سے۔ وہ کافر تھے۔ جو پہلے ہی کافر ہوتے ہیں۔ اور بعد میں بھی کافر ہی ہوکر دنیا سے گزر جاتے ہیں۔

جب ان فوائد کو خواجہ صاحب نے ختم کیا۔ تو آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ اور دعا گو واپس چلا آیا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک ؁

مجلس دوم بہتر آدم علیہ السّلام کی مناجات کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سُنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے

ابو اللیث سمرقندی کی فقہ میں لکھا دیکھا ہے کہ علی ابن ابی طالب روایت کرتے ہیں۔ فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ (پس آدم نے اپنے پروردگار سے سیکھ لیں کچھ باتیں) یہ وہ وقت تھا جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے بھاگے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم! کیا تو مجھ سے بھاگتا ہے۔ عرض کی کہ نہیں میرے پروردگار! بلکہ مجھے اس رسوائی کے سبب تجھ سے شرم آتی ہے۔

پھر سورج گرہن اور چاند گرہن کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ خواجہ صاحبؒ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ابنِ عبّاس روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں چاند گرہن واقع ہوا۔ جب پیغمبر خدا سے اس بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب دنیا کے بندوں کے گناہ بہت ہو جاتے ہیں۔ اور بہت گستاخی کرتے ہیں۔ تب حکم ہوتا ہے کہ سورج گرہن یا چاند گرہن واقع ہو۔ اور ان کے چہرے سیاہ کیے جاتے ہیں۔ تاکہ خلقت عبرت پکڑے۔ پھر فرمایا کہ جب چاند گرہن محرم کے مہینے میں واقع ہو۔ تو اس سال کشت و خون اور فساد برپا ہوتے ہیں۔ اور اگر ماہ ربیع الاوّل میں ہو۔ تو اس سال قحط اور موت زیادہ ہو گی۔ اور مینہ اور ہوا زیادہ ہو گی۔ اور اگر ماہ ربیع الآخر میں واقع ہو تو بزرگوں کی تبدیلی اور ملک میں فتور واقع ہوگا اور جب جمادی الاوّل میں واقع ہو۔ تو بجلی اور بارش بکثرت ہو گی۔ اور ناگہانی موتیں کثرت سے واقع ہوں گی۔ اور اگر جمادی الآخر میں واقع ہو۔ تو اس سال فصلیں عمدہ ہونگی۔ اور نرخ ارزاں ہوگا۔ اور لوگ عیش و عشرت میں بسر کریں گے۔ اور اگر ماہ رجب میں واقع ہو۔ اور مہینہ کا شروع اور جمعہ کا روز ہو تو اس سال بھوک اور مصیبتیں بہت نازل ہونگی اور آسمان پر سیاہی نازل ہوگی۔ اور اگر ماہ شعبان میں واقع ہو۔ تو اس سال خلقت کے درمیان صلح اور آرام ہوگا۔ اور اگر ماہ رمضان میں واقع ہو۔ اور مہینے کا شروع جمعہ کا دن ہو۔ اور اس سال قحط اور مصیبت نازل ہو گی۔ اور آسمان سے بڑی سخت آواز آئے گی جس سے خلقت بیدار ہو جائے گی۔ اور کھڑے ہوئے آدمی منہ کے بل گر پڑیں گے اور اگر ماہ شوال میں واقع ہو۔ تو اس سال مردوں کو بہت سی بیماریاں لاحق ہوں گی۔ اور اگر ماہ ذوالحج میں واقع ہو۔ تو اس سال فراخی ہو گی۔ اور اس سال حاجیوں کی راہ منقطع ہو گی۔ اور اگر ماہ محرم میں

واقع ہو۔ تو جاننا چاہیئے۔ کہ سارا سال فساد برپا ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کے عیب بیان کریں گے۔ اور دنیا کو چھوڑیں گے۔ اور آخرت ویران کریں گے۔ اور قول و قرار میں مومن نہیں رہیں گے۔ وہ منافق و دولتمند کو بزرگ خیال کریں گے۔ اور درویشوں کو ذلیل خیال کرینگے اس وقت خداوند تعالیٰ ان پر مصیبتیں نازل کریگا تاکہ ان کی عیش تلخ ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ جب ایسی حالت ہو۔ تو مصیبتوں کے منتظر رہنا چاہیئے۔ جب ان فوائد کو خواجہ صاحب ختم کر چکے۔ تو یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور دعا گو واپس چلا آیا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک ؛

مجلس ۳

مجلس سوم شہروں کی تباہی کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ فرمایا کہ آخری زمانے میں شہر بسبب گناہوں کی شامت کے برباد ہو جائیں گے۔ چنانچہ میں نے خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ ایک دفعہ میں سمرقندی کی طرف جا رہا تھا۔ تو میں نے خواجہ یحیےٰ سمرقندی کی زبانی سنا۔ کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمائی ہے۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (کوئی شہر ایسا نہیں۔ جس پر قیامت سے پہلے ہم مصیبت اور عذاب اور ہلاکت نازل نہ کریں۔ اور وہ شہر ویران نہ ہو۔) اور پھر فرمایا کہ چونکہ آخری زمانے میں گناہ کثرت سے ہوں گے۔ مکّے کو حبشی لوگ ویران کریں گے۔ اور مدینہ منورہ قحط سے برباد ہو جائے گا۔ اور بھوک کے مارے خلقت مر جائے گی۔ اور بصرہ۔ عراق اور مشہد شرابخوروں کی شامت اعمال کے سبب خراب ہوں گے۔ اور اس سال مصیبتیں بہت نازل ہوں گی۔ اور عورتوں کے بد اعمال سے بھی خراب ہوں گے۔ اور ملک شام بادشاہ کے ظلم سے برباد ہو گا۔ اور ٹکڑی آسمان سے اُترے گی اور روم کثرت لواطت کے سبب خراب ہو گا۔ اور آسمان سے ہوا چلے گی۔ جس سے تمام آدمی سو جاویں گے۔ اور ہلاک ہو جاویں گے۔ اور خراسان اور بلخ تاجروں کی خیانت کے باعث ویران ہوں گے۔ اور مسلمان اس کی شامت سے مردار ہو جائیں گے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں نے خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ خوارزم اور

چند شہر جو اس کے گرد و نواح میں واقع ہیں۔ وہ راگ و رنگ اور منکرات کے باعث خراب ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے۔ اور خود بھی ہلاک ہو جائیں گے لیکن سیوستان سخت مصیبتوں تاریکیوں اور زلزلوں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اور جس زمین میں رہتے ہوں گے نیست و نابود ہو جائے گی لیکن مصر اور دوسرے شہروں کی خرابی کی یہ وجہ ہو گی۔ کہ آخری زمانے میں عورتوں کو قتل کریں گے۔ اور کہیں گے یہ فاطمہ ہے۔ خاک ان کے منہ میں۔ پس حق تعالیٰ ان کو زمین میں غرق کریگا۔ اور سندھ اور ہندوستان بھی ویران ہو جائیں گے پھر فرمایا کہ زنا اور شراب خوری کے سبب ویران ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ مشرق یا مغرب میں جو شہر ہے سب کے فسادوں کی بلا ہند میں پڑے گی۔

پھر فرمایا کہ جب شہر اس طرح پر خراب ہوں گے۔ تو مہدی ظاہر ہو گا۔ اور مشرق سے مغرب تک اس کے عدل کی دھوم مچ جائے گی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نیچے اتریں گے۔ اور ان دونوں کو مسلمانی از حد عزیز ہو گی۔ اور اس وقت دن بہت چھوٹے ہوں گے۔ چنانچہ ایک دن میں ایک نماز ادا ہو گی۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ حاجی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ اس کے عہد میں سال مہینوں کی طرح اور مہینے ہفتوں کی طرح اور ہفتے دنوں کی طرح ہوں گے۔ اور دن ایک وقت میں گزر جائیں گے۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! آدمی کو چاہیئے کہ انہی سالوں اور مہینوں کو وہ سال اور مہینے خیال کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہی دن نزع کے دن ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کتیا کے بچے پیدا ہوں گے۔ نہ کہ آدمی کے۔ اب خود لوگ قیاس کریں کیونکہ زمانہ دراز گزر چکا ہے۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور دعا گو واپس چلا آیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ (اس کے لئے خدا کا شکر ہے)

مجلس (۴)

مجلس چہارم عورتوں کی فرمانبرداری کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ امیرالمؤمنین حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کہ جو عورت اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرتی ہے۔ وہ فاطمۃ الزہرا کے ہمراہ بہشت میں داخل ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا کہ جس عورت کو خاوند بستر پر طلب کرے اور وہ نہ آئے۔ تو اس کی تمام کی ہوئی نیکیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ایسی صاف رہ جاتی ہیں۔ جیسے سانپ کینچلی اتار کر۔ اور اس کے شوہر کی طرف سے اس کے ذمے اس قدر بدیاں ہو جاتی ہیں جتنی کہ جنگل کی ریت۔ اور اگر وہ عورت مر جاوے اور شوہر اس کے راضی نہ ہو۔ تو اس کے لئے دوزخ کے ساتوں دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور اگر عورت سے خاوند راضی ہو اور عورت وفات پا جاوے۔ تو اس کے لئے بہشت کے ستّر درجے قائم ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ میں نے تنبیہ میں لکھا دیکھا ہے کہ جو عورت خاوند سے ترش روئی سے پیش آئے۔ اور اس کی طرف نہ دیکھے۔ تو اس کے اعمالنامے میں آسمان کے ستاروں کے برابر گناہ لکھے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر خاوند کی ناک کے ایک نتھنے سے خون جاری ہو اور دوسرے سے ریم، اور عورت اسے زبان سے صاف کرے۔ تو بھی خاوند کا حق ادا نہیں ہوتا۔ پس اے درویش! اگر خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم فرماتے ہیں کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔

پھر غلام آزاد کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اسی اثنا میں ایک درویش آیا۔ اور آداب بجا لا کر جو بردہ اس کے ہمراہ تھا۔ خواجہ صاحب کے روبرو آزاد کر دیا۔ خواجہ صاحب نے دعائے خیر کی۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بردہ آزاد کرتا ہے۔ اس کے بدن کی ہر رگ کے بدلے اس شخص کو پیغمبری کا ثواب ملتا ہے۔ اور دنیا سے باہر جانے سے پیشتر ہی اس کے چھوٹے بڑے گناہوں کو خداوند تعالیٰ بخش دیتا ہے۔ اور اس کے بدن پر جتنے بال ہیں، ہر بال کے بدلے ایک شہر بہشت میں اس کے نام بناتے ہیں

اور اس کی ہر رگ کے بدلے اسے نور دیتے ہیں۔ اور اس پر پلصراط آسان کرتے ہیں۔ اور آسمان پر اس کا نام اولیاؤں میں شمار کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور اصحاب بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق اٹھے۔ اور عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس چالیس بردے ہیں۔ میں نے بیس بردے خدا تعالیٰ کی رضامندی کے لئے آزاد کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائے خیر کی اتنے میں مہتر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اور کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم الٰہی یوں ہے۔ کہ ابوبکر صدیق کے جسم پر جتنے بال ہیں۔ آپ کی اُمت میں سے اسی قدر آدمیوں کو ہم نے دوزخ کی آگ سے نجات دی اور اسی قدر ثواب ابوبکر صدیق نے حاصل کیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ اُٹھ کر آداب بجالائے۔ اور عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تیس بردے ہیں۔ ان میں سے پندرہ میں نے خدا اور خدا کی رضا کے لئے آزاد کئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائے خیر کی۔ اتنے میں مہتر جبرائیل پھر اُترے اور کہا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمان الٰہی اس طرح پر ہے۔ کہ جس قدر رگیں ان بردوں کے جسم میں ہیں۔ ان سے پچاس گنے آدمی آپ کی اُمت کے میں نے دوزخ کی آگ سے آزاد کئے۔ اور اسی قدر ثواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عنایت ہوا۔

پھر اس کے بعد فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اُٹھ کر آداب بجالائے اور عرض کی کہ میرے پاس بردے بہت ہیں۔ ان میں سے سو بردے خدا کی رضا کے لئے آزاد کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائے خیر کی اور مہتر جبرائیل علیہ السلام نے آکر حکم الٰہی اس طرح بیان کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جتنی رگیں ان بردوں کے بدنوں میں ہیں۔ ان سے سو گنا آدمی آپ کی اُمت کے بخشے گئے۔ اور ثواب حضرت عثمانؓ کو عنایت ہوا۔ اس کے بعد فرمایا کہ امیر المؤمنین اٹھے۔ اور آداب بجالا کر عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے پاس دنیا کی کوئی چیز نہیں۔ میرے پاس جان ہے۔ سو خدا پر میں نے قربان کی۔

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ مہتر جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ اور کہا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمان الٰہی یہ ہے کہ ہمارے علی رضی اللہ عنہ کے پاس دنیا کی کوئی چیز نہیں ہم نے دنیا میں اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں۔ تیری اور علیؓ کی رضا پر ہم نے ہر عالم میں سے دس ہزار کو دوزخ کی آگ سے نجات بخشی۔

پھر فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی کا طریق تھا کہ جو بزرگ خواجہ صاحب کی خدمت کے لئے آتا۔ ایک پردہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا۔ اور خواجہ صاحب اس کو قبول کر کے فرماتے کہ تو اس کو آزاد کر۔ شاید کہ قیامت کے دن میں اور تو اسی کی بدولت دوزخ کی آگ سے بچ جائیں

پھر فرمایا کہ جس روز خواجہ ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ نے توبہ کی۔ تو جس قدر آپ کے پاس بردے تھے۔ اپنے سامنے سب کو آزاد کیا۔ اور حج کے لئے روانہ ہوئے۔ اور پیادہ ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے ہوئے چودہ سال کے عرصے میں خانہ کعبہ پہنچے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ کعبہ اپنی جگہ پر نہیں۔ آپ کو حیرت ہوئی۔ آواز آئی کہ اے ابراہیم! صبر کر۔ کعبہ ایک بڑھیا کی زیارت کے لئے گیا ہوا ہے۔ ابھی آجائیگا۔ جونہی کہ خواجہ صاحب نے یہ بات سنی۔ آپ پہلے کی نسبت زیادہ متحیر ہوئے۔ اور کہا۔ کہ وہ بڑھیا کون ہے؟ چنانچہ ان کو دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے کہ جا کر دیکھو تو سہی۔ جونہی کہ جنگل میں پہنچے۔ رابعہ بصری کو دیکھا کہ بیٹھی ہوئی ہیں۔ اور کعبہ اس کے گرد طواف کر رہا ہے۔ ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ کے دل میں غیرت آئی۔ چنانچہ انہوں نے رابعہ بصری کو دور سے آواز دی کہ تو نے یہ شور برپا کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا میں نے یہ شور برپا نہیں کیا بلکہ تو نے کیا ہے کہ چودہ سال کے بعد تو خانہ کعبہ پہنچا ہے۔ اور دیدار نصیب نہیں ہوا۔ کیونکہ تیری خواہش خانہ کعبہ کی زیارت سے تھی۔ اور میری غرض خانہ کعبہ کے مالک کی تھی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! وہ مردہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو مدنظر رکھے اور دنیا اور آخرت میں مبتلا نہ ہو۔ اور جو کچھ اس کے پاس ہے۔ اس کی طرف نگاہ نہ کرے جب انسان اس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔ تو جو کچھ اس کے دوست کی ملکیت ہوتا ہے۔ وہ اسی کی ہو جاتی ہے۔ کعبہ اس کے گرد طواف کرتا ہے اور اس کا دامن نہیں چھوڑتا۔ پس اے درویش! اسی مقام پر غور کر کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند تعالیٰ کے ہو گئے۔ تو خداوند تعالیٰ

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بن گیا اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ رہی۔ تو آواز آئی کہ کہو لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ جونہی کہ یہ معاملہ جو کچھ آسمان سے لے کر زمین تک اور دنیا اور آخرت میں ہے۔ سب نے دیکھا تو فرشتے انسان اور جن وغیرہ۔ سب نے اپنے آپ کو طفیل خیال کر کے آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن پکڑا اور عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن ہمیں نہ چھوڑ دینا۔ اور اپنی شفاعت سے محروم نہ رکھنا۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! تجھے یاد رہے کہ جب آدمی دوست کا بن جاتا ہے۔ تو سب چیزیں اس کی بن جاتی ہیں۔ لیکن مرد کو چاہیئے کہ تمام موجودات سے فارغ ہو کر دوست کی طرف مشغول رہے۔ تاکہ جو کچھ دوست کا ہے۔ اس کی پیروی کرے

پھر فرمایا۔ اے درویش! ایک دفعہ میں سیوستان کی طرف سفر میں تھا۔ تو سیوستان میں ایک غار کے اندر ایک درویش کو دیکھا۔ جسے شیخ سیوستانی کہا کرتے تھے۔ لیکن وہ بوڑھا اس قدر بزرگی اور ہیبت رکھتا تھا۔ کہ میں نے آج تک کسی کو ایسا نہیں دیکھا۔ وہ عالم تحیر میں مشغول تھا۔ جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے سر جھکا لیا۔ اس بزرگ نے فرمایا۔ سر اٹھا۔ میں نے سر اٹھایا۔ تو فرمایا۔ اے درویش! آج قریباً ستر سال کا عرصہ گزرا ہے کہ سوائے خدا کے کسی اور شے میں مشغول نہیں ہوا۔ لیکن تیرے ساتھ جو میں مشغول ہوتا ہوں یہ حکم الٰہی ہے۔ سن! اگر تو محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ تو اس کے سوا کسی اور چیز میں مشغول نہ ہونا اور کسی سے میل جول نہ کرنا۔ تاکہ تو جلایا نہ جائے۔ کیونکہ غیرت کی آگ عاشقوں کے ارد گرد رہتی ہے۔ جب عاشق نے معشوق کے سوا کسی چیز کا خیال کیا۔ اسی دم غیرت کی آگ نے اسے جلایا۔ لیکن تجھے یاد رہے کہ محبت کی راہ میں جو درخت ہے۔ اس کی دو شاخیں ہیں۔ ایک کو نرگس وصال کہتے ہیں۔ اور دوسرے کو نرگس فراق پس جو شخص سب سے فارغ ہو کر دوست میں مشغول ہو۔ وہ دوست کے وصال کی دولت سے مشرف ہوتا ہے۔ اور جو اس کے سوا کسی اور چیز کی رغبت رکھتا ہے۔ وہ فراق میں مبتلا رہو جاتا ہے۔ جونہی کہ اس بزرگ نے اس بات کو ختم کیا۔ فرمایا کہ جا! تو نے ہمیں کام سے رکھا۔ اتنا کہہ کر وہ یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور دعا گو واپس چلا آیا۔ پھر فرمایا۔ اے درویش! ہم بردہ آزاد کرنے کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص بردہ آزاد کرتا ہے۔ وہ دنیا سے باہر جانے سے پیشتر

ہی اپنا مقام بہشت میں دیکھ لیتا ہے۔ اور جان کنی کے وقت فرشتہ اسے بہشت کی خوشخبری دیتا ہے
پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ جو شخص غلام آزاد کرتا ہے۔ وہ دنیا
سے رحلت کرنے سے پیشتر ہی بہشت کی شراب پیتا ہے۔ اور جان کنی کا عذاب اس پر سہل ہو جاتا
ہے۔ اور قیامت کے دن عرش کے سایہ تلے ہوگا۔ اور بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہوگا۔
جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور دعا گو
واپس چلا آیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ (اس بات پر خدا کا شکر ہے۔)

صدقہ دینے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ
خواجہ صاحب یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوٰی میں میں نے لکھا دیکھا ہے۔ کہ ابوہریرہ رضی
اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ سب
عملوں سے اچھا عمل کونسا ہے۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ صدقہ دینا دوزخ کی آگ کے لئے پردہ
ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ صدقے کے بعد دوسرے
درجے پر کون سا نیک عمل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کا پڑھنا۔ پھر فرمایا کہ عبداللہ بن مبارک نے
کہا ہے کہ میں نے ستر سال تک اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کیا ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ میں نے مصیبتیں
بہت اٹھائی ہیں۔ لیکن بارگاہ الٰہی کا دروازہ نہیں کھلا۔ جونہی کہ میں نے اپنی طرف خیال کیا اور
جو مال میری ملکیت میں تھا سب راہ خدا میں صرف کیا۔ تو دوست یعنی خدا میرا بن گیا۔ اور جو دوست
کی ملکیت تھی سب میری ملکیت ہو گئی

پھر فرمایا کہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے آثار اولیاء میں لکھا ہے کہ ایک درم صدقہ دینا۔
ایک سال کی ایسی عبادت سے بہتر ہے۔ جس میں دن کو روزہ رکھا جائے۔ اور رات کو کھڑے
ہو کر عبادت کی جائے۔ پھر فرمایا کہ جس روز امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق نے اسی ہزار دینار
خدا کی راہ میں خرچ کئے اور گودڑی پہن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

تو آنجناب نے پوچھا کہ اے ابوبکر! دنیاوی ذخیرے میں سے کچھ باقی رکھا ہے۔ تو آپ نے عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدا اور رسول یعنی خدا اور خدا کا رسول کافی ہے۔ جونہی کہ ابوبکر نے یہ کہا۔ فوراً مہتر جبرائیل علیہ السلام معہ ستر ہزار مقرب فرشتوں کے گودڑی پہنے ہوئے نازل ہوئے۔ اور سلام کے بعد عرض کی کہ اے رسول اللہ! حکم الٰہی اسی طرح پر ہے۔ کہ آج ابوبکر نے ہماری راہ میں اپنا مال خرچ کیا ہے۔ اور اس کو ہمارا سلام دو۔ اور کہو! کہ تو نے وہ کام کیا جس میں ہماری رضا تھی۔ اور ہم وہ کام کرتے ہیں جس میں تیری رضا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور تمام فرشتوں کو حکم ہوا کہ ابوبکر کی موافقت کی وجہ سے سب گودڑی پہنیں۔ کیونکہ قیامت کے دن گودڑی پہننے والوں کو ابوبکر کی گودڑی کے صدقے میں ہم بخشیں گے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قرآن شریف پڑھنا بہتر ہے۔ یا صدقہ دینا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ دینا بہتر ہے۔ کیونکہ صدقہ دوزخ کی آگ سے بچاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ ایک یہودی راستے میں کھڑا ایک کتے کو روٹی کا ٹکڑا کھلا رہا تھا۔ اتفاق سے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ادھر سے گزر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ اپنا ہے یا بیگانہ؟ اس نے کہا کہ مرد بیگانہ کا ہے۔ خواجہ صاحب نے کہا جب یہ حالت ہے۔ تو تو کیا کرتا ہے کیونکہ یہ قبول نہیں۔ اس نے کہا کہ اگر یہ قبول نہیں۔ تو تاہم وہ خدا تو دیکھتا ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ الغرض مدت کے بعد خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کعبہ معظمہ میں پہنچے۔ تو پرنالے کے نیچے سے آواز آئی کہ ربی (یعنی اے میرے ربّ) پھر غیب سے آواز آئی کہ لَبَّیْکَ عَبْدِیْ (اے میرے بندے! میں حاضر ہوں) خواجہ صاحب حیران ہوئے کہ چل کر دیکھوں تو سہی۔ وہ کیسا نیک بخت بندہ ہے جونہی کہ آپ وہاں پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص سجدے میں سر رکھ کر ربی (اے میرے ربّ!) پکارتا ہے۔ آپ تھوڑی دیر وہاں ٹھیرے۔ اتنے میں اس شخص نے سر اٹھایا اور خواجہ صاحب سے کہا۔ کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ خواجہ صاحب نے کہا۔ نہیں۔ اس نے کہا۔ میں وہی آدمی ہوں جسے تو کہتا تھا کہ میری نیکی قبول نہیں۔ دیکھا! میری چیز کو اس نے قبول کیا۔ اور مجھے بلا لیا۔

پھر فرمایا کہ آثار اولیا میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ صدقہ نوری ہے اور حوروں کی خوبصورتی

کا باعث اور صدقہ ہزار رکعت نماز سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو صدقہ دینے والوں کا ایک گروہ عرش کے نیچے مقام پائیگا۔ اور جن لوگوں نے موت سے پہلے صدقہ دیا ہے۔ موت کے بعد وہ ان کے لیئے گنبد بنے گا۔

پھر فرمایا کہ صدقہ بہشت کی سیدھی راہ ہے۔ اور جو شخص صدقہ دیتا ہے۔ وہ خدا کی رحمت سے دور نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ خواجہ حاجی رحمتہ اللہ علیہ کے جماعت خانہ میں میں نے ان اشخاص سے جو صبح سے شام تک آتے تھے۔ کوئی بھی ایسا نہیں دیکھا۔ جو کچھ کھا کر نہ جاتا ہو۔ اور اگر اس وقت کوئی چیز مہیا نہ ہوتی۔ تو خادم کو آپ فرماتے کہ پانی پلا دو۔ تاکہ دن دینے سے خالی نہ جاوے۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! زمین سخی آدمی پر فخر کرتی ہے۔ اور رات اور دن جب زمین پر چلتا ہے۔ تو نیکیاں اس کے اعمال نامے میں لکھی جاتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ سخی لوگ ایک ہزار سال سب سے پہلے بہشت کی بو سونگھیں گے۔ اور ہر روز ان کو پیغمبری کا ثواب ملتا رہے۔ جونہی کہ یہ فوائد خواجہ صاحب نے ختم کیئے۔ خلقت اور دعا گو واپس آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

مجلس ⑥

شراب پینے کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مشارق الانوار میں لکھا ہوا ہے کہ امیر المؤمنین عمر خطاب نے پیغمبر خدا سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ اے عمر! یہ حلال نہیں ہے۔ محض حرام اور خراب ہے۔ اور یہ شراب مومنوں کی نہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت مل جاوے اور سخت نہ ہو۔ تو اس کا پی لینا جائز ہے۔ اور اگر مل کر کچھ عرصہ گزر جاوے۔ اور سخت ہو جاوے۔ تو اس کا پینا جائز نہیں۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے۔ جو شراب پیئے۔ یا بیچے۔ یا اس کی قیمت میں سے کچھ کھائے۔ پھر خواجہ صاحب آنسو بھر لائے اور فرمایا

کہ یہ شریعت ہے۔ جو اسے حرام گنتے ہیں۔ ورنہ طریقت میں ندی کا پانی پینے سے خدا کی بندگی میں سستی ہو۔ بمنزلہ شراب کے ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اپنے مجاہدے کا حال بیان کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنے مجاہدے کا حال بیان کروں۔ تو تمہیں اس کے سننے کی طاقت نہیں لیکن ہاں جو میں نے اپنے نفس کے ساتھ معاملہ کیا ہے۔ اگر وہ سننا چاہتے ہو تو میں سناتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت میں نے نفس کو نماز کے لئے طلب کیا۔ تو اس نے موافقت نہ کی۔ اور نماز قضا ہو گئی۔ اس کا باعث یہ تھا کہ میں نے مقررہ مقدار سے کچھ زیادہ طعام کھا لیا تھا۔ جب دن چڑھا۔ تو میں نے دل میں ٹھان لی کہ سال بھر میں نفس کو پانی نہیں دوں گا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ ابوتراب بخشی کو سفید روٹی اور مرغی کے انڈے کھانے کی خواہش پیدا ہوئی کہ اگر آج مل جاویں تو ان سے روزہ افطار کروں۔ اتفاقاً عصر کی نماز کے وقت خواجہ صاحب تازہ وضو کرنے کے لئے باہر نکلے۔ تو ایک لڑکے نے آکر خواجہ صاحب کا دامن پکڑ لیا۔ اور کہا کہ یہ وہ چور ہے۔ جو اس دن میرا اسباب چرا کر لے گیا تھا۔ اور آج پھر آیا ہے۔ تا کہ کسی اور کا مال چرا کر لے جائے۔ یہ غوغا سن کر لوگ اکٹھے ہو گئے۔ لڑکا اور اس کا باپ مُکّے مارنے لگے۔ خواجہ صاحب نے ان کی گنتی کی تو چھ لگ چکے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ اس نے خواجہ صاحب کو پہچان کر کہا۔ کہ اے لوگو! یہ چور نہیں۔ یہ تو خواجہ ابوتراب بخشی ہیں۔ خلقت معافی کی خواستگار ہوئی کہ آپ معافی فرما دیں۔ ہمیں معلوم نہ تھا۔ جب وہ آدمی خواجہ صاحب کو اپنے گھر لے گیا۔ اور شام کی نماز کے بعد بیٹھے۔ تو مرغی کے انڈے اور سفید روٹی۔ جو اتفاقیہ اس کے گھر میں موجود تھے۔ آپ کے پیش کئے۔ جب خواجہ صاحب نے دیکھا تو آپ مسکرائے۔ اور فرمایا کہ اٹھا لے۔ میں نہیں کھاؤں گا۔ اس نے عرض کیا کہ کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ آج میں نے صرف اس کی خواہش کی تھی۔ تو بغیر کھانے کے میں نے چھ مُکّے کھائے۔ اگر میں اسے کھا لوں تو شاید کیا مصیبت نازل ہو۔ خواجہ صاحب اُٹھ کر بغیر کھائے چل دیئے۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

○

مجلس (۷)

مومن کو تکلیف دینے کے بارے میں گفتگو ہوئی آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ جس شخص نے مومن کو ستایا۔ سمجھو کہ اس نے مجھ کو ناراض کیا۔ اور جس نے مجھے ناراض کیا۔ اس نے خداوند تعالیٰ کو ناراض کیا۔ ہر مومن کے سینے میں اسّی پردے ہوتے ہیں۔ اور ہر پردہ پر فرشتہ کھڑا ہوتا ہے۔ جو شخص کسی مومن کو ستاتا ہے۔ وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے اسّی فرشتوں کو ناراض کیا۔

پھر نماز کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نماز فریضہ نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے، اور ہمارے مشائخ نے اس کو ادا کیا ہے پس جو شخص ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت نماز ادا کرے، اور جو کچھ قرآن سے جانتا ہو پڑھے۔ تو خداوند تعالیٰ اسے بہشت کی خوشخبری دیتا ہے۔ اور اس کو اس وقت ستر ہزار فرشتے ہدیئے لے کر آتے ہیں۔ اور اس نماز کے ادا کرنے والے کے سر پر قربان کرتے ہیں، اور جب قبر سے اُٹھتا ہے۔ تو ستر پوشاکیں پہنا کر بہشت میں لے جاتے ہیں۔ اور جو شخص اس نماز کو ظہر کی نماز کے بعد ادا کرے۔ اس میں قرآن مقرر نہیں۔ تو خداوند تعالیٰ ہر رکعت کے بدلے اس کی ہزار حاجتیں روا کرتا ہے۔ اور ہزار نیکی اس کے لئے لکھی جاتی ہے۔ اور ایک سال کی عبادت کا ثواب اسے ملتا ہے۔ کتاب عجیب میں مشائخ طبقات لکھتے ہیں کہ دانا آدمی اس وقت تک نماز نہیں پڑھتا۔ جب تک نماز میں پوری حضوری حاصل نہ ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے پیر خواجہ حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ چاہتے کہ نماز کو شروع کریں۔ ہزار دفعہ تکبیر کہہ کر بیٹھ جاتے۔ جب مکمل حضوری حاصل ہوتی۔ تب نماز شروع کرتے اور جب اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں) پر پہنچتے۔ تو دیر تک ٹھہرے رہتے۔ الغرض ان سے جب اس کا سبب پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جس وقت مکمل حضوری حاصل ہوتی ہے۔ پھر نماز شروع کرتا ہوں۔ کیونکہ جس نماز میں مشاہدہ نہ ہو۔ اس میں کیا نعمت ہو سکتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے باہر نکلے۔ اور نماز کا وقت قریب آن پہنچا۔ دونوں بزرگ تازہ وضو کرنے میں مشغول ہوئے۔ اور وضو کرنے کے بعد نماز ادا کرنے لگے۔ اتنے میں ایک شخص لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھائے جا رہا تھا۔ جب اس نے ان کو دیکھا۔ تو فوراً ایندھن کا گٹھا نیچے رکھ کر وضو میں مشغول ہوا۔ ان بزرگوں نے عقل سے معلوم کر لیا کہ یہ مرد خدا رسیدوں میں سے ہے سب نے اس کو امام مقرر کیا۔ جب نماز شروع کی۔ تو رکوع اور سجود میں دیر تک رہا۔ نماز سے فارغ ہو کر اس سے اس کا سبب پوچھا۔ تو اس نے کہا کہ دیر اس وجہ سے کرتا تھا کہ جب تک ایک تسبیح پڑھ کر لَبَّیْكَ عَبْدِیْ (اے میرے بندے! میں حاضر ہوں) نہ سُن لیتا۔ دوسری تسبیح نہ کرتا ؞

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں خانہ کعبہ معظّمہ کی طرف مجاوروں کے درمیان کچھ عرصہ گوشہ نشین رہا۔ ان بزرگوں میں ایک بزرگ تھا۔ جسے خواجہ عمر نسفی کہتے تھے۔ ایک دن وہ بزرگ امامت کر رہے تھے۔ فوراً حالت عجیب ہو گئی۔ سر مراقبہ میں رہ گئے۔ کچھ دیر کے بعد جب سر اُٹھایا۔ تو آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ اور اہل مجلس کو فرمایا کہ سر اوپر اُٹھاؤ اور دیکھو ؞

جونہی کہ یہ فرمایا میں نے دیکھا۔ پھر فرمایا کہ کیا کہتے ہیں اور کیا دیکھتے ہیں میں نے کہا کہ میں نے دیکھا۔ پہلے آسمان کے فرشتے رحمت کے تھال ہاتھ میں لے کر کھڑے ہیں۔ اور ہونٹوں میں کچھ کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ جانتے ہو یہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا۔ یہ کہتے ہیں کہ شیخ صاحب کی بندگی ہماری بندگی کی نسبت بہتر معلوم ہوتی ہے۔

جونہی میں نے یہ کہا۔ اس نے سر اٹھایا اور مناجات کی کہ اے خداوند! جو کچھ تیرے بندے سنتے ہیں۔ اہل مجلس بھی اسے سنیں۔ فوراً غیبی فرشتے نے آواز دی۔ اے عزیزو! یہ فرشتے جو لبوں کو ہلا رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اے خداوند! خواجہ نسفی کے مجاہدہ اور علم کی عزت کے صدقے میں ہمیں بخش۔

اس کے بعد فرمایا۔ کہ یہ نعمت ہر مرتبے میں حاصل ہے۔ لیکن مرد وہ ہے۔ کہ اس میں کوشش کرے تاکہ اس مرتبے پر پہنچ جائے۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! بغداد میں ایک بزرگ تھا جو صاحب کشف و کرامات تھا۔ اس کو لوگوں نے پوچھا کہ آپ نماز کیوں نہیں ادا کرتے۔ فرمایا کہ اس میں تمہیں کچھ دخل نہیں۔ لیکن جب تک دوست

کا چہرہ نہیں دیکھ لیتا ہیں نہیں بیٹھتا۔

پھر فرمایا۔ یہی سبب ہے کہ جو بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ علم علم ہے جس کو عالم جانتے ہیں۔ اور زہد زہد ہے جس کو زاہد جانتے ہیں۔ اور یہ بھید ہے جس کو اہل معنی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت نماز ادا کرے۔ ابو درداؓ نے فرمایا ہے کہ اس کو ہر رکعت کے بدلے بہشت میں ایک محل ملتا ہے۔ اور ایسا ہے کہ گویا اس نے ساری عمر خداوند تعالیٰ کی عبادت میں بسر کی ہے۔ اور جو شخص مغرب اور عشاء کے درمیان چار رکعت نماز ادا کرے وہ بہشت میں جاتا ہے۔ اور مصیبتوں سے امن میں ہوتا ہے۔ اور ہر رکعت کے بدلے پیغمبری کا ثواب ملتا ہے۔ اور جو شخص عشاء کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے۔ بغیر حساب کے بہشت میں جائے گا۔ اور یہ نماز سوائے خدا کے دوست کے اور کوئی ادا نہیں کرتا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص نماز زیادہ کرتا ہے۔ وہ حساب میں بہت زیادہ رہتا ہے۔ اور جو جلدی کرتا ہے نیکی زیادہ ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ مومن کو منافق اور لعنتی کے سوا اور کوئی نہیں ستاتا۔ جونہی خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ؁

مجلس ۸

گالی دینے کا ذکر ہوا تو آپؒ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص مومن کو گالی دیتا ہے۔ وہ گویا اپنی ماں اور لڑکی کے ساتھ زنا کرتا ہے۔ اور ایسے ہے کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی لڑائی میں فرعون کی مدد کرنا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص مومن کو گالی دیتا ہے۔ اس کی دعا چند روز تک قبول نہیں ہوتی۔ اور اگر بغیر توبہ کئے مر جائے۔ تو گنہگار ٹھہرتا ہے۔

اور کھانے کا ذکر آیا جب کھانا آیا۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ کھانا دسترخوان میں لاؤ تاکہ اس کے اوپر رکھ کر کھائیں گو رسول خدا نے دسترخوان پر طعام نہیں کھایا لیکن دسترخوان پر رکھ کر کھانے کو منع بھی نہیں فرمایا۔ اگر کھالیں، تو جائز ہے۔ لیکن آؤ سب مل کر کھائیں۔ اور ایسا کریں جیسا کہ میرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام نے

نے کیا ہے۔

پھر فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دسترخوان کا رنگ سرخ تھا۔ جو آسمان سے اترتا تھا اور اس میں سات روٹیاں اور پانچ سیر نمک ہوتا تھا پس جو شخص دسترخوان پر روٹی نمک کے ساتھ کھائے۔ ہر لقمہ کے ساتھ ستّر نیکی لکھتے ہیں۔ اور ستّر درجے بہشت میں زیادہ کرتے ہیں۔ اور بہشت میں مہتر موسے علیہ السلام کے ہمراہ ہوتا ہے۔ اور جو شخص سرخ دسترخوان پر نمک کے ساتھ روٹی کھاتا ہے۔ اسے بہشت میں ایک شہر ملتا ہے۔ اور جب روٹی کھانے سے پہلے فارغ ہوتا ہے خداوند تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ مودود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ جو شخص سرخ دسترخوان پر روٹی کھاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اسے نظر رحمت سے دیکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ شمس العارفین اور یہ نام ان کا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روضہ مبارک سے پڑا۔ یہ اس طرح پر ہوا کہ جس روز وہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روضہ مبارک پر پہنچا۔ اور سلام کیا۔ تو آواز آئی کہ (عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا شَمْسُ الْعَارِفِيْن) اے شمس العارفین۔ تجھ پر سلام۔

پھر فرمایا کہ یہی معاملہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے پیش آیا تھا جب آپ ابتدائی حالت میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روضہ مبارک پر پہنچے۔ اور کہا ؛

اے مرسلوں کے سردار! تجھ پر سلام ہو۔ تو آواز آئی۔ علیک السّلام یا امام المسلمین! اے مسلمانوں کے امام! تجھ پر سلام ہو۔

پھر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب سلطان العارفین آسمان سے تھا چنانچہ ایک رات آدھی رات کے وقت اُٹھ کر مکان کی چھت پر آکر خلقت کو سویا دیکھا۔ اور کسی شخص کو جاگتے ہوئے نہ پایا۔ تو خواجہ صاحب کے دل میں خیال گزرا کہ افسوس! ایسی باعظمت درگاہ میں بیدار اور مشغول کیوں نہیں ہیں۔ چاہا کہ خداوند تعالیٰ سے ساری خلقت کے جاگنے اور مشغول ہونے کی دعا کریں۔ پھر دل میں خیال آیا کہ یہ شفاعت کا مقام سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ہے۔ مجھے کیا مجال ہے کہ ایسی درخواست کروں ؛

جونہی کہ دل میں یہ خیال پیدا ہوا غیب سے آواز آئی۔ کہ اے بایزید! اس قدر ادب جو تو نے

ملحوظ رکھا۔ میں نے تیرا نام خلقت میں سلطان العارفین رکھا۔

پھر فرمایا کہ احمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا کہ ایک دفعہ آپ جاڑے کے موسم میں چلّے کی رات نصف شب کے قریب جب باہر نکلے۔ تو پانی میں چلے گئے اور دل میں ٹھان لی کہ جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے گا کہ میں کون ہوں۔ ہرگز پانی سے باہر نہ نکلوں گا۔ آواز آئی کہ تو وہ شخص ہے جس کی شفاعت سے قیامت کے دن بہت سے آدمی بخشے جائیں گے

شیخ احمد نے کہا، میں یہ بات پسند کرتا۔ مجھے یہ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میں کون ہوں

پھر آواز سنی کہ میں نے حکم کیا ہے۔ کہ تمام درویش اور عارف میرے عاشق ہوں اور تو میرا معشوق ہو؛

پھر خواجہ صاحب وہاں سے باہر نکلے۔ جو شخص آپ کو ملتا۔ السّلام علیکم احمد معشوق کہتا۔

پھر فرمایا کہ شمس العارفین نماز ادا نہ کرتے تھے۔ جب لوگوں نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ نماز بغیر سورہ فاتحہ کے پڑھتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ کیسی نماز ہے پھر لوگوں نے التجا کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ تو پڑھتا ہوں۔ لیکن اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ نہیں پڑھتا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ضرور پڑھیں

اس کے بعد دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کی۔ تو جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پر پہنچے تو آپ کے وجود مبارک کے ہر رونگٹے سے خون جاری ہو گیا۔

پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے لئے نماز درست نہیں، گو لوگ تو کہتے ہیں کہ میں نماز ادا کرتا ہوں۔

جب خواجہ صاحب ان فوائد کو ختم کر چکے۔ تو یادِ خدا میں مشغول ہوئے۔ اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

****

مجلس ⑨

روزی کمانے اور کام کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے اُٹھ کر پوچھا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے پیشے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آنحضرت نے فرمایا کہ تیرا پیشہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ درزی کا کام۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو راستی سے یہ کام کرے تو بہت اچھا ہے۔ قیامت کے دن تو ادریس پیغمبر کے ہمراہ بہشت میں جائے گا۔ پھر ایک اور آدمی نے اُٹھ کر عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے پیشے کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تو کیا کام کرتا ہے؟ اس نے عرض کی کھیتی باڑی۔ آنجناب نے فرمایا۔ یہ بہت اچھا کام ہے۔ اس واسطے کہ یہ کام مہتر ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ یہ مبارک اور فائدہ مند کام ہے۔ خداوند تعالیٰ مہتر ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے تجھے برکت دے گا۔ اور قیامت کے دن بہشت میں تو مہتر ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک ہوگا۔ پھر ایک اور آدمی نے اُٹھ کر عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی رائے میں میرا پیشہ کیسا ہے؟ آنحضرت نے فرمایا کہ تو کیا کام کرتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ میرا کام تعلیم ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تیرے کام کو خداوند تعالیٰ بہت ہی اچھا جانتا ہے۔ اگر تو خلقت کو نصیحت کرے گا۔ تو قیامت کے دن مہتر خضر علیہ السلام کا سا ثواب تجھے ملے گا۔ اور اگر تو عدل کرے گا۔ تو آسمان کے فرشتے تیرے لئے معافی کے خواستگار ہوں گے۔ پھر ایک اور آدمی نے اُٹھ کر عرض کی۔ کہ اے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے پیشے کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تیرا پیشہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ سوداگری۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر تو راستی سے کام کرے گا۔ تو بہشت میں پیغمبری کا ہمراہی ہوگا۔

پھر فرمایا کہ روزی کمانے والا خدا کا دوست ہوتا ہے۔ لیکن اسے چاہیئے کہ نماز ہر وقت ادا کرے اور شریعت کی حد سے قدم باہر نہ رکھے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ ایسا روزی کمانے والا خدا کا پیارا ہے اور خدا کا صدیق ہے۔

پھر فرمایا کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ دکانداری کیا کرتے تھے۔ جب آخری زمانے میں آپ کو مسلمانی کی حقیقت معلوم ہوئی۔ تو آپ نے دکانداری ترک کردی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے دکان کیوں چھوڑ دی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ دکانداری کے ہمراہ مسلمانی ٹھیک طور پر نہیں رہتی تو میں نے دکانداری چھوڑ دی۔ پھر فرمایا کہ روزی کمانے والا خدا کا صدیق ہوتا ہے۔ کیونکہ اس شخص کو خدا پر بھروسہ ہے۔ اور اس شخص پر روزی کمانا کفر ہے۔ بشرطیکہ جس وقت نماز کا وقت قریب ہو سب کام دھندے چھوڑ کر نماز ادا کرے۔ تو ایسا روزی کمانے والا صدیق ہے۔

جونہی خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ ؎

مجلس ۱۰

مصیبت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ جو شخص مصیبت میں آہ وزاری کرتا ہے۔ خدا اس پر لعنت کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ مشائخ طبقات نے کہا ہے کہ مصیبت میں آہ وزاری کرنا کفر ہے۔ اور جو شخص کہ ایسا کرتا ہے۔ اس کا نام منافق مومنوں میں لکھتے ہیں۔ اور ایسے شخص پر خدا کی لعنت ہوتی ہے جو مصیبت کے وقت شور کرے۔

پھر فرمایا کہ مشائخ طبقات نے کہا ہے کہ جو شخص مصیبت کے وقت گریہ وزاری کرتا ہے۔ اور واویلا مچاتا ہے۔ چالیس روز کے گناہ اس کے ذمے لکھے جاتے ہیں۔ اور ستو سال کی عبادت اس کی ضبط کی جاتی ہے۔ اور اگر اسی حالت میں بغیر توبہ کئے مرجائے۔ تو دوزخ میں شیطان کے ہمراہ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک راہ سے گزر ہوا۔ جب آپ نے رونے چلّانے کی آواز سنی۔ تو قلعی پگھلا کر کانوں میں ڈال لی اور بہرے ہو گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص مصیبت کے وقت اپنا گریبان چاک کرے۔ خدا اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھتا۔ اور قیامت کے دن اس کو سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور ایک روایت میں اس طرح

آیا ہے کہ جس شخص نے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ تو قیامت کے دن اس کی دونوں بھوؤں کے درمیان لکھا ہوگا۔ کہ یہ شخص خداوند تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہے۔ مگر توبہ کرے تو نہیں۔ اور جو شخص مصیبت کے وقت لباس کو سیاہ کرے۔ اس کے لئے دوزخ میں ستر گھر تیار ہوتے ہیں۔ اور اس کی کسی قسم کی اطاعت قبول نہیں ہوتی۔ اور ایسا ہو کہ گویا اس نے ستر مومنوں کو جان سے مار ڈالا ہے۔ اور ہزار بدی اس کے اعمال نامہ میں لکھی جاتی ہے۔ اور آسمان و زمین کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں جب تک کہ وہ سیاہ کپڑا پہنے رہے۔

پھر پانی کے دینے کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جس وقت کوئی آدمی پیاسے کو پانی دیتا ہے۔ اسی گھڑی اس کے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں۔ گویا کہ وہ ابھی ماں کے شکم سے نکلا ہے۔ اور بغیر حساب کے بہشت میں جائے گا۔ اور اگر اسی روز فوت ہو جائے تو شہید ہو کر فوت ہوگا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص بھوکے کو کھانا کھلائے۔ خداوند تعالیٰ اس کی ہزار حاجتوں کو پورا کرتا ہے۔ اور دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔ اور بہشت میں اس کے لئے ایک محل بناتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ لڑکیاں خدا کا ہدیہ ہیں۔ پس جو شخص ان کو خوش رکھتا ہے۔ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اور جس شخص کو خداوند تعالیٰ لڑکیاں عنایت کرے۔ خدا اس سے خوش ہوتا ہے۔ اور جو شخص لڑکیوں کے پیدا ہونے پر خوشی کرے۔ تو یہ خوشی کرنا خانہ کعبہ کی ستر زیارت کرنے سے بھی زیادہ فضیلت والی ہے۔ جو والدین اپنی لڑکیوں پر رحم کرتے ہیں۔ خدا ان پر رحم کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے آثار اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے ہاں ایک لڑکی ہوگی۔ قیامت کے دن اس کے اور دوزخ کے درمیان پانسو سال کی راہ کا فرق ہوگا۔

پھر فرمایا کہ اولیاء اللہ اور انبیاء کرام لڑکیوں کو نسبت لڑکوں کے زیادہ پیار کرتے تھے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ سری سقطی کی ایک لڑکی تھی جس کو وہ بہت پیار کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ خواجہ صاحب کو نئے کوزے اور ٹھنڈے پانی کی خواہش پیدا ہوئی۔ جونہی کہ آپ کی زبان مبارک

سے نکلا کہ اگر سرد پانی اور نیا کوزہ ہو۔ تو اس سے روزہ افطار کروں۔ اور بزرگوار کی لڑکی نے سُنا۔ فوراً لاکر صاحبِ خانہ کے آگے رکھ دیا عصر کی نماز کا وقت تھا۔ خواجہ صاحب کو نیند آئی اور مصلّے پر سو گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ گویا خداوند تعالیٰ بہشت جیسے گھر میں اُترا آیا ہے۔ اور پوچھتا ہے کہ اے لڑکی! تو کس کی بیٹی ہے؟ اس نے کہا۔ میں اس شخص کی بیٹی ہوں جس نے نئے کوزے میں سرد پانی پیا۔ جونہی کہ ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ کوزہ ٹوٹ گیا۔ اس نے نعرہ مار کر کہا۔ اے تیری! نئے کوزے میں پانی نہیں پینا چاہیئے۔ جو اس قدر دنیاوی لگاؤ رکھتے ہیں۔ وہ ہرگز ہرگز ایسے مرتبے پر نہیں پہنچ سکتے۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور خلقت اور دعاگو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ❖

مجلس (۱۱)

جانوروں کو مار ڈالنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپؒ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص چالیس گائے ذبح کرتا ہے۔ اس کے ذمے ایک خون کبیرہ لکھا جاتا ہے۔ اور جو جانور نفس کی خواہش کے واسطے ذبح کیا جاتا ہے۔ وہ ایسا ہے۔ گویا کہ اس نے خانہ کعبہ کے ویران کرنے میں مدد کی ہے۔ مگر اس جگہ کہ جہاں بسمل کرنا جائز ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ حاجی رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی سُنا ہے کہ اے درویش! خواجہ عبداللہ مبارک فرمایا کرتے تھے۔ کہ میری ستّر سال کی عمر ہے۔ میں نے اس میں کبھی جانور کو ذبح نہیں کیا۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص کسی جانور کو آگ میں پھینکتا ہے۔ یا بے رحمی سے مار ڈالتا ہے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے۔ یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یا متواتر دو مہینے لگاتار روزے رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کہ کسی جانور کو آگ میں نہیں ڈالا جائے گا۔ مگر دنیا میں اور آخرت میں عذاب ہوگا۔ اور

جو شخص جانور کو آگ میں پھینکتا ہے۔ گویا وہ اپنی ماں سے زنا کرتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؁

سلام کہنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث میں آیا ہے کہ جب مجلس سے اُٹھے۔ تو سلام کہے۔ کیونکہ سلام کہنا گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور فرشتے اس کے لئے بخشش کے خواستگاری ہوتے ہیں۔ جو شخص مجلس سے اُٹھتے وقت سلام کہتا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ کی رحمت اس پر نازل ہوتی ہے۔ اور اس کی نیکیاں اور زندگی زیادہ ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ یوسف حسن چشتی کی زبانی سنا ہے کہ جب کوئی شخص مجلس سے اٹھتا ہے۔ اور سلام کہتا ہے۔ اسے ہزار نیکیاں ملتی ہیں۔ اور اس کی ہزار حاجتیں روا ہوتی ہیں۔ اور گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے۔ گویا کہ ماں کے شکم سے نکلا ہے۔ اور ایک سال کے گناہ بخشتے ہیں۔ اور ایک سال کی عبادت اس کے اعمال نامے میں درج کرتے ہیں۔ اور ستّر حج اور عمرہ اس کے نام لکھتے ہیں اور رحمت کے ستّر تھال اس بندے کے سر پر قربان کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے چاہا۔ کہ کوئی ایسا موقع ملے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجلس میں تشریف لانے کے وقت یا تشریف لے جانے کے وقت میں سلام کہوں۔ لیکن موقع نہ ملا۔ جب کبھی میں نے سلام کرنا چاہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی سلام کہتے۔ کہتے ہیں کہ سلام کرنا نبیوں کی سنّت ہے۔ تمام پیغمبر جو گزرے ہیں سب سے پہلے سلام کہا کرتے تھے۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؁

نماز کے کفارہ کا ذکر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جس شخص کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں۔ اور اسے معلوم نہ ہو کہ کتنی ہیں۔ پس سوموار کی رات پنجاہ رکعت نماز ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور ایک دفعہ سورۃ اخلاص پڑھے۔ تو خداوند تعالیٰ اس کی گزشتہ نمازوں کا کفارہ کرتا ہے۔ خواہ اس نے سو سال بھی نمازیں ادا نہ کی ہوں۔

اس کے بعد رات کو قیام کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص رات کو قیام کرے اور خلقت سوئی ہوئی ہو تو خداوند تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے تاکہ دوسری رات تک اسے نگاہ میں رکھیں اور رات سے لے کر دن نکلنے تک اس کے لئے بخشش طلب کرتے رہیں۔

اور ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز بیس رکعت نماز ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں فاتحہ اور اخلاص ایک مرتبہ پڑھے۔ تو قیامت کے دن لاکھ صدیقوں اور شہیدوں کے ہمراہ اُٹھے گا۔ اور ہر رکعت کے بعد دن رات کا ثواب اسے ملے گا۔ اور ہر حرف کے بدلے نور پائے گا۔ اور پلصراط سے آسانی کے ساتھ گزر جائے گا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص قیام کرے۔ اگرچہ اونٹ کی گردن کے مقدار گردن ہلائے۔ اس سے بہتر ہوتا ہے کہ وہ ساٹھ حج اور عمرہ کرے۔ اور رحمت کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں سمرقند میں مسافر تھا۔ ایک بزرگ تھا۔ جسے شیخ عبدالواحد سمرقندی کہتے ہیں۔ اس سے میں نے سنا کہ ایمان میں کچھ مزہ نہیں تاوقتیکہ دن اور رات قیام نہ کیا جائے پس جو شخص یہ دونوں کام کرتا ہے۔ وہ ایمان کا مزہ چکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک رات کو نہیں سوئے۔ اور آپ کا پہلو مبارک زمین پر نہیں لگا۔

پھر فرمایا کہ جب انہوں نے آخری حج کیا۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کعبے کے دروازے پر آئے۔ اور کہا دروازہ کھولو! آج کی رات خداوند تعالیٰ کی عبادت کرلیں، کون جانتا ہے کہ دوسری دفعہ مجھے حج کی قدرت حاصل ہو یا نہ ہو۔ دروازہ کھل گیا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اندر چلے گئے خانہ کعبہ کے دو ستونوں کے درمیان نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں پر رکھ کر آدھا قرآن شریف پڑھ کر رکوع اور سجود پورا کرکے کہا اے خداوندا میں نے تیری اطاعت ایسی نہیں کی جیسا کہ اطاعت کا حق تھا۔ اور میں نے نہیں پہچانا تجھے۔ جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق تھا۔

غیب سے آواز آئی کہ اے ابوحنیفہ! تو نے پہچانا جیسا کہ پہچاننے کا حق تھا۔ میں نے تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے پیرو ہیں۔ اور وہ لوگ جو تیرے مذہب پر چلیں گے۔ بخشا۔

پھر فرمایا کہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک نہ سوئے اور آپ کی پیٹھ مبارک زمین پر نہ لگی۔

پھر فرمایا کہ خواجہ احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے تیس سال تک رات کے وقت قیام کیا۔ ہر رات ہر دو رکعت میں دو دو دفعہ قرآن مجید ختم کرتے۔

پھر فرمایا کہتے ہیں کہ اس نے خداوند تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ اس کے بعد باقی عمر وہ نہیں سوئے۔ ستر سال اور جیتے رہے۔ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب پہنچا۔ تو ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کیف حالک۔ آپ کی کیا حالت ہے۔ کس طرح آپ جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں مردانہ طور پر جاتا ہوں۔ اے عزیزو! آج ستر سال کا عرصہ گزرا ہے کہ میں نے وہ خواب دیکھا تھا۔ آج تک میں نے کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اس وقت بھی میں اسی خواب میں غرق ہو کر جاتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! دنیا میں بھی نور ہے اور پل صراط میں بھی اور بہشت میں بھی نور ہے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص رات کو قیام کرتا ہے۔ جو دعا کرتا ہے۔ وہ قبول ہو جاتی ہے۔ اور اس کا خواہش مند ہوتا ہے اور خداوند تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں بخارا کی طرف سفر کر رہا تھا۔ ایک درویش کو میں نے دیکھا جو کہ از حد بزرگ تھا۔ میں کچھ مدت اس کی صحبت میں رہا۔ کسی رات کو میں نے نہ دیکھا کہ وہ قیام میں نہ گزارتے ہوں۔ آخر سنا گیا کہ چالیس سال سے اس درویش نے پہلو زمین پر نہیں رکھا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادالٰہی میں مشغول ہو گئے اور مخلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؃

سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ خواجہ یوسف حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے کہ جو شخص سوتے وقت سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھتا ہے۔ وہ قیامت کے دن امینوں سے ہوگا۔ اور پیغمبروں کے بعد سب سے پہلے وہ بہشت میں جائیگا۔ اور بہشت میں جاتے وقت مہتر عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک ہوگا۔

پھر فرمایا کہ خواجہ محمد عرشی سے نقل ہے کہ جو شخص سوتے وقت ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور تین دفعہ سورۃ اخلاص پڑھتا ہے۔ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے۔ گویا کہ ماں کے شکم سے پیدا ہوا ہے۔

پھر فرمایا کہ حدیقہ میں لکھا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص سوتے وقت قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھے۔ ہزار آدمی بہشت میں اس کی گواہی دیں گے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں بدخشاں میں اپنے پیر حاجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ بدخشاں کی ایک مسجد میں ایک بزرگ کو دیکھا۔ کہ اس کو خواجہ محمد بدخشانی کہتے تھے۔ اور جو یادالٰہی میں از حد مشغول تھا۔ اس سے میں نے سنا کہ جو شخص سورج نکلتے وقت دو رکعت نماز ادا کرے یا چار رکعت۔ تو حج اور عمرے کا ثواب فرشتے اس کے اعمال نامے میں لکھتے ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سورج نکلتے وقت دو یا چار رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ اس سے بہت افضل ہوتا ہے جو کہ دنیا کا تمام مال صدقہ کرے۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ یادالٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور دعا گو واپس چلا آیا۔

اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

مجلس (۱۵)

بہشت اور اہلِ بہشت کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر میں بہشت کے بیان میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے عرض کیا کہ ہمیں اہلِ بہشت کی خوراک کی بابت آپ خبر دیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اسی خدا کی قسم ہے۔ جس نے مجھے پیغمبر بنایا کہ مرد بہشت میں سو مردوں کے ہمراہ کھانا کھائے گا اور اپنے اہل وعیال کے ہمراہ مل کر رہے گا۔ لوگوں نے عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس کھانے سے قضائے حاجت بھی ہوگی۔ یا نہیں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ ہاں! ہوگی۔ اور اس سے پسینہ مشک سے بھی زیادہ خوشبودار نکلے گا اور اس کے پیٹ میں کچھ بھی نہیں رہیگا۔ پھر فرمایا بہشت میں ایسی زندگی ہوگی۔ جسے موت نہ ہوگی۔ اور جوانی ہوگی۔ جو ہرگز بڑھاپے میں تبدیل نہ ہوگی۔ اور ہمیشہ تازہ نعمت میں رہیں گے۔ اور ہر روز ان پر نعمتیں زیادہ ہوں گی۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص ان نعمتوں کو حاصل کرنا چاہے۔ تو جمعہ کے دن صبح کی نماز کے بعد سو دفعہ سورۃ اخلاص پڑھے اور ہمیشہ پڑھے۔ اس پر نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی۔ کہ بہشت میں ماں باپ اور فرزند بھی ایک دوسرے سے ملیں گے؟ آنحضرت نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِکَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ یعنی جب ماں باپ اور فرزند ایک دوسرے کو ملنا چاہیں گے۔ تو بہشتی گھوڑوں پر سوار ہو کر ان کے محلوں میں جائیں گے۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

مجلس (۱۶)

مسجد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ جو شخص دایاں پاؤں مسجد میں رکھے۔ اور کہے۔ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط (میں نے خدا پر بھروسہ کیا۔ نہیں قوت بازگشت مگر اللہ کے ساتھ شیطان لعنتی سے)، اور اس کے بعد جو نماز پڑھے۔ خداوند تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر رکعت کے بدلے سو رکعت نماز کا ثواب لکھیں۔ اور خداوند تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اور ہر قدم کے بدلے ایک درجہ بہشت میں اسے ملتا ہے۔ اور اس کے نام پر بہشت میں ایک محل تیار ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص مسجد میں جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ تو شیطان کہتا ہے کہ تو نے یہ کلمہ کہہ کر میری کمر توڑ ڈالی ہے پس اس کے اعمال نامے میں ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتے ہیں اور جب باہر نکلتے وقت یہ کلمہ پڑھے۔ تو اس کے جسم کے ہر بال کے بدلے خدا تعالیٰ سو نیکی عنایت فرماتا ہے۔ اور بہشت میں سو درجے بڑھتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ امام زید وسبی زندہ راستی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جب مومن مسجد میں آتا ہے۔ اور دایاں پاؤں مسجد میں رکھتا ہے۔ تو اوّل سے آخر تک اس کے سارے گناہ گر جاتے ہیں۔ جب باہر آتا ہے۔ اور بایاں پاؤں رکھتا ہے۔ تو فرشتے کہتے ہیں۔ اے خداوند تعالیٰ! اسے نگاہ میں رکھ اور اس کی حاجت کو پورا کر اور اس کا مقام ہمیشہ کے لئے بہشت میں بنا۔

پھر فرمایا کہ خواجہ محمد مرعشی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ خانہ خدا میں اس طرح بے ادبوں کی طرح وارد ہوئے کہ جب انہوں نے بایاں پاؤں مسجد میں رکھا۔ تو اس بے ادبی کی وجہ سے ان کا نام ثور پڑ گیا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ◆

مجلس (۱۷)

دنیا اور مال کے جمع کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مرد کو چاہیئے کہ اس دنیا کی طرف نگاہ نہ کرے۔ اور نزدیک نہ پھٹکے۔ اور جو کچھ اسے ملے۔ خدا کی راہ میں خرچ کر دے۔ اور کچھ ذخیرہ نہ کرے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ مال کا شکریہ ادا کرنا صدقہ دینا ہے۔ اور اسلام کا شکریہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہنا ہے۔ اور جو شخص اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتا ہے۔ اسلام کا شکریہ بجا لاتا ہے۔ اور جو شخص زکوٰۃ اور صدقہ دیتا ہے۔ وہ مال کا حق ادا کرتا ہے

پھر لڑکوں کی بری خو کی بابت ذکر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب لڑکے روتے ہیں۔ تو لعنتی شیطان ان کے کان اینٹھتا ہے تب وہ روتے ہیں۔ پس جو والدین اپنے بچوں کو مارتے ہیں۔ ان کے نام گناہ لکھا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ چھوٹا بچہ نہیں روتا تاوقتیکہ اس کو شیطان نہ ستائے۔ لیکن بچہ روئے تو لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کہنا چاہیئے۔ تاکہ تمہیں خوشخبری ہو۔ اور وہ رونے سے باز رہے۔

پھر فرمایا کہ عالموں کا حسد اچھا نہیں خصوصاً مسلمان کے لئے بعض عالموں کا قول ہے کہ حسد دل سے نکال دینا چاہیئے جب حسد کو دل سے نکال دیں گے تو بہشت میں جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ عالموں کا حسد زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ دنیا کی بابت حسد نہیں کرتے بلکہ ایک ایسی چیز کی نسبت حسد کرتے ہیں جس کے دیکھنے میں نقصان نہیں۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ

مجلس (۱۸)

چھینک لینے کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث میں ہے کہ جب مومن چھینک لیتا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے۔ تو خدائے بزرگ اور بلند اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے اور بہشت میں اس کے نام کا ایک درجہ مقرر ہے۔ اور ایک بردے کے آزاد کرنے کا ثواب اس کے اعمال نامے میں لکھا جاتا ہے۔ لیکن جب دوسری چھینک لیتا ہے۔ تو اس کے والدین کو بھی بخش دیتا ہے۔ اور تیسری مرتبہ چھینک لیتا ہے۔ تو سمجھے کہ زکام ہے۔ اے مسلمانو! چھینک کا جواب دینا۔ (یَرْحَمُکَ اللّٰہُ تَعَالٰی) کہنا گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور درجوں کی زیادتی کا باعث ہے۔ اور چھینک دوزخ کی آگ کے درمیان پردہ کا کام دیتی ہے۔ اور ہزار نیکی اس کے نام لکھتے ہیں۔ اور قیامت کے دن اس کے ترازو میں رکھتے ہیں۔ تو عرش اور کرسی کی نسبت وزنی ہوتا ہے۔ جو چھینک کا جواب دیتا ہے۔ اور جو شخص ایک دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ اسے بہشت میں پیغمبروں کی ہمسائیگی عنایت کرتا ہے۔ اور ایک شہر بہشت میں اسے عنایت ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ پہلے پہل جس نے چھینک لی۔ وہ مہتر آدم علیہ السلام تھے۔ اور جبرائیل علیہ السلام پاس ہی تھے۔ انہوں نے کہا۔ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ ؛

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

نماز کی بانگ کہنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا

کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی! جو شخص نماز کی بانگ کہتا ہے۔ اس کا ثواب خدائے تعالیٰ بزرگ اور بلندی جانتا ہے لیکن نماز کی بانگ میری امت کے لئے حجت ہے۔ جس کی تفسیر یہ ہے کہ جب مومن اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہتا ہے۔ تو وہ ایسا کہتا ہے کہ خدا کو میں نے تیرا گواہ بنایا۔ اے محمدؐ کی امت نماز میں حاضر ہو۔ اور دنیاوی کاروبار چھوڑ دو۔ اور جب اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ اے محمدؐ کی امت! میں نے اسے اور اس کے فرشتوں کو گواہ بنایا ہے کہ میں نے نماز کے وقت کی تمہیں خبر کی ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی خبر نہیں۔ اور جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ اور جب حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ اے محمدؐ کی امت! میں نے دین تم پر ظاہر کیا۔ اور خدا اور خدا کے رسولؐ کا حکم مانو! تاکہ خدا تعالیٰ تمہارے سب گناہ بخش دے۔ کیونکہ نماز دین کا ستون ہے اور جب حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ اے امت محمدؐ کی! تیرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ اٹھو! اور اپنا حصہ لو۔ کیونکہ تمہارے لئے دنیا اور آخرت میں بہشت ہے۔ اور جب اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہتا ہے۔ تو یہ کہتا ہے کہ خدا کی رحمت اور خدا کو میں نے تمہارا گواہ بنایا ہے۔ اے محمدؐ کی امت! نماز میں حاضر ہو اور دنیاوی کاموں سے فارغ ہو جاؤ۔ میں نے تم پر ظاہر کر دیا۔ اور خدا اور خدا کے رسولؐ کا حکم مانو اور نماز ادا کرو۔ تاکہ خداوند تعالیٰ تمہارے سب گناہ بخش دے۔ اور تمہیں یاد رہے کہ کوئی عمل نماز سے بڑھ کر نہیں۔ جو شخص نماز ادا نہیں کرتا۔ وہ پشیمان ہوتا ہے۔ اور جب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ تمہیں معلوم رہے کہ ساتوں آسمان اور زمینوں کی امانت تمہاری گردن پر ہے جو شخص قبول کر لیتا ہے۔ اور ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ وہ خلاصی پاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ بغداد میں میں نے ایک بزرگ کو کہا۔ اس نے کہا کہ بانگ کہنے والے کو قبول کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور جو مسجد میں خدا اور خدا کے رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ صدیقوں اور شہیدوں کے ہمراہ بہشت میں جاتا ہے۔ اور مہتر داؤد علیہ السلام کا رفیق ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے عمدہ میں لکھا ہے کہ موذن کی اجابت کرنا

قیامت کے دن خلقت کی شفاعت ہے۔ پس جو شخص بانگ سُنے۔ اور امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے۔ تو ہر رکعت کے بدلے تیس سو رکعت کا ثواب ملتا ہے۔ اور ہر رکعت کے بدلے بہشت میں اس کے لئے شہر بناتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ قسم کے لوگوں پر راضی نہیں۔ اوّلؔ وہ لوگ جو جمعہ کی نماز قضا کرتے ہیں۔ دوئمؔ۔ جو آزاد کئے ہوئے غلاموں کو بیچتے ہیں۔ سوئمؔ وہ جو ہمسائے کو ستاتے ہیں۔ چہارم۔ جو کسی سے ناحق کوئی چیز چھین لیتے ہیں۔ پنجم۔ وہ جو اپنے عیال پر ظلم کرتے ہیں۔

پھر فرمایا۔ جو شخص مؤذن کی اجابت کرتا ہے۔ فرشتے اس کے لئے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں۔ اور سلام بھیجتے ہیں۔ اور وہ نجات پاتا ہے۔ اور بغیر حساب کے بہشت میں جاتا ہے۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! اس طرح تکبیر کہنا جیسی کہ میں نے کہی ہے کہ خدا تمہارے دونوں ابروؤں کے درمیان ہے۔ اور مقام تمہارے سینے کے سامنے ہے۔ پس تمہیں یاد رہے کہ خداوند تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اور دونوں پاؤں پلصراط پر ہیں۔ اور بہشت دائیں طرف ہے اور دوزخ بائیں طرف۔ چاہیئے کہ تو اللہ اکبر کہے اور فکر سے قرآن شریف پڑھے۔ اور عاجزی کے ساتھ رکوع کرے۔ اور مسکینی کے ساتھ سجدہ کرے۔ پھر بیٹھ کر التحیات پڑھے۔ تو فرشتے تیرے لئے معافی کے خواستگار ہوں گے۔ اس وقت تک کہ تو سلام کہے۔

پھر فرمایا کہ کھانا حلال کھاؤ۔ اور حلال کی کمائی کا کپڑا پہنو۔ اور توبہ کرو۔ اور حرام کی کمائی کا کپڑا نہ پہنو۔ جب ایسا کرو گے۔ تو بہشت کے ساتوں دروازوں میں سے ایک دروازہ تمہارے لئے کھول دیا جائے گا اور تمہاری نماز کو قبول کیا جائے گا۔

پھر فرمایا کہ قرآن شریف کو بار بار پڑھنا چاہیئے۔ یہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور دوزخ کی آگ کے لئے بمنزلہ پردہ کے ہے۔ اور جو شخص قرآن پڑھنے میں مشغول ہوتا ہے خداوند تعالیٰ بہشت کے دروازے اس کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور ہر حرف کے بدلے جو وہ پڑھتا ہے۔ خداوند تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ جو قیامت تک تسبیح پڑھتا ہے۔ اور کوئی شخص خدا کا اس قدر نزدیکی نہیں جس قدر کہ وہ شخص ہے۔ جو علم سیکھے اور قرآن کے پڑھنے کو بار بار کرے

پھر فرمایا کہ تم پر لازم ہے کہ قرآن شریف پڑھو اور سیکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص قرآن شریف کی ایک آیت پڑھتا ہے۔ وہ نیکی سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور جس وقت فوت ہو جاتا ہے۔ اور قرآن پڑھنے کی دوستی اس کے دل میں ہوتی ہے۔ تو فرشتے کے کان میں نیکی کی صورت میں آتا ہے۔ اور فرشتہ بہشت سے ایک نارنگی لاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ پڑھو! وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے دنیا میں نہیں پڑھا۔ پس وہ کہتا ہے کہ پڑھ ا یہ نارنگی خداوند تعالیٰ نے تیرے لئے ہدیہ کے طور پر بھیجی ہے۔ پھر وہ بندہ شروع سے لے کر اخیر تک قرآن شریف پڑھتا ہے۔ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے قبر اور قیامت کا عذاب نہ ہوگا۔ اور تو پیغمبروں کا ہمسایہ ہوگا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم لیا۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ؛

مجلس (۲۰)

مومن کے بارے گفتگو شروع ہوئی۔ تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مومن وہ شخص ہے۔ جو تین چیزوں کو دوست رکھتے۔ اوّل موت۔ دوم درویشی۔ سوم فاقہ۔ پس جو شخص ان تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔ فرشتے اسے دوست رکھتے ہیں۔ اور اس کا بدلہ بہشت ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ خداوند تعالیٰ درویشوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور مومن خداوند تعالیٰ کے دوست ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس آٹھ ہزار درم ہوں۔ وہ دولتمند ہوتا ہے۔ جس کے پاس اس سے کم ہوں۔ وہ درویش ہے۔ اور جس کے پاس ان میں سے کچھ بھی نہ ہو۔ وہ دن رات شکر بجا لائے۔ وہ پیغمبر ایوب علیہ السلام کا مرتبہ پائے گا۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ خداوند تعالیٰ تین گروہ کی طرف نظر رحمت سے دیکھتا ہے۔ اور وہ لوگ عرش کے نیچے ہوں گے۔ اوّل وہ جو ہمیشہ ہمت کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ہمسایوں اور عورتوں کو خوش رکھیں۔ تیسرے وہ جو درویشوں اور عاجزوں کو کھانا

کھلاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے۔ کہ سب سے افضل نماز اور دوسرے درجہ پر صدقہ اور تیسرے درجہ پر قرآن شریف پڑھنا۔ پس جو شخص ان تینوں کو بجا لانے میں کوشش کرتا ہے۔ وہ میری اُمت سے ہے۔ اور بہشت میں جائیگا۔

پھر فرمایا۔ کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہمسائے کی بابت اس قدر ذکر فرمایا کہ مجھے گمان پیدا ہوا۔ اور پوچھا کہ اے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم! کیا ہمسایہ کے فوت ہو جانے کے بعد اس کی ورثہ کا مالک ہمسایہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ آنحضرت نے فرمایا۔ ہاں! ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی وارث نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص ہمسایہ کے ساتھ حتّی الوسع مہربانی سے پیش آئے۔ انشاء اللہ وہ قیامت کے دن میرے ہمراہ ہوگا اور بہشت میں جائے گا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؞

مجلس (۲۱)

حاجت روائی کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ تو آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ اس مومن سے خداوند تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ جو مومن کی ضرورت کو پورا کرے۔ اور بہشت میں اس کا مقام ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص مومن کی عزت کرتا ہے۔ اس کی جگہ بہشت میں ہوتی ہے۔ اور خداوند تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اگر بندہ کسی کی جوتی سیدھی کرے۔ یا مومن کے پاؤں سے کانٹا نکالے۔ تو خداوند تعالیٰ اسے صدیقوں اور شہیدوں میں شمار کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ مشائخ طبقات اولیاء نے فرمایا ہے کہ اگر فرضاً کوئی شخص درود وں یا بندگی میں مشغول ہو۔ اور کوئی حاجتمند آوے۔ اور اس سے ملنا چاہے۔ تو اسے لازم ہے کہ سب کام ترک کر اس کے کام میں مشغول ہو جائے۔ اور جس قدر مقدور ہو۔ اس میں کوشش کرے۔ اور رب اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث ہیں ہے کہ جو شخص اپنے بھائی مومن کی حاجت کو پورا کرتا ہے خداوند تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے۔ اور قیامت کے دن بہشت میں جائیگا اور مہتر آدم علیہ السلام کا ہمسایہ ہوگا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوائے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

آخری زمانے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث میں ہے۔ کہ جب آخری زمانہ آئے گا۔ تو عالموں کو چوروں کی طرح ماریں گے۔ اور عالموں کو منافق کہیں گے۔ اور منافقوں کو عالم۔

پھر فرمایا کہ جو شخص علم سیکھتا ہے۔ خداوند تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اس کا نام اولیائے آسمان پر لیا جائے

پھر فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت فرمائی ہے۔ کہ کفر۔ ایمان۔ اسلام۔ نفاق اور علم میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ کفر کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل وہ کفر جو خداوند تعالیٰ کی نعمتوں کا کیا جائے مثلاً نماز جماعت کے ساتھ ادا نہ کرنا۔ بیماریوں کا دیکھنا اور مسلمانوں کو فائدہ نہ پہنچانا۔ ان سب باتوں کے سبب ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ دوسرے کفر یہ ہے کہ مسلمانی سے پھر جانا۔ اور فریضہ باتوں کا منکر ہونا۔ اس کے سبب انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

ایمان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک منافقوں کا ایمان ہوتا ہے۔ جو زبان سے اقرار کرتے ہیں۔ اور دل میں شک رکھتے ہیں۔ یہ منافقوں کا کام ہے۔ لیکن دوسرا ایمان خاص جو مومن لوگ زبان اور دل سے تصدیق کرتے ہیں۔ یہ ایمان سوائے نیکوکار آدمی کے کسی کی قسمت میں نہیں ہوتا۔

اور اسلام کی دو قسمیں یہ ہیں۔ ایک یہ کہ جب خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو۔ تو شک نہ کرے۔ اور جب اس کے سامنے سجدہ کرے۔ تو دل اور زبان سے اسے ایک جانے۔ پس یہ اسلام پاکیزہ ہے۔ دوسرا اسلام یہ ہے کہ زبان سے کہے کہ میں مسلمان ہوں اور دل میں کفر

رکھے۔ اوراس بات کا خوف نہ کرے۔ کہ دین کا کیا حال ہوگا۔ اورکیسی ندامت اٹھانی پڑیگی اور جو کچھ دل میں ہو وہی زبان سے کہے۔ اور لوگوں کے درمیان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت سے زندگی بسر کرے۔ یہ ایسا شخص دوزخ سے بچ جائیگا۔

اور نفاق کی دو قسمیں یہ ہیں۔ اوّل یہ کہ بندہ حلال و حرام اور امر و نہی کا اقرار کرے۔ اور پھر گناہ میں مشغول ہو جائے۔ اور برائی کرے۔ اور خداوند تعالیٰ سے ڈرے۔ اور توبہ کی امید رکھے۔ اور یہ امید کرے۔ کہ خدا اسے بدکار جانتا ہے۔ دوسرا نفاق یہ ہے کہ زبان سے حلال و حرام اور امر و نہی کا اقرار کرے۔ اور دل میں خیال کرے کہ نماز روزہ اور زکوٰۃ یہ عمل ہیں۔ اگر کروں گا تو اس کا ثواب مل جائے گا۔ یہ نفاق ہے۔ اس کا بدلہ دوزخ کی آگ ہے۔

اور علم کی دو قسمیں یہ ہیں۔ ایک خاص خدا کے لئے علم حاصل کرنا۔ اور دوسرا علم عام جو شخص علم کا ایک کلمہ سُنے۔ اس سے بہتر ہے کہ ایک سال عبادت کرے۔ اور جو شخص ایسی جگہ بیٹھتا ہے۔ جہاں علم کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس کا ثواب غلام آزاد کرنے کے برابر ہوتا ہے۔ اور علم اندھے کے لئے۔ اور بہشت کا رہنما۔ اور اللہ جل شانہ، علم کو دنیا اور آخرت میں ضائع نہیں کرتا۔

اور عمل کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل جو خدا کے لئے کیا جائے۔ یہ خاص ہے۔ دوسرا جو لوگوں کے دکھلاوے کے لئے کیا جاوے۔ اس کا بدلہ نہیں ملتا۔ اور ایسا کرنا اچھا نہیں۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؀

مجلس (۲۳)

موت کے یاد کرنے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حدیث میں ہے کہ موت کو یاد کرنا دن رات کے قیام اور عبادت فاضلہ سے بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ زاہدوں میں سب سے اچھا زاہد وہ ہے۔ جو موت کو یاد رکھے۔ اور ہمیشہ موت کے شغل میں رہے۔ ایسا زاہد اپنی قبر میں بہشت کا سبزہ زار دیکھے گا۔

پھر فرمایا کہ نبیوں میں سے جو آدم علیہ السلام کو یاد کرے۔ اور صلوٰۃ اللہ تین بار کہے خداوند تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ اگرچہ اس کے گناہ دریا سے بھی زیادہ ہوں اور اس کے پڑوس میں ہوگا۔ اور جو مہتر داؤد علیہ السلام کو یاد کرے۔ اور تین مرتبہ صلوٰۃ اللہ علیہ کہے۔ بہشت میں جس دروازے سے چاہے۔ داخل ہوگا۔ فرمایا کہ نبیوں کے یاد کرنے میں خداوند تعالیٰ اس کے ہفت اندام پر دوزخ کی آگ کو حرام کریگا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؞

مجلس (۲۴)

مسجد میں چراغ بھیجنے کی بابت گفتگو ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص ایک رات مسجد میں چراغ بھیجتا ہے۔ اس کے ایک سال کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ اور ایک سال کی نیکیاں اس کے اعمالنامے میں لکھی جاتی ہیں۔ اور بہشت میں اس کے لیئے ایک شہر بنایا جاتا ہے۔ اور جو شخص ایک مہینے تک لگاتار مسجد میں چراغ بھیجے۔ تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیئے بہشت کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے۔ اس میں داخل ہو۔ اور دنیا سے انتقال کرنے سے پہلے ہی وہ اپنی جگہ بہشت میں دیکھ لیتا ہے۔ اور بہشت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رفیق ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ کہ جو شخص مسجد میں چراغ بھیجتا ہے۔ اور جس وقت اس کی روشنی مسجد میں ہوتی ہے۔ تو سب فرشتے اس کے لیئے بخشش طلب کرتے ہیں۔ اور اس کو حملۃ العرش کہتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؞

درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث میں ہے کہ جو شخص درویشوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ تین قسم کے لوگ بہشت کی طرف نہیں آئیں گے۔ ایک جھوٹ بولنے والا درویش۔ دوسرا بخیل دولتمند۔ تیسرا خیانت کرنے والا سوداگر۔ کیونکہ ان تینوں کو سخت عذاب ہوگا پس جب درویش جھوٹا اور دولتمند بخیل بن جائے۔ اور سوداگر خیانت کرنے والا ہو جائے۔ تو خداوند تعالیٰ دنیا سے برکت اٹھا لیتا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ جو شخص دن رات میں ہر نماز کے بعد سورۃ یٰسٓ اور آیۃ الکرسی ایک دفعہ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تین مرتبہ پڑھے۔ اور خداوند تعالیٰ اس کے مال اور اس کی عمر کو زیادہ کرتا ہے۔ اور اس کو قیامت کے میزان اور پل صراط کے حساب میں آسانی ہوتی ہے

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ ؛

شلوار کے پائچے دراز کرنے کے بارے میں آپ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شلوار کا پائچہ دراز کرنا منافقوں کی علامت ہے۔ اور جو شخص شلوار کا پائچہ دراز کرتا ہے۔ اور پاؤں کے نیچے تک لٹکاتا ہے۔ تو ایسا شخص خدا اور خدا کے رسول کا نافرمانبردار ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص شلوار کے پائچے کو اس قدر دراز کرے کہ وہ پاؤں کے نیچے تک لٹکے۔

تو ہر قدم پر زمینی اور آسمانی فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور اس کے بدن کے ہر بال کے بدلے دوزخ میں اس کے لیے ایک مکان تیار ہوتا ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو لمبا تہ بند باندھتا ہے۔ وہ منافق ہوتا ہے۔ اور جو آستین دراز کرتا ہے۔ وہ لعنتی ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ دو گروہوں پر ہمیشہ خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ اول دراز آستین کا پہننے والا۔ دوم لمبے پائنچے والی شلوار پہننے والا۔ اس کے نام پر دوزخ میں سات گھر تیار ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ بدن پر کپڑا پہننے میں فضول خرچی نہ کریں۔ کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُردے کے بدن پر کفن کے زیادہ کرنے کو منع فرمایا ہے۔ اور دو چیزوں کے بدلے عذاب ہوگا۔ ایک کفن کی زیادتی سے۔ اور دوسرا پائنچہ دراز کرنے سے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

مجلس (۲۷)

عالموں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ جب آخری زمانہ آئے گا۔ امیر زبردست ہو جائیں گے۔ اور عالم روزی کمانے کی خاطر محنت مشقت کریں گے اور جہان میں فساد برپا ہوگا۔ اور زمینوں اور پہاڑوں میں ان پر عیش تنگ ہو جائے گی۔

پھر فرمایا کہ امیر لوگ زبردست ہو جائیں گے اور عالم لوگ عاجز۔ پھر خداوند تعالےٰ خلقت سے اپنی برکت اٹھائے گا۔ اور شہر ویران ہو جائیں گے۔ اور دین میں فساد واقع ہوگا پس تمہیں یاد رہے کہ وہ لوگ اہل دوزخ ہیں۔ نعوذ باللہ منہا ؛

پھر صدقہ کے بارے میں آپ نے فرمایا۔ کہ ایسے شخص کو صدقہ دے۔ جو درویشوں کو مہمان رکھتا ہے۔ دس گنا ثواب ملتا ہے۔ اور اپنے قریبیوں کو صدقہ دینے سے ہزار گنا ثواب ملتا ہے۔ پس انسان کو لازم ہے۔ کہ صدقہ ایسے طور پر دے کہ خداوند تعالےٰ خوش ہو۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے اس بیان کو ختم کیا۔ آپ یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اور خلقت اور دعا گو واپس چلے گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

مجلس (۲۸)

توبہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ قرآن شریف میں حکم الٰہی یوں ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا (ایمان لانے والو! توبہ کرو۔ اور خدا کی طرف واپس آؤ۔ کہ خداوند تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے حدیقہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ مسلمان کے لئے توبہ کرنی فرض ہے۔

پھر فرمایا کہ جب مہتر آدم علیہ السّلام دنیا میں آئے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے خداوند! تو نے شیطان کو مجھ پر مقرر کیا ہے۔ اور مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ اس کو منع کر سکوں۔ مگر تیری توفیق سے تو حکم آیا کہ جب میں تجھے اور تیری اولاد کو محفوظ رکھوں گا۔ تو ہرگز قابو نہیں پا سکے گا۔

پھر مہتر آدم نے عرض کی کہ اے خداوند تعالیٰ! زیادہ واضح کر۔

آواز آئی کہ اے آدم! میں نے توبہ فرض کر دی جب تک کہ خلقت اس جہان میں ہے۔ جب تیرے فرزند توبہ کریں گے۔ تو میں ان کی توبہ قبول کروں گا۔

پھر فرمایا کہ مرنے سے پہلے تم توبہ کر لو۔ پھر بعد میں افسوس کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

پھر فرمایا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے حدیث میں ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مغرب کی طرف رات کی توبہ کے لئے ایک دروازہ بنایا ہے۔ جس کی فراخی ستر سال کی راہ کے برابر ہے۔

پھر فرمایا کہ توبہ دو قسم کی ہے۔ ایک توبہ نصوحی۔ کہ اس کے بعد انسان گناہ کے نزدیک نہ کھٹکے۔ اور دوسری توبہ یہ ہے کہ دن رات توبہ کرے۔ اور توڑ ڈالے۔ اور ایسی توبہ اچھی نہیں۔

پھر فرمایا کہ اے معین الدین! میں نے تیری کمالیت کے لئے ان باتوں کی ترغیب دی ہے۔ پس چاہیئے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ تو دل و جان سے اسے بجا لائے۔ تاکہ قیامت کو شرمندہ نہ ہووے۔

پھر فرمایا کہ لائق فرزند وہ ہے کہ کچھ اپنے پیر کی زبان سے سنے۔ تو ہوش کے کانوں سے سنے۔ اور اس میں مشغول ہو جائے۔ اور اسے بجا لائے۔

پھر فرمایا کہ لائق فرزند وہ ہے۔ کہ جو کچھ اپنے پیر کی زبان سے سنے اپنے شجرہ میں لکھ لے۔ تاکہ شرمندہ نہ ہووے۔

جونہی کہ خواجہ ادام اللہ بقاء اس بات پر پہنچے۔ عصا۔ پاس پڑا تھا۔ اٹھایا۔ اور دعا گو کو عطا فرمایا۔ اور خرقہ اور لکڑی کی پاپوش یعنی کھڑاویں اور مصلّٰی مرحمت کر کے فرمایا کہ یہ تمام چیزیں ہمارے پیروں کی یادگار ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم تک پہنچی ہیں۔ ہم نے تجھے دیں۔

مناسب ہیں کہ جیسا ہم نے ان چیزوں کو رکھا ہے۔ ویسا ہی تو بھی رکھے۔ اور جس شخص کو تو مردِ خدا معلوم کرے۔ یہ یادگار اسے دے دے۔ جب یہ فرما چکے۔ تو بندہ سے بغلگیر ہو کر فرمایا کہ تجھے خدا کو سونپا۔ جونہی کہ یہ فرمایا۔ عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ فقط۔

تمت

یعنی

مجموعہ ملفوظات حضرات خواجگان چشت اہلِ بہشت

اس کتاب میں آٹھ اکابر حضرات چشت اہلِ بہشت کے **ملفوظات** درج ہیں۔ جنہیں بڑی محنت اور تجسس سے بہم پہنچا کر بامحاورہ اردو ترجمہ کروا کے شائع کیا گیا ہے۔

ان **ملفوظات** کے پڑھنے سے نورِ ایمان حاصل ہوتا ہے۔ اور روح کو تازگی ملتی ہے۔

طالبانِ مولیٰ کا یہی جی چاہتا ہے۔ کہ پڑھتے ہی رہیں۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ اس میں حضرات بزرگان چشت کے حسب ذیل حضرات کے **ملفوظات** ہیں۔

۱۔ ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ۔
۲۔ ملفوظات خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ۳۔ ملفوظات قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ۔
مرتبہ بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ۴۔ ملفوظات حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ ۵۔ ملفوظات بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ حضرت
بدرالدین اسحٰق غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ۶۔ ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ
علیہ مرتبہ حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ ۷۔ ملفظا خواجہ نظام الدین بدایونی رحمۃ
اللہ علیہ مرتبہ حضرت خواجہ حسن رحمۃ اللہ علیہ بلبلِ ہند ۸۔ ملفوظات حضرت خواجہ خواجگان محمد نصیر الدین چراغ دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ۔ خلیفۂ اعظم حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ حضرت حبیب اللہ صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

عِلاوہ اَزِیں

کتاب کے اخیر میں ہدیۂ ادرار نفیریہ الموسوم بہ دوائے دل بھی شامل کر دی گئی ہے۔

قیمت:۔ نیا ایڈیشن

دلیل العارفین
ملفوظات
حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر
مکتبہ جام نور
۴۲۲، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶

اردو ترجمہ کتاب

دلیل العارفین

یعنی ملفوظات

حضرت قدوة العارفین خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین سنجری چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

یہ صحیفہ ربانی اور نسخہ فقر مبانی ملک المشائخ سلطان السالکین منہاج المتقین قطب الاولیاء شمس الفقراء ختم المتہدین معین الملۃ والدین حسن سنجری نور اللہ مرقدہ کے کلمات جان پرور سن کر جمع کئے گئے ہیں۔ اس مجموعہ کا نام دلیل العارفین ہے۔ اس میں حسب ذیل چار قسمیں ہیں۔

قسم اوّل:۔ فقر و صواب میں۔ قسم دوم:۔ مکتوبات و تسبیح میں۔ قسم سوم:۔ اوراد وغیرہ میں۔ قسم چہارم۔ سلوک اور اس کے فائدوں کے بیان میں ؛

قسم اول :- فقر و صواب میں

مجلس ①

پانچویں ماہ رجب سنہ ۵۱۴ھ کو اس درویش نحیف کو جو ملک المشائخ سلطان السالکین المنقطب
بہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی کے غلاموں میں سے ہے۔ جب اس شاہ فلک دستگاہ کی پائبوسی کی دولت
بغداد میں امام ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں حاصل ہوئی۔ تو اس وقت شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔
اور چہار ترکی کلاہ میرے سر پر رکھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ اس دن شیخ شہاب الدین محمد سہروردی شیخ
داؤد کرمانی شیخ برہان الدین محمد چشتی اور شیخ تاج الدین محمد صفاہانی ایک ہی جگہ حاضر تھے۔ اور نماز کے بارے
میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ صرف نماز ہی میں بارگاہِ عزت سے لوگ نزدیک
ہو سکتے ہیں۔ اس واسطے کہ نماز مومن کا معراج ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ معراج
المؤمن تمام مقاموں سے بڑھ کر یہی نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ملنا پہلے نماز ہی سے شروع ہوتا ہے۔ پھر
فرمایا کہ نماز ایک راز ہے۔ جو بندہ اپنے پروردگار سے بیان کرتا ہے۔ راز کہتے ہیں۔ وہی قرب پا سکتا ہے
جو اس راز کے لائق ہو۔ یہ بھی راز سوائے نماز کے کسی طرح حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ نیز یہ بھی حدیث ہے
کہ المصلی مناجی۔ یعنی نماز ادا کرنے والا اپنے پروردگار سے راز بیان کرتا ہے۔ بعد ازاں مجھ سے مخاطب
ہو کر فرمایا۔ کہ جب شیخ الاسلام سلطان المشائخ خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہٗ کا مرید ہوا۔ تو آٹھ سال تک
آپ کی خدمت میں ایک دم بھی آرام نہ کیا۔ نہ دن دیکھا نہ رات۔ جہاں آپ سفر کو جاتے۔ سونے کے کپڑے
اور توشہ اٹھا کر ہمراہ ہوتا۔ جب میری خدمت دیکھی۔ تو ایسی نعمت عطا فرمائی جس کی کوئی انتہا نہیں۔

پھر فرمایا جس نے کچھ پایا۔ خدمت سے پایا پس مرید کو لازم ہے کہ پیر کے فرمان سے ذرہ بھر بھی تجاوز نہ کرے اور
جو کچھ اسے نماز تسبیح اور اوراد وغیرہ کی بابت فرمائے۔ گوش ہوش سے سنے اور اسے بجا لائے۔ تا کہ کسی مقام پر پہنچ سکے کیونکہ
پیر مرید کا سنوارنے والا ہے۔ پیر جو کچھ فرمائے گا۔ وہ مرید کے کمال کے لئے ہی فرمائیگا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ امام خواجہ ابواللیث سمرقندی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہر روز دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔
ایک کعبہ کی چھت پر کھڑا ہو کر آواز دیتا ہے کہ اے آدمیو اور پریو! سنو اور اس طرح سمجھ رکھو۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا
فرض بجا نہیں لاتا۔ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا فرشتہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے خطیرہ پر کھڑا ہو کر آواز دیتا ہے کہ اے آدمیو اور پریو! سنو! اور اچھی طرح جان لو کہ جو شخص سنتِ نبوی ادا نہیں کرتا۔ اور تجاوز کرتا ہے۔ وہ شفاعت سے بے بہرہ رہے گا۔

پھر فرمایا کہ مسجد لکری میں اولیائے بغداد کے مقابل حاضر تھا۔ اور گفتگو انگلیوں کے خلال کے بارے میں ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ وضو کرتے وقت انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے۔ اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ میں نے صحابہ کرام کو انگلیوں کا خلال کرنے کو کہا ہے۔ جو آبدست کے وقت انگلیوں کا خلال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی انگلیوں کو شفاعت سے محروم نہیں رکھے گا۔

پھر فرمایا کہ شیخ اجل شیرازی کے ہمراہ میں ایک مقام میں تھا۔ اور شام کی نماز کا وقت تھا جعفر خواجہ صاحب نیا وضو کرتے تھے۔ اتفاقاً آپ انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے۔ غیبی فرشتے نے آواز دی کہ اے اجل! تو ہمارے محمدؐ کی دوستی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اس کی امت بنتا ہے۔ لیکن اس کی سنت کو ترک کرتا ہے۔ اس کے بعد خواجہ اجل نے قسم کھائی۔ کہ اس وقت سے لے کر مرتے دم تک میں نے کوئی سنت ترک نہیں کی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواجہ اجل شیرازی کو بہت متردد پا کر حالت پوچھی۔ فرمایا کہ جس روز مجھ سے انگلیوں کا خلال سہواً ترک ہوا میں فکر میں ہوں کہ یہ منہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے روز کیسے دکھاؤں گا۔

پھر فرمایا کہ صلوٰۃ مسعودی میں بطریق ترغیب ابوہریرہ کی روایت کے مطابق فقہ سنت میں لکھا ہے۔ کہ ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ کہ ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا میری سنت ہے۔ اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کی بھی یہی سنت ہے۔ اس پر زیادہ کرنا ستم ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کرتے وقت ہاتھ صرف دو مرتبہ دھوئے جب نماز ادا کر چکے۔ تو اسی رات حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ جو فرماتے ہیں کہ مجھے تو تعجب ہے کہ تمہارے وضو میں کمی رہ جائے۔ خواجہ صاحب اس ہیبت سے جاگ پڑے۔ پھر تازہ وضو کر کے نماز ادا کی۔ اور کفارہ کے لئے سال بھر پانسو رکعت بطور وظیفہ کے روزانہ ادا کی۔

پھر فرمایا کہ عارف اہلِ فضل ہیں۔ اور وہ دوست کی محبت میں مستغرق ہیں۔ پس وہ اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب آدمی رات کو باطہارت سوتا ہے۔ تو حکم ہوتا ہے کہ فرشتے اس کے ہمراہ رہیں۔ وہ صبح تک اللہ تعالیٰ سے یہی التجا کرتے رہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو بخش! کیونکہ یہ باطہارت سویا ہے۔

پھر اسی محفل میں فرمایا کہ عارفوں کی شرح میں آیا ہے کہ جب آدمی باطہارت سوتا ہے۔ اس کی جان عرش کے نیچے لے جاتے ہیں۔ اور حکم ہوتا ہے کہ اسے نوری خلعت پہنا دو۔ جب وہ سجدہ کر چکتا ہے۔ تو حکم

ہوتا ہے کہ اسے واپس لے جاؤ۔ کیونکہ یہ نیک بندہ ہے جو با طہارت سویا ہے۔ اور جو شخص بے طہارت سوتا ہے۔ اس کی جان کو پہلے ہی آسمان سے واپس کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ لائق نہیں کہ اسے اوپر لے جایا جائے۔ ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والا نہیں۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ فقیہہ لکھتا ہے۔ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ۔ الیمین الوجہ والیسار المقعد۔ یعنی دایاں ہاتھ کھانا کھانے اور ہاتھ منہ دھونے کے واسطے ہے۔ اور بایاں ہاتھ استنجا کرنے کے لئے۔

پھر بات اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ جب آدمی مسجد میں آئے۔ تو سنت یہ ہے کہ پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے۔ اور جب باہر نکلے۔ تو بایاں پاؤ پہلے باہر رکھے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ سفیان ثوری مسجد میں آئے۔ اور بھول کر پہلے بایاں پاؤں اندر رکھ دیا۔ اور آواز آئی کہ بیل خانۂ خدا میں ایسے بے ادبانہ گھس آتے ہیں۔ اس روز سے آپ کو خواجہ سفیان ثوری کہنے لگے۔

پھر عارفوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ عارف اس شخص کو کہتے ہیں کہ تمام جہان کو جانتا ہو۔ اور عقل سے لاکھوں معنی پیدا کر سکتا ہو۔ اور بیان کر سکتا ہو۔ اور محبت کے تمام دقائق کا جواب دے سکتا ہو۔ اور ہر وقت بحر میں تیرتا ہے تاکہ اسرار الٰہی و انوار الٰہی کے موتی نکالتا رہے۔ اور دیدہ ور جوہریوں کے پیش کرتا رہے جب وہ اسے دیکھیں۔ پسند کریں۔ ایسا شخص بے شک عارف ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ عارف ہر وقت وسوسۂ عشق میں مبتلا رہتا ہے۔ اور قدرت خدا کی آفرینش میں متحیر رہتا ہے۔ اگر کھڑا ہے۔ تو بھی دوست کے وہم میں۔ اور اگر بیٹھا ہے۔ تو بھی دوست کا ذکر کرتا ہے۔ اگر سویا ہے۔ تو دوست کے خیال میں متحیر ہے۔ اگر جاگتا ہے۔ تو بھی دوست کے حجاب عظمت کے گرد طواف کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اہلِ عشق صبح کی نماز ادا کر کے جائے نماز پر سورج نکلنے تک قرار پکڑتے ہیں۔ ان کا مقصد اس سے یہ ہوتا ہے کہ دوست کی نظر میں قبول ہوویں۔ اور انوار کی تجلّی ان پر دم بدم ہو۔

پھر فرمایا کہ جب ایسا شخص صبح کی نماز ادا کر کے جائے نماز پر قرار پکڑتا ہے۔ تو فرشتے کو حکم ہوتا ہے کہ جب تک وہ نہ اٹھے۔ اس کے پاس آ کر اس کے لئے بخشش مانگے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عمدہ میں لکھتے ہیں۔ وہ اسرار الٰہی کا اشارہ ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیطان کو غمگین دیکھ کر سبب دریافت فرمایا۔

عرض کی کہ آپ کی امت کے چار گروہ ہوں گے۔ سب سے اوّل موذن۔ جو بانگ کہتے ہیں اس واسطے کہ جب وہ اذان کہتے ہیں تو جو سنتا ہے۔ وہ اذان کے جواب میں مشغول ہو جاتا ہے۔ کہنے والے اور سننے والے سب بخشے جاتے ہیں۔ دوسرے۔ جو جہاد کے لئے باہر نکلتے ہیں۔ تو ان کے گھوڑوں کی سُموں کی آواز سے جب وہ تکبیر کہتے ہیں۔ اور خدا کے لئے لڑتے ہیں۔ تو حکم ہوتا ہے کہ ان کو مع ان کے متعلقین کے بخشا۔ تیسرے وہ گروہ جو کسب حلال سے روزی کماتے ہیں۔ اور درویش جب وہ حلال کی کمائی کھاتے ہیں اور اوروں کو کھلاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اُن کو بخشتا ہے۔ چوتھے وہ لوگ جو صبح کی نماز ادا کر کے سورج نکلنے تک وہیں بیٹھے رہتے ہیں۔ اور پھر نماز اشراق ادا کرتے ہیں۔ شیطان نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! جس روز میں ملکوت میں تھا تو میں نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا تھا کہ جو شخص صبح کی نماز ادا کر کے سورج نکلنے تک یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ اور پھر اشراق کی نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ مع اس کے ستّر ہزار متعلقین کے اسے بخشتا ہے۔ اور دوزخ کے عذاب سے خلاصی عنایت کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے فقہ الاکبر میں لکھا دیکھا ہے کہ امام المتقین ابو حنیفہ کوفی روایت فرماتے ہیں کہ ایک کفن چور چالیس سال تک کفن چراتا رہا۔ آخر جب مرا۔ تو اسے خواب میں دیکھا۔ کہ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ اس کا سبب پوچھا۔ تو بولا۔ کہ مجھ میں ایک چیز تھی۔ وہ یہ کہ جب میں صبح کی نماز ادا کرتا تھا۔ تو سورج نکلنے تک یاد الٰہی میں مشغول رہ کر پھر اشراق کی نماز ادا کرتا حق تعالیٰ چونکہ اندک پذیر اور بسیار بخش ہے۔ اس نے اس کی برکت سے مجھے بخش دیا میرے افعال کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور مجھے اس درجہ پر پہنچا دیا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ عارف کو جب حالت ہوتی ہے۔ اور اس چیز میں محو ہوتا ہے۔ تو اس حالت میں اگر کئی ہزار ملک جن میں عجیب و غریب چیزیں ہوں۔ اس کے پیش کی جائیں۔ تو وہ ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا مگر اسی چیز میں دیکھتا ہے۔ جو ان کے لئے نازل ہوتی ہے۔ عارف کی ایک علامت تو یہی ہے کہ وہ ہر وقت تبسم میں رہتا ہے۔ جس وقت عارف مسکراتا ہے۔ اس وقت عالم ملکوت میں سے غرب اسے دکھائی دیتے ہیں۔ پس جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اس کے مسکرانے کا سبب ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ عرفان میں ایک حالت ہوتی ہے جب وہ حالت اس پر طاری ہوتی ہے۔ تو ایک ہی قدم میں عرش سے حجاب عظمت تک کا فاصلہ طے کر لیتے ہیں۔ اور وہاں سے حجاب کبریا تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر دوسرے قدم پر اپنے مقام پر آ پہنچتے ہیں۔

پھر خواجہ صاحب آبدیدہ ہوئے۔ کہ عارف کا سب سے کم درجہ یہی ہے۔ لیکن وہ جو کامل ہیں۔ ان کا درجہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کہ کہاں تک ہے۔ کہاں تک پہنچتے ہیں۔ اور کب واپس آتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؕ

جمعرات کے روز قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس وقت جنابت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا بہاؤالدین بخاری اور مولانا شہاب الدین محمدؒ بغدادی حاضرِ خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ انسان کے ہر بال تلے جنابت ہے۔ پس لازم ہے کہ جس جس بال کے تلے جنابت ہے۔ وہاں پانی پہنچائے۔ اور اپنے بالوں کو تر کرنا چاہیئے۔ اگر ایک بال بھی خشک رہ جائے گا۔ تو قیامت کے دن وہی بال اس سے جھگڑے گا۔

پھر فرمایا کہ فتاویٰ ظہیریہ میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ آدمی کا منہ پاک رہتا ہے۔ جب تک جنب کی حالت میں رہے۔ جو کچھ پانی وغیرہ پیئے۔ وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ اگر وہ بے طہارت ہے۔ یا جنبی ہے۔ یا حائض۔ مومن ہو۔ خواہ کافر۔ اس کا منہ پاک ہے۔

بعدازاں اسی بارے میں فرمایا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بیٹھے تھے کہ ایک اصحابی نے اٹھ کر پوچھا۔ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم! اگر کوئی جنبی ہو۔ اور گرم ہوا چلتی ہو۔ اور پسینے سے کپڑے تر ہو جائیں۔ تو وہ کپڑے ناپاک ہو جائیں گے۔ یا نہیں؟ فرمایا۔ آپ وہن پاک ہے۔ اگر کپڑے کو لگ جائے۔ تو ناپاک نہیں ہوتا۔

بعدازاں اس موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میں نے خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے۔ کہ جب آدم علیہ السلام بہشت سے باہر دنیا میں آئے۔ اور حوّا کے ساتھ صحبت کا اتفاق ہوا تو جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا۔ اٹھ کر غسل کر۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اور کہا۔ اے بھائی جبرائیل! اس غسل کا کچھ اجر؟ جواب ملا۔ آپ کے بدن کے ہر بال کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب۔ اور پانی کا ہر ایک قطرہ۔ جو آپ کے بدن سے چھوٹا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے ایک ایک فرشتہ پیدا کیا ہے۔ جو روزِ قیامت تک عبادت کرتا رہے گا۔ اور اس عبادت کا ثواب آپ کو ملے گا۔ پوچھا۔ اے بھائی جبرائیل! یہ ثواب میرے ہی لئے ہے۔ یا میرے فرزندوں کے لئے بھی؟ جواب ملا۔ جو تیرا فرزند مومن ہو گا۔ اور حلال غسل کرے گا۔ اس کے بالوں کی تعداد کے موافق اتنے ہی سالوں کی عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائے گی۔ اور جو قطرے اس کے بدن سے گریں گے

ہر قطرے کے عوض ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ پیدا کر دے گا۔ جو قیامت تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہیں گے۔ اور اس کا ثواب اس مومن کو ملے گا۔ جب خواجہ صاحب نے یہ بات ختم کی۔ تو رو دیئے۔
اور فرمایا۔ کہ یہ فائدے اس شخص کے بارے میں ہیں۔ جو حلال غسل کرتا ہے۔ اور جو حرام غسل کرتا ہے۔ تو اس کے ہر بال کے بدلے ایک سال کے گناہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک قطرے سے غسل کے وقت جو اس کے بدن سے گرتا ہے۔ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے۔ قیامت تک جو بدی اس شیطان سے ہوتی ہے۔ وہ اس شخص کے ذمہ لکھی جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ راہ شریعت پر چلنے والوں کا شروع یہ ہے۔ کہ جب لوگ شریعت میں ثابت قدم ہو جاتے ہیں۔ اور شریعت کے تمام فرمان بجا لاتے ہیں۔ اور ان کے بجا لانے میں ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتے۔ تو اکثر وہ دوسرے مرتبے پر پہنچتے ہیں۔ جسے طریقت کہتے ہیں۔ اس کے بعد جب بمعہ شرائط طریقت میں ثابت قدم ہوتے ہیں۔ اور تمام احکام شریعت کے کم و کاست بجا لاتے ہیں۔ تو معرفت کے درجے کو پہنچ جاتے ہیں۔ جب معرفت کو پہنچتے ہیں۔ تو شناخت و شناسائی کا مقام آجاتا ہے۔ جب اس مقام پر بھی ثابت قدم ہو جاتے ہیں۔ تو درجہ حقیقت کو پہنچتے ہیں۔ اس مرتبے پر پہنچ کر جو کچھ طلب کرتے ہیں۔ پا لیتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ سے عارف کی تعریف یوں سنی۔ کہ عارف وہ ہے۔ جو دونوں جہاں سے قطع تعلق کرے۔ پھر مقام فردانیت پر پہنچے۔ کیونکہ یہ راہ وہی شخص اختیار کر سکتا ہے۔ جو سب سے بیگانہ بن جائے۔

اسی موقعہ پر پھر فرمایا۔ کہ نماز ایک امانت ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے بندوں کے سپرد کی ہے۔ پس بندوں پر واجب ہے۔ کہ امانت میں کسی قسم کی خیانت نہ کریں۔

پھر فرمایا کہ انسان نماز ادا کرے تو رکوع و سجود کما حقہٗ بجا لائے۔ اور ارکان نماز اچھی طرح ملحوظ رکھے۔

پھر فرمایا کہ میں نے صلوٰۃ مسعودی میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ جب لوگ نماز اچھی طرح ادا کرتے ہیں۔ اور اس کے تمام حقوق بجا لاتے ہیں۔ اور رکوع اور سجود اور قرأت و تسبیح کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ تو فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ پھر اس نماز سے نور شائع ہوتا ہے۔ اور آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ جب وہ نماز عرش سے نیچے لائی جاتی ہے

تو حکم ہوتا ہے کہ سجدہ کر اور نماز ادا کرنے والے کے لئے بخشش مانگ۔ کیونکہ وہ تیرے حقوق اچھی طرح بجالایا ہے۔ پھر خواجہ صاحب رو پڑے۔ اور فرمایا کہ یہ تو اچھی نماز ادا کرنے والوں کے حق میں ہے۔ لیکن جو ارکانِ نماز کو بخوبی ملحوظ نہیں رکھتے۔ جب ان کی نماز کو فرشتے آسمان پر لے جانا چاہتے ہیں۔ تو آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ اور حکم ہوتا ہے کہ اس نماز کو لے جا کر اسی نمازی کے منہ پر دے مارو۔ پھر نماز زبانِ حال سے کہتی ہے کہ جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے۔ خدا تجھے ضائع کرے۔

پھر اسی موقع پر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بخارا میں دستار بندوں کے بیچ بیٹھا تھا۔ تو ان سے یہ حکایت سنی۔ کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ جو رکوع و سجود میں نماز کا حق اچھی طرح ادا نہیں کرتا تھا جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو پوچھا کہ کتنے عرصہ سے اس طرح نماز ادا کر رہا ہے۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! چالیس سال سے ایسی ہی نماز ادا کر رہا ہوں۔ فرمایا۔ اس چالیس سال میں تو نے کوئی نماز ادا نہیں کی۔ اگر تو مر جائے گا۔ تو میری سنت پر نہیں مریگا۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے۔ کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب انبیاء اولیاء اور ہر مسلمان سے پوچھیں گے۔ جو اس حساب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے گا۔ وہ عذاب دوزخ میں مبتلا ہوگا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں شام کے قریب ایک شہر میں تھا جس کا نام میری یاد سے اتر گیا ہے۔ اس کے باہر ایک غار تھی۔ جس میں ایک بزرگ شیخ اوحد محمد الواحد غزنوی رہتا تھا۔ اور جس کے وجود مبارک پر چمڑا ہی چمڑا تھا۔ سجادے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور دو شیر اس کے پاس کھڑے تھے۔ میں شیروں کے ڈر کے مارے پاس نہ جا سکتا تھا۔ جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ تو فرمایا۔ آجاؤ! ڈرو نہیں۔ جب میں پاس گیا۔ تو آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔

پہلی بات جو بزرگ نے مجھ سے کی۔ وہ یہ ہے۔ کہ اگر تو کسی کا ارادہ نہ کرے گا۔ تو وہ تیرا بھی ارادہ نہ کرے گا۔ یعنی شیر کی کیا ہستی ہے۔ کہ تو اس سے ڈرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جب تیرے دل میں خوف خدا ہوگا۔ تمام تجھ سے ڈریں گے۔ شیر کی کیا حقیقت ہے۔ وہ لوگوں سے بھی نہیں ڈرے گا۔ اسی قسم کی بہت سی باتیں بیان فرمائیں۔ پھر پوچھا۔ کہاں سے آنا ہوا۔ عرض کی

بغداد سے۔ فرمایا۔ آنا مبارک ہو۔ لیکن لازم ہے کہ تو درویشوں کی خدمت کرے۔ تاکہ بزرگ بن جائے لیکن سنو! مجھے اس غار میں رہتے ہوئے کئی ایک سال گزر گئے۔ اور تمام خلقت گوشہ نشینی اور اور تنہائی اختیار کی ہے۔ لیکن تیس سال سے ایک چیز کے سبب رو رہا ہوں۔ اس ڈر سے دن رات روتا ہوں۔ میں نے پوچھا۔ وہ کیا؟ فرمایا۔ جب میں نماز ادا کرتا ہوں۔ تو اپنے آپ کو دیکھ کر روتا ہوں۔ کہ اگر ذرہ بھر شرط نماز ادا نہ ہوئی۔ تو سب کچھ ضائع جائیگا۔ اسی وقت یہ طاعت میرے منہ پر دے ماریں گے۔ پس اے درویش! اگر تو نماز کے حق سے عہدہ برآ ہو وے تو واقعی تو نے بڑا کام کیا ہے۔ نہیں تو تو اپنی عمر ضائع کرے گا۔ پھر یہ حدیث بیان فرمائی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی گناہ دنیا میں اور کوئی دشمن قیامت میں اس سے بڑھ کر نہیں کہ نماز کو باشرائط ادا نہ کیا جائے۔

پھر فرمایا کہ میرے بدن پر جو ہڈیاں اور چمڑا دکھائی دیتا ہے۔ یہ اسی کے سبب سے ہے مجھے معلوم نہیں کہ آیا مجھ سے نماز کا حق ادا ہوا بھی ہے یا نہیں۔ یہ بات کہتے ہوئے ایک سیب اٹھایا۔ جو اس کے پاس ہی تھا۔ اس کی ساری گفتگو کا لب لباب یہ تھا کہ نماز کا عہدہ بڑا بزرگ عہدہ ہے۔ اگر سلامتی کے ساتھ اس سے عہدہ برآ ہو سکے۔ تو خلاصی پا جاتا ہے۔ نہیں تو شرمندہ رہتا ہے۔ اور یہ چہرہ کسی کو نہیں دکھلا سکتا۔

پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! نماز دین کا رکن ہے۔ اور رکن ستون ہوتا ہے۔ پس جب ستون قائم ہو گا۔ تو گھر بھی قائم ہو گا جب ستون نکل جائے گا۔ تو چھت فوراً گر پڑے گی۔ چونکہ اسلام اور دین کے لئے نماز بمنزلہ ستون ہے جب نماز کے ارکان فرض سنت رکوع اور سجود میں خلل آئے گا۔ تو حقیقت اسلام اور دین وغیرہ خراب ہو جائیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ صلوٰۃ مسعودی کی شرح میں امام زاہد رحمۃ اللہ واسعہ میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی عبادت میں ایسی تاکید و تشدید نہیں کی جیسی کہ نماز کے بارے میں۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ امام جعفر صادق روایت فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا نصیحت کی ہے۔ بعض ان میں سے بلفظ صریح خطاب ہے۔ اور بعض بطور ترغیب اور بعض بطور ترہیب (خوف دلانا) سات سو مقام پر ایسی نصیحتیں کی ہیں۔ نماز قائم کرو۔ کیونکہ یہ دین کا ستون ہے۔ تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ قیامت کے روز پچاس مختلف مقامات پر مختلف سوال ہر آدمی سے پوچھے جائیں گے۔ پہلے مقام پر اگر ایمان اور اس کی شرائط و صفات اور شناخت

باری تعالیٰ سے بال بھر بھی بیان نہیں کر سکے گا۔ تو وہیں سے سیدھا دوزخ بھیج دیا جائے گا۔ بعدازاں دوسرے مقام پر نماز اور فریضہ کی بابت سوال کریں گے۔ اگر عہدہ برآ ہوگا۔ تو بہتر نہیں، وہیں سے دوزخ بھیجا جائے گا۔ پھر تیسرے مقام پر سنّتِ نبوی کی بابت سوال ہوں گے۔ اگر ان سے عہدہ برآ ہوگا۔ تو رہا کیا جائیگا۔ ورنہ مؤکلوں کے ہاتھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جائے گا۔ کہ یہ شخص آپؐ کی اُمّت سے ہے جس نے سنّت کے ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے جب ان فوائد کو ختم کر چکے۔ تو زار زار رو دیئے۔ اور یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے کہ افسوس ہے اس شخص پر۔ جو قیامت کے دن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرمندہ ہوگا۔ تو کس کے پاس جائیگا۔ جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو ہر شخص اپنے مقام کو واپس گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

مجلس ۳

بُدھ کے روز قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ سمرقند کی طرف کے چھ درویش حاضر خدمت تھے۔ مولٰنا بخاریؒ حاضر تھے۔ جو خواجہ صاحب کی بھی خدمت میں رہتے تھے۔ پھر وحیدالدین کرمانی بھی آکر بیٹھ گئے۔ گفتگو اس بارے میں ہو رہی تھی کہ نماز فریضہ میں اس قدر تاخیر کی جائے کہ وقت گزر جائے۔ اور قضا کر کے ادا کریں۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ وہ کیسے مسلمان ہیں۔ جو نماز وقت پر ادا نہیں کرتے۔ اور اس قدر دیر کرتے ہیں کہ وقت گزر جاتا ہے۔ ان کی مسلمانی پر بیس ہزار افسوس! جو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ میرا گزر ایسے شہر سے ہوا جہاں پر یہ رسم تھی کہ وقت سے پہلے نماز کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ تم سب وقت سے پہلے ہی تیار ہو۔ کہا سبب یہ ہے۔ کہ جب وقت ہو۔ فوراً نماز ادا کر لیں۔ جب تیار نہ ہوں گے۔ تو شاید وقت گزر جائے۔ پھر یہ منہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح دکھا سکیں گے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عَجِّلُوْا بِالتَّوْبَةِ قَبْلَ الْمَوْتِ وَعَجِّلُوْا بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْفَوْتِ۔ مرنے سے پہلے توبہ کے لئے جلدی کرو۔ اور فوت ہو جانے سے پیشتر نماز کے لئے جلدی کرو۔

بعدازاں فرمایا کہ امام یحیٰی زندوسی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ میں واسطہ میں میں نے لکھا دیکھا

ہے کہ مولانا حسام الدین محمد بخاری سے جو میرے استاد تھے۔ سنا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ من اکبر الکبائر جمع بین الصلوٰۃ۔ یعنی سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ نماز فریضہ میں اس قدر تاخیر کی جائے کہ وقت گزر جائے۔ اور پھر دو نمازیں اکٹھی ادا کی جائیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میں حاضر تھا۔ آپ سے میں نے یہ حدیث سنی جس کی روایت ابوہریرہ نے کی ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں منافقوں کی نماز بتاؤں۔ عرض کی جناب فرمایئے۔ فرمایا جو شخص دیگر کی نماز میں اس قدر تاخیر کرے کہ سورج کی روشنی میں فرق آجائے۔ اور اس کا رنگ زردی مائل ہو جائے۔ پھر عرض کی کہ وقت مقرر فرمائیں۔ فرمایا۔ اس کا ٹھیک وقت یہ ہے کہ آفتاب نے اپنا اصلی رنگ نہ بدلا ہو یعنی زرد نہ پڑ گیا ہو۔ جاڑے اور گرمی میں یہی حکم ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے فقیہ ہارون میں شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ حدیث دیکھی ہے۔ حدیث شریف:۔ اسفروا بالفجر لانہ اعظم للاجر۔ یعنی صبح کی نماز سفیدی میں ادا کرو۔ تاکہ ثواب زیادہ ہو۔ ظہر کی نماز میں سنت طریقہ یہ ہے کہ اس قدر تاخیر کی جائے کہ ہوا سرد ہو جائے۔ اور جاڑے میں جب سایہ ڈھلے۔ تو ادا کی جائے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم یعنی گرمی میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت ادا کرو۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے صبح کی نماز قضا ہو گئی۔ تو اس قدر روئے اور آہ وزاری کی کہ بیان نہیں ہو سکتی۔ آواز آئی کہ اے بایزید! تو اس قدر آہ وزاری کیوں کرتا ہے۔ اگر صبح کی ایک نماز فوت ہو گئی۔ تو ہم نے تیرے اعمال میں ہزار نماز کا ثواب لکھ دیا ہے۔

پھر فرمایا کہ تفسیر محبوب قریش میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص پانچوں نمازیں باوقت ادا کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس کی رہنما بنتی ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کی نماز نہیں۔ اس کا ایمان نہیں۔

پھر فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا ایمان لمن لا صلوٰۃ لہ جس کی نماز نہیں۔ اس کا ایمان نہیں۔

اسی موقعہ پر پھر فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ امام زاہد کی تفسیر میں لکھا ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ۔ یعنی ویل دوزخ میں ایک کنواں ہے بعض کہتے ہیں کہ دوزخ کی ایک وادی ہے۔ جس میں سخت سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا۔ جو نماز میں غفلت کرتے ہیں۔

پھر ویل کی تفسیر یوں فرمائی کہ ویل نے ستر ہزار مرتبہ اللہ تعالیٰ سے رو کر پوچھا۔ کہ ایسا سخت عذاب کن لوگوں کو ہوگا؟ حکم ہوا۔ ان کے لئے۔ جو نماز کو وقت پر ادا نہیں کرتے۔ اور قضا کرتے ہیں

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے شام کی نماز ادا کی۔ اور جب آسمان کی طرف دیکھا۔ تو ستارہ دکھائی دیا۔ غمناک ہو کر آپ اندر چلے گئے۔ اور اس کے کفارے میں ایک غلام آزاد کیا۔ اس کا سبب یہ تھا۔ حکم ہے کہ جب سورج غروب ہو۔ فوراً نماز ادا کرو کیونکہ ایسا کرنا سنت ہے۔

بعد ازاں صدقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ جو بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے اور دوزخ کے مابین سات پردے حائل کر دیگا جن میں سے ہر ایک پردہ پانسو سال راہ کے برابر بڑا ہوگا۔ پھر کچھ دیر جھوٹ کہنے کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ تو فرمایا جس نے جھوٹی قسم کھائی۔ گویا اس نے اپنے خاندان کو ویران کیا۔ اس گھر سے برکت اٹھائی جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بغداد کی جامع مسجد میں ایک ذاکر مولانا عماد الدین بخاری امام رہتے تھے۔ جو نہایت ہی صالح مرد تھے۔ یہ حکایت میں نے ان سے سنی۔ کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ مہتر موسیٰ علیہ السلام سے دوزخ کے بارہ میں گفتگو کر رہا تھا۔ فرمایا۔ کہ اے موسیٰ! میں نے دوزخ میں ایک وادی ہاویہ پیدا کی ہے۔ جو ساتواں دوزخ ہے۔ اور سب سے خوفناک اور سیاہ ہے۔ اور اس کی آگ بھی سیاہ اور نہایت تیز ہے۔ اس میں سانپ بچھو بکثرت ہیں۔ وہ گندھک کے پتھروں سے ہر روز تپایا جاتا ہے۔ اگر اس گندھک کا ایک قطرہ دنیا میں آ پڑے۔ تو تمام پانی خشک ہو جائے۔ اور تمام پہاڑ گل جائیں۔ اور اس کی گرمی سے زمین پھٹ جائے۔ اے موسیٰ! ایسا عذاب دو شخصوں کے لئے بنایا ہے۔ ایک وہ جو نماز ادا نہیں کرتا۔ دوسرے وہ جو میرے نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ خواجہ محمد اسلم طوسی نامی نے ایک مرتبہ کسی کام کی خاطر سچی

قسم کھائی۔ اس وقت وہ حالت سکر میں تھا۔ جب حالت صحو میں آیا۔ تو پوچھا کہ کیا میں نے آج قسم کھائی ہے؟ کہا۔ ہاں! فرمایا۔ چونکہ آج سچی قسم کھانے پر میرے نفس نے جرأت کی ہے۔ کل جھوٹی قسم کی جرأت کرے گا۔ اس لیئے بہتر ہے۔ کہ جب تک میں زندہ رہوں۔ بات ہی نہ کروں۔ اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔ لیکن کسی سے کلام نہ کی۔ یہ اس سچی قسم کا کفارہ تھا۔ جو اس نے ایک مرتبہ کھائی۔

بعد ازاں دعا گو نے التماس کی۔ کہ اگر خواجہ صاحب کو ضرورت پڑتی تھی۔ تو کیا کرتے تھے؟ فرمایا۔ اشاروں سے کام لیتے تھے۔ جب یہ فوائد ختم ہوئے۔ تو سارے آداب بجا لاکر اپنے گھر واپس گئے۔ اور خواجہ صاحبؒ یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔

مجلس (۴)

سوموار کے روز پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس روز شیخ شہاب الدین سہروردی خواجہ اجل شیرازی اور شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہم زیارت کے لیئے آئے ہوئے تھے۔ بات اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ محبت میں صادق کون آتا ہے۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ محبت میں صادق وہ ہوتا ہے کہ جب دوست سے مصیبت آئے تو رغبت سے اسے قبول کرے۔ بعد ازاں شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ محبت میں صادق وہ ہوتا ہے کہ جس پر شوق اور اشتیاق اس قدر غالب ہو کہ اگر لاکھ تلوار بھی اس کے سر پر ماری جائے۔ تو اسے کوئی خبر نہ ہو۔

بعد ازاں خواجہ اجل شیرازی نے فرمایا کہ دوستی مولا میں وہ شخص صادق ہوتا ہے کہ اگر اس کا ذرہ ذرہ کر دیا جائے۔ اور آگ میں جلا کر خاکستر کر دیا جائے۔ تو بھی دم نہ مارے۔

بعد ازاں شیخ سیف الدین باخرزی نے فرمایا کہ دوستی مولا میں وہ شخص صادق ہوتا ہے۔ کہ جیسے ہمیشہ چوٹ لگے۔ اور مشاہدہ دوست میں اس چوٹ کو بھول جائے۔ اور اس پر کوئی اثر نہ ہو۔ پھر شیخ الاسلام خواجہ معین الدینؒ ادام اللہ تقواہٗ نے فرمایا کہ یہ بات شیخ شہاب الدینؒ میں پائی جاتی ہے۔ اس واسطے کہ اسرار اولیا میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ رابعہ بصری خواجہ حسن بصری مالک دینار اور خواجہ شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہم سب بصرے میں ایک جگہ بیٹھے تھے اور گفتگو صدق محبت کے بارے میں ہو رہی تھی۔ خواجہ حسن بصری نے فرمایا کہ مولا کی دوستی میں

وہ شخص صادق ہے کہ جب اسے رنج درد ہو تو صبر کرے۔ رابعہ نے فرمایا کہ اے خواجہ اس سے غروری بو آتی ہے۔ پھر مالک دینار نے فرمایا کہ مولیٰ کی دوستی میں صادق ہے جو ہر بلا میں جو دوست کی طرف سے اس پر آئے۔ رضا طلبی کرے۔ اور اس پر راضی رہے۔ رابعہ نے فرمایا۔ اس سے بہتر ہونا چاہیئے۔

بعد ازاں خواجہ شفیق نے فرمایا کہ مولیٰ کی دوستی میں وہ شخص صادق ہے کہ اگر اس کا ذرہ ذرہ بھی کر دیا جائے۔ تو بھی دم نہ مارے۔ رابعہ نے فرمایا کہ جب اسے رنج والم پہنچے۔ تو وہ اسے دوست کے مشاہدہ میں بھول جائے۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں شیخ سعید الدین باخرزی نے فرمایا کہ صدق محبت اسی کا نام ہے۔

پھر ہنسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ دراصل جو خندہ اور قہقہہ ایک کبیرہ گناہ ہے۔ وہی خندہ اور قہقہہ اہل سلوک میں ہے۔ فرمایا کہ خندہ و قہقہہ جائز تو ہے لیکن قبرستان میں نہیں چاہیئے۔ کیونکہ وہ عبرت کا مقام ہے۔ نہ کہ کھیل کود کا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص قبرستان سے گزرتا ہے۔ تو مردے کہتے ہیں کہ اے غافل! اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ تجھے یہ کچھ پیش آنا ہے۔ تو تیرے جسم کا گوشت و پوست گر پڑے۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور شیخ اوحد کرمانی کرمان میں مسافر تھے وہاں پر ایک بوڑھے کو جو حد سے زیادہ بزرگ صاحب نعمت اور یاد الٰہی میں مشغول تھا۔ دیکھا۔ لیکن جیسا اس بزرگ کو مشغول دیکھا۔ ویسا کبھی بھی نہیں دیکھا۔ الغرض جب میں نے اسے دیکھا۔ تو سلام کیا معلوم ہوا کہ گویا اس میں گوشت و پوست ہے ہی نہیں۔ صرف روح ہی روح ہے۔ وہ بزرگ بات بھی بہت کم کرتا تھا میرے دل میں خیال آیا کہ اس بزرگ سے ماجرا پوچھوں۔ تو کیوں ایسا لاغر و ناتواں ہو گیا ہے۔ وہ روشن ضمیر تھا پیشتر اس کے میں پوچھوں۔ خود ہی فرمایا کہ اے درویش! ایک روز میں ایک یار کے ہمراہ قبرستان سے گزرا۔ ایک قبر کے نزدیک تھوڑی دیر ٹھہرے جب بیٹھے۔ تو اتفاقاً کوئی ایسی بات ہوئی جس کے سبب سے مجھے ہنسی آئی۔ اور قہقہہ لگا کر ہنسا قبر سے آواز آئی۔ اے غافل! جس کو ایسا مقام درپیش ہو۔ اور اس کا حریف ملک الموت ہو اور اس کا غمخوار خاک کے نیچے سانپوں اور بچھوؤں کے بس میں ہو۔ اسے ہنسی سے کیا کام؟ جو نہی آواز سنی میں آہستہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور دوست کا ہاتھ چوم کر اسے تو روانہ کیا۔ اور خود نماز میں آبیٹھا۔ اور اس ہیبت سے اپنے آپ میں پگھلنا شروع کیا۔ آج چالیس سال ہونے کو آئے کہ میں

نے اسی شرم کے مارے آسمان کی طرف نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی مسکرایا ہوں۔ میں شرمندہ ہوں کہ قیامت کے دن کیا منہ دکھاؤں گا۔

بعد ازاں اسی بارے میں آپ نے ایک بزرگ کی حکایت سنائی جسے خواجہ عطائی سلمیٰ کہتے ہیں۔ اور جس نے چالیس سال تک آسمان کی طرف نہیں دیکھا تھا جب سبب پوچھا گیا کہ یوں اس قدر روتا ہے؟ تو کہا۔ قبر کے ڈر اور قیامت کے خوف سے۔

بعد ازاں اس سے آسمان کی طرف نہ دیکھنے کی وجہ پوچھی۔ تو کہا کہ مجھے شرم آتی ہے۔ کیونکہ میں نے گناہ بکثرت کئے ہیں۔ اور مجلسوں میں خندے اور قہقہے لگائے ہیں۔ اس واسطے میں اوپر کی طرف نہیں دیکھتا۔ اور نہ ہی آسمان کی طرف دیکھتا ہوں۔ اس حکایت کے بعد ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ موصلی جو بندہ طریقت تھے۔ آٹھ سال تک روتے رہے۔ چنانچہ آپ کے رخساروں پر گوشت و پوست نہ رہا۔ جب وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ کہا بخش دیا لیکن جب اوپر لے گئے اور عرش کے نیچے پہنچے۔ تو میں نے سجدہ کیا لیکن ڈرتا تھا۔ اور کانپتا تھا۔ آواز آئی کہ فتح! تو اس قدر کیوں روتا ہے؟ کیا میرا اغفار ہونا تجھے معلوم نہیں؟ میں نے سر سجدہ میں رکھ دیا۔ اور مناجات کی کہ پروردگار! مجھے معلوم تو تھا۔ لیکن میں عذاب قبر اور ہیبت قبر اور ملک الموت کی سختی سے ڈر کر روتا تھا کہ اس تنگ لحد میں میری کیا حالت ہوگی۔ بعد ازاں حکم ہوا کہ چونکہ اس سے تو ڈرتا تھا۔ واپس چلا جا۔ کہ میں نے تمہیں اس خوف سے رہائی دی۔ اور تجھے بخش دیا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ سیوستان میں خواجہ عثمان ہارونی کے ہمراہ میں سفر کر رہا تھا۔ ایک جھونپڑی میں ایک درویش شیخ صدر الدین محمد احمد سیوستانی کو دیکھا۔ جو زہد یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ اور بزرگ تھا۔ میں چند روز اس کی صحبت میں رہا۔ جو شخص جھونپڑی میں آتا محروم نہ جاتا۔ عالم غیب سے کچھ نہ کچھ اسے دیتا۔ اور یہ کہتا کہ اس درویش کو دعائے ایمان سے یاد کرو۔ اگر میں اپنا ایمان گور میں سلامت لے جاؤں گا تو گویا میں بڑا کام کروں گا۔ الغرض جب وہ بزرگ موت اور قبر کی ہیبت کو سنتا۔ تو بید کی طرح کانپتا۔ اور اس کی آنکھوں سے خون جاری ہو جاتا۔ گویا پانی کا چشمہ ہے۔ اس کے بعد سات رات دن تک وہ روتا رہتا۔ لیکن کھڑے ہو کر اور آنکھیں آسمان کی طرف کئے ہوئے۔ کہ اس کا رونا دیکھ کر ہمیں بھی رونا آ جاتا۔ جب رونے سے فارغ ہوتا۔ تو بیٹھ کر ہماری طرف مخاطب ہو کر کہتا۔ اے عزیزو! جسے موت آنی ہے۔ اور ملک الموت کا سا حریف اس کا پیچھا کئے ہوئے ہے۔ اور

نیز روز قیامت کا سا دن اس کے پیش آتا ہے۔ اسے خواب و اقرار اور خندہ و خوش دلی سے کیا واسطہ اور دوسرے کام میں مشغول ہونا اسے کس طرح بھلا معلوم ہوتا ہے۔ پھر فرمایا۔ اے عزیزو! اگر تم مُردوں کا حال جو چیونٹیوں اور سانپوں کے بس میں ہیں۔ اور مٹی کے قید خانے میں بند ہیں۔ ذرّہ بھر بھی معلوم ہو جائے۔ جو ان سے معاملہ ہو رہا ہے۔ تو کھڑے کھڑے نمک کی طرح پانی بن جاؤ۔

پھر فرمایا۔ اے عزیزو! میں نے ایک مرتبہ بصرہ میں ایک بزرگ کو دیکھا جو از حد یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ اس کے ساتھ میں قبرستان میں گیا۔ وہ صاحب کشف تھا۔ ایک قبر کے پاس ہم دونوں بیٹھ گئے کیا دیکھتے ہیں کہ فرشتے اس مردے کو بڑا سخت عذاب کر رہے ہیں جب اس بزرگ نے دیکھا۔ تو نعرہ مار کر گر پڑا جب میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ مر گیا ہے۔ ایک گھڑی بعد نمک کی طرح پانی بن کر غائب ہو گیا۔ جیسا کہ خوف اس بزرگ پر طاری ہوتے دیکھا کسی میں نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا۔

پھر فرمایا کہ میں ایسا اپنے آپ میں محو ہوں کہ ہر روز اپنے آپ میں گھلتا ہوں تیئیس سال بعد میں نے تم سے گفتگو کی ہے۔ پس اے عزیزو! جس قدر لوگ خلقت میں مشغول رہتے ہیں کیوں اپنے کام میں مشغول نہیں ہوتے۔ کیونکہ جس قدر خلقت میں مشغول ہوتے ہیں۔ اسی قدر خالق سے دُور جا پڑتے ہیں پس جا کر توشے کی تیاری کرو۔ کیونکہ ہم سب کو ایک دن پیش آنے والا ہے ممکن ہے کہ ہم ایمان سلامت لے جائیں۔ یہ کہہ کر دو کھجوریں جو اس کے پاس تھیں مجھے دیں اور خود اٹھ کر رونے میں مشغول ہو گیا۔ اور پھر عالم تحیّر میں محو ہو گیا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب زار زار روئے۔ اور فرمایا۔ اے درویش! مجھے اس خدا کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ کہ اس دن سے لیکر آج تک ہر روز موت اور قبر کی ہیبت سے گھلا جاتا ہوں۔ میرے پاس نہ سواری ہے، نہ توشہ۔ جس کی وجہ سے خوف سے بے کھٹکے ہو جاؤں۔

پھر فرمایا کہ قبرستان میں عمداً کھانا کھانا یا پانی پینا کبیرہ گناہ ہے۔ جو عمداً کھائے۔ وہ ملعون اور منافق ہے۔ کیونکہ گورستان عبرت کا مقام ہے۔ نہ کہ حرص و ہوا کا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے امام یحییٰ ابوالخیر زندوسی کے روضے میں لکھا دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ من اکل فی المقابر طعامًا اوشرابا فھو ملعون ومنافق۔ جس نے قبرستان میں کچھ کھایا پیا۔ وہ ملعون اور منافق ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری کا گزر قبرستان

سے ہوا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ مسلمان قبرستان میں بیٹھ کر کھا پی رہے ہیں۔ پاس جا کر پوچھا کہ بھائیو تم منافق ہو یا مسلمان! ان کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ خواجہ صاحبؒ سے برا سلوک کرنا چاہا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ میں نے اس واسطے پوچھا ہے۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو قبرستان میں کھاتے پیتے۔ وہ منافق ہے۔ اس واسطے کہ یہ عبرت کا مقام ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ تمہارا تم جیسے اور تم سے بہتر خاک میں سوتے پڑے ہیں۔ اور چیونٹیوں اور سانپوں کے بس میں ہیں۔ اور قید میں گرفتار۔ ان کا گوشت و پوست گل سڑ گیا ہے۔ اور ان کا جمال خاک میں مل گیا ہے۔ تم نے اپنے ہاتھوں ان عزیزوں کو خاک میں دفن کیا ہے تمہارا دل کس طرح چاہتا ہے۔ یہاں بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔ اور کھیل کود میں مشغول ہو۔ خواجہ صاحب نے یہ کہا۔ تو سب نے فوراً توبہ کی کہ ہمیں بخشو۔ ہم اس سے باز آئے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے اسی موقعہ کے مناسب ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ میں نے ریاحین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ آدمیوں کو دیکھا۔ جو ہنسی اور کھیل کود میں مشغول تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹھہر کر سلام کہا تو سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور پھر سر زمین پر رکھ دیئے۔ اور غلاموں کی طرح دست بستہ کھڑے ہوگئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ بھائیو! کیا تم موت سے بے کھٹکے ہو۔ سب نے ایک زبان ہو کر عرض کی نہیں۔ پوچھا۔ اعمالِ پل صراط سے گزر گئے ہو؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا۔ پھر کیوں ہنسی اور کھیل کود میں مشغول ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت نے ان پر ایسا اثر کیا کہ بعد ازاں ان میں سے کسی نے ان کو ہنستے نہ دیکھا۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مشائخ طبقات اولیائے صفاتِ طریقت۔ امامانِ دین اور خواجگان معرفت دنیا و مافیہا سے بیزار ہیں کیونکہ انہیں ہیبت و حیرت کا عذاب دکھائی دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ مرتبہ سوم میں جسے اہل سلوک بھی گناہ کبیرہ خیال کرتے ہیں۔ یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی کبیرہ گناہ نہیں کہ مسلمان بھائی کو بغیر سبب تکلیف دی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ الذین یوذون المومنین بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا و اثما مبینا۔ مسلمان بھائی کو ستانا کبیرہ گناہ ہے۔ اس میں خدا اور رسولؐ دونوں ناراض ہوتے ہیں

بعد ازاں خواجہ صاحب نے حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بادشاہ نے رعایا پر ظلم و تعدی کر کے ملک کو برباد کر رکھا تھا۔ اور بڑی تکلیف دیتا تھا۔ مدت بعد اسی بادشاہ کو بغداد میں لکڑی مسجد

کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا کہ سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ اور گرد آلود ہیں۔ پہلی حالت بالکل بدل چکی ہے۔ اور بدن پر خاک ڈالی ہوئی ہے۔ ایک شخص نے اسے پہچان کر پوچھا کہ تو وہی بادشاہ ہے۔ جو کہ میں لوگوں پر ظلم و تعدی کرتا تھا۔ شرمندہ ہو کر جواب دیا۔ تو نے مجھے کس طرح پہچانا؟ کہا میں نے تجھے اس دن نعمت و دولت میں دیکھا ہے۔ جب تو خلق خدا پر رحم نہیں کرتا تھا۔ بلکہ الٹا ظلم و تعدی کرتا تھا۔ کہا۔ ہاں! اس وقت میں بے سبب خلقِ خدا کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ اور ان پر ظلم کرتا تھا۔ اسی واسطے اپنا کیا پالیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحبؒ نے ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ بغداد میں دریا کے کنارے ایک جھونپڑی دیکھی جس میں ایک بزرگ رہتا تھا جب میں جھونپڑی میں آیا۔ تو سلام کہا۔ سلام کا جواب اس نے اشارے سے دیا۔ اور اشارے ہی سے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ کچھ دیر میں بیٹھا۔ تو مجھ سے مخاطب فرمایا۔ اے درویش! قریباً پچاس سال سے میں نے گوشۂ تنہائی اختیار کیا ہے جس طرح تم جہان میں سفر کر رہے ہو۔ اسی طرح میں سفر کرتا تھا۔ میں نے ایک دنیادار بزرگ کو ایک شہر میں دیکھا۔ جو خلقِ خدا کو بے دین میں ستاتا تھا۔ میں نے اسے کچھ نہ کہا۔ نہ اسے باز رکھا۔ میں دیکھ کر چلا آیا۔ فرشتے نے آواز دی۔ اے درویش! اگر حق کی خاطر اس دنیادار کو کہہ دیتا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر! اور خلقت سے زیادتی نہ کر۔ تو وہ تیرے کہنے سے باز آجاتا۔ لیکن تو اس بات سے ڈر گیا۔ کہ وہ دنیادار جو تجھ پر مہربانی کرتا تھا شاید نہ کرے۔ جب سے میں نے غیب کی آواز سنی۔ مارے شرم کے اس کٹیا میں رہتا ہوں۔ اور قدم باہر نہیں رکھتا۔ میں اس اندیشے میں ہوں۔ کہ اگر قیامت کو مجھ سے اس معاملے کی بابت پوچھا گیا۔ تو کیا جواب دوں گا۔ پس اے درویش! اس روز سے میں نے قسم کھالی ہے۔ کہ میں کسی طرف نہیں نکلوں گا۔ تاکہ کسی فعل کو دیکھ کر اس کا گواہ نہ بننا پڑے۔

بعد ازاں جب شام کا وقت ہوا۔ تو اس کے لئے جو کی دو روٹیاں۔ ایک پیالہ اور ایک کوزہ پانی کا اترا۔ میں اور اس فقیر نے اکٹھا افطار کیا۔ جب میں وہاں سے روانہ ہوا۔ تو اس نے دو سیب مصلے تلے سے نکال کر مجھے دیئے۔ میں آداب بجالا کر واپس چلا آیا۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ سلوک میں چوتھا مرتبہ یہ ہے۔ کہ یہ بھی کبیرہ گناہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام سنے یا کلام اللہ سنے تو اس کا دل نرم نہ ہو۔ اور ہیبت الٰہی سے اس کا اعتقاد ایمان میں زیادہ نہ ہو۔ پس اگر عیاذاً باللہ ذکر الٰہی قرآن مجید سنتے وقت سننے والوں کا دل نرم نہ ہو۔ یا ان کا اعتقاد ایمان میں زیادہ نہ ہو۔ بلکہ ہنسی اور کھیل کود میں مشغول ہوں۔ تو

گناہ کبیرہ ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم و اذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا و علی ربھم یتوکلون ؀

امام زاہد تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یوں ہیں۔ کہ حقیقت میں مومن وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام سنتے ہیں۔ تو ان کا اعتقاد ایمان میں زیادہ ہو جاتا ہے جس وقت ذکرِ الٰہی سنتے ہیں۔ یا کلام الٰہی۔ اس وقت جو ہنستے ہیں۔ وہ ضرور بالضرور منافق ہیں۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کچھ آدمیوں کو دیکھا۔ ذکرِ خدا کرتے ہیں۔ مگر ہنسی اور کھیل کود میں مصروف ہیں۔ اور ذکر سے ان کے دل نرم نہیں ہوتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ یہ منافقوں کا تیسرا گروہ ہے۔ جس کا دل کلام الٰہی سنتے وقت نرم نہیں ہوتا۔

پھر حکایت بیان فرمائی۔ کہ ابراہیم خواص نے کچھ آدمیوں کو دیکھا جو ذاکر تھے۔ اور بیٹھ کر ذکر کر رہے تھے۔ جونہی خواجہ صاحب نے اللہ تعالیٰ کا نام سنا ایسا ذوق اور درد پیدا ہوا کہ رقص کرنے لگے۔ سات دن رات رقص کرتے رہے۔ اور بے ہوش ہو جاتے۔ جس وقت ہوش میں آتے۔ پھر خدا کا نام زبان پر لاتے۔ پھر بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو تازہ وضو کر کے دوگانہ ادا کیا۔ اور سر سجدہ میں رکھ کر یَا اَللّٰہُ کہا۔ اور جانِ بحق ہو گئے خواجہ صاحب نے یہ شعر پڑھا ؎

عاشق بہوائے دوست بیہوش بود — وز یادِ محبت خویش مدہوش بود
فردا کہ بحشر خلق حیراں باشد — نام تو درونِ سینہ و گوش بود

بعد ازاں خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں چند درویش صاحبِ مجال و نعمت دائرہ میں حاضر تھے۔ اور میں بھی موجود تھا۔ یہی شعر پڑھ رہے تھے۔ میں اور وہ درویش اس شعر کے سننے سے سات رات دن بیہوش رہے۔ اور رقص کرتے رہے۔ جب قوال اور شعر پڑھنا چاہتے۔ تو ہم یہی کہلواتے۔ ان درویشوں میں سے دو تو ایسے بے خبر ہو گئے کہ زمین پر گر پڑے۔ اور درمیان سے غائب ہو گئے۔ جب خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ تو تلاوت میں مشغول ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؀

مجلس ⑤

سوموار کے روز قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ شیخ جلال الدین شیخ محمد اوحد چشتی اور دوسرے بزرگ حاضر خدمت تھے۔ اور بات اس بارے میں ہو رہی تھی کہ پانچ چیزوں کو دیکھنا عبادت میں داخل ہے۔ بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ان پانچوں میں سے پہلی یہ ہے کہ اپنے والدین کے چہرے کو دیکھا جائے۔ اس واسطے کہ حدیث میں ہے۔ کہ جو فرزند دوستی خدا سے اپنے والدین کا چہرہ دیکھتا ہے۔ اس کے نامۂ اعمال میں حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک فاسق اور بدکار جوان فوت ہوا۔ تو اسے خواب میں دیکھا کہ حاجیوں کے ساتھ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ لوگوں کو تعجب ہوا سبب دریافت کیا۔ کہا۔ میری بڑھیا ماں تھی۔ جب میں گھر سے نکلتا۔ اس کے قدموں پر سر رکھ دیتا۔ ماں دعا دیتی کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے۔ اور حج کا ثواب تیرے نصیب کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی دعا قبول کر لی۔ اور مجھے بخش دیا۔ اب میں حاجیوں کے ساتھ بہشت میں ٹہل رہا ہوں۔ بعد ازاں ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ یہ مرتبہ آپ کو کس طرح حاصل ہوا؟ تو فرمایا کہ میں ابھی سات سال کا تھا کہ میں مسجد میں استاد سے قرآن شریف پڑھنے جایا کرتا تھا جب اس آیت پر پہنچا بالوالدین احسانا۔ تو استاد سے اس کا مطلب پوچھا۔ فرمایا۔ حکم الٰہی ہے کہ جس طرح میری خدمت بجا لاتے ہو۔ والدین کی بھی خدمت بجا لاؤ۔ استاد سے یہ سنتے ہی بستہ باندھ گھر آیا اور ماں کے قدموں پر سر رکھ دیا کہ اے ماں! میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے میرے لئے کچھ مانگ۔ میں کما حقہٗ تیری خدمت بجا لاؤں گا۔ جب والدہ سے یہ درخواست کی۔ تو انہوں نے رحم کھا کر دوگانہ ادا کرنے کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر قبلہ رخ ہو کر خدا تعالیٰ کو سونپا۔ یہ دولت مجھے ہاں سے نصیب ہوئی۔ جس کا سبب والدہ کی دعا تھی۔ دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ موسم سرما میں رات کے وقت میری ماں نے پانی مانگا۔ میں کوزہ بھر کر ہاتھ پر رکھ کر حاضر ہوا۔ لیکن والدہ سو گئیں۔ میں نے نہ جگایا۔ چنانچہ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوئیں۔ تو مجھے کوزہ لئے کھڑا دیکھا جب مجھ سے کوزہ لیا تو سردی کے مارے میرا ہاتھ کوزے سے چپکا ہوا تھا۔ کوزے کے ساتھ ہی میرے ہاتھ کا چمڑا اکھڑ گیا۔ ماں نے ترس کھا کر میرا سر بغل میں لیا۔ اور چھاتی سے لگا کر بوسہ لیا۔ اور کہا۔ اے جانِ مادر! تو نے بڑی تکلیف اٹھائی یہ کہہ کر میرے

حق میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے۔ میری ماں کی دعا قبول ہوئی۔ اور یہ سب دولت اسی دعا کی بدولت نصیب ہوئی۔ بعد ازاں فرمایا کہ قرآن شریف کو دیکھنا ... اس واسطے کہ شرح اولیا میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص کلام اللہ شریف کی طرف دیکھتا ہے۔ یا پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے دو ثواب دو۔ ایک قرآن شریف پڑھنے کا۔ دوسرا قرآن شریف دیکھنے کا۔ اور ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں اور دس بدیاں مٹائی جاتی ہیں۔ بعد ازاں دعا گو نے التماس کی کہ مصحف مجید لشکر اور سفر میں ہمراہ لے جا سکتے ہیں۔ یا نہیں؟ فرمایا۔ اسلام کے شروع میں چونکہ کفار کا غلبہ تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن شریف ہمراہ نہیں لے جایا کرتے تھے کہ مبادا کفار کے ہاتھ آجائے۔ لیکن جب اسلام نے زور پکڑا۔ تو پھر ہمراہ لے جایا کرتے تھے۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ سلطان محمود غزنوی انار اللہ برہانہ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا؟ فرمایا۔ ایک رات میں ایک شخص کے ہاں مہمان تھا۔ ایک طاق میں قرآن شریف پڑا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ قرآن شریف یہاں ہے۔ میں کس طرح سوؤں گا۔ پھر کہا کہ قرآن شریف کسی اور مکان میں رکھ دیا جائے۔ پھر خیال آیا کہ اپنے آرام کی خاطر میں کیوں اسے باہر بھیجوں۔ موت کے وقت اسی کے عوض بخش دیا گیا۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص قرآن شریف کو دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی بینائی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور اس کی آنکھ کبھی نہیں دکھتی۔ اور نہ خشک ہوتی ہے

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ سجادے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور سامنے قرآن شریف رکھا تھا۔ ایک نابینے نے آکر التماس کی کہ میں نے بہت علاج کئے۔ مگر آرام نہیں ہوا۔ اب آپ کے پاس آیا ہوں۔ تاکہ میری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔ میں آپ سے فاتحہ کے لئے ملتجی ہوں۔ اس بزرگ نے قبلہ رخ ہو کر فاتحہ پڑھی۔ اور قرآن شریف اٹھا کر اس کی دونوں آنکھوں پر ملا۔ جس سے اس کی دونوں آنکھیں چراغ کی طرح روشن ہو گئیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے جامع الحکایات میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ پہلے زمانہ میں ایک فاسق جوان تھا۔ جس کی بدکاری سے مسلمانوں کو نفرت آتی تھی۔ بہتیرا اسے منع کرتے۔ لیکن ایک نہ سنتا۔ الغرض جب وہ مر گیا۔ تو اسے خواب میں دیکھا کہ سر پر تاج رکھے زرق پہنے فرشتوں کے ہمراہ بہشت میں جا رہا ہے۔ اس سے پوچھا کہ تو تو بدکار تھا۔ یہ دولت کہاں سے نصیب ہوئی؟ جواب دیا کہ دنیا میں مجھ سے ایک نیکی ہوئی۔ وہ یہ کہ جب کبھی قرآن شریف دیکھ لیتا۔ کھڑے ہو کر بڑی عزت کی نگاہوں سے اسے دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی

بدولت مجھے بخش دیا۔ اور یہ درجہ عنایت فرمایا۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص علماء کی طرف دیکھے تو اللہ تعالےٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ جو قیامت تک اس کے لئے بخشش مانگتا رہتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جس دل میں علماء اور مشائخ کی محبت ہو۔ ہزار سال کی عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے۔ اگر وہ اسی اثناء میں مر جائے۔ تو اسے علماء کا درجہ ملتا ہے۔ اور اس مقام کا نام علیین ہوتا ہے۔

پھر فتاویٰ ظہیریہ میں لکھا دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص علماء سے آمد و رفت رکھے۔ اور سات دن ان کی خدمت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور سات ہزار سال کی نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے۔ ایسی نیکی کہ دن کو روزہ رکھے۔ اور رات کو کھڑے ہو کر گزارے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ پہلے زمانہ میں ایک آدمی تھا جو علماء اور مشائخ کو دیکھ کر از روئے حسد منہ پھیر لیتا۔ جب وہ مر گیا۔ تو لوگوں نے اس کا رخ قبلہ کی طرف کرنا چاہا۔ لیکن نہ ہوا۔ غیب سے آواز آئی۔ اس کو کیوں تکلیف دیتے ہو؟ اس نے دنیا میں علماء اور مشائخ سے روگردانی کی ہے۔ اس لئے ہم اپنی رحمت سے اس کا منہ پھیر دیتے ہیں۔ اور قیامت کے دن ریچھ کی صورت میں اس کا حشر کریں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ چوتھا مرتبہ خانۂ کعبہ کا دیکھنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو شخص خانۂ کعبہ کی زیارت کرے گا۔ وہ عبادت میں داخل ہوگا۔ اس کی زیارت سے ہزار سال کی عبادت اور حج کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اور اولیاء کا درجہ اسے نصیب ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ پانچواں درجہ اپنے پیر کو دیکھنا اور اس کی خدمت کرنا ہے۔ رسالہ معرفۃ المریدین میں لکھا دیکھا ہے کہ شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے پیر کی خدمت کما حقہٗ ایک روز بجا لائے۔ اللہ تعالیٰ بہشت میں مروارید کے ہزار محل اسے عنایت کرے گا۔ اور ہزار سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ مرید کو لازم ہے۔ کہ جو کچھ پیر کی زبان سے سنے۔ اس پر بڑی کوشش سے عمل کرے۔ اور پیر کی خدمت بجا لائے۔ اور حاضر خدمت رہے۔ اگر متواتر خدمت بجا نہ لا سکے۔ تو کم از کم اس بات کی ضرور کوشش کرے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ کسی زاہد نے سو سال خدا کی اس طرح عبادت کی کہ دن کو روزہ رکھتا۔ اور رات کو کھڑا رہتا۔ کوئی دم یاد الٰہی سے غافل نہ رہتا۔

جو اس کے پاس آتا۔ اسے نصیحت کرتا۔ آنے جانے کو کہتا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ فرماتا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ۝ یعنی اے بندو! تمہیں عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ نہ کہ کھانے اور پینے اور غافل رہنے کے لئے۔ پس۔ اے مسلمانو! تمہیں واجب ہے کہ کسی کام میں دست اندازی نہ کریں۔ مگر عبادت اور طاعت الٰہی میں۔ الغرض جب زاہد فوت ہوا۔ تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیسا برتاؤ کیا۔ کہا۔ مجھے بخش دیا۔ پوچھا۔ کس عمل کے بدلے؟ جواب دیا میں دن رات بیدار رہتا۔ اور کسی وقت آرام نہ لیتا۔ لیکن یہ عمل خدا نے پسند نہ فرمایا۔ بلکہ میری بخشش کا سبب یہ تھا۔ کہ میں اپنے پیر کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس لیے حکم ہوا کہ چونکہ تم نے اپنے پیر کی خدمت میں کوتاہی نہیں کی۔ اس لئے ہم نے تجھے بخش دیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ قیامت کے دن صدیق۔ اولیاء اور مشائخ وغیرہ کو ایسی حالت میں مبعوث کریں گے کہ ان کے کندھوں پر گودڑیاں ہوں گی۔ اور ہر گودڑی میں لاکھوں دھاگے ہوں گے۔ ان کے مرید اور فرزند آکر ان دھاگوں میں لٹک جائیں گے۔ اور ایک ایک دھاگہ مضبوط پکڑیں گے۔ جب خلق خدا حشر قیامت سے فارغ ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں قوت عنایت کرے گا اور وہ پل صراط کے قریب پہنچ جائیں گے۔ اس گودڑی کے وسیلے سے مرید و فرزند تیس ہزار سالہ راہ اور قیامت کے عذابوں سے باآسانی گزر کر بہشت میں جا پہنچیں گے۔ محال نہیں کہ انہیں سختی لاحق ہو جب خواجہ صاحب یہ فوائد بیان کر چکے۔ تو خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؕ

جمعرات کے روز قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ محمد صفاہانی اور درویش بغداد کی جامع مسجد میں حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ اگر انسان غور کرے تو ایک پل میں دیوانہ ہو جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آرزو کی کہ اصحاب کہف کو دیکھیں حکم ہوا کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ تو دنیا میں انہیں نہیں دیکھ سکے گا۔ البتہ آخرت میں دکھا دوں گا۔ اگر انہیں اپنے دین میں لانا چاہتا ہے۔ تو میں لا سکتا ہوں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اپنے یاروں کو اس گودڑی پر بٹھاؤ۔ گودڑی یاروں کو لے کر اصحاب کہف کی غار کے دروازے پر پہنچی۔ یاروں نے اصحاب کہف کو سلام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا اور انہوں نے سلام کا جواب کہا۔ پھر یاروں نے دین نبوی ان کو پیش کیا جو انہوں نے قبول کیا۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ کونسی چیز ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہیں۔ مرد کو چاہیے کہ اس کے احکام کے بجالانے میں کمی نہ کرے پھر جو کچھ چاہے گا مل جائے گا۔ پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اپنے خواجہ شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور اور درویش بھی بیٹھے تھے۔ اور بات متقدمین کے مجاہدے کے بارے میں ہو رہی تھی۔ کہ اتنے میں ایک بوڑھا نہایت لاغر عصا ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر شیخ عثمان ہارونی نے بڑی بشاشت سے اُٹھ کر اپنے پاس جگہ دی۔ اس بوڑھے نے بیان کیا۔ کہ تیس سال سے میرا لڑکا مجھ سے جدا ہے۔ اس کے درد فراق سے میری حالت یہ ہو گئی ہے۔ مجھے اس کے مرنے جینے کی کوئی اطلاع نہیں سو اب میں خواجہ صاحب کی خدمت میں آیا ہوں۔ کہ میرے لڑکے کے صحیح سلامت آنے کی بابت دعا کریں۔ شیخ صاحب نے یہ سنتے ہی مراقبہ کیا پھر سر اٹھا کر حاضرین کو فرمایا۔ کہ دعا کرو۔ لڑکا صحیح سلامت آجائے جب دعا ختم کی۔ تو فرمایا۔ بوڑھے! ایک لحظہ بعد اپنے لڑکے کو ہمارے پاس لے آنا۔ جب بوڑھے نے سنا۔ تو آداب بجا لا کر روانہ ہوا۔ راستے میں اسے مبارک باد ملی۔ کہ تیرا لڑکا آگیا ہے۔ گھر جا کر لڑکے کو دیکھا۔ اور ملاقات کی۔ بوڑھے کی کمزور آنکھیں لڑکے کو دیکھ کر روشن ہو گئیں۔ پچھلے پاؤں لڑکے کو خواجہ صاحب کی خدمت میں لایا۔ اور قدم بوسی کرائی خواجہ صاحب نے لڑکے کو پاس بلا کر پوچھا کہ تو کہاں تھا؟ اس نے کہا کہ عین سمندر کے بیچ دیوؤں کی قید میں تھا۔ آج بھی اسی مقام پر بیٹھا تھا۔ کہ ایک درویش نے جو ہمشکل آپ کا تھا۔ آکر زنجیر توڑ ڈالی۔ اور میری گردن مضبوط پکڑ کر فرمایا کہ میرے پاؤں پر پاؤں رکھ۔ اور آنکھیں بند کر۔ پھر فرمایا کہ آنکھیں کھول۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں۔ تو اپنے تئیں گھر کے دروازے پر پایا۔ یہ بات کہہ کر اور کچھ عرض کرنا چاہا۔ لیکن خواجہ صاحب نے روک دیا۔ اس بوڑھے نے خواجہ صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ کہ دیکھو! مردان خدا باوجود اس قدرت کے اپنے تئیں پوشیدہ رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ کعب الاحبار سے روایت میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا فرشتہ پیدا کیا ہے کہ اس کی بزرگی اور ہیبت کو خدا ہی جانتا ہے۔ اس کا نام ہابیل ہے۔ اس فرشتے نے دونوں ہاتھ پھیلا رکھے ہیں۔ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی تسبیح پڑھتا ہے۔ اور

روشنی کا مؤکل ہے۔ مشرق والے ہاتھ سے روشنی دیتا ہے۔ اور مغرب والے ہاتھ سے تاریکی۔ اگر روشنی کو ہاتھ سے چھوڑ دے۔ تو سارا جہان تاریک ہو جائے۔ اور کبھی دن نہ آئے۔ ایک تختی لٹکی ہوئی ہے۔ جس پر سیاہ و سفید لکیریں کھینچی ہوئی ہیں۔ وہ دیکھ کر کبھی زیادہ کرتا ہے۔ اور کبھی کم جب زیادہ کرتا ہے تو روشنی ہو جاتی ہے۔ اور جب کم کرتا ہے۔ تو تاریکی چھا جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی دن بڑے ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی راتیں۔ خواجہ صاحب جب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو زار زار روئے۔ اور عالم سکر میں فرمایا کہ اس راہ میں اللہ تعالیٰ کے ایسے مرد بھی ہیں۔ جو معاملہ جہان میں گزرتا ہے۔ اور عجائبات قدرت سے جو وقوع میں آتا ہے۔ وہ سب ان کے پیش نظر ہے۔ اور اسے دیکھتے ہیں۔ اور بندگان خدا کے روبرو وہ معاملہ پیش کرتے ہیں۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور فرشتہ اس قدر ہیبت والا بنایا ہے کہ اس کا ایک ہاتھ آسمان میں ہے۔ اور دوسرا زمین میں۔ آسمان والے ہاتھ سے ہوا کو نگاہ میں رکھتا ہے۔ اور زمین والے ہاتھ سے پانی کو۔ اگر پانی کو ہاتھ سے چھوڑ دے۔ تو سارا جہان غرق ہو جائے۔ اگر ہوا کو چھوڑ دے تو جہان زیر و بالا ہو جائے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوہ قاف پیدا کیا ہے۔ جو اتنا بڑا ہے کہ تمام دنیا کے گرد پھیلا ہوا ہے۔ اور دنیا و ما فیہا اس کے اندر ہے۔ قرآن شریف میں لکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی تفسیر یوں بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے۔ جو اس پہاڑ پر بیٹھا ہے۔ اس کی تسبیح یہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس کا نام فرتائیل ہے۔ اور وہ اس پہاڑ کا مؤکل ہے۔ کبھی وہ ہاتھ بند کرتا ہے کبھی کھولتا ہے زمین کی رگیں اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ میں دے رکھی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ زمین کو تنگ کرنا چاہتا ہے۔ تو فرشتے کو رگیں کھینچنے کا حکم دیتا ہے۔ جس سے چشمے خشک ہو جاتے ہیں۔ اور نباتات نہیں اگتی۔ جب فراخ سالی کرنا چاہتا ہے۔ تو رگیں کھولنے کا حکم دے دیتا ہے۔ جب خلقت کو ڈرانا چاہتا ہے تو رگوں کے ہلانے کا حکم دیتا ہے۔ جسے زلزلہ کہتے ہیں۔ پس جب حکم ہوتا ہے تو زمین ہلتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام خواجہ عثمانؒ ہارونی اور شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہم کی زبانی سنا ہے۔ کہ اسرار العارفین میں یوں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کو دنیا سے کئی گنا بڑا بنایا ہے چنانچہ اس پہاڑ کے پیچھے چالیس اور جہان ہیں۔ ہر جہان میں اس کے چار سو حصے ہیں۔ ہر ایک حصہ اس دنیا سے چار گنا ہے۔ اس پہاڑ کے پیچھے کوئی تاریکی نہیں ہے اور نہ ہی وہاں رات ہوتی ہے۔ وہاں کی

زمین سونے کی ہے۔ اور وہاں کے رہنے والے فرشتے ہیں۔ نہ شیطان نہ بہشت۔ نہ دوزخ۔ جس روز سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے۔ سارے فرشتے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتے ہیں۔ ان چالیس کے پیچھے حجاب ہیں۔ اور ان کے پیچھے اور حجاب ہیں۔ جن کی بڑائی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے

بعد ازاں فرمایا کہ یہ پہاڑ ایک گائے کے سر پر رکھا ہے جس کی بڑائی تیس ہزار سال کے راہ کے برابر ہے۔ گائے کھڑی ہوئی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتی ہے۔ اس کا سر مشرق میں اور اس کی دم مغرب میں ہے

بعد ازاں شیخ عثمان ہارونی نے قسم کھائی کہ جس روز میں نے یہ حکایت شیخ مودود چشتی سے سنی، تو آپ نے مراقبہ کیا۔ ایک درویش حاضر خدمت تھا۔ دونوں غائب ہو گئے۔ پھر آموجود ہوئے۔ اس درویش نے قسم کھا کر کہا۔ کہ میں اور شیخ مودود چشتی دونوں اس پہاڑ کے پاس تھے۔ اور چالیس جہاں جو خواجہ صاحب نے بیان کئے ہیں۔ واقعی ان میں ذرہ بھر فرق نہیں۔ ٹھیک اسی طرح ہیں جیسا کہ خواجہ صاحب نے بیان کئے ہیں۔ اس مکاشفے کا سبب یہ تھا کہ مجھے شک ہوا۔ آپ نے دوران حقیقت میں اس شک کو معلوم کر لیا۔ اس وقت شیخ الاسلام خواجہ معین الدین الدین اوام اللہ تقوہٗ نے فرمایا کہ درویش میں ایسی قوت باطنی ہونی چاہیئے کہ اگر سننے والا حکایت اولیاء میں شک کرے۔ تو اسے وہ دکھا دے اور کرامت کی قوت سے اسے قائل کریں۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک دفعہ میں سمرقند کی طرف مسافر تھا۔ امام ابو اللیث کے محل کے قریب ایک بزرگ مسجد تیار کرا رہا تھا۔ ایک دانشمند کھڑا کہتا تھا کہ محراب اس طرف رکھو کیونکہ کعبہ اس طرف ہے۔ میں نے کہا کہ اس طرف نہیں بلکہ اس طرف ہے۔ جدھر میں کہتا ہوں۔ بہتیرا میں نے کہا۔ لیکن نہ مانا میں نے اس کی گردن پکڑ کر کہا۔ کہ دیکھو۔ جدھر میں کہتا ہوں، ادھر ہی کعبہ ہے۔ جب اس نے نظر اٹھائی تو کعبہ دکھائی دیا

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا سانپ پیدا کیا ہے۔ کہ جس روز دوزخ پیدا کیا۔ اس سانپ کو کہا کہ اے سانپ! یہ امانت میں تیرے حوالے کرتا ہوں۔ عرض کی کہ فرمانبردار ہوں آواز آئی منہ کھول۔ منہ کھولا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا۔ کہ دوزخ اس کے منہ میں رکھ دو جب رکھا گیا۔ تو حکم ہوا کہ منہ بند کرے۔ اب دوزخ سانپ کے منہ میں ہے۔ اور ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ پس اگر دوزخ اس سانپ کے منہ میں نہ ہوتا۔ تو سارا جہان جل جاتا۔ اور ہلاک ہو جاتا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب قیامت ہو گی۔ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا۔ کہ اس کے منہ سے دوزخ نکال لاؤ۔ دوزخ کے ہزار زنجیریں ہوں گی۔ اور ہر زنجیر میں ہزار فرشتہ لٹکا ہو گا۔ وہ فرشتے اس قدر بڑے ہوں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ حکم کرے۔ تو ایک فرشتہ تمام مخلوقات کو ایک نوالہ بنا کر نگل جاوے۔ پھر دوزخ

تپایا جائے گا جب ایک پھونک لگائیں گے۔ تو قیامت برپا ہوگی۔ جب خواجہ صاحبؒ نے یہ فوائد ختم کیئے۔ تو فرمایا کہ جو شخص اس عذاب سے بچنا چاہے۔ وہ فرمانبرداری کرے۔ کیونکہ خدا کے نزدیک اس طاعت سے بڑھ کر اور کوئی طاعت نہیں۔ میں نے عرض کی کہ وہ کونسی طاعت ہے۔ فرمایا۔ عاجزوں کی فریادرسی۔ اور حاجت مندوں کی حاجت روائی اور بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ ان سے بڑھ کر کوئی نیک کام نہیں ہے۔ جب خواجہ صاحب ختم کر چکے۔ تو خلقت اور میں واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

مجلس ⑦

بدھ کے روز ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ چند حاجی بھی آئے ہوئے تھے۔ اور بات فاتحہ کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ مشائخ طبقات کے آثار میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ فاتحہ کو حاجت برآری کے لئے بکثرت پڑھنا چاہیئے۔ حدیث میں ہے کہ جسے کوئی مشکل پیش آجائے۔ وہ حسب ذیل طریق سے سورۃ فاتحہ پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یعنی رَحِیْمِ کے میم کو لام سے ملائے۔ اور آمین کے وقت تین مرتبہ آمین کہے۔ اللہ تعالیٰ اس مشکل کو حل کر دے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیٹھے تھے اور یار آنحضرت کے گرداگرد بیٹھے تھے۔ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت سی کرامتیں عنایت فرمائی ہیں۔ کہ مہتر جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ حکم الٰہی ہے کہ میں نے تیرے پاس جو کتاب بھیجی ہے۔ اس میں ایک ایسی سورۃ ہے کہ اگر وہ توراۃ میں ہوتی۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی اُمت سے کوئی شخص یہودی نہ ہوتا۔ اگر انجیل میں ہوتی۔ تو کوئی عیسائی بت پرست نہ ہوتا۔ اگر زبور میں ہوتی۔ تو کوئی شخص داؤد علیہ السلام کی اُمت سے مغنی نہ بنتا۔ اس واسطے یہ بھیجی گئی ہے۔ تاکہ اس کی برکت کے بعد تیری اُمت اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرے۔ اور قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے خلاصی پاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا۔ وہ کون سی سورۃ ہے۔ فرمایا کہ وہ سورۃ فاتحہ ہے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اگر روئے زمین کے دریا سیاہی اور تمام درخت قلم بن جاویں۔ اور ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں کاغذ ہو جائیں۔ اور ابتدائے عالم سے لے کر

سب فرشتے اور آدمی اس کے فضائل لکھتے رہیں۔ تو اس کی ایک فضیلت بھی نہ لکھ سکیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ سورۃ فاتحہ تمام دردوں اور بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ جو بیماری کسی علاج سے درست نہ ہو۔ وہ صبح کی نماز کے فرضوں اور سنتوں کے درمیان اکتالیس مرتبہ بسم اللہ سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے سے دور ہو جاتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ حدیث میں ہے۔ الفاتحۃ الشفاء من کل داء یعنی سورہ فاتحہ ہر درد کی دوا ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید نور اللہ مرقدہٗ کو سخت بیماری لاحق تھی۔ دو سال سے زیادہ تک رہی۔ جب علاج سے عاجز رہا۔ تو وزیر کو خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا کہ میں زحمت سے تنگ آگیا ہوں کسی علاج سے افاقہ نہیں ہوا۔ الغرض چونکہ شفاعت کا وقت پہنچ چکا تھا خواجہ فضیل عیاض فوراً اٹھ کر ہارون الرشید کے پاس آئے۔ اور اپنا دست مبارک اس کے جسم پر پھیرا۔ اکتالیس مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ ابھی اچھی طرح نہ کیا تھا کہ اسے صحت حاصل ہو گئی۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے ایک بیمار کے اوپر سورۃ پڑھ کر دم کیا۔ اسی وقت اسے صحت ہو گئی۔ ایک اور آدمی اس کی بیمار پرسی کے لئے آیا۔ اور پوچھا کہ کیا حالت ہے کس طرح صحت ہوئی۔ کہا۔ امیر المؤمنین علی آگئے تھے۔ اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا۔ جس سے مجھے صحت ہوئی تھی۔ ابھی بات ختم نہ کرنے پایا تھا۔ کہ پھر وہی بیماری لاحق ہوئی جس سے وہ مر گیا۔ اس کا سبب بداعتقادی اس کی تھی۔ آدمی کو ہر بات میں صدق سے کام لینا چاہیئے۔ اور نیک عقیدہ رکھنا چاہیئے۔ اور نیک عقیدہ رکھنا چاہیئے۔ اگر بغیر فاتحہ بھی ہاتھ پھیرے تو بھی شفاء ہو جاتی ہے۔ سورۃ فاتحہ تمام دردوں کی دوا ہے۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اور اور سورتوں کا ایک ایک نام رکھا ہے۔ اور سورۃ فاتحہ کے سات نام فاتحۃ الکتاب سبع المثانی ام الکتاب۔ ام القرآن۔ سورۃ مغفرت۔ سورۃ رحمت۔ اور سورۃ الکنز رکھے ہیں اس سورۃ میں سات حرف بالکل نہیں آئے۔ اول ث۔ کیونکہ یہ ثبور کا پہلا حرف ہے۔ اور فاتحہ کے پڑھنے والے کو ثبور سے کچھ واسطہ نہیں۔ دوسرا جیم۔ جہنم کا پہلا حرف ہے اس سے بھی پڑھنے والے کو کچھ سروکار نہیں۔ تیسرے ز جو زقوم کا پہلا حرف ہے۔ اور

الحمد کے پڑھنے والے کو زقوم سے کچھ واسطہ نہیں۔ چوتھے ش شقاوت کا پہلا حرف ہے جس سے سورۃ فاتحہ کے پڑھنے والے کو کچھ تعلق نہیں۔ پانچواں۔ظ جو ظلمت کا پہلا حرف ہے جس سے الحمد پڑھنے والے کو ظلمت سے کچھ بھی واسطہ نہیں چھٹے ف فراق کا پہلا حرف ہے۔جس سے الحمد پڑھنے والے کو کچھ سروکار نہیں۔ ساتویں خ۔خواری کا پہلا حرف ہے۔ الحمد کے پڑھنے والے کو خواری سے بھی کچھ تعلق نہیں۔ اس سورت میں سات آیتیں ہیں۔ امام ناصر بستی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس سورۃ میں سات آیتیں ہیں۔ اور خدا نے انسان کے جسم میں ہفت اندام پیدا کئے ہیں۔ جو شخص ان کو پڑھتا ہے گناہ ساتوں دوزخوں سے

پھر فرمایا کہ مشائخ طبقات اور اہلِ سلوک لکھتے ہیں کہ اس سورۃ میں ایک سو چوبیس حرف ہیں۔ اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گذرے ہیں۔ اس سورۃ کے ہر حرف کے بدلے ہزار پیغمبر کا ثواب ہے، جو ملتا ہے۔

پھر فرمایا کہ الحمد کے پانچ حرف ہیں۔ حق تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرمائی ہے۔ جو شخص اسے پڑھتا ہے۔ تو جو شخص اس نے پانچوں نمازوں ہی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ میں تین حرف ہیں۔ اگر پانچ الحمد کے ملاؤ۔ تو کل آٹھ ہو جاتے ہیں۔ اس کے پڑھنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ بہشت کے آٹھوں دروازے کھول دیتا ہے۔ تاکہ جس دروازے سے اس کی مرضی ہو۔ داخل ہو سکے۔ رب العلمین میں دس حرف ہوتے ہیں۔ دس اور آٹھ مل کر اٹھارہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں۔ جو شخص یہ اٹھارہ حرف پڑھتا ہے۔ اسے اٹھارہ ہزار عالم کا ثواب ملتا ہے۔ الرحمٰن میں چھ حرف ہیں۔ چھ اور اٹھارہ مل کر چوبیس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دن رات کے چوبیس گھنٹے بنائے ہیں۔ جو بندہ ان چوبیس حروف کو پڑھتا ہے۔ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے۔ گویا کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ الرحیم کے چھ حرف ہیں۔ چھ اور چوبیس مل کر تیس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پل صراط بمقدار تیس ہزار سال راہ بنایا ہے۔ جو بندہ ان تیس حرفوں کو پڑھتا ہے۔ وہ پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جاتا ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں بارہ حرف ہیں۔ بارہ اور تیس ملا کر بیالیس ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے سال کے بارہ مہینے کئے۔ جو شخص ان بارہ حرفوں کو پڑھتا ہے۔ اس کے بارہ مہینے کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں آٹھ حرف ہیں۔ آٹھ اور بیالیس پچاس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے روز قیامت جو پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا۔ پیدا کیا ہے۔ جو بندہ ان پچاس حروف کو پڑھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سے صدیقوں کا سا معاملہ کرتا ہے۔ اور وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں گیارہ حرف ہیں۔ گیارہ اور پچاس مل کر اکسٹھ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں اکسٹھ دریا پیدا کئے ہیں جو شخص ان اکسٹھ حروف کو پڑھتا ہے۔ تو اکسٹھ دریاؤں کے قطروں کے موافق نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ اور اسی قدر بدیاں اس کے نامۂ اعمال سے مٹائی جاتی ہیں۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں انیس حرف ہیں۔ انیس اور اکسٹھ اسی ہوتے ہیں۔ جو دنیا میں شراب پیتا ہے۔ اسے اسی دُرّے لگانے کا حکم ہے۔ اس کے پڑھنے والے کو اسی دُرّے معاف کرتا ہے۔ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ اٰمِیْن میں چالیس حروف ہیں۔ چالیس اور اسی ملا کر ایک سو بیس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر پیدا کئے ہیں۔ جو ان ایک سو چوبیس حروف کو پڑھتا ہے۔ اسے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کا ثواب ملتا ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سفر کر رہا تھا۔ جب دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے۔ تو کشتی نہ پائی۔ ہمیں جلدی تھی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو جب بند کیں۔ تو اپنے تئیں اور خواجہ صاحب کو دریا کے کنارے کھڑا دیکھا میں نے عرض کی کہ ہم کس طرح دریا پار ہو گئے۔ فرمایا میں نے پانچ مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر پانی پر قدم رکھا اور پار ہو گئے۔ پس اگر کوئی شخص کسی مہم کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھے۔ اور حاجت پوری نہ ہو۔ تو میرا دامن پکڑے۔ جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو خلقت اور میں واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؁

مجلس (۸)

جمعرات کے روز قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ورد اور تسبیح کے بارہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص ورد مقرر کرے۔ اسے روزانہ پڑھنا چاہیئے۔ اور دن کو اگر نہ پڑھ سکے۔ تو رات کو ضرور پڑھے۔ لیکن پڑھے ضرور۔

بعد ازاں کسی اور کام میں مشغول ہوئے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ورد کا تارک لعنتی ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا رضی الدین رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے پر سے گر پڑے جس سے پاؤں میں چوٹ آ گئی۔ جب گھر آئے۔ تو سوچا۔ کہ یہ بلا مجھ پر کہاں سے آئی۔ یاد آ گیا کہ صبح کی

نماز کے بعد سورۃ یٰسین پڑھا کرتا تھا۔ وہ آج نہیں پڑھی۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ دین خواجہ عبداللہ مبارک نام سے ایک مرتبہ وظیفہ نہ ہو سکا۔ اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ اے عبداللہ! جو عہد تونے ہم سے کیا تھا شاید تو بھول گیا ہے۔ یعنی وظیفہ تو نے آج نہیں پڑھا۔

پھر فرمایا کہ انبیاء اولیاء مشائخ اور مردانِ خدا کا وظیفہ جو ہوتا ہے۔ وہ برابر پڑھتے ہیں۔ اور جو کچھ اپنے پیروں سے سنتے ہیں۔ بجا لاتے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ جو ورد ہمارے خواجگان سے منقول ہیں۔ وہ ہم پڑھتے ہیں۔ تم بھی پڑھا کرو۔ تاکہ وظیفے میں ناغہ نہ ہو۔ اور جب اُٹھو! تو دائیں پہلو اُٹھو۔ اور بسم اللہ پڑھ کر باشرائط وضو کرو پھر دوگانہ ادا کرکے مصلے پر بیٹھو۔ اور سورۃ بقر کی چند ایک آیتیں اور سورۃ انعام کی تین آیتیں پڑھ کر یہ ذکر ستر مرتبہ کہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پھر صبح کی نماز کی سنتیں اس طرح ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ اور الم نشرح۔ دوسری میں سورۃ فاتحہ اور الم ترکیف۔

بعد ازاں فرمایا سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ استغفر اللہ من کل ذنبٍ واتوب الیہ پڑھے۔ جب صبح کی نماز ادا کر چکے تو قبلہ رخ بیٹھ کر دس مرتبہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لایموت ابد ابد اذوالجلال والاکرام بیدہ الخیر وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر پڑھے۔ پھر تین مرتبہ اشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ کہے۔ پھر تین مرتبہ اللھم صل علیٰ محمد ما اختلف الملوان وتعاقب العصران و تکرار الحدیدان واستصحب الفرقدان والقمران بلغ علیٰ روح محمد منی التحیۃ والسلام پڑھے۔ پھر تین مرتبہ یا عزیز یا غفور پڑھے۔ پھر تین مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے۔ پھر تین مرتبہ استغفر اللہ من کل ذنب واتوب الیہ پڑھے۔

بعد ازاں یہ پڑھے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم غفار الذنوب ستار العیوب علام الغیوب کشاف الکروب مقلب القلوب اتوب۔

بعد ازاں تین مرتبہ یا حی یا قیوم یا حنان یا منان یا دیان یا سبحان یا سلطان یا بدیع السمٰوات والارض یا ذالجلال والاکرام برحمتک یا ارحم الراحمین:
بعد ازاں تین مرتبہ کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا قدیم یا دائم یا حی یا قیوم یا احد یا صمد یا حلیم یا عظیم یا علی یا نور یا فرد یا وتر یا باقی یا حی یا قیوم یا حی رفض حاجتی بحق محمد و آلہٖ اجمعین:
بعد ازاں اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ نام پڑھے بعد ازاں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ننانوے نام پڑھے۔ جو یہ ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد۔ احمد۔ بشیر۔ محمود۔ قاسم۔ عاقب خاتم۔ حاشر۔ حی ماحی۔ داعی۔ سراج منیر۔ بشیر۔ نظیر۔ ھادی۔ محمدی۔ رسول۔ رحمۃ۔ نبی۔ طٰہٰ۔ یٰسٓ۔ مزمل۔ مدثر۔ صفی۔ خلیل۔ کریم۔ حبیب۔ مجید۔ احد۔ وحید۔ نیم۔ جامع۔ مقضی۔ مقتضی۔ رسول۔ الملاحم رسول الرحمۃ۔ کامل۔ اکمل۔ مصطفٰی۔ مرتضٰی۔ مختار۔ ناھی۔ قائم۔ حافظ۔ حافظ۔ شھید۔ عادل۔ حکیم۔ نور۔ حجۃ۔ بیان۔ برھان مومن۔ مطیع۔ مذکر واعظ۔ واحد۔ امین۔ صادق۔ ناطق۔ صاحب۔ مکی۔ مدنی۔ ابطحی۔ عربی۔ ھاشمی۔ مضری۔ امن۔ عزیز۔ حریص۔ روف۔ یتیم۔ طیب۔ طاھر۔ نصیح۔ سید۔ متقی۔ امام۔ حق۔ مبین۔ اوّل۔ اٰخر۔ ظاھر۔ باطن شفیع۔ محرم۔ امر۔ ناھی۔ حلیم۔ شھید۔ قریب۔ منیب۔ ولی۔ عبداللہ۔ محمد کرامت اللہ و محمد اٰیت اللہ وسلم تسلیما۔ کثیرا کثیرا۔ برحمتک یا ارحم الراحمین:
بعد ازاں تین مرتبہ درود پڑھے۔ اللّٰھم صل علی محمد حتی لا یبقی من الصلوٰۃ شیٔ وارحم علی محمد حتی لا یبقی من الرحمۃ شیٔ وبارک علی محمد حتی لا یبقی من البرکات شیٔ:
پھر ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہٗ سنۃ و لا نوم لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض من ذالذی یشفع عندہٗ الا باذنہٖ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیٔ من علمہٖ الا بما شاء وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض ولا یؤدہٗ حفظھما وھو العلی العظیم:

بعدازاں تین مرتبہ کہے۔ اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

بعدازاں تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے۔ بعدازاں سات مرتبہ پڑھے۔ فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

پھر تین مرتبہ پڑھے۔ ربنا لا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکٰفرین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

بعدازاں تین مرتبہ پڑھے۔ اللّٰھم اغفرلی ولوالدی ولجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

بعدازاں تین مرتبہ کہے۔ سبحان الاول المبدی سبحان الباقی المعید اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ کفواً احد۔

پھر تین مرتبہ یہ کہے۔ وان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیءٍ علماً۔

پھر تین مرتبہ یہ کہے۔ اتوب توبۃ عبدٍ ظالمٍ لا یملک لنفسہٖ نفعاً ولا ضراً ولا موتاً ولا حیٰوۃ ولا نشوراً۔

بعدازاں تین مرتبہ کہے۔ اللّٰھم یا حی یا قیوم یا اللہ یا الٰہ الا انت اسئلک ان تحی قلبی بنور معرفتک ابداً یا اللہ یا اللہ۔

بعدازاں تین مرتبہ یہ کہے۔ یا مسبب الاسباب یا مفتح الابواب یا مقلب القلوب والابصار یا دلیل المتحیرین یا غیاث المستغیثین اغثنی توکلت علیک یا رب وفوضت امری الیک یا رب لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن بحق ایاک نعبد وایاک نستعین۔

بعد ازاں ایک مرتبہ کہے۔ اللّٰھم انی اسئلک یا من علیک حوائج السائلین ویعلم ضمیر الصامتین فان لک من کل مسئلۃ منک سمعاً حاضراً جواباً عتیداً وان لک من کل صامت علماً ناطقاً فاعطنا مواعیدک الصادقۃ وایادیک الشاملۃ ورحمتک الواسعۃ ونعمتک السابغۃ النظر الی نظرۃ برحمتک یا ارحم الراحمین ؛

بعد ازاں ایک مرتبہ یہ کہے یا حنان یا منان یا دیان یا برھان یا سبحان یا غفران یا ذا الجلال والاکرام ؛

پھر تین مرتبہ کہے۔ اللّٰھم اصلح امۃ محمد اللّٰھم ارحم امۃ محمد اللّٰھم فرج عن امۃ محمد ؛

پھر تین مرتبہ کہے۔ اللّٰھم انی اسئلک باسمائک واسمک الاعظم ان تعطین ما سألتک بفضلک وکرمک یا ارحم الراحمین الحمد للّٰہ الذی فی السمٰوٰت عرشہ والحمد للّٰہ الذی فی القبور قضاؤہ وامرہ والحمد للّٰہ الذی فی البر والبحر سبیلہ والحمد للّٰہ الذی لا ملاذ ولا ملجا الا الیہ رب لا تذرنی فرداً وانت خیر الوارثین ؛

بعد ازاں تین مرتبہ یہ کہے۔ سبحان اللّٰہ ملاء المیزان ومنتھی العلم وزینۃ العرش ومبلغ الرضاء برحمتک یا ارحم الراحمین ؛

پھر ایک مرتبہ یہ پڑھے۔ رضیت باللّٰہ یا کریماً وبمحمد نبینا وبالاسلام علینا وبالقرآن اماماً وبالکعبۃ وقبلۃ وبالمؤمنین اخواناً ؛

پھر تین مرتبہ یہ کہے۔ بسم اللّٰہ خیر الاسماء بسم اللّٰہ رب الارض والسماء بسم اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمہٖ شیٔ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ط

بعد ازاں چند مرتبہ یہ کہے۔ اللّٰھم اجرنا من النار یا مجیر

بعد ازاں دس مرتبہ یہ کہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دسویں مرتبہ محمد رسول اللّٰہ کہے۔

پھر ایک مرتبہ یہ کہے۔ واشھد ان الجنۃ حق والنار حق والمیزان حق والموت حق والسوال حق والصراط حق والشفاعۃ حق وکرامۃ الاولیاء حق ومعجزۃ الانبیاء

حق ذالک ادالدنیا وان الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیھا۔ وان اللہ یبعث من فی القبور ؁
پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے۔ اللّٰھم زدنورنا وزدحضورنا وزد مغفرتنا
وزد طاعتنا وزد نعمتنا وزد محبتنا وزدعشقنا وزد قبولنا برحمتک یا ارحم الرحمین ؁
بعد ازاں مسبعات عشرہ اور سورۃ یٰسٓ پڑھے۔ پھر سورۃ الملک پھر سورۃ جمعہ
پھر جب سورج بلند ہو تو اشراق کی نماز دس رکعت پانچ سلام سے اس طرح پڑھے
کہ پہلی رکعت میں فاتحہ ایک مرتبہ اذا زلزلت الارض زلزالھا ایک مرتبہ دوسری رکعت
میں فاتحہ ایک مرتبہ اور انا اعطینٰک الکوثر ایک مرتبہ نماز کے بعد دس مرتبہ درود
شریف پڑھ کر تلاوت قرآنی میں مشغول ہو۔ پھر چاشت کی نماز بارہ رکعت چھ سلاموں سے
اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں بارہ فاتحہ ایک بار اور سورۃ والضحیٰ ایک بار سلام
کے بعد سو مرتبہ کلمہ سبحان اللہ اخیر تک پڑھے۔ اور سو مرتبہ درود پڑھے۔ پھر دیر تک تلاوت
قرآنی میں مشغول ہووے۔ البتہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی۔ پھر دس سورتیں پڑھے
یعنی الم ترکیف سے لے کر قل اعوذ برب الناس تک سلام کے بعد دس مرتبہ درود
پڑھے۔ پھر سورۃ نوح پڑھے اور یاد الٰہی میں عصر کی نماز تک مشغول رہے۔ پھر سو مرتبہ
لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے۔ پھر سورۃ فتح پھر سورۃ الملک
پانچ مرتبہ پڑھے۔ پھر سورۃ عم یتساءلون اور سورۃ والنازعات پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ
اسے قبر میں نہ چھوڑے گا۔ پھر یاد الٰہی میں مشغول ہووے۔ ؁

شرح مشائخ میں لکھا ہے کہ جو شخص سورۃ والنازعات پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبر
میں نہ چھوڑے گا۔ اس کے بعد شام کی نماز ادا کرے۔ سنتوں کے بعد دو رکعت نماز حفظ
ایمان ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص تین مرتبہ اور قل اعوذ برب
الفلق ایک مرتبہ اور دوسری رکعت میں فاتحہ ایک مرتبہ۔ اخلاص تین مرتبہ اور قل
اعوذ برب الناس ایک مرتبہ پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر سر سجدے میں رکھ کر
کہے۔ یاحی یا قیوم ثبتنی علی الایمان۔ پھر نماز اوابین ادا کرے۔ لیکن ہمارے
نزدیک چھ رکعت تین سلام سے ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اذا زلزلت

الارض دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد الھٰکم التکاثر تیسری میں فاتحہ کے
بعد سورۃ واقعہ پڑھے۔ پھر نماز عشار تک یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ پھر عشار کی
نماز سے پہلے یہ دعار پڑھے۔ اللّٰھم اعنی علیٰ ذکرك و شکرك وحسن عبادتك
پھر عشار کی نماز چار رکعت ادا کرے۔ اس طرح کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد
تین مرتبہ آیۃ الکرسی اور باقی تینوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد تینوں قل۔ انشاراللہ حاجت
روا ہوگی۔ پھر چار رکعت نماز صلوٰۃ السعادۃ ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد
تین مرتبہ انا انزلناہ اور پندرہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر سر
سجدے میں رکھ کر تین مرتبہ یہ کہے۔ یا حی یا قیوم ثبتنا علی الایمان پھر جب
بیٹھے۔ تو یہ دعار پڑھے۔ اللّٰھم انی اسئلك برکۃ فی العمر وصحۃ فی المعیشۃ و
وسعۃ فی الرزق وزیادۃ فی العلم وثبتنا علی الایمان ؛

بعد ازاں رات کے تین حصّے کرے۔ پہلا حصّہ نماز میں گزارے۔ دوسرا تہجد
میں جس کے بارے میں رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ یہ نماز ہمارے
لئے فرض ہے۔ یہ چار سلام سے ادا کرے۔ اور جس قدر قرآن شریف یاد ہو۔ پڑھے
پھر تھوڑی دیر سو جائے۔ پھر اُٹھ کر تازہ وضو کرے۔ اور صبح کاذب تک یاد الٰہی میں
مشغول رہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ سے تہجد کی نماز فوت ہوگئی۔ تو گھوڑے سے
گر کر اس کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ سوچنے لگا کہ یہ مصیبت کیوں نازل ہوئی۔ غیب سے آواز
آئی کہ تہجد کی نماز تجھ سے فوت ہوگئی۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ صبح کاذب
تک مشغول رہے۔ اسی طرح ہر روز کیا کرے۔ لیکن اس میں کمی بیشی نہ کرے۔ تاکہ
مشائخ کی سنّت ادا ہو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

مجلس (۹)

جب پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی تو اس وقت شیخ اوحد کرمانی شیخ واحد برہان غزنوی خواجہ سلیمان عبدالرحمٰن اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے۔ بات سلوک کے بارے میں شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ مشائخ نے سلوک کے سو درجے مقرر کئے ہیں۔ ان میں سے سترھواں مرتبہ کشف وکرامت کا ہے۔ پس جو شخص اس سترھویں درجے میں اپنے تئیں ظاہر کردے۔ وہ باقی کے تراسی کس طرح حاصل کرے گا۔ سالک کو چاہیئے کہ جب تک سویں مرتبہ پر نہ پہنچ جائے۔ اپنے تئیں ظاہر نہ کرے۔

پھر فرمایا کہ خواجگان چشت کے خاندان میں بعض نے پندرہ درجے مقرر کئے ہیں جن میں پانچواں کشف وکرامات کا ہے۔ ہمارے خواجگان فرماتے ہیں۔ کہ جب تک پندرھویں درجے تک نہ پہنچ جائے اپنے تئیں ظاہر نہ کرے۔ پھر کامل ہوگا۔

نیز فرمایا کہ سلوک کی بابت لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ آپ دیدار کیوں نہیں چاہتے؟ اگر چاہو تو ضرور مل جائے۔ فرمایا میں ایک چیز نہیں چاہتا وہ یہ ہے کہ جو موسیٰ علیہ السلام نے مانگی۔ اور اسے نصیب نہ ہوئی۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے مانگے ملی۔ پس بندے کو خواہش سے کیا واسطہ۔ اگر وہ اس کے لائق ہوگا۔ تو خود ہی حجاب اٹھادیں گے۔ اور تجلی ہوجائے گی۔ پس کیا ضرورت ہے کہ ہم خواہش کریں۔

بعد ازاں عشق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہوتا ہے۔ جو اس میں جائے۔ اسے جلا دیتا ہے۔ اور ناچیز کردیتا ہے۔ کیونکہ عشق کی آگ سے بڑھ کر کوئی آگ تیز نہیں ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ مقام قرب میں پہنچے۔ تو غیب سے آواز آئی کہ اے بایزید! آج تیری درخواست اور ہماری بخشش کا وقت ہے جو چاہتا ہے مانگ۔ ہم دیں گے۔ خواجہ صاحب نے سر بسجدہ ہوکر عرض کیا کہ بندے کو خواہش سے کیا واسطہ۔

جو کچھ بادشاہ سے عطا ہوگا۔ اسی پر راضی ہے۔ آواز آئی۔ اے بایزید! ہم نے تجھے آخرت دی عرض کی۔ کہ وہ دوستانہ الٰہی کا قیدخانہ ہے۔ پھر آواز آئی۔ اے بایزید! بہشت۔ دوزخ عرش کرسی اور جو ہماری ملکیت ہے۔ سب کچھ تجھے دیا۔ عرض کی۔ نہیں۔ آواز آئی کہ پھر تیرا کیا مطلب ہے؟ عرض کی۔ پروردگار! تجھے خود معلوم ہے۔ آواز آئی۔ اے بایزید! کیا تو ہمیں طلب کرتا ہے؟ اگر میں تیری طلب کروں۔ تو پھر کیا کرے؟ یہ آواز سنتے ہی عرض کی کہ مجھے تیری قسم! اگر تو مجھے طلب کرے۔ تو قیامت کے دن جب میرا حشر ہو۔ تو دوزخ کے پاس کھڑے ہو کر ایک ہی آہ سے دوزخ کی آگ کو نابود کر دوں۔ کیونکہ محبت کی آگ کے مقابلے میں دوزخ کی آگ کی کچھ حقیقت نہیں۔ جب یہ قسم کھائی۔ تو آواز آئی۔ اے بایزید! جو کچھ تو چاہتا ہے وہ تجھے مل گیا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ رابعہ بصری ایک رات عشق کے شوق و اشتیاق کی وجہ سے "الحریق الحریق" پکارتی تھیں۔ اہل بصرہ یہ فریاد سن کر باہر نکلے تاکہ آگ بجھائیں۔ ان میں ایک شخص واصل خدا تھا۔ اس نے کہا۔ کیسے بے وقوف ہیں۔ جو رابعہؒ کی آگ بجھانے آئے ہیں۔ اس کے تو سینے میں عشق کی آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ یہ وصالِ دوست کے سوا نہیں بجھے گی۔

پھر فرمایا کہ منصورؒ حلاج سے پوچھا گیا۔ کہ دوست کے عشق میں کمالیت کس بات کا نام ہے؟ فرمایا جب معشوق سیاست کرنا چاہے۔ اور عاشق کا سر کاٹنا چاہے۔ تو چون و چرا نہ کرے۔ اور رضائے معشوق میں کمربستہ رہے۔ اور اس کے مشاہدہ میں ایسا مستغرق رہے۔ کہ اسے بند چھنے کھلنے کی ذرہ بھر خبر نہ ہو۔ پھر خواجہ معین الدین ادام اللہ تقوٰہٗ نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا:

خوب رویاں چوں بندہ گیرند عاشقاں پیش شاں چنیں میرند

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ بغداد میں ایک عاشق کو ہزار کوڑا لگایا گیا نہ تو اس نے ہاتھ اٹھایا۔ اور نہ اس کے پاؤں نے لغزش کھائی۔ ایک واصل نے اس سے پوچھا۔ کیا حالت ہے۔ کیا میرا معشوق میرے سامنے تھا۔ اس کے مشاہدہ کی قوت سے مجھے ذرا تکلیف نہیں ہوئی۔ بلکہ خبر بھی نہیں ہوئی۔

امام محمد غزالی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد میں کسی عیار کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ تو وہ ہنستا تھا۔ ایک نے اس سے ہنسی کا سبب پوچھا۔ کہا میرا محبوب آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس کی قوت مشاہدہ کے باعث مجھے اس کی درد کی خبر ہی نہیں۔ میں ایسا مستغرق تھا کہ مجھے ہاتھ پاؤں کٹنے کی خبر ہی نہیں۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا ۔

او بر سر قتل و من در رد حیرانم کاں راندن تیغش چہ نکو مے آید

بعد ازاں اہلِ سلوک اور عارفوں کے احوال کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے مناجات کے وقت یہ الفاظ کہے۔ کیف السلوک علیک آواز آئی۔ اے بایزید اطلق نفسک ثلث دقل ھواللہ۔ یعنی پہلے اپنے تئیں تین طلاق دے اور پھر ہماری بات کر۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب تک آدمی راہ سلوک میں پہلے دنیا و مافیہا اور پھر اپنے تئیں نہ چھوڑے ۔ وہ اہلِ سلوک میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ان میں کا ہوتا ہے پس اگر اس کی یہ حالت نہ ہو۔ تو سمجھو کہ جھوٹا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک بزرگ طریقت نے جو اہل عشق تھا۔ ایک مرتبہ مناجات میں کہا کہ تو تو مجھ سے ستر سال کا حساب پوچھے گا لیکن میں تو ستر ہزار سال کا پوچھوں گا کیونکہ ستر اسی ہزار سال کا عرصہ ہوا ہے۔ تو نے الست بربکم کہہ کر سارے جہان میں شور برپا کر دیا۔ یہ شور جو زمین و آسمان میں برپا ہے سب الست کے شوق کی وجہ ہے۔ جونہی اس بزرگ نے یہ بات کہی۔ آواز آئی کہ جواب سن! تیری آرزو تجھے مل جائے گی یعنی میں تیرے وجود کو ذرہ ذرہ کر کے ہر ذرے کو دیدار دکھاؤں گا۔ اور کہوں گا۔ یہ ہیں ستر ہزار سال۔ اور باقی الگ رکھ دوں گا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ عارف ہر روز یہی بات کہا کرتا ہے کہ ہر ایک شخص کسی چیز کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لیکن میں کسی چیز کی طرف مائل نہیں ہوتا پس ایک مرتبہ بھی میں نے فدا نہ کیا۔ خواہ ساتوں زمینیں درہم برہم ہو جائیں۔ میں کبھی اپنے لئے نہ طلب کروں گا۔ پھر غلبات شوق میں کہا کہ اس نے مجھے دیکھنا چاہا۔ لیکن ہم نے اسے دیکھنا نہ چاہا۔ یعنی بندے کو مراد اور خواہش سے کیا کام ؟

ایک مرتبہ ایک بزرگ نے بیان کیا کہ ہم نے سہل سے منہ پھیر لیا۔ اور جب بارگاہ میں گئے۔ تو انہیں اپنے

سے پہلے موجود پایا۔ جو کچھ ہم چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عنایت کاملہ سے پہلے ہی ہمیں پہنچا دیا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک بزرگ یہ فرماتا تھا کہ جب سانپ کی طرح کینچلی سے نکلا۔ اور نگاہ کی۔ تو عاشق معشوق دونوں کو ایک ہی پایا۔ یعنی عالم توحید میں ایک ہی ہے۔ اسی واسطے تو نے ایک ہی دیکھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب عارف کا حال کامل ہو جاتا ہے۔ تو لا کھوں مقام سے باہر نکلتا ہے۔ اور اپنا کام ترقی پر دیکھتا ہے۔ اگر اس مقام سے نہ نکلے تو اسی مقام میں حیران رہ جاتا ہے۔ یعنی ابھی کفار پر ہے۔ اسے راہ ہی معلوم نہیں۔ اس واسطے زیادہ تر ضائع ہی رہتا ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تینتیس سال سے حق میں تھا۔ اب میں نے اپنا آئینہ دے دیا یعنی جو کچھ میں نے دیکھا تھا۔ وہ نہ رہا۔ اور شرکت وغیرہ اور تکبر و خودی بالکل اُٹھ گئی لیکن چونکہ میں نہیں رہا ہوں۔ اس لئے حق تعالیٰ ہی اپنا آئینہ ہے۔ اور جو کچھ میں کہتا ہوں وہ اپنا آئینہ ہے یعنی حق تعالیٰ میری زبان سے کہتا ہے۔ اور میرا بیچ میں دخل نہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ میں اس درگاہ میں کئی سال مجاور رہا۔ آخر سوائے حسرت کے کچھ نصیب نہیں ہوا۔ جب میں بارگاہ میں آیا۔ تو کوئی تکلیف نہ تھی۔ اہل دنیا۔ دنیا میں اور اہل آخرت۔ آخرت میں مشغول تھے۔ مُدّعی۔ دعوٰی میں اور اہل تقویٰ۔ تقویٰ میں۔ بعض کھانے پینے میں بعض سماع و رقص میں مشغول تھے۔ اور بعض بادشاہ کے پاس تھے۔ جو دریائے عجز میں غرق تھے

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ مدت کا ذکر ہے کہ میں خانہ کعبہ کے گرد پھرتا تھا۔ اب خانہ کعبہ میرے گرد پھرتا ہے۔

پھر فرمایا جب میں خدا رسیدہ ہوا۔ تو ایک رات عشق میں مَیں اپنے دل کو طلب کر رہا تھا۔ صبح کے وقت آواز آئی۔ اے بایزید! کیا تو ہمارے سوا اور کچھ طلب کرتا ہے۔ تجھے دل سے کیا سروکار ہے؟

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ عارف وہ شخص ہے۔ کہ خواہ کہیں ہو۔ اور خواہ کچھ طلب کرے اسی کے پاس آئے۔ جس سے بات کہے۔ جواب اُسی سے سُنے۔ اس راہ میں وہ عارف نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کے درپے ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ عارفوں کا درجہ اس قسم کا ہوتا ہے۔ کہ جب اس درجہ پر پہنچتے ہیں۔ تو دنیا و مافیہا اپنی انگلیوں میں دیکھتے ہیں۔ چنانچہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ نے طریقت میں کہاں تک ترقی کی ہے؟ فرمایا۔ یہاں تک کہ جب میں اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان نگاہ کرتا ہوں۔ تو اس میں تمام دنیا و مافیہا دکھائی دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ مرید کو طاعت میں مزہ آتا ہے۔ اسے طاعت میں مزہ اس وقت آتا ہے جب اسے طاعت میں خوشی و خورمی حاصل ہوتی ہے۔ اس خوشی سے اسے حجاب بھی قریب ہو جاتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ عارف کا سب سے کمتیل درجہ یہ ہے کہ صفات حق اس میں پائی جاتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رابعہ بصری نے شوق کے غلبہ میں کہا۔ اے درویش! اگر خلقت کے بدلے مجھے آگ میں جلایا جائے۔ اور میں صبر کروں۔ تو چونکہ مجھے محبت کا دعویٰ ہے۔ اس لئے میں نے گویا کچھ نہیں کیا۔ اگر میرے گناہ ساری خلقت کے عوض بخش دے۔ تو چونکہ اس کی رحمت، مہربانی اور عنایت ہے۔ ابھی بہت کام نہیں کیا۔

پھر فرمایا۔ اہل سلوک کے مذہب میں کسی پر تعجب کرنا بھی ایک گناہ ہے۔ پھر فرمایا کہ گناہ سے بھی بدتر۔ کیونکہ گناہ سے ایک مرتبہ توبہ کی جاتی ہے۔ اور طاعت سے ہزار مرتبہ۔ یعنی خود پسندی بڑا سخت گناہ ہے۔

پھر فرمایا کہ محبت حق میں عارف کا کمال درجہ یہ ہے کہ پہلے خود دلی نور دکھائے۔ اور پھر اگر کوئی شخص اس کے پاس دعویٰ کرکے آئے۔ تو اسے بزور کرامت قائل کرے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ اوحد کرمانی اور شیخ عثمان ہارونیؒ کے ہمراہ میں مدینے کی طرف سفر کر رہا تھا جب ہم دمشق میں پہنچے۔ تو وہاں پر مسجد کے سامنے بارہ ہزار انبیاء کے روضے دیکھے۔ جہاں پر لوگوں کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ ہم نے انبیاء کی زیارت کی۔ اور وہاں کے بزرگ کو دریافت کیا۔ چنانچہ ایک روز میں شیخ اوحد کرمانی اور شیخ عثمان ہارونی کے ہمراہ ایک بزرگ واصل حق درویش محمد عارف نامی کو دمشق کی مسجد میں دیکھا۔ چند اور درویش اس کے پاس بیٹھے تھے۔ اور بات اس بارے میں ہو رہی تھی۔ کہ جو شخص کسی چیز کا دعویٰ کرے۔ جب تک وہ لوگوں میں اس کا اظہار نہ کرے وہ کب معلوم کر سکتے ہیں؟ الغرض ایک آدمی محمد عارف سے بحث کر رہا تھا۔ اور محمد عارف کہتا

تھا کہ قیامت کے دن درویشوں سے معافی مانگی جائے گی۔ اور دولت مند سے حساب کتاب لیا جائے گا۔ اس شخص کو یہ ناگوار گزرا۔ پوچھا کس کتاب میں لکھا ہے؟ خواجہ محمد عارف کو کتاب کا نام یاد نہ تھا۔ کچھ دیر مراقبہ کر کے نام بتایا۔ اس شخص نے کہا جب تک مجھے نہ دکھلاؤ گے میں نہیں مانوں گا۔ سر اٹھا کر کہا۔ جو بندگان خدا کو صحیفہ دکھایا ہے۔ اس مرد کے سامنے رکھ، تاکہ دیکھ لے۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ کتاب جس میں یہ بات لکھی ہوئی تھی۔ اسے دکھائیں۔ اس نے اٹھ کر اقرار کیا۔ اور قدموں میں گر پڑا۔ اور کہا۔ دیکھو۔ یہ ہیں۔ خدا کے مرد۔

بعد ازاں گفتگو اس بارے میں شروع ہوئی کہ جو شخص اس مجلس میں ہے۔ وہ اپنی کرامت دکھلائے۔ یہ سنتے ہی خواجہ عثمان ہارونی نے فوراً مصلے کے نیچے ہاتھ ڈالا اور مٹھی بھر اشرفیاں نکال لائے۔ ایک درویش موجود تھا۔ اسے دے کر فرمایا کہ درویشوں کے لئے حلوا لے آ۔ جب یہ کرامت دکھائی۔ تو شیخ اوحد نے پاس پڑی ہوئی لکڑی پر ہاتھ مارا۔ حکم الٰہی سے وہ لکڑی سونے کی بن گئی۔ پیچھے رہ گیا میں۔ میں اپنے پیر کی وجہ سے کوئی بات ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ شیخ عثمان ہارونی نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا تم کیوں نہیں کچھ کہتے۔ وہاں پر ایک بھوکا درویش تھا۔ جو شرم کے مارے سوال نہیں کرتا تھا۔ میں نے گودڑی میں سے جو کی چار روٹیاں نکال کر اسے دے دیں۔ اس درویش اور خواجہ محمد عارف نے فرمایا کہ درویش میں جب تک اتنی قوت نہ ہو۔ اسے درویش نہیں کہتے۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ کہا کرتا تھا کہ جب سے میں نے دنیا کو دشمن قرار دیا میں خلقت کے نزدیک نہیں گیا۔ خدا کو خلقت پر ترجیح دی۔ اور مجھ پر محبت نے اس قدر غلبہ کیا کہ میں اپنے وجود کو بھی دشمن سمجھنے لگا۔ اور زندگی اور موت کو درمیان سے اٹھا لیا۔ صرف حق تعالیٰ کی بقا اور انس کو چاہتا تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ سلوک کے بارے میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن جب خاص قسم کے عاشقوں کو بہشت میں لے جانے کا حکم ہوگا۔ وہ کہیں گے۔ ہم بہشت کو کیا کریں؟ بہشت اسے دے جس نے بہشت کے لالچ میں تیری پرستش کی۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب اپنا دیدار کسی شخص کو دیا جائے۔ تو پھر وہ بہشت کو کیا کرے۔ پھر یہ اشارہ فرمایا کہ اگر تم سے ہو سکے۔ تو پہلے بقائے

حاصل کرو۔ اگر نہیں کر سکتے۔ تو صلاحیت اور زُہد تو ایک ہوا کی طرح ہے۔ جو تم پر چلتی ہے۔
پھر خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ بہت سے مردوں کو عاجز اور عاجزوں کو مرد بنا دیا ہے (اس راہ میں)۔
پھر اسی بارے میں فرمایا کہ گناہ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جتنا مسلمان بھائی کو خوار کرنا۔ اور اس کی بے عزتی کرنا۔
بعد ازاں فرمایا کہ ایک درویش از حد بزرگ اور واصل تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اہل دنیا دنیا کی راہ میں مغرور ہیں۔ اور اہل آخرت حق کی دوستی کے سرور میں خوش ہیں۔ اور اہل معرفت نور علیٰ نور ہیں یہ ایک بھید ہے جسے اہلِ سلوک ہی جانتے ہیں۔ اہلِ معرفت کی عبادت پاسِ انفاس ہے۔
پھر فرمایا کہ جب عارف خاموش ہوتا ہے۔ تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے۔ اور جب آنکھیں بند کرتا ہے یعنی سوتا ہے۔ تو اس واسطے سر نہیں اٹھاتا کہ شاید اسرافیل کرنا نہ پھونک دے۔
بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حق تعالیٰ کی شناخت کی علامت یہ ہے کہ خاموش رہے۔ اور خلقت سے دور بھاگے۔
پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ شاہ شجاع کرمانی سے پوچھا گیا کہ کے سال سے شناخت حاصل ہوئی۔ فرمایا۔ جب سے شناخت حاصل ہوئی۔ خلقت سے بھاگنے لگا۔
بعد ازاں فرمایا۔ جس نے خدا کو پہچان لیا۔ اگر وہ خلق سے دور نہ بھاگے۔ تو سمجھ لو کہ اس میں کوئی نعمت نہیں۔ پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ عارف وہ شخص ہوتا ہے۔ جو کچھ اس کے اندر ہو۔ وہ دل سے نکال دے۔ تاکہ اپنے دوست کی طرح یگانہ ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے کوئی چیز چھپا نہیں رکھے گا۔ نہ وہ دونوں جہان کی پرواہ کرے گا۔
پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ عارف کا کمال اس میں ہے کہ اپنے تئیں راہ خدا میں جلائے
بعد ازاں فرمایا۔ اگر قیامت کے دن کوئی چیز بہشت میں پہنچائے گی۔ تو زُہد نہ کہ علم۔
پھر فرمایا کہ عارف خواہ معرفت کی بابت کتنا ہی بیان کرے۔ اور دوست کی گلی میں پھرے جب تک معارف یاد نہ کرے۔ تب تک عارف ہو ہی نہیں سکتا۔

بعدازاں فرمایا کہ اہل محبت کی فریاد بوجہ شوق واشتیاق اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ دوست سے مل نہ جائیں۔ اس، اسلئے کہ عاشق اسی وقت واویلا کرتا ہے۔ جب تک معشوق سے اس کا وصال نہ ہو جب معشوق کو دیکھ لیتا ہے۔ تو گفتگو بیچ سے اُٹھ جاتی ہے

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ ندیوں میں بہتا ہوا پانی شور کرتا ہے۔ لیکن جب سمندر میں جا گرتا ہے۔ تو پھر آواز بند ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب عاشق کو معشوق کا وصال ہو جاتا ہے۔ تو عاشق واویلا نہیں کرتا۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ اللہ تعالٰے کے ایسے دوست بھی ہیں۔ کہ اگر دنیا میں وہ ان سے ایک دم حجاب میں رہے۔ تو نابود ہو جائیں۔ اور عبادت نہ کر سکیں۔

بعدازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ عبداللہ حنیف بھول کر دنیا کے کام میں مشغول ہوئے۔ یاد آیا۔ یہ تو دوست کے خلاف ہے۔ قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہوں گا۔ دنیاوی کام میں مشغول نہیں ہوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد پچاس سال تک زندہ رہے لیکن آپ کو کسی دنیاوی کام میں مشغول نہ پایا۔ پھر بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ کے ولولۂ عشق کی بابت فرمایا کہ آپ ہر صبح نماز سے فارغ ہو کر ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر فریاد کیا کرتے تھے۔ ایک روز یہ آواز سنی کہ "یوم تبدل الارض" یعنی اس وقت وصال ہوگا۔ جب یہ زمینیں لپیٹ لی جائیں گی۔ اور زمینیں پیدا کی جائیں گی۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ بسطام کے جنگل میں نکلے۔ عالم شوق واشتیاق میں پڑ کر یہ فریاد کرتے تھے کہ جتنا میں جنگل دیکھتا ہوں۔ اسی قدر مجھے دکھائی دیتا ہے۔ کہ یہاں عشق برسا ہوا ہے۔ یہاں سے پاؤں نکالنا چاہتا ہوں۔ لیکن نہیں نکال سکتا۔

پھر فرمایا کہ محبت کی راہ ایسی راہ ہے کہ جو شخص عشق کی راہ میں پڑتا ہے۔ اس کا نام و نشان نہیں ملتا۔

اسی موقعہ پر فرمایا کہ اہل عرفان یاد الٰہی کے سوا اور کوئی بات زبان سے نہیں نکالتے۔

پھر فرمایا کہ عارف سے ادنیٰ سے ادنیٰ بات یہ ظاہر ہوتی ہے۔ کہ وہ ملک و مال سے بیزار ہو جاتا ہے۔

پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ حق تو یہ ہے کہ وہ اس کی دوستی میں اگر دونوں جہان بھی خرچ کر دیں۔ تو بھی تھوڑا ہے۔

پھر فرمایا کہ اہل محبت اگرچہ محبت میں مہجور ہیں۔ لیکن کام ایسے لوگوں کا سا کرتے ہیں جو سوئے ہوئے ہیں۔ اگر جاگیں۔ تو مطلوب کے طالب ہیں۔ اور اپنے دوست کی طلب گاری سے فارغ ہیں۔ مشاہدۂ معشوق میں مشغول ہیں۔ معشوق ایسا ہے۔ جو خود عاشق کو دیکھنے کے لئے بیٹھا ہے۔ محبت کی راہ میں مطیع کام سے نکلتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ خواجہ سمنون محب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب اولیاء کے دل خود اس بات میں مطیع ہیں۔ کہ اس کی معرفت اور محبت کا بوجھ نہیں اٹھا سکیں گے۔ اس لئے عبادت میں مشغول ہیں۔ پس خاص بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ کیونکہ مجاہدہ و ریاضت سے ملال ہوتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ عارف وہ شخص ہوتا ہے۔ جو اس بات کی کوشش کرے کہ دم ہاتھ میں لائے دم وہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ اور اپنی ساری عمر اس ایک دم کے بدلے میں خرچ کردے اگر ایسے دم کو آسمانوں اور زمینوں میں سالہا سال بھی ڈھونڈے۔ تو بھی نہ پا سکے۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے اپنے پیر شیخ عثمان ہارونی کی زبانی سنا ہے۔ کہ اگر کسی شخص میں تین خصلتیں پائی جائیں۔ تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے۔ سخاوت اور شفقت اور تواضع۔ سخاوت دریا کی سی۔ شفقت آفتاب کی سی۔ اور تواضع زمین کی سی۔

بعدازاں فرمایا کہ حاجی لوگ تو قالب کو لے کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اور پھر بھی انہیں مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا۔ مگر اہل محبت اور عاشق لوگ دل سے حجاب عظمت کے عرش کا طواف کرتے ہیں۔ اگر اس کے سوا کسی اور چیز کو دیکھ پاتے ہیں۔ تو فریاد کرتے ہیں۔ وہ صرف اسی کے مشاہدہ کو پسند کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اہل سلوک میں محبت ایک ایسا عالم ہے۔ کہ لاکھوں علماء اس کے سمجھنے کی خواہش کرتے ہیں۔ لیکن ذرہ بھر بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ اور زہد میں ایسی طاعت ہے۔ جس کی زاہدوں کو

خبر نہیں۔ اور اس سے غافل ہیں۔ وہ ایک بھید ہے۔ جو دونوں جہان سے باہر ہے۔ اور
جسے اہل محبت اور اہل عشق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
پھر فرمایا کہ اسے وہی شخص جانتا ہے۔ جو ان دونوں جہان میں ثابت ہوتا ہے۔ جو اسے جانتا
ہے۔ وہ ہرگز اسے نہیں دیکھتا۔ اس کے بعد دعویٰ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ تاکہ اسے رنج میں رکھے
بعد ازاں فرمایا کہ جو عشق و محبت میں گفتگو اور حرکت و مشغلہ ہے۔ یہ اس وقت ہے جب
تک باہر ہیں۔ جب اندر آجاتے ہیں۔ تو پھر آرام خاموشی اور سکونت حاصل ہوتی ہے۔ گویا
وہ فریاد اور شور نہیں ہوتا۔
پھر فرمایا کہ یہ دلیری اتنی نہیں کہ خواجہ دوست کی درگاہ سے عاری ہے۔ اور اپنے آپ
پر عاشق ہے۔ جب حضوری حاصل ہوتی ہے۔ تو پھر فریاد و گفتگو نہیں رہتی۔ جب خواجہ صاحب
یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو دعا گو اور خلقت واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

جمعرات کے روز قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بہت سے بزرگ اور اصحاب سلوک
حاضر تھے۔ اور بات نیک صحبت کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے زبان مبارک سے
فرمایا۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ الصحبۃ تؤثر۔ یعنی صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ اگر کوئی برا شخص
نیکوں کی صحبت اختیار کرے۔ تو اُمید ہے کہ وہ نیک ہو جائے گا۔ اور اگر نیک شخص بدوں
کی صحبت میں بیٹھے۔ تو بد ہو جائیگا۔ کیونکہ جس کسی نے کچھ حاصل کیا صحبت سے حاصل کیا۔
اور جو نعمت حاصل ہوئی۔ وہ نیکوں سے حاصل ہوئی۔
پھر فرمایا کہ اگر کوئی برا شخص کچھ عرصہ نیکوں کی صحبت میں رہے۔ تو ضرور ان کی صحبت کا اثر
اس میں ہو جائے گا۔ اور وہ نیک بن جائے گا۔ اور اگر نیک شخص بدوں کی صحبت میں بیٹھے
تو ان کی صحبت کا اثر اسے بد کر دے گا۔
پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ سلوک میں آیا ہے کہ نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر

ہے۔ اور بروں کی صحبت بدکام سے بری ہے
پھر فرمایا کہ جب خلافت حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو ملی۔ تو اس وقت عراق کا بادشاہ لڑائی میں گرفتار ہو کر آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو مسلمان ہو جائے گا۔ تو تجھے عراق کا بادشاہ کر دیا جائے گا۔ اس نے انکار کیا۔ پھر فرمایا۔ "اما ان الاسلام واما ان السیف" یعنی یا تو اسلام اختیار کرو۔ ورنہ قتل کیا جائے گا۔ اس نے پھر بھی انکار کیا۔ فرمایا۔ تلوار لاؤ۔ وہ بادشاہ نہایت عقلمند تھا۔ جب یہ حالت دیکھی۔ تو آپ سے مخاطب ہو کر کہا۔ میں پیاسا ہوں۔ مجھے پانی پلاؤ۔ حکم دیا کہ اسے شیشے کے برتن میں پانی پلاؤ۔ اس نے کہا۔ میں اس برتن میں نہیں پینا چاہتا فرمایا۔ چونکہ بادشاہ ہے۔ اس لئے سونے یا چاندی کا برتن لاؤ۔ کہا۔ میں مٹی کے برتن میں پانی پیونگا سب پانی منگا کر اسے دیا گیا۔ تو کہا کہ مجھ سے عہد کرو کہ میں جب تک یہ پانی نہ پیوں۔ مجھے قتل نہ کرنا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا! میں نے اقرار کیا۔ کہ جب تک تو یہ پانی نہیں پیئے گا میں قتل نہ کروں گا۔ بادشاہ نے فوراً کوزہ زمین پر دے مارا۔ کوزہ ٹوٹ گیا اور پانی گر گیا۔ پھر کہا۔ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ کہ جب تک میں یہ پانی نہ پیوں گا قتل نہ کیا جاؤں گا۔ آپ اس کی دانائی سے متعجب ہوئے۔ فرمایا۔ تجھے معاف کیا۔ پھر اسے ایک صالح اور زاہد شخص کے سپرد کیا۔ جب کچھ مدت اس صالح شخص کی صحبت میں رہا۔ تو اس کی صحبت نے اس میں اثر کیا۔ آپ کی طرف پیغام بھیجا۔ تاکہ اسلام قبول کروں۔ جب اسلام قبول کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اب ہم نے عراق کی حکومت تجھے دی۔ جواب دیا۔ مجھے ملک درکار نہیں۔ بلکہ ملک عراق کا کوئی ویران گاؤں دو۔ جو میری وجہ معاش کے لئے کافی ہو۔ آپ نے منظور فرما کر اپنے آدمیوں کو عراق میں بھیجا۔ آخر بڑی تفتیش کے بعد بھی کوئی ویران گاؤں نظر نہ آیا۔ جب بادشاہ کو کہا گیا۔ اس نے کہا۔ میرا اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ میں نے ملک عراق ایسی حالت میں دیا ہے کہ اس میں ایک گاؤں بھی غیر آباد نہیں۔ اگر اس کے بعد کوئی گاؤں ویران ہوگا۔ تو اس کا جواب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو دینا ہوگا۔ نہ کہ مجھے۔ پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ وہ بادشاہ کیسا ہی عقلمند اور دانا تھا۔
پھر فرمایا کہ میں نے شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ لوگ اس وقت اسم فقر

بھلائی اختیار کرو۔ برائی سے بچو۔

کے مستحق ہوتے ہیں جب کہ ان کے بائیں طرف کا فرشتہ آٹھ سال تک کچھ نہ لکھے۔
پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے عارف ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ سے کچھ نہیں لیتے
پھر فرمایا کہ جس عارف میں تقویٰ ہے۔ وہ گداگری کر کے محض حرام کھاتا ہے۔ پھر فرمایا۔ ایک دفعہ میں نے خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سُنا کہ طریقت محبت کے پیر سے پوچھا گیا کہ محبت کا ثمرہ کیا ہے؟ فرمایا۔ محبت کا ثمرہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے سرور اور اشتیاق اس قدر ظاہر ہو۔ جتنا اسے اپنے سے روا رکھے۔ لیکن جیسے خود اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے بہشت میں اس کے لقار کا خواہشمند ہوتا ہے۔

پھر خواجہ معین الدین ادام اللہ تقواہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اہلِ محبت اور اہلِ سلوک اس بات میں ملتے جلتے ہیں کہ دونوں مطیع ہوتے ہیں۔ اس ڈر کے مارے کہ کہیں دور نہ کر دیئے جائیں۔

پھر فرمایا کہ میں نے کتاب محبت میں اپنے استاد مولانا شرف الدین جو صاحب شرع اسلام تھے کے ہاتھ کا لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ شبلیؒ سے پوچھا گیا کہ باوجود اس قدر طاعت اور ریاضت کے جو تو کرتا ہے۔ اور آگے بھیج چکا ہے۔ اس قدر کیوں ڈرتا ہے۔ فرمایا۔ دو چیزوں کے خوف سے۔ اوّل یہ کہ کہیں یہ نہ کہہ دے۔ کہ تو میرے لائق نہیں۔ اور مجھے اپنی درگاہ سے دور نہ کر دے۔ دوسرے اگر موت کے وقت ایمان سلامت لے جاؤں گا تو سمجھوں گا کہ میں نے کچھ کام کیا ہے۔ ورنہ سمجھوں گا کہ سارے اعمال اور طاعت کو ضائع کیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے محبت کے بارے میں سوال کیا۔ کہ بدبختی کی کیا علامت ہے؟ فرمایا۔ یہ کہ نافرمانی کرے۔ اور قبولیت کی امید رکھے۔ پھر پوچھا۔ عارفوں میں اصلی بات کون سی ہوتی ہے۔ فرمایا ہمیشہ خاموش رہنا۔ اور غم و اندوہ میں رہنا۔ کیونکہ اسی سے عارفوں کی فضیلت ہوتی ہے۔
اور فرمایا۔ جہان میں سب سے عزیز تین چیزیں ہیں۔ اوّل عالم۔ جو اپنے علم سے بات کہے دوسرا غیر طمع شخص۔ تیسرا وہ عارف جو ہمیشہ دوست کی صفت کرے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بگری مسجد میں معہ اصحاب طریقت بیٹھے تھے۔ اور بات محبت کے بارے میں ہو رہی تھی۔ ایک صوفی نے سوال کیا کہ صوفی اور عارف کسے کہتے ہیں؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ صوفی اور عارف وہ ہیں۔ جن کے دل کدورت بشریت سے آزاد ہوں۔ اور دنیا اور حُب دنیا سے صاف۔ جب ان میں یہ اوصاف پائے جائیں گے۔ تو وہ اعلیٰ درجہ پائیں گے۔ اور تمام مخلوقات سے برگزیدہ کہلائیں گے۔ اور غیر دوست سے دور بھاگیں گے۔ پھر وہ مالک ہو جائیں گے نہ کہ مملوک۔

پھر فرمایا کہ تصوف رسوم ہے نہ کہ علوم۔ اور یہ اہل محبت کے انفاس میں ہوتی ہے۔ مشائخ طبقات کا اخلاق یہی ہے کہ "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ" اس واسطے کہ خلق سے باہر نکلنا نہ رسوم سے حاصل ہوتا ہے نہ علوم سے

پھر فرمایا کہ عارف دنیا کا دشمن ہوتا ہے۔ اور مولیٰ کا دوست۔ چونکہ وہ دنیا سے بیزار ہوتا ہے۔ اور غل و غش اور حسد وغیرہ کی اسے خبر نہیں ہوتی۔

بعد ازاں پوچھا کہ عارف کیوں زیادہ روتے رہتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں اس وقت تک روتا رہتا ہے۔ جب تک راہ میں ہوتا ہے۔ لیکن جب حقائق قرب کو پہنچ جاتا ہے اور اسے وصال حاصل ہوتا ہے۔ رونا بس ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے عاشق بھی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ کی دوستی نے خاموش کر رکھا ہے۔ کہ انہیں عالم موجودات کی کسی چیز کی خبر نہیں

بعد ازاں فرمایا کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی دوستی قرار پکڑتی ہے۔ اسے واجب ہے کہ دونوں جہان کی خبر رکھے۔ اگر ایسا نہ کرے۔ تو عاشق صادق نہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آنکھیں بند کئے ہوئے جھونپڑے سے باہر آئے۔ ایک درویش حاضر خدمت تھا۔ اس نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا پینتالیس سال سے میں نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھوں۔ اس واسطے کہ یہ محبت نہیں۔ کہ دوستی تو اللہ تعالیٰ سے کروں۔ اور دیکھوں غیر کی طرف۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک بزرگ سے میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ

اولیاء کے اعمال کا مطالعہ کرو۔ ان کے آزاد ہونے کا سبب یہ ہوگا کہ اس نے اختیار کے پیچھے غیر کے دخل کو روا رکھا۔ اولیاء وہ ہیں جنہیں کسی کام میں اس کے سوا چین نہیں آتا۔

بعدازاں فرمایا کہ خواجہ ابوسعید ابوالخیر فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا دوست بنانا چاہتا ہے۔ تو اپنی محبت اس پر غالب کرتا ہے۔ دوسری مرتبہ جب آدمی کی یہ حالت ہوتی ہے۔ تو دوست اسے فردانیت کی سرائے میں لاتا ہے تاکہ باقی رہے۔

پھر فرمایا کہ جب عارف حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور اس سے تعلق ہو جاتا ہے تو منزل قرب میں ساکن ہو جاتا ہے۔ بعدازاں جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو کہاں تھا اور کیا چاہتا ہے؟ تو وہ اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

اسی موقعہ سے مناسب فرمایا کہ اگر اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ کی بابت پوچھیں کہ کیا ہے؟ تو کہنا چاہیے۔ کہ جب عارف کی نگاہ عالم وحدانیت اور جلال ربوبیت پر پڑتی ہے۔ تو نابینا ہو جاتا ہے۔ تاکہ غیر کی طرف نہ دیکھ سکے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بخارا میں بطور مسافر کے وارد تھا۔ وہاں پر ایک شخص کو دیکھا جو از حد یاد الٰہی میں مشغول تھا۔ لیکن نابینا تھا۔ میں نے پوچھا۔ کب سے نابینا ہوئے ہو؟ فرمایا۔ جب میرا کام کمالیت کو پہنچ گیا۔ اور وحدانیت اور جلال اور عظمت پر نگاہ پڑنی شروع ہوئی تو ایک روز بیٹھے بیٹھے میری نگاہ ایک غیر پر جا پڑی غیب سے آواز آئی۔ اے مدعی! دعویٰ تو تو ہماری محبت کا کرے۔ اور دیکھے غیر کی طرف! جب یہ آواز سنی۔ تو ایسا شرمندہ ہوا کہ بات نہیں ہو سکتی تھی۔ بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ کہ جو آنکھ دوست کے سوا کسی غیر کو دیکھے۔ وہ اندھی ہو جائے۔ ابھی یہ بات اچھی طرح نہ کہنے پایا تھا۔ کہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اور فرمایا کہ نماز ادا کرے۔ یعنی قیام کرے۔ دل صحبت میں لگا۔ اور جان نے منزل قرب میں آرام کیا اور سر وصل کو پہنچا۔ آدمیوں کو پیدا کرنے میں یہی مصلحت تھی۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ صاحب طریقت جب سر سجدے میں رکھتا۔ تو یہ دعا کرتا کہ قیامت کے دن مجھے نابینا اٹھا۔ سبب پوچھا۔ تو کہا۔ کہ جو شخص دوست کو دیکھتا ہے۔

مناسب نہیں کہ قیامت کے دن غیر کو دیکھے۔

بعد ازاں درویشی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ درویشی اس بات کا نام ہے کہ جو آئے اسے محروم نہ کیا جائے۔ اگر بھوکا ہے۔ تو کھانا کھلایا جائے۔ اگر ننگا ہے تو نفیس کپڑا پہنایا جائے۔ بہر حال اسے خالی نہیں جانے دینا چاہیئے۔ اس کا حال پوچھ کر دلجوئی ضرور کرنی چاہیئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ عثمان ہارونی اور ایک اور درویش سفر کر رہے تھے۔ ہم نے شیخ بہاؤالدین بختیار اوشی کو از حد بزرگ مرد پایا۔ آپ کی خانقاہ میں یہ دستور تھا کہ جو آتا۔ خالی نہ جاتا۔ اگر ننگا ہوتا تو نفیس کپڑے اسے دیئے جاتے۔ ابھی دے نہ چکتے کہ غیب سے ویسے ہی اور آجاتے۔ الغرض چند روز آپ کی خدمت میں گزارے۔ آپ کی پہلی نصیحت یہ تھی کہ جو کچھ ملے۔ اسے راہ خدا میں صرف کرنا چاہیئے۔ کہ ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہیں رکھنا چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی دوستی حاصل ہو۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! جسے نعمت حاصل ہوئی۔ اسی سے ہوئی۔ پھر ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک درویش از حد فقیر تھا۔ لیکن اس کی عادت یہ تھی، کہ اگر کوئی چیز بطور فتوح آجاتی۔ تو درویشوں کو بانٹ دیتا۔ اور خود گھر میں گزارہ کرتا۔ چنانچہ ایک مرد درویش صاحب ولایت اس کے پاس آئے۔ اور اس سے پانی مانگا۔ درویش اندر سے جو کی دو روٹیاں اور پانی کا کوزہ لے کر آیا کیونکہ وہ بھوکے تھے۔ روٹی کھا کر پانی پیا۔ اور ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر باہم کہنے لگے کہ درویش نے تو اپنا کام کیا ہے۔ ہمیں بھی اپنا کام کرنا چاہیئے۔ ایک نے کہا۔ اسے دنیا دینی چاہیئے۔ دوسرے نے کہا کہ یہ دنیا کے سبب گمراہی میں پڑ جائے گا۔ جواب دیا کہ درویش بخشنے والے ہوتے ہیں۔ دنیا آخرت کے بدلے دی۔ دعا کر کے چلے گئے۔ پھر وہ درویش ایسا کامل حال ہوا کہ ہر روز اس کے باورچی خانے میں ہزار من طعام موجود ہوتا۔ جو خلق خدا کو کھلاتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ راہ محبت میں عاشق وہ شخص ہوتا ہے جو دونوں جہان سے دل اٹھالے۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ محبت کے چار معنی ہیں۔ پہلے ذکر خدا میں دل وجان سے خوش رہنا دوسرے۔ ذکر حق کو بڑا جاننا تیسرے قطع تعلق کرنا۔ چوتھے۔ اپنی اور جو اس کے سوا ہے سب کی

حالت پر رونا۔ جیسا کہ کلام مجید میں آیا ہے۔ قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم الخ اور محبوں کی صفت یہ ہے۔ کہ ان کی محبت پر یہ معنی ایثار ہوں۔ بعد ازاں چار منزلیں محبت۔ علم۔ حیا۔ اور تعظیم کی طے کریں۔

پھر فرمایا کہ محبت میں صادق وہ ہے کہ والد اور خویش واقربا سے قطع تعلق کر کے خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق پیدا کرے۔ پس محب وہ شخص ہے۔ کہ کلام الٰہی کے حکم پر چلے۔ اور دوستی حق میں صادق ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ عاشقوں کا ایثار عاشق۔ بے نیازی اور محبوں کا ایثار آرزو کا نہ کرنا چاہیئے

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ عارف کون ہے؟ فرمایا۔ جو دنیا سے روگردانی کرے۔ اور جو کچھ اس کے پاس ہو۔ راہ خدا میں صرف کرے۔

پھر فرمایا کہ عارفوں کی خصلت محبت میں اخلاص کرنا ہے۔ پھر فرمایا کہ جہان میں سب سے عمدہ بات یہ ہے۔ کہ درویش درویش کے ساتھ مل بیٹھے۔ اور جو کچھ دل میں ہو۔ ایک دوسرے سے بیان کرے۔ اور صاف صاف کہہ دے۔ اور سب سے بری چیز یہ ہے کہ درویش درویش سے جدا رہے۔ اگر ایسی صورت ہے۔ تو معرفت سے خالی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی اس بات سے پیدا ہوتی ہے۔ کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ دشمن جانتا ہے۔ ان سے دشمنی کی جائے۔ مثلاً دنیا اور نفس۔

بعد ازاں فرمایا کہ عارف محبت میں کب کامل ہوتا ہے۔ اس وقت جبکہ گفتگو بیچ سے اُٹھ جائے۔ ایسا ہو جائے کہ یاد دوست رہے۔ یا وہ۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ عارفوں میں صادق وہ ہے کہ جس کی ملکیت میں کوئی چیز نہ ہو۔ اور نہ ہی وہ کسی کی ملکیت ہو۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ سمنون محب رحمۃ اللہ علیہ محبت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ ایک پرندہ آکر آپ کے سر پر بیٹھا۔ چند مرتبہ چونچ مار کر ہاتھ پر بیٹھا۔ پھر بغل میں پھر زمین پر۔ چند مرتبہ چونچ ماری۔ چونچ سے خون جاری ہوا۔ پھر گر کر جان دے دی۔

جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علی ذالک

مجلس (۱۱)

بدھ کے روز پا بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مولانا بہاؤالدین صاحب تفسیر شیخ اوحد کرمانی اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے۔ بات عارفوں کے توکل کے بارے میں شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ عارفوں کا توکل یہ ہے۔ کہ ان کا توکل سوائے خدا کے کسی پر نہ ہو۔ اور نہ کسی چیز کی طرف توجہ کریں۔

پھر فرمایا کہ متوکل حقیقت میں وہ ہے۔ جو خلقت کی مدد اور تکلیف کی حکایت و شکایت نہ کرے۔

پھر فرمایا کہ مہتر جبرائیل علیہ السلام نے مہتر ابراہیم خلیل اللہ سے کہا کہ کیا تجھے کچھ ضرورت ہے؟ فرمایا۔ تجھ سے نہیں۔ اس واسطے کہ آپ اپنے نفس سے غائب تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے باطنی حضور حاصل تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اہل توکل پر تجلیات شوق میں ایک ایسا وقت آتا ہے۔ کہ اگر اس وقت انہیں ذرہ ذرہ کر دیا جائے۔ یا تلوار سے زخمی کیا جائے۔ یا کسی اور طرح رنج والم پہنچایا جائے تو انہیں مطلق خبر نہیں ہوتی۔

بعد ازاں فرمایا کہ عارف کا توکل حق پر اس قسم کا ہوتا ہے کہ وہ عالم سکر میں متحیر رہتا ہے

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ عارف کون ہے؟ فرمایا۔ جو تین چیزیں۔ علم عمل اور خلوت سے قطع تعلق رکھے۔ کہ جب عصیٰ آدم کی آواز آئی۔ تو سونے چاندی کے سوا باقی سب چیزیں آدم علیہ السلام کی حالت پر روئیں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تم کیوں نہیں روئے۔ عرض کی۔ جو تیرا نافرمانبردار ہے۔ اس کی حالت پر ہم نہیں روئیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ مجھے عزت و جلال کی قسم! کہ تمہاری قیمت اور جو کچھ تم میں ہے۔ ان پر ظاہر کر دوں گا۔ اور اس کے فرزندوں کو تمہارا خادم بناؤں گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب محب مملکت کا دعویٰ کرے۔ تو محبت کے درجے سے گر جاتا ہے

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ محبت وفا کا دعویٰ ہے۔ مع وصال اور حرمت باطل یعنی فقر کا مشاہدہ ایسا محب ہے۔ جو فریضہ نمازوں میں اپنے نفس، کان اور سر کا خیال رکھے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ محبت کی رضا کیا ہے؟ فرمایا۔ اگر ساتوں دوزخ مع عظمت و ہیبت ان کے دائیں ہاتھ پر رکھ دیئے جائیں۔ تو یہ نہ کہے کہ بائیں ہاتھ پر رکھ دو۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ سب سے پہلے چیز جو انسانوں پر فرض ہوئی وہ معرفت تھی۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بعض چیزوں کو بعض چیزوں میں پوشیدہ کیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اسرار اولیاء کی محبت میں لکھا ہے۔ کہ حق تعالیٰ جب محبوں کو اپنے انوار زندہ کرے گا۔ تو انہیں وہ رویت الغیب ہوگی۔ جو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی۔ چونکہ حق تعالیٰ بے زبان و بے جان و بے مکان و بے جہت ہے۔ اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق تعالیٰ کے اوصاف سے متصف ہوئے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا عاشقوں کو صادق محب بنا دے گا۔ اگر یہ سوال کیا جائے۔ کہ ان عاشقوں میں سے کوئی عاشق محبت کا دعویٰ تو کرے۔ لیکن صادق و ثابت نہ ہو۔ تو وہ شرمندہ ہوگا۔ اور اپنا منہ محبوں میں نہیں دکھا سکے گا۔ پھر آواز آئے گی کہ یہ عاشق صادق نہ تھا۔ اسے عاشقوں سے نکال دو۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ اہل محبت وہ لوگ ہیں۔ جو صرف دوست کی بات سنتے ہیں۔ "المحدیث عن قلبی ربی"۔ یعنی عاشقوں کا دل صرف حق تعالیٰ کی بات سنتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب صاحب محبت مر جاتا ہے تو اسے جلدی بخش دیا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک درویش کو جنگل میں دیکھا۔ کہ مر گیا ہے۔ اور ہنس رہا ہے۔ کہا تو تو مر گیا ہے۔ کیوں ہنستا ہے؟ کہا محبت خدا کی مرضی ہی ایسی تھی۔

بعدازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ دل وہ ہے۔ جو اپنے حال سے فانی ہو۔ اور مشاہدۂ دوست میں باقی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال پر غالب ہو۔ اور اس کا اپنے آپ پر کچھ اعتبار نہ ہو۔ اور عرش تک اسے قرار نہ ہو۔

فرمایا۔ ایک روز مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی ملازمت کرنا کیسا ہے؟ فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی ملازمت کرتا ہے۔ وہ ضرور واصل بن جاتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ رابعہ بصری رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ سب سے اعلیٰ عمل کونسا ہے؟ فرمایا۔ اپنے اوقات کو یادِ الٰہی میں بسر کرنا۔ جو شخص بزرگی کا دعویٰ کرے۔ اور اس میں مراد پائی جاوے۔ تو سمجھو۔ کہ وہ جھوٹا ہے۔ دعویٰ محبت میں مرد وہ شخص ہے۔ جو اپنی مراد سے درگزر کرے۔ اور مرادِ حق اختیار کرے۔ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کا دوست کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر اس وقت اللہ تعالیٰ اسے دوست کہے۔ تو بندگی کا جواب کہے۔ اس واسطے کہ اہل محبت کا نہ نام ہوتا ہے نہ جواب نہ رسم۔

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا کہ اہل عشق دوست کے سوا غیر کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ اس واسطے کہ جو بغیر دوست کے خوش ہوتا ہے۔ تو اسے ہر قسم کا اندوہ لاحق ہوتا ہے۔ دوست کی خدمت سے اُنس نہیں۔ اسے سب سے وحشت آتی ہے۔ جو دوست دل نہیں لگاتا۔ وہ ہیچ در ہیچ ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ عارف وہ شخص ہوتا ہے۔ جو صبح اٹھے۔ تو رات کی بابت اسے کچھ نہ یاد ہو۔

بعدازاں خواجہ صاحب دام اللہ تقواہٗ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ اے غافل اس سفر کے لئے توشہ تیار کر۔ جو تجھے درپیش ہے۔ یعنی موت۔ بعدازاں فرمایا کہ اہل محبت کا وہ گروہ ہے۔ کہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ بعدازاں فرمایا کہ محبت میں عارف وہ شخص ہے۔ جسے کوئی شے عجیب معلوم نہ ہو۔ کیونکہ تسلیم دعویٰ صرف ایک چیز میں نہیں ہوتا جب کہ ہاتھ سے دیا جا چکے۔

پھر فرمایا کہ سب سے عمدہ وقت وہ ہے۔ جب کہ دل میں کوئی وسوسہ اور خیال نہ ہو۔ اور لوگوں سے رہائی حاصل ہو۔ پھر فرمایا۔ جسے محبت دی گئی ہے۔ اسے فقر و وحشت دی گئی ہے تاکہ دنیا پر فریفتہ نہ ہو جائے۔

پھر فرمایا۔ عارف کہتے ہیں کہ یقین بمنزلہ نور ہے۔ جس سے انسان منور ہو جاتا ہے۔ پھر وہ محبوں اور متقیوں کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ آدمی کی اصل پانی اور خاک سے ہے۔ جس پر پانی غالب ہے۔ اگر وہ لطیف و ریاضت سے جمال کے دیکھنے میں خود پسندی سے کام لے۔ تو وہ مقصود حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جس پر خاک غالب ہو۔ تو سختی کے وقت وہ نیک پایا جاتا ہے تاکہ کسی کام کے لائق ہو جائے۔

پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بادل پیدا کرنا چاہا۔ کہ ہر قسم کا رنگ ہو اور ہر قسم کا مزا جب رنگوں کو ملایا۔ تو اس سے پانی کا رنگ بنا۔ اور جب سب مزوں کو ملایا۔ تو پانی کا ساذائقہ ہو گیا۔ اس کے پینے سے زندگی تو پاتے ہیں۔ لیکن اس کی لذت کی خبر نہیں۔ ہر ایک چیز پانی کے سبب زندہ ہے۔

بعد ازاں ایک درویش نے جو حاضر خدمت تھا۔ پوچھا کہ مجنون کون تھا؟ فرمایا وہ جو آغاز عشق میں ناچیز ہو جائے۔ اور دوسرے اور تیسرے درجہ میں گم ہو جائے۔ پوچھا فنا و بقا کیا ہے؟ فرمایا بقا بقائے حق ہے اور فنا فنائے نفس۔ پوچھا تجرید کیا ہے؟ فرمایا صفاتِ محبوب کا ذہن نشین کرنا۔ جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اس کے لئے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں۔

پھر فرمایا میں نے ملتان میں ایک بزرگ سے سنا کہ اہل محبت کی توبہ تین قسم کی ہوتی ہے۔ اوّل ندامت۔ دوم گناہوں کا چھوڑ دینا۔ سوم اپنے تئیں ظلم و جھگڑے سے پاک رکھنا۔

بعد ازاں فرمایا کہ علم ایک ایسی چیز ہے۔ جو محیط ہے۔ معرفت اس کی ایک جز ہے پس خدا کہاں ہے اور بندہ کہاں۔ علم خدا ہی کو ہے۔ معرفت دونوں کی ہو

پھر فرمایا۔ جب تک عارف کے سرّ خالص نہیں ہوتے۔ اس کا کوئی فعل صاف نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا۔ جس کو تو دوست رکھے گا۔ اس کے سر پر بلا برسائے گا۔

پھر فرمایا۔ توبۃ النصوح میں تین باتیں ہیں۔ اوّل کم کھانا روزے کے لئے۔

دوسرے کم سونا طاعت کے لئے۔

تیسرے کم بولنا۔ دعا کے لئے۔

پہلے سے خوف۔ دوسرے اور تیسرے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ پس خوف کے ضمن میں گناہ کی ترک ہے۔ تاکہ آگ سے نجات حاصل ہو۔ اور رجاء کے ضمن میں طاعت کرتا ہے۔ تاکہ بہشت میں مقام حاصل کر سکے۔ اور ابدی زندگی حاصل کر سکے۔ اور محبّت کے ضمن میں فکروں کا اجتہاد کرنا ہے۔ تاکہ رضائے حق حاصل ہو۔ فرمایا۔ محبت میں عارف وہ ہے۔ جو ذکر کے سوا کسی کو دوست نہ رکھے۔

جب خواجہ صاحب یہ بیان کر چکے۔ تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اب میں وہاں کا سفر کرتا ہوں۔ جہاں میرا مدفن ہوگا۔ یعنی اجمیر جاتا ہوں۔ ان دنوں اجمیر ہندوؤں سے بھرپور تھا۔ اور مسلمانی وہاں پر کچھ ایسی ترقی پر نہ تھی۔ جب خواجہ صاحب کا مقام مبارک وہاں پہنچا۔ تو اس قدر اسلام ظاہر ہوا۔ جس کی کوئی حد نہیں۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؁

مجلس (۱۲)

جمعرات کے روز قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اور یہ آخری مجلس تھی جو اجمیر کی جامع مسجد میں درویش عزیز اہل صفا اور مرید حاضر خدمت تھے۔ بات ملک الموت کے بارے میں شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ بغیر ملک الموت کے دنیا کی قیمت جو بھر بھی نہیں۔ پوچھا کیوں۔ فرمایا اس واسطے کہ حدیث میں ہے الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ یعنی موت ایک پل ہے۔ جو دوست کو دوست سے ملاقات کراتا ہے۔

پھر فرمایا کہ دوست وہ ہے جو دل سے یاد کرے۔ کیونکہ دل یار کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ خاص کر اس واسطے کہ عرش کے گرد طواف کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اے میرے بندے! جب میرا ذکر تجھ پر غالب آجائے گا۔ تو میں تیرا عاشق ہو جاؤں گا۔ یعنی تیرا محبؔ۔

پھر فرمایا کہ عارف آفتاب کی طرح ہوتا ہے۔ جو سارے جہان کو روشنی بخشتا ہے۔ جس کی روشنی سے کوئی چیز خالی نہیں رہتی۔

جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ہمیں اس جگہ لایا گیا ہے۔ کہ ہمارا مدفن یہاں ہوگا۔ ہم چند ہی روز میں اس جہان سے سفر کر جائیں گے شیخ علی بجزیؒ حاضر تھے۔ انہیں حکم ہوا مثال لکھو۔ اور شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو دینا تاکہ دہلی آجائیں۔ کیونکہ خلافت ہم نے انہیں دی ہے۔ اور وہی ان کا مقام ہے۔

بعد ازاں جب مثال ختم ہوئی۔ تو مجھے دی۔ میں آداب بجا لایا۔ حکم ہوا کہ نزدیک آؤ۔ جب میں نزدیک گیا۔ تو دستار اور کلاہ میرے سر پر رکھی۔ اور شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا عصا دیا۔ اور زرہ مجھے پہنائی۔ اور قرآن شریف اور مصلیٰ بھی عنایت

کیا۔ اور فرمایا کہ یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے خواجگان چشت کو بطور امانت ملی ہے۔ ہم نے تجھے دے کر روانہ کیا ہے۔ جس طرح انہوں نے ہم تک پہنچائی ہے۔ تم آگے پہنچا دینا اور نیز اس کا حق ادا کرنا تاکہ قیامت کے دن ہم خواجگان کے روبرو شرمندہ نہ ہو دیں۔ میں آداب بجالایا۔ اور خواجہ صاحب نے دوگانہ ادا کر کے فرمایا۔ جا! تجھے خدا کو سونپا اور تجھے منزل گاہ تک عزت سے پہنچایا۔

بعد ازاں فرمایا کہ چار چیزیں نہایت نفیس گوہر ہیں۔ اوّل وہ درویش۔ جو اپنے تئیں دولتمند ظاہر کرے۔ دوسرے بھوکا جو اپنے تئیں پیٹ بھرا ظاہر کرے۔ تیسرے غمناک۔ جو اپنے تئیں خوش ظاہر کرے۔ چوتھے جس سے دشمنی ہو۔ اسے دوست دکھائی دے۔ پھر فرمایا کہ اہلِ محبت کا مرتبہ ایسا ہے۔ اگر اس سے پوچھیں کہ تو نے رات کی نماز ادا کی تھی۔ تو کہہ دے کہ مجھے فرصت نہیں۔ ہم ملک الموت کے گرداگرد گھومتے ہیں۔ جہاں وہ جاتا ہے۔ وہیں اسے پکڑتے ہیں۔ خواجہ صاحب یہی فوائد بیان کر رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ قدمبوسی کر کے روانہ ہوؤں۔ چونکہ آپ روشن ضمیر تھے۔ فوراً معلوم کر لیا۔ فرمایا۔ نزدیک آ! میں نے اٹھ کر سر قدموں پر رکھ دیا۔ فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ غم نہ کر۔ اور مُردہ نہ ہو! میں آداب بجالا کر واپس آیا جب دہلی پہنچا۔ تو تمام امام اور اہلِ اصفیا میرے پاس آئے۔ دہلی آئے چالیس روز گزرے تھے۔ خبر پہنچی کہ خواجہ صاحب میرے روانہ ہونے کے بعد بیسویں روز اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے۔ اسی رات دل خراب مصلّی پر بیٹھ کر سو گیا دیکھا کہ خواجہ صاحب عرش کی زمین پر کھڑے ہیں۔ میں نے سر قدموں پر رکھ دیا۔ اور احوال پوچھا۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔ اور کرّ و بیوں اور ساکنانِ عرش کے پاس جگہ دی۔ میں یہیں رہوں گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔ فقط

تمّت بالخیر

فوائد السالکین
ملفوظات
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ
حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
ناشر
مکتبہ جام نور
۴۲۲، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶۔

اُردو ترجمہ کتاب

فوائد السالکین

یعنی

ملفوظات حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی علیہ الرحمۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین۔

واضح رہے کہ یہ اسرار الٰہی کا سلوک اور لاانتہا انوار کے فوائد مشائخوں کے سلطان حقیقت کی دلیل بزرگ شیخ پرہیزگاروں کے رئیس۔ اہل جہان کے امام، اولیاؤں کے چراغ، صوفیوں کے سرتاج قطب الحق والدین بختیار اوشی خدا ان کے تقویٰ اور مبارک ذات کو ہمیشہ رکھے۔ آپ کی زبان گوہر بار الفاظ دربار سے سنے ہوئے لکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس مجموعہ میں سالکین کے فوائد لکھے جاویں گے اس کے بعد فقیر حقیر مسعود اجودھنی۔ جو کہ درویشوں کا غلام بلکہ ان کی خاک پائے یوں عرض کرتا ہے کہ جب دوسری ماہ رمضان سنہ ۵۸۴ھ کو پابوسی کا شرف حاصل

ہوا تو اسی وقت جو گوشہ ترکی کلاہ جو آپ پہنے ہوئے تھے۔ اس دعا گو کے سر پر رکھی اور نہایت شفقت و مہربانی میرے حال پر فرمائی۔

قاضی حمید الدین ناگوری اور مولانا شمس الدین ترک۔ خواجہ محمود۔ مولانا علاؤالدین کرمانی۔ سید نورالدین غزنوی۔ شیخ نظام الدین ابوالمؤید اور کئی بزرگ حاضر تھے۔ اولیاء کی کشف اور کرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ خواجہ قطب الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ میں اس قدر دل کی قوت اور ضمیر کی صحبت ہونی چاہیے کہ جب کوئی شخص اس کے پاس بیعت ہونے کے لئے جائے۔ تو اس پر واجب ہے کہ اپنی قوت باطنی سے اس شخص کے سینے کے زنگار کو جو دنیاوی آلائشوں سے آلودہ ہو کر صیقل کرے۔ تاکہ لغوث و غافریب حسد۔ برائی اور دنیاوی آلائشوں سے کوئی کدورت کبھی اس کے سینے میں نہ رہے۔ اس کے بعد اس کا ہاتھ پکڑ کر معرفت کے بھیدوں سے واقف کر دے۔ اگرچہ پیر کو اس قدر قوت حاصل نہ ہو۔ تو تحقیق جان! کہ پیر اور مرید دونوں گمراہی کے جنگل میں سرگرداں ہوں گے۔

اور اس موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ کتاب اسرار العارفین میں خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بدخشاں کی طرف سفر کر رہا تھا۔ ایک بزرگ کو دیکھا جس کی بزرگی کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے فرمایا کہ بیٹھ جائیں۔ میں بیٹھ گیا۔ چند روز میں اس کی خدمت میں رہا۔ افطار کے وقت جو کی دو روٹیاں عالم غیب سے مل جائیں۔ ایک سے وہ بزرگ روزہ افطار کرتا۔ اور ایک مجھے دیتا۔ الغرض! اس بزرگ نے والئ بدخشاں کو فرمایا کہ میرے لئے چند خانقاہیں تیار کرا۔ والئ بدخشاں نے شیخ کے حکم کے بموجب پندرہ روز میں خانقاہ تیار کرا کے عرض کی کہ جناب! خانقاہیں تیار ہو چکی ہیں۔ تب اس بزرگ نے فرمایا کہ ہر روز بازار سے ایک کتھک خرید لاؤ! انہوں نے اسی طرح کیا۔ جب وہ بازار سے خرید لاتے۔ تو وہ بزرگ اس کتھک کا ہاتھ پکڑ کر سجادے پر بٹھا دیتا۔ اور کہتا کہ میں نے اسے خدا رسیدہ کر دیا۔ آخر کار وہ کتھک ایسے ہوتے کہ ہر ایک ان میں سے پانی پر چل سکتا تھا۔ اور جس شخص کو وہ کتھک دعا دیتے

ٹھیک اسی طرح ظہور میں آتا۔ خواجہ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ان کتھلوں کی کشف و کرامات سے حیرانی ہوئی۔ تو اس بزرگ نے فرمایا۔ اے شبلیؒ! سجادے پر بیٹھنا اور بیعت کرنا اس شخص کے لئے مناسب ہے۔ جس میں قوت ہو کہ دوسرے کو صاحب سجادہ کر سکے۔ اور اگر ولایت کی قوت نہ ہو تو وہ شیخ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اہل سلوک کے نزدیک محض مدعی اور دروغگو ہے۔

اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ اہل سلوک اپنی خصلتوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آدمی کی کمالیت ان چار چیزوں یعنی کم کھانے۔ کم سونے۔ کم بولنے اور خلقت سے کم میل جول کرنے میں ہے۔

فرمایا کہ غزنی میں ایک درویش تھا۔ جو ہر روز تجرید میں صبر کرتا۔ اگر دن کے وقت کوئی چیز زائد اسے مل جاتی۔ تو رات تک ایک پیسہ بھی پاس نہ رکھتا تھا۔ جو چھوٹے بڑے دولتمند یا درویش اس کے پاس آتے۔ تو وہ محروم نہ جاتے۔ چنانچہ اگر کوئی بھوکا آتا۔ تو اسے کھانا کھلاتا۔ اور اگر کوئی ننگا آتا۔ تو اپنے بدن کے کپڑے اتار کر اسے پہناتا۔ وہ درویش اور دعا گو ایک ہی جگہ پر رہتے تھے۔ اس کو میں نے یہ کہتے سنا کہ چالیس سال میں نے مجاہدے اور بندگی میں صرف کئے۔ لیکن کوئی روشنی اپنے آپ میں نہ پائی جب سے میں نے چار مذکورہ بالا چیزیں کیں۔ تب سے روشنی اس قدر حاصل ہوئی۔ کہ اگر کسی وقت آسمان کی طرف دیکھتا ہوں۔ تو عرش عظیمہ تک کوئی پردہ نہیں رہتا۔ اور اگر زمین کی طرف نگاہ کرتا ہوں۔ تو سطح زمین سے لے کر تحت الثریٰ تک جو کچھ اس میں ہے۔ سب دکھائی دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج تیس سال کا عرصہ ہونے کو ہے کہ میں لب بند کئے ہوئے بیٹھا ہوں۔ پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ اے درویش! جب تک تو کم نہ بولے گا۔ اور لوگوں سے میل جول کم نہ کرے گا۔ درویشی کا جوہر ہرگز تجھ میں پیدا نہ ہوگا۔ کیونکہ درویش لوگوں کا وہ گروہ ہے۔ جس نے اپنے لئے نیند حرام کی ہے۔ اور بات کرنے میں زبان گونگی بنائی ہے۔ اور عمدہ کھانے کو مٹی میں ملا دیا ہے۔ اور لوگوں کی صحبت کو زہریلے سانپ

کی طرح خیال کیا ہے۔ تب کہیں قرب الٰہی حاصل کیا ہے۔
فرمایا کہ اگر درویش عمدہ لباس پہنے یعنی خلقت کے دکھاوے کے لئے تو ٹھیک
جانو کہ وہ درویش نہیں بلکہ راہ سلوک کا راہزن ہے۔ اور جو درویش نفس کی خواہش
کے مطابق عمدہ کھانا پیٹ بھر کر کھائے۔ تو یقین جانو کہ وہ بھی راہ سلوک میں
دروغ گو اور جھوٹا مدعی اور خود پرست ہے۔ اور جو درویش کہ دولتمند کی ہمنشینی کرتا ہے
اسے درویش نہ خیال کرو۔ بلکہ وہ طریقت کا مرتد ہے۔ اور جو درویش نفسانی خواہش کے
مطابق خوب دل کھول کر سوتا ہے یقین جانو کہ اس میں کوئی نعمت نہیں۔
فرمایا کہ میں ایک دفعہ ایک دریا کی طرف سیر کر رہا تھا۔ ایک بزرگ اور مالدار
درویش کو دیکھا۔ لیکن ساتھ ہی اسے مجاہدے میں یہاں تک پایا کہ اس کے وجود
مبارک پر ہڈیاں اور چمڑہ بھی نہیں رہا تھا۔ الغرض اس درویش کی یہ رسم تھی کہ جب
نماز چاشت ادا کرتا اور سجادے پر بیٹھتا۔ تو اس کے دستر خوان پر تقریباً اڑھائی من
طعام ہوتا۔ چاشت سے ظہر کی نماز تک جو شخص آتا۔ کھانا کھا کر چلا جاتا۔ اگر کوئی ننگا
ہوتا تو اسے حجرے میں لے جا کر کپڑا پہناتا۔ اور جب طعام ختم ہو جاتا۔ اور کوئی مسکین
اور عاجز آ جاتا۔ تو مصلّے کے نیچے ہاتھ ڈال کر جو کچھ اس کا نصیب ہوتا۔ اسے دے دیتا
الغرض دعا گو چند روز اس بزرگوار کی خدمت میں رہا۔ جونہی کہ افطار کا وقت ہوتا۔
چار کھجوریں عالم غیب سے پہنچ جاتیں۔ ان میں سے دو مجھے دیتا۔ اور دو خود کھا لیتا۔
اس کے بعد کہتا کہ جب تک درویش کم نہ کھائے۔ اور کم نہ سوئے۔ اور کم نہ بولے
اور لوگوں کے میل جول کو ترک نہ کرے۔ کسی مرتبے کو نہیں پہنچتا۔
• اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا۔ کہ اے درویش! مہتر عیسیٰ باوجود اتنی درویشی اور
قرب کے چوتھے آسمان پر پہنچے۔ تو حکم ہوا کہ اسے چوتھے ہی آسمان پر رہنے دو۔ کیونکہ
دنیا کی آلائش اس میں ابھی باقی ہے۔ جب مہتر عیسیٰ نے تلاش کیا۔ تو ایک لکڑی
کا پیالہ سوئی اور خرقہ موجود پایا۔ آواز دی کہ اسے میں کیا کروں؟ حکم ہوا کہ تو نے اپنے
پاؤں پر اپنے ہاتھ سے کلہاڑی ماری ہے۔ جو پیالہ اور سوئی باہر نہیں پھینک آیا۔

اب اسی جگہ رہو۔ پس اے درویش! وہ اسباب جو بالکل ہیچ ہیں۔ اس کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے ہی آسمان میں رکھے گئے۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ یہ انسان باوجود اتنی آلائشوں کے بارگاہ الٰہی میں باریاب ہو۔

فرمایا کہ درویش مجرّد ہونا چاہیئے۔ اور اسے ایک ملک سے دوسرے ملک میں سیر کرنی چاہیئے۔

فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک درویش صاحب تفکر تھا۔ وہ ہمیشہ حیرانی میں رہا کرتا تھا۔ جب اس سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ جو عالم تحیّر میں مستغرق ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ اس نے کہا۔ جہاں تک میں نگاہ کرتا ہوں جب ایک ملک سے گزرتا ہوں۔ تو اس سے سو گنے اور ملک دیکھتا ہوں۔ اور جب میں انہیں دیکھتا ہوں۔ تو ایک سے ایک نہیں ملتا۔ اس واسطے میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاتا ہوں۔ اور انہیں خیالات میں مستغرق رہتا ہوں۔ خواجہ قطب الدین ادام اللہ تقواہٗ آنسو بھر لائے اور رو پڑے۔ اور فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک درویش سے یہ مثنوی سنی تھی ؎

ہر آں ملکے کہ واپس مے گزارم   دو صد ملکے دگر در پیش دارم

ترجمہ:۔ وہ ملک جو میں پیچھے چھوڑ آتا ہوں۔ ویسے ہی دو سو اور ملک میرے آگے آتے ہیں

آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اہل سلوک اور متحیّروں کا گروہ یہ فرماتا ہے۔ کہ درویش کو سلوک کی راہ میں ہر روز ایک لاکھ ملک سے گزرنا چاہیئے اور پھر بھی قدم آگے بڑھانا چاہیئے۔ پس جسے عالم غیب سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ اس کی نگاہ خود درویش ہے۔ اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ جو اولیاء اسرار کو ظاہر کرتے ہیں۔ وہ شوق کے غلبہ میں ہوتے ہیں۔ اور اسی غلبہ کی وجہ سے کہہ بیٹھتے ہیں۔ اور بعض ایسے کامل حال میں کسی قسم کا بھید ظاہر نہیں کرتے۔ پس اس راہ میں اہل سلوک کا حوصلہ وسیع ہونا چاہیئے۔ تاکہ اسرار الٰہی کو پوشیدہ رکھ سکیں۔ اس واسطے کہ یہ بھید دوست کے بھید ہیں۔ پس جو کامل حال ہے وہ کبھی بھیدوں کو ظاہر نہیں کرتا۔

اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ میں کئی سال تک شیخ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں رہا لیکن یہ کبھی نہ دیکھا کہ آپ نے دوست کا بھید ظاہر کیا ہو۔ یا اس کا تذکرہ تک کیا ہو۔ اور نہ ان انوار کو ذرہ بھر بھی ظاہر کیا جو ان پر نازل ہوتے۔ ایک روز فقیر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے فرید! کامل حال وہ شخص ہیں۔ جو دوست کی ہدایت میں مکاشفہ نہیں کرتے۔ تاکہ دوسرے اس سے واقف نہ ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا۔ اے فرید! تو نے دیکھا کہ اگر منصور حلاج کامل ہوتا۔ تو ہرگز دوست کا بھید ظاہر نہ کرتا۔ لیکن چونکہ کامل نہیں تھا۔ اس واسطے دوست کے اسرار کے شربت کا ذرہ بھر اس نے ظاہر کر دیا۔ اور جان سے مارا گیا۔

آپ نے فرمایا کہ جب خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ العزیز عالم سکر میں ہوتے تو سوائے ایک بات کے اور کچھ نہ فرماتے۔ وہ یہ تھی کہ اس عاشق پر ہزار افسوس ہے جو اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دم مارے۔ اور جو اسرار الٰہی اس پر نازل ہوں۔ ان کو فوراً دوسروں کے سامنے ظاہر کر دے۔

اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ میں نے شیخ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ ایک بزرگ نے سو سال سے کچھ اوپر تک اللہ تعالیٰ بزرگ و بلند کی عبادت کی اور جو کچھ مجاہدے کا حق تھا۔ ادا کیا۔ اس کے بعد اسرار الٰہی سے ایک بھید اس پر ظاہر کیا گیا۔ چونکہ وہ بزرگ تنگ حوصلہ تھا اس لئے اس کی تاب نہ لا کر اسے ظاہر کر دیا۔ دوسرے روز جو نعمت اسے عطا کی گئی تھی سب چھین لی گئی۔ اور وہ دیوانہ ہو گیا۔ کہ یہ کیا ہوا۔ غیب سے آواز آئی۔ کہ اے خواجہ! اگر تو اس بھید کو ظاہر نہ کرتا تو دوسرے بھیدوں کے لائق بنتا۔ لیکن جب ہم نے دیکھا کہ تو ابھی ساتویں پردہ میں ہے اسلئے ہم نے اپنی نعمت تجھ سے چھین کر دوسرے کو دے دی۔

خواجہ قطب الاسلام دام تقواہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اے فرید! اس راہ میں اہل سلوک کے درمیان ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو کہ اسرار کے لاکھوں دریا پی جاتے ہیں۔ اور انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ ہم نے کیا پیا ہے۔ بلکہ پھر بھی ھل من

مَزِیۡدٍ کی فریاد کرتے ہیں۔

اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے کسی دوسرے بزرگ کو خط لکھا کہ وہ شخص کیسا ہے۔ جو محبت کے ایک ہی پیالے سے مست ہو جاتے۔ اور اسرار الٰہی ظاہر کر دے۔ اس بزرگ نے جواب میں لکھا کہ وہ بہت ہی کم ہمت اور تنگ حوصلہ ہے۔ لیکن یہاں ایسے مرد ہیں کہ ازل اور ابد کے دریا اور دوست کے اسرار اور محبت کے پیالے پیتے ہیں۔ اور آج قریباً پچاس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے کہ ھَلْ مِنْ مَّزِیۡدٍ کی فریاد کرتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے۔ جو تو نے کہی ہے۔ میں تجھے منع کرتا ہوں۔ کہ یہ بات نہ کہنا۔ کہ اہل سلوک کے پیر جو اسرار ظاہر کر دیتے ہیں۔ کچھ حاصل نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے ہمیں شرم آتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب تک درویش سب سے یگانہ نہ بن جائے اور ہر وقت مجرّد نہ رہے۔ اور کوئی دنیا کی آلائش باقی نہ رہے۔ تو وہ ہرگز قرب کے مقام کو نہیں پہنچتا۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز ستّر سال کے بعد مقام قرب پر پہنچے۔ تو حکم ہوا کہ اس کو واپس کر دو۔ کیونکہ دنیاوی آلائش اس میں ابھی باقی ہے۔ خواجہ بایزیدؒ نے فوراً اپنی تلاش کی۔ تو پرانی پوستین اور ٹوٹا ہوا کوزہ اپنے ہمراہ پایا۔ اسی سبب سے باریاب نہ ہوئے۔ جب ایسے بزرگوں کی یہ حالت ہے۔ تو تم جیسے کب باریاب ہو سکتے ہیں۔ جن میں اتنی دنیاوی آلائشیں پائی جاتی ہیں۔ پس اے بھائی! درویشی کی راہ پر چلنا اور بات ہے۔ اور ذخیرہ جمع کرنا اور بات ہے۔ یا تو درویش بن یا ذخیرہ جمع کرنے والا۔

اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ جب درویش کامل ہو جاتا ہے۔ تو جو کچھ کہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اور ذرّہ بھر بھی اس بات میں فرق نہیں آتا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری جو اس دعا گو کے یار غار ہیں۔ دریا کی طرف سیر کر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت

کے عجائبات کا نظارہ کر رہے تھے۔ جس کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ دریا کے نزدیک ایک مقام تھا جہاں پر ہم دونوں بیٹھ گئے۔ اور بھوک نے ہم دونوں کو لاچار کر دیا۔ وہاں بیابان میں طعام کہاں سے مل سکتا تھا۔ الغرض کچھ وقت کے بعد ایک بکری منہ میں دو روٹیاں لئے ہوئے آئی۔ اور روٹیاں ہمارے سامنے رکھ کر واپس چلی گئی۔ ہم نے دو روٹیاں کھالیں۔ اس کے بعد ہم نے آپس میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں روٹیاں اپنے خزانہ غیب سے عطا کی ہیں۔ وہ بکری نہیں تھی۔ بلکہ وہ مردان غیب سے کوئی ہوگا۔ ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ ایک بچھو ایک بڑے اونٹ کے قد کا ظاہر ہوا۔ اسی طرح جیسے کمان سے تیر نکلتا ہے۔ اور دوڑتا ہوا آیا۔ جونہی کہ دریا کے پاس پہنچا۔ اپنے تئیں بے دھڑک پانی میں پھینک دیا۔ میں نے قاضی کی طرف دیکھا۔ اور قاضی نے میری طرف دیکھا تھا۔ ہم دونوں نے کہا کہ اس میں کچھ بھید ہے۔ جو بچھو جلدی جلدی آ رہا ہے۔ مناسب ہے کہ ہم بھی اس کے پیچھے چل کر دیکھیں۔ لیکن دریا کے اس کنارے پر کوئی کشتی موجود نہ تھی۔ جس پر سوار ہو کر ہم پار جاتے۔ جب عاجز ہو گئے تو دعا کی کہ اے پروردگار! اگر ہم درویشی میں مکمل ہو چکے ہیں۔ تو ہمیں دریا راستہ دے دے۔ تاکہ ہم چل کر اس بچھو کا تماشا دیکھیں۔ کہ کہاں جاتا ہے۔ جونہی یہ مناجات ہم نے کی۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ دریا پھٹ گیا اور خشک زمین نکل آئی۔ ہم دونوں پار گئے۔ وہ بچھو ہمارے آگے تھا۔ اور ہم پیچھے پیچھے چل دیئے۔ ہم ایک درخت کے پاس پہنچے۔ جہاں ایک آدمی سویا پڑا تھا۔ اور درخت سے ایک بڑا سانپ نیچے اتر رہا تھا۔ تاکہ اس شخص کو ہلاک کرے۔ اس بچھو نے سانپ کو ڈسا۔ اور ہلاک کر دیا۔ ہمارے سامنے سے وہ بچھو غائب ہو گیا۔ اور سانپ اس آدمی کے پاس ہی مردہ ہو کر گر پڑا۔ ہم نے نزدیک جا کر سانپ کو دیکھا۔ جو تقریباً اڑھائی من وزن میں ہوگا۔ ہم نے کہا۔ جب وہ آدمی جاگے تو ہم دریافت کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اسے بچایا تو یہ ضرور کوئی بزرگ ہوگا۔ جب ہم اس کے پاس گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ شراب

پی کر پڑا ہے۔ اور قے کی ہوئی ہے۔ ہم از حد شرمندہ ہوئے۔ اور کہا کہ کاش ہم نہیں آتے تاکہ اس طرح کی حالت نہ دیکھتے۔ اس کے بعد ہم دونوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے ایسے شراب خورا ور نافرمان کو بچایا۔ ابھی یہ خیال پورے طور پر ہمارے دل میں نہ گزرچکا تھا۔ غیب سے آواز آئی کہ اے عزیزو! اگر ہم صرف پرہیزگاروں اور صالح آدمیوں کو بچائیں۔ تو گنہگاروں اور مفسدوں کو کون بچائے؟ ابھی ہم اسی گفتگو میں تھے کہ وہ مرد جاگ پڑا۔ اور سانپ کو پاس مرا ہوا دیکھا۔ تو بہت ہی حیران ہوا۔ اور اس فعل سے توبہ کی۔ سب کہتے ہیں کہ جوان خدارسیدہ بن گیا۔ اور ستر حج ننگے پاؤں کئے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب لطف الٰہی کی نسیم چلتی ہے۔ تو لاکھوں شرابیوں کو صاحب سجادہ بنا دیتی ہے۔ اور بخش دیتی ہے۔ اور خدا نہ کرے۔ اگر قہر کی ہوا چلے۔ تو لاکھوں سجادہ نشینوں کو راندۂ درگاہ بنا دیتی ہے۔ اور سب کو شراب خانوں میں دھکیل دیتی ہے۔ پس اے بھائی! اس راہ میں بےغم نہیں ہونا چاہیئے۔ اس واسطے کہ اس راہ میں کامل سلوک والے دن رات ہر وقت فراق کے ڈر اور خوف سے حیران اور غمگین رہتے ہیں۔ کیونکہ کسی کو معلوم نہیں کہ کس طرح ہوگا۔

اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ اگر لعنتی شیطان اپنے انجام کو جانتا۔ تو مہتر آدم صلوٰۃ اللہ کو سجدہ کرنے سے انکار نہ کرتا۔ اور بےشبہ سجدہ کرتا۔ لیکن چونکہ اس لعنتی کو انجام معلوم نہ تھا۔ اور اپنی طاعت پر غرور تھا۔ اس لئے یہ کہہ دیا کہ میں ہرگز خاکی کو سجدہ نہ کروں گا اس لئے وہ بلاشک وشبہ لعنتی ہوگیا اور اس کی سب طاعتیں ضائع اور اکارت گئیں اور واپس اس کے منہ پر ماری گئیں

اسی موقعہ کے مناسب آپ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ ایک شہر میں گیا۔ اہل اصلاح کے ایک گروہ کو دیکھا کہ بشّاش بشّاش کی ٹولی عالم تحیر میں کھڑی ہے۔ اور ان کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ رہی ہیں۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز ادا کرکے پھر عالم تحیر میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ میں بھی کچھ مدت ان کے پاس رہا۔ ایک دن ان میں سے چند آدمی عالم صحو میں آئے۔ دس

دعا گو نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کب سے اس عالم میں مشغول ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تقریباً ساٹھ یا ستر سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ کہ ہم لعنتی شیطان کے قصے کے خیال میں ہیں کہ اس نے چھ لاکھ چھتیس ہزار سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی لیکن جب مہتر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ تو مردود ہوگیا۔ اس خوف اور حیرت سے ہم کانپ رہے ہیں۔ اور اس عالم تحیر میں پڑے ہیں۔ اور اسی سوچ بچار میں پڑے ہیں۔ اور ہمیں یہ معلوم نہیں کہ انجام کیا ہوگا؟ اس خوف سے خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ تقواہٗ رو پڑے۔ اور زبان مبارک سے فرمایا کہ کامل مردوں کا حال یوں ہے۔ کہ وہ خوفِ الٰہی کے مارے حیران رہتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ہم کس گروہ میں ہیں۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ اٹھ کر عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؎

ہفتہ کے روز ماہ شوال ۵۸۴ھ ہجری کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قاضی حمید الدین ناگوری مولانا علاؤ الدین کرمانی اور مولانا شمس الدین کے علاوہ اور صاحب بھی خدمت میں حاضر تھے۔ سلوک اور اہل سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ راہِ سلوک کے سالک وہ ہیں۔ جو سر سے پاؤں تک دریائے محبت میں غرق ہیں۔ کوئی لحظہ اور گھڑی ایسی نہیں گزرتی کہ ان پر عشق کا مینہ نہ برسے۔

اس کے بعد فرمایا کہ عارف وہ شخص ہے کہ ہر لحظہ اس میں عالم اسرار سے ہزار ہا اسرار پیدا ہوں۔ اور عالم سکر میں رہے۔ اور اگر اس حالت میں اٹھارہ ہزار عالم اس کے سینے میں ڈالے جائیں۔ تو بھی اسے خبر نہ ہو۔

اس کے بعد اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک مرتبہ سمرقند میں میں نے ایک درویش کو دیکھا۔ جو عالم تحیر میں تھا۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کب سے یہ بزرگ عالم تحیر میں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ بیس سال سے۔ الغرض میں کچھ مدت ان کی خدمت میں رہا۔ ایک دفعہ اسے عالم صحو میں پاکر اس سے پوچھا کہ جس وقت آپ عالم تحیر میں ہوتے ہیں۔ تو کیا تمہیں آمد و رفت کی خبر بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ درویش نے کہا کہ اے یارو! جس وقت درویش دریائے

محبت میں غرق ہوتا ہے۔ تو جو کچھ تجلیات کے اسرار اس پر نازل ہوتے ہیں۔ اسے اٹھارہ ہزار عالم کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ پس یہ عشق بازی کی راہ ہے۔ جس میں اس میں قدم رکھا۔ وہ جان سلامت لے گیا۔

اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ جب مہتر یحییٰ علیہ السلام کے گلے پر چھری پھیری گئی۔ تو انہوں نے چاہا کہ فریاد کرے۔ حکم ہوا کہ اے یحییٰؑ! اگر تو نے دم مارا۔ تو یاد رکھ۔ تیرا نام اپنے محبوں سے کاٹ ڈالوں گا۔ پھر یہ حکایت فرمائی کہ جب مہتر زکریا علیہ السلام کے سر مبارک پر آرہ چلنے لگا۔ تو انہوں نے چاہا کہ فریاد کریں۔ لیکن جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اور کہا۔ جناب الٰہی سے یہ حکم ہوا ہے کہ اگر تو نے دم مارا۔ تو تیرا نام پیغمبروں کے دفتر سے مٹا دیا جائے گا۔

اسی وقت خواجہ صاحب قطب الاسلام آب دیدہ ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص محبت کا دعویٰ کرے اور مصیبت کے وقت فریاد کرے۔ وہ درحقیقت سچا دوست نہیں ہوتا بلکہ جھوٹا ہے۔ اس واسطے کہ دوستی اس بات کا نام ہے کہ جو کچھ دوست کی طرف سے آئے۔ اس پر راضی رہے۔ اور لاکھوں شکر بجالائے۔ اور دوسرے یہ کہ شاید اسی بہانے سے یاد کرے۔

اس کے بعد اسی موقعہ پر فرمایا کہ حضرت رابعہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریقہ تھا۔ کہ جب آپ پر کوئی بلا نازل ہوتی تو آپ خوشی مناتیں اور کہتیں کہ آج اس بڑھیا کو دوست نے یاد کیا۔ اور جس روز مصیبت نازل نہ ہوتی تو آپ رو کر کہتیں۔ کہ آج کیا ہو گیا۔ اور مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی۔ کہ دوست نے اس بڑھیا کو یاد نہیں کیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ معین الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ راہِ سلوک میں یہ بات ہے کہ جو شخص محبت کرے۔ اور محبت کا دعویٰ کرے وہ دوست کی مصیبت کو خواہش سے چاہتا ہے۔ کیونکہ اہل معرفت کے نزدیک دوست کی مصیبت دوست کی رضا ہے۔

پھر فرمایا کہ جس روز دوست کی مصیبت ہم پر نازل نہیں ہوتی ہے۔ ہم کو معلوم ہو جاتا ہے آج نعمت ہم سے چھن گئی اس واسطے کہ راہِ سلوک میں دوست کی رحمت دوست کی مصیبت

ہوتی ہے

مردان غیب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ جس آدمی سے مردان غیب کی ملاقات ہوتی ہے پہلے وہ اسے آواز دیتے ہیں۔ جب وہ اس میں یکتا ہو جاتا ہے۔ تو پھر اپنے تئیں اس پر ظاہر کرتے ہیں۔ پھر اسے مجلس سے بلا لیتے ہیں۔

فرمایا کہ اس دعا گو کا ایک یار شیخ عثمان سنجری جو ہم خرقہ بھی تھا۔ وہ از حد مشغول حق تھا۔ چنانچہ اسے مردان غیب آواز دیا کرتے تھے۔ چونکہ شیخ نے اپنا کام اور بھی بڑھا لیا تھا۔ اس لئے اس سے ملاقات بھی کرتے تھے۔ ایک دن وہ یاروں کے ہمراہ مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور میں بھی اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ایک شیخ کے آنے پر لبیک کہا۔ انہوں نے کہا۔ آتے ہو یا ہم چلے جائیں۔ یونہی کہ اس نے یہ بات سنی مجلس سے اٹھ بیٹھا اور آواز کی طرف چلا گیا۔ ہم سے دور یہاں تک کہ نظر سے غائب ہو گیا۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ کہاں گیا اور اسے کہاں لے گئے۔

خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ تقواہٗ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر چلنے والا ایک خاص سمت میں چلتا ہے۔ اور اس کا یقین کامل ہے۔ اور کمالیت کی امید رکھتا ہے تو یقیناً وہ کمالیت کو پہنچ جاتا ہے

اس کے بعد اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ وہاں پر شیخ برہانؒ الدین نام ایک بزرگ جو خواجہ ابوبکر شبلی کا غلام تھا۔ اور از حد بزرگ تھا۔ خانہ کعبہ کا طواف کرنے آیا تھا ہم نے بھی اس کے پیچھے اس طرح طواف کرنا شروع کیا کہ جہاں وہ قدم رکھتا ہم بھی وہیں رکھتے۔ چونکہ وہ پیر روشن ضمیر تھا۔ سمجھ گیا۔ اس نے کہا۔ میری ظاہری متابعت کیوں کرتے ہو؟ اگر کرنی ہے۔ تو باطنی کرو۔ اور جو ہمارا عمل ہے۔ اس پر کاربند رہو۔ ہم دونوں نے اس سے پوچھا کہ آپ کونسا عمل کرتے ہیں شیخ مذکور نے کہا کہ ہم ایک دن میں بیس ہزار مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے ہیں۔ ہم دونوں نے اس بات سے بڑا تعجب کیا۔ کہ یہ بزرگوار کیا کہتا ہے۔ ہم نے خیال کیا کہ اس نے شاید ہر سورۃ کا کوئی خاص حصہ زبانی یاد کیا ہوگا۔ اتنے میں اس نے سر اٹھا کر مجھے کہا۔ خبردار!

ایسا نہیں بلکہ ہم حرف بحرف پڑھتے ہیں۔ مولانا علاؤ الدین کرمانی بھی حاضر مجلس تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ کرامت ہے۔

خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ تقواہ نے فرمایا کہ ہاں! جو بات عقل میں نہ آسکے۔ وہی کرامت ہوتی ہے۔ اس کے بعد خواجہ نے آب دیدہ ہوکر فرمایا۔ کہ جو شخص حقیقت کے مرتبے پر پہنچا ہے۔ اپنی نیک اعمال کے باعث پہنچا ہے۔ اگرچہ فیض سب پر ہوتا ہے۔ لیکن تاہم کوشش لازم ہے

اس کے بعد مجلس میں آنے اور پیر کی خدمت میں باادب بیٹھنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ تقواہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب کوئی شخص مجلس میں آئے۔ تو جہاں خالی جگہ دیکھے۔ وہیں بیٹھ جائے۔ کیونکہ آئندہ جگہ بھی اسی کی دی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک مرتبہ دعا گو اجمیر میں شیخ معین الدین حسن سنجری کی خدمت میں مولانا صدر الدین کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ مولانا صدر الدین نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مقام پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اصحاب گرداگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ تین آدمی باہر سے آئے۔ ایک نے اس حلقہ میں جگہ پائی۔ وہ وہیں بیٹھ گیا دوسرا جس نے اس حلقہ سے باہر جگہ دیکھی۔ وہ وہیں بیٹھ گیا۔ اور تیسرے نے جب جگہ نہ پائی۔ تو واپس چلا گیا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اور عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حلقہ میں جگہ پائی ہے۔ اس کو ہم نے اپنی پناہ میں لے لیا۔ اور جو حلقے سے پیچھے بیٹھا ہے۔ ہم اس سے بہت شرمندہ ہیں۔ اور قیامت کے دن ہم اسے رسوا نہیں کریں گے۔ اور تیسرا جو چلا گیا ہے۔ جو ہماری رحمت سے دور ہو گیا۔ اور محروم رہا قاضی حمید الدین ناگوری نے عرض کی۔ جو شخص چلا گیا اگر وہ نہ چلا جاتا۔ تو کیا کرتا۔

خواجہ قطب الاسلام نے فرمایا کہ یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ انسان مجلس میں جہاں جگہ پائے۔ بیٹھ جائے اور اسی جگہ بیٹھا رہے۔ کیونکہ آئندہ جگہ بھی وہی ہوتی ہے یا حلقہ سے پیچھے بیٹھ جائے۔ لیکن ہر حال میں دائرہ کے درمیان نہ بیٹھے۔ اس واسطے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث میں ہے کہ ابواللیث سمرقندی کی تنبیہ میں لکھی گئی ہے۔ کہ جو شخص مجلس کے درمیان میں بیٹھتا ہے۔ وہ لعنتی ہے۔

پھر یہ کی دعا اور بددعا کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا زبان مبارک سے کہ دعا دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک نیک اور دوسرے بد۔ کسی کے حق میں بددعا نہیں کرنی چاہیئے۔

فرمایا ایک مرتبہ شیخ معین الدین حسن سنجری قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہوں نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز میں اپنے پیر شیخ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز کے سامنے کھڑا تھا کہ شیخ برہان الدین نام ایک درویش جو شیخ معین الدین حسن سنجری کا ہم خرقہ تھا۔ اپنے ہمسایہ سے تنگ ہو کر اس کا گلہ کرتا ہوا شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ نے فرمایا۔ بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گیا۔ پھر شیخ نے پوچھا کہ میں تجھے کچھ ملول سا دیکھتا ہوں اس نے سر جھکا کر عرض کیا کہ میرا ہمسایہ ہے۔ میں اس سے ہمیشہ تنگ رہتا ہوں۔ اس واسطے کہ اس نے اپنا مکان بلند بنوایا ہے۔ اور ہر بار چھت پر چڑھتا ہے۔ اور اس دعا گو کے گھر کی بے پردگی ہوتی ہے۔ جونہی کہ اس نے یہ عرض کی۔ فوراً شیخ عثمان نے فرمایا کہ کیا اسے معلوم ہے کہ تم ہم سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے عرض کی کہ ہاں! خواجہ نے دعا کی کہ کیا وہ چھت سے نہیں گرتا۔ اور اس کی گردن نہیں ٹوٹتی۔ وہ فقیر آداب بجالا کر گھر واپس گیا ابھی آدھا راستہ گیا ہوگا محلے والوں کا شور سنا کہ درویش کا فلاں ہمسایہ چھت سے گر پڑا ہے۔ اور اس کی گردن ٹوٹ گئی ہے۔

پھر اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اجمیر میں شیخ معین الدین کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور ان دنوں پتھورا دیہتی راج زندہ تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ کیا ہی اچھا ہو۔ جو یہ فقیر یہاں سے چلا جائے۔ اور یہ بات ہر شخص کو کہا کرتا تھا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر شیخ معین الدین نے بھی سن لی۔ اور درویش بھی اس وقت موجود تھے۔ آپ اس وقت حالت سکر میں تھے۔ فوراً آپ نے مراقبہ کیا۔ اور مراقبہ میں ہی آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے کہ ہم نے رائے پتھورا کو زندہ ہی مسلمان کے حوالے کیا۔ چنانچہ تھوڑے عرصے

بعد سلطان شہاب الدین محمد غوری کا لشکر چڑھ آیا۔ اور شہر کو لوٹ مار کرنے کے بعد پتھورا کو زندہ پکڑ کر لے گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درویش ایک پہلو میں آگ رکھتے ہیں۔ یعنی نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ اور دوسرے میں پانی یعنی نفع پہنچا سکتے ہیں۔ خواجہ قطب الدین ابھی یہی فوائد بیان کر رہے تھے کہ ملک اختیار الدین اس قصبے کا مالک آیا۔ اور آداب بجا لا کر بیٹھ گیا اور کچھ نقدی خواجہ قطب الدین کی نذر کی لیکن شیخ نے حاضرین کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ ہمارے خواجگان کی رسم ہے کہ ہم کسی کی نذر قبول تو کر لیتے ہیں لیکن یہ نقدی اوروں کے لئے ہے۔ الغرض اس بوریئے کو جس پر کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ اٹھایا اور ملک اختیار الدین اور حاضرین کو دکھایا۔ جب انہوں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ بوریئے کے نیچے سونے کی تھیلیوں کی نہر جاری ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اسے اختیار الدین! جس شخص کو الٰہی خزانہ سے اس قدر مال و زر دے وہ اختیار الدین کا زر و مال کس طرح قبول کر سکتا ہے۔ اے شمس الدین! جا۔ یہ اسی کو دے دے۔ اور کہہ دے۔ کہ خبردار! دوبارہ درویشوں کے ساتھ ایسی گستاخی سے پیش نہ آنا۔ نہیں تو نقصان اٹھائے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ معین الدین اور شیخ اوحد کرمانی اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور دعا گو ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ انبیاء کا تذکرہ شروع ہوا۔ اس وقت آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ سلطان شمس الدین خدا اس کی دلیل کو روشن کرے۔ ابھی بارہ سال کا تھا اور ہاتھ میں پیالہ لئے جا رہا تھا۔ بزرگوں کی نگاہ جب اس پر پڑی۔ تو فوراً شیخ معین الدین کی زبان مبارک سے نکلا کہ یہ لڑکا جب تک دہلی کا بادشاہ نہ ہوے گا۔ خدا اسے دنیا سے نہ اٹھائے گا:

پھر آپ نے فرمایا کہ نیک دعا بہت اچھی ہوتی ہے۔ خصوصاً وہ جو بزرگوں کی زبان سے نکلے۔ پھر بیعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ بیعت دوبارہ ہو سکتی ہے۔ اس واسطے کہ اگر کوئی بیعت سے پھر جائے۔ یا اس میں شک پڑے۔ تو از سر نو بیعت کر لینی جائز ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ الاسلام برہان الملۃ والدین کے روضہ مبارک میں میں نے لکھا ہوا

دیکھا ہے کہ خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق جب حضرت رسالتپناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کرنے سے پیشتر جب مکے کا ارادہ کیا۔ تو عثمان ذوالنورین اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ مکے والوں کی رسالت کرو۔ اسی اثنا میں دشمنوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ دشمن نے عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قتل کر دیا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا۔ تو سارے اصحابوںؓ کو بلا کر فرمایا کہ آؤ! از سرِ نو بیعت کریں۔ اور مکے جائیں اور ہم سب یکساں لڑائی کریں۔ یاروں نے حکم کے مطابق نئے سرے سے بیعت کی۔ اور اس وقت آپ درخت کے تلے تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ ان میں ایک اصحابی تھا جسے ابنِ رکوعؓ کہتے ہیں۔ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے بھی از سرِ نو بیعت کرو۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اس سے پہلے بیعت کی ہوئی ہے۔ اس نے عرض کیا۔ یا حضرت! چونکہ اس وقت ہم سب یکساں نرمت سے جاتے ہیں، اس لئے واجب ہے کہ آپ نئے سرے سے ہمیں بیعت کریں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بیعت سے مشرف فرمایا۔ پھر خواجہ قطب الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ یہی سبب ہے۔ جو از سرِ نو بیعت کر سکتے ہیں۔ دعا گو نے التماس کی کہ اگر پیر نہ ہو تو پھر کیا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے شیخ کا جامہ ہی سامنے رکھے اور بیعت کرے۔ پھر فرمایا کہ کوئی تعجب نہیں کہ شیخ معین الدین بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے۔ اور اسی سبب سے یہ دعا گو بھی اسی طرح بیعت کرتا ہے۔

اس کے بعد مریدوں کے حسنِ اعتقاد کے بارے میں ذکر شروع ہوا۔ تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک درویش کو بغداد میں کسی قصور کے بدلے پکڑا۔ اور قتلگاہ میں کھڑا کر دیا گیا۔ جب جلاد قتل کی طرف آیا۔ اور کہ اس پہ وار کرے۔ اس درویش کی نظر پیر کی قبر پر پڑی۔ فوراً کعبہ سے منہ پھیر کر اپنے شیخ کی قبر کی جانب رخ کیا۔ جلاد نے اس سے پوچھا۔ کہ تو نے قبلہ سے منہ کیوں پھیرا؟ اس نے کہا کہ میرا منہ اپنے قبلہ کی طرف ہے۔ تو اپنا کام کر۔ درویش اور جلاد میں ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی۔ سردار کا حکم آیا کہ اس

درویش کو چھوڑ دو۔ خواجہ قطب الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ سچا عقیدہ ایسی چیز ہے کہ اس نے درویش کو قتل ہونے سے بچا لیا۔

اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ معین الدین قدس سرہ العزیز اپنے صحابیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور سلوک کی باتیں ہو رہی تھیں۔ جب آپ دائیں طرف دیکھتے آپ اٹھ کھڑے ہوتے۔ تمام لوگ یہ دیکھ کر حیران ہوئے۔ کہ شیخ صاحب کس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح انہوں نے کئی مرتبہ قیام کیا۔ الغرض جب سب دوست اور لوگ وہاں سے چلے گئے۔ تو ایک دوست جو شیخ کا منظور نظر تھا۔ اس نے موقعہ پاکر عرض کی کہ آپ جس وقت ترغیب دیتے تھے۔ تو ہر مرتبہ آپ قیام کیوں کرتے تھے۔ اور کس کی تعظیم کے لئے یہ قیام کیا تھا۔ شیخ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس طرف میرے پیر یعنی عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے۔ پس جب اپنے پیر کی قبر کی طرف دیکھتا تھا۔ تعظیم کے لئے اٹھتا تھا۔ پس! میں اپنے پیر کے روضہ کے لئے قیام کرتا تھا۔

پھر فرمایا۔ کہ مرید کو اپنے پیر کی موجودگی اور غیر موجودگی میں یکساں خدمت کرنی چاہیئے چنانچہ جس طرح اس کی زندگی میں خدمت کرتا تھا۔ اسی طرح اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے لئے لازم ہے۔ بلکہ مناسب ہے کہ اس سے بھی زیادہ کرے۔

پھر سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ دعا گو کے نزدیک سماع میں کچھ ایسا ذوق ہے کہ مجھے کسی چیز میں لطف نہیں آتا۔ جتنا کہ سماع میں آتا ہے۔

پھر فرمایا کہ صاحب طریقت اور مشتاق حقیقت لوگوں کو سماع میں اس قسم کا ذوق حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ بدن میں آگ لگ اٹھتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو لقا کہاں ہوتا اور لقا کا لطف ہی کیا ہوتا۔

اس کے بعد فرمایا۔ کہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری ایک مرتبہ شیخ علی سنجری قدس سرہ العزیز کی خانقاہ میں تھے۔ وہاں سماع ہو رہا تھا۔ اور قوال یہ قصیدہ گا رہے تھے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

ترجمہ

خنجر تسلیم کے مقتولوں کو ہر وقت غیب سے ایک اور ہی جان ملتی ہے۔

ہم دونوں میں اس بیت نے کچھ ایسا اثر کیا کہ ہم تین دن رات اسی بیت میں مدہوش رہے پھر جب ہم گھر آئے تو پھر بھی قوالوں سے یہی سنتے۔ چنانچہ تین دن رات اور بھی ہم اس بیت کی حالت میں رہے کہ ہمیں اپنے آپ کی کچھ سدھ بدھ نہ رہی تھی۔ اس طرح سات دن اور سات راتیں ہم نے اسی بیت میں گزار دیں۔ اور ہر مرتبہ جب گانے والے یہ گاتے تو ہم پر ایک خاص قسم کی حالت طاری ہوتی۔ جس کا بیان نہیں کر سکتے۔

پھر آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری ایک شہر میں گئے وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ بارہ آدمیوں کی ایک جماعت عالم حیرانی میں کھڑی ہوئی ہے۔ اور ان کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ وہ دن رات متحیر رہتے ہیں لیکن جب نماز کا وقت ہوتا۔ تو نماز ادا کر کے عالم حیرانی میں محو ہو جاتے۔ پھر خواجہ قطب الدین نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ہاں! اولیاء اللہ کا یہی خاصہ ہوتا ہے۔ جو اُن میں ہے کہ اگرچہ وہ متحیر تھے۔ لیکن نماز کا وقت فوت نہ ہونے دیتے تھے۔

اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ معین الدین حسن سنجریؒ کے ہمراہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے میں سفر کر رہا تھا چلتے چلتے ہم ایک شہر میں پہنچے۔ وہاں ایک بزرگ کو دیکھا۔ جو ایک کٹیا میں معتکف ہے۔ اور غار کے اندر کھڑا ہو کر دونوں آنکھیں آسمان کی طرف لگائے ہوئے ہے۔ جیسا کہ کوئی سوکھا ہوا دھانچ کھڑا کیا ہوا ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر شیخ معین الدین حسن سنجریؒ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اگر تو کہے۔ تو چند روز یہاں ٹھہر جائیں؟ میں نے عرض کیا۔ بسر و چشم! الغرض ہم تقریباً ایک مہینہ اس کے پاس رہے اس عرصے میں ایک روز وہ بزرگ عالم تحیر سے ہوش میں آیا۔ ہم نے اٹھ کر سلام علیک کی۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ اور فرمایا۔ اے عزیزو! تم نے تکلیف اٹھائی۔ خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔ اس واسطے کہ بزرگوں کا قول ہے کہ جو شخص درویشوں کی خدمت کرتا ہے۔ وہ کسی مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔ پھر

فرمایا کہ بیٹھ جاؤ! ہم بیٹھ گئے۔ تو حکایت یوں بیان کرنی شروع کی۔ کہ میں شیخ محمد اسلم طوسیؒ کے فرزندوں میں سے ہوں۔ اور قریباً تیس سال سے عالم تحیر میں مستغرق ہوں۔ مجھے رات دن کی کوئی تمیز نہیں آج اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے مجھے صحو یعنی ہوش میں لایا۔ اے عزیزو! تم واپس چلے جاؤ! خدا تمہیں اس تکلیف کا اجر دے گا۔ لیکن ایک بات فقیر کی یاد رکھنا۔ کہ جب تم نے راہِ طریقت میں قدم رکھا ہے۔ تو دنیا اور نفسانی خواہش کی طرف مائل نہ ہونا۔ اور خلقت سے کنارہ کشی کرنا۔ اور جو تمہیں نذر نیاز ملے۔ اسے اپنے پاس جمع نہ کرنا۔ اگر ایسا کرو گے تو خطا کھاؤ گے جب اس بزرگ نے نصیحت ختم کی۔ تو پھر عالمِ تحیر میں محو ہو گیا۔ اور ہم وہاں سے واپس چلے آئے۔ جب خواجہ قطب الاسلام نے ان فوائد کو ختم کیا۔ تو عالمِ سکر میں محو ہو گئے۔ اور دعا گو واپس چلا آیا۔ ایک ویرانہ میں گھر بنایا ہوا تھا۔ وہاں آکر یادِ الٰہی میں مشغول ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

سوموار کے روز ماہ شوال ۵۸۴ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ چند درویش اہلِ صفا حاضر تھے۔ اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ طریقت کے اولیاؤں اور بزرگ مشائخ اور بر و بحر کے چلنے والوں نے سلوک کے حسبِ ذیل درجے مقرر کئے ہیں۔

بعض نے سلوک کے ایک سو اسی درجے مقرر کئے ہیں۔ لیکن طبقہ جنیدیہ نے ایک سو مرتبے مقرر کئے ہیں۔ اور بصریہ نے اسی اور ذوالنون مصری نے ستر اور ابراہیم بشرحانی والوں نے پچپن اور خواجہ بایزیدؒ اور عبداللہ مبارک اور سفیان ثوری والوں نے پینتالیس اور شجاع کرمانیؒ اور خواجہ ممنون محب اور خواجہ محمد عرشی نے پچیس مرتبے سلوک کے مقرر کئے ہیں۔ پھر خواجہ قطب الاسلام نے فرمایا کہ مندرجہ بالا طبقات نے سلوک کے درجے مقرر کر کے مندرجہ ذیل طور پر ان کی تمثیل کی ہے۔

چنانچہ جنہوں نے ایک سو اسی درجے مقرر کئے ہیں۔ انہوں نے اسیؔ واں حصہ کشف و کرامات کا رکھا ہے۔ اگر اسیؔ ویں درجے پر پہنچ کر کشف و کرامات سے اپنے تئیں بچا لے۔ تو باقی سو بھی طے کرے گا۔ اس کے بعد جو چاہے۔ کشف کرے۔ لیکن جب اسیؔ ویں درجہ ہی میں کشف کرے۔ تو باقی سو درجے طے نہیں کر سکتا۔ لیکن کامل مرد وہ ہے۔ جو اپنے تئیں اس وقت کشف نہ کرے۔ جب تک کہ یہ تمام درجے حاصل نہ کرے۔

حلقہ جنید یہ میں سو مرتبے مقرر ہیں۔ انہوں نے ستر ھواں مرتبہ کشف و کرامات کا مقرر کیا ہے۔ پس جو شخص اسی ستر ھویں درجے میں کشف و کرامات میں مشغول ہو جاوے تو وہ آگے ترقی نہیں کر سکتا۔ لیکن کامل مرد وہ ہی ہے۔ جو سارے مرتبے طے کر لینے سے پیشتر کشف نہ کرے۔

پھر خواجہ قطب الاسلام نے دعا گو کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ بات اہل طریقت نے اس واسطے لکھی ہے کہ جب سالک ایک سو اسیؔ ویں درجے پر پہنچ کر بھی اپنے تئیں کشف نہ کرے۔ تو وہ اور ترقی کر سکتا ہے۔ لیکن سالک عموماً اسی درجہ میں جو کشف و کرامت کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اسی میں اپنے تئیں ظاہر کر دیتا ہے۔ پس آگے کہاں ترقی کر سکتا ہے۔ طبقہ جنیدیہ کے مطابق اسیؔ ویں درجے پر پہنچ کر کشف و کرامات میں مشغول نہ ہووے۔ تو بہتر ہے۔ اس واسطے کہ اور مرتبوں میں بھی ترقی کر سکے۔

لیکن خواجہ ذوالنون مصری والوں نے ستؔر درجے مقرر کر کے پچیسواں درجہ کشف و کرامات کا مانا ہے۔ پس سالک کو چاہیئے کہ پچیسویں درجے پر پہنچ کر اپنے تئیں کشف نہ کرے۔ اگر کریگا تو اسی درجہ میں رہ جائے گا۔ اور باقی پینتیس نہیں کر سکے گا۔ لیکن خواجہ بایزیدؒ والوں نے پینتالیس درجے مقرر کر کے تیرھواں درجہ کشف و کرامات کا مانا ہے۔ جب سالک اس تیرھویں درجے میں اپنے تئیں کشف کر دے تو باقی مرتبے حاصل نہیں کر سکتا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ بعض اولیاء اور مشائخ جنہوں نے اپنے تئیں ان مراتب میں کشف کر دیا۔ وہ ہی اسی مرتبے میں رہ گئے ہیں۔ ان کو کامل نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے تئیں اس مرتبے میں ظاہر کر دیا۔ لیکن کامل حال وہ اشخاص ہیں۔ کہ جب تک سارے مرتبے طے نہیں کر لیتے۔ کشف و کرامات کی بات ظاہر نہیں کرتے۔ اگرچہ سارے درجے طے کرنے کے بعد کشف و کرامت کرتے ہیں۔ تو عین دین ہوتا ہے۔ جو وہ کہتے ہیں۔ پس اولیاء اللہ کی دعا میں جو فرق آجاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ اس مرتبے کے شروع ہی میں اپنے تئیں کشف کر دیتے ہیں۔ اور باقی درجوں میں محروم رہتے ہیں۔ وہ جو کامل ہیں۔ وہ جب تک پورے درجے طے نہیں کر لیتے۔ کشف نہیں کرتے۔ پس ان کی دعا

ضائع نہیں جاتی۔

لیکن طریقت کے اماموں نے جو سلوک کے تئیس درجے مقرر کئے ہیں انہوں نے آٹھواں مرتبہ کشف وکرامات کا مقرر کیا ہے۔ لیکن جب تک تیسویں درجے تک نہیں پہنچ جاتے۔ وہ کشف وکرامات نہیں کہتے۔ لیکن طبقہ شاہ شجاع کرمانی اور سمنون محب اور خواجہ محمد مرشی نے بیس درجے مقرر کئے ہیں۔ اور دسواں درجہ کشف وکرامت کا رکھا ہے۔ پس جو شخص اپنے تئیں اسی دسویں مرتبے میں کشف کردے۔ تو اسی میں رہتا ہے۔ آگے ترقی نہیں کرسکتا۔ مگر خواجگان چشت نے پندرہ مرتبے سلوک کے مقررہ کرکے پانچواں کشف وکرامت کا مقرر کیا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے تئیں پانچویں مرتبے میں ظاہر کردے۔ تو باقی مرتبے حاصل نہیں کرسکتا۔ پس وہ ضائع ہے۔ لیکن خواجگان چشت میں کامل وہ ہے۔ کہ جب پندرھویں درجے تک پہنچ جائے۔ اپنے تئیں ظاہر نہ کرے۔ جب خواجہ قطب الاسلام نے یہ تمثیل سلوک کی بیان فرمائی۔ تو آپ آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور رونے لگے اور اس دعا گو کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ دائرہ محمدیہ میں ایسے مرد بھی ہیں۔ جو ان مذکورہ بالا اتمام مراتب کو طے کر کے لاکھوں درجے اور بھی طے کر جاتے ہیں۔ اور پھر بھی اپنے دوست کا ذرہ بھر بھید ظاہر نہیں کرتے۔ انہیں اپنے آپ کی خبر نہیں ہوتی۔ کہ ہم کون ہیں اور کیا ہیں۔ جب یہ حالت ہوتی ہے۔ تو بلحاظ مقام کے ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اور جوں جوں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ عالم تحیر میں پڑتے ہیں۔ اور جب عالم تحیر میں پڑتے ہیں۔ تو ان کا فراق وصل سے بدل جاتا ہے۔ جونہی کہ خواجہ قطب الاسلام نے (ہمیشہ ان کی برکتیں) ان فوائد کو ختم کیا۔ عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ اور دعا گو کی ایک ویرانے میں گیا تھا۔ وہاں جا کر مشغول ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

سوموار کے روز ماہ ذیقعد ۵۸۴ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اہل صفا اور درویشوں کا ایک گروہ مولانا علاؤالدین کرمانی اور شیخ محمود موزہ دوز حاضر خدمت تھے۔ درویشوں کی تکبیر کہنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ درویش لوگ جو گلی کوچوں میں اور دروازوں اور بازاروں میں تکبیر کہتے ہیں۔ ان کی اصلیت کیا ہے۔ خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے

زبان مبارک سے فرمایا کہ اس طرح پر تکبیر کہنی کہیں نہیں آئی۔ جیسا کہ تکبیر کے موقعہ پر کہتے ہیں۔ کیونکہ تکبیر اصل میں شکر کے موقعہ پر کہی جاتی ہے۔ جب انسان کو کوئی دنیاوی یا دینی نعمت حاصل ہو تو نعمت کی زیادتی کے لیے شکر کرتا ہے۔ ایسے موقعہ پر تکبیر جائز ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز میں بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی کی مجلس میں حاضر تھا۔ جو تشاغل میں نے ان میں دیکھی۔ وہ میں نے اپنی ساری سیر و سیاحت میں کہیں نہیں دیکھی الغرض ایک خرقہ پوش درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلام کیا۔ شیخ شہاب الدین کو تکبیر کا بیان کچھ دشوار سا معلوم ہوا۔ اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اصحاب آپ کے گرداگرد حلقہ باندھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یاروں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن چوتھائی بہشت تمہیں ملے گا۔ اور باقی تین چوتھائی دوسری امتوں کو۔ فوراً امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے یاروں نے اللہ اکبر کہا۔ اس واسطے کہ نعمت زیادہ ہو۔ دوسری مرتبہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیسرا حصہ بہشت کا تمہیں ملے گا۔ اور باقی دو تہائی دوسری امتوں کو۔ جونہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور باقی اصحاب نے اللہ اکبر کہا۔ اس واسطے کہ شکر کرنے سے نعمت اور زیادہ ہو جائے۔ تیسری مرتبہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نصف بہشت تمہیں ملے گا۔ اور باقی نصف دوسری امتوں کو امیر المومنین عثمان ذوالنورین اور علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور باقی سب یار کھڑے ہوتے اور اس نعمت کا شکر بجا لائے۔ تاکہ اور زیادہ ہو۔ چوتھی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں سب سے پہلے میری امت داخل ہوگی۔ اور بعد میں دوسری امتیں۔ پھر سب یاروں نے الحمد کر شکریہ ادا کیا۔ پھر شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ فقیر لوگ جو چار تکبیریں کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہیں۔ پس ہر موقع پر تکبیر نہیں کہنی چاہیئے۔

اس کے بعد اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اگر مرید نفل کی نماز میں مشغول ہو۔ اور اس کا پیر اس کو آواز دے۔ اگر وہ پیر کی بات کا جواب دینے کے لیے نفل کی نماز کو ترک کر

دے تو اس کی بابت آپ کی کیا رائے ہے؟ خواجہ قطب الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ بہتر ہے کہ وہ نماز ترک کر کے اپنے پیر کی بات کا جواب دے۔ کیونکہ یہ نفلوں کی نماز سے افضل ہے اور اس میں بہت بڑا ثواب ہے۔

اسی موقعہ کے مناسب آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نفل کی نماز میں مشغول تھا۔ شیخ معین الدین ادام اللہ برکاتہٗ نے مجھے آواز دی۔ میں نے فوراً نماز ترک کی اور لبیک کہا۔ آپ نے فرمایا ادھر آؤ! جب میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے پوچھا۔ کہ تو کیا کر رہا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نفل ادا کر رہا تھا۔ آپ کی آواز سن کر نماز ترک کر دی۔ اور آپ کو جواب دیا۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا کام کیا ہے۔ کیونکہ یہ نفلوں کی نماز سے افضل ہے۔ اپنے پیر کے دینی کام میں معتقد ہونا بہت اچھا کام ہے۔

اسی موقعہ کے مناسب آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں اور بہت سے اہل صفا شیخ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اور اولیاء اللہ کے بارے میں ذکر ہو رہا تھا۔ اسی اثنا میں ایک شخص باہر سے آیا۔ اور بیعت ہونے کی نیت سے خواجہ صاحب کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گیا اور اس نے عرض کی کہ میں آپ کی خدمت میں مرید ہونے کے واسطے آیا ہوں! شیخ صاحب اس وقت اپنی خاص حالت میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں تجھے کہتا ہوں۔ وہ کہو۔ اور بجا لا تب مرید کروں گا۔ اس نے عرض کی کہ جو آپ فرمادیں۔ میں بجا لانے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو کلمہ کس طرح پڑھتا ہے؟ اس نے کہا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ آپ نے فرمایا۔ یوں کہو! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ چشتی رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس نے اسی طرح کہا۔ خواجہ صاحب نے اسے بیعت کر لیا۔ اور خلعت و نعمت دی۔ اور بیعت کے شرف سے مشرف کیا۔ پھر اس شخص کو فرمایا کہ سن! میں نے تجھے جو کہا تھا کہ کلمہ اس طرح پڑھو! یہ صرف تیرا عقیدہ آزمانے کی خاطر کہا تھا۔ ورنہ میں کون ہوں؟ میں تو ایک ادنیٰ سا غلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہوں۔ کلمہ اصل میں وہی ہے۔ لیکن میں نے صرف حال کی کمالیت کی وجہ سے یہ کلمہ تیری زبان سے کہلوایا تھا۔ چونکہ تو مرید ہونے کے

لئے آیا ہے۔ اور تجھے مجھ پر یقین کامل تھا۔ اس لئے فوراً تو نے ایسا کہہ دیا۔ اس لئے سچا مرید ہو گیا۔ اور درحقیقت مرید کا صدق بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ کہ اپنے پیر کی خدمت میں صادق اور راسخ رہے۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ جب انسان توبہ کرے۔ تو پھر اسے گناہوں سے میل جول نہیں رکھنا چاہیئے۔ جن سے وہ پہلے رکھتا تھا۔ کہ کہیں پھر اسی گناہ میں مشغول نہ ہو جائے۔ کیونکہ انسان کے لئے بری صحبت سے بڑھ کر اور کوئی بری چیز نہیں۔ اس واسطے کہ صحبت کی تاثیر ضرور ہو جایا کرتی ہے۔ اور اسے چاہیئے کہ خود بھی جس کام سے توبہ کی ہے۔ اس سے کنارہ کشی کرتا رہے۔ اور اسے اپنا دشمن خیال کرتا رہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خواجہ حمید الدین سہلوانی ایک مرد بزرگ جو حضرت خواجہ معین الدین کے مریدوں میں سے تھے۔ اور اس دعا گو کے ہم خرقہ تھے۔ جب انہوں نے توبہ کی۔ تو یار اور ہم نشین پھر آئے۔ اور آپ سے کہا کہ آؤ! پھر وہی عیش لوٹیں۔ خواجہ حمید الدین سہلوانی نے وہاں جانے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ جاؤ! گوشہ میں بیٹھو۔ اور اس مسکین کو چھوڑ دو کہ میں نے اپنا ازار بند ایسا مضبوط باندھا ہے کہ بہشت میں حوروں پر بھی نہیں کھلے گا۔ خواجہ قطب الاسلام انہیں فوائد کو بیان کر رہے تھے کہ طعام لایا گیا۔ خواجہ اور باقی درویش کھانے میں مشغول ہو گئے۔ اسی اثنا میں شیخ نظام الدین ابوالمؤید اندر آئے اور سلام کیا۔ خواجہ قطب الاسلام نے ان کی ذرہ بھر پروا نہ کی اور سلام کا جواب تک نہ دیا۔ شیخ نظام الدین ابوالمؤید کو یہ بات ناگوار گزری۔ الغرض! جب طعام سے فارغ ہوئے۔ تو ابوالمؤید نے سوال کیا کہ جس وقت ہم آئے۔ تو اس وقت آپ کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے سلام کیا۔ تو آپ نے جواب تک نہ دیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ خواجہ قطب الاسلام نے فرمایا کہ ہم اس وقت طاعت میں تھے۔ ہم کس طرح سلام کا جواب دیتے۔ کیونکہ درویش لوگ جو کھانا کھاتے ہیں۔ تو صرف اس غرض سے کھاتے ہیں کہ ان میں عبادت کرنے کی طاقت پیدا ہو جائے۔ چونکہ ان کی نیت بھی یہی ہوتی ہے۔ اس لیے

وہ درحقیقت عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ پس جو شخص خدا کی بندگی میں مشغول ہو۔ اس
پر واجب نہیں کہ سلام کا جواب دیوے۔ اور آنے والے شخص پر جائز ہے کہ وہ سلام نہ
کہے۔ اور بیٹھ کر کھانا کھانے میں مشغول ہو جاوے۔ جب کھانے سے فارغ ہو جائے۔
تو پھر سلام کہے۔

خواجہ صاحب نے اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ شیخ
ابوالقاسم نصیر آبادی جو شیخ ابوسعید ابوالطاہر قدس اللہ سرہ العزیز کے پیر تھے۔ اپنے
یاروں کے ہمراہ کھانا کھانے میں مشغول تھے۔ امام الحرمین جو امام غزالی کے اُستاد تھے
اندر آئے اور سلام کہا۔ لیکن یاروں نے ان کی طرف توجہ نہ کی۔ جب کھانا کھا چکے۔ تو
امام الحرمین نے کہا۔ کہ میں نے آکر سلام کیا۔ لیکن تم نے اس کا جواب بھی نہ دیا۔ کیا یہ
طرز اچھی ہے؟ شیخ ابوالقاسم نے کہا کہ رسم ہی یہی ہے کہ جو شخص کسی جماعت میں آئے۔
وہ کھانا کھانے میں مشغول ہوں تو نو وارد کو چاہیئے کہ سلام نہ کہے اور بیٹھ جائے۔ جب کھانا
کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھولیں۔ تو اُٹھ کر سلام کہے۔ اور امام الحرمین نے کہا۔ کیا یہ
ازروئے عقل کہتے ہو یا ازروئے نقل۔ شیخ ابوالقاسم نے کہا۔ ازروئے عقل۔
اس واسطے کہ جو طعام کھایا جاتا ہے۔ وہ عبادت کی قوت کے لئے کھایا جاتا ہے۔
جب کوئی شخص طعام اس نیت سے کھاتا ہے تو وہ اس وقت عین طاعت میں ہے۔
پس جو شخص عین طاعت میں ہو۔ وہ سلام کا جواب کس طرح دے سکتا ہے اس
کے بعد خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہٗ عالم سُکر میں مشغول ہوئے۔ اور دعا گو
واپس آکر اپنی کٹیا میں یادِ الٰہی میں مشغول ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؏

ہفتہ کے روز ماہ ذوالحجہ ۵۸۴ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حج کرنے
کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس وقت قاضی حمیدالدین ناگوری و مولانا علاؤالدین
کرمانی اور سید نورالدین مبارک غزنوی اور سید شرف الدین اور شیخ محمود موزہ دوز اور
مولانا فقیہ خداداد اور باقی جو وہاں موجود تھے۔ ان میں سے ہر ایک ایسا باکمال تھا کہ عرش
سے لے کر تحت الثریٰ تک ان کی نگاہ میں کوئی حجاب نہ تھا۔ اور سارے ہی صاحب

کشف و کرامت تھے۔ اس وقت خانہ کعبہ کے مسافروں کی حکایت شروع ہوئی۔ خواجہ قطب الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں کہ جب وہ اپنی کٹیا میں ہوتے ہیں۔ تو خانہ کعبہ کو حکم ہوتا ہے کہ جا کر ان کے گرد طواف کرے۔ کبھی یہ زمانہ تھے کہ آپ اور سارے حاضرین اٹھ کر عالم تحیر میں محو ہو گئے۔ اور شوق میں مستغرق ہو گئے۔ اس اثنا میں سارے اشخاص وہی الفاظ زبان سے نکالتے تھے۔ جو حاجی لوگ طواف کے وقت بولتے ہیں۔ اور ان کی کیفیت یہ تھی کہ ہر ایک سے بدن سے خون جاری تھا۔ اور جو خون کا قطرہ زمین پر گرتا تھا۔ اس سے تکبیروں کے نقش بنتے جاتے تھے۔ جب ہوش میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ سامنے کھڑا ہے۔ ہم سارے مقررہ آداب بجا لائے۔ اور چار مرتبہ اس کے گرد پھرے۔ غیب سے آواز آئی کہ اے عزیزو! ہم نے تمہارا حج۔ تمہارا طواف اور تمہاری نمازیں قبول کر لیں۔ اور نیز ان لوگوں کی جو تمہارے تابع پیرو ہیں۔

اس کے بعد خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز ہر سال اجمیر سے خانہ کعبہ جایا کرتے تھے۔ لیکن جب ان کا کام کمالیت کو پہنچ گیا۔ تو جو حاجی حج کے لئے جایا کرتے تھے۔ وہ آپ کو وہاں پاتے۔ حالانکہ آپ گھر میں گوشہ نشین ہوا کرتے۔ آخر معلوم ہوا کہ خواجہ معین الدینؒ ہر رات خانہ کعبہ جاتے تھے۔ اور رات وہاں بسر کرتے تھے۔ اور صبح کی نماز باجماعت اپنے گھر میں ادا کرتے تھے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ فرمایا کہ میں نے خواجہ معین الدینؒ کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ جنہوں نے یہی حکایت شیخ عثمان ہارونی کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ کہ آپ ایک روز سمرقند میں تھے کہ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ جب کبھی آپ کو کعبہ کے دیدار کا اشتیاق ہوتا۔ تو فرشتوں کو حکم ہوتا کہ خانہ کعبہ طشت میں لا کر رکھو! اور خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو دکھاؤ۔ جب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ طواف وغیرہ ساری رسومات ادا کر لیتے۔ تو پھر فرشتے خانہ کعبہ کو اس کے اصلی مقام پر پہنچا دیتے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ خواجہ حذیفہ مرعشی قدس اللہ سرہ العزیز نے ستر سال سجادہ سے قدم مبارک نہ اٹھایا اور کہیں تشریف نہ لے گئے۔ لیکن وہ مسافر اور حاجی جو ہر سال خواجہ صاحبؒ کی زیارت کے لئے آتے۔ تو کہا کرتے کہ ہم نے خواجہ کو بیت المقدس میں دیکھا ہے۔

پھر قرآن شریف کے پڑھنے اور اس کے یاد کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ دعا گو کو ابتدائے حال میں قرآن شریف یاد نہیں تھا۔ اس لئے طبیعت پریشان سی رہا کرتی تھی۔ ایک رات میں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ تو اپنی آنکھوں کو آنحضرت کے قدم مبارک پر ملا۔ اور زار زار رویا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ! میری ایک التماس ہے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے یاد ہے! آپ کو میری حالت پر رحم آیا اور فرمایا سر اٹھا میں نے سر اٹھایا۔ آپ نے فرمایا کہ سورۃ یوسف پڑھا کر تاکہ تجھے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ پھر میری آنکھ کھلی۔ تو اس کے بعد میں ہمیشہ سورۃ یوسف پڑھتا رہا یہاں تک کہ جلدی ہی مجھے قرآن شریف حفظ ہو گیا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میں نے شیخ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا۔ جنہوں نے اپنے پیر خواجہ عثمان ہارونی سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابو یوسف چشتی کو قرآن شریف حفظ نہ تھا۔ ایک رات آپ اسی متردد حالت میں سو گئے خواب میں اپنے پیر کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔ تو اتنا متردد کیوں ہے؟ اس نے عرض کی کہ قرآن شریف یاد کرنے کے لئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر روز ہزار بار سورۃ اخلاص اس نیت سے پڑھا کر کہ مجھے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ خدا تجھے نصیب کرے گا۔ اور اگر کوئی اور بھی پڑھے گا۔ تو اسے بھی نصیب ہو گا۔ جب میں جاگا۔ تو حسب الہدایت ہر روز سورۃ اخلاص پڑھا کرتا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں خدا کے فضل سے مجھے قرآن شریف حفظ ہو گیا۔ آخری عمر میں یہاں تک کمال حاصل کیا کہ ہر روز پانچ ختم کلام اللہ کے کرتا۔ اور پھر کسی دوسرے کام میں مشغول ہوتا۔ جب

قطب الاسلام نے ان فوائد کو ختم کیا۔ تو عالم تحیّر میں مشغول ہو گئے۔ اور دعا گو بھی ایک ویرانے میں جہاں اس کی کٹیا تھی۔ یادِ الٰہی میں مشغول ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؏

جمعہ کے روز ماہ شوال ۵۸۴ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اہلِ صفا حاضر تھے۔ اور حوضِ شمسی کے پانی کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہٗ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب شمسؒ نے چاہا کہ دہلی میں حوض بنائے۔ تو ایک روز اپنے امیروں وزیروں کے ہمراہ حوض کے لئے جگہ تلاش کرنے کے لئے نکلا۔

جہاں پر اب حوض واقع ہے۔ جب یہاں پہنچا۔ تو کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ یہ زمین حوض کے لئے بہتر ہے۔ چونکہ وہ خدا رسیدہ مرد تھا۔ اسی نیت سے اس رات مصلّے پر وہیں سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے۔ کہ اس چبوترے کے نزدیک جو حوض میں واقع ہے۔ ایک مرد نہایت خوبصورت اور وجیہہ جس کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ گھوڑے پر سوار ہے۔ اور چند آدمی اس کے ہمراہ ہیں۔ جونہی کہ ان کی نظر مجھ پر پڑی۔ مجھے اپنے پاس بلایا۔ اور فرمایا کہ تیری کیا نیت ہے۔ میں نے عرض کی کہ میری نیت یہاں حوض بنوانے کی ہے۔ اس گفتگو میں ایک شخص نے جو نزدیک ہی کھڑا تھا۔ آہستہ سے میرے کان میں کہہ دیا کہ اے شمس! یہ رسولِ خدا ہیں۔ تو درخواست کر۔ تاکہ تیری مراد حاصل ہو۔ چونکہ مجھے اس وقت حوض کا خیال تھا۔ میں نے وہی عرض کی۔ اور آپ کے مبارک قدموں پر گر پڑا۔ پھر میں نے دست بستہ عرض کی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں پر چبوترہ واقع ہے دست مبارک زمین پر مارا۔ اور فرمایا۔ اے شمس! اس جگہ حوض کھدوانا کہ یہاں کے حوض کا پانی ایسا لذیذ ہو گا کہ کسی جگہ کا پانی اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ ہم اسی گفتگو میں تھے کہ میری نیند کھل گئی۔ اس صبح اٹھ کر ہم وہاں پہنچے۔ تو دیکھا کہ جہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے نے سُم مارا۔ وہاں سے پانی جاری ہے۔ اسی جگہ ٹھہر گیا۔ اور حوض بنوایا۔ جو شخص وہاں آکر پانی پیتا قسم کھا کر یہی کہتا کہ اگر لاکھوں شیرینیاں اکٹھی کر کے کھائی جائیں۔ تو بھی اس پانی جیسی لذت نہیں آتی۔

خواجہ قطب الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اس پانی کی شیرینی صرف

آنحضرتؐ کے قدم مبارک کی برکت سے ہے۔ اور دوسرے اس حوض کے مبارک ہونے کی وجہ ہے۔ کہ اس کے گرد کئی بزرگ لیٹے پڑے ہیں۔ اور نہ معلوم اور کتنے لیٹیں گے۔ پھر خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا ہمیں امید ہے کہ ہم بھی اسی حوض کے نزدیک اپنا مسکن بنائیں گے۔ پھر خواجہ صاحبؒ نے شمس دلی کی بابت فرمایا کہ وہ از حد صاحب اعتقاد تھا کسی نے اس کو سوئے نہیں دیکھا۔ وہ راتوں کو جاگتا رہتا۔ اور عالم تحیر میں کھڑا رہتا۔ پھر فرمایا کہ اگر سو بھی جاتا۔ تو وہ فوراً جاگ اٹھتا۔ اور آپ ہی پانی سے کر وضو کرتا۔ اور مصلے پر جا بیٹھتا۔ اور اپنے کسی نوکر کو نہ جگاتا۔ اور یہ کہتا کہ میں آرام کرنے والوں کو تکلیف دوں۔ پھر فرمایا کہ کئی رات وہ خرقہ پہنتا۔ لیکن کسی کو اس کی خبر نہ کرتا لیکن ایک شخص جو اس کا ہمراز تھا۔ اسے ہمراہ لے کر بہت سی تھیلیاں سونے کی بھر کر ہر مسلمان کے دروازے پر جاتا۔ اور ہر ایک کا حال پوچھ کر ان کو بانٹ دیتا۔ جب وہاں سے فارغ ہوتا۔ تو مسجدوں اور خانقاہوں اور عبادت خانوں اور بازاروں میں گشت کرتا اور ان میں جو رہا کرتے تھے۔ ان کو کچھ نہ کچھ دیتا اور لاکھوں عذر کرتا۔ اور ساتھ ہی یہ کہتا۔ خبردار! کسی کے آگے اس بات کا ذکر نہ کرنا۔ جب دن نکلتا۔ تو عام طور پر سب کو کہتا کہ ان مسلمانوں کو لاؤ جنہوں نے رات کو فاقہ کیا ہے۔ حکم کے بموجب وہ لائے جاتے۔ تو ان کو ان کی احتیاج کے موافق دیتا۔ اور ان سے قسم لیتا کہ جب کبھی تمہیں اناج وغیرہ کی ضرورت ہو۔ یا کوئی تم پر ظلم کرے۔ تو میرے پاس آؤ! کہ میں تخت پر بیٹھا ہوا ہوں۔ اور انصاف کی زنجیر میں نے دروازے پر لٹکائی ہوئی ہے۔ اس کو ہلا دو۔ اور میں تمہارا انصاف کروں گا۔ تاکہ کہیں قیامت کو تم مجھ پر دعویٰ نہ کرو۔

پھر خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ وہ یہ بات اس لئے کرتا تھا۔ تاکہ ایسا کرنے سے وہ سبکدوش ہو جائے۔ اور قیامت کے دن مخلصی پائے۔ کہ میں نے تو کہہ دیا تھا۔ تم خود نہ آئے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ایک روز اس نے آ کر اس دعا گو کے قدم پکڑے۔ میں نے کہا۔ تیری کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے سلطنت مجھے عطا فرمائی ہے۔ اور سب کچھ ہے۔ لیکن میری التماس یہ ہے کہ قیامت کو میرا حشر کس

گروہ میں ہو گا۔ اور پھر وہ واپس چلا گیا۔

پھر فرمایا کہ وہ از حد نیک معاملہ تھا۔ اور درویشوں کا تو غلام تھا کہ اس کا ذرہ بھر بھی ان کی محبت سے خالی نہ تھا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں بدایوں کی طرف سفر کر رہا تھا اور شمس والی بھی بدایون میں تھا۔ ایک روز گیند کھیلنے کے لئے باہر گیا۔ ایک بوڑھے مرد نے اس سے کچھ مانگا۔ لیکن اسے کچھ نہ دیا۔ جب آگے بڑھا۔ تو ایک نوجوان ہٹے کٹے آدمی کو دیکھا۔ تو تھیلی سے کچھ روپیہ نکال کر اسے دیا۔ آگے بڑھا۔ تو امیروں وزیروں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھو! اس بوڑھے نے مجھ سے مانگا۔ لیکن میں نے اسے کچھ نہیں دیا۔ اور اس نوجوان تندرست کو میں نے بغیر مانگے دے دیا۔ یہ اس واسطے ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اگر میری مرضی ہوتی تو اس بڈھے کو دیتا۔ جو لینے کا مستحق تھا۔ لیکن جس کو دیتا ہے۔ خدا دیتا ہے۔ میں درمیان میں کون ہوں۔ جو کہوں میں نے اسے کچھ دیا۔ اور اسے نہ دیا۔ جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔

اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ شیخ الاسلام دہلی نے میرے بھائی شیخ جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ پر یہ تہمت لگائی کہ دعویٰ تو درویشی کا کرتا ہے۔ لیکن خیال اس کا امیری کی طرف ہے۔ چنانچہ یہ خبر شمس والی نے بھی سن لی۔ اس نے شیخ جلال الدین کے روبرو کچھ نہ کہا۔ شیخ الاسلام دہلی کا اس میں کچھ خاص کام تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان کو بلایا گیا۔ اور شیخ جلال الدین کو کہلا بھیجا کہ اس دعویٰ کے لئے کوئی منصف ہونا چاہیئے۔

شیخ الاسلام نے دہلی کہلا بھیجا کہ جس کو آپ منصف کریں۔ پھر شیخ جلال الدین نے کہلا بھیجا۔ کہ شیخ بہاؤ الدین ذکریا منصف رہے شیخ الاسلام نے کہلا بھیجا کہ ان کو بلایا جائے چنانچہ دوسرے روز سارے بزرگ اکٹھے ہوئے۔ اور شیخ جلال الدین بھی آئے۔ اور معمولی صف میں بیٹھ گئے۔ شمس والی نے بہترا چاہا کہ شیخ جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ آپ سے اوپر بیٹھیں۔ لیکن شیخ جلال الدین نے فرمایا کہ اب دعویٰ کا مقام ہے۔ میرا اس وقت مقام یہی ہے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے جلال الدین کے مناسب حال روایتیں اور باتیں بیان

گئیں۔ اسی اثنا رمیں شیخ بہاؤ الدین ذکریا قدس سرہ العزیز بھی آن پہنچے سب لوگ حیران ہو گئے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ شیخ بہاؤ الدین ذکریا کو کس نے خبر کی تھی۔ اور وہ ملتان سے کب روانہ ہوئے۔ اور کب یہاں پہنچے۔ اور جب شیخ بہاؤ الدین ذکریا وہاں آئے۔ تو جہاں پر بزرگوں نے جوتیاں اتاری تھیں۔ وہاں کھڑے ہو گئے۔ اور شیخ جلال الدین کی نعلین مبارک کو پہچان کر زمین سے اٹھا لیا اور چوم کر سر آنکھوں پر رکھ لیا۔ اور پھر آستین مبارک میں رکھ کر آئے اور سلام کیا۔ اور شیخ جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ کی بزرگی پر کوئی کلام نہیں کیا۔ کیونکہ جب بہاؤ الدین جیسے منصف نے شیخ جلال الدین کی نعلین مبارک کو بوسہ دے کر آستین میں رکھ لیا۔ پس معلوم ہو گیا کہ وہ دعویٰ باطل ہے۔ جو شیخ الاسلام دہلی نے شیخ جلال الدین پر کیا ہے۔ اور یہ فعل کہ ان کی نیت میں نہیں ہے۔ شمس والی نے بہت ہی معذرت کی۔ الغرض شیخ جلال الدین اور شیخ بہاؤ الدین دونوں واپس چلے گئے۔ اور ندی کے کنارے آئے۔ رات اسی جگہ بسر کی۔ جب دن چڑھا۔ تو شیخ بہاؤ الدین کو ملتان کی طرف وداع کیا۔ اور شیخ جلال الدین لکھنوتی ہندوستان کو روانہ ہو گئے۔ اور مدت تک زندہ رہے۔ الغرض! بہت عرصہ نہ گزرنے پایا کہ شیخ الاسلام دہلی پیٹ کے درد میں مبتلا ہوئے۔ اور اسی عارضہ میں انتقال فرمایا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۞

پھر دنیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ سالک کے لئے دنیا سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں۔ اس واسطے کہ کوئی شخص اس وقت تک خدا رسیدہ نہیں ہوتا۔ جب تک وہ دنیا میں مشغول رہتا ہے۔ اور اہل سلوک نے فرمایا ہے کہ بندے اور خدا کے درمیان دنیا سے بڑھ کر اور کوئی حجاب نہیں۔ پس جو شخص دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے۔ وہ خدا سے باز رہتا ہے۔ لوگ جس قدر دنیا میں مشغول رہتے ہیں۔ اسی قدر خدا کی طرف سے رہ جاتے ہیں۔ اور اس سے جدا ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ جب دنیا میں دنیا کی محبت رکھی گئی۔ تو تمام فرشتوں نے اس بات پر رونا شروع کیا۔ لیکن ابلیس لعین خوش ہوا۔ اور کہا کہ آدم علیہ السلام کے فرزندوں میں فساد کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس واسطے کہ اس مردار کی خاطر بھائی بھائی کو ہلاک کر دے گا۔ اور رشتہ دار قطع تعلق کر لیں گے۔

کئی شہر خراب ہو جائیں گے۔ اور آدمی ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ اور ایک دوسرے سے عداوت رکھیں گے۔ اور ہلاک ہو جائیں گے۔ اور دنیا برقرار رہے گی۔ اس دنیا کی محبت کو لعنتی شیطان نے بڑی تعظیم و تکریم سے سر آنکھوں پر رکھا۔ حکم ہوا۔ اے عزازیل! تو نے یہ کیا کیا؟ کہ تو نے دنیا کی محبت کو بڑے ادب کے ساتھ سر آنکھوں پر رکھا۔ اس نے کہا۔ اے پروردگار! دنیا کو میں نے اس واسطے سر آنکھوں پر رکھا ہے کہ جو شخص اسے دوست رکھیگا اور اس میں مشغول رہے گا۔ وہ میرا پیرو ہوگا۔ اور میں اسے اور بھی اس میں مشغول کر دوں گا یہاں تک کہ اسے تمام طاعتوں اور عبادتوں اور نیکیوں سے باز رکھوں گا۔ پس وہ گنہگار میرا بن جائے گا۔ اور میں اسے ہلاک کر دوں گا۔ اور اس کا مال دوسرے لوگ کھائیں گے۔ اور وہ درمیان سے اٹھ جائے گا۔

پھر خواجہ قطب الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ دنیا کیسی بے وفا اور مکار ہے۔ پھر فرمایا کہ دنیا سب کی دوست ہے۔ لیکن درویشوں کی نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اسے رد کر دیا ہے۔ اور اپنے آپ سے دور کر دیا ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دین محمدیؐ میں ایسے مردانِ خدا بھی ہوں گے۔ کہ دنیا ہزاروں مرتبہ درویشوں کے دروازے پر آئے گی۔ اور کہے گی کہ اے خواجگان! اگر آپ مجھے قبول نہیں کرتے۔ تو کسی وقت بڑھیا کی طرف نظر ہی ڈال لیا کرو۔ لیکن وہ فرمائیں گے کہ جا چلی جا! اگر دوسری دفعہ آئے گی۔ تو ہلاک ہو جائے گی۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ مہتر عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سیاہ رنگ بدصورت بڑھیا عورت کو دیکھا۔ اور اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں بوڑھی دنیا ہوں۔ مہتر عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تو نے کتنے شوہر کئے ہیں؟ اس نے کہا بے حد۔ اور بے شمار۔ اگر ان کی گنتی ہو۔ تو شمار کروں۔ مہتر عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ ان میں سے کسی خاوند نے تجھے طلاق بھی دی؟ اس نے کہا کہ میں نے سب کو قتل کیا ہے۔ پھر شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہٗ زار زار روئے۔ اور فرمایا۔ درویشی بڑا آرام ہے۔ اور دنیاوی آفتوں سے محفوظ ہے۔ لیکن درویشی کے کام میں سختی بہت ہے۔ جس رات درویش کو فاقہ

ہوتا ہے۔ وہ اس کا معراج ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ اہل صفا اور تصوف کا قول ہے
کہ معراج الفقر فی لیلۃ الفاقۃ یعنی فقر کا معراج فاقے کی رات ہوتا ہے۔ پس کوئی
نعمت درویشی کا فاقہ درویش کے اختیار میں رکھا گیا ہے۔ کیونکہ دنیا اس کو دی گئی ہے کہ جس
طرح چاہے۔ اس کو خرچ کرے۔ پس وہ اپنے واسطے بھی خرچ کر سکتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں کرتا
بلکہ دوسروں کو دیتا ہے۔ اور خود فاقہ کشی کرتا ہے۔ اس سے اس کا کام ترقی پکڑتا ہے۔

پھر خواجہ قطب الاسلام نے ان فوائد کو ختم کیا۔ تو اٹھ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگ گئے۔
اور عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ اور دعا گو واپس آ کر اپنی کٹیا میں یادِ الٰہی میں مشغول ہو گیا۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰالِکَ ؛

بدھ کے روز ۵۸۴ھ کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قاضی حمید الدین اور مولانا شہاب الدین
اوشی اور محمود موزہ دوز اور خواجہ تاج الدین غزنوی اور مولانا فقیہہ خدا داد اور سید نور دین مبارک
غزنوی اور سید شرف الدین اور شمس الدین ترک اور مولانا علاؤ الدین کرمانی اور قاضی عماد الدین
اور مولانا فخر الدین زاہد نام صاحب کشف و کرامات حاضر خدمت تھے۔ اور سلوک کے بارے میں
گفتگو ہو رہی تھی۔ اس اثناء میں قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہٗ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ
امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ اپنے یاروں کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ کہ آپ پر حالت طاری ہوئی۔
امام الحرمینؒ نے ذکر الٰہی شروع کیا۔ اور ان کی موافقت سے سارے بزرگ جو وہاں موجود
تھے۔ ذکر الٰہی میں مشغول تھے۔ اور انہیں اپنے آپ کی خبر نہ تھی۔ اور ہر ایک کے رونگٹے سے
خون جاری ہوا۔ اور جو قطرہ زمین پر گرتا۔ اس سے زمین پر اللہ کے نام کا نقش پیدا ہو جاتا۔ اور
اس قطرے سے بھی ذکر الٰہی جاری ہوتا۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ تو
سب کو وجد ہو گیا۔ اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ اور اس قدر ذکر کیا کہ بے ہوش ہو گئے۔ تو خواجہ
رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رباعی پڑھی۔

رُباعی

ذکر خوش تو زہر دہن مے شنوم　　شرح غم تو ز خویشتن مے شنوم

ترجمہ: تیرا خوش ذکر میں ہر منہ سے سنتا ہوں۔ اور تیرے غم کی شرح اپنے آپ سے سنتا ہوں۔

گر ہیچ نہ باشد کہ یکے منشانم تا نام تو مے گوید و من مے شنوم

ترجمہ:۔ تا وقتیکہ کوئی تیرا نام نہ لے۔ اور میں سن نہ لوں۔ میں اسے اپنے پاس ہی نہیں بیٹھنے دیتا۔

اہل مجلس ذکر میں پھر مشغول ہو گئے۔ اور اس قدر ذکر کیا۔ کہ ہر ایک کے رونگٹوں سے خون جاری ہو گیا۔ اور قطرہ جو زمین پر گرتا۔ اس سے سُبْحَانَ اللّٰہ کا نقش بن جاتا۔ اور قطرہ سے بڑی بلند آوازی کے ساتھ ذکر الٰہی نکلتا۔ جب اس ذکر سے فارغ ہوئے۔ تو دعا گو نے سر اٹھا کر سر زمین پر رکھ دیا۔ میری یہ نیت تھی کہ میں ہانسی کی طرف جاؤں۔ خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ کی نظر دعا گو پر پڑی۔ تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مولانا فرید! میں جانتا ہوں۔ کہ تو جائے گا۔ پھر میں نے سر زمین پر رکھ دیا۔ اور عرض کی۔ اگر آپ کا حکم ہو۔ فرمایا کہ جا! التقدیر الٰہی اس طرح ہے کہ آخری سفر کے وقت تو ہمارے ہمراہ نہ ہو۔ پھر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس فقیر کی دینی اور دنیاوی نعمتوں کی زیادتی کے لئے فاتحہ اور اخلاص پڑھو! اور دعائے خیر کہو۔ پھر مجھے مصلٰی اور عصا عطا فرمایا۔ اور دوگانہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ بیٹھ جا! کل جانا۔ خواجہ صاحب کے حکم کے بموجب میں نے دوگانہ ادا کیا۔ اور بیٹھ گیا۔ خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے دعا گو کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تمہاری امانت یعنی سجادہ، نعلین، دستار اور خرقہ قاضی حمید الدین ناگوری کو دے دوں گا۔ میرے انتقال کے بعد پانچویں روز آنا۔ اور لے لینا۔ کیونکہ یہ تیرے ہی متعلق ہیں۔ جونہی کہ خواجہ صاحب نے یہ کہا۔ مجلس سے آہ و بکار کی آواز بلند ہوئی سب نے خواجہ صاحبؒ کے لئے دعا کی۔ بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں خود بھی اپنے خواجہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین حسن سنجری علیہ الغفریہ کے وقت حاضر نہ تھا۔ اور انہوں نے خود سجادہ عنایت نہیں کیا۔ بلکہ مجھے بھی اسی طرح ملا تھا۔ جیسا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔

پھر فرمایا کہ مرید پر لازم ہے کہ اپنے پیر کے طریقے پر ثابت قدم رہے۔ اور اس سے ذرہ بھر نہ بڑھے۔ تا کہ قیامت کو شرمندہ نہ ہووے۔ پھر خوف کے بارے میں گفتگو شروع

ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خوف الٰہی تازیانہ دکوڑا) ہے۔ جو بے ادبوں کے لئے مقرر کیا ہے۔ تاکہ جو شخص بے ادبی کرے۔ اسے لگائیں۔ یہاں تک کہ درست ہو جائے

پھر فرمایا کہ جس دل میں خوف الٰہی ہوتا ہے۔ اسے پاش پاش کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خواجہ سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کو ایک زحمت تھی۔ ہارون الرشید نے ایک آتش پرست طبیب کو بلایا۔ جو سب سے بڑھ کر لائق تھا۔ جب نزدیک آکر خواجہ سفیان ثوریؒ کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو گیا اور گر پڑا۔ اور کہا۔ سُبْحَانَ اللہ دین محمدیؐ میں ایسے مرد بھی ہیں کہ جن کا دل خوف الٰہی سے پاش پاش ہو گیا ہے۔ اس طبیب نے فوراً کلمہ پڑھا۔ اور دین قبول کیا۔ جب یہ خبر ہارون الرشید نے سُنی تو کہا۔ میں نے تو خیال کیا تھا کہ طبیب کو بیمار کے پاس بھیجا ہے لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ بیمار کو طبیب کے پاس بھیجا ہے۔

پھر فرمایا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ اگر درویش دولت مندی کو چاہے۔ تو دولت مند سے محبت کرے۔ اور اگر محبت الٰہی کا فخر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو اپنی خواہشوں سے ناامید ہو جائے۔ تب کہیں ان مقامات کو حاصل کر سکے گا۔ اور اگر ایسا نہ کرے گا۔ تو اس کا کام بگڑ جائے گا۔

اس کے بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اے فرید! الدنیا اور آخرت میں ہمارا یار رہے۔ لیکن غافل ہرگز نہ ہونا کیونکہ اہل سلوک کا قول ہے۔ کہ طریقت کی راہ ازبس پُرخوف ہے۔ جو شخص اس راہ میں قدم رکھتا ہے۔ اگر وہ اہل سلوک کے فرمان کے مطابق عمل نہ کرے۔ تو کبھی خدا رسیدہ نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک عاجزی اور غم سے اندر آنے کی اجازت نہ مانگے۔ وہ ہرگز باریاب نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک سر کے بل نہ چلے۔ وہ بارگاہ الٰہی میں نہیں پہنچ سکتا۔

پھر فرمایا کہ اسّی سال تک جب تک میں نے سب زبانوں سے دخل کی اجازت نہ مانگی۔ انہوں نے نہ دی۔ اور سارے ہاتھوں سے جب تک دروازہ نہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے نہ کھولا اور جب تک سارے قدموں سے اس کی راہ میں نہ چلا۔ ہرگز عزت کے

مقام پر نہ پہنچا۔ خلاصہ یہ کہ بڑی عاجزی اور انکساری اور تکلفات برداشت کرکے منزل مقصود پر پہنچا۔ جونہی کہ خواجہ صاحب قطب اسلام ادام اللہ برکاتہ نے ان فوائد کو ختم کیا۔ سارے حاضرین نے سر زمین پر رکھ دیئے۔ آپ نے سب کو اٹھایا۔ جب میری باری آئی۔ تو مجھے بغل میں لے کر رو دیئے۔ اور یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے۔

هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ (جدائی ہے میرے اور تیرے درمیان)

اس کے بعد فرمایا کہ ارادت کا حق پورا کر۔ اور چونکہ آپ دوانہ کی کشش سخت ہے۔ جا! میں نے تجھے خدا کو سونپا۔ اور قرب اور عظمت کے مقام پر پہنچایا۔

جونہی کہ یہ فرمایا۔ عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ اور دعا گو واپس چلا آیا۔ یہ سلوک کے وہ فوائد ہیں۔ جو اہل جہان کے مخدوم کی زبان سے سن کر اس مختصر سی کتاب میں لکھے ہیں الحمد للہ علی ذلک ؛

تمت بالخیر

راحتُ القلوبُ
ملفوظات
حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ
محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ
ایم۔ ایس۔ پرنٹرس
۱۸۵۳ لال دروازہ، ہمدرد مارگ لال کنواں، دہلی

تذکرۂ فریدیہ

مختصر حال بابرکت اشتمال حریق المحبت برہان العاشقین

حضرت خواجہ فریدالحق والملۃ والدین مسعود گنج شکرؒ

اجودھنی قدس سرہ العزیز

نام نامی واسم گرامی آپ کا مسعود بن سلیمان ہے۔ آپ قوم کے شیخ فاروقی یعنی خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ کہ سلسلہ نسبی آپ کا ستّرہ واسطوں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے
حضرت عمرؓ کی والدہ کا نام بی بی قرسم خاتون بنت مولانا وجیہہ الدین خجندی ہے۔ آپ
اعظم النسا علیہا فات سے گزری ہیں۔ ذکر خیر آپ کا اکثر کتب سیر میں بشرح وبسط ہے
لقب شریف آپ کا فریدالدین گنج شکر اور حریق المحبت ہے۔ کہ آتش عشق و محبت الٰہی نے آپ کے وجود میں بجز اپنی ذات کے جلوہ کے اور کچھ نہ چھوڑا تھا۔

دوسری وجہ فرید الدین لقب آپ کو عطا فرمودہ حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ مؤلف تذکرۃ الاولیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ لقب آپ کو پردۂ غیب سے حاصل ہوا تھا۔ اور گنج شکر سے ملقب ہونے کی تین وجوہات کتب سیر میں مرقوم ہیں۔

اول یہ کہ ایک مرتبہ آپ نے دہلی میں روزہ طی رکھا تھا۔ بعد وقت مقررہ افطار کیا۔ الا کوئی شئے ایسی اس وقت آپ کو دستیاب نہیں ہوئی کہ جو باعثِ تسکین جوع ہوتی۔ لاچار بعد از شب نصف آپ نے غایتِ گرسنگی سے ہاتھ زمین پر مارا۔ چند سنگریزے اس وقت ہاتھ میں آ گئے۔ آپ نے ان کو اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ کہ وہ پتھر کے ٹکڑے آپ کے منہ میں شکر ہو گئے۔ جب یہ خبر آپ کے پیر روشن ضمیر حضرت خواجہ قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ تو آپ نے فرمایا کہ فرید گنج شکر ہے۔

دوئم یہ کہ آپ ایک مرتبہ خدمت مبارک حضرت خواجہ شہید المحبت قدس سرہ العزیز میں حاضر ہونے کے واسطے جائے اقامت سے روانہ ہوئے۔ تو راہ میں کئی مقام تک آپ کو کچھ کھانے کو نہیں ملا۔ ایک روز غایتِ ضعف و گرسنگی سے آپ زمین پر گر پڑے۔ اور جو خاک آپ کے منہ میں پہنچی۔ وہ شکر ہو گئی۔ اور جب یہ خبر بہ مبارک حضرت خواجہ قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ میں پہنچی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ فرید الدین گنج شکر ہے۔

سوم یہ کہ ایک روز آپ بر سر راہ تشریف فرما تھے کہ ایک بنجارہ آپ کے سامنے سے گزرا جس کے بوروں میں شکر لدی ہوئی تھی۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ ان بوروں میں کیا ہے؟ اس نے از راہ تمسخر جواب دیا کہ نمک ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خیر نمک ہی ہوگا، وہ شکر سب اسی وقت نمک ہو گئی۔ جب منزل مقصود پر پہنچ کر اس نے بار کشادہ کئے۔ تو بجائے شکر کے نمک پایا۔ وہ روتا ہوا حضور میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ غلام سے خطا ہوئی جو شکر کو نمک بتلایا کہ انفاسِ نفیس حضور

سے نمک ہو گیا۔ دراصل وہ شکر تھی۔ آپ نے فرمایا۔ جا بابا! وہ شکر تھی تو شکر ہو گئی
جب اس بنجارہ نے آکر دیکھا۔ تو وہ نمک سب شکر تھی۔ بیرم خاں مرحوم نے اس
تلازمہ میں خوب کہا ہے ؎

کانِ نمک و گنج شکر شیخ فرید		کز گنج شکر کان نمک کز پدید
در کانِ نمک کرد نظر گشت شکر		شیریں تر ازیں کرامتے کس نشنید

ولادت با سعادت آپ کی قصبہ کھوتی وال کہ آج کل اس کو مشائخ کی چاول کہتے
ہیں۔ کہ جو درمیان پاک پٹن و بہار شریف ضلع ملتان میں واقع ہے۔ آپ نے قبل از
ارادت ربع مسکون کی سیر فرمائی اور آپ نے ہر شہر و دیار کے اولیاء اللہ سے فیضِ صحبت
پایا۔ چنانچہ یہ امر آپ کے ملفوظات سے ظاہر ہے۔ اور جب دہلی میں پہنچے۔ اور
آوازہ عظمت و جلال حضرت خواجہ شہید المحبت قطب الاقطاب قطب الدین
بختیار کاکی اوشی رضی اللہ عنہ کا سنا۔ تو آپ حاضر ہو کر مجلس اوّل ہی میں فرطِ
عظمت و کششِ شیخ سے مرید ہوئے۔ خواجہ حریق المحبت خود ہی اعتراف
فرماتے ہیں کہ میں نے سیر ربع مسکون کی کی۔ اور ہزار ہا اولیاء اللہ دیکھے۔ اور ان سے
شرفِ فیض پایا۔ مگر جو عظمت و جلال میری نظر نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار
کاکی اوشی قدس اللہ سرہٗ کا دیکھا۔ وہ کسی کا نہ دیکھا۔ (میں ان کا مرید ہوا) میرے
شیخ نے بعد تین روز کے دروازہ عطائے کرم کا مجھ پر کھول دیا۔ اور مجھے مالا مال
کر دیا۔ کہ اسے فرید! کامل ہونے کے لئے میرے پاس آتے۔ انتہی کلامہ۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ تحصیل علم میں جبکہ آپ بمقام ملتان مصروف تھے۔
اور ایک بزرگ صاحب درس (یعنی تعلیم دینے والے) سے کتاب نافع جو فقہ کی
مشہور کتاب ہے۔ پڑھتے تھے کہ ان ہی ایام میں حضرت خواجہ شہید المحبت مقام اوش
سے ملتان تشریف لائے۔ جب آپ کی نظر آپ پر پڑی۔ تو کشف وقائع آئندہ سے
حال آپ کا معلوم کیا۔ اور نزدیک بلا کر فرمایا کہ اے صاحب! کیا پڑھتے ہو؟ آپ
نے عرض کی کہ کتاب نافع پڑھتا ہوں! اس پر حضرت نے فرمایا کہ نافع سے کچھ

نفع پہنچنے کی امید ہے۔ آپ نے گزارش کی کہ نافعہ سے خیر۔ مگر مجھ کو نگاہ کرم حضور سے فائدہ پہنچنے کی زیادہ تر امید ہے۔ یہ کہہ کر قدم مبارک حضرت خواجہ شہید المحبت رضی اللہ عنہ پر گر پڑے۔ اور معتقد ہوئے۔ اور تعلیم چھوڑ کر ہمراہی خواجہ شہید المحبت نور اللہ مرقدہٗ دہلی تشریف لے گئے۔ اور رشتہٗ مریداں میں منسلک ہو کر خرقہ خلافت سے مستفیض ہوئے۔

کتب سیر میں لکھا ہے کہ وقت بیعت آپ کی عمر پندرہ یا اٹھارہ سال کی تھی۔ اور بعد بیعت آپ اسّی سال تک زندہ رہے۔ جملہ عمر شریف آپ کی پچانوے یا اٹھانوے سال کی ہوئی۔

آپ کو فقر و فاقہ و ستر حال نہایت محبوب و مرغوب تھا جب کسی مقام پر آپ تشریف لے جاتے۔ وہاں کے باشندے انوارِ الٰہی کو جو آپ کے رُخ انور میں تھے۔ دیکھ کر فوراً حاضر خدمت ہوتے وہاں پر آپ کو یہامر ناگوار ہوتا۔ تو آپ اُن سے کنارہ کش ہو کر دوسری جگہ تشریف لے جاتے۔ جب وہاں بھی ایسا معاملہ پیش آتا۔ تو کسی اور جگہ تشریف لے جاتے۔ شدہ شدہ **اجودھن** میں پہنچے۔ کہ باشندے وہاں کے منکر درویشاں۔ نہایت بدمزاج اور سخت گیر تھے۔ کسی نے آپ کے پہنچنے پر التفات نہ کیا۔ اور نہ خاطر و مدارات سے پیش آئے۔ بلکہ بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ جب آپ نے یہ معاملہ دیکھا۔ بہت خوش ہو کر اپنے نفس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ (اے فرید! تیرے رہنے کی جگہ ہے) اور ساکنانِ اجودھن نے اپنی بُری عادت کی وجہ سے آپ کو شہر میں بھی نہ رہنے دیا پس! آپ شہر کے باہر ایک گچھا دار کریلے کے درخت کے سایہ میں مقیم ہوئے۔ اور یادِ خدا میں مشغول ہوئے۔

اکثر وقت اپنا مسجد جامع میں آپ بسر فرماتے تھے۔ وہیں آپ کی اولاد ہوئی۔ آپ فاقہ پر فاقہ کرتے۔ اور شدت سے سختی و محنت کی تکلیف اٹھاتے۔ اور وہیں نشو و نما پاتے۔

چونکہ آپ کی دلیل روشن اور برہان قوی تھے۔ پوشیدہ طور پر رہنا نہ ملا۔ شہرت آپ کی نزدیک و دور پہنچی۔ اور اطراف و جوانب سے مشائخ اور ائمہ دین آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ اور بالآخر اس شہر نے یہاں تک شہرت پکڑی کہ آمد و رفت اور بود و باش صلحا کی وجہ سے اجودھن کا نام تبدیل ہو کر پاک پٹن ہو گیا۔

آپ نے بمتابعت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چار شادیاں کیں۔ اور پانچ فرزند نرینہ اور تین لڑکیاں آپ سے باقی رہیں۔ پوتوں اور نواسوں کا کوئی شمار نہ تھا۔

آپ کے ذکر اور خوارقِ عادات سے جملہ کتب سیر معمور ہیں۔ باقی حالات آپ کے اس ترجمہ کتاب **جواہر فریدی** مصنفہ و مرتبہ مولوی محمد علی اصغر صاحب ابن مخدوم شیخ مودود ابن مخدوم شیخ محمد قریشی چشتی بنڈالوی ثم فتحپوری از اولاد بندگی حضرت **بابا فریدالدین گنج شکر** رضی اللہ عنہ مسودۂ خاص حضرت مصنف مرحوم قدس سرہ العزیز کو دیکھنا چاہیئے۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ بصرف زر کثیر ملک فضل الدین و ملک چنن الدین تاجران کتب قومی کوچہ گلے زئیاں و کشمیری بازار لاہور نے ترجمہ کرا کر نہایت خوشخط کاغذ پر کافۂ اسلام کیلئے عموماً اور صوفیائے کرام طالبان رضا کے لئے خصوصاً طبع کرا کر شائع کیا۔

حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کی کرامت کی بابت کتب سیر میں لکھا ہے۔ کہ آپ کی ادنیٰ کرامت یہ تھی کہ آپ نے دروازۂ رحمت و بخشائش الٰہی ہر کس و ناکس کے واسطے کھول دیا تھا۔ کیسا ہی خاطی لامذہب اور فاسق و فاجر آپ کے حضور میں حاضر ہوتا تھا۔ آپ اس کو شرف بیعت سے مشرف فرما کر مقامات اعلیٰ پر آن واحد میں پہنچا دیتے تھے۔

آپ کے خلفاء کی تعداد پچاس ہزار تین سو بیالیس ہے۔ مریدوں کا اندازہ اس تعداد خلفاء سے کر لیا جائے۔ واللہ اعلم کس قدر ہوں گے۔

وفات شریف آپ کی عہد سلطان غیاث الدّین بلبن اناء اللہ برھانہٗ میں بروز سہ شنبہ پنجم ماہ محرم الحرام ۶۶۴ھ ہجری کو واقع ہوئی۔ مزار مبارک آپ کا پاک پٹن میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

اِلتماسِ مترجم

واضح ہو کہ ہم نے یہ مختصر حالات آپ کے کتب سیر جواہر فریدی وغیرہ سے منتخب کر کے بطور مقدمہ کے شروع ترجمہ کتاب میں حسب عادت لکھ دیئے ہیں۔ تاکہ ناظرین کتاب کو اس امر کی واقفیت ہو جائے کہ یہ کتاب کس بیان اور کس بزرگ کے حالات میں ہے۔ اور مجملاً کچھ حال کتاب بھی معلوم ہو جائیں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اس ارادہ میں کامیاب ہوا۔ اور بابا صاحب کے کچھ مختصر حالات لکھ کر اس مقدمہ کو ختم کیا۔

دُعا ہے کہ

خدائے تعالیٰ مجھ کو میرے مکرم مخدوم ملک فضل الدّین و ملک چنن الدّین و ملک تاج الدّین اور ناظرین کتاب کو جزائے خیر دے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد واٰلہ واصحابہ وسلم؛

اردو ترجمہ کتاب

راحۃ القلوب

یعنی

ملفوظات زاہد الانبیاء، تاج الاولیاء حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر مسعود اجودھنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت محبوب الٰہیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والسلام علی محمد والہ
واصحابہ اجمعین۔

واضح رہے کہ یہ الہام ربانی کے خزانے کے جواہر اور علوم سبحانی کی فصل کے غنچے
سلطان المشائخ شیخ الشیوخ العالم قطب علامۃ الدنیا۔ بدر الطریقۃ برہان الحقیقت
سید العابدین۔ بدر العابدین۔ عمدۃ الابرار۔ قدوۃ الاخیار۔ تاج الاصفیاء۔ سراج الاولیاء۔
ملک المساکین۔ برہان العاشقین فرید الحق والشرع والدین ادام اللہ تعالیٰ ان کو نزدیک زندہ
رکھ کر مسلمانوں کو مستفیض کرے، کی زبان گوہر فشاں سے سن کر جمع کیا۔ اور اس مجموعے کا نام

راحت القلوب رکھا۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ۔

پندرہ ماہ رجب ۶۵۵ھ ہجری کو پائے بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مسلمانوں کا دعا گو نظام الدین احمد بدایونی۔ جو سلطان الطریقت کا ایک غلام ہے۔ اور ان معانی کا جمع کرنے والا ہے۔ عرض پرداز ہے۔ کہ جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو آپ نے چار ترکی کلاہ جو زیب سر فرمائی ہوئی تھی۔ اتار کر دعا گو کے سر پر رکھی اور خاص خرقہ اور لکڑی کی نعلین عطا فرمائی۔

نیز فرمایا کہ میرا ارادہ تو تھا کہ ہندوستان کی ولایت کسی اور کو دوں۔ لیکن تم راستے میں تھے کہ الہام ہوا۔ کہ یہ ولایت نظام الدین احمدؒ بدایونی کی ہے۔ اسے دو۔ میں پائبوسی کے اشتیاق سے اٹھ کر کچھ عرض کرنے لگا۔ لیکن مارے رعب کے نہ کر سکا۔ آپ نے روشن ضمیری کی وجہ سے واقف ہو کر فرمایا کہ ہاں۔ اس سے تمہارا اشتیاق جیسے کہ دل میں ہے۔ اس سے زیادہ ہم پر روشن ہے۔

نیز یہ بھی فرمایا کہ نکل داخل دھشۃ جب میں نے سنا۔ تو دل میں خیال کیا کہ اس کے بعد جو کچھ زبان مبارک سے نکلے گا۔ میں اسے قلمبند کرتا جاؤں گا۔ ابھی یہ خیال میرے دل میں گزرنے بھی نہ پایا تھا۔ فرمایا کہ اس مرید کی کیا ہی سعادت ہے۔ جو اپنے پیر کے فرمودہ کو قلمبند کرے۔ اور گوش ہوش اس طرف لگائے۔ اس واسطے کہ ابرار اولیا میں لکھا ہے۔ کہ جب مرید کچھ اپنے پیر کی زبانی سُنے۔ لکھے۔ تو حرف نوشتہ کے بدلے ہزار سال کی اطاعت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور مرنے کے بعد اس کا مقام علیین میں ہوتا ہے۔ اس وقت زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا ؎

اے آتش فراقت دل ہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقت جہاں ہا خراب کردہ

پھر اس موقع کے مناسب فرمایا۔ کہ لوگوں کو ہر وقت ایسے ہی ہونا چاہیئے۔ اس واسطے کہ کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا کہ ایسے شخص کے دل میں یہ صدا نہیں آتی کہ زندہ دل وہی ہے۔ جس میں محبت اور اشتیاق ہے۔

الغرض درویشی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ درویشی پردہ پوشی ہے۔ اور خرقہ پہننا اس کا کام ہے۔ جو مسلمان وغیرہ کے عیب کو چھپائے۔ اور کسی کے آگے ظاہر نہ کرے۔ اور دنیاوی مال اس کے پاس ہو۔ اسے راہ خدا میں صرف کرے۔ اور ذخیرہ نہ کرے۔

پھر فرمایا کہ اصحاب طریقت اور مشائخ کبار اپنے فوائد میں لکھتے ہیں۔ کہ زکوٰۃ تین قسم کی ہوتی ہے۔ زکوٰۃ شریعت۔ زکوٰۃ حقیقت۔ شریعت کی زکوٰۃ یہ ہے۔ کہ اگر چالیس درم ہوں تو ان میں سے پانچ درم راہِ خدا میں صرف کرے۔ طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ اپنے پاس رکھے۔ اور باقی راہِ خدا میں خرچ کرے۔ اور حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے۔ کہ چالیس میں سے کچھ بھی نہ بچائے۔ بلکہ تمام راہِ خدا میں تقسیم کردے۔ اس واسطے کہ درویشی خود فروشی ہے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اس دعا گو نے شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی زیارت کی ہے۔ اور چند روز آپ کی خدمت میں بسر کئے ہیں۔ اس عرصہ میں تقریباً چھ ہزار دینار ہر روز آپ کی خانقاہ میں بطور نذر آتے۔ اور سب راہِ خدا میں صرف کئے جاتے۔ اور رات کو ایک پیسہ بھی نہ بچاتے۔ ساتھ ہی یہ فرماتے کہ اگر میں کچھ بچاؤں تو مجھے درویش نہیں کہیں گے۔ بلکہ کہیں گے کہ یہ درویش مالدار ہے۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ درویشی قناعت میں ہے۔ جو کچھ ملے۔ اسے یہ نہ کہے کہ ایسا ملنا چاہیئے۔ کیونکہ سلوک اولیاء میں میں نے لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ کسی درویش کی زیارت کو گئے۔ تو اس کے ساتھ سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اسی اثناء میں جو کی دو روٹیاں درویش کے پاس تھیں۔ لیکن بے نمک۔ مالک دینار نے فرمایا۔ اگر نمک ہوتا۔ تو بہتر ہوتا۔ درویش کی لڑکی نے یہ سنتے ہی کوزہ اٹھا کر بقال کی دکان پر گروی رکھا۔ اور نمک لا کر حاضر

کیا۔ دونوں نے مل کر کھایا۔ تو مالک دینار نے فرمایا کہ قناعت اسی کا نام ہے۔ لڑکی نے آداب بجا لا کر عرض کیا کہ اگر آپ میں قناعت ہوتی۔ تو ہمارا کوزہ بنئے کی دکان پر گروی کیوں رکھا جاتا؟ اے مالک دینار، سنو! ہماری یہ حالت ہے کہ ستر سال سے ہم نے نمک کو بالکل ترک کیا ہوا ہے۔ یہ کیا آپ نے فرمایا ہے۔ درویشی آپ سے بعید ہے۔ اور یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رُباعی

چوں عمر در گزشت درویشی بہ چوں کار بقسمت است کم کوشی بہ
چوں ترس حیات است نمد پوشی بہ چوں گفتہ نوشت است خاموشی بہ

اور ابھی تجھے معلوم نہیں کہ درویش کے سر پر کیا کیا سختیاں گزرتی ہیں۔

بعد ازاں خرقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات خرقہ عطا ہوا جب معراج سے واپس تشریف لائے۔ تو صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا کہ مجھے پروردگار سے خرقہ ملا ہے۔ اور حکم ہوا کہ تم میں سے کسی ایک کو دوں۔ اب میں ایک بات پوچھوں گا جو اس بات کا صحیح جواب دے گا۔ اسی کو خرقہ دوں گا پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے ابابکر! اگر میں یہ خرقہ تجھے دوں۔ تو تو کیا کرے؟ عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر یہ خرقہ مجھے عنایت ہو۔ تو میں صدق اختیار کروں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں۔ اور جو دنیاوی مال میرے پاس ہے۔ وہ سب راہ خدا میں صرف کروں۔

بعد ازاں امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عمرؓ! اگر یہ خرقہ تجھے عنایت ہو۔ تو تو کیا کرے؟ عرض کی۔ عدل کروں۔ اور بندگان خدا سے انصاف سے پیش آؤں۔ اور مظلوموں کی داد رسی کروں۔ پھر امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر یہ خرقہ تجھے عنایت ہو۔ تو تو کیا کرے

عرض کی کہ اتفاق سے مل کر کام کروں۔ اور جو حق ہو۔ اسے بجا لاؤں۔ حیا اختیار کروں۔ اور سخاوت کروں۔ پھر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا۔ اے علیؓ! اگر یہ خرقہ تجھے دوں! تو کیا کرے؟ عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں پردہ پوشی کروں۔ اور بندگان خدا کے عیب پوشیدہ رکھوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! یہ خرقہ تجھے دیتا ہوں۔ اور مجھے پروردگار کا حکم بھی یہی تھا۔ کہ یاروں میں سے جو یہ جواب دے گا۔ خرقہ اسے دینا۔ اس وقت شیخ صاحب زار زار روئے۔ اور بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ معلوم ہوا کہ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے۔ پس درویش کو لازم ہے کہ ان چار چیزوں سے دور رہے۔ اول یہ کہ آنکھیں اندھی بنائے۔ تا کہ لوگوں کے عیب نہ دیکھے۔ دوسرے کانوں کو بہرا کرے۔ تا کہ سننے کے لائق باتیں نہ سنے۔ تیسرے زبان گونگی کرے۔ تا کہ نہ کہنے والی بات کوئی نہ کہے۔ چوتھے پاؤں کو لنگڑا کرے۔ تا کہ جہاں جانا نامناسب ہو۔ وہاں نہ جائے۔ پس اگر کسی میں یہ خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ تو سمجھ لو کہ درویش ہے۔ ورنہ دروغگو مدعی ہے۔ اور اس میں درویشی کی کوئی بات نہیں۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے چالیس سال تک آنکھ بند رکھی۔ سبب پوچھا۔ تو فرمایا تا کہ لوگوں کے عیب نہ دیکھوں۔ اگر اتفاقاً دیکھ لوں۔ تو پردہ پوشی کروں۔ اور کسی سے نہ کہوں۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے دیر تک مراقبہ کیا۔ مراقبہ سے سر اٹھا کر مجھے فرمایا یا نظام الدینؒ! جب درویش کی یہ حالت ہوتی ہے۔ تو درویش کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ اس وقت جو کچھ کہتا ہے۔ یا چاہتا ہے۔ وہی ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر شیخ الاسلام پر رقت طاری ہوئی۔ اتنے میں محمد شاہ نامی ایک دوست آداب بجا لایا۔ فرمایا بیٹھ جا بیٹھا تو اس کی حالت دگرگوں تھی۔ کیونکہ اس کا بھائی حالت نزاع میں تھا۔ آپ نے پوچھا کیوں بھائی کیوں ایسے متغیر ہو۔ عرض کی۔ اپنے بھائی کی علالت کے سبب۔ فرمایا جاؤ

تمہارا بھائی تندرست ہو گیا ہے۔ گھر جا کر دیکھا۔ تو واقعی صحت یاب ہو گیا تھا اور کھانا کھا رہا تھا۔ گویا کبھی بیمار تھا ہی نہیں۔

پھر فرمایا۔ درویشی وہی تھی۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھی کہ صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک جو کچھ آتا۔ راہِ خدا میں صرف کرتے۔ اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بار ہا خطبہ میں فرمایا کرتے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام کو کوئی چیز بچا کر رکھی ہو۔

اسی اثناء میں مولانا بدر الدین اسحاق نے پوچھا کہ اسراف کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی حد کہاں تک ہے؟ فرمایا۔ جو کچھ بے نیت دیوے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ دیوے۔ وہ اسراف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے دے۔ تو اسراف نہیں اسی اثناء میں نماز ظہر کی اذان سنی۔ نماز ادا کر کے مراقبہ میں مشغول ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ ؂

۱۶ ماہ شعبان بروز جمعرات ۶۵۵ھ ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ شیخ بدر الدین اسحٰق غزنوی۔ شیخ جمال الدین ہانسوی۔ مولانا شرف الدین بیہ۔ قاضی حمید الدین ناگوری اور اور اصحاب خاطر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص میرے پاس آئے۔ خواہ دولت مند ہو۔ خواہ غریب۔ اسے محروم نہ رکھنا۔ جو کچھ حاضر ہو۔ اسے دو۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص میرے پاس آ جائے۔ اور کوئی چیز نہ لادے۔ مجھ پر واجب ہے کہ اسے کچھ دوں۔ پھر آبدیدہ ہو کر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں علم و احکام شرعی کی طلب کے لئے حاضر ہوتے۔ جب وہاں سے واپس آتے۔ تو ایک دوسرے کی راہنمائی کرتے۔ اور فائدے حاصل کرتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ عمدۃ الابرار تاج الاتقیاء خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ رسم تھی کہ اگر خانقاہ میں کوئی چیز موجود نہ ہوتی۔ تو اپنے خادم شیخ بدر الدین غزنوی کو فرماتے۔ جو شخص آئے۔ اسے پانی دو۔ تاکہ بخشش اور عطا سے خالی نہ جائے۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بغداد کی طرف کو سفر کر رہا تھا۔ شیخ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ جو کہ باہیبت مرد بزرگ تھا۔ جب آپ کی خانقاہ میں داخل ہوا۔ اور سلام کہا۔ تو مصافحہ کر کے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ آ شکر عالم بیٹھ جا! چونکہ مجھ پر نہایت لطف فرمایا۔ چند روز خدمت میں رہا۔ لیکن کبھی نہ دیکھا کہ کوئی شخص خانقاہ سے محروم رہ گیا ہو۔ اگر کچھ نہ ہوتا۔ تو خستہ خرما اس کے ہاتھ میں دے کر دعا کر دیتے کہ اللہ تعالیٰ تیرے رزق میں برکت دے۔ وہاں کے لوگوں سے میں سنا کہ جس کو آپ یہ دعا کر دیتے۔ وہ زندگی بھر محتاج نہ ہوتا۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ جب میں وہاں سے وداع ہوا تو بغداد کے باہر غار میں ایک اور درویش دیکھا۔ میں نے سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ بیٹھ جا! میں بیٹھ گیا۔ دیکھا کہ بدن میں ہڈیاں اور چمڑا ہے۔ گوشت کا نام نہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ بزرگ جنگل میں رہتا ہے۔ اس کی کیا حالت ہو گئی ہے۔ مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے فرید! چالیس سال سے اس غار میں رہتا ہوں۔ گھاس تنکوں پر میرا گزارہ ہے۔ جب بھید کھلا۔ تو میں آداب بجا لایا۔ اور کہا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ چند روز رہ کر وہاں سے وداع ہوا۔ پھر بخارا میں شیخ سیف الدینؒ باخرزی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو باعظمت و باہیبت بزرگ ہیں۔ جب آپ کے جماعت خانے میں داخل ہوا۔ تو آداب بجا لایا۔ فرمایا بیٹھ جا! میں بیٹھ گیا۔ میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ کہ یہ شیخ بھی مشائخ روزگار سے ہو گا۔ اور تمام جہان میں اس کے مرید اور فرزند ہوں گے۔ پھر سیاہ گدڑی جو کندھے پر تھی۔ میری طرف پھینکی اور فرمایا پہن لے۔ میں چند روز حاضر خدمت رہا۔ تقریباً ہزار آدمی دستر خوان پر کھانا کھاتے۔ جب کھانا کھا چکتے۔ تو پھر بھی جو شخص آتا۔ محروم نہ جاتا۔ کچھ نہ کچھ لے ہی جاتا۔ پھر میں وہاں سے باہر نکلا۔ اور رات پاس کی ایک مسجد میں گزاری۔ صبح سنا کہ وہاں پر کٹیا میں ایک بزرگ رہتا ہے۔ جب اندر نگاہ کی۔ تو ایک باہیبت پیر مرد دیکھا۔ جو پہلے ایسا کبھی نہ دیکھا تھا۔ عالم تفکر میں کھڑا ہوا دیکھا۔ آنکھیں آسمان کی طرف لگائے ہوئے تھا۔ چنانچہ تین دن رات بعد عالم صحو میں آیا۔ میں نے

سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ کہ میری وجہ سے تجھے بہت تکلیف ہوئی ہے
بیٹھ جا میں بیٹھ گیا۔ فرمایا۔ میں شمس العارفین کے مریدوں میں سے ہوں۔ اور تیس سال سے
اس کٹیا میں معتکف ہوں۔ لیکن اتنی مدت میں حیرت اور مستی کے سوا میرے نصیب کچھ
نہیں ہوا۔ گیا تو جانتا ہے۔ کہ یہ کس سبب سے ہے۔ میں آداب بجالایا کہ جس طرح فرمان
ہو۔ فرمایا کہ سیدھی راہ یہی ہے۔ جو شخص اس راہ میں راستی سے قدم اٹھاتا ہے۔ وہ
نجات پا جاتا ہے۔ اور اگر دوست کی رضا۔ کے بغیر ایک قدم بھی اٹھائے تو جل جائے۔
بعد ازاں اس بزرگ نے اپنا حال یوں بیان فرمایا کہ اے فرید! جس روز سے مجھے اپنے
دروازے پر بار دیا۔ ستر ہزار حجاب درمیان تھے۔ حکم ہوا کہ اندر آجا۔ جب پہلے حجاب میں گیا
تو مقربانِ بارگاہ کو دیکھا۔ کہ دونوں آنکھیں آسمان کی طرف کئے کھڑے ہیں۔ ہر ایک خاص
ہی صفت میں ہے۔ اللہ کا راز اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ اور سب زبانِ حال
سے کہتے ہیں کہ ہم تیرے دیدار کے مشتاق ہیں۔ اسی طرح ہر حجاب سے گزرتا گیا۔
تو ہر ایک حجاب میں اور بھی محبوں کو اور ہی حالت میں دیکھا۔ جو ایک دوسرے کے
بالکل مشابہ نہ تھے۔ جب حجابِ خاص میں پہنچا۔ تو آواز آئی کہ اے فلاں! اس حجاب
میں وہ شخص آتا ہے۔ جو دنیا و مافیہا بلکہ اپنے آپ سے بھی بے گانہ ہو۔ میں نے کہا۔
میں سب سے بے گانہ ہوں۔ آواز آئی کہ چونکہ تو سب سے بے گانہ ہو گیا ہے۔ اس
لئے ہم سے یگانہ ہو۔ میں نے آنکھ آگے بڑھائی۔ تو اپنے تئیں اس کٹیا میں دیکھا۔
بس اے فرید! اس راہ میں سب سے بے گانہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ حق سے یگانہ ہو سکیں
بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جب رات ہوئی تو شام کی نماز ادا کی۔ جب
نماز سے فارغ ہوئے۔ تو میں نے دیکھا کہ ماش کے دو پیالے اور چار چپاتیاں عالمِ
غیب سے اس بزرگ کے سامنے موجود ہو گئیں۔ مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں اندر
گیا کھانا کھایا۔ جو لذت مجھے اس کھانے سے حاصل ہوئی۔ وہ کبھی کسی اور کھانے سے
نہ ہوئی۔ رات وہیں بسر کی۔ صبح اٹھ کر دیکھا کہ وہ بزرگ غائب ہے۔ پھر میں لوٹ کر
ملتان کی طرف چلا آیا۔ وہاں اپنے بھائی بہاؤ الدین ذکریا کی زیارت کی مصافحہ کے بعد

مجھ سے پوچھا کہ کام یہاں کہاں تک ترقی کی ہے؟ میں نے کہا یہاں تک کہ اگر اس کرسی کو جس پر آپ بیٹھے ہیں کہوں کہ ہوا میں معلق ہو جا۔ تو ہو جائے۔ ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے بھی نہ پایا تھا کہ کرسی ہوا میں معلق ہو گئی۔ بہاؤ الدین ذکریا نے کرسی پر ہاتھ مارا۔ تو نیچے آ گئی۔ فرمایا۔ مولانا فرید! خوب ترقی کی ہے۔ وہاں سے دہلی پہنچا۔ اور شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ میں بیان سے باہر وصف دیکھے۔ اور مرید بن گیا۔ تین دن میں میرے پیر نے سب نعمتیں عطا فرمائیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ مولانا فرید کا کام ختم کر کے میرے پاس آیا ہے۔ جب شیخ الاسلام نے بات ختم کی۔ تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ چنانچہ ایک دن رات بیہوشی کی حالت میں پڑے رہے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ مردان خدا ایسا ہی کرتے ہیں۔ پھر کسی مرتبے پر پہنچتے ہیں لیکن یہ معلومات تمام اشخاص میں ہوتی ہیں۔ اور فیض نازل ہوتا ہے۔ مگر مرید کو کسی مقام پر پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ بعد ازاں فرمایا۔ اے بھائی! اس راہ میں جب تک سفر نہ کریگا اور دل سے طے نہ کرے گا۔ اور قدم صدق نہ رکھے گا۔ ہرگز ہرگز مقام قرب میں نہیں پہنچ سکے گا۔ بعد ازاں یہ شعر مبارک زبان مبارک سے فرمایا ؎

تو راہ نرفتہ ازاں ننمودند ... ورنہ کرز وایں نہ کہ بر تو نکشودند

جان در راہ دلہاست اگر میخواہی ... تو نیز چناں شو کہ ایشاں بودند

جب شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا تو سر سجدے میں رکھ دیا۔ اور پھر کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ نماز کا وقت ہو گیا۔ عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ خلقت اور دعاگو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

سوموار کے روز بیسویں تاریخ ۶۵۵ ہجری کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قاضی حمید الدین ناگوری کے فرزند ارجمند مولانا ناصح الدین ناگور سے آئے ہوئے تھے۔ اور مولانا شمس الدین بہرائچ حاضر خدمت تھے۔ دنیا کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ حب الدنیا رأس کل خطیئۃ (دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔) پھر فرمایا۔ قال اهل المعرفة من ترك الدنیا

ملك ومن اخذ ھا ھلك اہلِ معرفت کا قول ہے کہ جس نے دنیا کو چھوڑ دیا۔ وہ بادشاہ بن گیا۔ اور جس نے اسے لیا۔ وہ ہلاک ہوگیا۔ شیخ عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ دنیا بندے اور مولیٰ کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے۔ اس واسطے کہ جس قدر بندہ اس میں مشغول ہوتا ہے۔ اسی قدر حق تعالیٰ سے دور رہتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر مرید اپنی پیٹھ کی طرف دیکھنا چاہے۔ تو اتنے ہی میں دل کے سامنے حجاب آجاتا ہے۔ پس لوگوں کو چاہیئے کہ کسی حالت میں دنیا میں مشغول نہ ہوویں۔ کیونکہ جس قدر دنیا میں مشغول ہوگا۔ اسی قدر حق سے دور رہے گا۔

پھر فرمایا۔ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس سرہٗ کی زبانی سنا ہے۔ اور انہوں نے اپنے استاد کی زبانی روایت فرمائی ہے کہ جب تک انسان دنیاوی زنگار محبت کی صیقل کو اپنے دل سے دور نہیں کرتا۔ اور ذکرِ حق سے اُنس نہیں کرتا۔ اور غیر کی ہستی کو ہستی سے نہیں اٹھا دیتا۔ وہ کبھی خدا سے یگانہ نہیں ہوتا۔ جب تک وہ یہ ساری باتیں نہیں کرلیتا۔ ہرگز ہرگز خدا رسیدہ نہیں ہوتا۔ بعدازاں فرمایا کہ تحفۃ المعارفین میں خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ صلاحیت کی بنیاد آدمی میں ہوتی ہے۔ اور وہ دل کی صلاحیت سے تعلق رکھتی ہے۔ جب دل صلاحیت پکڑ جاتا ہے۔ تو آدمی کی اصلاح ہوجاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ دل مردہ بھی ہوتا ہے۔ اور زندہ بھی۔ چنانچہ کلام اللہ میں لکھا ہے۔ اومن کان میتًا یعنی دنیاوی شغلوں کی کثرت سے دل مرجاتا ہے۔ فاحییاہ بذکر المولیٰ۔ پس اسے ذکر الٰہی سے زندہ کرو۔ پھر فرمایا۔ جب دل دنیاوی لذتوں اور شہوتوں ماکولات اور مشروبات میں مشغول ہوجاتا ہے۔ تو غفلت کا اس پر اثر ہوتا ہے۔ اور خواہش اس پر غالب آتی ہے۔ ہر طرف سے دل میں خطرات آنے شروع ہوتے ہیں۔ جو دل سیاہ کرتے ہیں۔ صرف حق تعالیٰ کا اندیشہ دل کو سیاہ نہیں کرتا۔ جب دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ تو گویا مردہ ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ جس زمین میں شور زیادہ ہوجائے۔ تو بیج قبول نہیں کرتی۔ اور کہتے ہیں کہ یہ زمین مردہ ہے۔ اسی طرح جس دل سے ذکر چلا جائے۔ تو اس پر دیو پری غالب آجاتے ہیں۔ پس جو دل دیو پری کی نشست گاہ ہے۔ وہ مردہ ہے۔ اس

واسطے کہ ذکر حق حق ہے۔ اور جو کچھ اس کے سوا ہے۔ وہ خذلان و بطلان ہے۔ ضروری ہے کہ حق کے سوا کچھ نہ سنے۔ کیونکہ سننا زندوں کا کام ہے نہ کہ مُردوں کا۔ لیکن جس وقت انسان کے دل سے دنیاوی تعلق دور ہو جاتا ہے۔ اور ہوائے نفسانی اس سے چلی جاتی ہے۔ اس وقت وہ ذاکر بنتا ہے۔ ایسا دل نور ذکر سے زندہ ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے عمدہ میں لکھا ہے کہ اس راہ کا اصول دل کی صلاحیت ہے۔ اور یہ صلاحیت اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب کہ باطن تمام مذمومات دنیاوی یعنی غل و غش، حسد و تکبر اور حرص و بخل سے پاک کرے۔ اور دل مذموم کو ان سے صاف کرے۔ جو کام کی بات ہے اور درویشی کا جوہر بھی اسی مقام پر ظاہر ہوتا ہے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ جس قدر درویش نے دنیا کا کام شروع کیا ہے۔ اور مال و مرتبہ و ترقی چاہی ہے۔ وہ درویش نہیں بلکہ طریقت کا مرتد ہے۔ اس واسطے کہ دنیا سے روگردانی کا نام فقر ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بغداد میں خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا۔ اور درویشوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ خواجہ سنجری نے فرمایا۔ کہ خواجہ جنید علیہ الرحمۃ کے عمدہ میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ تمام مذاہب میں فقیر کو اہل دنیا سے راہ و رابطہ رکھنا اور بادشاہوں اور امیروں کے پاس آنا جانا حرام ہے۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ حرائق میں لکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ شاہ عراق تین سال تک بیمار رہا۔ خواجہ شہاب الدین تستری کو بلایا تاکہ دعا کریں۔ جب آپ آئے۔ تو اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا جس سے مرض دور ہو گیا۔ اور آپ واپس چلے آئے ایک گھڑی کفارے میں جو بادشاہ کے پاس صرف ہوئی۔ سات سال اہل دنیا سے میل جول قطع کر دیا اور یہ بھی فرمایا کہ اس بارے میں مشائخ طریقت کہتے ہیں کہ فقرا کے لئے دنیا کی صحبت زہر قاتل ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دولتمند آدمیوں سے جس قدر پرہیز کی جائے۔ اسی قدر خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے۔ اہل دنیا کی محبت جس قدر

ان کے دل میں ہو گی۔ اسی قدر نقصان ہو گا۔ اس واسطے کہ فقر تقرب اور طریقت کا مذہب یہ ہے کہ درویش کے دل میں ذرہ بھر بھی اہل دنیا کی محبت نہ رہے۔ اور غفلت کی قبولیت درویش کے دل میں برابر ہو۔

بعدازاں ذکر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ درویش کو ذکر میں ایسا فرد ہونا چاہیئے کہ اس کے بدن کا ہر ایک بال زمین بن جائے۔ چنانچہ اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضور باطنی سے خواجہ سعید ابوالخیر ذکر میں مشغول تھے۔ آپ کے ہر مسام سے خون جاری ہوا۔ نیز کہتے ہیں کہ اہل بیعت میں سے کسی نے لکڑی کا پیالہ شیخ صاحب کے بازو تلے رکھ دیا۔ جب پیالہ پر ہو گیا۔ تو پی لیا۔

بعدازاں شیخ الاسلام نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس راہ میں بڑا اصول حضوری دل ہے۔ اور حضوری دل حلال لقمہ کھائے۔ بغیر اہل دنیا سے پرہیز کئے بغیر نہیں حاصل ہو سکتی۔ کیونکہ مشائخ فرماتے ہیں کہ جو شخص حرام کا لقمہ کھائے۔ اور اہل دنیا اور بادشاہوں کی مجلس سے دور نہ رہے۔ اس کے لئے گودڑی پہننا جائز نہیں۔ کیونکہ صوف کی گودڑی پہننا انبیا، ابدال اور اوتاد کا کام ہے۔ گودڑی کی قدر و منزلت حضرت موسےٰ کلیم اللہ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت محمد مصطفےٰ حبیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بعدازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ ایک مرتبہ چشت میں خواجہ مودود چشتی رح کی خدمت میں دس سال رہا۔ لیکن کبھی نہ دیکھا کہ آپ کسی بادشاہ یا امیر کے ہاں گئے ہوں۔ سوائے جمعہ کی نماز کے۔

بعدازاں انہیں سے سنا کہ جب درویش بادشاہوں کے پاس جائے۔ تو اس سے گدڑی لے لینی چاہیئے۔ اور درویشی کا اسباب جو اس کے پاس ہو چھین لینا چاہیئے۔ اور اسے اجازت دینی چاہیئے کہ اپنے تئیں درویشی سے خارج کرے۔ اگر خارج نہ کرے تو اس کی گدڑی اور جامہ آگ میں جلا دینا چاہیئے۔ اس

واسطے کہ جب درویش اہلِ دنیا سے میل جول کرے۔ تو سمجھو کہ درویش نہیں۔ وہ جھوٹا مدعی ہے۔ اس واسطے کہ میں نے بعض مشائخ طریقت کو دیکھا ہے کہ جب انہیں کوئی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو صوف کی گدڑی اور گردن میں زنجیر پہن کر اسی کو مناجات میں شفیع بناتے ہیں۔ جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کی حاجات پوری کرتا ہے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ جو صوف پہنے اسے چرب و شیریں لقمہ نہیں کھانا چاہیئے۔ اور نہ ہی اہلِ دنیا سے میل جول رکھنا چاہیئے جب ایسا نہ کرے تو گویا وہ اولیاء سے سلوک کے لباس میں خیانت کرتا ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ جب خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید بادشاہ کے ہاں اکثر آیا جایا کرتا ہے۔ اور وہاں سے اسے صرف پردہ ڈھانکنے کے لئے کچھ ملتا تھا خواجہ نے اسے بلا کر گدڑی وغیرہ چھین لی۔ اور جلا دی۔ اور سخت ناراض ہو کر فرمایا۔ کیا تو انبیاء اور اولیاء کے لباس کو خبیث آدمیوں میں پھراتا ہے۔ اور دکھا کر چاہتا ہے کہ یہی لباس پہن کر اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی آئے۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا۔ کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تین کرتے پہنتے جب نماز کا وقت ہوتا تو دو اتار دیتے۔ اور درمیانی کرتے سے نماز ادا کرتے۔ وجہ پوچھی گئی۔ تو فرمایا کہ ظاہری پیراہن ریاء و رسم کی وجہ سے اتارا گیا ہے۔ اور باطنی پیراہن میں حرص۔ حسد۔ بخل اور فسق کی بو آتی ہے۔ لیکن درمیانی پیراہن ان دونوں سے خالی ہے۔ پس اس سے نماز ادا کرنا بہتر ہے۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ متقدمین ایسا ہی کرتے آئے ہیں جس کے سبب انہوں نے مراتب حاصل کئے ہیں۔ پھر نماز کا وقت ہوا۔ تو نماز میں مشغول ہوئے۔ اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؕ

ستائیسویں ماہ مذکور ۶۵۵ھ ہجری کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ جمال الدین متوکل اور دوسرے عزیز حاضرِ خدمت تھے۔ اور شمس دبیر اور نجم الدین بھی بیٹھے تھے۔ شب معراج اور اس کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔

زبان مبارک سے فرمایا کہ ماہ رجب کی ستائیسویں رات بڑی بزرگ مرتبہ رات ہے کیونکہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوا تھا۔ جو شخص اس رات کو جاگتا ہے۔ وہ گویا اس کی شب معراج ہوتی ہے۔ اور معراج کی سعادت اسے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں بغداد کی طرف سفر کر رہا تھا۔ ایک شہر میں بزرگوں اور ان کے مسکن کے بابت حکایت پوچھی۔ الغرض ایک درویش کا پتہ ملا۔ جو دجلہ کے کنارے غار میں رہتا تھا۔ جب وہاں پہنچا۔ تو اسے نماز میں مشغول پایا۔ نماز سے فارغ ہونے تک وہیں ٹھہرا رہا۔ بعد میں میں آداب بجالایا۔ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا جس ہیبت و عظمت کا وہ بزرگ دیکھا ہے کسی کو نہیں دیکھا۔ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آنا ہوا؟ عرض کی اجودھن سے! فرمایا۔ جو شخص راحت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ وہ بزرگ ہو جاتا ہے جب یہ بات فرمائی۔ تو میں آداب بجالایا۔ بعد ازاں اپنی حکایت اس طرح شروع کی کہ مولانا فرید! پچاس سال سے اس غار میں رہتا ہوں۔ میری خوراک گھاس اور تنکے ہے۔ میں خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے مریدوں سے ہوں۔ یہ رات جو گزر گئی ہے ستائیسویں رجب تھی۔ اگر تو چاہے تو میں اس رات کی فضیلت بیان کروں۔ میں آداب بجالایا۔ کہ جس طرح فرمان ہوا فرمایا۔ تیس سال سے مجھے معلوم نہیں کہ رات کیسی ہوتی ہے۔ میں کبھی نہیں سویا۔ لیکن گزشتہ رات میں مصلے پر سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ پہلے آسمان کے ستر ہزار مقرب فرشتے زمین پر آئے ہیں۔ اور میری روح اوپر لے گئے ہیں جب پہلے آسمان پر پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں فرشتے آسمان کی طرف آنکھیں لگائے یہ تسبیح پڑھ رہے ہیں "سبحان ذی الملك والملكوت"۔ آواز آئی کہ جس روز سے یہ پیدا ہوئے ہیں۔ اوپر کی طرف آنکھیں جمائے یہی تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ پھر میری روح کو دوسرے آسمان پر لے گئے۔ غرض اسی طرح ہر آسمان میں عجائبات قدرت دیکھتا گیا جب عرش کے نیچے پہنچا۔ تو آواز آئی کہ ٹھہر جاؤ۔ میں ٹھہر گیا۔ تمام انبیاء اور اولیا

وہاں موجود تھے۔ اپنے جد بزرگوار خواجہ جنید کو بھی دیکھا جو سر جھکائے کھڑے ہیں اور کچھ نہیں بولتے۔ آواز آئی کہ اے فلاں! میں نے کہا۔ اے بار خدایا! حاضر ہوں۔ حکم ہوا۔ عمدہ موقعہ پر آیا ہے۔ جو عبادت کا حق ہے۔ تو بجالایا ہے۔ اب تیری عبادت کا بدلہ یہی ہے کہ علیین میں رہے۔ میں بہت، خوش ہوا اور سجدہ شکر بجالایا۔ حکم ہوا کہ سر اٹھا، اٹھایا۔ تو میں نے پوچھا کہ اس سے اوپر جاؤں؟ آواز آئی کہ اس سے اوپر تو نہیں جا سکتا کیونکہ تیرا یہی معراج ہے۔ جب تو کام میں اور ترقی کرے گا۔ تو تیرا مقام اور بھی بلند ہو جائے گا۔ جو لوگ تجھ سے کامل ہیں۔ ان کا مقام حجاب عظمت تک ہے جب میں نے یہ آواز سنی۔ تو اپنے جد بزرگوار شیخ جنید علیہ الرحمۃ کی خدمت میں گر سر قدموں میں رکھ دیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے سر کیوں جھکایا ہوا ہے؟ فرمایا جس وقت تجھے وہاں سے لایا گیا۔ تو میں اس حیرت میں تھا کہ کہیں تو ہمارے خلاف نہ ہو۔ یا اللہ تعالے کی بندگی میں کوتاہی نہ کی ہو۔ جس سے مجھے شرمندہ ہونا پڑے۔ اور کہیں کہ جنید کا مرید اس کے برخلاف تھا۔ جب میں جاگا۔ تو اپنے تئیں اس مقام پر پایا پس اے فرید! جو شخص اللہ تعالیٰ کے کام میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کام میں ہوتا ہے۔ اس صورت میں مرید کو چاہیئے کہ کام کرنے میں اپنے آپ کو ترقی دے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص رات کو جاگتا ہے۔ اسے ضرور یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ میں اس بزرگ کی خدمت میں رہا۔ جو عشاء کی نماز کے بعد معکوس کرتا۔ اور ہمیشہ اپنے پاؤں باندھے رکھتا۔ اور اپنے تئیں لٹائے رکھتا۔ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس رات میں سو رکعت نماز ادا کرنے کا حکم ہے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر سو مرتبہ درود پڑھے۔ بعد ازاں سجدے میں سر رکھ کر جو دعا کرے۔ انشاء اللہ قبول ہوگی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ معین الدین سنجری قدس سرہ سے سنا ہے کہ معراج کی رات رحمت کی رات ہوتی ہے۔ جو اس رات کو جاگتا ہے۔ امید ہے کہ رحمت الٰہی سے بے نصیب نہ ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ معراج کی رات آسمان سے ستر ہزار مقرب فرشتے نور کے بھرے ہوئے تھال لے کر نیچے آتے ہیں۔ اور ہر ایک گھر میں جاتے ہیں۔ جو شخص اس رات کو جاگتا ہے۔ اور گناہ نہیں کرتا۔ حکم الٰہی ہوتا ہے کہ ان کے سر پر یہ نور کے تھال نثار کئے جائیں۔ شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ کیوں لوگ اپنے تئیں اس نعمت سے محروم رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے کام میں غفلت کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام یہی فوائد بیان کر رہے تھے کہ شیخ بدر الدین غزنوی معہ چھ درویشوں کے حاضر خدمت ہوئے۔ اور آداب بجالائے۔ بیٹھنے کا حکم ہوا۔ اس وقت محفل سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کہا۔ چنانچہ شیخ جمال الدین ہانسوی نے فرمایا کہ سماع سے دل کو راحت ہوتی ہے۔ اور اہل محبت کو جو آشنائی کے سمندر میں شناوری کرتے ہیں جنبش حاصل ہوتی ہے۔ اسی اثنا میں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ ہاں آشناؤں کی یہی رسم ہے کہ جب آشنا کا نام سنتے ہیں۔ تو آشنائی کرتے ہیں۔

بعد ازاں شیخ بدر الدین غزنوی نے عرض کی کہ اہل سماع کی بے ہوشی کی کیا وجہ ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ بس روز انہوں نے الست بربکم کی آواز سنی اسی روز سے بے ہوش ہیں۔ اور وہ بے ہوشی آج تک ان میں پائی جاتی ہے۔ پس جب سماع سنتے ہیں۔ تو اسی بے ہوشی کا اثر ان میں ہوتا ہے۔ پھر شمس دبیر نے پوچھا کہ جس روز الست بربکم کی ندا آئی۔ تو کیا تمام ارواح ایک ہی جگہ تھے فرمایا۔ ہاں! کیونکہ بلیٰ سب نے کہا تھا۔ پوچھا۔ پھر ہندو اور یہودی کس طرح ہو گئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب پروردگار نے الست بربکم کی آواز دی۔ تو تمام ارواح برابر تھے۔ یہ ندا سنتے ہی ان کی چار صفیں ہو گئیں۔ پہلی صف نے دل اور زبان دونوں سے بلیٰ کہا۔ یعنی تو ہمارا پروردگار ہے۔ اور اسی وقت سجدہ کیا۔ اور وہ صف انبیاء اور اولیاء صدیقوں اور نیک لوگوں کی تھی۔ دوسری صف نے دل سے تو بلیٰ کہا مگر زبان

سے نہ کہا اور سجدہ کیا۔ چونکہ دل سے انہوں نے یقین کر لیا۔ آخر مسلمان ہوئے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو پہلے ہندو وغیرہ ہوتے ہیں۔ اور آخر میں اللہ تعالیٰ انہیں ایمانی دولت نصیب کرتا ہے۔ تیسری صفت نے زبان سے تو کہا۔ لیکن دل سے نہ کہا اور سجدہ کیا لیکن پھر دل میں کراہت کی۔ کیونکہ سجدہ کیا۔ اور ایسے لوگ شروع میں تو مسلمان ہوتے ہیں۔ لیکن آخر میں کافر ہو کر مرتے ہیں۔ چوتھی صفت نے نہ دل سے اور نہ ہی زبان سے بلیٰ کہا۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اوّل و آخر ہی کافر رہتے ہیں۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اہل سماع جو سماع میں بیہوش ہو جاتے ہیں ہیں۔ وہ اسی الست بربکم کی ندا کے سبب جو انہوں نے سُنی تھی۔ بیہوش ہو جاتے ہیں۔ پس یہ وہی بے ہوشی ہے۔ جو اس روز تک ان میں پائی جاتی ہے جونہی کہ دوست کا نام سنتے ہیں۔ حرکت۔ حیرت۔ ذوق اور بیہوشی ان میں طاری ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ معرفت کی وجہ سے ہے۔ یعنی جب تک دوست کی شناخت حاصل نہ ہو۔ خواہ ہزار سال بھی عبادت کرے۔ اسے طاعت میں ذوق حاصل ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ طاعت کس لئے کرتا ہے۔ یہ طاعت ہی مقصود ہے۔ جو اہلِ سلوک۔ اہلِ عشق اور مشائخ طبقات نے فرمایا۔ نیز قرآن مجید میں حکم ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ لیکن اہل سلوک اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ لِیَعْبُدُوْنَ اسے لِیَعْرِفُوْنَ۔ یعنی اس سے مراد دوست کی شناخت ہے۔ جب تک پہلے اس کی شناخت تجھے نہ ہوگی۔ ہرگز طاعت کا ذوق نہیں پائے گا۔ اس واسطے کہ عشق مجازی میں جب تک آدمی کسی کو نہیں دیکھ لیتا۔ اس کا عاشق نہیں ہوتا۔ جب تک اس کے دوستوں سے دوستی نہیں کرتا۔ اس سے آشنائی حاصل نہیں ہوتی۔ پس طریقت اور حقیقت میں بھی یہی حکمت ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی شناخت حاصل نہیں ہوتی۔ یا جب تک اس کے اولیاء سے تعلق پیدا نہیں کیا جاتا۔ ہرگز ہرگز طاعت و عبادت میں ذوق حاصل نہیں ہوتا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ الست بربکم کی ندا سے بھی شناخت ہی مقصود تھی یعنی جب تک خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانے گا۔ اطاعت میں ذوق حاصل نہیں کرے گا۔

بعد ازاں محمد شاہ نام گویا جس نے اوحد کرمانی کے روبرو سرود گایا۔ اس روز مع یاروں کے حاضر خدمت ہوا۔ حکم ہوا کہ بیٹھ جا۔ شیخ جمال الدین ہانسوی اور شیخ بدرالدین غزنوی حاضر خدمت تھے۔ حکم ہوا کہ سماع شروع کرو۔ جب سماع شروع ہوا۔ تو شیخ الاسلام اپنی جگہ سے اٹھے اور رقص کرنے لگے۔ چنانچہ سات دن رات رقص کرتے رہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا۔ تو نماز ادا کر کے پھر سماع میں مشغول ہو جاتے ساتویں روز ہوش میں آئے۔ اس وقت قوال یہ غزل گا رہے تھے ؎

ملامت کردن اندر عاشقی راست　　ملامت کے کند آں کس کہ بیناست

نہ ہر تر دامنے را عشق زیبد　　نشان عاشقی از دور پیداست

نظامی تا توانی پارسا باش　　کہ نور پارسائی شمع دلہاست

اس کے بعد سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ اہل سماع وہ گروہ ہے کہ جب وہ سماع اور تحیر میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اس وقت اگر لاکھ تلوار بھی اس کے سر پر ماری جاوے۔ تو اس کو خبر نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ یہ لوگ جس وقت عالم تحیر اور دوست کی خواہش میں متحیر ہوتے ہیں۔ اس وقت انہیں کسی آنے جانے والے کی خبر نہیں ہوتی۔ اس وقت اگر ہزار ملک اس کان آئیں اور اس کان نکل جائیں۔ تو انہیں خبر نہیں ہوتی۔ پھر درویشوں نے شیخ الاسلام کی خدمت میں عرض کی کہ ہم مسافر ہیں۔ ہم اپنے اپنے مقام میں جانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے پاس خرچ نہیں۔ شیخ الاسلام نے پاس پڑی کھجوریں عنایت فرمائیں اور فرمایا کہ جاؤ۔ جب باہر نکلے۔ تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم ان خستہ کھجوروں کو کیا کریں گے۔ یہ پھینک دینی چاہئیں۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ خستہ کھجوریں سونے سے بدل گئی ہیں۔ انہوں نے اقرار کیا۔ واپس حاضر خدمت

ہوئے۔ خواجہ صاحب انہی فوائد میں تھے۔ کہ نماز کی آذان ملی خلقت اور دعا رگو واپس آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؕ

جمعرات کے روز انتیسویں شعبان ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا شیخ جمال الدینؒ ہانسوی حاضر ہوئے مقراض کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ سیر العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی پیر کا مرید ہونا چاہے تو پہلے غسل کرے۔ اور اگر ہو سکے۔ تو رات کو جاگتا رہے۔ اور اپنی خیریت کی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہے۔ اور اگر رات بھر جاگ سکے۔ تو جمعرات کے روز چاشت کے وقت یا سوموار کے روز خدا کے پیاروں اور نیک مردوں کو جمع کرے۔ اور قبلہ رخ سجادے پر بیٹھے۔ پھر دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے۔ پھر مرید کو اپنے سامنے بٹھا کر متبرک آیات پڑھ کر اسے دم کرے۔ آیات پڑھنے سے پیشتر مرید کو کہے کہ استغفار پڑھے۔ پھر قبلہ رخ ہو کر مقراض لے۔ تین مرتبہ بلند آواز سے تکبیر کہے۔ قینچی چلاتے وقت اہل سلوک کا اختلاف ہے بعض تو کہتے ہیں کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم کہے اور پھر کوئی خیال دل میں نہ لائے۔ جب تکبیر سے فارغ ہو۔ تو ایک مرتبہ کلمہ توحید پڑھے۔ اور اکیس ۲۱ مرتبہ درود اور اکیس ۲۱ مرتبہ استغفار۔ جب اس سے فارغ ہو۔ تو مقراض لے کر سامنے کا بال کترے اور بعد ازاں کہے کہ اے بادشاہ! یہ تیری درگاہ سے بھاگا ہوا بندہ تھا۔ اب تیری غلامی میں آنا چاہتا ہے اور تیرا حلقہ بگوش بننا چاہتا ہے۔ پھر دائیں طرف کا ایک بال کاٹے اور ایک بائیں طرف کا۔ پھر ان تینوں کو ملا دے۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف ایک بال لے اور زیادہ نہ لے۔ صحیح قول وہ ہے کہ جس کی روایت حسن بصریؒ نے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمائی۔ کہ اس طرح مقراض چلانا دوسرے طریقوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل صفہ کے خلیفہ ہیں۔ اور یہ حدیث آنجناب کے بارے میں وارد ہے "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؓ اس کا دروازہ ہے۔

بعد ازاں میں نے پوچھا کہ مقراض چلانا کس نے شروع کیا۔ فرمایا۔ مہتر ابراہیم خلیل اللہؑ

نے اور تلقین حضرت جبرائیل علیہ السلام نے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز حبیب عجمی اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ میں فلاں کا مرید ہوں۔ پوچھا۔ تیرے پیر نے کیا کہا تھا۔ کہا میرے پیچھے مقراض چلائی اور کچھ نہ کہا۔ دونوں فریاد کر اٹھے کہ خود گمراہ ہے۔ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر کو اپنے مرید کے احوال سے واقف ہونا چاہیئے

بعد ازاں شیخ الاسلام نے حاضرین کو فرمایا کہ پیر میں اس قدر قوت باطنی ہونی چاہیئے کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کے لیئے اس کے پاس آئے۔ تو نورِ معرفت اور اپنی ذاتی قوت سے اس کے سینے کے زنگار کو صاف کرے۔ تاکہ اس کے سینے میں کوئی کدورت نہ رہے۔ اور آئینے کی طرح روشن ہو جائے۔ اور اگر خود اس میں اس قدر طاقت نہیں۔ تو بہتر ہے کہ مرید نہ بنائے۔ جو خود گمراہ ہے۔ وہ دوسروں کی راہبری کیا کرے گا۔

پھر فرمایا کہ جب کسی کا مرید ہونا چاہے۔ تو پہلے اس کے نفوس ثلاثہ کے حرکات و سکنات کو دیکھے اور سوچے کہ یہ نفس امارہ میں مبتلا تو نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ۔ پھر اس کے نفس لوامہ کی طرف دیکھے کہ کہیں خفیہ طور پر نفس لوامہ کا گرفتار تو نہیں۔ قولہٗ تعالیٰ فَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ بعد ازاں مطمئنہ کی طرف دیکھے۔ قولہٗ تعالیٰ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً پھر اس کے قلب و سلیم کے اوصاف کی طرف نگاہ کرے کہ اس کا دل سلیم ہے یا نہیں۔ جب مذکورہ بالا اشیاء کو اپنی روشن ضمیری کی نظر سے صیقل کرے۔ تو پھر بیعت کرے۔ اگر کوئی شخص اہل سلوک کے طریق کے موافق مقراض چلانا نہیں جانتا۔ تو وہ خود گمراہ ہے۔ اور نیز وہ بھی گمراہ ہے۔ جو اس کا مرید ہو۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جس روز بشر حافی نے توبہ کی۔ تو پشیمان ہو کر خواجہ جنید بغدادیؒ کی بارگاہ کا رخ کیا۔ اور ان کے ہاتھ توبہ کی۔ ان سے خرقہ

اور مقراض کی رسم سکھائی۔ بعد ازاں خواجہ بشر حافی واپس چلے آئے۔ اور بعد میں لکڑی کی نعلین بھی استعمال نہ کیں۔ پوچھا کہ جوتی کیوں نہیں پہنتے؟ فرمایا۔ کیا مجال ہے۔ کہ بادشاہوں کے فرش پر جوتی پہنے پھروں۔ دوسرے یہ کہ جس روز میں نے اللہ تعالیٰ سے آشنائی حاصل کی۔ اس روز میں پاؤں سے ننگا تھا۔ اب مجھے جوتی پہنتے شرم آتی ہے۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا۔ اہل سلوک نے فرمایا ہے کہ جو پیر اہلِ سنت والجماعت کے طریق پر کاربند نہیں۔ اور اس کے افعال و اقوال، حرکات و سکنات، حدیث اور قرآن مجید کسی کے مطابق نہیں۔ وہ اس راہ میں راہزن ہے جس طرح دھوئیں سے آگ کا ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرید کو دیکھ کر اس کے پیر کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ بہت سے مرید جو گمراہ ہوتے ہیں۔ تو اس کا یہ سبب ہوتا ہے کہ ان کے پیر کامل نہیں ہوتے۔ یہاں پر کام حسنِ ارادت اور کمالیت سے ہے۔ اس واسطے کہ مقراض ایک سرِ الٰہی ہے۔ کوئی اس بھید سے واقف نہیں۔ اگرچہ بعض نے کہا۔ کہ مقراض قطع علائق ہے پس مقراض میں اس قدر کام ہیں کہ ان کو ہر شخص نہیں پڑھ سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس راہ میں بغیر مجاہدہ اور مشقت قبولیت کا اثر نہیں پڑتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ بارگاہ الٰہی میں مومن کے دل کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ لیکن لوگ دل کی اصلاح سے غافل ہیں۔ اس واسطے گمراہی میں پڑتے ہیں۔ سلوک کا اصل اصول ہی یہی دل ہے۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو درویش ابھی ستر ہزار پردوں میں ہے۔ اور ذرہ بھر بھی روشنی اسے نصیب نہیں ہوئی۔ اور کسی کو مرید کرنا چاہتا ہے۔ اور اسے خود مقراض اور خرقہ کی رسوم سے واقفیت نہیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہے اور مرید کو بھی گمراہ کرے گا۔ درویش عالم اور صاحب قوت ہونا چاہیئے۔ تاکہ مقراض اور خرقہ کی رسوم میں اہل سنت والجماعت کے خلاف نہ کرے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ دلیل الشافعی میں لکھتے ہیں کہ جس شخص کو خلقت سے گوشہ گیری حاصل نہیں جان لے وہ حق سے دور ہے۔ اس واسطے کہ فقیر کے لیے اہل دنیا سے میل جول کرنا خالی از نقصان نہیں۔ جو طالب اللہ ہے۔ اس کو راہ راست سے باز رکھتا ہے چنانچہ مسلک سلوک میں لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس راہ کے چلنے والے کو بغیر ضرورت گھر سے نہیں نکلنا چاہیئے۔ اور قاش آدمیوں سے مل کے نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ البتہ عالموں کی مجلس میں بیٹھے۔ لیکن بے ضرورت بات نہ کرے۔ پھر اپنی بندگی کی تاثیر دیکھے کہ کس قدر روشن ضمیری اس میں پیدا ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ مریض کے سر پر مقراض چلانے سے پہلے اسے غسل کرائے اور اپنے ہاتھ سے کچھ مٹھائی اس کے منہ میں ڈالے۔ اور یہ نیت کرے کہ پروردگار اپنے اس بندے کو اپنی راہ کی طلب کے ذوق سے شیریں بنا۔ پھر اگر خلوت کے لائق ہے تو خلوت اختیار کرے۔ نہیں تو سکوت۔ پھر تلقین فرمائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ سر العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ خلوت چالیس روز کی ہوتی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ستر روز کی۔ بعض کی رائے ہے کہ ننانوے دن کی۔ لیکن معتبر وہی ہے۔ جو شیخ عبداللہ تستری نے فرمایا ہے۔ مگر طبقہ جنیدیہ میں بارہ سال ہے۔ اور بصریہ کے نزدیک بیس سال۔ اہل سلوک کے قول کے مطابق تعین سے مقصود یہ ہے کہ نفس امارہ کو ریاضت کے سبب مغلوب کیا جائے۔ اور نفس کے کتے کو قید کیا جائے۔ مشائخ طبقات کے مذہب میں مراقبہ ہے۔ جو خلوت میں سوائے مراقبہ کے اور کچھ اختیار نہیں کرتے۔ جب خلوت میں بیٹھنا چاہے۔ تو اپنے پیر کا کپڑا پہنے۔ تاکہ اس کی برکت سے روشنائی حاصل ہو جائے۔ کیونکہ خرقہ دینے کا مطلب یہی ہے۔ بعض مشائخ طبقات مثلاً خواجہ فضیل، عیاض، اور خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں کہ پیر کو چاہیئے کہ پہلے مرید کے سر پر ہاتھ رکھے اور بعد ازاں ذکر کی تلقین کرے۔ اوّل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دوم سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ سوم یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اگر پہلا ذکر اختیار کرے
تو نو بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور دسویں مرتبہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے۔ اکیس مرتبہ
سُبْحَانَ اللّٰہِ پھر تینتیس مرتبہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کہے۔ لیکن بلند آواز سے۔ تاکہ پاس
بیٹھنے والے اس سے حظ اٹھائیں اور سبزہ ور ہوں۔ لیکن اتنا بلند نہ کہے کہ ہمسائے
سنیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ طبقہ جنیدیہ میں بارہ مرتبہ ہی ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ
اس قدر ذکر کرے کہ اس کے بدن کا ہر ایک بال زبان بن جائے۔ اسی موقعہ پر
زبان مبارک سے فرمایا کہ یحییٰ پیغمبر علیہ السلام ذکر کرتے وقت ایسے بیہوش ہو جاتے
کہ جنگل کا رخ کرتے اور غلبات شوق کی وجہ سے کہتے۔ اے منزہ! اپنے مکان سے راہ
کر کیونکہ تیرے ذکر کے اندیشے سے میرا دل پر ہو گیا۔ اگر خود کہوں اور تیرا ذکر نہ کروں
تو میں اسی وقت مر جاؤں۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی قدس سرہ العزیز شرح الاسرار
میں لکھتے ہیں کہ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ دایہ کی طرح ہوتا ہے۔
اور مرید بچے کی طرح۔ جس وقت بچہ بدخوئی کرے۔ تو اسے کسی اور چیز میں مشغول کر
ے۔ تاکہ وہ خوش دل ہو کر خوگیر ہو۔ اسی طرح پیر مرید کو کبھی ذکر کا حکم کرے اور
کبھی قرآن شریف پڑھنے کا۔ تاکہ کسی اور چیز سے اسے قرار حاصل نہ ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ یہ بھی لکھا دیکھا ہے کہ اہل دنیا سے میل جول نہ کرے۔ کیونکہ ان
کی صحبت فقیر کے دل کو پریشان کرتی ہے۔

اسی موقعہ پر فرمایا کہ فقیر کے لئے دولت مندوں کی صحبت سے بڑھ کر کوئی چیز
مضر نہیں۔ جب فقیر گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے۔ تو اس کے دینی اور دنیاوی کام خود بخود
بنتے چلے آتے ہیں۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ پیر و مرید کو ہر حال میں ایسا ہی رہنا چاہیئے جیسا
کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اگر کسی شخص کا شیخ کامل نہ ہو۔ تو اہل سلوک کی کتاب کو پیش نظر

رکھے اور اس کی متابعت کرے۔ تاکہ ارادت اور مقراض کے مشابہ ہو۔
پھر فرمایا کہ شیخ کو واجب ہے کہ مرید کو صحبتِ ملوک اور اہلِ دنیا سے دور رہنے کی وصیت کرے کہ شہرت و ثروت کا طالب نہ بنے۔ بات زیادہ نہ کہے بے ضرورت کسی جگہ نہ جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اصلی مقصود سے رہ جاتا ہے۔ اس واسطے کہ دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہوتی ہے۔
اسی موقعہ پر فرمایا کہ سجادے سے دور نہ ہو۔ مگر ضرورت کے وقت۔ اس واسطے کہ اصحاب طریقت نے فرمایا ہے کہ جب کوئی دانشمند ہر روز دنیا کی طلب کے لئے پھرے اور حلال و حرام کے علم کو بیان کرتا ہے۔ اور اگر صوفی کوچوں اور بازاروں میں پھرے۔ تو سلوک اور مجاہدہ کون کرے گا؟
بعد ازاں فرمایا کہ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راہِ قبول کے چلنے والوں کی علامت یہ ہے کہ خواہ کچھ ہی ہو۔ جمعرات کھڑے ہو کر گزاریں۔ خواہ ذکر میں خواہ تلاوت خواہ نماز میں۔ لیکن افضل یہی ہے کہ نماز میں رات گزارے۔ یہی معراج کی صفت ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ ؏
بعد ازاں فرمایا کہ اہلِ سلوک نے کہا ہے کہ سلوک کا اصل ریاضت ہے۔ اور اس کا ثمرہ ارادت۔ غرض یہ ہے کہ بندہ اپنے تئیں اہلِ دنیا، دولت مندوں اور بادشاہوں کی صحبت اور ہوائے نفسانی سے الگ رکھے اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں صحبة الصالحين نور ورحمة للعٰلمین نیکوں کی صحبت نور اور اہلِ عالم کے لئے رحمت ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؏
گیارھویں ماہ مذکور ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بات ان لوگوں کے بارے میں ہو رہی تھی۔ جو نماز میں استغراق کی وجہ سے اپنے آپ کی بھی خبر نہیں رکھتے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ غزنی سے میں نے سفر کیا۔ وہاں پر چند درویشوں کو میں نے دیکھا۔ جو از حد یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ رات انہیں کے پاس

رہا۔ جب دن ہوا۔ تو شہر کے پاس ایک حوض تھا۔ وہاں تازہ وضو کرنے کے لئے گیا۔ تو ایک درویش کو دیکھا۔ جو بہت ہی کمزور تھا۔ اس کا حال پوچھا۔ فرمایا۔ مدت سے مجھ کو کوئی پیٹ کا عارضہ ہے۔ جس کے سبب میں کمزور ہوگیا ہوں۔ وہ رات اس درویش کے پاس رہا۔ رات کے وقت اس کی بیماری اور بھی زور پکڑ گئی۔ کیونکہ ہر روز ایک سو بیس رکعت نماز ادا کیا کرتا تھا۔ جب قضا سے حاجت کے لئے جاتا۔ تو ہر مرتبہ غسل کر کے پھر نماز میں مشغول ہوجاتا۔ چنانچہ اس رات ساٹھ مرتبہ قضا سے حاجت کے لئے گیا۔ اور ساٹھ ہی مرتبہ نہا کر دوگانہ ادا کیا۔ اور اپنا وظیفہ پورا کیا۔ آخری وقت جب غسل کرنے گیا۔ تو پانی میں جان بحق ہوگیا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام زار زار روئے۔ اور فرمایا کہ بندگی میں وہ درویش کیسا ہی راسخ الاعتقاد تھا۔ آخری دم تک قاعدے کی پابندی کرتا رہا۔ جب اسے نباہ لیا۔ تو جان یار کے حوالے کی۔

پھر فرمایا کہ جس شخص کو کوئی بیماری یعنی زحمت یا تکلیف ہو۔ سمجھو کہ اسے گناہ سے پاک کر رہے ہیں۔ یہ اس کی خیریت کی دلیل ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز بخارا میں شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا اور عرض کی کہ یا امام! میرے پاس مال ہے۔ اور مدت سے اس میں نقصان ہو رہا ہے۔ اور نیز میرے اعضا کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اے بھائی! مومن کے مال میں نقصان ہو۔ تو سمجھو کہ اس نے زکوٰۃ دینے میں قصور کیا ہے۔ اور بیماری صحت ایمان کی علامت ہے۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ اصحاب تابعین اپنے آثار میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن فقرار کو وہ درجے حاصل ہوں گے۔ کہ تمام لوگ یہ آرزو کریں گے کہ کاش ہم بھی دنیا میں فقیر ہوتے۔ تاکہ ہمیں یہ مرتبے حاصل ہوتے۔ اور مریضوں کو بھی وہ درجے عطا ہونگے کہ سارے لوگ یہی خواہش کریں گے۔ افسوس! ہم بھی دنیا میں بیمار ہوتے تو یہ مرتبے حاصل کرتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ بندے کو سمجھنا چاہیئے کہ سب درد و محنت اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔ اور اپنے نفس کا طبیب خود بننا چاہیئے۔ پھر آب دیدہ ہو کر یہ مثنوی پڑھی ؎

اے بسا درد کان ترا از دوست اے بسا شیر کان ترا آہو ست

بعد ازاں بات اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ ہر حالت میں درویشوں کے حق میں نیک گمان اٹھنا چاہیئے۔ اور اپنا عقیدہ درست رکھنا چاہیئے۔ تاکہ ان کی برکت سے حمایت حاصل ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیر خان والئی اوچ و ملتان کچھ میرا معتقد نہ تھا۔ بارہا یہ شعر اس کے حق میں کہا گیا ؎

افسوس کہ از حال منت نیست خبر آنگہ خبرت شود کہ افسوس خوری

اسی سال چند روز بعد کافروں نے اس ولایت کو لوٹ لیا۔

پھر فرمایا کہ ایک روز سیوستان کی طرف میں مسافر تھا۔ جب شیخ اوحد کرمانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو مجھ سے بغلگیر ہو کر فرمایا۔ زہے سعادت کہ تو ہمارے پاس آ پہنچا۔ آپ کے جماعت خانہ میں بیٹھا تھا کہ دس اور صاحب نعمت درویش آئے۔ اور ایک دوسرے سے اظہار کرامت کی بابت گفتگو کرنے لگے۔ نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ اچھا! اگر کوئی صاحب کرامت ہے۔ تو اپنی کرامت دکھائے۔ انہوں نے کہا پہلے اپنی کرامت دکھاؤ۔ کیونکہ آپ درویشوں کے پیش رو ہیں۔ شیخ صاحب نے درویشوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس شہر کا مالک میرا معتقد نہیں ہے۔ اور کبھی کبھی تکلیف بھی دیتا ہے۔ اگر میدان سے آج سلامت آ گیا۔ تو بڑے ہی تعجب کی بات ہو گی۔ جونہی یہ فرمایا۔ ایک نے آ کر خبر دی کہ ابھی اس شہر کا بادشاہ میداں میں گیند کھیل رہا تھا کہ گھوڑے پر سے گر پڑا اور اس کی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا۔ اور فی الفور مر گیا۔ پھر درویشوں نے مجھے کہا تم بھی کوئی کرامت دکھاؤ۔ میں نے مراقبہ کیا۔ پھر سر اٹھا کر کہا کہ آنکھیں بند کرو۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ میرے سمیت خانہ کعبہ میں کھڑے ہیں۔ کچھ دیر وہاں رہ کر واپس آئے۔ تو درویشوں نے

اقرار کیا کہ ہاں! یہ بھی درویش ہے۔ پھر میں نے اور شیخ صاحب نے درویشوں سے کہا۔
کہ ہم اپنا کام کر چکے۔ اب تم بھی کچھ دکھاؤ۔ درویشوں نے سر خرقے میں کیا۔ اور گم ہو گئے۔
خرقے خالی رہے۔

پھر شیخ الاسلام نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولنا نظام الدین! جو اللہ تعالےٰ
کے کام میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کام میں ہوتا ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کمی نہیں کرتا۔
اور جس میں دوست کی رضا ہے۔ وہی کام کرتا ہے۔ اور نفس کے ساتھ غازیوں کی
طرح پیش آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی وہی چیز موجود کر دیتا ہے۔ جس میں اس کے بندے
کی رضا ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ بدخشاں کی طرف میں مسافر تھا۔ اس شہر میں بزرگ
اولیا رہتے تھے۔ چنانچہ شہر کے باہر ایک غار میں ذوالنون مصری کے مرید شیخ عبدالواحد
رہتے تھے۔ جب میں حاضر خدمت ہوا۔ تو دیکھا کہ نہایت دُبلے ہو رہے ہیں۔ اور ایک پاؤں
غار میں ہے۔ اور دوسرا باہر۔ ایک پاؤں پر کھڑے عالم تحیر میں آنکھیں اوپر کی طرف لگائے
ہوئے ہیں۔ نزدیک جا کر سلام کیا۔ فرمایا ٹھہر جا! تین دن بعد عالم صحو میں آئے۔ تو فرمایا۔
اے فرید! میرے نزدیک نہ آنا۔ نہیں تو جل جائے گا۔ اور دور بھی نہ جا کیونکہ تجھ پر جادو کا
اثر ہو جائے گا۔ اب میری سرگزشت سن! آج ستر سال سے اس غار میں کھڑا ہوں۔ ایک عورت
کو دیکھ کر میرا دل مائل ہوا۔ میں نے غار سے باہر آنا چاہا۔ تو غیبی آواز آئی کہ اے مدعی! تیرا
وعدہ تو یہ تھا کہ ہمارے سوا کسی کی طرف مائل نہ ہوگا۔ چھری پاس تھی۔ اس سے ایک پاؤں
کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ اس واسطے کہ یہ پاؤں ہوائے نفسانی کے سبب غار سے باہر رکھا گیا۔
اب تقریباً تیس سال سے اسی عالم تحیر میں ہوں اور ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن یہ منہ کس طرح
دکھاؤں گا۔ اسی حالت میں شرمندہ ہوں۔ پھر ملک المشائخ نے فرمایا کہ رات وہیں رہا افطار
کے وقت دودھ اور کچھ کھجوریں تھال میں رکھ کر اس کے پاس لاتے۔ میں نے گنیں۔ تو
تعداد میں دس تھیں۔ فرمایا۔ اے فرید! پانچ میں کھایا کرتا تھا۔ اور آج دس آئی ہیں سو
پانچ تیری ہیں۔ آ دودھ سے کر افطار کر۔ جب اس بزرگ نے دودھ اور کھجوریں سامنے

رکھیں اور میں آداب بجالایا۔ اور کہا گیا۔ وہ بزرگ بھی عالم تحیر میں مشغول ہوا۔ بدخشاں کا خلیفہ مع اپنے بادشاہی لشکر آیا اور کھڑا ہو گیا۔ اس بزرگ نے پوچھا تیری کیا حاجت ہے؟ خلیفہ نے کہا سیوستان کا مالک مال نہیں دیتا۔ اب میں اجازت طلب کرتا ہوں کہ اس پر چڑھائی کروں۔ مسکرا کر لکڑی سیوستان کی طرف پھینک کر فرمایا۔ میں نے سیوستان کے مالک کو مار دیا ہے۔ جب خلیفہ نے دیکھا تو واپس چلا گیا۔ چند روز نہ گزرنے پائے تھے کہ اس کے آدمی بہت سا مال لے کر آئے۔ اور بیان کیا کہ سیستان کا مالک دربار عام میں تخت پر بیٹھا حکم دے رہا تھا کہ دیوار میں سے لاٹھی نمودار ہوئی۔ اور اس کی گردن پر لگی۔ جس سے اس کی گردن جدا ہو گئی۔ پھر آواز آئی کہ یہ ہاتھ شیخ عبدالواحد بدخشانی کا ہے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ چند روز اس کی خدمت میں رہا۔ پھر اجازت لے کر واپس چلا آیا۔ یہ ختم کر کے شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہو گئے۔

تیرھویں ماہ مذکور ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ ابوالغیث یمنی قدس اللہ العزیز از حد بزرگ تھے۔ آپ نے شیخ یوسف الحسنی شیخ شہاب الدین سہروردی۔ شیخ فرید الدین عطار اور شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ اسرارہم کی زیارت کی تھی۔ اور نیز بہت سے بزرگوں کی۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ مغلوں نے یمن کو آ گھیرا۔ اس وقت خواجہ ابوالغیث کٹیا میں تھے خلیفہ نے جا کر مغلوں کے آنے کی بابت سب کچھ عرض کی۔ خواجہ صاحبؒ نے پاس پڑی ہوئی چھوٹی سی لکڑی دی اور فرمایا کہ رات کو ان کے لشکر کی طرف پھینک دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے پھینکنے سے انہوں نے آپس میں لڑنا شروع کیا۔ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ آخر معلوم ہوا کہ سبز پوشوں کا لشکر تھا۔ جس نے کافروں کو جہنم واصل کیا۔ جب دن چڑھا۔ تو ایک بھی زندہ نہ بچا۔

پھر فرمایا کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاؤالدینؒ ذکریا ملتان ہی تھے۔ اس روز قباچہ والی ملتان نے آکر عرض کی کہ مغل شہر کے نزدیک آ پہنچے ہیں۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟ شیخ قطبؒ الدین کے پاس ایک تیر تھا۔ اسے دے کر فرمایا۔ مغلوں کے لشکر کی طرف پھینک دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تو سب مغل بھاگ اٹھے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ یمن میں مُدّت تک مینہ نہ برسا۔ اور خلقت قحط سے ہلاک ہونا شروع ہوئی۔ کھیتیاں خشک ہوگئیں۔ تمام اہلِ یمن شیخ ابوالغیث کی خدمت میں گئے۔ کہ بارش کے لئے دعا کریں فرمایا۔ کل سب میری نماز گاہ میں جمع ہوں۔ سب حاضر ہوئے۔ شیخ صاحب نے منبر پر چڑھ کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ اور پھر پیغمبر خدا پر درود بھیج کر آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کی۔ کہ اے پروردگار اگر تیری بارگاہ میں میری طاعت منظور ہے۔ تو بارانِ رحمت بھیج۔ ابھی یہ بات زبان سے نہ نکلنے پائی تھی کہ بارش ہونے لگی۔ اور اس قدر ہوئی کہ پانچ دن رات پانی ختم نہ ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے قسم کھا کر کہا کہ عمر بھر میں ایسی بارش ہوتے نہیں دیکھی۔

بعد ازاں شیخ ابوالغیث کی وفات کا حال یوں بیان فرمایا کہ جس دن آپ فوت ہوئے۔ اس روز صبح کی نماز ادا کر کے حسبِ معمول آپ مصلّے پر بیٹھے رہے۔ اور اشراق کی نماز ادا کر کے سب یاروں کو کہا کہ نہلانے والے کو لاؤ۔ اور کپڑا۔ گھڑا اور خوشبو موجود کرو۔ یاروں نے غسّال کو بلایا۔ اور مطلوبہ چیزیں موجود کیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ جگہ خالی کرو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے شہسوار یہاں آئیں۔ شیخ صاحب نے سورۂ یٰسٓ شروع کی۔ جب فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون" پر پہنچے۔ تو منہ کھول کر قضا کی۔ اور گھر کے کونے سے آواز آئی کہ دوست دوست سے جا ملا۔ پھر شیخ الاسلام زار زار روئے۔ اور بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آ کر یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند — کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

پھر شوق کے غلبات میں انہی سے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر کے دن پورے ہوئے۔ تو ایک روز مستوں کی طرح راہ میں ٹہل رہے تھے۔ ملک الموت سے ملاقات ہوئی سلام کیا۔ سلام کا جواب ملا۔ پوچھا۔ تو کون ہے ؟ کہا۔ ملک الموت۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام شوق اور اشتیاق میں تھے۔ اس کے چہرے پر ایسا تھپڑ مارا کہ وہ سامنے سے بھاگ گیا۔ اور کہا کہ میں پھر نہیں آؤں گا۔

ملک الموت نے اپنے مقام پر آ کر سجدہ کیا۔ اور عرض کی کہ پروردگار! تو نے ایسے شخص کے پاس بھیجا تھا کہ اگر میں بھاگ نہ جاتا۔ تو ہلاک ہو جاتا۔ اسی وقت خطاب ہوا

کہ یہ اس واسطے تھا تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ ہمارے اور ہمارے محبوبوں کے مابین غیر کو دخل نہیں۔ صرف ہم جانتے ہیں۔ یا ہمارے دوست۔ دوسرے روز مہتر موسےٰ علیہ السلام نماز ادا کرکے قبلہ رخ بیت المقدس میں بیٹھے تھے۔ کہ مہتر جبرائیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا۔ اور بہشتی سیب آنحضرت کے ہاتھ میں دیا۔ جونہی جناب نے سونگھا۔ اس سیب سے دوست کی خوشبو دماغ میں پہنچی۔ تو نعرہ مار کر جان یار کے حوالے کی۔ شیخ الاسلام یہ حکایت ختم کرکے اس طرح روئے کہ حاضرین نے بھی رونا شروع کر دیا۔ مجلس سے نعرہ اٹھا اور شیخ الاسلام بے ہوش ہو گئے۔ اور پھر زبان مبارک سے یہ شعر فرمایا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

پھر فرمایا کہ مشائخ کبار میں سے ایک مع اپنے اصحاب مہتر موسیٰ علیہ السلام کے روضہ پر پہنچے۔ روضہ سے آواز آئی۔ رب ارنی انظر الیک۔ اس بزرگ نے فرمایا۔ یہ عشق ہے واقعی زندگی میں بھی یہی حالت ہو گی۔ اگر مرد کی یہ حالت ہو۔ تو جب اٹھے گا اس کی وہی حالت ہوگی۔ قیامت کے دن بھی مہتر موسےٰ علیہ السلام عرش کے کنگرے میں ہاتھ مار کر فریاد کریں گے۔ رب ارنی انظر الیک اگر اس حالت میں فرشتے انہیں پکڑیں گے۔ تو تمام مخلوق مارے اشتیاق کے درہم برہم ہو جائے گی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے مجھے فرمایا کہ طالب کو ہر حالت میں مطلوب کے عشق و محبت اور اس کی یاد میں رہنا چاہیئے۔ ہر گھڑی ہر روز ہر لحظہ اور ہر حالت میں اسی کے عشق میں رہے۔ تاکہ ان لوگوں میں سے ہو جائے۔ جو اس سے پیشتر گزرے ہیں۔ پھر کئی مرتبہ یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک جوان عالت نزع میں تھا اور واصل حق۔ جب اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہوا۔ تو عزرائیل نے مشرق سے مغرب تک ڈھونڈا۔ لیکن اس جوان کو نہ پایا۔ پھر اپنے مقام پر آکر سر سجدے میں رکھا۔ اور مناجات کی کہ پروردگار مجھے

وہ جوان نہیں ملتا۔ اس کا نام بھی تختی سے مٹ گیا ہے۔ حکم ہوا کہ فلاں جنگل میں ہے جب ملک الموت واپس آیا۔ تو اس جنگل میں بھی نہ پایا۔ پھر جا کر عرض کی حکم ہوا کہ تو ہمارے دوستوں کی جان قبض نہیں کر سکتا۔ نہ ہی انہیں دیکھ سکتا ہے۔ وہ ہماری یاد میں اس طرح جان دیتے ہیں کہ تجھے خبر بھی نہیں ہوتی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام زار زار روئے۔ اور یہ شعر پڑھا۔

درکوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

بعد ازاں فرمایا کہ جس وقت میرے بھائی شیخ بہاؤالدین ذکریا قدس سرہ العزیز انتقال کرنے کو تھے۔ اس وقت آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ صدرالدین دروازے کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ایک آدمی نے آکر خط دیا۔ اور کہا کہ اسے کھولے بغیر اندر پہنچا دو۔ حکم ہوا کہ صدرالدین کے ہاتھ دینا تا کہ وہ شیخ بہاؤالدینؒ کو پہنچا دے۔ اور وہ اسے پڑھ لیں۔ شیخ صدرالدین پڑھ کر زار زار روئے۔ اور کہا کہ یہ دوست کا پروانہ ہے۔ اور عزرائیل لایا ہے۔ کہا بے شک! پوچھا۔ خود کیوں نہیں جاتے؟ کہا حکم ہے کہ آپ کے ہاتھ دوں۔ اور آپ شیخ صاحب کو پہنچائیں۔ جب خط اندر لایا گیا۔ تو شیخ صاحب یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ جب فارغ ہوئے۔ تو آداب بجا لا کر شیخ صاحب کو خط دیا۔ کھول کر مطالعہ کیا پھر سجدہ میں سر رکھ کر جان دے دی۔ اندر سے آواز آئی کہ شیخ بہاؤالدین دوست سے جا ملے۔ اس وقت شیخ الاسلام قدس سرہ نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ اور بے ہوشی میں یہ آواز نکلی۔ کہ ہم بھی ایسے ہی ہوں گے۔ اور دوست کو ملیں گے۔ اور یہ شعر پڑھا۔

درکوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

پھر شیخ سعدالدین حمویہ کی بات شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ شیخ صاحب از حد بزرگ تھے۔ ایک شہر کے اندر ایک مسجد میں چند روز ٹھہرے۔ اس شہر کے مسلمانوں میں بیماری کا بڑا زور تھا۔ جب آپ نے یہ ماجرا سنا۔ تو حکم دیا۔ کہ جو مریض ہو۔ اسے میرے پاس لاؤ۔ تمام بیمار لائے گئے۔ شیخ صاحب نے اپنا دستِ مبارک پھیرا کئی ہزار بیماروں کو شفا حاصل ہو گئی۔ پھر وہاں سے غزنی آئے۔ وہاں بھی چند ایک بیمار تھے۔ جو آپ کے دست مبارک کی برکت سے شفا پا گئے۔

بعدازاں اوچ پہنچے۔ جس روز انتقال ہونے والا تھا معہ یاروں کے جنگل جاکر قبلہ رُخ ہوکر سورۂ بقر پڑھنی شروع کی اور اشراق تک سارا قرآن شریف ختم کیا۔ اور سجدہ میں پڑکر جان دیدی۔ آواز آئی۔ جو تمام حاضرین نے سُن تھی۔ کہ نیک بخت بندہ تھا۔ اللہ تعالیٰ سے جاملا۔ بعدازاں شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہوکر یہ شعر پڑھا ؂

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

بعدازاں فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جہاں نماز ادا کرتے وہیں سو رہتے۔ جب رات کا تیسرا حصہ گزر جاتا۔ تو اٹھتے۔ امام اور مؤذن موجود ہوتے۔ پھر عشاء کی نماز ادا کرکے ساری رات جاگتے رہتے۔ آپ کی عمر اسی طرح گزر گئی۔

بعدازاں فرمایا کہ بخارا کے ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ بخارا کے دروازے سے ایک جلتی ہوئی شمع باہر لے جارہے ہیں۔ بیدار ہوکر ایک بزرگ سے تعبیر پوچھی۔ فرمایا کہ یہاں سے کوئی صاحب نعمت انتقال کرے گا۔

پھر فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی نے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا جو فرماتے ہیں کہ اب اشتیاق زیادہ ہوگیا ہے۔ اس ہفتہ میں متواتر ذکر کیا۔ اور اس میں فراق اور وداع خلق کا ذکر تھا۔ سب حیران تھے کہ کیا کہتے ہیں۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا مسلمانوں! واضح رہے کہ میرے پیر نے مجھے خواب میں بلایا ہے۔ سو میں جاتا ہوں! یہ کہہ کر نیچے اترے۔ گھر آئے۔ تو اسی رات انتقال ہوگیا۔ تمام اصحاب بیٹھے تھے۔ اور مشعل جل رہی تھی۔ شیخ سیف الدین فراق میں تھے۔ ایک پہر رات گزری کہ ایک بزرگ صوف پوش نے سیب لاکر آداب بجالاکر ان کے ہاتھ میں دیا۔ جونہی سونگھا۔ جان بحق ہوئے۔ بعدازاں شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہوکر یہ شعر پڑھا ؂

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

بعدازاں شیخ الاسلام نے شیخ بدر الدین غزنوی اور مولانا اسحٰق کو حکم دیا کہ تم بھی یہ شعر پڑھو۔ تاکہ ہم رقص کریں۔ تین دن تک حالت بےخودی میں رہے۔ پھر عالم صحو میں آئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؀

پچیسویں ماہ مذکور ۶۵۵ھ ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ چند درویش خواجہ بہاؤ الدین ذکریا قدس سرہ العزیز کے پاس حاضرِ خدمت تھے۔ اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ طریقت کی راہ رضا و تسلیم ہے اگر کوئی شخص گردن پر تلوار مارے۔ تو اسی پر راضی رہے اور دم نہ مارے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جس کی یہ حالت ہو۔ وہ درویش ہے۔ اسی اثنا میں ایک بڑھیا روتی پیٹتی آئی۔ اور آداب بجالائی۔ آپ نے فرمایا۔ نزدیک آ۔ آئی تو آپ نے پوچھا کہ تمہاری کیا حالت ہے؟ بڑھیا نے کہا۔ اے بزرگ! بیس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے کہ میرا فرزند مجھ سے جدا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ وہ زندہ ہے۔ یا مر گیا ہے۔ آپ نے دیر تک مراقبہ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ تیرا بیٹا آجائے گا۔ یہ سن کر وہ آداب بجالائی۔ جب گھر پہنچی۔ تو ایک گھڑی بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ لڑکے نے آکر دستک دی۔ پوچھا۔ ہم ضعیفوں کے در پر کون ہے؟ آواز آئی کہ میں ہوں آپ کا فرزند! بڑھیا آکر اپنے جگر گوشے کو اندر لے گئی اور پوچھا۔ تو کہاں تھا؟ کہا۔ یہاں سے ڈیڑھ ہزار کوس کے فاصلے پر تھا۔ پوچھا۔ پھر کس طرح آگیا؟ کہا۔ دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ کہ میرا خیال تمہاری طرف لگا۔ میں رو رہا تھا کہ ایک شخص سفید ریش خرقہ پوش پانی سے نمودار ہوا۔ اور پوچھا کہ کیوں روتا ہے؟ میں نے حالت بیان کی۔ فرمایا کہ تجھے میں لے چلوں؟ میں نے کہا۔ مجھے تو بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اس درویش نے کہا۔ ہاتھ مجھے دو۔ اور آنکھ بند کرو۔ میں نے ویسا ہی کیا اور اپنے تئیں گھر کے دروازے پر کھڑا پایا۔ بڑھیا تاڑ گئی کہ وہ بزرگ شیخ الاسلام ہی ہیں۔ فوراً آکر سر قدموں پر رکھ دیا۔ اور واپس چلی گئی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اگر عابد سے کوئی درود و وظائف فوت ہو جائے۔ تو وہی اس کی موت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ یوسف چشتی کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک صوفی نے آکر آداب بجالا کر عرض کی کہ آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ میری موت نزدیک ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ تہجد سے صبح کی، نماز فوت ہو گئی ہے۔ جب اس نے سوچا تو ٹھیک وہی بات نکلی جو شیخ الاسلام نے فرمائی تھی۔ ضروری ہے کہ جو کچھ تو نے خواب میں دیکھا ہے۔ تجھے فی الفور

دیکھا جائے۔ کیونکہ صاحب ورد سے اگر ورد فوت ہو جائے۔ تو اس کے لئے مرگ ہے۔
چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک شہر قاضی رضی الدین رحمۃ اللہ علیہ سورۂ یٰسٓ کا وظیفہ کیا کرتے تھے ایک روز ناغہ ہو گیا۔ تو اسی روز گھوڑے پر سے گر پڑے۔ اور پائے مبارک ٹوٹ گیا۔ غور کیا۔ تو معلوم ہوا کہ اس روز وظیفہ میں ناغہ کیا تھا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ صاحب ورد کو چاہیئے کہ جو وظیفہ ہو۔ اگر دن کو پورا نہ کر سکے۔ تو رات کو کرے۔ بہر حال وظیفہ ترک نہ کرے۔ کیونکہ اس کے ترک کی شامت تمام اہل شہر پر پڑتی ہے۔ اور شہر میں خرابی پیدا کرتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک سیاح میرے پاس آیا۔ دمشق کا حال اس نے یوں بیان کیا کہ جب میں وہاں پہنچا۔ تو اسے اُجڑا ہوا پایا۔ چنانچہ بیس گھروں سے زیادہ آباد نہ تھے۔ جب اس شہر کی خرابی کی بابت جستجو کی۔ کہ اس شہر میں تمام اہل سنت والجماعت آباد تھے۔ اور سب صاحب ورد تھے۔ چند ایک مسلمانوں نے اپنا وظیفہ ترک کر دیا۔ ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ مغلوں نے آکر سارا شہر برباد کر دیا۔ اور مسلمانوں کو قید کر لیا۔ ان کے وظیفہ کے ترک کے سبب سے یہ شہر برباد ہوا ہے۔ وظیفہ کے ترک کرنے کی شامت اس قسم کی ہوتی ہے۔
بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شیخ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی ہمسایہ فوت ہو جاتا۔ تو آپ اس کے جنازے کے ہمراہ جاتے۔ اور جب لوگ چلے آتے۔ تو اس کی قبر پر بیٹھ کر ورد وظائف پڑھتے۔ آپ کے ایک ہمسائے نے اجمیر میں انتقال کیا۔ تو آپ حسب معمول جنازے کے ساتھ گئے۔ اور لوگوں کے چلے جانے کے بعد اس کی قبر پر وظیفہ کرنے لگے۔ اور دیر کے بعد اٹھے۔ شیخ الاسلام قطب الدین فرماتے ہیں۔ کہ میں اس وقت ہمراہ تھا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آپ کا رنگ لحظہ بلحظہ متغیر ہوتا جاتا ہے اس وقت وظیفہ برابر کرتے رہے۔ اٹھ کر کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ بیعت بھی اچھی چیز ہے۔ شیخ الاسلام قطب الدین اوشی نے وجہ دریافت کی۔ فرمایا۔ جب اس شخص کو دفن کیا گیا۔ تو فرشتوں نے آکر عذاب دینا چاہا۔ شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز نے آکر فرمایا کہ اسے عذاب مت کرو۔ یہ میرا مرید ہے۔ فرشتوں کو یہ کہنے کا حکم ہوا کہ بے شک آپ کا مرید ہے۔ لیکن آپ کے خلاف تھا۔

خواجہ صاحب نے فرمایا۔ بے شک خلاف تھا۔ لیکن مرید تو ہے۔ حکم ہوا۔ فرشتو! شیخ کے مرید سے ہاتھ اٹھالو۔ کہ میں نے اسے شیخ کے بدلے بخشا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اپنے تئیں کسی کا بنانا اچھا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔ جو شیخ قطب الدین کی زبان مبارک سے سنا تھا

گر نیک توام مرا ازیشاں گیرند   در بد باشم مرا بدیشاں بخشند

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے تحیر کی حالت طاری ہوئی۔ تو حاضرین نے کہا کہ اگر قوال ہوں۔ تو سماع سنیں۔ اتفاقاً اس روز قوال موجود نہ تھے۔ مولانا بدر الدین اسحٰق نے تمام مکتوبات اور رقعات وغیرہ جو تھیلے میں تھے ٹٹولے۔ وہی مکتوب نکلا۔ اسے شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر کیا۔ فرمایا۔ اٹھ کر اس کو پڑھو۔ چنانچہ مولانا بدر الدین اسحٰق نے اٹھ کر پڑھا کہ فقیر۔ حقیر۔ نحیف۔ ضعیف محمد عطا جو درویشوں کا غلام ہے۔ اور سر آنکھوں سے ان کے قدموں کی خاک لگاتا ہے۔ جب اس قدر پڑھا گیا۔ تو سنتے ہی شیخ الاسلام کو حال اور ذوق پیدا ہوا۔ جو وہم و فہم سے باہر ہے۔ یہ رباعی پڑھی۔

رباعی

آں عقل کجا کہ از کمال تو رسد
واں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال
آں روح کجا کہ در جلال تو رسد

شیخ الاسلام ایک دن رات اسی رباعی کو سن کر سماع کا ذوق حاصل کرتے رہے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام بختیار اوشی کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ قطب الدین اور شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہما جب آپس

میں ملے۔ تو سیاحی کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ میں بھی حاضر خدمت تھا۔ شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہٗ نے یوں شروع کی کہ ایک مرتبہ میں قرشی کی طرف مسافر تھا۔ میں نے بہت سے بزرگوں کی خدمت کی۔ الغرض ایک بزرگ کی خدمت میں پہنچا۔ جو شہر کے نزدیک ایک غار میں رہتا تھا۔ اس وقت وہ نماز میں مشغول تھا۔ جب فارغ ہوا۔ تو میں نے سلام کیا۔ سوال کے جواب میں کہا۔ علیکم السلام یا شیخ جلال الدین! میں حیران رہ گیا۔ کہ اسے میرا نام کس طرح معلوم ہو گیا۔ اس نے کہا۔ جو تجھے یہاں لایا ہے۔ اسی نے تیرا نام بتایا ہے۔ میں آداب بجالایا۔ حکم ہوا بیٹھ جا! میں بیٹھ گیا۔ اس نے یوں حکایت شروع کی۔ ایک مرتبہ میں نے ایک درویش ڈیڑھ سو سال کا نہایت باعظمت دیکھا۔ جو خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں سے تھا۔ جو مسلمان وغیرہ کسی مہم کے لئے اس بزرگ کی خدمت میں آتے۔ ابھی پہنچ نہ چکتے کہ وہ سرانجام ہو چکتی

بعدازاں فرمایا کہ میں نے ایک ہزار سات سو پیروں کی خدمت کی ہے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ نصیحت کی ہے۔ آخری مرتبہ خواجہ شمس الدین والعارفین نے مجھے یہ نصیحت فرمائی کہ اے درویش! اگر تو خدا رسیدہ اور اس کے نزدیک ہونا چاہتا ہے۔ تو دنیا اور اہل دنیا سے بیزار ہو۔ اور ان سے دور ہو۔ درویش دنیاوی تعلقات کی وجہ سے عاجز رہ جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا کی محبت ہی تمام خطاؤں کی سر ہے۔ جو اہل دنیا سے بیزار ہو۔ وہی خدا رسیدہ ہو گیا۔ پس اے جلال الدین! مردانِ خدا نے سب سے قطع تعلق کیا ہے۔ تب کہیں خدا رسیدہ ہوتے ہیں۔ پھر شیخ جلال الدین نے فرمایا۔ میں رات وہیں رہا۔ افطار کے وقت کیا دیکھتا ہوں کہ جو کی دو روٹیاں عالم غیب سے نمودار ہوئیں۔ اس بزرگ نے ایک میرے آگے رکھی۔ کہ افطار کر! جب افطار کیا۔ تو فرمایا کہ گوشے میں جا کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو۔ رات کا تیسرا حصہ گزرا تھا۔ کہ میں نے ایک صوف پوش مرد کو جس کے ہمراہ سات شیر تھے۔ دیکھا۔ اس نے آکر سلام کیا۔ اور اس بزرگ کے سامنے آ بیٹھے۔ اور کبھی اس کے گرد پھرتے تھے۔ میں دیکھ کر کانپ اٹھا کہ الٰہی! یہ کیسے آدمی ہیں۔ کہ شیروں سے محبت لگا رکھی ہے۔ الغرض کلام اللہ شروع کیا۔ اور پہر کے اخیر تک دس مرتبہ ختم کیا۔

تلاوت کے بعد اُٹھے۔ اور تازہ وضو کر کے پھر تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ جب صبح ہوئی
تو میں نے بھی ان کے ہمراہ نماز ادا کی۔ اس بزرگ نے مجھے فرمایا کہ یہ میرا بھائی خضر ہے
اس کے دیکھنے کی مجھے آرزو تھی۔ جب یہ بات کہی۔ تو میں نے دوبارہ مصافحہ کیا۔
مجھ پر کمال شفقت فرمائی۔ بعد ازاں وہ بزرگ اور شیر آداب بجا لا کر واپس چلے گئے
پھر میں نے وداع ہونا چاہا۔ تو اس بزرگ نے فرمایا۔ کہ جلال الدین! تو جاتا تو ہے
لیکن بندگان خدا کی خدمت کرنا اور اپنے تئیں ان کے حوالے کرنا اور اللہ تعالیٰ کے کام
میں سستی نہ کرنا۔ پھر تو کسی مقام پر پہنچ جائے گا۔ لیکن اس راہ میں کہ گو جاتا ہے۔
ایک دریا ہے۔ اس کے کنارے دو شیر رہتے ہیں۔ تو وہاں پہنچے گا۔ تو وہ تجھے تکلیف
پہنچانا چاہیں گے۔ تو میرا نام لینا۔ تو سلامتی سے گزر جائے گا۔

بعد ازاں شیخ جلال الدینؒ نے فرمایا کہ میں آداب بجا لا کر واپس چلا آیا۔ جب وہاں پہنچا۔
تو کیا دیکھتا ہوں کہ دونوں شیر غراتے ہوئے میری طرف پھاڑنے کو آئے۔ جب نزدیک
آئے۔ تو میں نے انہیں للکارا۔ کہ میں فلاں بزرگ کے پاس سے آ رہا ہوں! جونہی انہوں
نے بزرگ کا نام سنا۔ دوڑ کر میرے قدموں پر سر ملنے لگے۔ اور پھر واپس چلے گئے
میں صحیح سلامت اپنے مقام پر پہنچ گیا۔

پھر شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب شیخ جلال الدین حکایت
ختم کر چکے۔ تو شیخ قطب الدین نے اپنے سفر کی حکایت یوں شروع کی۔ کہ ابتدائے حال
میں ایک شہر میں میں پہنچا۔ جہاں پر ایک درویش اُجڑی ہوئی مسجد میں رہتا تھا۔ کہتے ہیں کہ
ابتدا میں اس مسجد کے سات مینارے تھے۔ اب وہاں پر ایک ہے اس درویش
کی خدمت میں ایک دعا پہنچی۔ جسے ہفت دعا کہتے ہیں۔ دوگانہ نماز میں جو اس دعا
کو پڑھے۔ اسے خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ شیخ قطب الدین نے فرمایا
کہ ماہ رمضان کی ایک رات جب میں اس مسجد میں گیا اور دوگانہ ادا کر کے اس
مینارے پر چڑھا۔ اور یہ دعا پڑھی۔ اور نیچے اتر کر تھوڑی دیر ٹھہرا تھا۔ وہاں کسی کو
نہ پا کر نا امید ہو کر واپس آیا۔ جب دروازے سے باہر ہوا۔ تو اچانک ایک شخص نے للکارا۔

کہ اس مکان میں کیوں آیا تھا؟ کہا۔ اس واسطے کہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو۔ دوگانہ ادا کر کے دعا بھی پڑھی۔ لیکن یہ دولت نصیب نہ ہوئی۔ اب میں گھر جا رہا ہوں۔ اس نے کہا۔ خضر کو کیا کرے گا؟ وہ بھی تیری طرح مارا مارا پھرتا ہے۔ اس کے دیکھنے سے کیا ہو سکتا ہے شاید تو دنیا طلب کرتا ہے۔ کہا۔ نہیں۔ کہا۔ اس شہر میں ایک آدمی رہتا ہے جس کے دروازے پر خضر آیا کرتا ہے بارہ مرتبہ گیا ہے۔ مگر اندر جانے کی اجازت نہیں ملی۔ میں اور وہ یہی باتیں کر رہے تھے۔ کہ ایک نورانی مرد سبز پوش ظاہر ہوا۔ وہ بڑی تعظیم سے اس کے پاس گیا اور اس کے پاؤں پر گر پڑا۔ جب وہ پھر میرے پاس آیا۔ تو اس مرد کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کیا تو اس درویش کو جانتا ہے؟ کہا۔ وہ دنیا طلب کرتا ہے یا زر؟ کہا نہ دنیا نہ زر۔ لیکن میری اور تیری آرزو کی ملاقات کی آرزو رکھتا ہے۔ یہی بات کر رہے تھے کہ نماز کی اذان سنی۔ ہر طرف سے درویش اور صوفی آئے۔ تکبیر کہہ کر ایک امام بنا۔ اور نماز ادا کر کے تراویح میں بارہ پارے ختم لیے۔ میرے دل میں آیا۔ اگر زیادہ بہتر ہوتا۔ الغرض نماز ادا کر کے ہر ایک کسی طرف کو چلا گیا۔ میں اپنی جگہ چلا آیا۔ جب دوسری رات ہوئی۔ تو سویرے ہی وضو کر کے مسجد میں گیا۔ لیکن صبح تک کسی متنفس کو نہ دیکھا۔ جب شیخ الاسلام یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو نماز میں مشغول ہوئے۔ اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علی ذلک ؛

پانچویں ماہ رمضان المبارک ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اہل صفہ کے عزیز حاضر خدمت تھے۔ بات ماہ رمضان کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ماہ رمضان بڑی بزرگی والا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں ابلیس لعین کو بند کیا جاتا ہے تاکہ اس سے مسلمان بے کھٹکے رہیں۔ اور رحمت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس مہینے میں ہر دن اور ہر رات ہر آدمی کے لئے آسمان سے فرشتے رحمت کے تھال لے کر نیچے اترتے ہیں۔ حکم ہوتا ہے کہ جب بندے روزہ افطار کریں۔ تو ان کے سر پر قربان کریں۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ روزہ مولیٰ اور بندے کے درمیان ایک بھید ہے۔ بندہ جو طاعت کرتا ہے۔ اس کا عوض مقرر ہے۔ لیکن روزے کا ثواب اللہ تعالیٰ کے

سوا کسی کو معلوم نہیں۔ فرماتا ہے "الصوم لی وانا اجزا بہ" روزہ میرے لئے ہے۔ اور میں اس کی جزا دوں گا۔ پھر فرمایا کہ اس مہینے کے تین قسم کے نام ہیں۔ پہلے کو دہہ رحمت دوسرے کو دہہ مغفرت اور تیسرے کو دہہ آزادی کہتے ہیں۔ پہلے دہہ میں دوزخ کی آگ بند کی جاتی ہے۔ اس میں سراسر رحمت ہے۔ اور آسمان سے بندے پر رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور دوسرے دہہ میں سب کو مغفرت بخشتا ہے۔ اور معاف کرتا ہے۔ اور کوئی ایسی گھڑی یا لحظہ نہیں گویا جس میں لاکھوں مسلمان نہ بخشے جائیں۔ تیسرے دہہ میں تمام مسلمانوں روزہ دار کو دوزخ کی آگ سے آزادی حاصل ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص ماہِ رمضان کے آنے سے خوش ہو حق تعالیٰ اسے کبھی ناخوش و غمناک نہیں کرتا۔ اور اس کی روزی میں نیکی اور برکت عطا فرماتا ہے۔ اور جو اس کے جاتے وقت غمناک ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہان کی خوشیاں عنایت کرتا ہے۔ اور کبھی غمناک نہیں کرتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ماہ رمضان کے روزے رکھنے سے ہزار سال کا ثواب نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور اسی قدر بدیاں دور کی جاتی ہیں۔ نیز فرمایا کہ شب قدر صرف اخیر کے عشرے میں پائی جا سکتی ہے۔ اس مہینے میں ایک شب قدر ہے۔ مرد کو اس رات سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ تاکہ اس رات کی سعادت سے محروم نہ رہ جائے۔

پھر فرمایا کہ مردان معنی کے لئے سارے سال کی راتیں ہی شب قدر ہیں۔ اور شب قدر کی نعمت ان میں پائی جاتی ہے۔ ایسے لوگ سب قدر کی دولت ہر روز حاصل کر لیتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ بزرگ اور خواجگان اس مہینے کی ہر تراویح میں قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ شیخ عثمان ہارونی ہر رات تراویح میں دو مرتبہ قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ یعنی ماہ رمضان میں ساٹھ مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے۔

پھر فرمایا۔ ایک مرتبہ سفر کرتے کرتے مغرب کی طرف امام مدادی کی مسجد میں ماہ رمضان میں اترا۔ وہاں پر ایک بزرگ باعظمت شیخ عبداللہ محمد باخرمی نام رہتا

تھا جو امامت کرایا کرتا تھا۔ ہر رات تین مرتبہ قرآن شریف ختم کیا کرتا تھا۔ اور ان کے علاوہ چار سیپارے پڑھا کرتا تھا۔ وہ مہینہ میں نے وہیں بسر کیا۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کی یہ سعادت حاصل کی۔ پھر فرمایا کہ اس کام میں جب تک ایسا مجاہدہ اور اس قسم کی ریاضت نہ کرے گا کبھی کسی مقام کو نہ پہنچے گا۔ اسی واسطے کہ اہل صفہ کہتے ہیں۔ کہ اس راہ میں مجاہدہ بہت ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ایک ایک دو دو سال تک نفس کو پانی تک نہیں دیا اور نفس کی کوئی آرزو پوری نہیں کی۔ تب کہیں باریاب ہوئے ہیں۔ جب باریاب ہوئے۔ تو غیب سے آواز آئی کہ تجھ میں دنیاوی آلائش موجود ہے۔ جب تک تو اسے نہ پھینکے گا۔ آگے نہیں آسکے گا۔ عرض کی۔ پروردگار! میرے پاس کچھ نہیں۔ آواز آئی۔ کہ اچھی طرح دیکھ بھال۔ دیکھا تو ایک پوستین اور کوزہ پانی والا تھا وہ بھی پھینک دیا۔ تب اس مقام میں پہنچا۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے۔ تو زار زار روئے۔ اور فرمایا کہ بایزید پوستین اور لوٹے کی وجہ سے باریاب نہ ہو سکے۔ تو لوگ اس قدر تعلقات کے ہوتے ہوئے کس طرح باریاب ہوں گے۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ بھی تو ماہ رمضان ہے۔ کوئی ہے۔ جو تراویح میں قران شریف ختم کرے سب آداب بجا لائے۔ اور عرض کی۔ زہے سعادت! آپ اس بات کے ذمہ دار ہوئے ہیں۔ پھر شیخ الاسلام ہر رات تراویح میں دو مرتبہ قران شریف ختم کرتے۔ ہر رکعت میں دس سپارے پڑھتے پھر رات سے پہلے ختم بھی کر لیتے۔ اس مہینے میں میں بھی حاضر خدمت تھا۔

بعد ازاں کشف و کرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور شیخ جمال الدین ساکن اوچ ایک ہی جگہ تھے۔ وہ صاحب قوت و نعمت درویش تھا۔ ہم دونوں بیٹھے تھے کہ اتنے میں چند قلندر درویش آہنی سینخیں کمر میں لٹکائے آپہنچے۔ اور سلام کر کے شیخ صاحب کے پاس بیٹھ گئے۔ ہر ایک قلندر سخت باتیں کرتا تھا اس وقت شیخ صاحبؒ کے جماعت خانہ میں چھاچھ موجود نہ تھی۔ ان قلندروں نے چھاچھ مانگی۔ شیخ صاحب میرا منہ دیکھتے تھے اور میں ان کا۔ پوچھا کیا کروں؟ میں نے کہا۔ آپ کے

جماعت خانہ کے سامنے پانی جاری ہے۔ میں انہیں وہاں پہنچا آتا ہوں۔ تاکہ چھاچھ پی لیں۔ شیخ صاحب نے ان درویشوں کو کہا کہ اس ندی پر جا کر چھاچھ پی لو۔ خیر چار و ناچار اُٹھ کر ندی کے کنارے پہنچے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ تمام پانی چھاچھ بنا ہوا ہے۔ جس قدر ان سے ہو سکا۔ پی لیا۔ شیخ صاحب نے ان درویشوں سے کہا۔ اندر جا بیٹھو اآرام کرو۔

پھر شیخ صاحب کی بزرگی کی نسبت آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرد نے حج سے آکر سلام کیا۔ اور کہا کہ میں نے حج کیا ہے۔ آپ طواف میں میرے ہمراہ تھے۔ شیخ صاحب نے للکارا کہ اے نادان! اگیا تو مردوں کی بات فاش کرتا ہے۔ چپ رہ کہ مردانِ خدا گودڑی تلے ہوتے ہیں۔ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ کعبہ خود ہمارے پاس ہے۔ اگر مرد چاہیں۔ تو مشرق سے مغرب تک کی ساری چیزیں دکھا سکتے ہیں۔ اور پھر اپنے مقام میں آجاتے ہیں۔ ایک گھڑی نہ گزرنے پائی تھی کہ اس مرد کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آنکھ بند کر۔ آنکھ بند کی۔ تو اپنے تئیں معہ شیخ صاحب کوہ قاف پر اس فرشتے کے پاس پایا۔ جو اس پہاڑ کا موکل ہے اور پھر اسی لحظہ اپنے مقام پر بھی آگئے۔ پھر اقرار ہوا اور کہا کہ واقعی درست ہے۔ کہ مردانِ خدا کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ نماز کے وقت کوئی شخص شیخ جمال الدین کو نہ دیکھتا۔ جب نماز کا وقت ہوتا۔ نظر سے غائب ہو جاتے۔ آخر معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اسی وقت خانہ کعبہ میں موجود ہوتے ہیں۔ شیخ الاسلام یہی فرما رہے تھے۔ کہ ایک جوگی پیر مجاہدہ کئے ہوتے دور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آداب بجا لایا۔ آپ کے رعب کی وجہ سے سر زمین سے نہ اٹھا سکا۔ جب آپ کی نظر پڑی تو رعب سے فرمایا کہ سر اٹھا۔ ہاتھ اٹھا کر آپ نے پوچھا۔ کہاں سے آیا ہے اور کس طرح؟ جوگی مارے ڈر کے کچھ نہ کہہ سکا۔ جب دو تین مرتبہ پوچھا۔ تو آہستہ سے عرض کی۔ کہ آپ کی دہشت نے مجھ میں اس قدر اثر کیا ہے کہ منہ سے بات نہیں نکلتی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ جوگی دعویٰ سے ہمارے پاس آیا تھا۔ جب اس نے سر زمین پر رکھا۔ تو دل میں خیال آیا کہ اس کا چہرہ زمین پر ہی رہے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ بہترا چاہتا تھا کہ سر اٹھائے۔ لیکن اٹھا نہ سکا۔ اگر اس جوگی کو بخشا نہ جاتا۔ تو

قیامت تک اسی حال میں رہتا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے جوگی سے پوچھا کہ اپنے کام میں کہاں تک ترقی کی ہے؟ عرض کی کہ جوگی جب کمالیت کو پہنچتا ہے۔ تو ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔ فرمایا۔ جلدی کر تاکہ ہم دیکھیں۔ جوگی اڑا۔ آپ نے اپنی نعلین مبارک اس کے پیچھے پھینکی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نعلین جوگی کے سر پر پہنچیں۔ جس طرف جوگی اڑتا۔ وہ نعلین مبارک اس کے سر پر پڑتیں۔ فوراً نیچے اتر آیا۔ مان گیا۔ اور کہنے لگا کہ جس شخص کی نعل میں یہ برکت ہے۔ وہ خود کیسا ہوگا۔ فوراً مسلمان ہوگیا۔ عارف باللہ بنا۔ اسی وقت جوگی نے بیان کیا۔ کہ جہان میں جو نیک اور بد فرزند پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ لوگ صحبت کرنا نہیں جانتے۔ الغرض ساری کیفیت اس نے بیان کی۔ ایک روز میں نے وہ ساری حقیقت شیخ الاسلام کی خدمت میں عرض کی مسکرا کر فرمایا۔ مولانا نظام الدین! یہ بات ہے تو اچھی۔ لیکن تیرے کس کام کی؟ اس کو سلامت رہنے دو۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر ایک درویش معہ چند صوف پوشوں درویشوں کے بیت المقدس سے حاضر خدمت ہوا۔ آداب بجالایا۔ حکم ہوا کہ بیٹھ جا! بیٹھ گئے۔ جس وقت وہ بزرگ شیخ الاسلام کے چہرے مبارک کو دیکھتا۔ سر نیچا کر لیتا۔ جب اس میں صبر و قرار نہ رہا۔ تو سر قدموں پر رکھ دیا۔ اور عرض کی۔ اے فرید اجودھنی کے فرزند! جو آپ نے فرمایا۔ ایسا ہی ہے۔ لیکن کیا تو وعدہ اپنا بھول گیا۔ یہ سن کر وہ شرمندہ ہوا۔ کہ میں نے یہ کیا کیا۔ جب شرمسار ہوا۔ تو شیخ الاسلام نے فرمایا۔ اے عزیز! لوگ کے مرد جہاں بیٹھتے ہیں۔ وہیں خانہ کعبہ ہوتا ہے۔ وہیں عرش اور کرسی اور تمام مخلوقات اس کے سامنے موجود رہتی ہے۔ اس درویش کو فرمایا کہ آنکھ بند کر جب بند کی۔ تو حکم ہوا کہ کھول۔ جب کھولی تو ٹھیک وہی ہوا۔ جیسا کہ شیخ الاسلام نے فرمایا تھا۔ وہ درویش نعرہ مار کر بیہوش ہو گیا۔ دیر بعد جب ہوش میں آیا۔ تو اقرار کیا۔ اور آپ سے کلاہ پائی۔ اور اسے سیوستان کی خلافت عنایت فرمائی۔ وہاں چلا گیا۔ بعد ازاں خشکی و تری کے مسافروں سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام ہر روز ایک مرتبہ بیت المقدس جایا کرتے تھے۔ اور جھاڑو دیا کرتے تھے۔ اور پھر اسی

وقت واپس چلے آتے۔
بعد ازاں اپنے حال کی حکایت یوں بیان فرمائی۔ کہ میں بیس بیس سال مکہ میں رہا۔ اس بیس سال کے عرصے میں ہمیشہ کھڑا رہا۔ چنانچہ سارا خون پاؤں کی راہ رواں ہوگیا۔ اور بیس سال میں یہ عہد کر لیا کہ کبھی نفس کو سرد پانی نہ دوں گا۔ اور طعام کا لقمہ۔
شیخ الاسلام اسی حکایت میں تھے۔ کہ آپ کا ایک مرید شہاب الدین غزنوی آکر آداب بجا لایا۔ حکم ہوا بیٹھ جا! اس درویش کو والیٔ لاہور نے تقریباً سو دینار دے کر شیخ الاسلام کی خدمت میں بھیجا۔ فرمایا۔ لا۔ اس نے پچاس دینار دیئے۔ اور باقی اپنے پاس رکھے۔ مسکرا کر فرمایا کہ شہاب! تو نے اچھی تقسیم کی۔ درویشوں کے لئے ایسا کرنا اچھا نہیں۔ سخت شرمندہ ہوا۔ اور باقی کے دینار بھی حاضر خدمت کئے۔ فرمایا۔ اگر میں اس کام میں تجھے ترغیب نہ دیتا۔ تو تو اس کام میں شرمندہ نہ ہوتا۔ اور آئندہ تو مردانِ خدا کے مقصود کو نہ پہنچ سکتا۔ فرمایا۔ از سر نو بیعت کر۔ کیونکہ اس بیعت میں خلل آگیا ہے۔ جاؤ! جس کو کلاہ دینی ہے دو۔ اب تیرا کام ختم ہو چکا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔
پچیسویں ماہ شوال بروز دوشنبہ ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ جلال الدین ہانسوی۔ شیخ بدر الدین غزنوی، مولانا بدر الدین اسحٰق اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے۔ ایک جوگی شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی روز اس سے میں نے پوچھا کہ تم کس راہ جاتے ہو؟ اور تمہارے کام کا اصول کیا ہے؟ کہا۔ مجھے اس قدر علم ہے۔ کہ آدمی کے نفس کے لئے دو عالم ہیں۔ ایک عالم علوی۔ دوم عالم سفلی۔ چوٹی سے ناف تک، عالم علوی ہے۔ ناف سے قدموں تک عالم سفلی ہے۔
بعد میں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ واقعی ایسا ہے۔ جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے۔ لیکن عالم علوی میں صدق و صفا، اخلاق حمیدہ اور نیک معاملہ ہے۔ اور عالم سفلی میں تمام نگہداشت، پاکیزگی، پارسائی اور زہد ہے۔ پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ اس کی یہ بات مجھے بہت پسند آئی ہے۔
پھر فرمایا۔ جو اس راہ میں اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دعویٰ کرے۔ اور دنیا کی محبت اس

کے دل میں ہو۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ تواریخ میں لکھتے ہیں۔ کہ تین وقت نزول رحمت ہوتا ہے۔ اوّل سماع کے وقت۔ دوم طاعت کی نیت سے کھانا کھاتے ہوئے درویشوں کے حالات دریافت کرتے وقت۔ یہ تقریر کر چکنے کے بعد آپ کی خدمت میں چھ سات درویش جو سب کے سب خوردسال۔ صاحبِ نعمت اور خواجگان چشت کے خانوادے سے تھے حاضر ہوئے۔ غرض کی کہ ہم میں سے ہر ایک کی حقیقت ہے۔ وہ للہ سُن لیں۔ مجھے اور مولانا بدرالدین کو فرمایا کہ ان کا ماجرا سُن لو۔ انہوں نے بیان کرتے وقت تعظیم کے ایسے الفاظ استعمال کئے کہ ان کی خوش تقریری سے ہم دونوں آب دیدہ ہوئے۔ اور آپس میں کہا کہ شاید یہ فرشتے ہیں۔ جو ہماری تعلیم کے لئے آئے ہیں۔ تاکہ باہمی فیصلہ اس طرح کیا جائے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے یہ حکایت سنی۔ تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ مردے سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا یعنی ناراضگی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

بعد میں فرمایا کہ جب لوگ کھانا کھائیں۔ تو چاہیئے کہ طاعت تو ثابت کریں۔ کیونکہ طاعت کے لئے کھانا کھانا بھی طاعت ہے۔ اور ہوائے نفسانی کے لئے کھانا نہیں کھانا چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ راحۃ الارواح میں قاضی حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز لکھتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ایک درویش کی کٹیا دجلہ کے کنارے تھی۔ چند سال وہاں رہا۔ ایک درویش اس کے پاس آیا۔ پہلے درویش نے کھانا تیار کر کے اپنے اہل و عیال کو بلایا۔ اور کہا کہ یہ کھانا اس درویش کو دو۔ اس عورت نے کہا۔ راہ میں کشتی تو ہے نہیں۔ میں پار کس طرح جاؤں گی؟ درویش نے کہا۔ کہ کنارے پر پہنچ کر یہ کہنا کہ اس درویش کی حرمت سے جس نے ان تیس سالوں میں صحبت نہیں کی۔ مجھے راہ دے دے۔ وہ راستہ دے دے گا۔ وہ عورت یہ سُن کر متعجب ہوئی۔ کہ اتنے فرزند پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ایسی بات کیوں کہتا ہے۔ آخر کھانا باندھ۔ روانہ ہوئی۔ اور دریا کے کنارے پر پہنچ کر ویسا ہی کہا۔ پانی پھٹ گیا وہ دریا کے اس پار جا کر کھانا درویش کے سامنے رکھا۔ درویش نے کھانا کھا کر کہا۔ جاؤ! عورت حیران ہوئی کہ اب واپس کس طرح جاؤں؟ درویش نے پوچھا کہ آئی کس طرح تھی بہ اس

عورت نے سارا ماجرا بیان کیا۔ درویش نے کہا۔ اب دریا کے کنارے جا کر یہ کہنا کہ اس درویش کی حرمت سے جس نے ان تیس سالوں میں نہیں کھایا راہ دے۔ اس عورت نے دریا کے کنارے پہنچ کر ویسا ہی کہا۔ راستہ مل گیا۔ اور پار اپنے خاوند کے پاس پہنچی۔ کہا کہ ان دونوں جھوٹ کی وجہ بیان کرو۔ اس نے کہا۔ ہم دونوں نے سچ کہا۔ اس واسطے کہ میں نے ہوائے نفسانی سے صحبت نہیں کی بلکہ حق ادائی کے لئے۔ اور درویش نے بھی ہوائے نفسانی سے کھانا نہیں کھایا۔ بلکہ طاعت کی قوت کے لئے۔

بعدازاں بات اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ خواجہ عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ پست قد تھے۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے کنیفت العلم یعنی علم کا تھیلہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پست قد تھے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر تھا۔ میرا ایک ہم خرقہ رکیس نام آیا۔ اور آداب بجالایا۔ اور عرض کی۔ ہم نے آج خواب میں دیکھا ہے کہ ایک گنبد ہے جس کے گرد لوگ جمع ہیں۔ میں نے پوچھا کہ گنبد میں کون ہیں؟ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور جو آمد و رفت کرتا ہے۔ وہ خواجہ عبداللہ مسعودؓ ہے۔ میں نے بڑھ کر کہا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کرنا کہ پائے بوسی کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ عبداللہ مسعودؓ اندر جاکر باہر نکلے۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ تو اس قابل نہیں کہ میری زیارت کر سکے۔ لیکن ہاں! بختیار کاکی کو میرا اسلام کہنا۔ اور کہنا کہ ہر رات جو تحفہ تم بھیجا کرتے تھے۔ وہ پہنچتا تھا۔ لیکن آج رات نہیں پہنچا۔ خدا خیر کرے۔ پھر شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام قطب الدین ہر رات تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے۔ تو پھر سوتے۔

بعدازاں شیخ الاسلام قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مجاہدہ کی بابت فرمایا کہ بیس سال تک عبادت الٰہی میں نہ سوئے۔ اور نہ ہی لیٹے۔ پھر فرمایا کہ درویش کے لئے خواب حرام ہے۔ اس واسطے کہ جب درویش ہے۔ تو خواب و آرام حرام ہو جاتی ہے۔ ایک روز شمس دبیر نے سطوں لاکر پڑھنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا بیٹھ کر

پڑھو۔ جوں جوں پڑھتا تھا۔ آپ اس کے معنی بیان فرماتے تھے۔ اور بعض جگہ اصلاح بھی فرماتے تھے۔ جس سے شمس دبیر بہت خوش ہوا۔ اسی اثنا میں شیخ الاسلام نے پوچھا کہ تیرا مدعا کیا ہے؟ عرض کی کہ میری والدہ بوڑھی ہے۔ میں اس کی پرورش میں رہتا ہوں۔ اور معاش کی تنگی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بازار سے شکر لے آ۔ الغرض شمس دبیر گیا اور چند جیتل لے آیا۔ اس میں ایک جیتل کم تریسٹھ پچاس جیتل کے برابر تھا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اسے بانٹ دو۔ ہر ایک کو ایک جیتل کے قریب ملا۔ اور مجھے چار جیتل کے قریب عنایت فرمایا۔

شیخ الاسلام نے دعا فرمائی۔ اس کے رزق میں وسعت ہوئی۔ چنانچہ چند ہی روز میں سلطان غیاث الدین کے ہاں دبیر گیا۔ اور اس کا کام بن گیا۔ اَلحمدُ للّٰہِ علیٰ ذٰلک؛

پندرھویں تاریخ ماہ مذکور ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ والی اجودھن نے اپنے نوکروں کے ہاتھ دو گاؤں کا حکمنامہ اور بائیس بوریاں نقدی کی شیخ الاسلام کی خدمت میں روانہ کیں۔ جب پہنچے۔ تو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے۔ اور وہ مال وغیرہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ میں نے شروع سے اب تک اس قسم کا مال کسی سے قبول نہیں کیا۔ اور نہ ہی ہمارے خواجگان کی یہ رسم ہے۔ اسے واپس لے جاؤ کیونکہ اس کے طالب اور بہت ہیں۔ انہیں دو۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے مناسب حال یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان غیاث الدین بلبن کے ہاتھ جو ملتان کی طرف آ رہا تھا۔ چار گاؤں کی ملکیت کا حکمنامہ اور کچھ نقدی میرے پاس بھیجی۔ جن میں سے چاروں گاؤں میرے لیے تھے۔ اور نقدی درویشوں کے لیے میں نے مسکرا کر کہا کہ اسے لے جاؤ! اس کے طالب اور بہت ہیں انہیں دو۔ ہمارے خواجگان اور مشائخ نے اس قسم کی چیزیں قبول نہیں کیں۔ پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ اگر ہم اس قسم کی چیزیں لیں۔ تو ہمیں درویش نہیں کہیں گے۔ بلکہ مالدار کہیں گے۔ اور کہیں گے کہ یہ گاؤں کا مالک ہے۔ پھر یہ منہ درویشوں کو کس طرح دکھائیں گے؟ اور ان میں کس طرح کھڑے ہوں گے۔ اسے لے جاؤ اور دوسروں کو دے دو۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں میں

حاضر تھا کہ وزیر شمس الدین انار اللہ برہانہ معہ سلطانی لشکر آپہنچا۔ کہ بادشاہ نے چھ گاؤں کی ملکیت اور کچھ چیز بطور نذر بھیجی ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اگر ہمارے خواجگان قبول کر لیتے۔ تو ہم بھی قبول کر لیتے۔ اگر آج ہم ان کی متابعت نہ کریں۔ تو قیامت کے دن انہیں کیا منہ دکھائیں گے۔ بہرحال اسے لے جاؤ۔ کیونکہ اس کے طالب اور بہت ہیں۔ جو کلاہ پوش ہیں۔

پھر مشارق الانوار کی حدیثوں کی بابت ذکر شروع ہوا۔ تو فرمایا کہ یہ حدیثیں مشارق الانوار میں لکھی ہیں۔ اور تعداد میں تیتیس ہزار ہیں۔ سب صحیح ہیں۔ اس کتاب میں سب موافق لکھی ہیں۔ قیامت کے دن ان کی تصحیح کی بابت میرے اور اللہ میاں کے درمیان گفتگو ہوگی۔

مولانا رضی الدین اصفہانی کی بزرگی کی بابت فرمایا کہ اگر مولانا کو دو حدیثوں میں مشکل پیش آتی اور خلقت کے ساتھ نزاع ہوتی۔ تو اس نزاع میں خواب کے اندر وہ حدیثیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیش کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کی تصحیح فرماتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نماز ادا کرنی چاہی۔ اس وقت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ اسی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تکبیر کہی۔ تو عبداللہ بن عباس اپنے مقام سے پیچھے ہٹ گئے۔ آنحضرت نے نماز توڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر برابر کر لیا۔ اور پھر نماز شروع کی۔ پھر عبداللہ بن عباس پیچھے ہٹ گئے۔ پھر آنحضرت صلعم نے ویسا ہی کیا۔ چنانچہ دو تین مرتبہ ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ تو پیچھے کیوں ہٹ جاتا ہے؟ عرض کی کہ میری کیا طاقت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے برابر کھڑا رہوں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس کا حسن ادب بہت پسند آیا۔ اس کے حق میں دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْہُ فِی الدِّیْنِ پروردگار! اسے دین کی توفیق دے۔

بعد ازاں کشف و کرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کرامت کو ظاہر نہیں کیا کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ کام حوصلے کے سبب سے ہے۔ اور مشائخ طبقات نے اسے پسند فرمایا۔ اس صورت میں چاہیئے کہ مرد اپنے تئیں کچھ نہ جانے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن نوری نور اللہ مرقدہٗ نے دجلہ پر ایک ماہی گیر کو دیکھا۔ جس نے دریا میں جال ڈالا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر مجھ میں کچھ کرامت ہے۔ تو جال میں ڈھائی سیر مچھلی آئے گی۔ جب یہ بات خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے سنی۔ تو فرمایا کاش! جال میں مچھلی کی جگہ سانپ نکلتا۔ تاکہ اسے ڈستا اور شہید کی موت مرتا۔ اب کسی کو کیا معلوم کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

پھر شیخ سعد الدین حموی قدس اللہ سرہ العزیز کی حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ میں اور وہ ایک ہی جگہ تھے۔ کہا جس نے اپنی کرامت ظاہر کی۔ اس نے گویا فرض ترک کی۔

پھر فرمایا کہ میرے بھائی سعد الدین حموی نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ اس شہر کا حاکم میرا معتقد نہ تھا۔ ایک مرتبہ آیا اور اپنے دربان کو میرے پاس بھیجا۔ کہ اس درویش کو میرے پاس بلاؤ۔ تاکہ میں دیکھوں۔ جب دربان اندر آیا۔ تو میں نماز میں مشغول تھا۔ میں نے توجہ نہ کی۔ خود آیا۔ تو اُٹھ کر ہنسی خوشی ملاقات کی۔ جب دونوں بیٹھے۔ تو میں نے اشارہ کیا۔ کہ کچھ سیب لاؤ۔ میں نے ایک سیب کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک اسے دیا اور ایک آپ لیا۔ اس تھال میں ایک سیب بڑا تھا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ اگر اس درویش کو باطنی صفائی حاصل ہے۔ تو یہ بڑا سیب مجھے دے گا۔ جونہی اس کے دل میں خیال گزرا میں نے ہاتھ بڑھا کر سیب پکڑ لیا۔ اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ایک دفعہ میں سفر کرتے کرتے ایک شہر میں پہنچا۔ وہاں پر کچھ لوگ جمع تھے۔ ان میں سے ایک تماشائی نام گدھا بیٹھا تھا۔ اس تماشہ کرنے والے نے حاضرین میں سے ایک کو انگوٹھی دی۔ اور گدھے کی آنکھیں بند کر کے کہا جس کے پاس انگوٹھی ہو۔ اسے پہچانو! وہ ہر ایک کو سونگھتا تھا۔ آخر اس شخص کے سامنے کھڑا ہوگیا جس کے پاس انگوٹھی تھی۔ پھر تماشہ کرنے والے نے اس سے انگوٹھی لے لی۔ الغرض اس تقریر کے بعد میں نے بادشاہ کو کہا کہ اگر ہم اپنی کشف و کرامات کی بابت کہیں۔ تو گویا اس گدھے کی طرح ہیں۔ اگر نہ کہیں۔ تو تمہارے دل میں خیال آتا ہے کہ اس درویش میں صفائی نہیں۔ یہ کہہ کر وہ سیب اس کی طرف پھینک دیا۔

پھر شیخ الاسلام زار زار روئے۔ اور فرمایا کہ مردان خدا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔

اور اپنی کرامت کسی کے پاس ظاہر نہیں کرتے۔ شیخ الاسلام یہی فوائد بیان کر رہے تھے۔ کہ نماز کی اذان ہوئی اور نماز میں مشغول ہوئے۔ میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؀

بیسویں ماہ مذکور سنہ ۶۵۵ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ بدرالدین غزنوی اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے۔ اور بات امیرالمؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عدل کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ آنجنابؓ کے عدل کے بارے میں مشہور ہے کہ جب اسلام قبول کیا۔ تو بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ کہ مسجد کے مینارے پر جا کر اذان دو۔ اور خود تلوار سونت لی۔ اس روز ہزاروں کافروں کو معلوم ہوا کہ عمر بن الخطاب نے اسلام قبول کیا ہے۔ جس سے کفر کے کام میں خلل واقع ہوا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امیرالمؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک راہ سے گزر رہے تھے۔ چھاچھ بیچنے والی راہ میں کھڑی رو رہی تھی۔ اس نے کہا۔ کیا یہ جائز ہے کہ تیرے عہد میں زمین میری چھاچھ پی جائے؟ فرمایا۔ اے زمین! اس بڑھیا کی چھاچھ دے دے۔ ورنہ اسی دُرّے سے تیری خبر لوں گا۔ ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ زمین پھٹ گئی۔ اور اس میں سے ساری چھاچھ باہر آ گئی جیسے اس چھاچھ بیچنے والی نے برتن میں ڈال لیا۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خطیرہ میں بیٹھ کر خرقہ بخیہ کر رہے تھے۔ آپ کی پشت مبارک سورج کی طرف تھی۔ جب دھوپ نے اثر کیا۔ تو پیچھے غضب کی نگاہ سے دیکھا۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ سورج سے روشنی چھین لو۔ اس نے عمر کی پیٹھ کیوں گرم کی؟ فرشتوں نے روشنی لے لی۔ تو سارا جہان تاریک ہو گیا۔ ان دنوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات تھے۔ از حد غمناک ہو کر فرمایا۔ شاید قیامت برپا ہوئی ہے۔ جو آفتاب سے روشنی چھن گئی ہے۔ اسی اثناء میں جبرائیل علیہ السلام نے آکر عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قیامت قائم نہیں ہوئی۔ بلکہ آفتاب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیٹھ گرم ہوئی تھی۔ جنہوں نے غضب کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ سو اسی وقت سے روشنی ہم نے چھین لی۔ اگر اس کا قصور حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ معاف کر دیں۔ تو ہم روشنی واپس کر دیں گے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر سفارش کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے عرض کی۔ ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے غضب کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ لیکن اب میں نے بخشا۔ فوراً آفتاب کو روشنی واپس ملی۔ اور پہلے کی طرح روشن ہوگیا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ قیصر روم کی طرف پیغام بھیجا کہ تو مال کیوں نہیں بھیجتا؟ اس نے عذر کیا کہ اگر قاصد جا کر لائق پائیں گے تو ہم بھیجیں گے۔ ورنہ نہیں۔ جب قیصر روم کے قاصد مدینہ منورہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ پوچھا۔ کہاں ہیں۔ جب خطیرہ میں پہنچے۔ تو دیکھا کہ خرقہ کو بخیہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا۔ آپ روشن ضمیری کے سبب معلوم کر گئے۔ پوچھا۔ مال لائے ہو۔ انہوں نے کہا کہ وہ نہیں دیتا۔ دُرّہ پاس پڑا تھا۔ اٹھا کر فرمایا سفیرو! میں نے قیصر روم کو پچھاڑا۔ وہ رعب کھا کر چلے گئے۔

راستے ہی میں انہوں نے سنا کہ قیصر روم تخت پر بیٹھا دربار عام کر رہا تھا کہ اتفاقاً دیوار پھٹی اور ایک ہاتھ معہ دُرّہ نمودار ہوا۔ جس سے قیصر کا سر کٹ گیا۔ قاصدوں نے جو کیفیت دیکھی تھی۔ بیان کی۔ پھر اسی قدر مال آیا۔ جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور کئی ہزار کافر مسلمان ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؂

اکیسویں ماہ ذوالقعدہ ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ بات دنیا کی ترک کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ بزرگان دین میں سے کوئی سطح آب پر مصلیٰ بچھا کر نماز ادا کر رہا تھا۔ کہ پروردگار! خضر علیہ السلام سے گناہ کبیرہ ہو رہا ہے۔ اسے توبہ نصیب کر۔ اتنے میں خضر علیہ السلام بھی آموجود ہوئے۔ پوچھا۔ میرے بزرگوار بھائی! جو قصور مجھ سے ہوا ہے اس کا پتہ دے۔ تاکہ میں اس سے توبہ کروں! کہا۔ تو نے فلاں جنگل میں ایک درخت لگایا ہے۔ اور اس کے سائے میں آرام کرتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے کہ میں نے یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں یہ درخت لگایا ہے۔ خضر علیہ السلام کو اسی وقت اس بزرگ نے درحقیقت دنیا کی ترک کے معنی سمجھائے۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا۔ تیری کیا حالت ہے۔ اور کس طرح گزارتا ہے؟ کہا۔ میری تو حالت یہ ہے۔ کہ اگر ساری دنیا بھی مجھے دے دیں۔ اور کہیں کہ اس کا حساب تجھ سے نہیں لیا جائے گا۔ اور یہ بھی کہیں کہ اگر تو دنیا کو قبول نہیں کرے گا۔ تو تجھے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ تو بھی میں دوزخ میں پڑنا قبول کروں گا۔ لیکن دنیا کو قبول نہیں کروں گا۔ خضر علیہ السلام

نے پوچھا کیوں؟ کہا اس واسطے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ دشمن رکھتا ہے۔ اسے میں بھی دشمن ہی سمجھتا ہوں۔ اور اس کی بجائے دوزخ قبول کر لوں گا۔ لیکن دنیا قبول نہ کروں گا۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ انسان کو ہر حال میں یادِ الٰہی میں مشغول رہنا چاہیئے۔ شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک شخص نے صاحب نعمتؒ درویش سے درخواست کی۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔ اس وقت میرے حق میں بھی دعا کرنا اس نے کہا۔ وہ ساعت بڑی عجیب ہوگی کہ مجھے تو یاد آئے۔

پھر عقل اور علم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کتاب مفصل پاس تھی۔ اس میں لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں سے دو طرح کی محبت ہے۔ ایک ظاہری۔ دوسری باطنی۔ ظاہری تو پیغمبرؑ ہیں اور باطنی عقل ہے۔ اس واسطے کہ اگر عالم ہے اور عقل نہیں۔ تو اسے علم کچھ فائدہ نہیں دے گا۔

پھر فرمایا کہ آثار تابعین میں لکھا ہے کہ جو حضرت آدم علیہ السّلام پر نازل ہوئی۔ وہ موجودات کا علم ہے۔ جو جبرائیل علیہ السلام نے پہنچایا۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَةِ۔ جب عقل اور علم دونوں اس کے پیش کئے تو مہتر آدم علیہ السّلام سوچ میں پڑ گئے کہ کونسی چیز قبول کروں۔ پس اس نے عقل کو قبول کیا۔ سوچا اس واسطے کہ اس سے علم بھی حاصل کر دوں گا۔

پھر فرمایا کہ مہتر سلیمان علیہ السّلام کو مصحف میں فرمان ہوا کہ تمام عاشقوں اور صالحین کو واجب ہے۔ کہ چار گھڑیوں سے غافل نہ ہوں۔ اوّل وہ ساعت کہ اپنے پروردگار سے مناجات کرے۔ نماز میں شروع سے لے کر آخیر تک غافل نہ رہے۔ دوسرے اس وقت جب کہ اپنی طرف خیال کرے۔ کہ کس قسم کے گناہ میں کرتا ہوں۔ اور کیا کھاتا رہا ہوں۔ اور کس کام میں مشغول ہوں۔ تیسرے جس وقت اپنے بھائی کے پاس بیٹھے۔ اور اس کا کوئی عیب دیکھے۔ تو اس عیب کو لوگوں پر ظاہر نہ کرے۔ چوتھے جس وقت نہ کچھ کھائے اور نہ سوئے۔ اور نیک کام کرے اور بُرے آدمیوں کی صحبت میں نہ بیٹھے۔

پھر فرمایا۔ حدیث میں آیا ہے کہ بے شک عقل اور علم ایک دوسرے کے شریک ہیں کیونکہ عقل کے لئے علم ضروری ہے۔ اور علم کے لئے عقل۔ پس آدمیوں میں سب سے اچھا وہی ہے۔ جو اپنے تئیں پہچانے۔ اس صورت میں عقل مختار ہے۔

پھر فرمایا کہ تواریخ میں قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہر چیز کی انتہا ہے۔ اور عبادت کی انتہا عقل ہے۔ اس واسطے کہ بغیر علم کے عبادت کرنا فضول تکلیف ہے۔ اور علم بغیر عقل کے مفت کی سردردی۔ قیامت کے دن کی حجت یہی عقل ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ جو آیت اور حدیث سے بڑا مسئلہ استخراج کرتے ہیں۔ یہ کس چیز کی مدد سے کرتے ہیں؟ فرمایا کہ عقل کی مدد سے۔ اگر عقل نہ ہوتی۔ تو شرع کا ایک مسئلہ بھی نہ اخراج کر سکتا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ عقل سب سے شریف چیز ہے۔ اس واسطے کہ اگر عقل نہ ہوتی۔ تو معرفت الٰہی کا علم بھی نہ ہوتا۔

بعد ازاں نماز کی اذان ہوئی۔ تو شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور خادمان واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

پچیسویں ماہ ذیقعدہ ۶۵۵ھ ہجری مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت علم اور عقل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزے، نماز، اور حج وغیرہ سب سے افضل عبادت علم ہے۔ پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ علم وہ علم ہے جس کو اہل جہان نہیں جانتے۔ اور زہد وہ زہد ہے جس کی زاہدوں کو خبر نہیں۔ کام ان دونوں سے باہر ہے۔ مرد کو چاہئے کہ ان دونوں سے درگزر کرے اور دل ہٹائے۔

پھر فرمایا کہ اگر لوگوں کو علم کا درجہ معلوم ہو جائے۔ تو تمام کام چھوڑ کر تحصیل علم میں مشغول ہو جائیں۔ اس واسطے کہ علم ایک ایسا بادل ہے۔ جو باران رحمت کے سوا نہیں برستا۔ پس جو اس بادل کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز ایک ہی جگہ تھے۔ فرمایا کہ علم ایک چراغ ہے۔ جو پاک شیشے میں رکھا ہوا ہے۔ اور جس سے عالم ناسوت

اور عالم ملکوت روشن ہیں۔ پس جو شخص علم میں مشغول ہے۔ اسے تاریکی کا کیا ڈر ہے کیونکہ اس کے جسم میں تمام جہان روشن ہے۔

پھر فرمایا کہ علماء علم سے غافل ہیں۔ اس واسطے کہ انہوں نے دنیا کو اپنا قبلہ گاہ بنایا ہوا ہے۔ اور شریعت کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔ پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اب وہ قوت و برکت کہاں رہی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ علماء کی بابت لکھا ہے۔ کہ قیامت کے دن ان علماء کے لیے جو اہل دنیا میں مشغول تھے۔ اور علم کا کام نہیں کرتے تھے۔ حکم ہوگا کہ ان کے گلوں میں آگ کے انگارے پہنا کر دوزخ میں لے جایا جائے۔

پھر فرمایا کہ علماء وہ ہیں۔ جو ظاہر میں پارسا دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن باطن میں ان کا عمل ٹھیک نہیں۔ اور مکر و حیلے سے دنیا کو لوٹتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ راحتہ الارواح میں قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی علم کے کام میں سست نہ ہو جائے۔ اور اس پر عمل کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اس قسم کی توفیق عنایت کرتا ہے کہ حق اور باطل میں تمیز کر سکے۔ اور نیک و بد میں فرق کر سکے۔ اور حلال اور حرام کو پہچان سکے۔

پھر فرمایا کہ علم کی کئی قسمیں ہیں۔ درحقیقت عالم وہ شخص ہے۔ جسے نبوی علم حاصل ہو۔ اور نبوی علم آسمانی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچا۔

پھر معرفت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ جس کو اپنی شناخت حاصل نہیں وہ حرص و ہوا میں مبتلا رہو جاتا ہے۔ اگر اپنے آپ کو پہچانے۔ تو دوسروں سے الفت نہ کرے جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ اس کے پیش اگر اٹھارہ ہزار عالم بھی کئے جائیں۔ تو بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ بعد ازاں میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اہل معرفت وہ لوگ ہیں۔ اگر عرش سے تحت الثریٰ تک لاکھ مقرب فرشتے جبرائیل، اسرافیل اور میکائیل، جیسے ان کی نگاہوں میں لائے جائیں۔ تو معرفت باری تعالیٰ کے سوا کسی کو موجود خیال نہ کریں۔

اور انہیں ان کے جانے کی خبر نہ ہو۔ اگر اس کے برخلاف ہے۔ تو وہ مدعی جھوٹا ہے۔ نہ کہ اہل معرفت۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں میں حاضر تھا۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا دوست بنانا چاہتا ہے۔ تو اس پر ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اور حیرت اور دہشت کی سرائے میں لاتا ہے۔ جو اس کی عظمت اور بزرگی کا مقام ہوتا ہے۔ پس وہ شخص اللہ تعالیٰ کی حمایت میں ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز شیخ الاسلام سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ فرمایا کہ اہل معرفت کو توکل ہوتا ہے۔ اور وہ توکل علوی علم اور شوق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پس جب وقت یہ مقام میسر ہوتا ہے۔ اس وقت اگر آگ میں بھی جلا دیں تو اسے خبر نہیں ہوتی بعد ازاں فرمایا کہ اہل معرفت کا گفتگو کا دعویٰ اس وقت درست ہوتا ہے کہ پہلے اپنے تئیں خلقت کو معرفت کا ثمرہ دکھائیں۔ اور جو لوگ محبت کا دعویٰ کریں۔ انہیں کرامت کی قوت سے قائل کریں۔

پھر شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت حکایت بیان فرمائی۔ کہ رحلت کے وقت آپ کی خدمت میں صرف ایک مرید حاضر تھا۔ وہ مرید بیان کرتا ہے کہ جب آپ نے اس جہان سے رحلت فرمائی۔ تو آپ مسکرا رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ تو مردہ میں مسکراتے کیوں ہیں؟ فرمایا۔ عارفوں کا یہی حال ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی علیہ الرحمۃ کی زبانی سنا کہ عقل کے درخت کو سوچ بچار کا پانی دینا چاہیئے۔ تاکہ خشک نہ ہو جائے۔ اور پھلے پھولے۔ اور غفلت کے درخت کو جہالت کا پانی دینا چاہیئے۔ تاکہ بڑھے۔ توبہ کے درخت کو ندامت کا پانی دیں۔ تاکہ بڑھے۔ اور محبت کے درخت کو موافقت کا پانی دیں۔ تاکہ اس کی نشوونما ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ معین الدین حسن سنجری کے واقعات کی نسبت بیان کرتے ہیں کہ جس رات آپ نے رحلت فرمائی۔ کئی سو مرتبہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا جو فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا دوست معین الدین حسن سنجری آئے گا۔ اس کے استقبال کے لئے

آیا ہوں۔ جب خواجہ صاحب انتقال فرما گئے۔ تو آپ کی پیشانی پر لکھا تھا۔ حَبِیْبُ اللّٰہ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہ۔ شیخ الاسلام اسی حکایت میں تھے کہ نماز کی اذان ہوئی۔ خواجہ صاحب نماز میں مشغول ہو گئے۔ خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؁

بعد ازاں فرمایا کہ عشق و محبت میں ٹھیک وہی شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی چیز اسے یاد نہ آئے۔

بارھویں ماہ ذیقعدہ ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اور مولانا بدرالدین غزنوی شیخ بدرالدین ہانسوی اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ دنیا کے ترک کرنے کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس روز سے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ اسے دشمنی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں دو چیزوں سے بڑا ڈرتا ہوں۔ ایک درازئ امل سے۔ دوسرے ہوائے نفسانی کی متابعت سے اس واسطے کہ نفس بندے کو یادِ حق سے باز رکھتا ہے۔ اور درازئ امل آخرت کو فراموش کرا دیتی ہے۔

پھر فرمایا کہ غزنی میں ایک بزرگ تھا۔ اس سے پوچھا کہ دنیا ہماری طرف پیٹھ کرتی ہے اور آخرت چہرہ۔ ان میں سے کونسی چیز پسند کرنا چاہیئے؟ فرمایا کہ آخرت کو بہت یاد کرو! تاکہ تمہارے کام آئے۔ جو آج یہاں بناؤ گے۔ وہ کل وہاں نہیں بنا سکو گے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ عبداللہ سہیل تستری نے اپنا سارا مال راہ خدا میں صرف کر دیا۔ خاندان اور دوسرے لوگوں نے طعن کیا کہ تو نے ضروریات کے لئے کبھی نہ رکھا۔ فرمایا۔ ذخیرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

پھر فرمایا کہ اسرار العارفین میں لکھا دیکھا کہ خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب حکمت آسمان سے نیچے اترتی ہے۔ تو اس دل میں قرار نہیں پکڑتی

جس میں یہ چار خصلتیں پائی جاتی ہوں۔ اوّل۔ دنیا کی حرص۔ دوسرے۔ اس بات کی فکر کرکل کیا کریں گے۔ تیسرے مسلمانوں کے ساتھ بغض اور حسد۔ چوتھے شرف و جاہ کی دوستی۔ اگر ان چاروں میں سے ایک بھی ہو۔ تو بھی وہاں قرار نہیں پکڑتی۔

پھر فرمایا کہ میں اور بھائی بہاؤ الدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی جگہ تھے۔ زہد کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ زہد اور درویشی تین چیزوں کا نام ہے۔ جس میں تین چیزیں ہیں۔ اس میں زہد ہے۔ وہ یہ ہیں کہ اوّل دنیا کو پہچاننا۔ اور اس سے دستبردار ہونا۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنا۔ اور ملحوظ خاطر رکھنا۔ تیسرے آخرت کی آرزو کرنا اور اس کی طلب کی کوشش کرنا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ہمارے خواجگان سے خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات پہنچی ہے۔ کہ قیامت کے دن دنیا کو آراستہ کیا جائے گا۔ اور وہ میدان میں ٹہلے گی۔ اور اپنی خوبی اور زینت دکھائے گی۔ اور کہے گی کہ پروردگار! مجھے اپنے کسی بندے کے لائق بنا۔ اور آواز آئے گی کہ میں تجھے کسی پسند نہیں کرتا۔ اور انہیں بھی نہیں۔ جو تیری پیروی کرتے ہیں۔ پس دنیا کو ملیامیٹ کر دیا جائے گا۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ دنیا کو ترک کر دے۔ تاکہ قیامت کو تو دوزخ میں نہ جائے۔

پھر فرمایا کہ میرے پاس اس قدر فتوح آتی ہیں کہ انہیں جمع کروں تو خزانے جمع ہو جائیں۔ راہِ خدا میں صرف کرتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز شرح اولیاء میں لکھتے ہیں کہ تمام بدیوں کو ایک مکان میں جمع کر دیں۔ تو اس کی چابی دنیا ہے۔ جو دانا ہے۔ وہ اس گھر اور چابی کی پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ تمام برائیاں دنیا سے پیدا ہوتی ہیں۔ بعد ازاں امام زاہدؒ کی تفسیر پاس پڑی تھی۔ اس میں سے روایت دیکھی کہ نجی المخففون وھلک المثقلون کہ ہلکے بوجھ والے نجات پا جائیں گے۔ اور بھاری بوجھ والے ہلاک ہوں گے۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی بزرگی کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ فرمایا کہ حق تعالے

سب سے بزرگ ہے۔ پس۔ جب یہ بات ہے۔ تو پھر لوگ کیوں ایسی نعمت سے اپنے تئیں محروم رکھتے ہیں۔ اور کیوں اپنی ساری عمر اس کے شکر اور ذکر میں صرف نہیں کرتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں۔ کہ دوست کا نام سنتے ہی اپنی جان و مال فدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اسرار تابعین میں آیا ہے کہ ایک دفعہ ایک درویش ساٹھ سال تک ایک جنگل میں عالم تفکر میں رہا۔ اچانک غیب سے آواز آئی۔ یا اللہ! درویش نے جب نام نامی سنا۔ تو نعرہ مار کر گر پڑا۔ جب دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ جان خدا کے حوالے کی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اہل سلوک دم بھر بھی یاد الٰہی سے غافل ہو جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم مردے ہیں۔ اگر ہم زندہ ہوتے۔ تو یاد حق ہم سے فوت نہ ہوتی۔

پھر موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ بغداد میں ہر روز ایک ہزار مرتبہ ذکر الٰہی کیا کرتا تھا۔ ایک روز ناغہ ہو گیا۔ تو عالم غیب سے آواز آئی۔ کہ فلاں کا بیٹا فلاں نہیں رہا۔ چنانچہ سب اہل شہر یہ آواز سن کر اس کے گھر آئے تو لیا دیکھتے ہیں کہ صحیح سلامت بیٹھا ہے حیران رہ گئے اور معافی مانگی۔ اس بزرگ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ دراصل تم سچے ہو۔ واقعی ایسا ہی سمجھو! جیسے آواز آئی تھی۔ کیونکہ مجھ سے میرے وظیفے میں ناغہ ہو گیا ہے۔ اس لئے عالم غیب سے آواز آتی ہے کہ فلاں کا بیٹا فلاں نہیں رہا۔

پھر فرمایا کہ زبان پر ذکر مولا کا رکھنا ایمان کی نشانی نفاق سے بیزاری شیطان سے حفاظت اور دوزخ کی آگ سے بچاؤ کی صورت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شرح مشائخ میں لکھتے ہیں کہ جب مومن ذکر الٰہی کے لئے منہ کھولتے ہیں۔ تو آسمان سے آواز آتی ہے کہ اُٹھ کر خوشی کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ بخش دیئے۔

پھر فرمایا کہ سیوستان میں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا۔ جو عالم سکر میں سوائے ذکر کے کچھ بات نہ کرتا تھا۔ چونکہ سعادت ابدی ذکر میں رکھی گئی ہے۔ اس لئے انسان کو دن

رات، بیٹھتے اُٹھتے، سوتے، جاگتے، پاکیزگی اور پلیدی کی حالت میں یادِ الٰہی سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ مگر قضائے حاجت کے وقت۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک بزرگ ایسا بھی تھا کہ اگر کسی کو حدیث میں مشکل پیش آجاتی تو حل کر دیتا۔ ایک روز داڑھی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ داڑھی کو کنگھا کرنا سُنّتِ نبوی ہے۔ اور نیز دوسرے پیغمبروں کی بھی سُنّت ہے۔ جو شخص رات کے وقت داڑھی کو کنگھا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے کبھی مفلسی نہیں دیتا۔ اور اس کی داڑھی میں جتنے بال ہوتے ہیں۔ ہر بال کے بدلے ہزار غلام کی آزادی کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور اسی قدر بدیاں دور کی جاتی ہیں جو ثواب کنگھا کرنے میں ہے۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ تو باقی تمام عباوتیں چھوڑ کر اسی میں مشغول ہو جائیں۔ پھر فرمایا کہ ایک ہی کنگھی دو شخصوں کو استعمال نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس سے جدائی پڑتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانے میں ایک عورت نے دو بچے جنے۔ جو آپس میں جڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں عرض کی گئی۔ تو سوچ میں پڑ گئے۔ جبرائیل علیہ السّلام نے پیغام دیا۔ ایک ہی کنگھی دونوں کے لئے استعمال کرو۔ انشاءاللہ جدا ہو جائیں گے۔ فرمایا۔ جا کر ایسا ہی کر دیں۔ چند روز بعد وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

بعد ازاں نمازِ باجماعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس بارے میں بہت ہی غلو کیا فرمایا۔ کہ اگر دو شخص بھی اکٹھے ہوں۔ تو نمازِ باجماعت ادا کرنی چاہیئے اگرچہ دو آدمیوں کی جماعت تو نہیں ہوتی۔ لیکن جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔ اگر صرف دو ہوں۔ تو ایک صف میں کھڑے ہونا چاہیئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں لاہور جا رہا تھا کہ ایک بزرگ صاحبِ نعمت کو دیکھا جب ملاقات ہوئی۔ تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لوگوں کو ذکرِ الٰہی چھ باتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اوّل ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ خیال کرے کہ وہ دل

کو دیکھ رہا ہے۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے باز رکھتا ہے۔ جو شخص ذکر کے وقت گناہوں کی فکر میں رہا۔ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اسے دور پھینکتا ہے۔ تیسرے ذکر الٰہی کی کثرت کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی دوستی کو دل میں محکم کرے۔ چوتھے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو دل میں یاد کرتا ہے۔ تو وہ اسے دوست بنالیتا ہے۔ پانچویں جو ذکر الٰہی کثرت سے کرتا ہے۔ وہ دیو پری کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ چھٹے قبر میں اللہ تعالیٰ اس کا مونس ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ کوئی کام ذکر الٰہی سے بڑھ کر نہیں۔ اسے بڑھنا چاہیئے کیونکہ اس کا پھل تمام طاعتوں سے بڑھ کر ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ توراۃ میں سورۃ ملک کا نام ماثور ہے۔ اور فارسی میں ماثورہ کہتے ہیں۔ اس سے قبر کا عذاب اٹھ جاتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ خبر میں مسطور ہے کہ جو شخص رات کو سورۃ یٰسٓ پڑھتا ہے۔ گویا اس نے شب قدر پالی ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ بغداد میں ایک بزرگ اللہ اللہ بہت کیا کرتا تھا۔ ایک روز راستہ گزرتے ہوئے اس کے سر پر لکڑی لگی جس سے خون بہہ نکلا۔ خون کے ہر قطرے سے زمین پر اللہ کا نقش بن گیا۔ واقعی جو شخص جس طرح کسی کام میں مرتا ہے۔ اسی کام میں اس کا حشر ہوتا ہے۔

بعدازاں دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ فتاوے کبریٰ میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ ابوہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ لیس شیءٌ اکرمَ عندَ اللہِ منَ الدُّعاءِ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہما العزیز سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ قوت القلوب میں لکھتے ہیں۔ اَنَّ اللہَ یُحِبُّ۔

اَلْمُسْلِمِیْنَ فِی الدُّعَاءِ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ جو دعا بہت کرتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا۔ ایک مرتبہ میں اور بھائی بہاؤ الدین ذکریا ملتان میں اکٹھے تھے۔ ایک بزرگ صاحبِ نعمت بھی وہاں موجود تھا۔ دعا کے بارے میں جب گفتگو شروع ہوئی۔ تو اس بزرگ نے فرمایا۔ جو شخص چار چیزیں اُٹھا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے چار چیزیں اُٹھا لیتا ہے۔ اوّل۔ جو زکوٰۃ اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ اس سے مال اُٹھا لیتا ہے۔ جو صدقہ اور قربانی نہ دے۔ اللہ تعالیٰ اس سے آرام اٹھا لیتا ہے۔ جو نماز کو ترک کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی موت کے وقت اس سے ایمان چھین لیتا ہے۔ جو دعا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں کرتا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بغداد میں ایک شخص کو ہلاکت کے لئے شیر کے آگے ڈالا گیا۔ سات روز اسی شیر کے پاس رہا۔ لیکن حکم الٰہی سے بالکل صحیح سلامت نکل آیا۔ اس کی سلامتی کا باعث یہ تھا کہ اس کے پاس اسم باری تعالیٰ تھا۔ اسم اعظم یہ تھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا دَائِمُ بِلَا فَنَاءٍ یَا قَائِمُ بِلَا زَوَالٍ وَیَا اَمِیْرُ بِلَا وَزِیْرٍ۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ تیرا دشمن یہی تیرا نفس امّارہ ہے اور شیطان بھی۔ اتنے میں نماز کی اذان سنائی دی۔ شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؕ

دوسری ذوالحجہ ۶۵۵ھ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ماہ ذوالحجہ کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ارادہ میں ابوہریرہ کی روایت کے مطابق لکھا ہے کہ جو شخص ماہ ذوالحجہ کی پہلی رات دو رکعت نماز حسب ذیل طریقہ سے ادا کرے۔ یعنی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ انعام کی تین آیتیں اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یایھا الکفرون ایک مرتبہ پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ حج کرنے والوں کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھواتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ کوئی فاسق و بدکار اور گنہگار جوان مرگیا۔ لوگوں کو اس کے حال پر افسوس تھا۔ کہ تنگ و تاریک قبر میں اس کی کیا حالت ہوگی۔ اسی موقعہ پر ایک بزرگ نے جو اسے کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا سلوک کیا؟ جواب دیا کہ جب لوگ مجھے قبر میں چھوڑ کر چلے گئے۔ اور فرشتوں نے گرز لیکر مجھے عذاب کرنا چاہا۔ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اس سے ہاتھ اٹھالو میں نے اسے بخش دیا ہے۔ اور اسے بہشت میں جگہ دی ہے۔ فرشتوں نے عرض کی کہ یہ جوان بدکار اور گنہگار تھا۔ اس سے ایسی کونسی نیکی ہوئی ہے۔ جس کے سبب تو نے اسے بخشا۔ حکم ہوا کہ جو کچھ تم کہتے ہو۔ ٹھیک ہے! لیکن وہ ہر سال ماہ ذوالحجہ کی پہلی رات دو رکعت نماز ادا کیا کرتا تھا۔ اس لئے میں نے اسے بخش دیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مہتر موسےٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کو ہدیہ بھیجا .. جسے جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے۔ کہا۔ اے موسیٰ ع جو شخص ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں یہ کلمات کہے گا۔ گویا اس نے بارہ ہزار مرتبہ تورات پڑھی۔ اور ان کلمات کے لکھنے والے کو دس ہزار نیکیاں ملیں گی اور اس کی دس ہزار بدیاں دور کی جائیں گی۔ اور ہزار فرشتے درود پڑھیں گے۔ اور اس کا عمل اہل زمین سے افضل ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے معارف میں فقیہ ابواللیث سمرقندی کی روایت کے مطابق لکھا ہے کہ یہ کلمات انجیل میں نازل ہوئے۔ تو ان کی برکت سے نابینا بینا ہوگئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص ان کلمات کی حرمت و تعظیم کرے گا۔ انشاء اللہ اس کا ثمر دیکھے گا۔ پہلے روز سو مرتبہ پڑھے۔ لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علیٰ کل شیٔ قدیر۔ دوسرے روز سو مرتبہ یہ کلمات کہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واحدا احدا صمدا فردا وترا لم یتخذ

صاحبة ولا ولدا تیسرے روز یہ کلمات کہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ احدا صمدا لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد چوتھے روز سو مرتبہ یہ کلمات کہے۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لایموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر پانچویں روز یہ کلمات حسبی اللہ وکفی وسمع اللہ لمن دعا لیس وراءہ المنتھی سبحان من لم یزل کریما ولایزال رحیما۔ پھر فرمایا کہ چھٹے روز بھی اسی وقت اور اسی ترتیب سے پڑھے۔

پھر فرمایا کہ ذی الحج کے عشرہ متبرکہ میں وتروں کے بعد اور سونے سے پہلے دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور انا اعطینٰک اور اخلاص ایک ایک مرتبہ پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اس قدر ثواب دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی تعداد کسی کو معلوم نہیں۔ اس نماز کا ادا کرنے والا مرنے سے پہلے اپنی جگہ بہشت میں دیکھ لیتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا حالت ہے؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ اور ہر ساعت کے بدلے اسی اندازے کے موافق ثواب دیا۔ لیکن جو دو رکعت نماز ذی الحج کے عشرے میں ادا کرتا تھا۔ اس کا ثواب اسے اتنا ملا۔ جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جمعرات جو اس عشرے میں داخل ہے اور جمعہ۔ دو دن چھ رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص پندرہ بار پھر سلام کہے اور یہ کلمات پڑھے۔ لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین تو حق تعالیٰ اسے اس قدر ثواب دیتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ چوبیس ہزار پیغمبروں کا اسے ثواب ملتا ہے۔ اور دوسرے سال تک اس کا

گناہ نہیں لکھا جاتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ میرا ایک دوست نہایت صالح مرد تھا۔ وہ نماز ادا کیا کرتا تھا۔ جب فوت ہو گیا تو خواب میں اسے پوچھا۔ کہ حق تعالیٰ نے تجھ سے کیا سلوک کیا۔ کہا شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا دیکھا تھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ذی الحج کے ایام میں سورۃ فجر پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ سے بچا لیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ وفات کے بعد شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کو خواب میں دیکھا اور موت، گور اور منکر نکیر کا حال پوچھا۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب کچھ آسان ہو گیا۔ لیکن جب مجھے عرش کے نیچے لے گئے۔ تو میں نے سر سجدے میں رکھا۔ آواز آئی معین الدین! سر اٹھا لو۔ اٹھایا۔ حکم ہوا کہ تم اتنے کیوں ڈرے؟ عرض کی۔ تیری جباری اور قہاری کے ڈر سے۔ حکم ہوا۔ جو شخص ہمارے کام میں مشغول رہے ہم اس کے کام میں مشغول ہیں۔ اور جس نے ذوالحجہ کے عشرے میں سورۃ فجر پڑھی۔ اسے ڈر سے کیا واسطہ؟ جا! ہم نے تجھے بخش دیا۔ اور تجھے اپنا واصل بنایا۔

پھر فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص عرفہ کے روز چھ رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد والعصر ایک مرتبہ۔ دوسری میں فاتحہ کے بعد لایلاف ایک مرتبہ۔ تیسری میں فاتحہ کے بعد سورۃ الکفرون ایک مرتبہ۔ چوتھی مرتبہ میں فاتحہ کے بعد اذا جاء نصر اللہ ایک مرتبہ۔ پھر سلام کہے۔ بعد ازاں دو رکعت اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص تین مرتبہ پڑھے۔ اگر تمام خلقت بھی جمع ہو۔ تو بھی اس نماز کا ثواب بیان نہیں کر سکتی۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص ذوالحجہ کی شب عرفہ کو دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی سو مرتبہ پڑھے۔ تو حق تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہزار حج کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاوے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اجمیر میں کچھ مدت حضرت شیخ الاسلام خواجہ معین الدین

سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کے روضہ مبارک میں معتکف تھا۔ تو مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی۔ چنانچہ عرفہ کی ایک رات روضہ متبرکہ کے نزدیک نماز ادا کی اور وہیں کلام اللہ میں مشغول ہو گیا۔ تھوڑی رات گزری تھی کہ میں نے پندرہ سپارے ختم کر لئے۔ مجھے ٹھیک یاد نہیں شاید سورۂ کہف میں یا سورہ مریم میں مجھ سے ایک حرف ترک ہو گیا۔ حضرت مخدوم کے روضۂ مبارک سے آواز آئی کہ یہ حرف چھوڑ گئے ہو۔ اسے پھر پڑھو! دوبارہ آواز آئی کہ تو عمدہ پڑھ رہا ہے۔ خلف الرشید ایسا ہی کیا کرتے ہیں جب میں قرآن شریف ختم کر چکا۔ تو خواجہ صاحب کی پائنتی پر سر رکھ دیا۔ اور رو کر مناجات کی۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں کس گروہ سے ہوں یہی فکر تھی کہ روضہ مبارک سے آواز آئی کہ مولانا جو شخص نماز ادا کرتا ہے۔ درحقیقت وہ بخشے ہوؤں میں سے ہے۔ پھر خواجہ صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ تو معلوم ہوا کہ ٹھیک میں اسی گروہ سے ہوں۔ جیسا کہ فرمایا تھا کچھ دیر بعد وہاں سے نکلا۔ اور بہت سی نعمتیں حاصل کر کے واپس چلا آیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص عرفہ کے روز چار رکعت نماز ظہر کے بعد اور عصر سے پہلے اس طرح ادا کرتا ہے کہ ہر رکعت میں پچاس بار سورۂ اخلاص اور فارغ ہو کر ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے۔ اسے مل جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ عرفہ کے روز یہ کلمات سو مرتبہ پڑھے "بسم اللہ ما شاء اللہ لا موت الخیر الا اللہ۔ بسم اللہ ما شاء اللہ الخیر کلمہ بید اللہ۔ بسم اللہ ما شاء اللہ لایصرف السوء الا اللہ۔ بسم اللہ ما ھنا من نغمۃ فمن اللہ بسم اللہ ما شاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ" سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص عرفہ کے روز آفتاب غروب ہونے سے پیشتر ان کلمات کو سو مرتبہ پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس بات کی منادی کراتا ہے کہ اے بندے! تو نے مجھے خوش کیا۔ اب جو چاہتا ہے۔ مجھ سے مانگ جو بندہ ان کلمات کو سوتے وقت یا بیدار ہوتے وقت پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسے بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور وہ شیطان کے شر سے حفاظت میں رہتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ عید الضحٰی کی رات میں بارہ رکعت نماز ادا کرنے کا حکم آیا ہے۔ ہر ایک رکعت میں فاتحہ ایک بار سورۂ اخلاص پانچ بار پڑھے۔ اس کا ثواب بے حد بے امانت ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ عید الضحٰی کے روز نماز سے فارغ ہووے۔ تو خطبہ سنے۔ اور خطبے کے بعد چار رکعت نماز اس طرح ادا کرے۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح ایک مرتبہ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد والمرسلات ایک مرتبہ تیسری میں فاتحہ کے بعد والضحٰی ایک مرتبہ اور چوتھی میں فاتحہ کے بعد اخلاص ایک مرتبہ پڑھے۔

بعدازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص عید الضحٰی کے بعد دو رکعت نماز اپنے گھر میں ادا کرے گا۔ اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد والمرسلات پانچ مرتبہ پڑھے گا۔ وہ حج۔ عمرہ اور حاجیوں کی دعا میں شامل ہوگا۔ اور سمجھا جائے گا کہ اس نے طواف میں کوشش کی ہے۔ اور حق تعالیٰ اس کے مال میں برکت دے گا۔

بعدازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز نے لکھا دیکھا ہے کہ سال کے اخیر اور ذوالحجہ کے آخری روز جو شخص یہ دعا پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے سال بھر اپنی حفظ و امان میں رکھے گا۔ دعا یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم ما عملت من عمل فی ھٰذہ السنۃ مما نھیتنی عنہ ولم ترضہ ولم نسیتہ ولم تنسہ وحملت علی لبعد قدرتک علی عقوبتی دعوتنی الی التوبۃ لبعد حرائی علیک اللھم انی فاستغفرک فیھا یا غفور فاغفرلی وما عملت من عمل ترضاہ عنی وعدتنی الثواب نتقلۃ منی ولا تقطع رجائی یا عظیم الرجاء اللّٰھم ارزقنی خیر ھٰذہ السنۃ وما فیھا برحمتک یا ارحم الرحمین ؛

پھر فرمایا کہ میرے بھائی بہاؤ الدین زکریا ملتانی فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ذی الحج کے مہینے کے آخر میں دو رکعت نماز اس طرح ادا کرتا ہے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد کچھ تھوڑا سا قرآن شریف اور سلام کے بعد یہ دعا ر سات مرتبہ پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے اس سال کے گناہ بخش دیتا ہے۔ شیخ الاسلام ابھی انہی فوائد میں تھے کہ نماز کی اذان ہوئی۔ آپ نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ساتویں ماہ ذی الحج ۶۵۵ھ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مذہب کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک . . سے فرمایا کہ پہلا مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا۔ دوسرا مذہب امام شافعی رضی اللہ عنہ کا۔ تیسرا مذہب امام مالک رضی اللہ عنہ کا۔ اور چوتھا مذہب امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کا۔ پس لوگوں کو چاہیئے کہ ان چاروں مذہبوں میں شک نہ کریں۔ تاکہ سنی مسلمان ہوں اور اس بات کا یقین کریں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب باقی تین سے افضل ہے۔ کیونکہ باقی تینوں سے پہلے یہی مذہب رائج تھا۔ والفضل المتقدم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق مذہب ایک ہی ہے جس مذہب میں ہم ہیں۔ وہ ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ یہ مذہب بالکل درست ہے اس میں خطاؤں کا احتمال تک نہیں۔ لیکن یہ جو بعض نے کہا ہے کہ چاروں مذہب سنت اور جماعت پر تھے۔ اور کوئی مجتہد ہوا ہے نفسانی اور بدعت کی طرف مائل نہ تھا۔ کیسے بندگانِ خدا گزرے ہیں کہ اللہ کی کتاب اور سنت نبوی کی متابعت کے برخلاف کام کیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ فتاویٰ ظہیری میں صاحب فتاویٰ لکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ نے آخری مرتبہ حج کیا تو دل میں سوچا کہ شاید پھر حج کرنے پر قادر نہ ہو سکوں خانہ کعبہ کے دربان کو فرمایا کہ دروازہ کھول دو۔ در . . . اس بات کی اجازت دو کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر لوں۔ کہا۔ آپ سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اگر علم میں لوگ آپ کا اقتدار کریں۔ تو میں دروازہ کھول دوں گا۔ آخر دروازہ کھولا گیا۔ آپ اندر گئے۔ اور دونوں

ستونوں کے مابین بائیں پاؤں کو دائیں پاؤں پر رکھ کر آدھا قرآن شریف ختم کیا۔
سلام کے بعد دعا کی کہ پروردگار! میں نے جیسا کہ حق ہے۔ عبادت نہیں کی
اور نہ ہی جیسا پہچاننے کا حق ہے۔ تجھے پہچانا ہے۔ میری خدمت کی کمی سے اپنی
کمال معرفت کے سبب درگزر کر۔ ہاتف سے آواز دی۔ اے ابوحنیفہ! واقعی تو نے
میری عبادت کی۔ اور مجھے پہچانا۔ میں نے تجھے بخش دیا۔ اور نیز ان کو جو قیامت تک
تیرے مذہب کے پیرو ہوں گے جب شیخ الاسلام یہ فوائد بیان ختم کر چکے۔ تو فرمایا
کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ ہم آپ ہی کے مذہب میں ہیں۔

پھر فرمایا کہ صحیح روایت سے اسمٰعیل بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے
محمد حسین شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک فرمایا۔ کہا۔
مجھے بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر میں چاہتا۔ تو تجھے عذاب کرتا۔ بشرطیکہ تو علم بیان نہ
کرتا۔ اسمٰعیل کہتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ امام اعظم کہاں تک ہیں۔ فرمایا۔ علیین ہیں۔

بعد ازاں مذہب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ افسوس!
میں امام اعظم کا نام نہیں لے سکتا۔ لیکن آپ کا ایک شاگرد محمد شیبانی تھا۔ جب وہ سوار ہوتا
تو امام شافعی رکاب پکڑا کرتے۔ اور امام محمد کے شاگرد تھے۔ بس یہیں سے
معلوم ہو جاتا ہے کہ مذاہب میں کس قدر فرق ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری شیخ قطب الدین بختیار اوشی
شیخ جمال الدین تبریزی اور شیخ بدرالدین غزنوی قدس اللہ سرہ العزیز دہلی کی
جامع مسجد میں چند روز معتکف ہوئے۔ ہر ایک نے دو ختم ہر روز وظیفہ مقرر کیا۔ ایک
رات ایک دوسرے کو کہا کہ اگر ہو سکے۔ تو ہم ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر عبادت کریں
یعنی دو رکعت میں ہی دن چڑھا دیں۔ سب نے کہا بہتر ہے۔ چنانچہ قاضی حمید الدین
ناگوری امام بنے۔ اور باقی مقتدی۔ سب ایک پاؤں پر کھڑے ہوئے۔ قاضی صاحب
نے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن ختم کیا۔ اور چار سیپارے اور دوسری رکعت میں
دوسری مرتبہ قرآن مجید کا ختم پورا کیا۔ پھر سلام کہہ کر التجا کی کہ پروردگار! جیسا عبادت

کا حق ہے۔ ویسے ہم سے ادا نہیں ہو سکا پس ہمیں بخش۔ اور ہماری خدمت سے اپنی کمالِ معرفت کے سبب در گزر کر۔ کونے سے آواز آئی کہ اے ہمارے دوستو! تم نے مجھے اچھی طرح پہچانا۔ اور عمدہ طاعت کی پس تمہیں بخشا۔ اور جو تمہارا مطلوب ہے۔ وہ تمہیں دیا۔ پھر وہاں سے جدا جدا ہو گئے۔ اور سفر اختیار کیا۔

بعد ازاں اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ مذہب کے شجرے سے ضرور واقف ہونا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح مرید کو اپنے پیر کا شجرہ جاننا ضروری ہے۔ اسی طرح مذہب کا شجرہ جاننا بھی ضروری ہے۔ کہ پروردگار سے کس طرح ملتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر سوال کیا جائے کہ تو کس کے مذہب میں ہے۔ تو کہو کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں۔ امام اعظمؒ ابراہیم علقمہ کے مذہب میں۔ علقمہ ابراہیم نخعی کے مذہب میں۔ امام نخعی امام عبداللہ مسعودؓ کے مذہب میں۔ امام مسعودؓ ابو ہریرہ کے مذہب میں۔ ابو ہریرہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذہب میں۔ رسولؐ خدا ابراہیم خلیل اللہ کے مذہب میں۔ ابراہیم خلیل اللہ حضرت نوح نجی اللہ کے مذہب میں۔ حضرت نوح حضرت شیث علیہ السلام کے مذہب میں۔ حضرت شیث مہتر آدم علیہ السلام کے مذہب میں۔ حضرت آدم علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام کے مذہب میں۔ مہتر جبرائیل علیہ السلام مہتر میکائیل علیہ السلام کے مذہب میں۔ مہتر میکائیل اسرافیل علیہ السلام کے مذہب میں۔ اسرافیل مہتر عزرائیل علیہ السلام کے مذہب میں۔ اور مہتر عزرائیل حضرت احدیت صمدیت کے مذہب میں۔ آگے خدا ہی کو معلوم ہے۔ اور کسی کو معلوم نہیں۔

پھر ادعیہ قرآنی اور دعائے ماثورہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ انسان کو دعا اور آیات قرآنی سے خالی نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمیشہ اسی کام میں لگا رہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی امان میں رہے۔

پھر فرمایا کہ تہجد کی نماز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض ہے۔ اور ہمارے حق میں سنت۔ اس میں آٹھ رکعت سحر کے قریب ادا کی جاتی ہے۔ ان رکعتوں

میں جس قدر قرآن شریف جانتا ہو۔ پڑھے۔ البتہ قرأت دراز ہونی چاہیئے۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرأت دراز کیا کرتے تھے۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ بن شیخ قطب الدین نام سے جواز حد بزرگ تھے۔ اُن سے تہجد کی نماز ایک دفعہ فوت ہو گئی۔ آپ کو زانو میں درد شروع ہوا۔ چند روز اسی درد میں مبتلا رہے۔ آخر معلوم کرنا چاہا کہ درد کیوں ہے؟ آواز آئی۔ اے بزرگ! تو نے تہجد کی نماز فوت کر دی۔ اسی وجہ سے تو درد میں مبتلا رہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کے ورادُ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص سورہ بقر کی دس آیتیں اس ترتیب سے پڑھے کہ چار آیتیں آیۃ الکرسی سے پہلے کی اور چار بعد کی اور دو سورہ بقر کے آخر کی۔ تو اس کے گھر میں شام تک شیطان نہیں آتا۔

پھر فرمایا کہ جس کو مفلسی لاحق ہو وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بکثرت پڑھے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص نے آکر سلام کیا۔ حکم ہوا بیٹھ جا۔ بیٹھ گیا عرض کی کہ معاش کی تنگی ہے۔ آپ نے فوراً حکم فرمایا کہ کیا تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نہیں پڑھتا؟ عرض کی۔ نہیں! فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جو شخص یہ کلمہ بکثرت پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مفلسی کی تکلیف سے بچائے رکھتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ختم المجتہدین ابو اللیث سمرقندی قدس اللہ سرہ العزیز کی کتاب بقیہ میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ مجھے اس بات کا بڑا تعجب ہے۔ کہ چار چیزیں درست چار گروہ غافل ہیں۔ اوّل وہ گروہ۔ جو غم میں گرفتار ہو۔ اور لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین نہ کہے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ فاستجبنا لہٗ ونجیناہ من الغم وکذالک ننجی المؤمنین۔

بعدازاں فرمایا کہ جب مہتر ایوب صلوٰۃ اللہ علیہ کیڑوں کی بلا میں مبتلا ہوئے۔ تو چالیس سال تک تکلیف اٹھائی۔ جب نجات کا وقت قریب آیا۔ تو مناجات کی حکم ہوا کہ "لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین" بہت پڑھا چند روز یہ کلمہ پڑھا۔ تو حق تعالیٰ نے آپ کو اس مصیبت سے نجات عنایت فرمائی

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک جوان کو ہارون الرشید نے کسی قصور کے سبب قید کر دیا۔ پھر اس کو ہلاک کرنا چاہا۔ ایک بزرگ نے اسے نہایت غمگین دیکھ کر حال پوچھا عرض کیا۔ فرمایا۔ کہ یہ آیت پڑھا کرو۔ چند روز پڑھی۔ رہا ہو گیا اور خلعت خاص سے مشرف ہوا۔

بعدازاں فرمایا وہ گروہ جو کسی سے ڈرتا ہے۔ لیکن "حسبی اللہ ونعم الوکیل" نہیں کہتا اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل لم یمسسھم سوء:

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک عالم بادشاہ نے جو مجنون ہو گیا تھا۔ خدائی کا دعویٰ کیا۔ اس نے سوچا کہ میں کیا حیلہ کروں۔ جو یہ فن مجھ میں مضبوط ہو جائے۔ ایک وزیر اس کا مکار تھا۔ اس کی طرف رخ کیا وہ آداب بجالایا۔ کہا میں کچھ عرض کیا چاہتا ہوں! فرمایا کہو۔ عرض کی۔ بشرطیکہ تو کر سکے۔ فرمایا۔ بیان کر۔ عرض کی کہ شہر میں بہت سے دانشمند ہیں۔ پہلے انہیں بیچ سے اٹھا جب وہ نہیں آئیں گے تو تو اسلام کو نہیں جانے گا۔ پھر جو مرضی ہے۔ آپ دعویٰ کریں۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ تو شہر کے مسلمان گمراہی میں مبتلا رہے۔ اور اس نے دعویٰ خدائی کا کیا اسی اثناء میں اہل کتاب میں سے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک بزرگ گرفتار ہو کر آیا۔ تو یہ کلمہ بکثرت کہا کرتا تھا۔ بادشاہ اسے دیکھتے ہی اتر آیا۔ اور معافی مانگی اور فرمایا۔ اسے چھوڑ دو! اور خلعت خاص سے مشرف کیا اس بادشاہ نے کہا کہ جب اس بزرگ کو لایا گیا۔ تو اس کے دائیں اور بائیں دو اژدہا مجھے دکھائی دیتے۔ جن کا ایک ہونٹ زمین پر۔ اور دوسرا آسمان پر۔ اور منہ سے آگ کے پھنکارے مار

رہے تھے۔ انہوں نے مجھے نگلنا چاہا۔ میں نے عاجزی کی۔ کہا۔ اس بزرگ سے ڈر دور ہو جائیں نہیں تو ہم تمہیں ہلاک کر دیں گے۔ جب اس بزرگ سے پوچھا گیا کہ آپ کس طرح رہا ہوئے؟ تو فرمایا کہ میں حسبی اللہ ونعم الوکیل۔ نعم المولیٰ ونعم النصیر بہت دفعہ پڑھا کرتا تھا۔ جو شخص یہ کلمات بکثرت پڑھتا ہے۔ اسے کوئی چیز ضرر نہیں دیتی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ تیسرا گروہ وہ ہے جو لوگوں کے مکر سے ڈرے اور "افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد" نہ پڑھے۔ اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ فوقہ اللہ سیئات ما مکروا۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب حجاج بن یوسف کے پاس جاتے۔ تو یہ آیت پڑھتے۔ حجاج بن یوسف سوگند کھا کر کہتا تھا کہ مجھے کسی سے اتنا ڈر نہیں لگتا جتنا کہ خواجہ حسن بصری سے۔ جب وہ رخ ہی دکھاتے ہیں۔ تو میں کانپ جاتا ہوں۔ ان کے ہمراہ دو شیر آتے ہیں۔ جو گویا مجھے ابھی پھاڑ کھائیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ چوتھا گروہ جو بہشت کی طرف مائل ہے لیکن ماشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ نہیں کہتا۔ قولہ تعالیٰ معنی الی یومین خیرا من جنتٰ۔

بعد ازاں فرمایا کہ تابعین کے آثار میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک جوان نہایت فاسق ہمیشہ بدکاری میں مشغول رہتا۔ لیکن سوتے وقت یہ کلمات بہت دفعہ پڑھا کرتا تھا۔ الغرض۔ جب فوت ہو گیا۔ تو اس نے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں ٹہل رہا ہے متعجب ہو کر پوچھا۔ تو کہا۔ اگرچہ میں یہ کام کیا کرتا تھا۔ لیکن صبح شام یہ کلمات ماشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ بکثرت کہا کرتا تھا۔ جو سعادت مجھے نصیب ہوئی ہے اسی کے سبب سے ہوئی۔

بعد ازاں قبر کے ڈر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ فرمایا کہ میں ایک ایسی چیز بتاتا ہوں۔ اگر تو کرے گا تو نہیں ڈرے گا۔ فرمایا جو شخص جمعرات کو دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں فاتحہ

ایک بار اور اخلاص پچاس بار پڑھے۔ تو منکر اور نکیر سے امن میں رہے گا
بعد ازاں فرمایا کہ اس شخص نے دو رکعت نماز ادا کرنے کی عادت مقرر کی شرح اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ جب وہ شخص مر گیا۔ تو جواب میں اس سے پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا۔ اور منکر نکیر سے کس طرح رہائی پائی ہے؟ کہا جب منکر نکیر نے آکر مجھ سے پوچھا اور میں جواب نہ دے سکا۔ تو مجھے عذاب کرنا چاہا۔ حکم ہوا کہ اس بندے سے ہاتھ اٹھا لو! کیونکہ میں نے اسے بخش دیا ہے تو مجھ سے دست بردار ہوئے
بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ ھل عندك ضغطة القبر قال نعم۔ یعنی تیرے پاس کوئی ایسی چیز ہے۔ جو قبر کے عذاب سے چھڑائے۔ فرمایا۔ ہاں! جو شخص دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں الحمد ایک بار اور اذا زلزلت الارض پندرہ مرتبہ پڑھے۔ وہ عنایت الٰہی سے عذاب قبر سے رہا ہوگا۔
بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اور بہت سے بزرگ اور مشائخ حاضر خدمت تھے۔ اور بات قبر کے خوف کے بارے میں ہو رہی تھی۔ مولانا شہاب الدین قریشی بھی جو دہلی کے مفتی تھے۔ حاضر تھے۔ فرمایا۔ جو ان پانچ سورتوں کو لکھ کر ہر روز پڑھا کرے وہ قبر کے عذاب سے امن میں رہے گا۔ وہ پانچ سورتیں یہ ہیں۔ المزمل والشمس۔ والضحیٰ۔ واللیل۔ اور الم نشرح ؁
بعد ازاں میں نے کہا کہ خاندان جنیدؒ کا ایک درویش فوت ہوگیا۔ جب اسے دفن کیا گیا تو اسی وقت فرشتوں نے آکر سوال کیا۔ اس درویش نے صحیح جواب دیا۔ اسی وقت اس کی قبر سے روشنی نمودار ہوئی۔ اسے خواب میں دیکھ کر حال پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا۔ کہا بخش دیا۔ اور نہایت مہربانی کی جس کی کوئی انتہا نہیں۔ حکم ہوا کہ تجھے اس دعا کے عوض ہم نے بخش دیا۔
بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ حدیثوں میں لکھا ہے کہ جو شخص نماز فریضہ کے

اخلاص اور معوذتین سب ایک ایک بار پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر سر بسجود ہو کر قل
یاایھا الکفرون پڑھے۔ جو حاجت مانگے گا۔ پائے گا
بعدازاں فرمایا کہ وہاں پر بھی لکھا دیکھا ہے کہ عاشورہ میں ستر مرتبہ حسبی اللہ ونعم
الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر کہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ اور
اس کا نام اولیا۔ اور مشائخ کبار میں لکھے گا۔
پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ پہلے زمانے میں ایک شخص کفن چور تھا۔ جس نے قریباً دو
ہزار دوسو آدمیوں کے کفن چوری کئے۔ الغرض! جب اس کار سے توبہ کی۔ تو خواجہ حسن بصری
کے ہاتھ تائب ہوا۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کہ جن کے تو نے کفن چرائے۔ ان کی بابت
بیان کر۔ عرض کی۔ اگر ساروں کا حال بیان کروں۔ تو طول کھینچ جائے گا۔ البتہ چند ایک کا حال
عرض کئے دیتا ہوں۔ عرض کی جب ایک کی قبر میں نے کھودی۔ تو اس میں کالے چہرے
والا آدمی تھا کہ اس کے پاؤں میں آگ کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہیں۔ اور اس کی زبان
سے خون و ریم جاری ہے۔ اور اس کے پیٹ سے گندگی کی اس قدر بو آتی ہے۔ کہ
لوگ نفرت کرتے ہیں۔ جب میں وہاں سے لوٹا۔ تو اس مرد نے آواز دی کہ بیٹھتے کیوں
ہو؟ ذرا میرا حال سنتے جانا۔ کہ میں کیا کیا کرتا تھا۔ کہ جس کے سبب اس مصیبت میں گرفتار ہوا
ہوں۔ میں لوٹ کر گیا۔ تو فرشتے عذاب کی زنجیریں لگاتے بیٹھے تھے میں نے اس کا حال
پوچھا۔ کہ تو کون ہے؟ کہا۔ میں مسلمان ہوں۔ لیکن زانی اور شراب خور تھا۔ چونکہ دنیا
میں مست رہتا تھا۔ اس لئے میری یہ حالت ہے۔ پھر میں نے اور ایک روز قبر کھودی
تو مردے کو دیکھا۔ کہ کالا منہ کئے پڑا ہے۔ اور اس کے گرد آگ ہے جس میں اسے
جلا رہے ہیں۔ اس کی زبان نکلی ہوئی تھی۔ اور اس کی گردن میں زنجیریں پڑی ہوئی تھیں
جونہی مجھے دیکھا۔ کہا خواجہ! مجھے تھوڑا سا بہت پانی دینا۔ کہ پیاس کے مارے تنگ آ
گیا ہوں۔ میں نے مدد کرنی چاہی۔ فرشتوں نے للکارا۔ کہ خبردار! اسے پانی نہ دینا۔ یہ
تارک الصلوٰۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اسے پانی نہ دیا جائے پھر میں نے اس
سے پوچھا کہ دنیا میں تو کیا کام کرتا تھا۔ کہا۔ تھا تو مسلمان! لیکن میں نے کبھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت

نہیں کی تھی۔ اسی طرح اور مُردوں کو بھی میں نے عذاب میں گرفتار دیکھا۔ اس کے
بعد ایک اور قبر کھودی۔ تو ایک نہایت خوبصورت جوان دیکھا جس کے گرد اگرد سبزہ اگا ہُوا
ہے۔ اور پانی کی نہریں جاری ہیں۔ اور اس کے روبرو بہشتی حوریں تخت پر بیٹھی ہیں۔ میں
نے پوچھا۔ اے جوان! تو کون ہے؟ اور دنیا میں تو کیا کیا کرتا تھا؟ اور یہ درجہ تجھے کس کے
سبب سے نصیب ہوا؟ کہا۔ اے خواجہ! میں تیری طرح تھا۔ لیکن ایک ذاکر سے میں نے سنا۔
کہ جو شخص ماہِ محرم میں عاشورہ کے روز چھ رکعت نماز ادا کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے
میں نے یہ نماز بعد ازاں ہمیشہ ادا کی۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے مجھے بخش دیا۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص عاشورہ
کے روز یارات کو چار رکعت نماز فرشتوں کی خوشنودی کے لئے ادا کرتا ہے۔ اسے اللہ تعالےٰ
منکر نکیر کے سوالوں سے بچا لیتا ہے۔ اور خوشنود کرتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

چوتھی ماہ صفر ۶۱۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہُوا۔ میں چند روز شیخ قطب الدین
بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کے اعلیٰ یار شیخ محمد ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر
حاضر خدمت ہوا۔ میں آداب بجالایا۔ حکم ہُوا۔ بیٹھ جا! بیٹھ گیا۔ جو خط شیخ برہان الدین نے دیا تھا۔
اسے آپ نے مطالعہ فرمایا۔

بعد ازاں فرمایا کہ تو نے دیر کیوں کی؟ حکم ہُوا کہ بندے کا جسمِ خاکی تو وہاں تھا۔ اور دل یہاں
مخدوم بندہ نواز نے فرمایا۔ واقعی ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ ہمارا اشتیاق بار ہا تم پر غالب آگیا
ہے۔ تم کہتے تھے کہ اگر پر ہوں تو اڑ کر چلا جاؤں۔ اور خواجہ صاحب کی قدمبوسی حاصل کروں۔

بعد ازاں خلقت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ مرید اور شیخ کا فرزند ایسا ہی ہونا چاہیئے۔
جیسا کہ مولانا نظام الدین نے فرمایا کہ ایک مکتوب میں لکھا جس میں پابوسی کا اشتیاق ظاہر کیا۔
اور ایک شعر بھی لکھا تھا۔ جسے میں نے یاد کر لیا تھا۔ جب تمہیں یاد کرتا۔ تو اس شعر کو پڑھ لیا
کرتا تھا۔ وہ شعر واقعی بے نظیر تھا۔ اگر پڑھے۔ تو سنوں! میں نے آداب بجالا کر وہ شعر پڑھا۔

زانگاہ کہ بندۂ نو دانند مرا　　بر سر دلک دیدہ نشانند مرا
لطف عامت عنایتے فرمودہ است　　ورنہ کیم و کجا چہ دانند مرا

جب میں نے یہ شعر پڑھا۔ تو شیخ الاسلام میں رقت پیدا ہوئی۔ اٹھ کر رقص کرنے لگے۔
اس قدر رقص کیا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ چاشت سے لے کر دوپہر تک رقص کرتے
رہے۔ جب فارغ ہوئے۔ تو خاص کلاہ دعا گو کو عنایت فرمایا۔ اور عصا بھی اسی روز
مرحمت کیا اور مصلّی اور چوبی نعلین بھی بخشیں۔ اور مجھے بغل میں لے کر فرمایا کہ مولانا نظام الدین
اب وقت آگیا ہے کہ میں تجھے رخصت کروں اور پھر تیرا دیدار نصیب نہ ہو۔ جاؤ! آج ہی
تمہاری رخصت کا دن ہے۔ ہاں! کچھ دن اور ٹھہر و کیونکہ تیرا دیدار غنیمت ہے۔ بعد
ازاں زار زار روئے۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

دیدار دوستاں موافق غنیمت است　　چوں یاقیم حیف دو گر رہا نیم

بعد ازاں ملتان کی طرف سے مسافر آئے۔ اور آداب بجا لائے۔ حکم ہوا بیٹھ جاؤ!
بیٹھ گئے۔ کھانا موجود نہ تھا۔

بعد ازاں صفر (اللہ تعالیٰ اسے خیر و ظفر سے ختم کرے) کے بارے میں گفتگو
شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ یہ بڑا بھاری اور سخت مہینہ ہے کیونکہ جب یہ
مہینہ آتا تو رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تنگ دل ہوتے۔ اور جب گزر جاتا تو خوش ہوتے
آنحضرت صلعمؐ کا یہ تغیر اس مہینے کی گرانی کے سبب ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے ماہ صفر کے
گزرنے کی خوشخبری دے گا میں اسے بہشت میں جانے کی خوشخبری دوں گا من
بشرنی بخروج الصفر انا بشرنہ بدخول الجنۃ؀

بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر سال دس لاکھ اسی ہزار بلائیں نازل فرماتا ہے۔ جن
میں سے صرف اس مہینے میں نو لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ اس مہینے کو
دعا اور طاعت سے بسر کرنا چاہیئے۔ پھر کوئی بلا پیش نہیں آتی۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا۔ میں نے ایک بزرگ کی زبانی سنا ہے۔ کہ جو شخص
ماہ صفر کی مصیبتوں سے بچنا چاہے وہ ہر نماز کے فریضہ کے بعد یہ دعا دس بار پڑھے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ اعوذ باللہ من شر ھذہ الزمان

واستعیذہ من شرور الازمان انی بجمال وجھک وکمال قدرتک
ان تجیرنی من فتنۃ ھذا السنۃ وتناشر ما قضیت فیھا واکرمنی
بالفقر باکرام النظر واختمہ بالسلامۃ والسعادۃ لاھلی و
اولیائی واقربائی وجمیع امۃ محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک ماہ صفر میں پہلی رات کو تمام مسلمانوں کے بچاؤ کے لئے چار رکعت نماز عشاء کے فریضے کے بعد اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ ایک بار اور قل یا ایھا الکافرون پندرہ بار اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد اخلاص گیارہ مرتبہ اور تیسری میں فاتحہ کے بعد قل اعوذ برب الفلق پندرہ بار اور چوتھی میں فاتحہ کے بعد قل اعوذ برب الناس پندرہ بار پڑھے اور سلام کہے۔ بعد ازاں چند مرتبہ ایاک نعبد و ایاک نستعین کہے۔ پھر ستر مرتبہ درود شریف پڑھے جب یہ نماز نفل از فرض ادا کی جاتے۔ تو اللہ تعالیٰ جو بلائیں اس روز تقدیر میں لکھتا ہے۔ ان سے اپنے فضل سے محفوظ رکھتا ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی شرح میں لکھا دیکھا ہے کہ سارے ماہ صفر میں تین لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ آخری چہار شنبہ نہایت بھاری رہے۔ اس روز چار رکعت نماز ادا کرے۔ تاکہ حق تعالیٰ اسے بلاؤں سے محفوظ رکھے۔ دوسرے سال تک کوئی بلا اس پر نازل نہیں ہوتی دعا یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم یا شدید القویٰ و یا شدید المحال یا معتضل یا مذرہ یا لا الہ الا انت برحمتک یا ارحم الراحمین

بعد ازاں اسی موقع پر فرمایا کہ جو شخص بلا میں گرفتار ہوتا ہے۔ اسی ماہ صفر میں ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام نے جو گندم کھائی۔ تو اسی مہینے کھائی۔ اسی ماہ صفر میں بہشت سے نکل کر تین سو سال تک روتے رہے جب آپ کے وجود پر گوشت و پوست نہ رہا۔ تو حکم ہوا کہ توبہ کرو۔ ہم نے تمہاری توبہ قبول کی۔

یہ بھی ماہ صفر میں ہوا۔

بعدازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ وہب بن حنبہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب ہابیل اور قابیل دونوں بھائی ماہ صفر میں شکار کے لئے نکلے تو مہتر آدم علیہ السلام نے انہیں منع فرمایا کہ ماہ صفر میں باہر نہ نکلو! انہوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ جب جنگل میں پہنچے۔ تو دونوں بھائیوں میں تکرار ہو پڑی۔ قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا اور پشیمان ہوا کہ یہ میں نے کیا کیا۔ جب مہتر آدم نے یہ بات سُنی۔ تو سخت گھبرا ئے مہتر جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا۔ حکم الٰہی یوں ہے کہ ہابیل کی اولاد سے سارے سُنی ہوں گے۔ اور جو قابیل کی اولاد سے ہوں گے۔ وہ یہودی اور کافر وغیرہ ہوں گے۔ اس واسطے کہ اس نے ماہ صفر میں بھائی کو مارا ہے۔

بعدازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ مہتر نوح علیہ السلام کی قوم پر ماہ صفر میں طوفان کی بلا آئی اور ہلاک ہوئی۔ اور ماہِ صفر کی پہلی تاریخ کو ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا گیا۔ اور ماہ صفر ہی میں مہتر ایوب علیہ السلام کیڑوں کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ ماہ صفر کے آخر میں مہتر زکریا علیہ السلام کے سر پر آرہ رکھا گیا۔ ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو مہتر یحییٰ علیہ السلام کے حلق میں چھری کھینچی گئی۔ ماہ صفر ہی میں مہتر جرجیس علیہ السلام کے ساتھ ٹکڑے کئے گئے۔ ماہ صفر ہی میں مہتر یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں بند ہوئے۔

بعدازاں شیخ الاسلام نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ ماہ صفر ہی میں سلطان الانبیاء کو مرضِ موت لاحق ہوا۔ اور اسی مہینے کے بعد وصال ہوا۔

پھر فرمایا کہ تمام انبیاء پر جو مصیبتیں نازل ہوئیں سب ماہ صفر میں ہوتی ہیں۔ یہ مہینہ بہت ہی بھاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں تمہیں اور تمام مسلمانوں کو ماہِ صفر کی گرانی سے بچائے۔ الحمد للہ علی ذالک ؎

⁂

شتا ئیسویں، ماہ مذکور ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مجاہدہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ عزیزان اہل سلوک حاضر خدمت تھے۔ چنانچہ شیخ برہان الدین تونسوی۔ ملہو لاہوری۔ شیخ جمال الدین ہانسوی علیہم الرحمۃ اور خاندان چشت کے چند صوفی آئے ہوئے تھے۔ اور مجاہدہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ جب خواجہ بایزید سے مجاہدہ کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں بیس سال تک عالم تفکر میں آسمان کی طرف آنکھیں لگائے کھڑا رہا۔ اور اس بیس سال میں مجھے یاد نہیں کہ میں بیٹھا۔ اٹھا یا سویا ہوں۔ چنانچہ پاؤں میں سے خون بہہ نکلا۔ اور پشت پا پھٹ گئی۔ بعد ازاں دو سال اور عالم محو میں رہا۔ اس دو سال میں نفس کو پیٹ بھر پانی نہ دیا۔ ہاں ہفتے یا مہینے بعد دو دم پانی دیتا۔ بعد ازاں جب اپنا کام کمال کو پہنچا۔ تو دس سال تک پھر پانی پیٹ بھر نہ دیا۔ بعد ازاں نفس کو میٹھے انار کی خواہش ہوئی۔ تو میں وعدے میں ٹالتا رہا۔ چنانچہ دس سال تک نفس یہی خواہش کرتا رہا۔ اور فریاد کرتا رہا کہ تو مجھے اور کب تک مارے گا۔ میں نے کہا۔ اپنے آخری دم تک۔ اگر میں اپنا مجاہدہ بیان کروں تو تم میں سننے کی طاقت نہیں۔ جو معاملات میں نے اپنے نفس سے کئے ہیں۔ وہ صرف کہنے سے ٹھیک ٹھیک بیان نہیں ہو سکتے۔ غرضیکہ جب ستر سال اسی طریق پر گزر گئے تو پھر حجاب درمیان سے اٹھ گیا۔ آواز آئی کہ اندر آ جاؤ! تو نے ہمارے کام میں کوئی کوتاہی یا کمی نہیں کی۔ اب ہم پر واجب ہے کہ تجھ پر تجلی کریں۔ جب یہ آواز سنی تو نعرہ مار کر جان حق کے حوالے کی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے جان دینے کی کیفیت یہی تھی۔ پھر فرمایا کہ جو مجاہدہ کرتا ہے۔ وہ مشاہدہ بھی کرتا ہے۔ بعد ازاں یہ شعر بھی پڑھا۔

در کوئے عاشقاں چناں جان بدہند ... کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

بعد ازاں فرمایا کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ مجاہدہ کیا ہے؟ فرمایا نفس کو بری حالت میں ترسا ترسا کر مارنا یعنی جو اس کی خواہش ہو۔ وہ اسے نہ دی جائے۔ جو اس کی آرزو

ہو۔ وہ پوری نہ کی جائے۔ بلکہ ترسایا جائے۔ اور جس طاعت پر نفس راضی نہ ہو۔ وہی طاعت کرے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے نفس کو کہا کرتے تھے کہ اے نفس! اگر تو آج کی رات میری بات مانے تو دو رکعت میں قرآن مجید ختم کر لوں۔ ایک روز نفس سے کہا۔ نہ مانا۔ دوسرے روز مناجات کی اور عہد کر لیا کہ بیس سال تک نفس کو پیٹ بھر پانی نہ دوں گا۔ اس رات کاہلی اس واسطے کی کہ نفس کو پیٹ بھر پانی دیا گیا۔

پھر فرمایا کہ شاہ شجاع کرمانی چالیس سال تک نہ سوئے۔ بعد ازاں ایک رات سوئے۔ تو حضرت کو خواب میں دیکھا۔ بعد ازاں جہاں جاتے خواب کے کپڑے ساتھ لے جاتے۔ اور سو جاتے کہ وہ دولت پھر نصیب ہو۔ غیب سے آواز آئی۔ اے شاہ شجاع! وہ چالیس سال کی بیداری کا ثمرہ تھا۔ جیسا پہلے کیا تھا۔ ویسا ہی کر۔ پھر تم کو یہ دولت نصیب ہوگی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جب خواجہ شاہ شجاع کرمانی کا آخری وقت نزدیک پہنچا۔ تو جس روز آپ کا انتقال ہونے والا تھا۔ اس روز ہزار رکعت نماز ادا کی۔ اور مصلے پر سو گئے۔ اور حضرت ذوالجلال کا دوبارہ دیدار ہوا کہ شاہ شجاع! ابھی آنا چاہتے ہو۔ یا کچھ دن ٹھہرنا چاہتے ہو؟ عرض کی۔ یاالہٰی! اب رہنے کی جگہ نہیں۔ میں آنا چاہتا ہوں۔ اسی اثنا میں آنکھ کھلی۔ تو وضو کر کے دوگانہ ادا کیا عشاء کا وقت تھا۔ سر سجدے میں رکھ کر جان بحق تسلیم ہوئے۔ شیخ الاسلام نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو یہ شعر پڑھا ؎

درکوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند ... کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ اپنے مجاہدہ کی بابت کوئی بات سناؤ! فرمایا۔ اگر میں اپنے مجاہدہ کے بارے میں سب کچھ سناؤں۔ تو سن نہیں سکو گے۔ البتہ جو معاملہ میں نے نفس سے کیا ہے۔ اس میں سے تھوڑا سا

سناتا ہوں۔ وہ یہ کہ ایک رات نفس کو میں نے عبادت کے لئے کہا۔ تو اس نے سستی کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس روز عادت سے زیادہ کھجوریں کھا گیا تھا۔ مختصر یہ کہ نفس نے کچھ نہ مانا۔ جب دن ہوا۔ تو میں نے عہد کر لیا کہ میں کبھی تازہ کھجوریں نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ پندرہ سال تک نفس کو کچھ نہ دیا۔ وہ آرزو ہی میں رہا۔ بعد ازاں نفس نے کہا کہ جو کچھ تو فرمائے میں بجا لاؤں گا۔ اس وقت میں نے کھجوریں اسے دیں۔ تو فرمانبردار ہو گیا۔ جو کچھ اسے کہتا بجا لاتا۔ بلکہ اس سے زیادہ کرتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کو لوگوں نے پوچھا کہ جناب وہیں آپ نے کہاں تک ترقی کی ہے؟ فرمایا۔ یہاں تک کہ دو دو تین تین سال تک نفس کو پانی نہ دیا۔ دس سال گزر گئے ہیں کبھی نفس کو پیٹ بھر پانی نہیں دیا۔ اور رات کو جب تک دو مرتبہ قرآن شریف ختم نہیں کر لیتا اور کسی کام میں مشغول نہیں ہوتا۔

بعد ازاں خواجہ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کی بابت فرمایا کہ خواجہ صاحب ایک روز مع اصحاب بیٹھے تھے اور اولیاء کی موت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنے میں ایک خوبصورت جوان ہزاروں سیب لے آیا۔ اور آداب بجا لا کر بیٹھ گیا۔ خواجہ صاحب بار بار فرماتے کہ خوشتر [illegible] بعد وہ سیب خواجہ صاحب کو دیا خواجہ صاحب نے دونوں ہاتھوں سے سیب لیا۔ اور مسکرا کر فرمایا کہ تم چلے جاؤ۔ جب وہ چلا گیا۔ تو لوگوں کو بھی رخصت کیا۔ کچھ دیر بعد رو بقبلہ ہو کر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا جو نہی قرآن مجید ختم کیا اس سیب کو سونگھا اور جان بحق تسلیم ہوئے۔ بعد ازاں آپ کا جنازہ مسجد کے پاس لائے تاکہ نماز جنازہ ادا کر سکیں۔ اس وقت اذان ہو رہی تھی جب موذن اشہد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچا۔ تو خواجہ صاحب نے کفن سے ہاتھ باہر نکال کر انگشت شہادت اٹھا کر فرمایا۔ اشہد ان محمد رسول اللہ۔ انگشت مبارک کھڑی رہی لوگوں نے بہتیرا زور لگایا کہ کسی طرح نیچے ہو۔ لیکن نہ ہو سکی۔ آواز آئی کہ جس انگلی کو ذوالنون نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کھڑا کیا ہے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک نہ پکڑ

لے گی نیچے نہ ہوگی۔ بعد ازاں شیخ الاسلام زار زار روئے۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

درکوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ جب خواجہ سہل تستری بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے۔ تو جنازہ باہر لایا گیا یہودیوں کے گروہ کا سردار جو نہایت منکر تھے۔ ننگے پاؤں جنازے کے نزدیک آیا۔ اور کہا جنازہ نیچے اتار دو تاکہ میں مسلمان ہوں۔ جب جنازہ نیچے اتار گیا۔ تو وہ یہودی خواجہ صاحب کے پاس کھڑا ہوا اور عرض کی کہ خواجہ صاحب! مجھے تلقین کلمہ فرمائیں تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ وہ سردار یہودیوں کا آیا تھا۔ یہ سن کر خواجہ صاحب نے کفن سے ہاتھ باہر نکالا اور آنکھیں کھول کر فرمایا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد عبدہ ورسولہ کہو جونہی اس نے کہا پھر کفن میں ہاتھ کر لیا۔ اور آنکھ بند کر لی۔ یہودی مسلمان ہو گیا لوگوں نے اس سے وجہ پوچھی۔ تو کہا جس وقت جنازہ لئے باہر آرہے تھے۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو سخت آواز سنی۔ میں نے کہا کہ یہ کیسی آواز ہے یہ سبب دو طرف آسمان کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ آسمان کے سارے فرشتے نوری طبق ہاتھوں میں لئے گروہ گروہ نیچے آرہے ہیں اور خواجہ سہل بن عبداللہ تستری کے جنازے پر نثار کر رہے ہیں۔ میں اسی وجہ سے مسلمان ہوا ہوں کیونکہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے لوگ بھی ہیں۔

پھر شیخ الاسلام زار زار روئے۔ عالم تفکر میں یہ شعر پڑھا ؎

درکوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ میں عرش پر اٹھائے جا رہا ہوں۔ جب دن ہوا تو سوچنے لگے کہ یہ خواب کسے بیان کروں؟ پھر خیال آیا کہ خواجہ بایزید کے سوا اور کون ہے۔ جو اس کی تعبیر بتائے جب گیا تو دیکھا کہ بسطام میں کہرام ہوا ہے۔ حیران ہو کر پوچھا۔ کہ کہرام کی وجہ کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ خواجہ بایزید علیہ الرحمۃ انتقال فرما گئے ہیں۔ شیخ علی نعرہ مارتے ہوئے روانہ ہوئے جب

جنازے کے قریب آئے۔ تو شہر سے باہر نکل چکا تھا۔ اور خلقت عام تھی۔ آپ بھیڑ کو چیرتے ہوئے جنازے کے پاس آپہنچے۔ اور جنازہ سر پر اٹھایا۔ عرض کی یا خواجہ بایزید! میں تو خواب کی تعبیر پوچھنے آیا تھا۔ فرمایا۔ اے علی! جو خواب تو نے دیکھا تھا۔ اس کی تعبیر یہی ہے۔ یہی بایزید کا جنازہ عرش خدا ہے۔ جو تو سر پر اٹھائے جا رہا ہے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں تیس سال عالم مجاہدہ میں رہا۔ مجھے دن رات کی کوئی تمیز نہ تھی۔ البتہ نماز کے وقت نماز ادا کر لیا کرتا تھا۔ اور پھر اسی عالم میں مشغول ہو جاتا۔

پھر فرمایا کہ جس روز خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز نے انتقال فرمایا۔ اس روز آپ کا جسم مبارک لاغر ہو گیا تھا۔ معہ اصحاب بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شخص ریشمی کاغذ ہاتھ میں لئے حاضر خدمت ہوا۔ اور سلام کہہ کر کاغذ دکھایا۔ جونہی خواجہ صاحبؒ نے اس پر بسم اللہ لکھا دیکھا۔ فی الفور انتقال فرما گئے۔ شور برپا ہوا کہ خواجہ صاحب قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے۔ الغرض غسل دے کر جنازہ تیار کیا۔ کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ اٹھائے۔ سب حیران تھے۔ دیر بعد آواز آئی تو خلقت نے نماز ادا کی۔ جب چاہا کہ جنازہ اٹھائیں۔ تو حکم الٰہی سے خود بخود ہوا میں آگے آگے روانہ ہوا۔ اور خلقت پیچھے پیچھے۔ جتنے بے دین تھے۔ سب آکر مسلمان ہوئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کس سبب سے تم مسلمان ہوئے۔ کہا۔ ہم نے بچشم خود دیکھا ہے کہ خواجہ صاحب کا جنازہ فرشتے اٹھائے لئے جا رہے ہیں۔ جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت ختم کی تو نعرہ مار کر گر پڑے۔ اور یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند
کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

اسی اثنا میں مؤذن نے اذان دی۔ آپ نماز میں مشغول ہوئے۔ اور یار اور خلقت واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

دوسری تاریخ ماہ ربیع الاول ۶۵۶ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس بندے کو خلعتِ خاص سے مشرف فرمایا۔ اور اہلِ صفہ عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ مولانا نظام الدین! ہم کو ہم نے ہندوستان کی ولایت دی۔ اور صاحب سجادہ کیا۔ جونہی یہ فرمایا۔ میں نے دوبارہ سجدہ کیا۔ حکم ہوا۔ اسے جہانگیر عالم! سر اٹھا۔ آپ نے شیخ قطب الدین کی جو دستار سر پر رکھی ہوئی تھی۔ عنایت فرمائی اور عصا ر دیا۔ اور خرقہ اپنے ہاتھ سے پہنایا اور فرمایا۔ دوگانہ ادا کر۔ جب میں روبقبلہ ہوا۔ تو ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف کر کے فرمایا۔ کہ تجھے خدا کو سونپا۔

بعد ازاں فرمایا کہ یہ سب کچھ میں تجھے دیتا ہوں۔ اس واسطے کہ تو آخری وقت میرے پاس نہیں ہوگا۔ فرمایا کہ میں بھی اپنے شیخ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت حاضر نہیں تھا۔ اس وقت میں ہانسی میں تھا۔ الغرض پھر شیخ بدرالدین اسحٰق کو حکم ہوا کہ مثال لے کر چلو! جب میں نے مثال کی تو میرا سر بغل میں لے کر فرمایا کہ تجھے خدا رسیدہ کیا۔ پھر فرمایا کہ شیخ جمال الدین کو نہ دیکھنا۔ پھر فرمایا کہ آج رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عرس ہے۔ آج ٹھہرو! کل چلے جانا۔

بعد ازاں فرمایا کہ امام شافعی نے اپنے کفایہ میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت سے لکھا ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری ماہ ربیع الاول کو انتقال فرمایا۔ دوسرا روز معجزے کے لئے رکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک سے نہایت عمدہ خوشبو آتی تھی۔ گویا سارے جہان کے عطریات وجود مبارک میں سمائے ہوئے ہیں۔ شکل وصورت میں ذرہ بھر تفاوت نہ تھا۔ جیسی زندگی کی حالت میں تھی۔ ویسی ہی وفات کے بعد۔ اس روز کئی یہودی کافر مسلمان ہوئے۔ دس روز تک آپ کا وجود مبارک رکھا گیا۔ یہ صرف معجزے کے لئے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نو حجرے تھے۔ جب نو حجرے ہو چکے۔ تو دسویں روز امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے طعام دیا۔ چنانچہ سارے اہلِ مدینہ نے کھایا۔ جب بارھواں دن ہوا۔ تو شہرت ہوئی۔ اسی واسطے مسلمان بارھویں کو عرس کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس

کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک بارھویں تاریخ کو ہوتا ہے لیکن صحیح روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دوسری ربیع الاول کو ہوا۔

بعد ازاں فرمایا جب تکلیف حد سے زیادہ ہو گئی۔ تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تین روز تک مسجد میں تشریف نہ لا سکے تیسرے روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے دروازے پر آئے۔ آواز دی۔ الصلوٰۃ یا رسول اللہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے۔ اور فرمایا۔ بلال کو کہو کہ ابوبکر و عمر آئیں تاکہ مجھے مسجد میں لے جائیں۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین آئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کندھوں پر دست مبارک رکھ کر مسجد تشریف لائے۔ امامت کرنی چاہی لیکن نہ کر سکے۔ ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر آگے کھڑا کیا۔ یہ حالت دیکھ کر صحاب نعرہ مارنے لگے۔ قریب تھا کہ صحابہ کا زہرہ آب ہو جاتے۔ الغرض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم واپس حجرے میں تشریف لائے۔ اور سیاہ کودڑی سے کر لیٹ گئے۔ اتنے میں ایک اعرابی نے دروازے پر دستک دی جس سے در و دیوار کانپ اٹھے۔ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا باہر نکلیں اور فرمایا کہ اس وقت موقع نہیں۔ ہر چند معذرت کی۔ لیکن اس نے ایک نہ سنی۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنی۔

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا۔ اے جان پدر! یہ اعرابی نہیں۔ بلکہ یہ وہ ہے کہ اگر دروازہ بند کر دو گی تو یہ دیوار کی راہ اندر آجائے گا۔ اگر دیوار بند کر دو گی تو سوراخ کی راہ آجائے گا۔ یہ بچوں کو یتیم کرتا ہے تیرے والد کی عزت ہے کہ اجازت طلب کرتا ہے۔ اسے کہو کہ اندر آجائے۔ یہ حکم آیا ہے۔ حجرے سے نعرہ اٹھا۔ کہ ملک الموت آیا ہے۔ آداب بجا لایا ہے۔ بیٹھنے کا حکم ہوا بیٹھا۔ پوچھا۔ اے ملک الموت! کہاں سے آنا ہوا۔ عرض کی۔ آپ کی زیارت کا حکم ہوا ہے۔ اور نیز یہ فرمائیں کہ جان قبض کروں؟ یا واپس چلا جاؤں؟ فرمایا۔ ذرا صبر کرو! جبرائیل کو آلینے دو۔ اسی وقت جبرئیل علیہ السلام نے آکر پوچھا۔ بھائی صاحب! کیا حالت ہے؟ اور عرض کی۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آسمانوں کے فرشتے نور کے تھال ہاتھوں میں لئے جناب کی جان پاک کے منتظر ہیں۔ اور بہشت اور آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ اور انبیاء کی ارواح منتظر ہیں۔ بہشتی حوریں دیدار کی منتظر ہیں۔ رضوان نے بہشت آراستہ کیا ہوا ہے۔ تاکہ آپ تشریف لائیں۔ فرمایا۔ یہ نہیں پوچھا۔ یہ کہو کہ میرے انتقال کے بعد میری امت کا کیا حال ہوگا؟ عرض کی۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ اپنی امت کو خدا تعالیٰ کے سپرد کریں فرمایا۔ میرا مقصد بھی یہی تھا۔

بعد ازاں ملک الموت کو فرمایا کہ اب اپنا کام شروع کرو۔ جونہی ملک الموت نے پائے مبارک کے تلوے پر ہاتھ رکھا۔ پاؤں پھٹ گیا۔ ہاتھ اندر ڈال کر جان قبض کی۔ پانی کا بھرا ہوا پیالہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑا تھا۔ اس وقت دست مبارک اس سے تر کر کے سینے پر پھیرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ اللھم هون سکرات الموت۔ اے پروردگار! موت کی تلخی کو آسان کر۔ جب وقت بالکل قریب آگیا۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم لب مبارک ہلاتے تھے۔ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کان لگا کر سنا۔ تو فرما رہے تھے کہ پروردگار! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جان دینے کی حسرت سے میری امتوں پر رحم فرما۔ آخری وقت تک یہی فرما رہے تھے۔

جب شیخ الاسلام یہ ختم کر چکے۔ تو تمام حاضرین مجلس سے نعرہ اٹھا اور شیخ الاسلام بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ جس کی خاطر تمام مخلوقات پیدا کی گئی۔ اور جس کی دوستی کی خاطر حق تعالیٰ نے اپنی سلطنت ظاہر کی۔ اسے جہان سے اٹھا لیا گیا۔ تو ہم تم کس گنتی میں ہیں پس ہمیں بھی موت کا ہی خیال کرنا چاہیئے۔ اور غفلت اور گفتگو میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے۔ تاکہ قیامت کے دن شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

جب شیخ الاسلام یہ ختم کر چکے۔ تو شمس دبیر آداب بجالایا۔ اور عرض کی کہ خواجہ نظامی کی نظم یاد ہے۔ اگر اجازت ہو۔ تو پڑھوں؟ فرمایا۔ پڑھو! جب نظم پڑھی۔ تو

شیخ الاسلام میں جان سی آگئی۔ ایک پہر تک یہی حالت رہی۔ اس روز خاص
باران خمس دبیرا عنایت ہوئی۔
نظم کے بعد تلاوت میں مشغول ہوئے۔ میں نے لوگوں سے سُنا ہے کہ پھر
تا زیست کسی سے مشغول نہ ہوئے۔ صرف یاد الٰہی میں مصروف رہے۔ واللہ اعلم
نظم جو خمس دبیر نے پڑھی۔ یہ ہے:-

نظم

جہاں چیست بگزر ز نیرنگ او   رہائی بچنگ آر از چنگِ او

مقیمے نہ بینی دریں باغ کس   تماشا کند ہر یکے ہر نفس

دریں چار سو ہیچ بیگانہ نیست   کہ کیسہ بر مرد خود کامہ نیست

ورود ہر دمے نوبے میرسد   یکے میرود دیگرے میرسد

جہاں گرچہ آرام گاہے خوش است	شتابندہ را نعل در آتش است

دو در دارد ایں باغ آراستہ	در و بند ایں ہر دو برخاستہ
در آ از درے باغ و بنگر تمام	نہ دیگر درے باغ بیروں خرام
دگر زیرکی با گلے خو مگیر	کہ باشد بجا ماندنش ناگزیر

دریں دم کہ داری بشادی بسیج	کہ آئندہ و رفتہ ہیچ است و ہیچ

یکے را در آرد بہ ہنگامہ تیز	دگر را ز ہنگامہ گوید کہ خیز

نظامی سبک باش یاراں شدند

تو ماندی بغم غمگساراں شدند

تمام شد

ہشت بہشت

یعنی

مجموعہ ملفوظات حضرات خواجگان چشت اہل بہشت

اس میں آٹھ اکابر حضرات چشت اہل بہشت کے ملفوظات درج ہیں جن کو محنت و تجسس سے بہم پہنچا کر با محاورہ اردو ترجمہ کر کے شائع کیا گیا ہے۔ ان ملفوظات کے پڑھنے سے نور ایمان حاصل ہوتا ہے۔ اور روح کو تازگی ملتی ہے طالبان حق کا یہی جی چاہتا ہے کہ پڑھتے ہی رہیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ اس میں حضرات بزرگان چشت کے حسب ذیل حضرات کے ملفوظات ہیں۔

۱۔ ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی مرتبہ حضرت خواجہ اجمیری۔ ۲۔ ملفوظات خواجہ معین الدین اجمیری ۳۔ ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی مرتبہ بابا فرید الدین گنج شکر۔ ۴۔ ملفوظات حضرت بابا فرید الدین گنج شکر مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی ۵۔ ملفوظات بابا فرید الدین گنج شکر مرتبہ حضرت بابا بدر الدین اسحٰق غزنوی۔ ۶۔ ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین بدایونی مرتبہ حضرت خواجہ امیر خسرو۔ ۷۔ ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین بدایونی مرتبہ خواجہ حسن بلبل ہند۔ ۸۔ ملفوظات حضرت خواجہ خواجگان محمد نصیر الدین چراغ دہلوی خلیفہ اعظم حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ حضرت حبیب اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

علاوہ ازیں کتاب کے اخیر میں ہدیہ اوراد نصیریہ الموسوم بہ دوائے دل بھی شامل کر دی گئی ہے۔

ناشر:
مکتبہ جام نور
۱۴/۴۲۲۴ کوچہ چیلان دریا گنج نئی دہلی ۲

اسرار الاولیاء
ملفوظات
حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ
حضرت خواجہ بدر اسحاق رحمۃ اللہ علیہ
ناشر
مکتبہ جام نور
۲۴۲، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۲

اردو ترجمہ کتاب

اسرار الاولیاء

یعنی ملفوظات زاہد الاتقیا، سراج الاولیاء، حضرت خواجہ فریدالدین گنجشکر مسعود اجودھنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت خواجہ بدر اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نور قلوب العارفین بنور معرفتہ وفضل احوال المحبین علی العاملین بکمال فضلہ وحکمتہ۔ بے حد ثنا اس خالق کو جس کے فضل کے فیض سے صاحب المکارم سلطان الاولیاء قطب العالم وارث الانبیاء تاج الاصفیاء شمس العارفین فرید الحق والشرع والدین دام اللہ تقویٰ کے الفاظ اور بادہ کے فوائد جو میں نے سنے لکھے اور ان کا نام اسرار الاولیاء رکھا۔

بعد ازاں بندہ درویشاں خادم الفقراء والمساکین جو ان معانی کا جمع کنندہ ہے عرض

پرواز ہے کہ جب پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اسی وقت آنجناب نے فرمایا۔ اے درویش! انوار و اسرار کے لیے حوصلہ وسیع چاہیئے۔ تاکہ دوست کے اسرار قرار پکڑیں۔ اور مقام بنائیں۔ اگر دوست کا ایک بھید بھی ظاہر کر دیا جائے۔ تو ستر برباد ہو جائے گا۔ جیسا کہ منصور حلاج کا ہوا تھا۔ کیونکہ یہ دوست کے بھید ہیں۔ پس جو ستر السالک کو عالم انوار تجلی سے حاصل ہو۔ اسے ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ عام طور پر مشہور ہے کہ جو بادشاہوں کے بھید ظاہر کر دے۔ وہ دوسرے بھیدوں کے لائق نہیں ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! تمام اسرار الٰہی تعداد میں ستر ہزار ہیں۔ جو ہر روز اولیاء اللہ کے دلوں پر عالم نورانی سے نازل ہوتے ہیں۔ اور نیز اس دل پر جو ان اسرار کا ڈھونڈنے والا ہو۔ لیکن اے درویش! اسرار الٰہی کا پہلا مقام یہ ہے کہ جب کہ عاشق پر اسرار و متجلی ہوتے ہیں اگر ان کا ذرہ بھر بھی باہر نکلے۔ تو تمام جہان منور ہو جائے۔ پس اس راہ میں صادق ہونا چاہیئے۔ تاکہ دوست کے سارے اسرار سے واقف ہونا چاہیئے۔ اور ذرہ بھر بھی ظاہر نہ کرے۔ اگر پہلے ہی مقام میں بھید ظاہر کر دے گا۔ تو بہت ہی کم حوصلہ ہوگا۔ اور ستر کے لائق نہیں۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! مشائخ طبقات[۱] میں لکھا ہے کہ جب کسی آدمی کو ستر کی اطلاع دی جائے۔ اور وہ شخص اس کی تاب نہ لاسکے۔ اور ظاہر کر دے۔ تو اس کی وہی سزا ہوتی ہے[۲] کہ جو بادشاہوں کا بھید ظاہر کرتا ہے۔

---

[۱] کے سلوک [۲] جو اس شخص کی ہوتی ہے جو

فہرست مضامین درکتاب

فصل اول سخن در ذکر اسرار عشق اولیا۔
فصل دوم سخن در احوال سیدان درویشان۔
فصل سوم سخن در علم لدنی۔
فصل چہارم سخن در ذکر توبہ و جزاں۔
فصل پنجم سخن در ذکر خدمت بزرگان۔
فصل ششم سخن در ذکر توبہ و خرقہ و تلاوت قرآن۔
فصل ہفتم سخن در فضیلت سورۃ اخلاص۔
فصل ہشتم سخن در ذکر خرقہ فقر۔
فصل نہم سخن در ذکر گلیم و صوف۔
فصل دہم سخن در ذکر محبت و جزاں۔
فصل یازدہم سخن در ذکر خوف و توکل۔
فصل دوازدہم سخن در ذکر طاقیہ۔
فصل سیزدہم سخن در ذکر درویشی۔
فصل چاردہم سخن در ذکر محبت و عداوت دنیا۔
فصل پانزدہم سخن در ذکر عقیدہ بزرگان۔
فصل شانزدہم سخن در ذکر رسیدن دست بزرگان۔
فصل ہفدہم سخن در ذکر طائفہ کہ در ذکر حق مستغرق اند۔
فصل ہژدہم سخن در ذکر علماء و مشائخ و جزاں۔
فصل نوزدہم سخن در امساک باراں۔
فصل بستم سخن در کشف و کرامت۔
فصل بست و یکم سخن در ذکر تعظیم پیر۔
فصل بست و دوم سخن در ذکر رنج و مشقت۔

بعد ازاں بندۂ درویشاں خادم الفقراء والمساکین بداسراسحق جوان معانی کا جامع ہے۔ عرض پرداز ہے کہ جس وقت پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت مجھے شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔ اور چہار ترکی کلاہ جو کہ دین اور دنیا کی دولت ہے۔ بندے کو عطا فرمائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؞

فصل اوّل

سخن در ذکر اسرار الاولیاء

سوموار کے روز اٹھارھویں ماہ شعبان ۶۳۱ھ ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہمشیرہ تھیں جن کی یہ عادت تھی۔ کہ بغداد کے ایک جنگل میں جا کر یادِ الٰہی میں مشغول ہوا کرتیں۔ اور جب واپس آتیں تو فرشتے کو حکم ہوتا جو کہ اسرار الٰہی کے بہشتی شراب کا ایک پیالہ لا کر آپ کے ہاتھ پر رکھتا۔ اور آپ اسے پی لیتیں۔ اور واپس اپنے مکان میں آجاتیں۔ جب اس حال کی خبر خواجہ منصور کو ہوئی۔ تو آپ چھپ کر دیکھتے رہے۔ جب آپ باہر نکلیں۔ اور حسب عادت روانہ ہوئیں۔ اور پیچھے پیچھے خواجہ منصور بھی روانہ ہوتے۔ جب رات کے آخری حصے میں یادِ الٰہی سے فارغ ہوئیں۔ اور فرشتہ حسب معمول شراب کا پیالہ لایا اور آپ پینے لگیں۔ ابھی تھوڑا سا پیا تھا۔ اور کچھ باقی تھا کہ خواجہ منصور پکارتے ہوئے آئے کہ بہن! میرا حصہ رکھ لینا۔ آپ نے مڑ کر منصور کو دیکھا۔ تو بہت افسوس کیا کہ میرا بھید ظاہر ہو گیا۔ پھر منصور کو کہا۔ اے منصور! تو پی جائے گا لیکن اسے برداشت نہیں کر سکے گا۔ الغرض! خواجہ منصور نے اسے پی لیا۔ جونہی ایک گھونٹ پیا۔ از خود رفتہ ہو گئے۔ اور انا الحق پکار اٹھے۔ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ رونے لگیں۔ اور کہا۔ اے منصور تنگ حوصلہ! تو نے اپنے تئیں بھی رسوا کیا۔ اور مجھے بھی۔

بعد ازاں جب خواجہ صاحب شہر میں آئے۔ اور انا الحق کہا۔ تو سولی پر چڑھائے گئے اس وقت آپ کی ہمشیرہ نے واپس جا کر کہا۔ "اے منصور! کیا میں تجھے نہ کہتی تھی؟ کہ تو اس کو برداشت نہ کر سکے گا۔ چونکہ تو نے بھید ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے اب تو مارا جائے گا۔" الغرض خلقت نے یہ کہنا شروع کیا کہ منصور مرد تھا جس نے دوست کی راہ میں جان دے دی۔ اور آپ کی ہمشیرہ صاحبہ نے مسکرا کر فرمایا۔ "اے غافلو! اگر میرا بھائی مرد ہوتا۔ تو محبت کی شراب کا ذرہ بھر پی کر از خود رفتہ نہ ہو جاتا۔ وہ مرد ہی نہ تھا۔ جو اس طرح مدہوش

ہو گیا۔ پھر اپنی حکایت یوں بیان فرمائی۔ کہ قریباً بیس سال سے ہررات اسرار دوست کا ایک پیالہ مجھے ملتا ہے۔ میں پی لیتی ہوں لیکن کبھی از خود رفتہ نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر روز ھَل مِن مزید پکارتی ہوں۔ اس وقت شیخ الاسلام آب دیدہ ہو کر زار زار روتے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو فرمایا کہ اے درویش! راہِ خدا میں ایسے مرد بھی ہیں۔ کہ ایک ساعت میں دوست کے اسرار کے لاکھ لاکھ دریا پی جاتے ہیں لیکن ذرہ بھی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جو شخص محبت میں ثابت قدم اور سچے وعدے والا نہیں۔ جان لے کہ وہ قیامت کے دن محبوں میں ضرور شرمندہ ہو گا

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ اپنی تواریخ میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن محبوں کو حاضر کرنے کا حکم ہو گا جب اسے لایا جائے گا۔ تو پھر تمام اولیاء کو جو محبت کے مدعی ہوں گے۔ اس کے پاس لایا جائے گا اور حکم ہو گا کہ اگر تم محبت کا دعویٰ کرتے ہو۔ تو ایسا کرو۔ جیسا کہ مجنوں نے کہا کہ جب تک وہ زندہ رہا لیلیٰ کی دوستی میں غرق رہا۔ اور جب مرا تو بھی اسی کی محبت میں غرق تھا۔ اور جب کہ اس کا حشر ہوا ہے۔ تو بھی اسی کی محبت میں مستغرق ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ اے درویش! نظامی گنجوی وہ صاحبِ نعمت تھے۔ جو کچھ آپ نے سلوک کے بارے میں لکھا ہے کسی نے نہیں لکھا میں نے ایک مرتبہ جب کہ میں درویشوں کی مجلس میں حاضر تھا سماع میں قوالوں نے یہ دو شعر گائے۔ جن کے سننے سے ہر بار اور ہی حالت اور حیرت طاری ہوتی تھی۔ اگر سو سال تک بھی ایسا وقت طلب کریں۔ تو شاید نہ ہی ملے۔ وہ شعر یہ ہیں۔

آں عشق کہ بود کم نگردد ۔۔۔ تا باشد ازاں قدم نگردد

عشقے کہ نہ عشق جاودانی ست ۔۔۔ بازیچہ شہوتِ جوانی ست

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! فقیر اہلِ عشق ہیں۔ اور علماء اہلِ عقل اسی واسطے ان کے مابین تضاد رہتا ہے

پھر فرمایا۔ اے درویش! اکام سے واقف وہی لوگ ہیں جن میں یہ دونوں باتیں یعنی عشق اور عقل پائی جاتی ہیں۔ راہ سلوک میں درویش کا عشق علما کی عقل پر غالب ہے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک درویش بھیا نام میرا دوست تھا جو واصل خدا اور صاحب درد تھا۔ جب وہ رستہ چلتا۔ تو مستوں کی طرح جھوم جھوم کر چلتا۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! ایک واصل جوانی کے دنوں میں ایک عورت پر عاشق تھا۔ ایک رات وہ اپنی معشوقہ کے مکان کی دیوار کے پاس کھڑکی کے پیچھے آکھڑا ہوا، اس کی معشوقہ نے کھڑکی سے سر نکالا۔ اور دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ شام سے لے کر صبح تک باتیں ہی کرتے رہے۔ جب صبح کی اذان ملی تو انہوں نے سمجھا کہ شاید ابھی عشاء کی اذان ہوئی ہے۔ لیکن جب اچھی طرح دیکھا۔ تو صبح کا وقت تھا۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی کہ اے جوان! تو نے عورت کے عشق میں شام سے صبح کر دی کبھی یادِ حق کی طرف بھی ایسا کیا گیا ہے۔ جب اس جوان نے یہ آواز سنی۔ تو فوراً توبہ کی اور یادِ حق میں مشغول ہو گیا۔ اس وقت شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ ان اسرار میں سے ایک یہ ہے کہ وہ واپس چلا گیا۔ پس اے درویش! جسے اس قسم کا ذوق ہو گیا۔ بھلا وہ کب غیر سے الفت کرتا ہے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک دفعہ مجنوں نے سنا کہ لیلیٰ صدقہ دے رہی ہے اٹھ کر لکڑی کا پیالہ ہاتھ میں لئے لیلیٰ کے اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔ لیلیٰ نے سب کو کچھ نہ کچھ دیا۔ لیکن مجنوں کو کچھ نہ دیا۔ جب اٹھ کر اندر چلی گئی۔ تو مجنوں مارے خوشی کے رقص کرنے لگا۔ لوگوں نے طعن کی کہ کونسا موقع رقص کا ہے؟ نہ ہی اس نے تجھے کچھ دیا۔ اور نہ ہی تیری طرف توجہ کی۔ مجنوں نے کہا۔ بے شک دیا تو اس نے کچھ نہیں۔ لیکن اتنا تو دیکھ لیا کہ مجنوں ہے۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! اس بات کی قدر اسی کو معلوم ہوتی ہے۔ جو دریائے محبت میں غرق ہو۔ یا عالم غیب چشمہ رواں سے اسے روزی نصیب ہو۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! جو شخص محبت اور عشق کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ معشوق کا دروازہ اس وقت تک کھٹکھٹاتا رہتا ہے۔ جب تک اس کے قالب میں جان ہے۔ اس واسطے کہ شاید کسی وقت کھل جائے۔ اور کسی مرتبے کو پہنچ جائے۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! بنی اسرائیل میں ایک زاہد نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ آخر اس وقت کے پیغمبر کو حکم ہوا کہ فلاں زاہد کو کہہ دو کہ طاعت میں بے ہودہ تکلیف نہ اٹھاؤ ہمیں تمہاری عبادت منظور نہیں۔ جب پیغمبر وقت نے یہ پیغام دیا۔ تو زاہد رقص کرنے لگا۔ وجہ پوچھی تو کہا۔ گو میری طاعت قبول نہیں۔ تاہم شمار میں تو ہوں۔ اور مجھے یاد تو کیا ہے

پھر فرمایا۔ اے درویش! اس راہ میں صادق اور عاشق وہی ہے کہ عالم اسرار میں سے جو مصیبت وغیرہ اس پر نازل ہو۔ اس پر صبر کرے اور راضی رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں فرمایا ہے۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھے۔ جن سے خاص ہی حالت اور حیرت طاری ہوئی۔

گر تر رود اے دوست نگویم باکس سر یست مرا درون جان در عشقت

سریست عاشقان را در طاقت نہانی پوشیدہ دار از خود تا آں جا خجل زمانی

بعد ازاں فرمایا۔ اے درویش! صاحب سر میں ذاتی قوت اس قسم کی ہونی چاہیئے۔ جو سر حق اس پر نازل ہو۔ اسے محفوظ رکھ سکے۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ دوست کے اسرار خوبصورت ہیں اور خوبصورت عاشق کے ہی دل میں قرار پکڑتے ہیں۔ اس واسطے کہ جب یحییٰ معاذ رازی قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ آپ کو کبھی ہنستے یا بات کرتے نہیں دیکھا گیا۔ تو فرمایا کہ کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کے انوار اور اسرار میرے دل میں نہ ہوں۔ پس جس دل میں دوست کے اسرار و انوار ہوں۔ اسے ہنسی اور باتوں سے کیا واسطہ۔ پس! اے درویش! ہنسی اور بات چیت اسی روز ہوتی ہے۔ جب یہ حکم ہوتا ہے کہ وصل الحبیب الی الحبیب۔ یعنی دوست دوست سے جا ملا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب سے پوچھا گیا کہ آپ نے

کیا بات دیکھی جو حق تعالیٰ سے آشنائی کی فرمایا ایک روز میں بیٹھا تھا کہ محبت کا آئینہ میرے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ میں نے اس میں نگاہ کی۔ تو مجھے ایک صورت دکھائی دی جس پر میں شیفتہ ہو گیا۔ فریاد کر اٹھا۔ اور توبہ توبہ استغفار کی اور کہا کہ یہ نعمت مجھے عطا ہو۔ حکم ہوا کہ یہ نعمت تجھے دیتے ہیں۔ لیکن کسی پر ہمارا یہ بھید ظاہر نہ کرنا۔ تاکہ اور بھید کے لائق ہو سکے۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھی۔ جو جناب قاضی حمید الدین ناگوری کی زبان مبارک سے ایک مجلس میں سنی تھی۔

رُباعی

عشق تو مرا اسیر و حیران کردہ است در کوئے خرابات پریشاں کردہ است

با ایں ہمہ رنج و محنت آں دوست ببین اسرار تو در دلم پنہاں کردہ است

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! خواجہ حسن ابوالخیر خرقانی رحمۃ اللہ علیہ راستہ چل رہے تھے آپ کی مونچھیں بڑھ گئی تھیں۔ ایک نائی نے آپ سے کہا کہ لاؤ۔ آپ کی حجامت بنا دوں! آپ نے فرمایا۔ میرے پاس پیسہ نہیں۔ نائی نے کہا۔ پھر دے دینا۔ جب نائی نے حجامت بنائی۔ جس درخت کے تلے بیٹھے۔ اوپر کی طرف دیکھ کر عرض کی۔ یاالٰہی! میں کیا درخواست کروں خواجہ صاحب نے یہ بات ابھی کی ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے: وہ درخت ہلا اور زمین سرخ دیناروں سے پُر ہو گئی اور نائی حیران رہ گیا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جتنا اٹھا سکتے ہو۔ اٹھا لو! یہ کہہ کر وہاں سے چل دیئے۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! مردانِ خدا ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ ہر ایک درماندہ کو نعمت عطا کر کے وہاں سے چل دیتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک صاحب حال ہر روز صبح کو اٹھ کر فریاد کیا کرتا تھا کہ دوست کا عشق آ جائے۔ اور ہستی کا نام و نشان مٹا دے۔ ایک روز وہ اپنے عشق کی آگ سے جل ہی گیا۔ اور یگانہ ہو گیا۔ پس اے درویش! جہاں پر محبت آتی ہے۔ دوئی درمیان سے اٹھ جاتی ہے محبت کے معاملہ میں یگانہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ محبت کے وصال خانہ میں دخل پا سکیں۔ اگر ایسا نہ ہو گا

تو ہرگز ہرگز وخل نہیں پایا جائے گا۔
بعدازاں شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ مثنوی پڑھی۔ اور فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز سے مجلس میں سنی تھی۔ اور اب تک اس مثنوی کے ذوق میں ہوں ؎

تا نفس من ز عشق دوست زدم　　خاست از ما بسے دوئی جز دوست

بعدازاں غلبات شوق سے یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب مہتر یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے نکاح کیا۔ اور زلیخا نے مہتر یعقوب علیہ السلام کا دین قبول کیا۔ اور یاد حق میں مشغول ہوئی۔ تو ایک روز مہتر یوسف علیہ السلام زلیخا کا پیچھا کرتے تھے۔ اور آپ پیچھا چھڑاتی تھیں۔ اس وقت یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ ایک دن وہ تھا۔ تو میرا پیچھا کرتی تھی اور میں پیچھا چھڑاتا تھا۔ اور آج میں پیچھا کرتا ہوں۔ اور تو چھڑاتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ کہا۔ اے یوسف اس دن مجھے اللہ تعالیٰ کی آشنائی حاصل نہ تھی۔ اور اس کی پرستش سے دور تھی۔ تیرے سوا کسی سے آشنائی نہ تھی۔ میں سمجھتی تھی کہ بس تو ہی تو ہے۔ اس واسطے میں تیرا پیچھا کرتی تھی۔ لیکن اب میں نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا ہے۔ اور اس کی پرستش میں مشغول ہوں۔ اور مجاہدہ سے مشاہدہ تک پہنچ گئی ہوں۔ اور اس کی دوستی میرے دل میں قرار پکڑ گئی ہے۔ پس اے یوسف! اب تو تو اور لاکھ تجھ سے بہتر میری نگاہ میں نہیں۔ جب مجھے اللہ تعالیٰ سے الفت ہو گئی ہے۔ اب میں اس کے غیر سے الفت کروں۔ تو میں جھوٹی مدعی بنوں گی۔ نہ کہ اس کی محبت میں صادق۔

بعدازاں فرمایا کہ اے درویش! جب موسیٰ علیہ السلام نے رویت کی درخواست کی رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ۔ تو حکم ہوا کہ اے موسیٰ! یہ کیا گستاخی ہے۔ جو تو نے ہماری بارگاہ میں کی ہے۔ کیونکہ ہم نے وعدہ کر لیا ہے کہ جب تک محمد پیغمبر آخرالزمان اور ان کی امتیں جو میری محب ہیں۔ ہمارا دیدار نہ کریں گی۔ کوئی شخص ہمارا دیدار نہیں کر سکیگا۔ پس اے درویش! چونکہ مہتر موسیٰ علیہ السلام محبت حق کے شوق سے مالامال تھے۔ اس بات کو نہ سنا۔ اور دوسری مرتبہ پھر وہی درخواست کی۔ حکم ہوا کہ اے موسیٰ! ہم تجلی تو کریں گے۔ لیکن تو برداشت نہیں کر

سکے گا۔ عرش کی سکون کا حکم ہوا۔ اچھا کوہ طور پر جا کر بندوں کی طرح دوگانہ ادا کرو۔ اور دو زانو ہو کر باادب بیٹھو۔ تاکہ ہم تجلی کریں۔ جب ایسا کیا۔ اور ذرہ بھر نور سے تجلی کی۔ تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور آپ تین دن تک بے ہوش پڑے رہے۔ پھر آواز آئی (خر موسیٰ صعقاً) اے موسیٰ! کیا ہم نہیں کہتے تھے کہ تو نور کی طاقت کو برداشت نہیں کر سکے گا۔ پھر یہ فرمان ہوا۔ اے موسیٰ! تو ہماری ذرہ بھر تجلی سے بے ہوش ہو گیا۔ اور ہمارا بھید ظاہر کر دیا۔ میرے ایسے بندے بھی ہوں گے جو آخرالزماں میں پیدا ہوں گے۔ اور امت محمدیؐ میں ہوں گے۔ جن پر ہر روز ہزار مرتبہ تجلی کروں گا۔ پھر بھی وہ ذرہ بھر تجاوز نہیں کریں گے بلکہ اَنَا مُشْتَاقٌ اِلَی الْحَبِیْبِ کی فریاد کریں گے۔

پھر فرمایا۔ عشق کی آگ ایسی ہے جو درویش کے دل کے سوا اور کہیں قرار نہیں پکڑتی اگر صاحب ذکر اپنے سینے سے ایک آہ نکالے۔ تو شرق سے غرب تک جو کچھ ہے سب کو جلا کر ملیا میٹ کر دے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ اے درویش! جو مہتر موسیٰ علیہ السلام پر انوار کی تجلی ہوئی۔ تو عشق سے مشرف ہوئے۔

پھر فرمایا۔ جب نور عشق سے آپ جلنے لگے۔ تو سونے چاندی کی اوٹ کی۔ وہ بھی نہ رہی اور جل گئیں۔ پھر حکم ہوا کہ اے موسیٰ! اگر لاکھ پردے بھی کرے گا۔ تو بھی نہیں رہیں گے ہاں! اگر بچنا ہے۔ تو کسی گودڑی پوش کا خرقہ مانگ کر اس کا برقعہ بنا۔ البتہ وہ نہیں جلے گا جب آپ نے اسی طرح کیا۔ تو اس خرقہ کا تار بھی نہ جلا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ اے درویش! واضح رہے کہ درویش اور جو کچھ اس کے وجود میں ہے۔ وہ سب کچھ تجلی ہی کے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ پس جو حقیقت ہے۔ وہ کس طرح جل سکتی ہے۔ نیز فرمایا کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ درویشوں کو عشق کی خاک اور انوار تجلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا۔ اے درویش! زاد السمتین میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و قدرت سے اہل عشق کو عالم موجودات میں پیدا کرنا چاہا۔ تو زمین کا ایک ایسا قطعہ تھا جس کی طرف شوق و اشتیاق انوار تجلی

اور اسرار عشق کی نگاہ سے دیکھا۔ وہ قطعہ جلنے لگا۔ اور ابتدا ہی میں عالم سکر میں پڑ کر فریاد کرنے لگا۔ "اَنَا الْمُشْتَاقُ فِی لِقَاءِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" دونوں جہان کے پروردگار کے دیدار کا مشتاق ہوں۔ پھر اس زمین سے اہل عشق پیدا کیے گئے۔ درویشوں کو جو ولولہ ابتدا سے لے کر انتہا تک رہتا ہے۔ اور دریائے محبت میں غرق رہتے ہیں۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ ایک عاشق حق مناجات میں کہا کرتا تھا۔ اے پروردگار! اگر تو قیامت کے دن مجھے جلائے گا۔ یا دوزخ میں بھیجے گا۔ تو مجھے تیرے جلال اور عزت کی قسم! کہ دوزخ کے دروازے پر سینے سے ایک ایسی آہ نکالوں گا جو دوزخ کی ساری آگ کو نگل جائے گی۔ ورنا چیز کر دے گی اس سے پوچھا گیا۔ اے خواجہ! یہ تو کیسی بات کہتا ہے؟ دوزخ کی آگ کس طرح نگلی جا سکتی ہے؟ فرمایا۔ اس واسطے کہ اگر آتش محبت کے بالمقابل دوزخ کی سی لاکھوں آگیں جلائی جائیں۔ تو جب صاحب عشق اپنے سینے کی آہ نکالے گا۔ تو سب کو نابود کر دے گا۔ اسی واسطے محبت کی آگ سے بڑھ کر تیز آگ اور کوئی نہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! درویش کے سینے میں اس قسم کی آگ رکھی گئی ہے کہ خدانخواستہ اگر ایک شعلہ اس کا نکل جائے۔ تو عرش سے تحت الثریٰ تک سب کچھ جلا کر راکھ کر دے۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ مصرعہ پڑھا۔

مصرعہ

در سینۂ عاشقاں ہمہ درد نہند

آپ بار بار اس مصرعہ کو پڑھتے۔ اور بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش میں آتے تو فرماتے کہ تین وقت میں رحمت نازل ہوتی ہے۔ اوّل۔ سماع کے وقت اہل سماع پر رحمت نازل ہوتی ہے۔ دوسرے درویشوں کے ماجرائے کے وقت۔ تیسرے۔ جب کہ عاشق انوار تجلی کے عالم میں مستغرق ہوتے ہیں۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اور خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہم سماع کی ایک مجلس میں تھے۔ ایک رات دن رقص کرتے رہے۔ لیکن نماز کے وقت نماز ادا کر لیتے۔ اسی اثنا میں انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اڑنا شروع کر دیا وہاں بھی رقص ہی کرتے رہے۔ جس قصیدے سے وجد ہوا۔ وہ یہ ہے۔

ابیاتؒ

من آن ہیم کہ زعشق تو پائے پس آرم | اگر بہ تیغ کشندم در تو نگزارم
بپرس از شب ہجران چگونہ میگزرد | مبادا ہیچ کسے را قوی است دشوارم
من از جمال تو اے سرو باغ نادیدم | ہوس نشد کہ گہے دل رود بگلزارم
اگر دہند بعوض دا بہشت با ہمہ چیز | بحبہ نخرم من کہ مست دیدارم

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں ایک صاحب حالت درویش کے پاس گیا۔ جو عام شوق و اشتیاق میں تھا۔ درد اور حال کی وجہ سے ہر بار سر سجدے میں رکھتا۔ اور پھر اٹھ کر کھڑا ہوتا۔ اور یہ شعر پڑھتا ؎

جان دہم از برائے جانانِ من | گر بود صد ہزار جان در تن

میں گنتا گیا۔ تقریباً ہزار مرتبہ اس نے ایسا کیا۔ ہر مرتبہ بے ہوش ہو جاتا۔ اور سر سجدے میں رکھتا تھا۔ جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کیے۔ تو اندر چلے گئے۔ میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؕ

فصل دوم

سخن در احوال متعبداں و درویشاں صاحب حال افتادہ بود

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو درویش کمال الدین۔ حاکم اجودھن اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے جو خانہ کعبہ کی زیارت سے آ رہے تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ متعبداں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ جن کا ظاہر و باطن حق سے آراستہ ہو۔ اور کسی قسم کا ریا۔ حسد۔ بغض اور کھوٹ ان کے ظاہر و باطن میں نہ ہو۔ جو طاعت کریں۔ خالص اللہ تعالیٰ کی خاطر کریں۔ نہ کہ خلقت کو دکھانے کے لئے۔ کیونکہ جو متعبد ظاہر میں عبادت کرے۔ اور باطن اس کا خراب ہو۔ اس کی ہر ایک عبادت لپیٹ کر اس کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ بلکہ راہ سلوک میں تو اس بات کا بھی ڈر ہے کہ کہیں اس کے ایمان میں خلل نہ آ جائے۔ نعوذ باللہ منہا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! بعض متعبد ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا ظاہر آراستہ ہوتا ہے اور ظاہر میں خلقت کو دکھانے کے لئے بہت عبادت کرتے ہیں۔ لیکن باطن میں اس یار کی طرف نہیں ہوتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! متعبدوں کی چار قسمیں ہیں۔ اول:۔ وہ جن کا ظاہر طاعت سے آراستہ ہوتا ہے لیکن باطن خراب ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جن کا ظاہر خراب لیکن باطن آراستہ ہوتا ہے۔ تیسرے:۔ وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں خراب۔ چوتھے وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش سنو! جن کا ظاہر طاعت سے آراستہ ہے۔ لیکن باطن خراب ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں۔ جو لوگوں کے دکھاوے کی خاطر بہت عبادت کرتے ہیں۔ اور وہ انہیں عزیز جانتے ہیں۔ اور ان کا دل دنیا میں مشغول ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد نے پانسو سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جب وہ مر گیا۔ تو اسے خواب میں دیکھا کہ آگ کے طوق اس کے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں اور آگ کی بیڑیاں اس کے پاؤں میں پہنائی ہوئی ہیں۔ اور اس کے گرداگرد تمام آگ ہی آگ جل رہی ہے۔ اور فرشتے گرزیں مارتے ہیں۔ اور وہ توبہ توبہ پکار رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو تو زاہد تھا۔ اور پانسو سال تو نے عبادت بھی کی۔ پھر تیری یہ حالت کیوں ہے تو اس نے کہا۔ اے مسلمانو! جو عبادت میں کرتا تھا سب دکھلاوے کی تھی۔ محض خلقت کو دکھانے کی خاطر کیا کرتا تھا۔ باطن میں دنیا میں مشغول تھا۔ اس لئے وہ ساری طاعت میرے منہ پر ماری گئی۔ اور حکم ہوا کہ زاہد سخت عذاب کے لائق ہے۔ اسے عذاب کرو۔

شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! دوسرا گروہ وہ جن کا باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہوتا ہے۔ وہ مجانین یعنی دیوانے ہیں۔ جو باطن میں حق تعالیٰ میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور ظاہر میں ان کے پاس کوئی سروسامان نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! کہ دیوانے لوگ حق تعالیٰ کی یاد میں اس طرح مشغول ہوتے ہیں۔ کہ کسی کو ان کے حال کی خبر نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کا ظاہر خراب رہتا ہے۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! ایک مرتبہ میں نے ایسے دیوانے کو دیکھا۔ جو ساٹھ سال سے جنون کی حالت میں تھا۔ اور اس طرح یاد حق میں مشغول تھا کہ نور چمکتا تھا مگر اسے اس نور کی روشنی کی خبر نہ تھی۔ چنانچہ ایک رات اسے خلوت میں میں نے تلاوت میں مشغول دیکھا۔ اس وقت اس سے ایسا نور نکل رہا تھا جس کی روشنی عرش سے لے کر حجابِ عظمت تک جاتی تھی میں آگے بڑھا۔ تاکہ اس نعمت سے مجھے بھی کچھ مل جائے۔ جونہی میرے پاؤں کی آہٹ سنی۔ مڑ کر دیکھا۔ اور کہا۔ اے درویش! چونکہ تو نے ہمارا بھید لیا ہے۔ اب بہتر یہی ہے کہ اسے فاش نہ کرے۔ یہ کہا۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! چونکہ میرا بھید تو نے ظاہر کر دیا ہے۔ اب میرے لئے یہاں رہنے کی جگہ نہیں۔ ابھی یہ بات پورے طور پر کہنے نہ پایا تھا کہ جان خدا کے حوالے کی۔

بعد ازاں فرمایا۔ اے درویش! جن لوگوں کا ظاہر و باطن خراب ہے۔ وہ عوام الناس

ہیں جنہیں طاعت وغیرہ کی کچھ خبر نہیں۔ لیکن جن کا ظاہر و باطن آراستہ ہے۔ وہ مشائخ ہیں اگر اتفاق سے ان سے کچھ طاعت وریا کے طور پر ظاہر ہو جائے۔ تو اپنے تئیں اس وقت تک مجاہدہ میں رکھتے ہیں۔ جب تک کہ اس ریا سے بری نہ ہو جائیں۔

پھر فرمایا کہ مشائخ وہ لوگ ہیں۔ جن کو جس وقت حالت ہوتی ہے۔ اگر اس وقت تلوار کے لاکھوں وار کیے جائیں۔ یا ذرہ ذرہ کر دیئے جائیں۔ تو انہیں مطلق خبر نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی شخص کسی درویش کے پاس آیا۔ اور آداب بجا لا کر التماس کی کہ جس وقت آپ کو حق تعالیٰ کی محبت میں حالت پیدا ہو۔ اس وقت مجھے بھی یاد کرنا۔ درویش نے مسکرا کر کہا۔ صاحب! اس وقت اور اس حالت پر صد افسوس۔ جب کہ میں حالت میں ہوں اور تو مجھے یاد آئے۔ تاکہ میں خدا کو چھوڑ کر تیری یاد میں ہوں۔

پھر فرمایا کہ کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۔ یعنی دنیا میں لوگ جو کچھ کر رہے ہیں۔ قیامت کے دن یہی اعضاء گواہی دیں گے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! درویشوں نے دنیا ہی میں بحالت زندگی اپنے تئیں مردہ بنایا ہے۔ اور اپنے تئیں تمام چیزوں سے باز رکھا ہے۔ ہاتھوں کو چھوٹا کر لیا ہے۔ تاکہ نہ لینے کے قابل جو چیز ہے۔ وہ نہ لیں اور زبان کو گونگا بنا لیا ہے۔ تاکہ نہ کہنے والی بات نہ کہی جائے۔ اور پاؤں کو لنگڑا کر لیا ہے۔ تاکہ جہاں پر جانا مناسب نہیں وہاں نہ جائیں۔ پس جو لوگ اس قسم کے ہیں۔ وہ واقعی مقام قرب کو پہنچ چکے ہیں۔ اور انشاء اللہ قیامت کے عذاب سے نجات پائیں گے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بغداد میں ایک درویش کو دیکھا۔ جو ازحد یاد الٰہی میں مشغول اور صاحب نعمت تھا۔ ایک دفعہ وہ جمعہ کی نماز پڑھ کر جو باہر نکلا۔ تو اس کی نگاہ ایک عورت پر پڑی۔ فوراً دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو ڈھانپ لیا۔ اور یا غفور یا غفور! کہنے لگا الغرض جب گھر آیا۔ تو دعا کی کہ پروردگار! جن آنکھوں نے تجھے دیکھا ہو۔ انہیں غیر کو نہ دیکھنے دے۔ ابھی یہ بات پورے طور پر کہنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ دونوں آنکھوں سے

اندھا ہو گیا۔ اور اس بات کے شکرانے میں دو رکعت نماز ادا کر کے بیٹھ گیا جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ دوست کے بغیر کسی اور کو دیکھنا سخت کوتاہ نظری ہے۔ بعد ازاں یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

چشمے کہ در رُخِ تو بیندہ و مدار جز در جمالِ تو کہ دگر سو نظر کند

بعد ازاں چند روز گزرنے پائے تھے کہ اس درویش نے ایسی بات سنی جو سننے کے قابل نہ تھی۔ تو اس نے دونوں انگلیوں کو کانوں میں دے کر کہا۔ اے پروردگار! وہ کان جو تیرے نام کے سوا اور کچھ سنے۔ بہرا ہو جائے۔ تو بہتر ہے۔ فوراً دونوں کانوں سے بہرا ہو گیا۔

بعد ازاں اٹھ کر تازہ وضو کیا۔ اور دوگانہ ادا کیا اور فرمایا۔ اب اُمید ہے کہ میں دنیا سے ایمان سلامت لے جاؤں گا۔ کیونکہ مجھ سے یہ دونوں چیزیں لے لی گئی ہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

گوشے کہ جز بنام تو اے دوست بشنو کز باد چوں بر سخنے گوش بر کند

جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت ختم کی۔ تو زار زار روئے۔ اور یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

چہ نکو بود وقت مردن اگر سلامت برم رخت ایمان بگور

آپ بار بار یہ شعر پڑھتے۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہتے۔ اے پروردگار! میری خواہش یہ ہے کہ جہان سے ایمان سلامت لے جاؤں!

پھر فرمایا۔ اے درویش! اگر لوگ ایمان سلامت لے جائیں۔ تو سمجھو کہ انہوں نے کچھ کام کیا ہے۔

پھر فرمایا کہ امام احمد حنبل کو سوائے جان کنی کے وقت کے کبھی ہنستے نہ دیکھا گیا تھا وہ بھی اس طرح کہ اس وقت ابلیس لعین آپ کے پاس کھڑا ہوا افسوس کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اے امام احمد حنبل! تو نے اپنا ایمان میرے ہاتھ سے بہت عمدہ طور سے بچایا۔ اس واسطے امام صاحب اس بات پر ہنسے اور فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بار نے

* ایمان نور سلامت ساتھ لے جانا موجب نجات ہے

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں اور میرے بھائی مولانا بہاؤالدین ذکریا ایک ہی جگہ بیٹھے تھے اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ تو کچھ دیر بعد میرے بھائی مولانا بہاؤالدین ذکریا اٹھ کر ہائے ہائے کر کے رونے لگے۔ اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا۔ میں نے پوچھا۔ یہ کیا حالت ہے؟ فرمایا۔ اٹھ کر دیکھو! جب میں نے دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ بغداد کے دروازے سے شیخ سعدالدین حمویہ کا جنازہ نکال کر جامع مسجد کے پاس نماز جنازہ ادا کر رہے ہیں۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! ایک مرتبہ میں لاہور کی حد میں بطور مسافر وارد تھا۔ وہاں پر ایک درویش صاحب اسرار و کشف کھیتی باڑی پر گزارہ کیا کرتا تھا۔ اور کوئی کارکن اس سے زمین کا محصول وغیرہ نہ لیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہاں کا حاکم کوئی بےپیر شخص مقرر ہو کر آیا۔ جس نے اس سے محصول مانگا۔ اور کہا کہ تو اتنے سال سے مفت پیداوار کھا رہا ہے۔ یا محصول ادا کر یا کوئی کرامت دکھا۔ درویش نے کہا۔ میں مسکین آدمی ہوں۔ مجھے کرامت سے کیا واسطہ؟ مگر اس حاکم نے ایک نہ مانی اور اسی بات پر اڑا رہا۔ آخر درویش نے تنگ آ کر تھوڑی دیر سوچ کر کہا اچھا۔ تو کیا کرامت دیکھنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا اگر تجھ میں کرامت ہے۔ تو پانی پر چل۔ درویش پانی پر پاؤں رکھ کر پار ہو گیا۔ جیسے کوئی خشکی پر چلتا ہے۔ پار جا کر کشتی مانگی۔ تاکہ واپس آ جائے لوگوں نے کہا۔ اسی طرح واپس کیوں نہیں آ جاتے؟ کہا۔ اس واسطے کہ نفس میں غرور نہ آ جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جس روز ملجم بدبخت نے امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کی ہلاکت کے ارادے سے آنجناب کا پیچھا کیا۔ تو آنجناب ایک گاؤں سے گزر کر پانی کے کنارے آئے۔ اور گورستان کی طرف منہ کر کے۔ جو وہاں سے قریب ہی تھا ایک کے نام آواز دی کہ اے فلاں ابن فلاں! قبر سے آواز آئی۔ لبیک یا علی! پوچھا۔ گھاٹ پایاب کس طرف ہے؟ کہا۔ جہاں آپ کھڑے ہیں! آپ قدم رکھ کر پار ہوئے۔ ملجم نے آکر پوچھا کہ آپ کو مردے کا نام اور اس سے

باپ کا نام تو معلوم ہو گیا لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ پانی پایاب کہاں ہے؟ فرمایا۔ جانتا تو تھا لیکن اس واسطے پوچھا کہ نفس بے باک نہ ہو جائے۔ اور شوخ نہ ہو جائے۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جب کوئی دوست کے اسرار سے مالا مال ہوتا ہے۔ اس وقت اگر اس کی زبان سے کوئی بات نکل بھی جائے تو کوئی عیب کی بات نہیں۔ کیونکہ جب جگہ ہی نہ رہے۔ تو پھر وہ اسے کہاں رکھے یہ تو کاملوں کی حالت ہے۔ لیکن وہ شخص جو ابتدا ہی میں اپنے اسرار غلبات شوق کی وجہ سے ظاہر کر دے۔ وہ البتہ خام کاری کرتا ہے۔ کیونکہ جہاں تک نگہداشت کی حد ہے۔ وہاں تک تو اسے محفوظ رکھنا چاہیئے۔ لیکن ہاں! جب زیادہ ہو جائیں۔ اور کچھ ظاہر کر دے۔ تو بعض اہلِ سلوک اسے معاف کرتے ہیں۔ اگر کرے تو جائز ہے۔

پھر فرمایا کہ مومنوں کے دل پاکیزہ زمین کی طرح ہیں۔ اگر محبت کا بیج اس میں بو یا جائے۔ تو اس سے طرح طرح کی نعمتیں پیدا ہوں گی۔ پس اس سے تو اوروں کو بھی حصّہ دے سکتا ہے۔ اور تیرے لیئے کافی ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب تک تو سانپ کی طرح کینچلی نہ اتارے گا کبھی محبتِ حق کا دعوٰی تجھ سے صادق نہیں آئے گا۔

پھر فرمایا کہ کامل حال درویش وہ ہیں۔ جنہیں کسی اور کی حاجت نہیں۔ بلکہ اسرارِ نعمت سے جوان ہیں سب۔ آنے والوں کو حصّہ دیتے ہیں۔ اور ان کا مدعا پورا کر کے لوٹاتے ہیں۔ لیکن کوئی درویشی کا دعوٰی کرے۔ اور بادشاہوں اور امراء کے پاس روپے پیسے کی خاطر آئے۔ تاکہ اپنی ضروریات مہیا کر سکے۔ تو سمجھ لو کہ اسے نعمت حاصل نہیں۔ اگر اسے کچھ حاصل ہوتا۔ تو کبھی مخلوق کے دروازے پر نہ جاتا۔ اور کسی سے توقع نہ رکھتا۔ جہاں پر درویشی کا قدم آتا ہے۔ وہاں پر کسی کا گزر نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ درویشوں پر خود نعمت کا دروازہ کھلا ہوتا ہے اور سلطنت کا خزانہ درویشوں کے سپرد ہوتا ہے۔ تاکہ جیسے چاہیں۔ درویشوں کی معاش

کی خاطر خرچ کریں۔ پس انہیں دوسرے کی احتیاج ہی کیا ہے۔
پھر فرمایا کہ جب درویشوں کو حالت ہوتی ہے۔ تو عرش سے لے کر فرش کی ساری چیزیں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں۔ اور ہر چیز جو حق سے نازل ہوتی ہے۔ اس میں وہ بھی پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس طرح اولیاء میں احوال ہوتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء میں بھی تھے۔
پھر فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری اپنی تواریخ میں لکھتے ہیں کہ درویش کے احوال محبتِ حق کی زیادتی کے سبب شوق میں ہیں۔ جب درویشوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہوتی ہے۔ تو تجلّی دوست کے نور میں اس قدر محو ہوتے ہیں کہ کسی مخلوق کو یاد نہیں کرتے۔ پھر یہ شعر پڑھ کر بیہوش ہو گئے۔

ہر لحظہ کہ در شوقِ خیالِ تو شوم غرق   جز روئے تو در پیش نظر جلوہ گرے نیست

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ امام محمد ظاہر غزالی اپنی تواریخ میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت ہوئی تو مدینے کے باہر ایک باغ میں تشریف لائے۔ جس میں ایک کنواں تھا۔ اس میں اپنے پائے مبارک لٹکا کر بیٹھ گئے۔ اور عالم احوال میں متحیر تھے۔ ابو موسیٰ اشعری آنحضرت کے ہمراہ تھے۔ انہیں فرمایا کہ صحابہ میں سے اگر کوئی آئے۔ تو بغیر میری اجازت اندر نہ آنے دینا۔ جب امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق اور امیر المؤمنین حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے۔ اور ابو موسیٰ اشعری نے اطلاع کی۔ فرمایا۔ آنے دو! جب اندر آئے۔ تو حکم ہوا کہ میری دائیں طرف اسی طرح بیٹھ جاؤ! پھر امیر المؤمنین عثمان اور امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہٗ آئے۔ اطلاع ہونے پر اندر آنے کی اجازت ملی۔ اور حکم ہوا کہ بائیں طرف اسی طرح بیٹھ جاؤ! دیر تک بیٹھے رہے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے احوال میں بیٹھے رہے۔ پھر فرمایا کہ اے یارو! جس طرح زندگی میں ہم بیٹھے ہیں۔ اسی طرح وفات کے بعد بھی ایک ہی جگہ ہوں گے۔ اور اسی طرح ہمارا حشر ہوگا۔ اور بہشت میں بھی ایک ہی جگہ ہوں گے صحابہ کرام

اٹھ کر آداب بجالاتے اور شکریہ ادا کیا۔
بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت بہشت میری نظر میں ہے۔ اس میں مجھے ایک محل دکھائی دے رہا ہے۔ جو یاقوت کے ایک ہی دانے سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ چار اور محل بھی ہیں۔ جب میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کے ہیں۔ تو حکم ہوا کہ ایک آپ کے لیے۔ اور چار آپ کے یاروں کے لیے۔ تو میں مارے خوشی کے پھولا نہ سمایا اور پھر یہ بات نہیں کہی کہ ہم ہر وقت اکٹھے ہی رہیں گے۔
بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ احوال ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جبکہ کوئی صاحب حال کسی چیز میں محو ہوتا ہے۔ تو اسی حالت میں مستغرق ہوتا ہے۔
پھر فرمایا کہ جب میں اسرار دوست کے کسی بحر میں یعنی احوال میں مستغرق ہوتا اس وقت ضرور دوست کی کوئی نہ کوئی بات مجھ پر کشف ہوتی۔ جب یہ بات میرے بھائی بہاؤ الدین ذکریا نے سنی۔ تو ناپسند فرمائی۔ فوراً میری طرف دیکھا کہ اے درویش! یہ کیا نادانی کر رہے ہو کہ اسرار حق ظاہر کر رہے ہو۔ اور یہ بات اہل اسرار کے لیے ٹھیک نہیں۔ میں نے لکھا کہ بھائی جان! کام گفتگو سے گزر گیا۔ اور میرا سینہ اسرار دوست سے پُر ہو گیا تھا۔ جس میں ذرہ بھر جگہ خالی نہیں رہی تھی کہ اس میں سما سکے۔ اب چونکہ گنجائش نہیں رہی۔ اس لیے عالم انوار سے جو اسرار دوست متجلی ہوتے ہیں۔ وہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور رحجابات کی وجہ سے گر جاتے ہیں۔ پس اے بھائی! میں تو بہتیرا چاہتا ہوں کہ محفوظ رکھوں اور ذرہ بھر بھی ظاہر نہ کروں لیکن مجھ سے ہو نہیں سکتا۔ اب کہو کہ کس طرح کروں؟ جب یہ خط آپ کی خدمت میں پہنچا۔ تو سر جھکا لیا۔ اور فرمایا کہ ہمارے یار نے اپنا کام انجام تک پہنچا لیا ہے۔ یہ حکایت ختم کرتے ہی شیخ الاسلام نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ دو دن رات یہی حالت رہی۔ مصلے پر پڑے رہے۔ اپنے آپ کی بالکل خبر نہ تھی۔ بعد ازاں جب ہوش میں آئے۔ تو کھڑے ہو کر آسمان کی طرف رخ کیا۔ اور یہ شعر پڑھے

رباعی

آنانکہ در ہوائے تو شیدا نشستہ اند　　از جملہ کس بریدہ و تنہا نشستہ اند
خود را خدائے نام بنہادہ و دست گفتہ اند　　اے عاشقاں کہ بر تو شیدا نشستہ اند
در عالم تفکر بر دل نہادہ اند
گاہے فتادہ و گہ بر پا نشستہ اند

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ کوئی شخص ملتان سے آیا۔ اور اس نے کہا کہ میں شیخ بہاؤ الدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا۔ ایک مرتبہ جب آپ کو نجات ہوئی۔ تو اپنی خانقاہ سے نکل سوار ہو کر ملتان بھر میں پھرے اور ڈونڈی پٹوا دی کہ جو شخص آج بہاؤ الدین کا چہرہ دیکھے گا۔ میں ضامن ہوں کہ قیامت کے دن اسے دوزخ میں نہیں لے جایا جائے گا جوق در جوق مسلمان آ کر آپ کا دیدار کرتے۔ اور آپ قسم کھا کر فرماتے کہ قیامت کے دن تم دوزخ میں نہیں جاؤ گے۔ کیونکہ مجھے کہا گیا ہے کہ اے بہاؤ الدین جو آج تیرا دیدار کرے گا۔ قیامت کے دن ہم اسے دوزخ میں نہیں بھیجیں گے۔ جونہی اس شخص نے یہ حکایت ختم کی۔ مجھ پر حالت طاری ہوئی۔ اور کہا۔ اے درویش! اگر بہاؤ الدین سے یہ بات کہی ہے کہ جو شخص آج میرا دیدار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں نہیں بھیجے گا۔ اب میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دنیا میں جس مسلمان نے میری بیعت کی ہوگی۔ یا مجھ سے مصافحہ کیا ہوگا۔ یا میرے فرزندوں کا ہاتھ پکڑا ہوگا۔ یا میرے مریدوں کی بیعت کی ہوگی یا میرے خانوادہ میں بیعت کی ہوگی۔ وہ ہرگز ہرگز دوزخ میں نہیں جائیگا اس واسطے کہ میرے پیر قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک دفعہ فرمایا کہ اے فرید! حق تعالیٰ نے مجھے یہ درجہ عنایت فرمایا ہے کہ جو شخص تیرا یا تیرے فرزندوں یا تیرے مریدوں کا مرید ہوگا۔ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ وہ بالعزور بہشت میں جائے گا۔ نیز مجھے بھی ہزار مرتبہ یہ آواز آ چکی ہے۔ کہ فرید اجودھنی نیک بخت بندہ ہے۔ جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت ختم کی۔ تو عالم تحیر میں کھڑے

ہو گئے۔ میں پاس تھا۔ سات دن رات تک اسی عالم تحیر میں مشغول رہے۔ کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ جب عالم صحو میں آئے۔ تو طاعت میں مشغول ہوئے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؎

فصل سوم

سخن در ذکر رزق وغیرہ افتادہ بود

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت رزق کے بارے میں گفتگو شروع رہی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! شریعت اور طریقت میں صادق بندہ وہ ہے۔ جو روزی سے دل نہ لگائے۔ بلکہ فراغ دلی سے اپنے مولا کی طاعت میں مشغول رہے۔ اور درحقیقت جان لے کہ جو کچھ میرے مقدر میں ہے۔ مجھے مل کر رہے گا۔ اس سے کچھ ذرہ بھر کبھی کم نہ ہوگا۔ پس اے درویش! اگر سالہا سال تو مارا مارا پھرے تو جو رزق تیری قسمت میں لکھا جا چکا ہے۔ وہ بغیر تیری کوشش اور طلب کے تجھے مل جائے گا۔ اور اگر تو زیادہ چاہے۔ تو ایک ذرہ بھی نہیں ملے گا۔ اے درویش! فقر کی راہ میں ثابت قدم وہ ہے۔ جو روزی سے دل نہ لگائے کہ آج تو میں نے کھا لیا ہے کل کیا کھاؤں گا۔ ایسے شخصوں کو اصحاب طریقت بد دین اور بد دیانت کہتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اہل سلوک لکھتے ہیں کہ جس طرح موت انسان کو ڈھونڈتی رہتی ہے۔ اور اس کے کندھے پر لکھی ہے۔ اسی طرح رزق بھی لکھا ہوا ہے۔ اور وہ انسان کو ڈھونڈھتا ہے۔ جہاں کہیں آدمی جاتا ہے۔ رزق اس کے ہمراہ جاتا ہے۔ اگر بیٹھتا ہے۔ تو رزق بھی اس کے پاس ہی بیٹھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! بےغم رہ۔ کیونکہ تیرا رزق تیرے کندھے پر لکھا ہے۔ تو فراغدلی

سے اللہ تعالیٰ کے کام میں مشغول ہو۔ کیونکہ جو تیرا مقسوم ہے۔ وہ ضرور بالضرور تجھے مل کر رہے گا۔

پھر فرمایا کہ تو مولیٰ کا طالب بن تاکہ جو کچھ مولیٰ کے ملک میں ہے۔ وہ تیری طلب کرے۔ اس واسطے کہ آثار اولیاء میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ جب کوئی مسلمان دنیا طلب کرتا ہے۔ تو ہرگز اس کے پاس نہیں پھٹکتی۔ اور اس سے اس طرح بھاگتی ہے۔ جیسے مسلمان مردار سے۔ اور جو شخص مولا کی طلب میں ہوتا ہے۔ اور دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ تو دنیا بزاراً رزو سے اس کے پیچھے پڑتی ہے۔ اور وہ اسے آنکھ اٹھا کر کبھی نہیں دیکھتا۔ بلکہ اس سے اس طرح بھاگتا ہے۔ جیسے مسلمان مردار سے۔

پھر فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَۃِ یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ تو اس سے مطلب ہے کہ اس میں صدقہ، زکوٰۃ اور سخاوت کرے۔ اور آئندہ کے لئے کچھ بوے تاکہ پھل اٹھا سکے۔ کیونکہ دنیا میں صدقے اور سخاوت سے بڑھ کر کوئی کام نہیں۔ جس نے اپنا کام نکالا ہے سخاوت اور صدقے سے نکالا ہے۔

پھر فرمایا کہ جتنے متوکل ہیں۔ انہیں رزق وغیرہ کا نہ غم ہے۔ نہ اندیشہ۔ اس واسطے کہ جو کچھ مقسوم میں ہے۔ وہ مل کر ہی رہے گا۔ پھر اندیشہ کرنے کا فائدہ ہی کیا۔

پھر فرمایا کہ اہل سلوک میں سے دیکھتے ہیں۔ کہ رزق کے لئے اندوہگین ہے درویش کو حکم کرتے ہیں۔ کہ اس کی گردن پکڑ کر خانقاہ سے نکال دو۔ کیونکہ وہ بد اعتقاد درویش ہے اور اسے صدق نہیں۔

پھر فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ کی زبانی سنا ہے کہ یہ بھی ایک کبیرہ گناہ ہے۔ کہ انسان رزق کے لئے غمگین ہو کہ آج تو کھا لیا۔ کل شاید ملیگا یا نہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر سو سال بھی مارا مارا پھرے۔ اور مقسوم سے بڑھ کر رزق طلب کرے۔ تو مقدار سے زیادہ ذرہ بھر بھی تجھے نہیں ملے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک شخص کئی سال تک روزگار کے لئے مارا مارا پھرا۔ ایک شہر سے دوسرے

میں جاتا۔ ایک مقام سے دوسرے مقام میں لیکن جو اس کی روزی تھی۔ اس سے ذرہ بھر بھی زیادہ نہ ہوئی۔ چنانچہ جب وہ شخص واپس آیا تو پہلے کی نسبت بھی بری حالت تھی۔ لوگوں نے پوچھا کیا حالت ہے۔ تو کہا کہ ملا تو نہیں تو اس واسطے گیا تھا کہ رزق زیادہ ہو جائے گا لیکن جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے۔ اس سے ذرہ بھر بھی زیادہ نہیں ہوا۔ پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

گر کشی صد ہزار رنج و مشقت نخوری بیش از آنکہ روزی تست

جونہی شیخ الاسلام نے یہ شعر پڑھا۔ ایک عزیز نے عرض کی کہ اگر حکم ہو۔ تو مجھے یاد ہے۔ عرض کروں؟ فرمایا۔ پڑھو! اس نے یہ شعر پڑھے ؎

بہ شغل جہاں رنج بردن چہ سود کہ روزی بکوشش نباید فزود
بدنبال روزی چہ باید دوید تو بنشیں کہ روزی خود آید پدید

پھر فرمایا کہ اے درویش اگر رزق کی زیادتی کے لئے سو سال سے بھی کوشش کرتا ہے۔ تو ذرہ بھر بھی زیادہ نہ ہوگا پس ہر حال اور کام میں صادق ہونا چاہئے۔ بعض نادان جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اس شہر سے باہر جاتے ہیں۔ شاید رزق زیادہ ہو جائے۔ شاید رزق زیادہ ہو رہا ہے۔ یہ بھی کبیرہ گناہ ہے۔ اور ان کی بے صدقی ہے۔ جو اس قسم کا خیال کرتے ہیں۔ یہ برا خیال ان کو پریشان رکھتا ہے۔ پس اے درویش! جہاں تو جائے گا پروردگار تو وہی ہے۔ وہ تو نہیں بدل جائے گا۔ جو کچھ اس نے لکھ رکھا ہے۔ وہ تجھے پہنچا دے گا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص نے روزگار سے تنگ آ کر شہر کو چھوڑنا چاہا۔ جب ایک بزرگ سے وداع ہونے کو گیا۔ تو اس نے پوچھا۔ کہاں اور کیوں؟ جاتے ہو۔ کہا اس شہر کو چھوڑتا ہوں۔ شاید روزگار میں بہتری ہو جائے۔ اس بزرگ نے کہا۔ اچھا! اس شہر کے خدا کو میرا سلام کہنا۔ وہ حیران رہ گیا۔ اور پوچھا کہ کیا وہاں کا خدا کوئی اور ہے؟ خدا تو ایک ہی ہے۔

اس بزرگ نے کہا۔ اے نادان! جب تو اتنا جانتا ہے کہ خدا ہر جگہ ایک ہے۔ تو کیا اتنا بھی نہیں جانتا کہ اس شہر میں اور اس شہر میں تیرا مقدر ایک ہی ہے۔ جا! فراخ دلی سے طاعت الٰہی میں مشغول ہو۔ پھر دیکھ۔ کہ تجھے کیا کیا نعمتیں ملتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک درویش ایک مرتبہ ایک دا عمل کے ہاں بارہ روز تک فاقہ رہا۔ آخر بچوں نے تنگ آکر کہا کہ یا تو ہمارے لئے خوراک لاؤ۔ یا ہمیں مار ہی ڈالو! تاکہ عذاب سے جان چھوٹے۔ اس نے کہا۔ اچھا! آج صبر کرو۔ کل میں مزدوری کرنے جاؤں گا۔ چنانچہ دوسرے روز علی الصبح وضو کر کے جنگل میں جا کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوا جب عصر کے وقت واپس آیا۔ اور بچوں نے آکر دامن پکڑا کہ کیا لائے ہو؟ اس نے پیچھا چھڑانے کی خاطر کہہ دیا کہ جس شخص کے ہاں مزدوری کرنے گیا تھا۔ اس نے کہا ہے کہ کل دو دن کی اکٹھی مزدوری دوں گا۔ بچوں نے واویلا مچایا۔ کہ او نامہربان باپ! ہم تو مارے بھوک کے مرے جاتے ہیں۔ اور تو ہمارے کھانے کا بندوبست نہیں کرتا۔ درویش نے اس روز بھی وعدہ کیا۔ اور جنگل میں جا کر نماز میں مشغول ہو گیا۔ جب عصر کا وقت ہوا۔ تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ دو سیر آٹا ایک برتن میں کچھ شہد اور دو ہزار اشرفیاں بہشت سے لا کر اس درویش کے گھر پہنچا کر اس کے بچوں کو کہہ دو کہ جس کے ہاں دو روز تمہارا باپ مزدوری کرتا رہا ہے۔ اس نے دو روز کی مزدوری بھیجی ہے۔ اور یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ اگر تو ہماری خدمت میں کوتاہی نہ کرے گا۔ تو ہم بھی اس میں ذرہ کمی نہ کریں گے۔ جب وہ درویش گھر آیا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ باورچی خانہ گرم ہے۔ اور گھر میں خوشی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ بچے خوشی خوشی کر لپٹ گئے۔ اور سارا حال عرض کیا۔ درویش نے نعرہ مار کر کہا۔ اللہ تعالیٰ سو گنا مہربانی کرتا بشرطیکہ ہم اس کام میں پکے ہوں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت فراغ دلی سے کرتا ہے۔ اور بے ہودہ رزق کے لیے کسی قسم کا اندیشہ نہیں کرتا۔ تو اسے اس طرح رزق پہنچتا ہے۔ جیسا اس بزرگوار کو پہنچا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ حقیقی عشق ایک ایسا موتی ہے۔ جس کی قیمت کا اندازہ کوئی جوہری یا قدر شناس نہیں کر سکتا۔

پھر فرمایا کہ اس قسم کی بے بہا نعمت کسی مقرب فرشتے کو نہیں ملی۔ یہ صرف آدمی کو ملی ہے۔ جیسا کہ خود فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ۔ جس وقت عشق پیدا کیا گیا۔ تو اسے حکم ہوا کہ اے عشق! تو جا کر اندوہناک آدمیوں کے دل میں قرار پکڑ۔ کیونکہ وہی تیرے رہنے کے قابل ہے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام کے غلبات شوق میں یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رُباعی

گفتم صنما اگر تو جانان منی　　اکنوں کہ نگہ ہمے کنم تو جان منی
مرتد گردم اگر زمن برگزری　　اے جانجہاں تو کفر وایمان منی

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جس روز حق تعالیٰ نے عشق کو پیدا کیا۔ تو شوق کے لاکھوں سلسلے اور ریشے پیدا ہو گئے۔ پھر مومنوں کی روحوں کو بلایا گیا۔ اور فرشتوں کو حکم ہوا کہ عشق کو ہزار ناز اور کرشمے سے ان روحوں کے سامنے لاؤ۔ پھر جو روحیں عشق و محبت کے لائق تھیں۔ وہ آگے بڑھیں۔ اور انہوں نے محبت کے ریشے اور عشق کی زنجیر کو ہاتھ مارا۔ اور فی الفور اول ہی محبت کے دریا میں غرق ہوئیں۔ جن کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ وہ انبیاء، اولیاء اور عاشقوں کی روحیں تھیں۔ بعض روحیں دیکھ کر مستغرق ہوئیں۔ وہ اہل مجاز کی روحیں تھیں۔ جو شخص پہلے عشق مجازی میں مبتلا ہوتا ہے۔ جب عشق حقیقی کی طرف آتا ہے۔ تو اسے حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

چندان نازاست زعشق تو برسر من　　یا در غلطم کہ عاشقے تو برمن

یا در سرایں غلط شود ایں سر من یا خیمہ زند وصلِ تو اندر من

وہاں پر ایک عزیز حاضر خدمت تھا۔ اس نے آداب بجا لاکر عرض کی کہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تواریخ کا ایک شعر مجھے یاد ہے۔ اگر حکم ہو تو عرض کردوں فرمایا۔ کہو۔ اس نے کہا ؎

اے دوست ترا بخویشتن دوست بلام از رشک تو بارید ہ خود دوست نہ ام

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ عاشقوں کا دولہ اور زمزمہ جو ابتدا سے انتہا تک ہے۔ وہ اسی روز سے ہے۔ جو عشق کی اس صورت پر مفتون ہوئے تھے۔ پس اے درویش! تجھے قدر ہی معلوم نہیں کہ تیرے دل کے اندر ایسی خوبصورت نعمت مقام کئے ہوئے ہے۔ اور روح کو جو تمام اعضا کی بادشاہ ہے۔ پیدائش ہی اس دل کو دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں پر عشق ہے۔ وہاں پر دل بھی ہے۔ اس بات کی قدر وہی جانتا ہے کہ جس کے دل میں اسرار دوست اور انوار عشق کا مقام ہو۔ اور اس کے قرب میں عشق کی جگہ ہو۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ مشائخ طبقات نے جو رزق کو چار قسم کا لکھا ہے۔ (۱) رزق مقسوم (۲) رزق مذموم (۳) رزق مملوک اور (۴) رزق موعود۔ (۱) رزق مقسوم وہ ہے۔ جو قسمت کے اندر لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ وہ ضرور بالضرور ملے گا (۲) رزق مذموم وہ ہے۔ کہ جو کچھ کھانے پینے کی چیز ملے۔ اس پر صبر نہ کرے۔ یعنی جبکہ خود اللہ تعالیٰ رزق کا ضامن ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ تو پھر صبر نہ کر سکے۔ کیا معنی؟ (۳) رزق مملوک وہ ہے۔ جو نقدی اور اسباب وغیرہ جمع کیا جائے۔ یا تجارت کی جائے۔ البتہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نیکی حاصل ہوتی ہے جس سے قوت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اے درویش! اس راہ کے سالکوں نے کہا ہے کہ تجارت وہ شخص کرتا ہے۔ جسے حق تعالیٰ کے فضل و کرم کا انکار نہ ہو۔ مگر درویش کے لئے یہی مناسب ہے کہ جو نقدی یا اسباب اسے ملے۔ سب راہِ خدا میں صرف کرے۔ (صفحہ ۲)

بھی اپنے لئے محفوظ رکھے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! موعود رزق وہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں اور عابدوں سے کیا ہے۔ اور خود کلام مجید میں فرمایا ہے۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔ یعنی نیک لوگوں کو رزق کے اندیشے سے فارغ کر دیا ہے۔ کیونکہ ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بے مانگے ان کو رزق پہنچے گا۔ اور جو ان کی ضروریات ہیں مہیا کی جائیں گی

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں سیستان میں بطور مسافر وارد تھا۔ میرے ہمراہ چند درویش بھی تھے۔ اس شہر کے باہر غار میں ایک درویش از حد یادِ الٰہی میں مشغول رہتا تھا جب میں اس کے پاس پہنچا۔ تو تلاوت سے فارغ ہو کر دیر تک یادِ الٰہی میں مشغول رہا۔ اور پھر یہ حکایت شروع کی کہ اے عزیز! میں بیس سال تک سیر کرتا رہا۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ کے پاس پہنچا۔ جو پہاڑ میں جنگل کے اندر رہتا تھا۔ جہاں پر پرند کا بھی گزر نہ تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ جنگل میں رہتا ہے۔ اسے خوراک کہاں سے ملتی ہوگی۔ جونہی میرے دل میں خیال گزرا۔ اس نے کہا کہ اے درویش۔ کیا تو خوراک کے لئے تعجب کرتا ہے؟ شاید تو خدا کو رازق نہیں مانتا۔ جو فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ۔ یعنی اے میرے بندو! خواہ تم جنگل میں ہو یا آبادی میں۔ جو تمہارے مقدر میں ہے۔ وہ ضرور تمہیں ملے گا۔ پھر کہا کہ بیٹھ جا اور قدرت کا تماشہ دیکھ! جب اس بزرگ نے یہ کہا تو میں کانپ اُٹھا۔ فرمایا۔ یہ پتھر جو میرے سامنے پڑا ہے اسے اٹھا کر توڑ ڈال! میں نے توڑا تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ اس پتھر کے اندر ایک کیڑا ہے جس کے منہ میں سبز پتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جو کیڑے کو پتھر میں روزی پہنچاتا ہے۔ کیا وہ میرا مقدر مجھے نہ دے گا؟ پھر وہ رات میں نے وہیں گزاری۔ افطار کے وقت ایک آدمی دو روٹیاں اور تھوڑا سا حلوا لے کر آیا اور آداب بجا لا کر اس درویش کے سامنے رکھ کر واپس چلا گیا۔ جب وہ بزرگ تلاوت سے فارغ ہوا۔ تو مجھے بلایا کہ آ کر کھاؤ۔ اور کہا کہ

تو تو بہت تھا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ اس طرح روزی پہنچاتا ہے۔ جب دن چڑھا۔ تو میں آداب بجالا کر واپس چلا آیا۔ پس اے درویش! جو بات اس بزرگ نے مجھے کہی۔ وہ میں نے بغور سنی اور اس مقام میں آکر ساکن ہو گیا۔ آج تیس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے۔ کہ مجھے عالم غیب سے روزی ملتی ہے۔ اور جو آتا ہے۔ سے بھی مل جاتا ہے۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ جب شام کی نماز کا وقت ہوا۔ تو میں نے اور اور مسافروں نے اس کے ہمراہ نماز ادا کی۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص نہ پر دستر خوان اٹھائے آ پہنچا۔ اور اس بزرگ کے آگے رکھ دیا۔ ہم نے کھانا سیر ہو کر کھایا لیکن اس میں سے ذرہ بھر بھی کم نہ ہوا۔ پھر اس بزرگ نے پاؤں زمین پر مارا جس سے پانی کا چشمہ نمودار ہوا۔ جب پانی پی لیا تو دستر خوان غیب ہو گیا۔ جب دن ہوا۔ تو وداع ہوتے وقت میں نے اس بزرگ سے مصافحہ کرنا چاہا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ اس کا ہاتھ ہی کٹا ہوا ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ یہ خیال آتے ہی اس بزرگ نے کہا کہ اے عزیز! میں ایک روز نماز سے پہلے تازہ وضو کرنے کے لئے باہر نکلا۔ تو ایک دینار پڑا پایا۔ میرے نفس نے چاہا کہ اسے اٹھا لے۔ کیونکہ یہ بھی عالم غیب ہی سے پہنچا ہوا رزق ہے۔ جب اٹھانا چاہا۔ تو غیب سے آواز آئی کہ اے جھوٹے مدعی! کیا توکل اور ہمارا عہد یہی تھا؟ جو تم نے ہم سے کیا تھا۔ کہ ایک پیسے کو دیکھ کر اسے اٹھانا چاہا۔ شاید تو میں درمیان سے بھول گیا جونہی میں نے یہ آواز سنی۔ کارد پاس تھی۔ اس ہاتھ کو کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ پس اے درویش! جو ہاتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر کوئی چیز پکڑے۔ تو وہ کٹا ہوا ہی بہتر ہے۔ پس اے عزیز! بیس سال سے میں اس شرمندگی کے مارے آسمان کی طرف نگاہ نہیں کرتا۔ اور یہی کہتا ہوں کہ ہائے! میں نے یہ کیا کیا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ مرد خدا وہی تھے۔ جو ذرہ بھر بھی راہ خدا سے باہر نہیں ہوئے۔ اور رزق کی خاطر کبھی مشوش نہیں ہوئے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ چند فقیر خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے باہر نکلے۔ اور

توکل کے طور پر کہا کہ ہم اپنا دلی راز کسی کو نہیں بتائیں گے۔ اور نہ ہی ہم کسی سے کچھ مانگیں گے۔ الغرض جب جنگل میں پہنچے۔ جہاں پر آدم زاد کا پتہ تک نہ تھا۔ تو وہاں پر ایک چشمہ دیکھا۔ جہاں انہوں نے وضو کیا۔ اور دوگانہ ادا کیا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ مہتر خضر علیہ السلام جو کی چند روٹیاں لے کر تشریف لاتے۔ سب آپ کی طرف رجوع ہو گئے۔ اور خوشی کرنے لگے۔ کہ اَلحَمدُ لِلّٰہِ۔ ایک تو خضر علیہ السلام کی زیارت ہو گئی۔ اور دوسرے ہم بھوکے تھے۔ کھانے کو کچھ مل گیا۔ جونہی یہ خیال ان کے دل میں گزرا۔ آواز آئی کہ اے بد عہد مدعیو! کیا تم نے ہم سے یہی عہد کیا تھا۔ اتنے میں آسمان سے ایک تلوار نمودار ہوئی جس سے سب کے سر تن سے جدا ہو گئے۔

شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جو شخص عہد کو توڑتا ہے۔ اور توکل میں ثابت قدم نہیں ہوتا۔ اس کی یہی سزا ہوتی ہے۔ پھر آب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا جو آپ نے حوض شمسی کے کنارے قاضی حمید الدین ناگوری کی زبان سے سنا تھا ؎

ہر کہ با دوست عہد کرد شکست ۔۔۔ عاقبت کشتہ شد چو بد عہد آں

پھر فرمایا کہ اے درویش! عشق کا آغاز آدم صفی اللہ علیہ السلام سے ہوا ہے۔ جب آپ کو دنیا میں پیدا کیا گیا۔ تو آپ کو عشق کا جمال کرایا گیا۔ آپ دیکھتے ہی عاشق ہو گئے۔ پس اے درویش! یہ سب جنبش عشق کی وجہ سے تھی۔ بہشت کے نگار خانہ پر لات مار کر دیوانوں کی طرح وہاں سے نکل آئے۔ اور دنیا کے خرابے میں آکر قرار لیا۔ لیکن آپ سے لغزش وقوع میں آئی تھی۔ اس لئے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اے فرشتو! میں آدم کے لئے غمخوار پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ اس سے الفت کرے۔ نہیں تو یہ برداشت نہیں کر سکے گا۔ اور ہلاک ہو جائے گا۔ فرشتوں نے سر سجدے میں رکھ دیا۔ اور عرض کی کہ جو کچھ تو جانتا ہے۔ وہ ہمیں معلوم نہیں۔ تو حاکم ہے۔ جس طرح تیرا حکم ہو۔ حکم ہوا کہ اے فرشتو! دیکھو کہ ہم وہ مونس کس طرح پیدا کرتے ہیں۔ آدم علیہ السلام تنہا بیٹھے تھے۔ کہ آپ کے پہلو سے حوا پیدا کیں۔ حوا سلام کر کے آپ کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ آپ نے اس کی صورت دیکھ کر پوچھا۔ کہ تو کون ہے؟ کہا۔ میں تیرا جوڑا۔ جس سے تجھے قرار حاصل ہو گا۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! حقیقی عاشق کا شور و غوغا اسی وقت تک ہوتا ہے کہ جب تک وہ اپنے مقصود کو نہیں پہنچتا۔ جب معشوق کا وصال حاصل ہو جاتا ہے۔ تو سب شور و غوغا جاتا رہتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! مجھے شیخ بہاؤالدین بخاری کا جو ایک واصل حق ہو گزرا ہے۔ ایک قطعہ یاد ہے۔ جو اس نے از روے شوق کہا تھا

قطعہ

من اوّل روز چوں وقتے بدیدم شیفتہ گشتم
ندانستم کہ تو بودی یا کہ بود ست ایں کہ من دیدم
چناں در روے آں جاناں شدم من شیفتہ واللہ
کہ من از خود شدم بیرون ترا در جان و تن دیدم

پھر اسی موقعہ پر شوق اور اشتیاق کے غلبہ میں فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی یہ رباعی سنی تھی۔

رباعی

بلا عشق منم کز بلا بپرہیزم — چوں عشق بود شور من انگیزم
اگرچہ عشق خوش ست او دفا خوش آمد بوش — مرا خوش است ہر دو ہم برآمیزم
مرا رفیقاں گویند کز بلا پرہیز — بلا دل است من از دل چگونہ پرہیزم

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! توکل صرف رزق مقسوم میں ہو سکتا ہے۔ اس واسطے کہ تجھے معلوم ہے کہ جو تیرے مقدر میں ہے۔ وہ تجھے مل کر ہی رہیگا۔ لیکن دوسرے رزقوں میں نہیں۔ جو ملوک ہے۔ اس میں خود توکل ہی نہیں لیکن جو رزق موعود ہے۔ اس میں بھی توکل نہیں۔ کیونکہ جس رزق کا وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ ضرور مل کر رہے گا۔ لیکن رزق مقسوم میں اگر توکل کرے۔ تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ سمجھے کہ جو میری قسمت میں ہے۔ وہ مل

کرتی رہتی کا۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! کہ باقی اقسام کے رزق میں متقدمین کو بھی توکل میسر نہیں ہوا۔ کیونکہ کسی نے بیس سال توکل کیا۔ اور کسی نے دس سال۔ اور سارے جہان سے مبرا ہو گزرے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ پچاس سال تک متوکل رہے۔ اور خلقت سے گوشہ گیری اختیار کی۔ اور ان پچاس سال کے عرصے میں کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیا۔ اگر کوئی کچھ لاتا بھی۔ تو دروازے سے ہی واپس کر دیتے۔ اور فرماتے کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ جو میری روزی ہے۔ وہ مجھے مل جائے گی۔

پھر فرمایا اے درویش! شیخ قطب الدین بختیار اوشی بیس سال تک معین الدین سنجری کی خدمت میں رہے۔ میں نے اس عرصے میں کبھی نہ دیکھا کہ کسی کو آپ نے اپنے پاس آنے دیا ہو۔ لیکن ہاں! جب آپ کے لنگر میں کچھ نہ ہوتا۔ تو خادم آن کر کھڑا ہو جاتا خواجہ معین الدین مصلے اٹھا کر فرماتے۔ کہ جتنا آج اور کل کے لئے کافی ہو۔ اٹھا لو! سارا سال یہی طریق رہا۔ اگر کوئی مسافر آجاتا۔ تو جو کچھ وہ مانگتا اسے دے دیتے۔ وداع کرتے وقت مصلے کے نیچے ہاتھ ڈالتے۔ جو کچھ ہاتھ میں آجاتا۔ وہ اسے دیا جاتا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص حق تعالیٰ کی دوستی اور محبت کا دم بھرے اور اپنے تئیں درویش کہلائے۔ اور توکل میں متوکل ہو۔ اور پھر اپنے ملنیوں سے کسی چیز کی توقع کرے سمجھو کہ وہ درویش نہیں۔ پھر خواجہ صاحب نے یہ دو شعر زبان مبارک سے فرمائے

ہر کہ دعوے کند بدرویشی	خط بیزاری از جہاں بدہد
بالحقیقت بدانکہ مرتد ہست	زفت بدنام کش نشان ندہد

جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت ختم کی۔ تو آپ اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؁

فصل چہارم

سخن در ذکر توبہ وغیرہ افتاد

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ بہت سے لوگ جماعت خانہ میں بیٹھے تھے۔ اور توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنے میں شیخ بدرالدین غزنوی اور شیخ جمال الدین ہانسوی آئے اور ایک دوسرے سے مصافحہ کر کے بیٹھ گئے۔

پھر شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ توبہ کی چھ قسمیں ہیں۔ اوّل دل اور زبان سے توبہ کرنا۔ دوسری آنکھ کی۔ تیسری کان کی۔ چوتھی ہاتھ کی۔ پانچویں پاؤں کی۔ چھٹی نفس کی۔ پھر ہر ایک کی شرح بیان فرمائی۔ کہ اوّل جب توبہ کی دل سے تصدیق نہ کرے۔ اور زبان سے اقرار نہ کرے۔ توبہ درست ہی نہیں ہوسکتی۔ اس واسطے کہ جب تک دل دنیا کی دوستی کھوٹ۔ حسد۔ دکھ۔ فحش۔ ریا و برائی وغیرہ سے پاک نہ ہو جائے اور ان معاملات سے سچے دل سے توبہ نہ کرے۔ اس کی توبہ توبہ شمار نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک شخص گناہ کر رہا ہے۔ اور اسی وقت توبہ بھی کرتا ہے۔ اور اس کی توبہ توبہ شمار نہ ہوگی۔ اپنی نفسانی خواہش کے لئے گناہ کرتا ہے۔ اور بات توبہ کی کرتا ہے۔ یہ بھلا کب درست ہوسکتی ہے۔ جب تک کہ پہلے اپنے دل کو اس معاملے سے بالکل صاف نہ کرے۔ توبہ درست ہی نہیں ہوتی۔ اس واسطے کہ کلام اللہ میں فرمان ہے کہ اے ایمان والو! ضروری توبہ کرو یعنی ایسی توبہ۔ جو دل سے بھی ہو۔ اور زبان سے بھی۔ اس توبۃ نصوحی سے مراد دل کی توبہ ہے۔ جب توبہ کرو۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آجاؤ۔ جب دل ان دنیاوی خرابیوں سے صاف ہو جائے گا۔ تو توبہ شمار ہوگی۔ اور تو متقی کے برابر ہو جائے گا۔ جیسا کہا گیا ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ یعنی جو شخص گناہ سے توبہ کرے۔ وہ ایسے شخص کی طرح ہے۔ جس نے کوئی گناہ نہیں کیا

پس اس صورت میں توبہ کرنے والا اور متقی دونوں برابر ہیں۔

پھر فرمایا کہ توبہ دل کی ہوتی ہے۔ زبان سے خواہ لاکھوں مرتبہ توبہ کی جائے جب تک دل سے تصدیق نہ کی جائے کبھی درست نہیں ہوتی۔ جب زبان سے اقرار کرے تو دل سے تصدیق بھی کرنی چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ بعض تائب دل سے تو توبہ کرتے ہیں لیکن دل اسی بدی کی طرف مائل رہتا ہے۔ بیمار صبح سے شام تک توبہ توبہ پکارتے ہیں۔ جب اس بیماری سے خلاصی ہو جاتی ہے۔ تو پھر بے خودی اور غفلت میں پڑ جاتے ہیں۔ اور توبہ کو بھولے سے بھی یاد نہیں کرتے پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھی۔

رُباعی

بر دل اثر گناہ بر لب توبہ — در صحت خوش دلی و در تپ توبہ
ہر روز شکستن است و ہر شب توبہ — زیں توبہ نادرست یا رب توبہ

پھر فرمایا کہ مرنے سے پہلے توبہ کرنی چاہیئے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ خواجہ بشیر حانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کی توبہ کا باعث کونسی بات ہوئی؟ فرمایا۔ ایک روز میں شراب خانے میں بیٹھا تھا غیب سے آواز آئی۔ کہ اے بشیر حانی! موت سے پہلے توبہ کرے۔ جب یہ آواز سنی تو توبہ کرلی۔ اور پھر ان گناہوں کے نزدیک بھی نہ پھٹکا۔ جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ درجہ عنایت فرمایا۔

پھر فرمایا کہ جب انسان اپنے تینوں دلوں کو دنیاوی خرابیوں وغیرہ سے پاک کرے اور بالکل توبہ کرے۔ یعنی اس کے دل سے لوگوں کے دماغ کو خوشبو حاصل ہو۔ تو سمجھ لو کہ اس کی توبہ توبہ نصوحی ہے۔ قلوب ثلاثہ کی تعریف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یوں بیان فرمائی ہے۔ اَلْقُلُوْبُ ثَلٰثَۃٌ قَلْبٌ سَلِیْمٌ وَّقَلْبٌ مُنِیْبٌ وَّ قَلْبٌ شَھِیْدٌ اَمَّا قَلْبُ السَّلِیْمُ فَھُوَ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْہِ سِوَاءٌ مَعْرِفَتَہُ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَ اَمَّا الْقَلْبُ الْمُنِیْبُ فَھُوَ الَّذِیْ تَابَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَی اللّٰہِ تَعَالیٰ

وَاَمَّا الْقَلْبُ الشَّهِيْدُ فَهُوَ الَّذِيْ شَاهَدَ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ ۔ دل تین ہیں۔ ایک سلیم۔ دوسرا منیب۔ تیسرا شہید۔ سلیم وہ جس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ منیب وہ جو ہر چیز سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آیا ہو۔ اور شہید وہ جس نے ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کیا ہو۔

پھر فرمایا کہ جب انسان کے دل میں یہ تین چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور ان پر قرار ہو جاتا ہے۔ تو واقعی جان لو کہ وہ سلیم منیب اور شہید ہو گیا ہے۔ پس اس کی توبہ توبہ نصوح ہے۔ اور اگر اسی دنیاوی اشغال، شہوات اور مالوفات سے آلودہ ہے۔ تو دل مُردہ ہے۔ اگر ان سب سے صاف ہو گیا ہے۔ تو ازل سے ابد تک زندہ رہے گا۔

پھر فرمایا کہ مولیٰ اور بندے کے درمیان جو حجاب ہوتا ہے۔ وہ بھی اسی آلائش کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب آلائش دور ہو جائے۔ اور توبہ کے ذریعے اپنے تئیں پاک کرے۔ تو وہ حجاب اٹھ جاتا ہے۔ یہی دل آلائش مشغولی ہے۔ پس تو اپنے دل کو شہوات اور مالوفات سے پاک کر۔ تاکہ حجاب بیچ سے اُٹھ جائے۔ تو مشاہدہ اور مکاشفہ کی لذّت اور شہوت کے درجے کو پہنچ جاے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! تو نے دل کی توبہ کا حال سُن لیا۔ اور اب زبان کی توبہ کا حال سن! زبان کی توبہ یہ ہے کہ تو توبہ کے بعد زبان کو ہر ناشائستہ کلام سے دور رکھے اور بیہودہ بات نہ کرے۔ اور نا کہنے والی باتوں سے توبہ کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تازہ وضو کر کے دوگانہ ادا کرے۔ اور پھر قبلہ رخ بیٹھ کر یہ دعا کرے کہ پروردگار! میری اس زبان کو بُرا کہنے سے توبہ عنایت کر اور اپنے ذکر کے سوا کسی اور بات کے کہنے پر اسے جاری نہ کر۔ اور جن باتوں میں تیری رضا نہیں۔ ان کے بیان کرنے سے باز رکھ۔

پھر فرمایا کہ جب صبح ہوتی ہے۔ تو ساتوں اعضاء اور زبان حال سے کہتے ہیں۔ کہ اے زبان! اگر تو اپنے تئیں محفوظ نہ رکھے گی۔ تو ہم ہلاک ہو جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ حاتم اَصم رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک بیہودہ بات کہی تھی۔ سو اپنی زبان کو اس قدر دانتوں تلے دبایا کہ خون نکل آیا۔ اور بعد ازاں عہد کرلیا کہ جب تک زندہ رہوں گا کسی سے گفتگو نہ کروں گا۔ پس ایک بیہودہ بات کے عوض بیس سال کسی سے ہمکلام نہ ہوئے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز ایک واصل خدا مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ایک شخص کے آنے کی بابت پوچھا کہ آیا فلاں شخص آگیا ہے؟ بعد ازاں اپنے دل میں سوچا کہ میں نے یہ بات کی ہے۔ اس کے عوض تیس سال تک لوگوں سے گفتگو بالکل بند رکھی۔ پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا۔

گر کام زبان دشمن جان   گر جان بکار آید ہوشدار زبان

پھر فرمایا کہ میں نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ ایک دفعہ میں نے ایک درویش واصلِ حق کو دیکھا۔ جو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مشغول تھا میں دس سال اس کے پاس رہا۔ لیکن اس عرصے میں اس کی زبان سے کوئی ایسی بات نہ سنی جو کہنے کے قابل نہ ہو۔ مگر ایک بات سنی۔ وہ یہ کہ اس نے ایک عزیز کو کہا کہ اے درویش! اگر تو آخرت میں اپنے تئیں سلامت لے جانا چاہتا ہے۔ تو ناشائستہ گفتگو سے اپنی جان کو بچا۔ یہ کہہ کر فوراً اپنی زبان کو دانتوں تلے اس قدر زور سے دبایا کہ خون ٹپک پڑا۔ اور کہا کہ یہ بات مجھے کہنی مناسب نہ تھی۔ اس کے عوض بیس سال تک کسی سے کلام نہ کی۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جس روز اللہ تعالیٰ نے زبان کو آدم علیہ السلام کے منہ میں رکھنا چاہا۔ تو زبان کو فرمایا۔ اے زبان دیکھ! تیری پیدائش سے میرا خاص مدعا یہ ہے کہ تو میرے نام کے سوا اور کوئی نام نہ لے۔ اور میرے نام کے سوا اور کوئی نام نہ لے۔ اور میرے کلام کے سوا اور کوئی کلام نہ پڑھے۔ اور اگر ان کے علاوہ تو نے کچھ اور کہا۔ تو یاد رکھ! تو بھی اور باقی کے اعضا بھی مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔ پس اے درویش! زبان خاص کر

ذکر اور قرآنی تلاوت کے لئے بنائی گئی ہے۔

پھر مشائخ طبقات لکھتے ہیں کہ انسان کے ہر عضو میں شہوت اور خواہش ہے۔ جو حجاب اور آفت کا موجب ہوتی ہے۔ جب تک ان شہوات اور خواہشات سے توبہ نہ کرے اور تمام اعضاء کو پاک نہ کرے۔ ہرگز کسی مرتبے پر نہیں پہنچتا۔

پھر فرمایا کہ جو اعضاء بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے اول نفس ہے۔ جس میں شہوت رکھی گئی ہے۔ دوسرے آنکھ۔ اس میں دیکھنے کی خواہش رکھی گئی ہے تیسرے کان جس میں سننے کی خواہش رکھی گئی ہے۔ اسی طرح ناک میں سونگھنے اور چھینکنے کی اور ہاتھ میں پکڑنے اور چھونے کی۔ اور زبان میں تعریف کرنے کی۔ اور آٹھویں دل ہے۔ جس میں درد ہی درد ہے۔ پس حق تعالیٰ کے طالب کو چاہیئے کہ ان سے توبہ کرے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اسے سُن لے۔ جو فرماتا ہے۔ کہ میں اپنی حکمت سے خلقت کے مابین اسے معزز کروں گا جو دنیا کی محبت سے دل کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور جو اپنے نفس کو دید بازی سے محفوظ رکھ سکے گا۔ اسے ترکِ گناہ سے معزز بنا دوں گا اور میرے سوا سب کو بھول جائے گا۔ اسے قیامت کے دن معزز بنا دوں گا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! سب سے بڑھ کر سعادت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر حکمران ہو تاکہ نفس شہوت رانی نہ کر سکے۔ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیئے یہی درویش کے کام کا خلاصہ اور درویشی کا جوہر ہے۔

پھر فرمایا کہ جب عالم نورانی سے تجلی الٰہی کے اسرار اور انوار نازل ہوتے ہیں۔ تو پہلے دل پر نازل ہوتے ہیں۔ اور جب زبان اور دل آپس میں موافق ہو جاتے ہیں۔ تو پھر عشق کے انوار وہاں سکان کرتے ہیں۔ اگر دل اور زبان ایک دوسرے کے موافق نہیں تو محبت کے انوار وہاں سے واپس چلے آتے ہیں۔ اور ایسے دل پر جاتے ہیں۔ جو زبان سے موافق ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی واصل سے پوچھا گیا۔ کہ عشق حقیقی میں ثابت قدم کون ہے؟ فرمایا۔ جس کا دل اور جس کی زبان آپس میں موافق ہوں۔ اس واسطے کہ پہلے عشق حقیقی دل پر

ظاہر ہوتا ہے۔ پھر زبان پر۔ جب دل اور زبان عشق سے آپس میں مل گئے تو وہ محبت حق ہو گئی۔ زبان تمام اعضاؤں کی بادشاہ ہے۔ جب زبان سلامت ہے۔ تو سمجھو کہ سارے اعضاء سلامت ہیں۔ اسی واسطے مشہور ہے کہ جب بادشاہ دین کے کام میں خلل ڈالے تو تمام رعایا خلل انداز ہوتی ہے۔ اور جب بادشاہ سلامت ہو۔ تو ساری سلطنت کے سارے کام بخوبی سرانجام پاتے ہیں۔ پس اے درویش! کان۔ آنکھ، نفس وغیرہ ساتوں اعضاء زبان کے تابع ہیں۔ جب زبان سلامت ہے تو سارے اعضاء سلامت ہیں۔ پھر فرمایا کہ دوسری آنکھ کی توبہ ہے۔ اس توبہ کی شرط یہ ہے کہ غسل کرے اور دوگانہ نماز ادا کر کے رو بقبلہ بیٹھے۔ اور دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا کر یہ کہے کہ اے پروردگار! میں ان تمام چیزوں کے دیکھنے سے جو دیکھنے کے قابل نہیں۔ توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ میں کسی نادیکھنے والی چیز کو نہ دیکھوں گا صرف ان چیزوں کو دیکھوں گا جن کا دیکھنا جائز ہے۔ اور بعد ازاں آنکھ کو ممنوعات کے دیکھنے سے بچائے رکھے۔ یہ آنکھ کی توبہ ہے۔ کیونکہ یہی ایسی چیز ہے۔ جس سے حضور کی نعمت بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور آنکھ ہی ایسی چیز ہے۔ جس سے لوگ مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پس۔ اے درویش! عشق کا پہلا مرتبہ آنکھ میں ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ جس کام میں مشاہدہ کی نعمت ہے۔ اس کی کوشش کریں اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھیں۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم زید کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک باہر سے زید کی بیوی پر پڑی چشم مبارک بند کر کے گزر گئے۔ فوراً مہتر جبرائیل نے آ کر عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زید کی عورت آپ پر حلال ہے۔ اس سے نکاح کر لیں۔ اب وہ زید پر حرام ہو گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت ملول ہوئے۔ اور فرمایا۔ کاش! یہ آنکھ ہی نہ ہوتی جس کے دیکھنے سے اس قسم کی بات ظہور میں نہ آتی۔

پھر فرمایا کہ مہتر داؤد علیہ السلام نے ناقابل دید ایک شے کو دیکھا۔ تو تین سو سال تک روتے رہے۔ حکم ہوا کہ داؤد! کس واسطے روتے ہو؟ عرض کیا کہ کیا کہوں؟ اس آنکھ نے مجھے

مصیبت میں پھنسایا ہے۔ چونکہ آنکھ کا قصور ہے۔ اس لئے آنکھ ہی کو اس کی سزا ملنی چاہیئے کیونکہ اسی نے ممنوعہ چیز کو دیکھا ہے۔

پھر فرمایا کہ مہتر شعیب علیہ السلام اس قدر روئے کہ نابینا ہو گئے۔ جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ دو سبب ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے ایک ممنوعہ چیز کو دیکھا۔ دوسرے یہ کہ جس آنکھ نے دوست کا جمال دیکھا ہو حیف ہے کہ پھر وہ کسی اور کو دیکھے۔ اگر وہ دیکھے۔ تو اس کا اندھا ہونا ہی بہتر ہے۔ تاکہ قیامت کے دن جب اُٹھے۔ تو جمال دوست ہی میں آنکھ کھولے بعد ازاں ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ لیکن کسی نے آپ کو آنکھ کھولے ہوئے نہ دیکھا۔
پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ شعر میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی زبان مبارک سے سنا تھا۔

دیدۂ کور جمالِ دوست بدید تا بود زندہ مبتلا رشد

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں صادق وہ ہے۔ جب اس کی آنکھ میں مشاہدۂ حق کا سرمہ لگ جائے۔ تو آنکھ بند کرے۔ اور غیر کی طرف نہ دیکھے۔ صرف قیامت کے دن تجلّیٔ حق کو دیکھے۔ وہ اس وقت جبکہ دوست اس کی منت کرے کہ اب آنکھ کھول تب کھولے۔

بعد ازاں فرمایا کہ آنکھ کی توبہ تین قسم کی ہے۔ اوّلؔ ممنوعہ اشیاء کے دیکھنے سے۔ دوسرےؔ اگر مسلمان بھائی کی غیبت کرے۔ اور کچھ دیکھ لے۔ تو اس سے توبہ کرلے۔ کہ میں نے کیوں دیکھا۔ آنکھ دیکھ لے۔ تو کسی کے آگے اسے بیان نہ کرے۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! کان کی توبہ یہ ہے کہ تمام ناقابلِ شنید باتوں سے توبہ کرے اور کوئی ممنوعہ شے نہ سُنے۔ پھر اس کی توبہ توبہ شمار ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ انسان کو جو شنوائی دی گئی تو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سُنے۔ اور جہاں کلام اللہ پڑھا جارہا ہو۔ کان دھر کر سنے۔ نہ اس واسطے دی گئی ہے کہ جہاں برائی تمسخر اور سرود وغیرہ ہو رہا ہو۔ سُنے۔ اس واسطے کہ خبر میں ہے کہ جو اس قسم کی آوازیں سنے گا۔ قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر اس کے کانوں میں ڈالا جائے گا۔

پھر فرمایا کہ عبداللہ حفیف رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ راستہ چل رہے تھے کہ آہ و بکا کی آواز کان میں آئی۔ فوراً دونوں انگلیوں سے کان بند کر کے گھر پہنچے۔ تو حکم ہوا کہ کچھ سیسہ پگھلا کر لاؤ۔ جب لایا گیا۔ تو فرمایا کہ میرے کانوں میں ڈال دو۔ کیونکہ میں نے نا قابلِ شنید چیز سنی ہے۔ قیامت کے دن کے عذاب سے تو خلاصی ہوگی۔ آج ہی اس کا کفارہ کر لیتا ہوں پس۔ اے درویش! درویشوں نے اپنے تئیں خلقت کی صحبت سے دور رکھا ہے۔ اور تنہائی اختیار کی ہے۔ تاکہ نا قابلِ شنید باتیں نہ سنیں۔ یہی کان کی توبہ ہے۔ چوتھی توبہ ہاتھ کی ہے یعنی کوئی چیز ایسی نہ چھوئی جائے۔ جس کا پکڑنا منع ہے۔ ایسی تمام باتوں سے توبہ کرے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک درویش کو بدخشاں میں دیکھا جو بزرگان دین سے تھا۔ اور جس کا نام شیخ برہان الدین تھا۔ اور اس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ اور تیس سال سے کٹیا میں معتکف تھا۔ اس سے ہاتھ کٹنے کی وجہ پوچھی۔ تو کہا کہ ایک مرتبہ میں ایک مجلس میں حاضر تھا۔ صاحبِ مجلس کی اجازت کے بغیر میں نے گیہوں کے ایک دانے کو دو ٹکڑے کر کے رکھ دیا غیب سے آواز آئی کہ اے درویش! یہ کیا حرکت تو نے کی ہے؟ کہ مالک کی اجازت کے بغیر گیہوں کا دانہ دو ٹکڑے کر ڈالا۔ جونہی میں نے یہ بات سنی۔ ہاتھ کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ تاکہ پھر نا پکڑنے کے قابل چیز نہ پکڑ سکوں۔ پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ مردانِ خدا ایسا ہی کر کے کسی مرتبے کو پہنچے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ پانچویں توبہ پاؤں کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جن مقامات پر جانا مناسب نہیں ہے۔ وہاں نہ جائے۔ اور خواہش سے پاؤں باہر نہ رکھے۔ تاکہ اس کی توبہ توبہ شمار ہو۔

پھر فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ سفر کرتے کرتے ایک جنگل میں غار کے اندر ایک درویش صاحب نعمت اور زاہد بزرگ دیکھا۔ جس کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا۔ سلام کے بعد جب وجہ پوچھی۔ تو کہا کہ ایک روز میں وضو کرنے کے لئے غار سے باہر نکلا۔ تو میری نگاہ ایک عورت پر پڑی۔ مجھے خواہش ہوئی۔ اور غار سے باہر قدم رکھا۔ کہ اسے پکڑ لوں۔ تو وہ عورت غائب ہو گئی۔ فوراً چھری سے کر پاؤں کاٹ کر باہر پھینک

دیا۔ پس۔ اے درویش! آج چالیس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے۔ کہ ایک ہی پاؤں پر کھڑا ہوں۔ اور شرمندگی کے مارے حیران ہوں۔ کہ قیامت کے دن یہ منہ کس طرح دکھاؤں گا۔ اور کیا جواب دوں گا۔

ایک مرتبہ خواجہ بایزید سے کسی درویش نے پوچھا۔ کہ آیا عاشق کو ہر وقت حضوری رہتی ہے یا کبھی کبھی؟ فرمایا۔ ہر وقت۔ اس واسطے کہ عاشق خواہ کھڑا ہو۔ تو بھی مشاہدہ حق کے حضور میں ہے بیٹھا ہے۔ تو بھی مشاہدہ میں غرق ہے۔ اگر سویا ہوا ہے۔ تو بھی مشاہدہ حق کے خیال میں مستغرق ہے۔ پس عاشق کو مشاہدۂ دوست میں ہر وقت حضوری حاصل ہے۔

پھر فرمایا کہ عاشق کے لیئے حضور اور غیبت یکساں ہے۔ جس طرح حضور ہے۔ اسی طرح غیبت۔ پھر فرمایا کہ میں نے یہ شعر شیخ بہاؤ الدین زکریا کی زبانی سنا تھا۔

حضور و غیبت عاشق چو ہر دو یکسان ست بغیب مست حجابش حضور و نیز ہمانست

بعد ازاں فرمایا کہ چھٹی توبہ نفس کی ہے۔ پس چاہیئے کہ نفس کو تمام خواہشات ماکولات اور شہوات سے باز رکھا جائے۔ اور ان سب سے توبہ کی جائے۔ اور نفس کی خواہش کے مطابق کام نہ کیا جائے۔ قرآن شریف میں ہے کہ وَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔ یعنی جو شخص اپنے پروردگار سے ڈرے اور خواہشات سے نفس کو روکے۔ تو اس کا مقام بہشت میں ہوگا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید زبیدہ سے جھگڑ پڑا۔ اس نے کہا۔ جا دوزخی! ہارون نے فوراً قسم کھائی۔ کہ جب تک مجھے کوئی بہشتی نہ کہے گا۔ تب تک تیرے اور میرے درمیان قسم ہے۔ الغرض یہ کہہ کر بعد میں وہ پشیمان ہوا۔ کہ میں نے ایسا کیوں کہا۔ سب علماء کو بلایا۔ لیکن کسی نے یہ نہ کہا کہ تو بہشتی ہے۔ اس مجلس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ انہوں نے اٹھ کر پوچھا۔ کہ کیا تم کبھی اپنی نفسانی خواہش سے بھی ٹلے ہو؟ کہا ہاں! فلاں مجلس میں۔ امام نے فتویٰ دے دیا۔ کہ تو اس آیت کے مطابق بہشتی ہے۔ آیۃ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔ یعنی جو شخص اللہ کے خوف کے سبب خواہش نفسانی سے باز رہتا ہے

اس کی جگہ بہشت میں ہوگی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! توبہ تین قسم کی ہوتی ہے۔ حال، ماضی اور مستقبل۔ حال یہ کئے ہوئے گناہ سے ندامت حاصل ہو۔ ماضی یہ کہ دشمنوں کو راضی کرے۔ اگر کسی کی کوئی چیز چھین لی ہے۔ تو واپس کئے بغیر توبہ کرے۔ تو توبہ قبول نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے دوگنی چیز دے کر اسے خوش کرے۔ پھر توبہ قبول ہوتی ہے۔ اگر کسی کو برا بھلا کہا ہو۔ تو اس سے معافی مانگے۔ اگر وہ شخص جسے برا بھلا کہا ہو مر جائے۔ تو غلام آزاد کرے۔ ایسا کرنے سے گویا اس نے مردہ کو زندہ کیا۔ اگر کسی کی منکوحہ یا کنیز سے زنا کرے۔ تو اس سے معافی نہ مانگے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اور توبہ کرے۔ اگر شراب پینے سے توبہ کرے۔ تو لوگوں کو شربت اور ٹھنڈا پانی پلائے۔ خلاصہ یہ کہ توبہ کرتے وقت گناہ کی بابت معذرت کرے مستقبل یہ ہے کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کی ٹھان لے۔

جب شیخ الاسلام یہ فوائد بیان کر چکے۔ تو اٹھ کر اندر چلے گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

فصل پنجم

سخن در ذکر خدمت کردن بزرگان و آداب دادن افتاده بود

قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! جس نے سعادت حاصل کی۔ خدمت سے کی۔ کیونکہ دین و دنیا کی نعمت مشائخ اور پیروں کی خدمت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص سات دن مشائخ اور پیروں کی خدمت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

اس کے اعمال نامے میں سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے۔ اور جو قدم اٹھاتا ہے ہر قدم کے بدلے حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر کی وفات کے بعد شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی خدمت کی کہ کوئی خادم ایسی خدمت بجا نہیں لاسکتا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کو بغداد میں میں نے دیکھا۔ تو آپ سر پر چولہا اٹھائے ہوئے تھے۔ اور اس پر دیگچی میں کچھ گرم کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا۔ حج کو۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب آیا۔ لوگوں سے پوچھا۔ کہ آپ کتنے سال سے یہ خدمت بجا لا رہے ہیں۔ کہا۔ پچیس سال سے اس درویش کو اسی طرح خدمت بجا لاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ عبداللہ خفیف سے پوچھا گیا۔ کہ یہ دولت کہاں سے پائی؟ فرمایا۔ ایک درویش کی خدمت کرنے سے۔ کہ جو کچھ وہ درویش فرماتا تھا۔ میں سر آنکھوں سے بجا لاتا تھا۔ چنانچہ ایک روز مجھے اس درویش نے فرمایا۔ کہ فلاں درویش کو میرا سلام پہنچانا۔ اور عرض کرنا کہ کل میرے پیر کا عُرس ہے۔ کھانا موجود ہوگا۔ قدم رنجہ فرمائیے گا۔ اور اس مقام کو بابرکت کیجیئے گا۔ تاکہ کھانا آپ کے روبرو تقسیم ہو۔ جہاں پر وہ درویش رہتا تھا۔ راستے میں شیر کا ڈر تھا۔ اس درویش نے مجھے یہ کام آزمائش کے لیئے فرمایا تھا۔ الغرض حکم کے بموجب روانہ ہوا۔ تو ایک مقام پر شیر بالمقابل ہوا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا۔ تو کہا کہ اے شیر! میں اپنے پیر کے حکم کے بموجب فلاں درویش کے پاس جاتا ہوں۔ مجھے راستہ دے دو۔ یہ سنتے ہی شیر نے راستہ دے دیا۔ اور آداب بجا لا کر چلا گیا میں گزر کر اس درویش کے پاس پہنچا۔ اور پیغام پہنچایا۔ اس نے قبول کیا۔ کہ میں آؤں گا۔ میں آداب بجا لا کر واپس حاضر خدمت ہوا۔ تو میرے پیر نے مجھے گلے لگایا۔ اور فرمایا کہ واقعی خدمت کا حق یہی تھا۔ جو تو بجا لایا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کیا۔ اور فرمایا کہ جاؤ! تجھے دین اور دنیا سے* وہاں سے لوٹ کر میں کٹیا میں آگیا۔ پس جو نعمت مجھ میں دیکھتے ہو۔ وہ سب اسی درویش کی عطا کردہ ہے۔

* مالامال کر دیا ۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ یہ دولت کہاں سے پائی؟ فرمایا۔ دو باتوں سے۔ ایک اپنی ماں کی خدمت سے۔ اور دوسرے اپنے پیر کی خدمت کرنے سے۔ ماں والا واقعہ تو یوں ہے کہ ایک دفعہ جاڑے کے موسم میں رات کو میری والدہ صاحبہ نے پانی مانگا۔ میں نے اٹھ کر کوزہ بھرا۔ اور ہاتھ پر رکھ کر حاضر خدمت ہوا۔ لیکن والدہ صاحبہ سو گئیں۔ جب تیسرا حصہ رات گزر گئی۔ اور والدہ صاحبہ بیدار ہوئیں۔ تو پانی میرے ہاتھ سے لیا۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی۔ اور پیر والا واقعہ یوں ہے کہ بیس سال میں نے خدمت کی۔ اس عرصے میں مجھے دن رات برابر تھے۔ چنانچہ ایک رات میں قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھا۔ اور میرے سوا اس وقت کوئی مرید حاضر خدمت نہ تھا۔ شیخ صاحب نے آواز دی کہ اے عزیز! قرآن شریف لاؤ۔ میں لے گیا تو مجھ سے لے کر دعا کی۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جب تک تو درویشوں کی خدمت نہ کرے گا کبھی بھی مقام پر نہ پہنچے گا۔

پھر فرمایا کہ شیخ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر کے خواب کے کپڑے بیس سال سر پر اٹھائے رہے۔ اور حج کو ہمراہ لے گئے۔ تب یہ نعمت پائی۔ جو تمام اہل جہان کے نصیب میں ہوئی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ ایک روز صدق سے اپنے پیر کی خدمت کرنا بے صدق کی ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سَاقِیُ الْقَوْمِ اٰخِرُھُمْ یعنی جو لوگوں کو پانی پلائے۔ اُسے سب سے بعد پینا چاہیئے۔ اسی طرح کھانا کھلائیں۔ واجب ہے کہ خادم پہلے نہ کھانا کھائے۔ پھر فرمایا کہ میزبان کو واجب ہے۔ کہ خود مہمان کے ہاتھ دھلائے اس میں حکمت یہ ہے کہ پہلے اپنے ہاتھ دھو کر پاک کرے۔ تاکہ دوسروں کے ہاتھ دھلانے کے قابل ہو جائے۔ لیکن پانی پلاتے وقت پہلے خود نہ پیئے۔ بلکہ پہلے اوروں کو پلائے۔ اور بعد میں آپ پیئے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش ایک شخص خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہاتھ دھلانے کے لئے پانی لایا اور بیٹھ گیا۔ خواجہ صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ چونکہ تم بیٹھ گئے ہو۔ اب مجھے واجب ہے کہ میں اُٹھ کھڑا ہوں۔ مطلب یہ کہ ہاتھ دُھلانے والے کو واجب نہیں کہ وہ بیٹھے۔ کیونکہ خلافِ ادب ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک درویش ایک مرتبہ امام شافعی امام مالک کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے۔ تو امام مالک نے خود امام شافعی کے ہاتھ دھلائے۔

پھر فرمایا۔ ایک دفعہ میں بطور مسافر بغداد میں وارد ہوا۔ تو دجلہ کے کنارے نماز میں ایک بزرگ کو دیکھا۔ جو نہایت باعظمت اور صاحبِ نعمت تھا۔ لیکن ازحد کمزور اس وقت کٹیا کے اندر نماز میں مشغول تھا۔ جب فارغ ہوا۔ تو میں نے سلام کہا۔ فوراً فرمایا۔ علیک السلام۔ اے فرید! میں حیران رہ گیا کہ اسے میرا نام کون بتا گیا۔ فوراً کہ جو مجھے یہاں لایا۔ وہی نام بتا گیا۔ پھر مجھے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ! میں بیٹھ گیا۔ کچھ عرصہ میں خدمت میں رہا۔ افطار کے وقت دو آدمی دسترخوان لاتے۔ اور اس کے سامنے رکھ کر چلے جاتے ایک دفعہ چند صوفی بھی آگئے۔ ہم سب نے مل کر کھانا کھایا۔ مگر اس درویش نے خود ہاتھ دُھلائے میں نے عرض کی کہ اتنے آدمیوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ نے ہاتھ دھلائے۔ فرمایا۔ یہ قاعدے کی بات ہے کہ مہمانوں کے ہاتھ میربانوں کو خود دھلانے چاہئیں۔

بعد ازاں حکایت بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مہتر موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کوہ طور پر آئے۔ فرمان ہوا۔ کہ نعلین اتار کر آؤ۔ تاکہ پہاڑ کی گرد تمہارے پاؤں پر پڑے۔ اور تم بخشے جاؤ۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات عرش کے نزدیک پہنچے تو حکم ہوا کہ یا محمد النعلین سمیت آئیے گا۔ تاکہ نعلین مبارک کی گرد عرش پر پڑے اسے اس جنبش سے قرار آئے گا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جب مہتر موسیٰ علیہ السلام قبر سے اٹھیں گے۔ تو مستوں کی طرح چلیں گے۔ اور عرش کے کنگرے پر ہاتھ مار کر فریاد کریں گے کہ رب ارنی انظر

الیک۔ حکم ہوگا چپ رہ۔ اے موسیٰ! چپ رہ۔ آج حساب کا دن ہے۔ محاسبہ کے بعد میرا دیدار ہوگا۔ لیکن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آنجناب کی امتیں آئیں گی۔ تو ان میں بعض ایسے بھی عاشق ہوں گے۔ جن کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ انہیں زنجیروں سے جکڑ کر بہشت میں لے جاؤ۔ لیکن وہ زنجیروں کو توڑ کر فریاد کرتے ہوئے عرش تلے آجائیں گے۔ پھر ویسا ہی حکم ہوگا۔ پھر توڑ کر آجائیں گے۔ غرضیکہ ستر ستر ہزار زنجیر توڑیں گے۔ پھر حکم ہوگا کہ دیدار کا وعدہ بہشت میں ہے۔ وہاں چلو۔ پھر انہیں قرار حاصل ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے۔ دست مبارک میں انگشتری تھی۔ آپ سے پھرا رہے تھے۔ فرمان ہوا کہ اے محمدؐ! ہم نے تجھے کھیل کے لئے نہیں پیدا کیا۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر ایسی باتوں میں مشغول نہ ہوتے۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! جس روز مہتر یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر نے جیل میں بھیجا۔ اور آپ نے بادشاہ کے ساقی کو تعبیر بتلائی تھی کہ بادشاہ کا ساقی بنے گا۔ اور دوسرے کو بتلائی تھی کہ تجھے کوے اور چیلیں کھائیں گی۔ اس روز مہتر یوسف علیہ السلام نے ساقی کو کہا تھا کہ بادشاہ کو میری بابت یاد دلانا۔ اسی وقت مہتر جبرائیل آئے۔ اور فرمان لائے کہ اے یوسفؑ تو نے ہمیں فراموش کر دیا کہ ہماری خبر دوسرے کو کہتا ہے۔ آپ نو سال اور جیل میں رہے۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! مہتر سلیمان علیہ السلام باوجود اس قدر سلطنت کے جب کبھی دعوت کرتے۔ یا مجلس جمع کرتے۔ تو کھانے سے پیشتر آب دیدہ ہوتے۔ اور لوٹا خود ہاتھ میں لیتے۔ اور طشتری غلام۔ پھر مہمانوں کے ہاتھ خود دھلاتے۔ اور خود پانی اس وقت پیتے۔ جب سارے مہمان پی چکتے۔ الغرض باوجود اس قدر سلطنت اور جاہ و حشم کے خود زنبیل بنا کر بیچتے۔ اور اس کے داموں سے روٹی کھاتے۔ ایک روز دل میں عیاں آیا کہ اے پروردگار! اس قدر تو نے مجھے عنایت کی۔ لیکن اس میں میرے نصیب کچھ بھی نہیں۔ میں زنبیل بنا کر گزارہ کرتا ہوں جب یہ خیال دل میں گزرا۔ تو اس روز جب

جب زنبیل بنا کر بازار گئے۔ تو کسی نے نہ خریدی۔ واپس چلے آئے۔ اسی طرح سات روز تک گئے۔ لیکن زنبیل فروخت نہ ہوئی۔ آپ حیران رہ گئے۔ کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ اسی وقت مہتر جبرائیل نے آکر کہا۔ اے سلیمانؑ! اب زنبیل کی قیمت سے کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ ذرا اوپر کی طرف دیکھو! جب اوپر نگاہ کی۔ تو ساری زنبیلوں کو آسمان کے گوشے میں لٹکا ہوا پایا۔ حکم ہوا کہ اے مہتر سلیمان! یہ سب ہم نے ہی خریدی تھیں۔ یہ صرف بہانہ تھا کہ خلقت خریدتی ہے۔ آپ اس کہنے سے پشیمان ہوئے۔ اور توبہ کی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! انسان کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ میں کچھ کرتا ہوں۔ جو کچھ ظاہر و باطن میں حرکات و سکنات اس سے ظہور میں آتی ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا چاہیئے۔ یہ سب اسی کی مرضی سے ظہور میں آرہی ہیں۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جو شخص آپ کے ہاں بطور مہمان کچھ ضرور پروارد ہوتا۔ خود اس کے ہاتھ دھلاتے اور فرماتے کہ یہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور دوسرے پیغمبروں کی سُنّت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خود مہمانوں کے ہاتھ دھلایا کرتے۔ اور اپنے ہاتھ سے پانی پلایا کرتے۔ پس اے درویش! جہاں تک تجھ سے ہو سکے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور اماموں کی پیروی کر۔ تاکہ تو ان سے شرمندہ نہ ہووے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امیرالمومنین ابابکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اصحابہ کو بلایا۔ اور کھانے کے وقت خود کھڑے ہو کر لوٹا لے کر سب کے ہاتھ دھلائے۔

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کیے۔ تو دولت خانے میں تشریف لے گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

در ذکر تلاوت آیہ قرآن شریف وغیرہ

شیخ برہان الدین ہانسوی، شیخ بدرالدین غزنوی اور دیگر عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! قرآن شریف کی تلاوت تمام عبادتوں سے افضل ہے۔ اور دنیا اور آخرت میں اس سے درجہ ملتا ہے۔ پس چونکہ قرآن شریف پڑھنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ اس لئے آدمیوں کو چاہیئے کہ ایسی نعمت سے غافل نہ ہوں۔ اور اپنے تئیں محروم نہ رکھیں۔

پھر فرمایا کہ قرآن شریف پڑھنے سے بہت سے فائدے ہیں۔ اول آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے یعنی دکھتی نہیں۔ دوسرے ہر حرف کے بدلے ہزار سالہ عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور اسی قدر بدیاں اس کے نامۂ اعمال سے کاٹی جاتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ جو شخص دوست سے کلام کرنا چاہے۔ وہ کلام اللہ میں مشغول ہو۔ پھر فرمایا کہ نیک بخت بندہ وہ ہے۔ جو دوست سے ہمکلام ہو۔ دوست سے ہمکلامی کی سعادت قرآن شریف کی تلاوت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور ہر روز ستر مرتبہ ہر انسان کے دل میں یہ ندا ہوتی ہے۔ کہ اگر تجھے ہماری آرزو ہے تو سارے کام چھوڑ کر قرآن شریف کی تلاوت کر۔

پھر فرمایا کہ لوگوں کو اکثر کرکے حضور اور مشاہدہ کی نعمت تلاوت قرآن کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ جو سِرّ عالم میں ہے۔ وہ قرآن شریف پڑھتے وقت انسان پر منکشف ہوتا ہے اور ہر حرف اور معانی میں جب غور کرتا ہے۔ تو اس پر قلم کا سِرّ منکشف ہوتا ہے۔ اور اگر آیت مشاہدہ یا آیت رحمت پر پہنچتا ہے۔ تو مشاہدہ کے دریا میں مستغرق ہوتا ہے۔ اور لاکھوں نعمتیں حاصل کرتا ہے۔ اور جب عذاب کی آیت پر پہنچ کر غور کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس طرح پگھلتا ہے

جیسے کٹھالی میں سونا۔
پھر فرمایا کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز قرآن شریف کی تلاوت کرتے وقت کسی وعید کی آیت پر پہنچتے۔ تو سینے پر ہاتھ مار کر بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش میں آتے۔ تو پھر قران شریف پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔ اس طرح دن بھر میں تقریباً چھ ہزار مرتبہ بیہوش ہوتے۔ اور جب کسی آیت مشاہدہ پر پہنچتے۔ تو مسکرا کر اٹھ بیٹھتے۔ اور عالم مشاہدہ میں متحیر ہو جاتے۔ اور ایک دن رات اسی عالم مشاہدہ میں اس طرح متحیر رہتے کہ اپنے آپ کی مطلق خبر نہ ہوتی۔
پھر فرمایا کہ کلام مجید کا حافظ فوت ہو جاتا ہے۔ تو اس کی جان نوری قندیل میں ڈال کر عرش کے پاس لے جاتے ہیں۔ اور ہر روز اس پر ہزار مرتبہ انوارِ تجلی کرتے ہیں۔
پھر فرمایا کہ قیامت کے دن کلام مجید کے حافظ کو فرمان ہو گا کہ بہشت میں جاؤ۔ اور اس پر الگ تجلی ہو گی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن بہشت میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ اجمعین اور تمام اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر ایک مرتبہ تجلی ہو گی۔ اور امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر الگ ایک مرتبہ تجلی ہو گی۔ یہ آپ کی فضیلت ہے۔
پھر فرمایا کہ قیامت کے دن جب عاشقوں کو مقامِ تجلی میں لایا جائے گا۔ تو حکم ہو گا۔ آنکھیں کھولو! ہر ایک عاشق کو سامنے لا کر الگ الگ ان پر تجلی ہو گی۔ اور سات سات ہزار سال تک بے ہوش پڑے رہیں گے۔ جب ہوش میں آئیں گے۔ تو پھر **ھل من مزید** کی فریاد کریں گے۔ اس طرح سات ہزار مرتبہ تجلی ہو گی۔ پھر اپنے مقام میں واپس آئیں گے۔ جب شیخ الاسلام امام اللہ برکاتہ اس بات پر پہنچے۔ تو نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ اور حالت بیہوشی میں یہ رباعی زبان مبارک سے پڑھی۔

رُباعی

از بہر رُخ مبتلاے باشم — اندر غم عشق در بلاے باشم
وز یار جہاں تو چناں مدہوشم — کز خود خبرے نیست کجاے باشم

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں نے شیخ الاسلام اہل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی بغداد میں یہ حکایت سنی کہ جب شیخ الاسلام سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ بخارا میں تھے۔ ایک مرتبہ سفر کے ارادے سے جو باہر نکلے تو اثنائے سفر میں ایک ایسے شہر میں سے جو گزر ہوا کہ جس میں تمام مسلمان آباد تھے۔ اور وہاں کے مرد عورت سے لے کر بچوں تک سب کے سب قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول پائے۔ جو تلاوت میں شام سے صبح کیا کرتے تھے۔ انہیں ہم نے کسی وقت قرآن شریف کی تلاوت سے غافل نہ پایا۔ اس شہر کے باہر ایک غار کے اندر ایک درویش دیکھا۔ جو شیخ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں سے تھا۔ اسے بھی اسی طرح تلاوت میں مشغول پایا۔ جب اس درویش سے مصافحہ کیا۔ تو اس نے کہا بیٹھ جاؤ! ہم بیٹھ گئے۔ تو آپ قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ جب وہ وعید کی آیت پر پہنچتے۔ تو نعرہ مار کر بیہوش ہو جاتے۔ اور ماہی بے آب کی طرح تڑپتے جب پھر اٹھتے۔ تو اسی طرح پھر تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ اور جب رحمت یا خوشخبری کی آیت پر پہنچتے تو زار زار روتے اور کہتے کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے۔ جو نیک عمل کرتے ہیں۔ مجھے تو ذرہ بھر نیک عمل حاصل نہیں کہ میں یہ سُن کر خوش ہوں۔ جب یہ کہتے تو پھر رُکتے۔ اور لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہتے کہ اے عزیزو! اگر تمہیں معلوم ہوتا۔ کہ ہر آیت اور ہر حرف میں یہی فرمان ہوا ہے۔ تو تمہارا چہرا ہیبت کے مارے اکھڑ جاتا۔ اور یکبارگی گھل جاتا اور خاکستر ہو جاتا۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! ایک مرتبہ کوئی واصل حافظ کلام اللہ فوت ہو گیا۔ تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیسا سلوک کیا؟ فرمایا۔ وہی۔ جو اپنے خاصوں سے کیا پھر پوچھا گیا کہ آپ کو قبر میں چھوڑ دیا گیا۔ یا اوپر لے جایا گیا؟ فرمایا کہ قالب کو بھی عرش کے نیچے لے گئے۔ اور قرآن شریف کے حافظوں کے پاس مقام دیا۔ اور وہیں رہتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! سلطان معز الدین محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو وفات کے بعد دیکھ کر پوچھا کہ آپ کی کیا حالت ہے؟ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔ پوچھا۔ کس عمل کی خاطر؟ فرمایا۔ ایک رات میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور پاس کے گھر سے قرآن شریف پڑھنے کی آواز

آرہی تھی۔ میں سن کر تخت سے نیچے آکر دوزانو بیٹھ، ہمہ تن گوش ہو سننے لگا۔ راحت حاصل ہوئی۔ جب وہ دنیا فانی سے کوچ کر گیا۔ تو مجھے اس قرآن کے سننے کے عوض بخش دیا۔

پھر فرمایا کہ قرآن مجید پڑھتے وقت تین آدمی بخشے جاتے ہیں۔ اول وہ شخص جس نے قرآن مجید پڑھنے والے کو قرآن مجید پڑھایا ہو۔ دوسرا پڑھانے والا۔ تیسرے پاس پڑوس کے سننے والے۔ شیخ الاسلام نے مسکرا کر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ میں خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ کہ چار اور درویش حاضر خدمت ہوئے۔ ان میں سے ایک درویش کا ارادہ یہ تھا کہ خواجہ صاحب کو قتل کر دے۔ خواجہ صاحب نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ اے درویش! کیا درویش بھی درویشوں کے مارنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اس نے آداب بجا لا کر عرض کی کہ نہیں۔ میرا ارادہ تو نہیں۔

پھر فرمایا کہ جو تیری نیت ہے۔ اسے بدل ڈال۔ جونہی خواجہ صاحب نے یہ فرمایا اس درویش نے اٹھ کر سر قدموں پر رکھ دیا۔ اور عرض کی کہ بے شک میں نے آپ کی ہلاکت کا ارادہ کیا تھا لیکن آپ مرد خدا تھے۔ معلوم کر گئے۔ اب میں توبہ کرتا ہوں۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ انسان کو قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول رہنا چاہیئے اس واسطے کہ عاشق و معشوق میں باہمی الفت گفتگو بڑھتی ہے۔ پس راہ سلوک میں اس سے بڑھ کر اور کوئی بات نہیں۔ کیونکہ اہل سلوک کے مطابق اس مشاہدے کا سا اور کوئی مشاہدہ نہیں۔ کیا تجھے وہ راحت معلوم ہے۔ جبکہ دوست دوست سے گفتگو کرتا ہے۔ اے درویش! اللہ تعالیٰ کی باتیں بھی کلام اللہ ہے۔ پس جسے یہ ذوق معلوم ہو گیا۔ اگر وہ بعد ازاں کسی اور بات میں مشغول ہو۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے۔ اور محبت میں صادق نہیں۔

پھر فرمایا کہ جب انسان قرآن شریف پڑھے۔ تو اس کے معنوں وغیرہ کا خیال رکھے۔ اور اس وقت کسی مخلوق کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ پس جب اس طرح سے قرآن شریف پڑھا جائے۔ تو فرشتہ مع ایک لاکھ حور کے آکر پڑھنے والے کے سامنے بیٹھ

بیٹھ جاتا ہے۔ وہ فرشتہ حوروں کو اسی طرح کہتا ہے کہ آنکھیں دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتیں پھر وہ فرشتہ فرط محبت سے اپنا منہ پڑھنے والے کے منہ پر رکھتا ہے۔ اور جب تک وہ شخص زندہ رہتا ہے۔ وہ فرشتہ معہ حوروں کے اس کے ہمراہ بہشت میں آجاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ جب قرآن شریف پڑھنے میں مشغول ہوتے۔ تو بید کے پتوں کی طرح کانپتے۔ اور جب کسی آیت کے شروع میں پہنچتے۔ تو منتظروں کی طرح اُٹھ کھڑے ہوتے۔ اور پھر بیٹھتے۔ جب قرآن شریف پڑھتے تو سات دن رات مشغول رہتے۔

پھر فرمایا کہ جس طرح انسان تنہائی میں کلام اللہ کا ذوق حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن تنہائی میں اس پر تجلی ہوگی۔

پھر فرمایا کہ غزنی میں محمد مغربی نام ایک درویش نہایت صالح اور صاحب نعمت مرد تھا جس کو ساتوں قرأتیں یاد تھیں۔ اس کی کرامت یہ تھی۔ کہ جو شخص ایک سورۃ اس سے پڑھ لیتا۔ اللہ تعالیٰ سارا قرآن شریف اسے نصیب کرتا۔ چنانچہ میں نے بھی اس سے ایک سورۃ پڑھی۔ جس کی برکت سے سارا قرآن شریف حفظ ہو گیا۔ اس کا ایک بھائی دمشق میں رہتا تھا۔ کوئی ایک شخص دمشق سے بغداد آیا۔ تو اس نے اپنے بھائی کا حال پوچھا۔ اس نے کہا سلامت ہے حالانکہ وہ وفات پا چکا تھا۔ اس آنے والے نے دمشق کے حالات بیان کرنے شروع کیے۔ کہ بارشیں بہت ہوئی ہیں۔ جن سے کئی گھر برباد ہو گئے۔ ایک مرتبہ آگ بھی لگی جس سے بہت سے گھر برباد ہو گئے۔ جب اس نے یہ حکایت ختم کی۔ تو خواجہ محمد مغربیؒ نے فرمایا۔ کہ شاید میرا بھائی زندہ نہیں رہا۔ اس نے کہا۔ ہاں! وہ اس سے پہلے ہی فوت ہو چکا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! انسان کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کی زیارت اور امامانِ دین میں سے کسی کی زیارت کے لئے قرآن مجید کی تلاوت اور سورۃ فاتحہ کے ختم میں مشغول ہونا چاہیئے۔ تاکہ کلام اللہ اور ان کی روح کی برکت سے اس کے دینی اور دنیاوی کام بخوبی سرانجام ہوں۔ اور اسے عزت اور مرتبہ حاصل ہو۔ اور صاحب قرب اور اسرار تجلّے ہو جائے۔ پس۔ اے درویش! جو شخص سورۃ فاتحہ کو بیمار کی شفا یا کسی مہم کے لئے اکتالیس مرتبہ اعوذ

اور تسمیہ اور رحیم کے میم کو الحمد کے لام کے ساتھ ملا کر پڑھے۔ فوراً صاحب درد کو شفا ہوگی۔ کیونکہ سورۃ فاتحہ کا ختم ہی اس کا اکتالیس مرتبہ پڑھنا ہے۔ اے درویش! تجھے واضح رہے۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ سورۃ فاتحہ تمام بیماریوں کی شفا ہے۔ پھر فرمایا کہ سورۃ بقر کا ختم جو ہر روز ایک بار پڑھتا ہے۔ جو شخص صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان تین روز تک سورۃ بقر کسی نیت سے پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی نیت پوری کرے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ سے کچھ حاجت تھی۔ اس سورۃ کا پڑھنا اختیار کیا۔ ابھی ایک روز بھی نماز پورے طور پر پڑھنے نہ پائے تھے۔ کہ حاجت پوری ہو گئی۔

پھر فرمایا کہ دینی اور دنیاوی حاجتوں کے لئے ہر روز دو مرتبہ سورہ آل عمران پڑھنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ اے بدرالدین درویش! جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں۔ سب تیری ترغیب کے لئے تاکہ تجھے تیرے حال کی کمالیت حاصل ہو۔ جو ہم سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اس واسطے کہ پیر مرید کو سنوارنے والا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص سورۃ النساء ہر روز سات مرتبہ پڑھے۔ وہ دینی اور دنیاوی عذابوں سے بے کھٹکے ہو جائے گا۔ جو شخص سورۃ مائدہ ہر روز سات مرتبہ پڑھے۔ اس کے شہر میں بارش کی کبھی قلت نہ ہوگی۔ سورۃ انعام کا ختم ستر مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔ یا ایک روایت کے مطابق اکتالیس مرتبہ۔ پس جو شخص برائے حاجت اس کا ختم کرے۔ اس کی حاجت برآئے گی۔

پھر فرمایا کہ سورۃ اعراف توبہ کے قبول ہونے کی خاطر اس طرح پڑھنی چاہیئے کہ پہلے ستر مرتبہ استغفار۔ پھر دو رکعت نماز اس طرح کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک مرتبہ اور قل یا ایہا الکافرون ستر مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک مرتبہ اور اخلاص سو مرتبہ پڑھے۔ اور قیدی کی رہائی کے لئے سورۃ انفال چار مرتبہ پڑھا کرے۔ پس جو شخص ہر روز اس سورۃ کو پڑھا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی قید اور قید خانے سے خلاصی عطا فرمائے گا۔ نیز آخرت میں بھی اسے محفوظ رکھے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جہان میں عاقبت بخیر ہونے اور کاموں پر فتحمندی حاصل کرنے کے لئے سورۃ توبہ چالیس مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ پس جو شخص پڑھے گا۔ وہ فتحمند ہوگا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! سورۂ ہود کا ختم دس مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔ یہ ختم کافروں پر مظفر و منصور ہونے کے لیئے پڑھا جاتا ہے۔ سورۂ ابراہیم دس مرتبہ۔ بخشے جانے۔ عزیز ہونے۔ قرآن شریف پڑھنے اور حفظ کرنے کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ جو پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے حافظ قرآن بنائے گا۔

پھر فرمایا کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۂ یوسف پڑھے۔ اسے ضرور بالضرور قرآن شریف حفظ ہو جائے گا۔ دشمنان دین کے خوف و ڈر سے بے کھٹکے ہونے کے لیئے سات مرتبہ سورۂ رعد پڑھا کرے۔ مرگی والے اور جنون والے کی صحت کے لیئے سورۂ حجر ستر پڑھ کر دم کرے۔ تو فوراً صحتیاب ہوگا۔ جو شخص سورۂ نحل ہر روز دس مرتبہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے گا۔ پائے گا۔ سورۂ بنی اسرائیل کا ختم دس مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔ ہر ایک مہم کے لیئے سورۂ کہف ہر جمعہ کو چالیس مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ سورۂ مریم ہر روز بلا ناغہ بیس مرتبہ فراخی نعمت اور فراخی کام کے لیئے پڑھنی چاہیئے۔ سورۂ طٰہٰ جمعرات کو تین مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ بغیر زبان اور تالو کے اس سورۃ کو پڑھتا ہے۔ جو یہ سورۃ جمعرات کو پڑھے۔ گویا وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہا ہے۔

فرمایا کہ دشمنوں کی مقہوری کے لیئے سورۂ انبیاء پچھتر مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ دین و دنیا کی خلاصی کے لیئے سورۂ قد افلح المومنون سات مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ قسم قسم کی بلاؤں کے دفعیہ کے لیئے سورۂ نور سات مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ سورۂ فرقان کا ختم سات مرتبہ ہے۔ اور سورۂ والشمس کا پچھتر مرتبہ بدِ دشمنان دین کے دفعیہ کے لیئے پڑھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے شکر کرنے کے لیئے سورۂ نمل کا ختم پڑھنا چاہیئے۔ اور سورۂ قصص دس مرتبہ اگر پڑھی جائے۔ تو اس قدر ثواب حاصل ہوتا ہے۔ جتنا کہ انبیاء کو ہوا۔ سورۂ عنکبوت دس مرتبہ وسوسۂ شیطانی کے دفعیئے کے لیئے پڑھنی چاہیئے۔ دفعیہ دشمن کی نیت سے الروم اکتیس مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ اور دین اور دنیاوی سعادت حاصل کرنے کے لیئے ستر مرتبہ سورۂ لقمان پڑھنی چاہیئے۔ شہادت کا درجہ پانے کے لیئے اکتیس مرتبہ سورۃ السجدہ پڑھنی چاہیئے۔ مہمات کے سرانجام ہونے کے لیئے پچھتر مرتبہ سورۂ الم نشرح پڑھنی چاہیئے

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اکتالیس[۴۱] مرتبہ سورۃ السبا پڑھنی چاہیئے۔ سورۃ فاطر السمٰوٰت
بلاؤں سے محفوظ رہنے کے لئے اور بزرگوں کو اس کا ثواب پہنچانے کے لئے ستر مرتبہ پڑھنی
چاہیئے سورۃ یٰسین کا ختم ہر ایک مہم کے لئے کافی ہے۔ اور بے کھٹکے ہونے کے لئے اکیس
مرتبہ سورۃ والصافات پڑھنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شیطان کے دفعیے کے لئے جمرات
کو پانچ مرتبہ سورۃ تنزیل الکتاب پڑھنی چاہیئے۔ طاعون کے دفعیے کے لئے دو مرتبہ سورۃ
سجدہ پڑھنی چاہیئے۔ مصیبتوں کے دور کرنے کے لئے اور سعادت حاصل کرنے کے
لئے سات مرتبہ سورہ حٰم عسق پڑھنی چاہیئے۔ حفظ الایمان کے لئے اکیس[۲۱] مرتبہ سورۃ
زخرف پڑھنی چاہیئے۔ سعادت حاصل کرنے کے لئے پچھتر مرتبہ سورۃ دخان پڑھنی
چاہیئے۔ اسرار الٰہی کے اظہار کے لئے سورہ محمد اکتالیس[۴۱] مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ جب
شیخ الاسلام اس مقام پر پہنچے۔ تو فرمایا کہ اے درویش! جو عقلمند ہے۔ وہ قرآن شریف
کی تلاوت سے غافل نہیں ہے۔ اس واسطے کہ کوئی فرمان ایسا نہیں جس میں تجلی کے اسرار و انوار
نہ ہوں۔ پس۔ اے درویش! جس چیز میں نعمت ظاہر ہوتی ہے۔ انسان کو کیوں اس
سے اپنے تئیں محروم رکھنا چاہیئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! باقی سورتوں کے ختموں کی نسبت انشاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی
ذکر کیا جائے گا۔ جب یہ بات ختم کی۔ تو اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور میں اور اور لوگ
واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ ؛
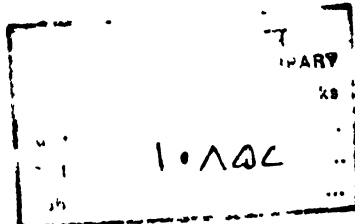
فصل ہفتم

در ذکر فضیلت سورۃ اخلاص وغیرہ

جب پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو سورۃ اخلاص وغیرہ کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس وقت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند مولانا ناصح الدین جمال الدین الغباری شمس دبیر اور چند اور صوفی حاضر خدمت تھے۔ شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص قرآن مجید کے ختم کا ثواب حاصل کرنا چاہے اسے چاہیئے کہ ہر رات پچیس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ اے درویش! سورۃ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان ہوئی ہے۔ قل ھو اللہ احد اس کی صفت ہے۔ پس جو شخص درست اعتقاد سے پڑھے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بیان کر دیں۔ اگرچہ وہ بے صفت ہے۔ اور اس کی کوئی صفت نہیں ہو سکتی۔ پھر فرمایا کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ یاروں کو فرمایا کہ جب تک تم حسب ذیل پانچ کام رات کو نہ کر لو۔ نہ سوؤ۔ اوّل جب تک قرآن شریف ختم نہ کرو۔ نہ سوؤ۔ دوسرے غزا نہ کرو تیسرے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش نہ کرو۔ چوتھے جب تک حج نہ کرو۔ پانچویں۔ جب تک اللہ کو خوش نہ کرو۔ یار حیران رہ گئے۔ کہ یہ پانچوں کام ایک رات میں کس طرح ہو سکتے ہیں۔ پس فرمایا جو شخص رات کو قرآن شریف ختم نہ کر سکے۔ وہ پچیس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ تو گویا اس نے قرآن شریف ختم کیا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص رات کو غزا کرنا چاہے۔ تو دس مرتبہ کلمہ سبحان اللہ کہے۔ اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا چاہے۔ وہ سو مرتبہ درود پڑھے۔ اور حج کرنا چاہے۔ وہ سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَکِیْمُ الْکَرِیْمُ پڑھے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا چاہے۔ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بکثرت پڑھے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک روز میں ایک بیمار کے پاس گیا۔ اور اس پر

سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کی۔ تو فوراً صحت یاب ہو گیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں اور خواجہ قطب الدین بختیار مسافر تھے اور پرائے ملک میں ہم دونوں دریائے موتہ کے کنارے پہنچے۔ تو وہاں پر پار ہونے کے لئے کشتی موجود نہ تھی۔ اور وہ نہایت خوف ناک تھا۔ شیخ الاسلام نے مسکرا کر فرمایا۔ اے فرید! اب تو آ گئے ہیں۔ یہاں سے عبور کرنا چاہیئے۔ میں نے عرض کی: ہے سعادت۔ لیکن دل میں خیال آیا کہ بغیر کشتی پار کس طرح ہوں گے؟ ابھی میرے دل میں یہ خیال پورے طور پر گزرنے نہ پایا تھا۔ کہ خواجہ قطب الدین راستہ میں کھڑے ہو گئے۔ اور پھر پار ہو گئے۔ پار پہنچ کر میں نے حال پوچھا۔ تو فرمایا کہ جب ہم دریا کے کنارے پہنچے تھے۔ تو تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر پانی پر دم کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی پھٹ گیا۔ اور راستہ مل گیا۔ اور ہم پار ہو گئے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ اخلاص کو قرآن شریف کا ثلث (تیسرا حصہ) فرمایا ہے۔

پھر فرمایا کہ اس سورۃ کا ختم تین مرتبہ پڑھنا ہے۔ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد سورۃ اخلاص جو تین مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے۔ کہ اگر قرآن شریف ختم کرتے وقت کہیں کمی رہ گئی۔ تو وہ پوری ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد چند آیتیں سورۃ بقر کی پڑھی جاتی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے اچھا آدمی کون ہے؟ تو فرمایا کہ الحال المرتحل حال اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو آیا ہو۔ اور مرتحل اسے۔ جو منزل سے روانہ ہو۔ یہ اس بات کی طرف سے ہے۔ کہ جب قرآن شریف ختم کرتا ہے۔ تو گویا منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اور جب ساتھ ہی چند آیتیں سورۃ بقر کی پڑھتا ہے۔ تو گویا پھر نئی منزل شروع کرتا ہے۔ پس سب سے اچھا آدمی وہ ہے۔ جو قرآن شریف ختم کرتے ہی پھر شروع کر دے۔ اس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "الحال المرتحل" فرمایا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! میں نے ایک مرتبہ اپنے استاد مولانا بہاؤ الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ ایک دفعہ خواجہ تمیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو

حبشیوں نے گرفتار کر لیا۔ جن کے سردار نے آپ کو ہلاک کرنا چاہا۔ اس واسطے اس نے آپ کو ساٹھ سال تک قید میں رکھا۔ جس روز قتل کا وعدہ تھا۔ اس رات خواجہ صاحب نے اپنے پیر خواجہ ابوسعید ابوالخیر کو خواب میں دیکھا۔ جو فرماتے ہیں۔ کہ کل جب حبشیوں کے سردار کے پاس جاؤ گے۔ تو تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اس پر دم کرنا۔ خواجہ صاحب اس خواب کی ہیبت سے جاگ اٹھے۔ جب سردار کے روبرو لائے گئے۔ تو تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر سردار کی طرف پھونکی۔ سردار آپ کو دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑا کہ پہلے مجھے خلاصی عنایت فرماویں۔ پھر میں آپ کو رہا کر دوں گا وجہ پوچھی۔ تو آپ نے کہا آپ کے دونوں پہلوؤں میں دو اژدہا کھڑے ہیں۔ جو مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے تیری جان بخشی۔ پھر خواجہ صاحب کو رہائی نصیب ہوئی۔ وہ دونوں اژدہا خواجہ صاحب کے پہلوؤں میں گم ہو گئے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ شیخ جلال الدین تبریزی اور میں ایک ہی جگہ تھے۔ مولانا علاؤ الدین صوفی پاس سے گزرے۔ شیخ صاحب کی نظر آپ پر پڑی۔ تو بلایا۔ اور اپنے کپڑے عنایت کر کے پانچ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر دم کی۔ اللہ تعالیٰ نے جس کی برکت سے مولانا علاؤ الدین کو بہت سی نعمت عطا فرمائی۔ یہ سب کچھ شیخ جلال الدین تبریزی کی برکت سے تھی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک روز خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ یوسف بن حجاج کے ہاتھ سے بھاگ نکلے۔ آپ آگے آگے تھے۔ اور اس کے آدمی تعاقب میں تھے جب خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کی خانقاہ کے قریب پہنچے۔ تو پوچھا کہ آپ کی کیا حالت ہے۔ فرمایا۔ یوسف بن حجاج کے آدمی میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اندر آجاؤ۔ جونہی آپ اندر آئے۔ خواجہ صاحب یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ یوسف کے آدمیوں نے خواجہ حبیب سے پوچھا کہ حسن کہاں ہے؟ کہا۔ یہ دیکھو! نماز ادا کر رہا ہے۔ جب اندر گئے۔ تو قدرت الٰہی سے خواجہ حسن کو نہ دیکھ سکے۔ پھر خواجہ حبیب کے پاس آئے۔ اور کہا۔ کہ برحق ہے کہ تم کو یوسف بن حجاج مارتا ہے۔ ایسے ہی جھوٹ بولا

کرتے ہوئے۔
الغرض۔ جب وہ چلے گئے۔ تو خواجہ حبیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے خواجہ! اگر میں سچ نہ کہتا۔ تو آپ گرفتار ہو جاتے۔ خواجہ حسن بصری نے کہا کہ آپ تو مجھے گرفتار کروانے لگے تھے۔ آپ نے تو دیکھا ہی دیا تھا۔ خواجہ حبیب نے کہا۔ اگر میں سچ نہ کہتا۔ تو آپ بھی گرفتار ہوتے اور میں بھی۔
بعد ازاں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔ کہ جب میں اندر گیا۔ تو کیا آپ نے کچھ پڑھا تھا؟ فرمایا۔ ہاں! اسی کی برکت سے تو اللہ تعالیٰ نے تجھے امن وامان میں رکھا۔ پوچھا۔ کیا پڑھا تھا؟ فرمایا۔ دس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر تیری طرف پھونکی تھی وہی تیرے اور ان کے مابین حائل ہو گئی۔
بعد ازاں شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں خلوت میں یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ جب میں سورۃ اخلاص پر پہنچا۔ تو مجھے عالم تجلی سے اسرار اور انوار نازل ہوئے۔ چنانچہ ان انوار سے عشق و محبت کے صحرا میں جا پڑا۔ جب وہاں سے نکلا تو اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کے دریا میں غرق ہوا۔ اسی طرح سات دن رات یہی حالت رہی۔ پھر عالم صحو میں آیا۔
نیز اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک روز امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ خیبر کی لڑائی میں عاجز رہ گئے۔ بہتیرا فتح کرنا چاہا۔ لیکن نہ کر سکے۔ آخر عاجز ہو کر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب لکھا کہ شاید آپ سورۃ اخلاص کو بھول گئے ہیں۔ اس جواب کے پہنچتے ہی جناب نے سورۃ اخلاص پڑھنی شروع کی۔ ایک روز پڑھی۔ تو دوسرے روز ہی خیبر کا قلعہ فتح ہو گیا۔ اور دروازہ اس کا جڑ سے اکھاڑ کر چالیس قدم دور پھینک دیا۔
جب شیخ الاسلام یہ بات سن چکے۔ تو نماز کی اذان ہوئی۔ آپ اٹھ کر اندر چلے گئے ہیں اور ادور لوگ واپس چلے گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

سخن در ذکرِ خرقہ و فقر و غیرہ افتادہ بود

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا تو اصحاب صوفیہ حاضرِ خدمت تھے۔ زبانِ مبارک سے فرمایا کہ گودڑی اور صوف انبیار کا لباس ہے پس۔ اے درویش! یہ لباس اُس شخص کے لئے جائز ہے۔ جس کا ظاہر و باطن بُری صفات سے خالی ہو۔ اس لئے کہ صوفی وہ شخص ہے۔ جس میں دنیاوی یا بشری کسی قسم کی آلائش یا کدورت نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ گودڑی اور صوف کا پہننا انبیار کی سُنت ہے۔ جس وقت انبیار اور اولیار میں سے کسی کو کوئی ضرورت یا حالت پیش آتی۔ تو فوراً گودڑی کندھوں پر ڈال صوف کو سامنے رکھ بارگاہِ الٰہی میں مناجات کرتے اور گودڑی صوف کو شفیع بناتے۔ تو حق تعالےٰ فوراً اس مہم کو سرانجام کرتا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اے درویش! یہ خبر نقل ہے کہ خرقہ پہننا انبیارؑ اور ان کے تابعین کی سُنت ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بغداد میں مسجد کیعت کے اندر خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور اور صوفی جمع ہوئے۔ خرقے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ کہ اس کی اصل کہاں سے ہے کس نے پہلے شروع کیا۔ سب سوچنے لگے۔ جب کوئی جواب نہ دے سکا۔ تو حضرت خواجہ عبداللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض مشائخ کی روایت کے مطابق خرقہ کی ابتدار ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جس روز مہتر ابراہیم علیہ السلام کو ڈھینگلی میں رکھا گیا۔ تو مہتر جبرائیل علیہ السلام نے بہشتی خرقہ لاکر پہنایا۔ بعد ازاں وہی خرقہ علی الترتیب مہتر اسحٰق مہتر یعقوب اور مہتر یوسف علیہ السلام کو پہنایا گیا۔ لیکن بعض یوں روایت کرتے ہیں کہ جب یوسف

علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کو کنوئیں میں ڈالا۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے تعویذ لا کر آپ کے
گلے میں ڈالا۔ مگر محقق کہتے ہیں کہ وہ خرقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس۔ جو شخص بے خرقہ ۔
بے مقراض، بے صحبت اور بے ارادت کسی کو مرید بناتا ہے۔ وہ گمراہ ہوتا ہے۔ نہ کہ مرید۔
پھر فرمایا کہ جو خرقے اور مقراض کا منکر ہے۔ وہ مشائخ طبقات کے نزدیک زندیقی ہے
صدیقی اے درویش! ہمارے خواجگان کے نزدیک خرقہ کی اصل اللہ تعالیٰ سے ہے ۔
اور وہ اس طرح۔ جب کہ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خرقہ عطا ہوا تو
ساتھ ہی فرمان ہوا کہ اپنے اصحاب میں سے اس کو یہ خرقہ عطا کرنا۔ اور خلیفہ بنانا۔ جو
اس کا جواب یہ دے۔ وہ سوال معہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا۔ آپ نے صحابہ
کرام سے سوال کیا۔ لیکن تین تو جواب نہ دے سکے۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب میں
عرض کی کہ اگر مجھے خرقہ عطا ہو۔ تو میں لوگوں کی عیب پوشی کروں گا۔ پس رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے وہ خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا۔ اور آپ سے پھر اس خرقے کا
رواج ہوا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک دفعہ میں بغداد میں بطور مسافر وارد تھا۔ اور شیخ
شہاب الدین سہروردی کی مجلس میں حاضر تھا۔ اور دوسرے بزرگ مثلاً شیخ جلال الدین تبریزی
شیخ بہاؤ الدین سہروردی۔ شیخ اوحد الدین کرمانی اور شیخ بہاؤ الدین سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ حاضر
خدمت تھے۔ خرقے پہننے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنے میں شیخ بہاؤ الدین
کے فرزند نے آکر خرقہ کے لئے التماس کی۔ شیخ شہاب الدین صاحب نے فرمایا کہ آج معاف
رکھو۔ کل آنا۔ اور خرقہ آپ کو دیا جائے گا۔ الغرض۔ اسی رات شیخ صاحب نے خواب
میں دیکھا کہ دو آدمیوں کو فرشتے گلے میں آگ کی زنجیریں ڈالے اوپر کی طرف سے جا رہے ہیں
آپ نے فرشتوں کا دامن پکڑ کر پوچھا۔ کہ یہ کون ہیں؟ کہا۔ یہ پیر ہے۔ اور وہ مرید۔ اس پیر نے اس
مرید کو خرقہ دیا تھا۔ جس نے خرقے کا حق ادا نہیں کیا۔ بلکہ دنیا کے نذر۔ گلی کوچوں اور بازاروں
میں پھرتا تھا۔ اور بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں جایا کرتا تھا۔ ہمیں حکم ہوا ہے کہ اس
تارک ضمیر ور اس گمراہ مرید کو آگ کی زنجیروں میں جکڑ لو۔ اور دوزخ میں لے جا کر۔ جونہی یہ

خواب شیخ صاحب کے فرزند نے دیکھا۔ تو فوراً بیدار ہوئے۔ اور شیخ صاحب کے پاس آئے۔ شیخ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ خرقہ پوشوں کا حال دیکھ لیا ہے۔ پس اے فرزند! خرقہ وہ شخص پہنتا ہے۔ جو دونوں جہان سے قطع تعلق کرے۔ اور اپنے پیروں اور مشائخ کے طریقہ پر کاربند ہو۔ تو ابھی ستر ہزار پردوں میں ہے۔ خرقہ پہننے کا وقت ابھی تیرے لئے نہیں آیا۔ واپس چلا جا ورنہ تیری بھی وہی حالت ہوگی۔ جو خواب میں اس پیر اور مرید کی دیکھ چکا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! جب تک انسان اپنے تئیں دنیاوی غل اور آلائش سے صاف نہ کرے۔ اسے خرقہ نہیں پہننا چاہیئے۔ اور نہ ہی پیر کو چاہیئے کہ بغیر صاف کئے اسے خرقہ دے۔ کیونکہ خرقہ انبیاء، اولیا کا لباس ہے۔ اس واسطے کہ جو شخص دنیاوی آلائشوں سے ملوث ہوگا۔ وہ خرقے کی حق ادائی نہیں کر سکے گا۔ اور جب حق ادائی نہ کر سکے گا۔ تو ضروری ہے کہ گمراہی میں پڑے گا۔ پیر معہ مرید گمراہ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خرقہ پہن لینا تو آسان اور سہل ہے۔ لیکن اس کی حق ادائی مشکل کام ہے۔ اگر صرف خرقہ پہن لینے ہی سے لوگوں کو نجات حاصل ہوتی۔ تو سارے خرقہ پہن لیتے۔ لیکن اسے پہن کر کام کرنا پڑتا ہے۔ اگر تو خرقہ پہن کر متقدمین کی حق ادائی کرے گا۔ تو فبہا ورنہ گمراہی میں پڑے گا جس سے پھر تو نکل نہیں سکے گا۔

پھر فرمایا کہ اگر دنیا میں خرقہ پہنا۔ تو خرقہ پوشوں کے سے اعمال کئے۔ تو بہتر۔ ورنہ یہی خرقہ قیامت کے دن مدعی بن کر پوچھے گا کہ تو نے مجھے پہنا تو سہی۔ لیکن میری حق ادائی کیوں نہ کی۔ اس وقت فرشتوں کو حکم ہوگا کہ تیرے گلے میں آگ کا خرقہ پہنائیں۔ اور دوزخ میں لے جائیں۔

پھر فرمایا کہ تو اگر خرقہ پہننا چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر پہن۔ نہ کہ خلقت کے دکھانے کے لئے۔ تاکہ وہ تیری عزت کریں۔ اگر تو ایسا کرے گا۔ تو قیامت کے دن بے بس اور مجبور رہ جائے گا۔ اور گرفتار کیا جاسے گا۔

پھر فرمایا کہ اس راہ میں پیر میں ذاتی قوت ہونی چاہیئے۔ تاکہ اگر کوئی مرید ہونے کی خاطر حاضر خدمت ہو۔ تو نور معرفت سے اس کے قلوب ثلثہ کو دیکھے۔ اور دنیاوی غل و غش سے صاف کرے۔ چند مدت اپنے پاس رکھ کر مجاہدہ کا علم کرے۔ بعد ازاں جب اس میں حرص

ہو اکی کوئی کدورت باقی نہ رہ جائے۔ تو پھر اگر خرقہ دے تو جائز ہے۔ لیکن پیر میں اس قسم کی قوت نہ ہو اگر کسی کو خرقہ اور کلاہ دے دے۔ تو خود بھی گمراہی میں پڑے گا۔ اور اسے بھی گمراہی میں ڈالے گا۔

بعدازاں فرمایا کہ اے درویش! خرقہ اور کلاہ اسی کو دینا جائز ہے جس نے اپنے تئیں مجاہدے اور محبت اولیاء میں پاک کر لیا ہو۔

پھر فرمایا کہ جب میرے بھائی مولانا بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنا کام عشق و محبت میں تکمیل کو پہنچا لیا۔ تو شیخ بہاؤالدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آئے۔ تین روز رہے۔ چوتھے روز آپ کو خرقہ، عصا، نعلین اور مصلا عنایت کر کے فرمایا کہ جاؤ ملتان کی ولایت آپ کو دی۔ تمام حاضرین کو غیرت آئی۔ اور کہنے لگے کہ ہندوستانی کو تین دن میں ولایت دے دی۔ اور ہم اتنے سالوں سے بے فائدہ خدمت کرتے رہے ہیں۔ جب یہ بات شیخ بہاؤالدین نور اللہ مرقدہٗ نے سنی۔ تو فرمایا کہ درویش واقعی ایسے ہیں۔ لیکن بہاؤالدین پہلے اپنا کام کر کے آیا تھا۔ اور خشک لکڑی لایا تھا۔ اس لئے جب وہ آیا۔ تو دو تین روز میں ایک ہی پھونک سے ان میں آگ لگ گئی۔ مگر تم تمام گیلی لکڑیاں لائے تھے۔ تمہارے لئے بہت عرصہ درکار ہے کہ پھونک اثر کر سکے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خرقہ وہ شخص پہنے۔ جو آنکھ کو اندھی بنا لے تا کہ کسی مخلوق کا کوئی عیب نہ دیکھے۔ بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے حوض شمسی پر مجمع میں شیخ شاہی موئی تاب کو خرقہ دیا۔ اور فوراً شیخ محمود موزہ دوز کی طرف دیکھا کہ آج میں نے شاہی موئی تاب کو خرقہ دیا ہے۔ آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ شیخ محمود موزہ دوز نے کہلا بھیجا کہ جس کو آپ پسند کرتے ہیں۔ اسے ہم بھی پسند کرتے ہیں اس واسطے کہ جس کو آپ خرقہ دیتے ہیں۔ وہ ضرور خرقہ کے لائق ہوگا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شام کے علاقے میں بطور مسافر وارد تھا جب شہر شام میں پہنچا۔ تو وہاں ایک بزرگ کی کٹیا میں آ کر اسے سلام کیا۔ جو بہت بزرگ اور راز حلریاد الٰہی میں مشغول تھا اس نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا کہ بیٹھ جا۔ اتنے میں اس کے چند مرید خرقہ پوش

آئے اور آداب بجا لائے۔ پھر ایک اور درویش آکر بیٹھ گیا پھر اس بزرگ نے فرمایا
کہ میں اس بزرگ کو خرقہ دینا چاہتا ہوں۔ کیا تم راضی ہو؟ سب نے آداب بجا لا کر عرض کی۔
کہ جو آپ کو پسند ہے۔ وہ ہمارے بھی پسند ہے۔ پھر وہ درویش اپنے اپنے احوال کی
نسبت گفتگو کرنے لگے۔ اتنے میں اس درویش نے جسے خرقہ عطا ہونے والا تھا،
بن پوچھے یاروں کے مخالفت کی کچھ بات کی۔ آپ اٹھ کر نماز میں مشغول ہوئے۔ نماز سے
فارغ ہو کر فرمایا۔ کہ اس درویش کو واپس بھیج دو۔ کیونکہ یہ خرقے کے لائق نہیں۔ بلکہ یہ مخالف
اور جھوٹا ہے۔ ایسے شخص کو خرقہ نہیں دینا چاہیئے۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صرف خرقہ قابل اعتبار نہیں۔ اگر محض خرقہ ہی قابل
اعتبار ہوتا۔ تو تمام جہان خرقہ پوش ہوتا۔ بلکہ خرقہ پوش ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار
ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جب معراج کی رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرقہ پہنا۔ تو فرمان الٰہی
ہوا کہ اے محمدؐ! یہ نہ سمجھنا۔ کہ تجھے اس خرقہ کے سبب شرف حاصل ہے۔ اور یہ کہ
تیری عظمت و شرف کے لئے یہ خرقہ تجھے عطا ہوا ہے۔ بلکہ اس لئے دیا گیا ہے۔ کہ
خرقہ تیری وجہ سے معتبر ہو جائے۔ پس اے درویش! جو شخص خرقہ پہن کر خرقے کا حق
ادا نہ کرے۔ نہ وہ شخص قابل اعتبار ہے۔ اور نہ وہ خرقہ۔

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر خرقے کا اعتبار ہوتا۔ تو
آگ اور لوہے کا بنایا جاتا لیکن ہر روز ہمارے سر میں یہی ندا آتی ہے کہ خرقے کا
کوئی اعتبار نہیں۔ قیامت کے دن کئی ایسے خرقہ پوش بھی ہوں گے جن کے گلے
میں آگ کے خرقے پڑے ہوں گے اور جو شخص خرقے کا کام کریں گے۔ انہیں بہشت
میں بھیجا جائے گا

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز خواجہ داؤد طائی بیٹھے تھے۔ کہ ایک قبا پوش آپ کی زیارت
کو آیا۔ اور آداب بجا لا کر آپ کی زیارت کو بیٹھ گیا۔ آپ بار بار دیکھتے۔ اور مسکراتے۔
آخر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ جو بات خرقہ پوشوں میں ہونی چاہیئے۔ وہ اس خرقہ

خرقہ پوشش میں پاتا ہوں۔

بعدازاں شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ جس وقت خرقہ پوشوں کا گروہ عالم سماع میں خرقہ پھاڑتا ہے۔ اور اشتیاق کے سمندر میں شناوری کرتا ہے۔ تو دوست کے اشتیاق میں ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ عالم حیات کا ذرہ بھر اس میں نہیں رہتا۔ اور محبت کی کٹھالی میں اس طرح گلتا ہے کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا۔ پس اس وقت تنزل اور غیرت کے سبب خرقہ پوش یکتائی کے سبب اپنی دوتائی کو پھاڑتا ہے۔ خرقہ پوشوں کا یہ اثر ایک ایسی حالت ہے۔ جو دوست کے عشق میں مستغرق ہوتے ہیں۔ ان میں اثر کرتی ہے۔ اور ہوش سے بیہوش نہیں ہو جاتے۔ پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

خرقہ پوشان محبت را دوتائی چاک زد　　تا من اندر کوئے وصلت لاف یکتائی زدم

بعدازاں فرمایا کہ ایک درویش زمین پر پڑا کہہ رہا تھا۔ کہ درویشی اس بات کا نام ہے کہ جو کچھ اسے دن کو ملے۔ رات کو ایک پیسہ بھی نہ بچائے۔ اگر رات کو ملے۔ تو دن کے لئے کچھ نہ رکھے۔ سب کا سب راہ خدا میں صرف کر دے۔ درویشی اس بات کا نام نہیں۔ کہ لنگوٹا باندھے یا چمڑا پہنے۔ اور ایک لقمہ کی خاطر دربدر مارا مارا پھرے۔ اور اپنے جیسوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا پھرے۔ بلکہ درویشی اس بات کا نام ہے کہ سر تن بدن سے نہ اٹھایا جائے اور کپڑے نہایت عمدہ پہنے جائیں۔ اور جو کچھ ملے۔ اس کا نہایت لذیذ کھانا پکا کر درویشوں کو کھلایا جائے۔ اور بچا کر کچھ نہ رکھے۔ بلکہ جو کچھ ملے۔ سب راہ خدا میں صرف کر دے۔ ایک مرتبہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ درویشی کیا ہے؟ فرمایا کہ اٹھارہ ہزار عالم میں جو سونا چاندی ہے۔ اگر اسے ملے تو سب راہ دوست میں صرف کر دے۔

پھر فرمایا کہ درویشی کے ستر ہزار مقام میں جب تک درویش ان مقامات کو طے نہیں کر لیتا۔ اسے درویش نہیں کہا جا سکتا۔ اس واسطے کہ ان مقامات میں ستر ہزار عالم میں جب تک درویش ان تمام عوالم سے واقف نہیں ہوتا۔ ان مقامات کو طے نہیں کر لیتا۔ اسے درویش نہیں کہہ سکتے بعض صرف شکم پرستی کے لئے درویشی کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ درویشی کا ہر ایک مقام خوف اور امید سے خالی نہیں ہوتا ہر ایک مقام پر جو مصیبت نازل ہوتی ہے۔ وہ اس کی آزمائش کے واسطے ہوتی ہے۔ اگر وہاں سے ذرہ بھر بھی ادھر ادھر ہو جائے۔ تو پھر اسے مرتبہ حاصل نہیں ہوتا لیکن جو شخص مصیبتوں میں ہموار اور خوش اٹھارہ ہزار عالم سے گزر جائے۔ تو اس کا کام دوبالا ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو سلوک کے مذہب میں درویش کہتے ہیں

پھر فرمایا کہ ستر ہزار مقامات جو درویش کو طے کرنے پڑتے ہیں۔ ان میں سے پہلے ہی مقام پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے۔ تو ہر روز پانچوں وقت کی نماز عرش کے گرد کھڑا ہو کر ساکنان عرش کے ہمراہ ادا کرتا ہے۔ جب وہاں سے آتا ہے تو ہر وقت اپنے آپ کو خانہ کعبہ میں دیکھتا ہے۔ اور جب وہاں سے آتا ہے۔ تو تمام جہان کو اپنی دو انگلیوں کے مابین دیکھتا ہے پس۔ اے درویش! یہ درویش کی ابتدائی حالت ہے جب وہ ستر ہزار مقام طے کر لیتا ہے۔ تو پھر اس کی کیفیت عقل و فہم میں نہیں آسکتی اس میں غیر کی گنجائش نہیں۔ اور یہ ایک بھید مولیٰ اور بندے کے درمیان ہے جس کو کھول کر کوئی نہیں بیان کرسکتا۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے نعرہ مار کر یہ مثنوی زبان مبارک سے فرمائی۔

مثنوی

چو درویش را کار بالا کشید	بہ یک لحظہ سر در ثریا کشید
چناں غرق گردد بدریائے عشق	کہ یک دم سراز عشق بالا کشید

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی آنکھوں سے عالم شوق و اشتیاق میں خون جاری ہوا۔ جب اس حالت سے افاقہ ہوا۔ تو فرمایا کہ دوست تجھ پر رہتا ہے۔ عرش کو للکارا کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔ یعنی اے عرش! کہتے ہیں کہ دوست تجھ پر رہتا ہے عرش نے کہا۔ اے بایزید! اس بات کا کونسا موقعہ ہے ؟ مجھے بھی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ تیرے دل میں رہتا ہے۔ اے بایزید! بہتیرے آسمان کے

رہنے والے ایسے ہیں۔ جو اہلِ زمین سے حق تعالیٰ کا پتہ پوچھتے ہیں۔ اور بہت سے اہلِ زمین ایسے ہیں۔ جو اہلِ آسمان سے حق تعالیٰ کا پتہ پوچھتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس بات سے اصلی مقصود یہ ہے کہ تجھے درویشی کا مرتبہ معلوم ہو جائے۔ یعنی درویش ایسے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے کہ ایک ہی قدم میں عرش کے تلے اور اوپر پہنچ جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے بھائی جلال الدین تبریزی نجم الدین منامی، قاضی بداؤں کے گھر کے پاس سے گزرے۔ اور پوچھا کہ قاضی صاحب کیا کر رہے ہیں؟ نوکروں نے کہا۔ کہ اس وقت نماز ادا کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ کیا قاضی صاحب کو نماز ادا کرنی آتی ہے؟ جب یہ بات قاضی صاحب نے سنی تو فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ یہ کیا بات آپ نے فرمائی۔ فرمایا۔ بے شک ٹھیک کہا۔ اس واسطے کہ علماء کی نماز اور ہے اور فقراء کی اور۔ قاضی صاحب نے پوچھا وہ کس طرح؟ فرمایا۔ علماء قبلہ کو دیکھتے ہیں۔ یا اگر نہیں دیکھتے۔ تو دلی اطمینان کر کے قبلہ کے رُخ نماز ادا کرتے ہیں۔ لیکن فقراء جب تک عرش کو نہیں دیکھتے۔ اور وہاں نہیں پہنچ لیتے۔ نماز ادا نہیں کرتے۔ الغرض۔ قاضی گھر آیا۔ خواب میں دیکھا کہ واقعی شیخ جلال الدین عرش کے اوپر مصلیٰ بچھائے نماز میں مشغول ہیں۔ یہ دیکھ کر بیدار ہوا۔ اور شیخ صاحب کی خدمت میں آکر معافی مانگی۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اے نجم الدین! یہ جو عرش پر نماز ادا کرتے دیکھا ہے۔ یہ درویشی کا ادنیٰ درجہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اور بھی مدارج ہیں۔ جو اگر تو دیکھے۔ تو زندہ نہ رہے۔ اور نور کی زیادتی کے سبب ہلاک ہو جائے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بغداد کی طرف بطور مسافر وارد ہوا۔ دریائے دجلہ کے کنارے پہنچ کر ایک بزرگ کو دیکھا کہ پانی پر مصلّٰے بچھائے نماز ادا کر رہا ہے۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو سر سجدے میں رکھ کر جناب الٰہی میں عرض کی۔ کہ پروردگار! اخضر نامیہ الستار نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اسے

توبہ عنایت کر۔ اتنے میں خضر علیہ السّلام بھی تشریف آور ہوئے۔ اور پوچھا کہ میں کیوں ایسا
سے گناہ کا ارتکاب کرتا ہوں۔ تاکہ میں اس سے توبہ کروں۔ اس بزرگ نے کہا
کہ آپ نے جنگل میں ایک درخت لگایا ہے۔ جس کے سائے تلے آپ آرام کرتے
ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا کے لیئے یہ کام کیا ہے خضر علیہ السّلام نے توبہ کی۔ پھر
اس بزرگ نے کہا کہ ترکِ دنیا کے بارے میں اس طرح ہو۔ جس طرح میں ہوں۔
پوچھا۔ کس طرح؟ کہا۔ اگر مجھے ساری دنیا بھی دیں۔ اور کہیں کہ اس کا حساب تجھ
سے نہیں لیا جائے گا۔ اور نیز یہ کہ اگر تو نہ لے گا۔ تو تجھے دوزخ میں بھیجا جائے گا
تو میں ہرگز قبول نہ کروں۔ بجائے دنیا کے دوزخ میں جانا قبول کروں۔ پوچھا۔ کیوں؟
کہا۔ اس واسطے کہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ دشمن جانتا ہے۔
میں اس کی بجائے دوزخ قبول کرنے کو بہتر جانتا ہوں۔ پھر شیخ الاسلام نے
فرمایا کہ میں نے نزدیک ہو کر سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ آ جاؤ! میرے
دل میں خیال آیا کہ پانی سے کس طرح گزروں؟ یہ خیال آتے ہی رستہ ہو گیا۔ اور میں
اس بزرگوار کے پاس جا پہنچا۔ تھوڑی دیر بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے
فرید! آج چالیس سال سے میں زمین پر پہلو کے بل نہیں لیٹا۔ اور جب تک کوئی مسافر
نہیں آتا۔ میں اپنا کھانا نہیں کھاتا۔ اور جب تک اس میں سے کسی کو حصّہ نہ دے لوں
مجھے چین نہیں پڑتا۔ اس واسطے کہ درویشی اس کا نام ہے کہ اپنے حصّے میں سے
دوسروں کو بھی دے اتنے میں دو پیالے آش اور چار چپاتیاں عالمِ غیب سے نمودار
ہوئیں۔ ایک پیالہ میرے سامنے رکھا۔ اور ایک اپنے۔ ہم دونوں نے کھانا کھایا جب
رات ہوئی۔ تو عشاء کی نماز ادا کر کے نفلی نماز شروع کی۔ میں بھی ہمراہ کھڑا ہوا۔ دو رکعت
میں چار مرتبہ قرآن شریف ختم کیا۔ سلام کے بعد سر سجدے میں رکھ کر زار زار رو کر جناب
الٰہی میں عرض کی کہ اے پروردگار! میں نے ایسی عبادت نہیں کی۔ جو تیری درگاہ کے
لائق ہو۔ تاکہ میں کبھی جانوں کہ میں نے کچھ کام کیا ہے۔ بعد ازاں جب صبح کی نماز ادا
کی تو مجھے رخصت کیا۔ میں نے اپنے تئیں دریا کے کنارے پر کھڑا پایا۔ اور وہ بزرگ

نظر سے اوجھل ہو گیا۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ کہاں گیا۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! درویشی وہی تھی۔ جو انہیں حاصل تھی۔ کہ دنیا سے سوائے لوٹے گھڑے کے اور کچھ ان کے پاس نہ تھا۔ جب رات ہوتی۔ تو وہ پانی بھی گرا دیتے۔ اور دن رات محاسبے اور تجرید میں رہتے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک درویش نہایت بزرگ اور ملک و مال والا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائے گا۔ کہ دنیا میں کیسے بسر کی؟ تو کہوں گا کہ تجرید سے۔

پھر فرمایا کہ پچھلے زمانے میں ایک بزرگ بیس سال عالم تحیر میں مشغول رہا۔ سال بھر کچھ نہ کھاتا پیتا۔ جب سال کے بعد ہوش میں آتا۔ تو جماعت خانے میں طاق کے اندر ایک کھجور پڑی تھی اسے اٹھا کر چوس لیتا۔ اور پھر اسے وہیں رکھ دیتا۔ اسی طرح پچاس سال اسی ایک کھجور پر گزارہ کیا۔ جو پوری ختم نہ ہوئی تھی۔ کہ اتنے میں اس بزرگ کا خاتمہ بالخیر ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کا دامن محلے سے گزرتے وقت ایک کتے سے چھو گیا۔ خواجہ نے دامن لپیٹا۔ تو کتے نے زبان حال سے کہا۔ اے خواجہ! مجھ سے دامن کیوں سمیٹ لیا؟ میرے اور تیرے درمیان تین پانی سے صلح ہو سکتی ہے۔ اور مجھ میں ظاہر پلیدی ہے۔ اگر تیرا دامن مجھ سے چھو جائے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو سکتا ہے۔ لیکن تیری پلیدی مجھ سے بدتر ہے۔ کیونکہ وہ باطن میں ہے۔ لازم ہے کہ تو اس بدظنی کو چھوڑ دے۔ اگر تو سات دریاؤں میں بھی اپنے تئیں دھووے۔ تو پاک نہیں ہو سکتا۔ اے خواجہ! دیکھو! آپ اپنے تئیں سلطان العارفین کہلواتے ہیں۔ اور درویشی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس پر گیہوں کا مٹکا بطور ذخیرہ رکھا ہے۔ درویشی اس بات کا نام ہے۔ جو مجھے حاصل ہے۔ کہ اگر مجھے ایک ہڈی مل جائے۔ تو اس پر گزارہ کر لیتا ہوں۔ اور دوسرے دن کے لئے جمع نہیں کرتا۔ آپ اس قدر دعویٰ درویشی کا کرتے ہیں۔ اور پھر کل کے واسطے گیہوں کا مٹکا

رکھتے ہیں۔ جب گئے نے یہ کہا۔ تو خواجہ صاحب نے نعرہ مار کر کہا کہ دنیا میں میں گتے
کی ہمراہی اور صحبت کے لائق بھی نہیں۔ تو قیامت میں اہل سلوک کی ہمراہی اور بارگاہ
الٰہی کے قابل کیسے ہوں گا۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے۔ تو ظہر کی اذان
ہو لی۔ آپ اٹھ کر نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور دوسرے لوگ واپس چلے آئے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؞

سخن در ذکر گلیم و صوف وغیرہ افتادہ بود

جب پا بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت شیخ جمال الدین ہانسوی و شیخ بدرالدین
اور مولانا یحییٰ حاضر خدمت تھے۔ صوف اور گودڑی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔
زبان مبارک سے فرمایا کہ گودڑی اور صوف انبیاء اور اولیاء کا لباس ہے۔ پس یہ لباس اس
شخص کے لیے جائز ہے جس کا ظاہر و باطن دنیا وی آلائشوں سے بالکل صاف ہو
کیونکہ صوفی وہ شخص ہے جس میں دنیا وغیرہ کی کوئی آلودگی باقی نہ ہو۔
پھر فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ گودڑی اور صوف پہننا
انبیاء کا طریقہ ہے۔
جب کبھی انبیاء یا اولیاء کو کوئی ضرورت پیش آتی۔ اسی وقت گودڑی اور صوف
کو سامنے رکھ کر بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے۔ اور اس گودڑی اور صوف کو شفیع بناتے
اور اللہ تعالےٰ اس مہم کو سرانجام کر دیتا۔
بعد ازاں فرمایا کہ جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب
آ پہنچا۔ تو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جو حاضر خدمت تھے۔ فرمایا کہ میرے پاس

مہتر ابراہیم علیہ السلام کی یادگار یہ گودڑی ہے۔ اور مجھے علم ہوا ہے کہ یہ علی ابن ابی طالب کو دیتا تاکہ وہ میری امتوں کو پہنچا دے۔

بعدازاں فرمایا کہ گودڑی پہننے کی ابتدا مہتر ابراہیم خلیل اللہ سے ہوئی جس طرح خرقہ کی بنیاد آپ سے ہوئی۔ اسی طرح گودڑی بھی آپ ہی سے شروع ہوئی۔ کہ ایک روز مہتر ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ اہل صفہ کا سارا راستہ مجھ پر واضح ہو گیا۔ اب گودڑی کی کسر ہے۔ تو اسی وقت مہتر جبرائیل علیہ السلام نے سیاہ گودڑی لادی۔ اور کہا اے ابراہیم! فرمان الٰہی یوں ہے کہ یہ گودڑی ہم نے خاص تیرے لئے بہشت میں بنائی ہے۔ اسے پہن لو۔ اور اپنے فرزندوں میں اس کا رواج کرنا اور آخری پیغمبر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانا۔

بعدازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس بات سے ہمیں معلوم ہوا کہ اس گودڑی کی اصل بہشت سے ہے۔ جو ابراہیم کو ملی۔ اور آپ سے ہم تک پہنچی۔ پس۔ اہل صفہ درویش وہ ہے۔ کہ جب انبیاء اور اولیاء کا لباس پہنے۔ تو اس کا حق بھی ادا کرے۔ تاکہ قیامت کے دن اسے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

پھر فرمایا کہ جب خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی۔ اور اپنے پیر سے گودڑی اور صوف حاصل کر کے بعدازاں چالیس سال تک بالکل نہیں مسکرائے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ جس روز سے پیر نے مجھے گودڑی اور صوف عنایت فرمائی ہے۔ میں حیرت میں ہوں۔ اور مجھے اپنے آپ کی بھی خبر نہیں۔ اس واسطے کہ پیر نے اپنا کام کیا۔ اب مجھے چاہیئے کہ میں اس گودڑی اور صوف کا حق ادا کروں۔ بزرگوں نے گودڑی اور صوف پہن کر جو کچھ کیا ہے۔ اگر میں نہ کروں گا۔ تو قیامت کے دن یہی گودڑی اور صوف سیاہ سانپ بن کر میرے گلے لپٹیں گے۔ پس۔ جو صوف اور گودڑی پہنے۔ اسے ہنسی کیونکر سوجھے۔

بعدازاں شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب درویش صوف پہنے۔ تو اس پر واجب ہے کہ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کرے۔ اور دولتمندوں سے ملنا جلنا چھوڑ دے۔ تب وہ درحقیقت درویش ہوتا ہے۔ اور گودڑی اور صوف پہننا اس کا حق ہے

لیکن اگر صوف پہن کر امراء، بادشاہوں اور دولتمندوں کی صحبت میں آمد و رفت رکھے اور انبیاء اور اولیاء کے لباس کو کوچوں اور بازاروں میں پھرائے۔ تو اس سے جامہ واپس لیا جاتا ہے۔ اور اسے اجازت نہیں دی جاتی۔ کیونکہ وہ یہ لباس پہننے کے قابل ہی نہیں۔

پھر فرمایا کہ بعض اہل مشائخ مثلاً جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بے بسی کے وقت یا کسی ضرورت کے وقت گودڑی اور صوف کو بارگاہِ الٰہی میں شفیع بنا کر دعا کرتے تو گودڑی اور صوف کی برکت سے وہ مشکل کام سر انجام ہو جاتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گودڑی پہننے کا شوق ہوا۔ تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ حکم ہوا کہ اے موسیٰ! ہمارے عاشقوں کا لباس بغیر شکرانہ ادا کئے نہیں پہن سکے گا۔ پہلے شکرانہ لاؤ۔ بعد میں پہنو! یہ فرمان سن کر گھر آئے۔ اور سارا مال و اسباب جو موجود تھا۔ راہِ خدا میں صرف کر دیا۔ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی فقیروں کو دے دیئے جب آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہ گیا۔ تو خالی ہاتھ دوست کی بارگاہ میں آ کھڑے ہوئے۔ تب حکم ہوا کہ اے موسیٰ! چونکہ اب تجھ میں کوئی دنیاوی آلائش باقی نہیں رہی۔ اس لئے اب گودڑی پہن لے۔ اب گودڑی پہننا تیرا حق ہے۔ الغرض۔ جب آپ نے گودڑی پہنی۔ تو دس سال تک گوشہ گیری اختیار کی۔ اور باہر نہ نکلے۔ صرف یادِ الٰہی میں مشغول رہے۔ جب فرعون سرکش ہو گیا۔ شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے پڑھا ؎

شکرانہ دہند عاشقاں جان جہاں یا صوف وگلیم عشق را خویش کشند

تو جب کبھی آپ اس کے ہاتھ سے تنگ آتے۔ تو صوف کو بارگاہِ الٰہی میں شفیع بناتے۔ اسی وقت فرعون پر مصیبت نازل ہوتی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ قیامت کے دن جب گودڑی پوشوں کو میدانِ قیامت میں بلایا جائیگا تو ہر ایک مستوں کی طرح کندھے پر گودڑی ڈالے آئے گا۔ اور ہر گودڑی میں لاکھ دھاگے

ہوں گے۔ مرید اور مرشد آن کر دھاگوں میں لپٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت ان میں ایسی طاقت پیدا کرے گا کہ وہ سب کا بوجھ اٹھائیں گے۔ اور پل صراط سے صحیح سلامت پار کر دیں گے۔ پھر آکر اپنے مقام میں کھڑے ہو جائیں گے۔ اور کہیں گے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے ہم سے روگردانی نہیں کی۔ بلکہ بڑی تعظیم و تکریم سے ہماری خدمت کی ہے۔ تو دوست آکر ان دھاگوں سے لپٹ جائیں گے۔ انہیں بھی پل صراط سے پار کریں گے۔ اور پھر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بہشت میں جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ کام انہی لوگوں کو معلوم ہے۔ جو گودڑی اور صوف پہن کر اس کا حق ادا کرتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ صاحب تصوف کو دلی اصلاح اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے باطن کو دنیاوی آلائشات سے بالکل صاف کر لیتا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ غل و غش، حسد و کینہ، حرص و ہوا، تکبر اور ریا کو چھوڑ دے۔ یعنی جب تک صوفی کا دل ان سب سے پاک نہ ہو جائے۔ اسے صوف اور لودڑی پہننا جائز نہیں۔ کیونکہ اہل تصوف کا مذہب بھی یہی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ سلوک میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ سلطان ابراہیم خواص مذہب تصوف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس نے فقراء اور اہل تصوف کے بارے میں حسد و کینے سے اس واسطے کام لیا کہ وہ متقدمین کی باتوں کی تحقیق کرے۔ تو سمجھ لو کہ اس نے رخت کا طواف کیا بس کا نہ کچھ اثر ہے۔ اور نہ وہ اثر ڈال سکتا ہے۔ اور اس پر ذرہ ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوگا۔ کیونکہ دراصل فقیر وہی ہوتا ہے جس میں ان باتوں کا نام و نشان نہ پایا جائے۔ اے درویش! فقر اور تصوف میں تو بے شمار ہیں۔ لیکن ان مقامات کو غل و غش باطل کر دیتے ہیں۔ اور غل و غش اسی وقت پیدا ہوتے ہیں۔ جبکہ صاحب تصوف کے دل میں دنیاوی مرتبے اور مال و دولت کا خیال آئے۔

پھر فرمایا کہ جب صاحب تصوف گودڑی کی مہربانی اور اپنے اقتدار کا وسیلہ

بتلائے تو وہ مذہب تصوف میں جھوٹا اور کاذب مدعی ہے۔
پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے عمدہ میں لکھا دیکھا ہے کہ تمام مذہب میں صاحب تصوف کے لئے اہل دنیا سے ملنا اور بادشاہوں سے آمد و رفت رکھنا قطعی حرام ہے۔
پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ خبر میں آیا ہے کہ اہل تصوف کے مذہب کے بموجب ضروری ہے کہ جب صبح ہو یا شام ہو۔ تو صوفی کے دل میں غل و غش اور حسد و کینہ وغیرہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا یعنی اہل تصوف و گلیم کو چاہیئے کہ تمام اہل دنیا اور گناہوں سے کنارہ کشی کرے۔ اور یہ بات اہل دنیا کی صحبت چھوڑے بغیر اور اہل تصوف کی صحبت اختیار کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔
بعد ازاں فرمایا کہ اہل کرامت کو اپنی قدر معلوم ہونی چاہیئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی صفت قرآن مجید میں یوں فرماتا ہے کہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت اہل تصوف کے بارے میں ہے۔ کیونکہ انہیں اور انسانوں پر شرف ہے۔ اور اہل تصوف کو تمام مخلوقات پر شرف حاصل ہے۔
پھر فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو جو صفی کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے علم علوی میں مذہب تصوف قبول کیا۔
پھر فرمایا کہ جو شخص حرام اور مشتبہ لقمے سے پرہیز نہیں کرتا۔ اور بادشاہوں اور امرا کی صحبت کو نہیں چھوڑتا۔ اسے گودڑی اور صوف پہننے کی اجازت نہیں۔
گودڑی او صوف کی قدر سوائے موسیٰ کلیم اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ اور آدم صفی اللہ اور مشائخ طبقات اور اہل علم کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔
بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص گودڑی اور صوف پہنے۔ اسے اہل تصوف کے مذہب کے موجب چرب اور شیریں لقمہ کھانے کی اجازت نہیں۔ اور نہ ہی اسے بادشاہوں اور اہل دنیا سے میل جول رکھنا چاہیئے۔ اگر ایسا کرے گا۔ تو وہ لباس انبیاء میں اہل

سلوک کے اندر خائن اور اس کا حق ادا نہیں کرتا۔

پھر فرمایا کہ گودڑی اور صوف کے رنگ میں بھی اختلاف ہے۔ بعض مشائخ کی رائے ہے کہ سرخ سبز نہ پہنے۔ کیونکہ یہ شیطانی لباس ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید کا طبقہ اور بعض مشائخ پاجامہ گودڑی کا پیراہن اور پگڑی عام کپڑے پہنتے ہیں۔ لیکن پاجامے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی زیب تن فرمایا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص اس لباس کی بے عزتی نہیں کرتا۔ اور یہ لباس پہنتا ہے اور دنیا میں مشروعہ آمدنی سے زیادہ لالچ نہیں کرتا۔ اور حریصوں کی طرح لالچ نہیں کرتا۔ تو وہ صابر اور متوکل ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں دمشق کی طرف بطور مسافر وارد تھا۔ ایک بزرگ کو دیکھا۔ جسے شیخ شہاب الدین زندولبس کہتے تھے۔ اور جو خواجہ حکیم ترمذی کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ جب میں نے اس کی خانقاہ میں جا کر سلام کیا۔ تو سلام کے جواب کے بعد فرمایا۔ کہ بیٹھ جا میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں چند صوفی آئے اور انہوں نے عرض کی کہ جناب کا فلاں مرید اہلِ دنیا سے زیادہ میل جول رکھتا ہے۔ اس بزرگ نے جب یہ سنا۔ تو اس مرید کو بلوایا۔ اور اس کی گودڑی اور صوف اتروا کر آگ میں پھینکوا دی۔ اور نہایت غصے سے فرمایا کہ اسے نکلوا دو۔ کیونکہ یہ ابھی صوف کے لائق نہیں ہوا۔

بعد ازاں فرمایا کہ یہ لباس انبیاء کا ہے۔ جو اس لباس میں خیانت کرے گا۔ قیامت کے دن یہی لباس اس کی گردن میں ڈلوا کر میدانِ قیامت میں پھرائیں گے۔ اور کہیں گے کہ وہ شخص صوف اور گودڑی پوشوں کے گروہ سے ہے جس نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ راہِ طریقت اور مذہب تصوّف کا اصول یہی ہے کہ انسان ہر وقت خاموش اور عالمِ تحیّر میں مستغرق رہے۔ پھر فرمایا کہ رسوم کسی کام کی ہیں۔

نہ علوم۔ بلکہ جو کچھ ہے اخلاق ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ یعنی رسوم و علوم
سے نجات نہیں بلکہ اخلاق سے ہے۔
بعد ازاں فرمایا کہ اہل تصوف دنیا و مافیہا کے دشمن اور مولا کے دوست
ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ اہل تصوف ایسے قوی ہوتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ میں جب
مستغرق ہوتے ہیں۔ تو انہیں کسی مخلوق کی خبر تک نہیں ہوتی۔ گفتگو کو درمیان
سے نکال دیتے ہیں۔ اور حضور حق میں ایسے مستغرق ہوتے ہیں کہ جب تک زندہ
ہیں۔ حق تعالیٰ کی دوستی ان کے دل میں رہتی ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ
ہو کر فرمایا کہ تصوف اس بات کا نام ہے۔ کہ صوفی کے ملک میں کچھ نہ ہو۔ اور
نہ ہی وہ کسی کا ملک ہو۔ جب ایسی حالت ہو۔ تو پھر گودڑی اور صوف کے پہننے
کی اجازت ہے۔
بعد ازاں فرمایا کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ محبت اور تصوف میں کمالیت
کس بات کا نام ہے۔ فرمایا یہ کہ پانچویں وقت کی نماز عرش پر ادا کرے
بعد ازاں فرمایا کہ تصوف مولیٰ کی صفا دوستی کا نام ہے۔ اصل تصوف کو دنیا اور
آخرت میں محبت مولیٰ کا شرف حاصل ہوتا ہے۔
بعد ازاں فرمایا کہ صوفی وہ شخص ہے۔ کہ جب صفائی حاصل کرے تو کوئی چیز
اس سے پوشیدہ نہ رہے۔ پھر فرمایا کہ اہل تصوف کے ستر مراتب ہیں۔ ان میں
سے ایک مقام اس جہان کی تمام مرادوں سے نامراد ہونا ہے۔
پھر عشق حقیقی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ لوگوں میں جو عشق
کا سلسلہ جنبانی ہوتی ہے۔ تو معشوق کے مشاہدے کے سبب ہوتی ہے۔ جب لوگ
مجاہدہ میں مبالغہ کرتے ہیں۔ تو مکاشفہ حاصل ہوتا ہے۔ اور جب مکاشفہ مجاہدہ ہو جاتا
ہے۔ تو عاشق معشوق کے حضور سے مشرف ہوتا ہے۔ اور عشق بڑھ جاتا ہے۔ اور
مرتبہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور حجاب درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اور کسی خاص مقام
پر پہنچ کر عاشق کو قرار حاصل ہوتا ہے۔ پھر عالم تحیر میں پڑ جاتا ہے۔

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کیے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ یہ رباعی شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی انار اللہ برہانہ کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ جو آپ نے ایک مرتبہ ہزار دفعہ سے زیادہ زبان مبارک سے فرمائی تھی۔ جوں جوں فرماتے تھے۔ حیرت زیادہ ہوتی جاتی تھی ۔

این ہمہ عاشق ز دیدار آید ۔ چوں دیدہ بدیدہ آنکہ در کار آید
در دام بلا نہ مرغ بسیار آید ۔ پروانہ بطمع نور در نار آید

پھر فرمایا کہ اگر ہر روز ہر گھڑی عاشق پر انوار و اسرار تجلی ہزار مرتبہ بھی ہو۔ تو بھی وہ سیر نہیں ہوتا۔ بلکہ ھل من مزید ہی پکارتا ہے۔ یہ فریاد اس وقت تک رہتی ہے۔ جبکہ مشاہدہ کی تمام مرادیں اسے نہیں ملتیں پس۔ اے درویش! کام وہی لوگ کرتے ہیں۔ جو ہر وقت مشاہدہ دوست میں ہیں۔ اور ان کا کوئی وقت مشاہدے سے خالی نہیں۔

اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میں نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مثنوی سُنی۔ جس میں دن رات مستغرق رہتا تھا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے ۔

زانجا کہ جمالِ دوست از دلبر ماست ۔ ما در خود ادیم نہ او در خور ماست

پھر فرمایا کہ جو معشوق کا عاشق ہے۔ جو اس کی نظر میں ہے۔ وہ سب منظور ہے عاشق اور معشوق کی گلی۔ یہ بات عشق کی زیادتی کے سبب ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک روز مجنوں نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ جب ایک ہرن اس کے جال میں پھنسا۔ تو اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور چھوڑ دیا اور کہا کہ اس کی آنکھ لیلیٰ کی آنکھوں کی سی ہے۔ میں اسے کس طرح تکلیف دے سکتا ہوں۔ جو میرے یار کے مشابہ ہے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا کامل عاشق ہے۔ مشاہدہ کے شروع میں بے خودی اس میں [illegible] جاتی ہے۔ اس واسطے کہ چونکہ وہ مستغرق ہے۔ اس لئے ضرور ہے۔ مثلاً [illegible] بے ہوش ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ غلبات عشق کے بارے میں [illegible] ناگوری نے لکھا کہ مجنوں کے قبیلہ والوں نے لیلیٰ والوں سے کہا کہ مجنوں عشق سے

ہلاک ہوا جاتا ہے۔ اس میں کونسی ہرج کی بات ہے کہ اگر اسے ایک مرتبہ لیلیٰ کے دیدار کی اجازت دی جائے۔ کہا ہمارا تو اس میں ہرج نہیں۔ لیکن مجنوں اس کے دیدار کی تاب نہیں لا سکے گا۔ جب مجبور کیا۔ تو مجنوں کو حرمگاہ لیلیٰ میں لے گئے۔ اور پردہ کر دیا۔ ابھی لیلیٰ کا سایہ بھی آنے نہ پایا تھا کہ مجنوں بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور تڑپنے لگا۔ انہوں نے کہا۔ کیا ہم نہیں کہتے تھے کہ وہ دیدار کی تاب نہ لا سکے گا۔ پھر شیخ الاسلام نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

گر مے ندہد ہجر تو وصلت یارم   با خاک سر کوئے تو کارے دارم

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میرے بھائی مولانا بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز عالم عشق و شوق میں مستغرق تھے۔ بار بار آپ کو عشق کے بارے میں حیرت اور حیات ہوتی۔ تو ہر بار آپ رو کر یہ دو شعر زبان مبارک سے فرماتے۔ اور بیہوش ہو جاتے۔ چنانچہ سات رات دن انہی ہر دو شعروں میں ایسے مستغرق رہے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی۔

با درد لبساز چوں دوائے تو منم   در کس منگر چو آشنائے تو منم
گر بر سر کوئے عشق من کشتہ شوی   شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! کیا تجھے معلوم ہے کہ دل پر کیا کیا انوار اور اسرار نازل ہوتے ہیں۔ جن میں وہ مستغرق رہتا ہے۔ اور اس کو اپنا در بنا تا ہے۔ یا عاشق جانتا ہے۔ یا معشوق۔ ان میں باہمی کیا معاملہ ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ نے چالیس سال تک گوشہ تنہائی اختیار کیا۔ اور شاذ و نادر ہی وہ خلقت کو دیکھتا۔ ایک روز لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا دیدار بہت کم ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ جب اہل تصوف خلقت میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو قرب خالق سے دور جا پڑتے ہیں۔ سو میں نے اسی وجہ سے چالیس سال تک گوشہ تنہائی اختیار کر رکھا ہے۔ اور ان چالیس سالوں میں جہانی مرادوں کا مزا نہیں چکھا۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے۔ تو نماز کی اذان ہوئی۔ آپ اٹھ کر

ندر تشریف لے گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؕ

فصل دہم

سخن در ذکر محبت وغیرہ افتادہ بود

جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت شیخ برہان الدین، جمال الدین ہانسوی شیخ بدرالدین غزنوی اور عزیز حاضرِ خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! محبت کے سات سو مقام ہیں۔ پہلا مقام یہ ہے کہ جو بلا دوست کی طرف سے اس پر نازل ہو اس میں صبر کرے۔

پھر فرمایا کہ کتاب محبت میں مَیں نے ابوہریرہ کی روایت سے لکھا دیکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی محبت ایک بادشاہ کی طرح ہے۔ جو ہر دل میں قرار نہیں پکڑتا۔ بلکہ صرف اس دل میں جو اس کے شایانِ شان ہو۔ وہ آسمانی فضا رب۔ جو درد بھرے دل میں قرار پکڑتی ہے۔

پھر فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ محبت ایک بچھو کی طرح ہے۔ جس پر وہی شخص قدم رکھتا ہے۔ جو اٹھارہ ہزار عالم کا خیال نہ کرے۔ اور کسی کو بیچ میں نہ دیکھے۔ مگر دوست کی محبت کو جس میں وہ یگانہ ہو رہے ہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عاشقوں کے تمام اعضا عشق سے بنائے گئے ہیں۔ وہ شخص جو سرشت سے لے کر اب تک رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ کا دم مارتا ہے۔ وہ ہر وقت جانتا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت و عشق کیا چیز ہے۔ پس۔ اے درویش! جس آنکھ میں عشق کا سرمہ لگا ہوا ہے۔ اس سے عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت ایسی ہونی چاہیئے جیسی مہتر ابراہیم خلیل اللہ میں تھی
کہ دوستی حق کی خاطر اپنے فرزند کو قربان کیا۔ جب دیکھا کہ وہ ہماری محبت میں ثابت قدم ہے
تو حکم کیا کہ لڑکے کی قربانی نہ کرو۔ ہم اس کے عوض بہشت سے قربانی بھیجتے ہیں۔
بعد ازاں فرمایا کہ جس روز مہتر ابراہیم خلیل اللہ نے حق تعالیٰ کی دوستی کا دم مارا۔ تو مہتر جبرائیل
نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ کہ اجازت ہو۔ تو اسے آزما لوں؟ حکم ہوا بہتر۔ جاؤ۔ آزما لو۔ مہتر
جبرائیل علیہ السّلام نیچے اتر پہاڑ پر کھڑے ہوئے۔ اور بلند آواز سے یا اللہ! کہا۔ اس وقت
مہتر ابراہیم خلیل اللہ کعبے کی عمارت میں مشغول تھے۔ باہر آ کر کہا کہ صاحب! ایک مرتبہ اور اللہ
کا نام لینا۔ جبرائیل نے کہا کہ پہلے شکرانہ لاؤ۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ
ہو کر یہ مثنوی زبان مبارک سے فرمائی۔

مَثنوِی

شکرانہ دہم آنچہ در ملک من است از بہر خدا بگوئے اللہ تو باز
جان نیز دہم و آنچہ در قلب است یک بار اگر بگوئی اللہ تو باز

الغرض مہتر ابراہیم نے فرمایا کہ میرے پاس کئی ہزار اونٹ ہیں۔ وہ سب میں نے اللہ
تعالیٰ کی دوستی کے صدقے کئے۔ تو پھر ایک مرتبہ یا اللہ کہہ۔ جبرائیل نے یا اللہ کہا۔ تو جو کچھ
حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس تھا سب کچھ دے دیا۔ پھر فرمایا کہ اب پھر کہہ۔ جبرائیل
نے پوچھا کہ اب کیا دو گے؟ فرمایا۔ بدن میں جان باقی ہے۔ سو وہ بھی دے دوں گا۔
چنانچہ مہتر جبرائیل علیہ السّلام نے پھر یا اللہ کہا۔ تو آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔
جب ہوش میں آئے۔ تو جبرائیل نے کہا۔ کہ واقعی مہتر ابراہیم خلیل اللہ دوستی حق میں
صادق ہیں۔ پس جب واپس بارگاہ الٰہی میں گیا۔ تو سجدے میں رکھ کر عرض کی کہ واقعی
جیسا سنا تھا۔ ویسا ہی محبت میں صادق پایا۔
پھر فرمایا کہ اے درویش! محبت حق میں صادق وہ شخص ہے۔ جو ہر وقت اس
کی یاد میں رہے۔ اور لحظہ بھر بھی اس کی یاد سے غافل نہ رہے اہل سلوک کہتے ہیں۔ کہ

لوگ اکثر اسی چیز کا زیادہ ذکر کرتے ہیں جس سے ان کی محبت ہوتی ہے اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔ وہ یاد خدا سے ایک دم بھی غافل نہیں ہوتا۔ میں نے حجۃ العارفین میں لکھا دیکھا کہ من احب شیئا اکثر ذکرہ جو شخص جس چیز سے محبت رکھتا ہے۔ اسی کا ذکر کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری رابعہ بصری کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور محبت حق کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ خواجہ حسن فرماتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ میں مرد ہوں اور وہ عورت۔ آپ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں سے اٹھا تو اپنے تئیں مفلس اور اسے مخلص پایا۔

پھر فرمایا اگر حلال اور بے حساب ساری دنیا حق تعالیٰ کے دستر خوان کا حصہ ہو تو بھی نہیں اس کے لینے سے شرم آتی ہے۔ جیسا کہ مرد کو مردار سے

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے بغداد میں ایک بزرگ کو دیکھا جو بار بار سجدہ میں سر رکھ کر بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کرتا ہے۔ کہ اے خداوند! اگر قیامت کے دن مجھے دوزخ میں بھیجے گا۔ تو میں محبت کا ایک بھید ظاہر کروں گا جس کی وجہ سے دوزخ ہزار سال کے برابر مجھ سے دور بھاگ جائے گا۔ اس واسطے کہ محبت کی آگ کا مقابلہ دوزخ نہیں کر سکتی۔ اگر مقابلہ کرے تو نابود ہو جاتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ رابعہ بصری عالم شوق اور اشتیاق میں بار بار سجدہ میں سر رکھتیں۔ اور پھر اٹھ کر کھڑی ہوتیں۔ آخر یہ کہا کہ اے پروردگار! اگر میں دوزخ کے ڈر کے سبب تیری پرستش کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں ڈالنا۔ اور اگر بہشت کی امید پر تیری عبادت کرتی ہوں۔ تو بھی دوزخ میں جلانا۔ اور اگر میں تیری خاطر تیری عبادت کرتی ہوں۔ تو اپنے جمال سے دریغ نہ کرنا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر اہل محبت کو تمام چیزیں آراستہ کر کے دی جائیں۔ تو وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ وہ صرف جمال حق کے متلاشی ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ جب خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ شوق میں مشغول ہوتے تھے

دن یا چار دن رات کھڑے ہوئے بلند آواز سے یہی کہتے جاتے کہ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ
ایسا دن آئے کہ اس زمین کو لپیٹ لیں۔ اور دوسری نئی زمین پیدا کریں۔

پھر فرمایا کہ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ملک و تخت کیوں چھوڑ دیا۔ فرمایا۔ ایک روز میں بیٹھا تھا کہ محبت کا آئینہ مجھے دکھلایا گیا جب میں نے اس میں نگاہ کی۔ تو اپنی منزل گور میں دیکھی۔ جس میں نہ کوئی میرا ہمراہی ہے۔ اور نہ میرے پاس سامان سفر۔ قاضی عادل ہے۔ اور میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ اسی وقت میرے دل سے ملک کی محبت جاتی رہی۔ اور سلطنت چھوڑ۔ دوسرے ملک میں چلا گیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت ایسا بادشاہ ہے۔ کہ جب کسی دل میں مقام کرتا ہے۔ تو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کے سوائے اور بھی کوئی اس دل میں رہے
بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں غزنی میں ایک درویش سے ملا۔ جو اہل محبت سے تھا۔ اس سے میں نے پوچھا کہ اے درویش! محبت کا انجام بھی ہے۔ یا نہیں۔ یہ سوال سنتے ہی مجھے ڈانٹا۔ کہ او جھوٹے! محبت کی کوئی انتہا نہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! محبت آگ الٰہی کی تلوار ہے۔ وہ جس چیز پر گزرتی ہے۔ اس کے ٹکڑے کر دیتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ مجنوں کو جب عنین میں چھوڑتے ہیں۔ تو گویا اسے دوزخ میں ڈالتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا کہ حق تعالیٰ کی محبت انسان کے تمام اعضاء میں ہے۔ انسان کی سرشت اپنی محبت سے کی۔ اگر آنکھ ہے۔ تو دوست کی محبت میں مستغرق اور پر ہے۔ اگر ہاتھ اور پاؤں ہیں۔ تو وہ بھی محبت حق میں غرق ہیں۔ پس۔ اے درویش! آدم زاد کے اعضاء کا کوئی ذرہ بھر محبت حق سے خالی نہیں۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ محبان حق کا دل ایسے چراغ کی طرح ہے۔ جو انوار کی قندیل میں رکھا ہے۔ اور جس کی روشنی سے سارا جہان منور ہے۔ پس ایسے شخصوں کو تاریکی کا

کیا ڈر ہے؟

پھر فرمایا کہ نفس کی خاموشی یادِ حق ہے۔ جو یادِ حق میں ہے اس کا دل نہیں مرتا اور جو یادِ حق سے خالی ہے۔ اس میں کوئی نعمت اثر نہیں کرتی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے کتاب محبت میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ بھوک ایک بادل ہے۔ جس سے رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ محبت حق کیا چیز ہے؟ فرمایا۔ محبت اس بات کا نام ہے کہ دنیا و مافیہا سے دل نہ لگایا جائے۔

پھر فرمایا کہ محبت حق تک عشق کا بادشاہ ہے جو تخت پر بیٹھا ہے۔ اور ہاتھ میں فراق اور ہجر کی تلوار لئے ہوئے ہے۔ اور وصال کی نرگس اس نے قضا کے ہاتھ دے رکھی ہے۔ اور ہر دم ہزار ہا سر تلوار سے اڑاتا ہے۔ پس جو عاشق حق ہے۔ اگر ہر لحظہ اس کا سر ہزار مرتبہ اڑایا جائے۔ تو پھر اور سر پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر ہزار مرتبہ اس کا سر کاٹا جائے۔ تو بھی پاؤں پیچھے نہ ہٹائے۔ پھر شیخ الاسلام نے یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی ؎

رباعی

دریا دِ تو ہر روز جہاں مدہوشم	صد بار اگر تیغ زنند زاں نخروشم
آہے کہ ز یاد تو زنم وقت سحر	گر ہر دو جہاں دہند آں نفروشم

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ کوئی محب جان کنی کے وقت کچھ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ دوستوں نے پاس ہو کر سنا۔ تو یہ الفاظ تھے کہ جب تک زندہ رہا۔ تیرے نام سے زندہ رہا۔ اب اگر میں جاتا ہوں تو تیرے نام کی یاد میں جاتا ہوں۔ اور جب میرا حشر ہو گا۔ تو بھی تیرے نام کی یاد میں ہو گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اسی نے بلند آواز سے کہا۔ "اَللہ" اور جان دے دی۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ عاشق اسی طرح جان دیتے ہیں۔ اس

نے فرمایا کہ علم خدا ہے۔ معرفت فکر ہے۔ محبت مشاہدہ ہے۔ اور مشاہدہ سے مجاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص اپنے دل کو لذت اور شہوت سے مار ڈالتا ہے۔ اسے لعنت کے کفن میں بیٹھ کر ندامت کی زمین میں دفن کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت والے وصالِ دوست کے سوا کسی بات پر راضی نہیں ہوتے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت والوں کو حضور حاصل نہیں ہوتا جب کہ وہ خلقت سے تنہائی اختیار نہ کریں۔ اور خلقت میں اپنا مقام نہ بنائیں۔ دوستوں کو دشمن اور زن و فرزند کو یتیم اور بیوہ خیال نہ کریں۔ جب ایسا کریں گے تو وہ کسی مقام پر پہنچ سکیں گے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ آبدیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھنی شروع کی۔

رباعی

عاشق دوستی نہ تنہاست طلب — درخلعت عشق آئے دیدارش طلب
گر می خواہی نشود نعمت ہر روز — آنجا کہ کسے نباشد آنجاش طلب

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ سفر کرتے ہیں مجھے ایک اہل محبت کامل ملا۔ ہم دونوں اکٹھے سفر کرنے لگے جب بیابان میں پہنچے۔ تو مجھے پیاس کا غلبہ ہوا۔ پانی کا وہاں نشان تک نہ تھا۔ پیاس سے میرا حال برا تھا لیکن اس بزرگ سے سبب ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ الغرض اس بزرگ نے نور معرفت سے معلوم کر لیا کہ میں پیاسا ہوں۔ مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں پیاس لگی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ فوراً اپنے عصا مبارک سے زمین پر مارا۔ تو پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ مجھے کہا کہ پیٹ بھر کر پانی پی۔ جب میں نے پانی پیا۔ تو وہ لذت حاصل ہوئی۔ جو عمر بھر کسی پانی سے نہ ہوئی تھی۔ اس مقام سے ہم چل کر شہر میں پہنچے۔ تو شام کی نماز ادا کر کے وہ بزرگ عالم میں مشغول ہوا۔ صبح کو میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے میاں! قیامت کے دن جب اہل محبت قبروں سے اٹھیں گے۔ تو سب دوزخ کے دروازے پر پہنچیں لائیں گے۔ جونہی ان کی نظر دوزخ پر پڑے گی۔ دوزخ کی آگ بجھ جائے گی۔ اور نہ سر اٹھائے گی۔ تب لوگوں کو راحت

امید ہوگی۔ اور دوزخ کی آگ سے انہیں خلاصی نصیب ہوگی۔ اسی وجہ سے وہ دوزخ کے دروازے پر خیمے لگائیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی مقام پر تھے۔ ایک مرد نے آکر پوچھا کہ فرض کیا ہے اور سنت کیا؟ قاضی صاحب نے فرمایا۔ کہ پیر کی صحبت فرض ہے اور دنیا وغیرہ کا چھوڑنا سنت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ کی زبانی سنا ہے۔ کہ درویش وہ ہے۔ جو اپنے دل کے خزانے کی تلاش کرے۔ (جسے آخرت کی رسوائی کہتے ہیں) پس۔ اگر اسے وہ موتی مل جائے۔ جسے محبت کہتے ہیں۔ تو وہ شخص درویش صفت ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ محبت بدرجہ کمال کو اس وقت پہنچتی ہے۔ جبکہ عشق میں اپنی عیب شناسی نہ کر سکے۔ اور مخلوقات کے ساتھ محبت نہ کرے۔

پھر فرمایا کہ جب ایسی حالت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے نزدیک کر لیتا ہے

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔ فرمایا۔ اندھے پن، گونگے پن، بہرے پن سے۔ جب یہ تمام چیزیں جاتی رہتی ہیں۔ تو سمجھ لو کہ وہ خدا رسیدہ ہو گیا۔ لیکن جب تک یہ دشمن ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اہل محبت کو چار مقام کے سوا اور کہیں قرار حاصل نہیں ہو سکتا۔ اول گھر کے کونے میں، جہاں کوئی شخص مزاحم نہ ہو۔ دوسرے مسجد میں جو دوستوں کا مقام ہے۔ تیسرے۔ قبرستان میں۔ جو گناہ سے عبرت حاصل کرنے کا مقام ہے۔ چوتھے۔ ایسی جگہ جہاں کسی کا گزر نہ ہو۔ یا وہ ہو۔ جو ذات حق۔

بعد ازاں شیخ الاسلام زار زار روئے۔ اور یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رُباعی

گر عاشق دوستی تنہا شش طلب — در خلوت عشق آئے پیدائش طلب
گر مے خواہی حضور نعمت ہر روز — آنجا کہ کسے نباشد آنجاش طلب

پھر فرمایا کہ میرے نزدیک کالے دانے کے برابر دوستی حق۔ بغیر دوستی کے ستر ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ عورتوں کا کام ہم مردوں سے بہتر ہے۔ کہ وہ ہر مہینے غسل کر کے پاک ہو جاتی ہیں۔ ہم عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی غسل نہیں کرتے کہ پاک ہو جائیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عالم شوق اور اشتیاق میں اکیلا دوست کی بارگاہ میں گیا۔ اور ملکوت کے ارد گرد پھر رہا تھا۔ فرمان ہوا۔ اے بایزید! ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو؟ میں نے عرض کی کہ محبت اور رضا۔ جن دونوں کے بادشاہ آپ ہی ہیں۔ پھر آواز آئی کہ اے بایزید! بڑی اچھی چیز لائے ہو۔ ہماری بارگاہ کے لائق یہی چیزیں ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے لاہور میں ایک ذاکر درویش کو دیکھا جو از حد بزرگ اور ذاکر تھا۔ الغرض۔ جب پابوسی حاصل ہوئی۔ تو چند روز میں اس کی صحبت میں رہا۔ جب وہ فریضہ، نماز ادا کرتا۔ تو اس قدر ذکر کرتا کہ مساموں سے پسینہ بہہ نکلتا۔ اور سو سے بھی زیادہ مرتبہ زمین پر گرتا۔ پھر اٹھتا۔ جب ذکر سے فارغ ہوتا۔ تو یہ کہتا کہ کتاب محبت میں لکھا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر مومن بندے پر غالب آتا ہے۔ تو میں جو اس کا پروردگار ہوں اس کا عاشق ہو جاتا ہوں۔ یعنی اسے پیار کرنے لگتا ہوں۔ انسان ایسی نعمت سے اپنے آپ کو کیوں محروم رکھے۔ اور کیوں نہ ہر وقت اس کی یاد میں مشغول رہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کو خاص کر اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ عرش کا طواف کریں۔

پھر فرمایا کہ دل تین قسم کے ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں۔ جو پہاڑ کی طرح جگہ سے نہیں ہلتے۔ وہ محبوں کے دل ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو درخت کی طرح جڑ سے تو قائم ہیں۔ لیکن ان کی ٹہنیاں وغیرہ ہوا سے حرکت کرتی ہیں۔ اور بعض پتوں کی طرح ہیں۔ کہ ہوا جس طرف چاہتی ہے۔ انہیں پھیر دیتی ہے۔

پھر فرمایا کہ محبت میں صادق وہ شخص ہے۔ جو دوست کی یاد کے سوا اور کسی بات کو پسند نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ جب مہتر موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جا کر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف

بلانے کا حکم ہوا۔ تو اسے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے ساتھ نرمی اور آہستگی سے بات کرنا۔ تاکہ اس کا دل نہ دکھے۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ دیکھو۔ جو شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور انا ربکم الاعلیٰ کہتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ لطف ہے کہ اس کے دل کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ تو جو شخص پانچ وقت سبحان ربی الاعلیٰ کہتا ہے۔ وہ کس طرح اس کے لطف سے نا امید ہو سکتا ہے ایسا شخص ہرگز ہرگز نا امید نہیں ہوگا۔ اس کے حق میں تو ضرور بے حد لطف و کرم فرماتے گا۔

پھر فرمایا کہ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ اور اس کی یاد میں مشغول رہتا ہے اسے قیامت کے دن کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا۔ اور روز محشر کے عذاب سے وہ بے خطر ہوگا۔

پھر فرمایا کہ جب قارون زمین کے چوتھے طبقے میں معہ مال و اسباب پہنچا۔ تو وہاں کے رہنے والوں نے پوچھا۔ تو کون ہے اور تو نے کیا گناہ کیا ہے؟ جو تجھے زمین کے اندر اتارا گیا ہے۔ جواب دیا کہ میں مہتر موسیٰ کی قوم سے ہوں۔ مال کی زکوٰۃ نہیں دی تھی۔ اور پیغمبر خدا کی برابری کی تھی۔ اس واسطے مجھے آج کا دن نصیب ہوا جونہی قارون نے موسیٰ علیہ السلام کو پکارا۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ قارون کو اسی جگہ رکھو۔ اور نیچے نہ لے جانا۔ کیونکہ اس نے میرے دوست کا نام لیا ہے۔ اس لئے مجھ پر واجب ہے کہ اسے عذاب نہ کروں۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جو شخص یاد خدا میں رہتا ہے۔ اسے عزت و قیامت کے روز [illegible] تسو دل جائے گا۔ اور تجلی کے اعزاز سے مشرف ہوگا

پھر فرمایا کہ ایک روز خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اہل محبت کون لوگ ہیں؟ فرمایا۔ وہ لوگ جو دوست کے سوا کسی اور چیز میں مشغول نہیں ہوتے۔ اس واسطے کہ جو شخص دوست کے بغیر کسی اور چیز سے خوش ہو جاتا ہے۔ درحقیقت وہ اندوہ کے قریب رہا جاتا ہے۔ اور جو دوست سے محبت کرتا ہے۔ تو اسے کبھی دہشت نہیں ہوتی۔ اور جو شخص دوست سے محبت نہیں کرتا۔ اور اس کا دعویٰ محبت درست نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ جس کی ہمت محبت کی طرف ہو۔ وہ جلد ہی خدارسیدہ ہو جاتا ہے۔ اور جس کی ہمت محبت کی طرف نہیں ہوتی۔ وہ دوزخ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جب صاحب محبت سلطنت کا دعویٰ کرے۔ تو در حقیقت جان لے کہ محبت جاتی رہے گی۔ شیخ الاسلام یہ فرماتے ہی دوڑ کر اندر چلے گئے۔ اور یار اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ ؂

فصل یازدہم

سخن در توکل وغیرہ افتادہ بود

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت مولانا برہان الدین ہانسوی شیخ بدرالدین غزنوی اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ خوف اور توکل وغیرہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! خوف حق تعالیٰ کی طرف سے بے ادب بندوں کے لئے تازیانہ ہے۔ تاکہ وہ اللہ سے ڈر کر گناہ سے باز آجائیں۔ اور سیدھی راہ چلیں

پھر فرمایا کہ کلام مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ یعنی اے میرے بندے! کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ میرے ڈر کے مارے تمہارے دل نرم ہوں۔ یا کوئی تم میں سے ایسا ہے جو ہم سے مانگ کرے یعنی توبہ کرے۔ اور میں اس کی توبہ قبول کروں۔

پھر فرمایا کہ خوف اس کے عدل اور امید اس کے فضل کی وجہ سے ہے۔ پس اس کی درگاہ کا مقرب بندہ وہ ہے جس میں دونوں باتیں ہوں

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ اللہ تعالیٰ کے خوف سے چالیس سال تک رویا۔ جب اسے موت یاد آتی۔ تو بید کے پتے کی طرح کانپتا۔ اور ہزار مرتبہ بیہوش ہو کر گرتا۔ جب ہوش میں آتا تو یہ آیت پڑھتا

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (یعنی نیک لوگ بہشت میں اور بدکار نافرمان دوزخ میں جائیں گے۔ پھر نعرہ مار کر بیہوش ہو کر گر پڑتا۔ اور کہتا مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن ان دو میں سے میں کس گروہ میں ہونگا۔ جب فوت ہو گیا۔ تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا۔ فرمایا جیسا دوستوں سے کرتا ہے۔ جب مجھے عرش کے نیچے لے گئے۔ تو پوچھا گیا کہ اے درویش! تو اس قدر کیوں رویا کرتا تھا۔ کیا مجھے غفار نہیں جانتا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ میں تیری قہاری کے سبب سے ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں میری ساری عبادت اکارت نہ جائے۔ اس ڈر کی وجہ سے روتا تھا۔ جب یہ عرض کی تو حکم ہوا کہ جاؤ! تجھے ہم نے بخش دیا۔

پھر فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ابھی بچہ ہی تھے کہ خوفِ خدا سے اس قدر روتے۔ کہ رخسارہ مبارک کا گوشت و پوست گل گیا۔ الغرض ایک روز پہاڑ پر سر سجدے میں رکھ کر رو رہے تھے۔ آپ کی والدہ صاحبہ بھی جا نکلیں۔ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر شفقتِ مادرانہ کی۔ آپ نے سمجھا کہ شاید ملک الموت ہے۔ اس لئے کہا کہ ذرا ٹھہر جا۔ تاکہ میں والدہ کا دیدار کر لوں۔ یہ سن کر آپ کی والدہ صاحبہ نے نعرہ مار کر کہا کہ اے جانِ مادر! میں ملک الموت نہیں میں تیری ماں ہوں۔ میرے ساتھ چل اور کھانا کھا لے۔ الغرض حکم عدولی نہ کر کے آپ والدہ کے ہمراہ گھر آئے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اے یحییٰ! تو ابھی بچہ ہے۔ تو نے کوئی ایسا گناہ نہیں کیا۔ جس کے سبب تو اس قدر روتا ہے۔ عرض کی۔ آپ سچ فرماتی ہیں۔ لیکن اگر قیامت کے دن مجھے دوزخ میں ڈال دیں۔ تو کیا آپ مجھے چھڑا سکتی ہیں؟ فرمایا۔ نہیں۔ عرض کی کہ پس۔ پھر آپ کے لئے واجب نہیں کہ مجھے رونے اور خوفِ خدا سے باز رکھیں۔ کیونکہ مجھے اس کی تدبیر آج ہی کرنی چاہیئے۔ تاکہ میں قیامت کو عذابِ دوزخ سے رہا ہو سکوں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! انبیاء و اولیاء خوفِ خدا کے مارے اسی طرح پگھلتے آئے ہیں۔ جیسے سونا کٹھالی میں۔ اس واسطے کہ اپنا انجام کسی کو معلوم نہیں۔ کہ جہان سے کیسے جائے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ عبداللہ خفیف نام چالیس سال نہیں سوئے۔ اور خوف خدا سے اس قدر روئے کہ رخسارہ مبارک میں گڑھے پڑ گئے جن میں چڑیوں نے گھونسلے بنائے لیکن آپ ترس خدا سے اس قدر متحیر تھے کہ ان کی آمد و رفت کی آپ کو مطلق خبر نہ تھی۔ جب آپ قیامت اور قبر کی حکایت بیان فرماتے۔ تو بید کی طرح کانپتے۔ اور بیہوش ہو کر گر پڑتے۔ اور مچھلی کی طرح تڑپتے جب ہوش میں آتے تو اٹھ کر یہ آیت پڑھتے۔ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (ایک گروہ بہشت میں ہوگا اور ایک دوزخ میں۔ اور زار زار رو کر فرماتے کہ معلوم نہیں کہ میں کس گروہ میں ہوں گا۔ پھر فرمایا کہ آخری عمر تک آپ کی یہی حالت رہی۔ اور اسی حالت میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک نہ سوئے۔ اس عرصہ میں جب کبھی نیند کا غلبہ ہوتا۔ تو ایک دن رات بلکہ زیادہ عرصے تک بیہوش رہتے۔ جب ہوش میں آتے۔ تو نفس کو جھڑکتے اور فرماتے کہ اے نفس! تو نے کوئی ایسی طاعت نہیں کی۔ جو بارگاہ الٰہی کے شایان ہو جس کے سبب قیامت کے دن تجھے رہائی نصیب ہو۔ یا تو نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح پہچانا ہو جس طرح اس کا حق ہے۔ اے نفس! تو دنیا و آخرت میں بے بس رہے گا۔ اس طرح آپ نے زندگی بسر کی اور اپنا ماتم خود کرتے۔ اور روتے۔ قرآن شریف کی تلاوت کے وقت اگر عذاب کی آیت پر پہنچتے۔ تو ایک سال یا دو سال عالم تحیر میں کھڑے رہتے۔ لیکن اس طرح کسی مخلوق کو اطلاع نہ ہوتی۔ جب ہوش میں آتے۔ تو فرماتے کہ بڑے ہی تعجب کی بات ہوگی۔ اگر ابو حنیفہ کو قیامت کے دن خلاصی نصیب ہوگی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان صالح مرد کے بدن پر خوف خدا کے سبب گوشت و پوست کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جب رات ہوتی۔ تو گلے میں رسی ڈال کر چھت میں لٹک جاتا۔ اور ساری رات روتا رہتا۔ جب سجدہ کرتا۔ تو کہتا کہ میں نے اس قدر گناہ کئے ہیں جن کی کوئی حد نہیں۔ اے پروردگار! اگر تو قیامت کے دن میرے گناہوں کو پیش کرے گا تو میں یہ سیاہ چہرہ کس طرح دکھا سکوں گا۔ اسی طرح

اس نے ساری عمر بسر کی کہ راتوں کو روتا رہتا۔ اور بیہوش ہو جاتا۔ جب ہوش میں آتا تو
پھر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا۔ کہ اپنے آپ کی اسے ہوش نہ رہتی۔ جب وہ بیمار ہوا۔
تو ایک اینٹ بطور سرہانہ سر کے نیچے رکھی۔ جب وقت قریب آن پہنچا۔ تو اپنی بڑھیا ماں
کو بلایا۔ اور کہا کہ جب میں مر جاؤں۔ تو مجھ گنہگار کے گلے میں رسی ڈال کر گھر کے چاروں
کونوں میں پھرانا اور کہنا کہ یہ وہ شخص ہے۔ جو اپنے مالک کی درگاہ سے بھاگا ہوا تھا۔ دوسرا
یہ کہ میرا جنازہ رات کے وقت اٹھانا۔ تاکہ مجھے کوئی نہ دیکھے۔ کیونکہ جو دیکھے گا۔ وہ میری
شامت اعمال کی وجہ سے افسوس کرے گا۔ تیسرے یہ کہ جب مجھے قبر میں رکھا جائے
تو میرے پاس رہنا۔ شاید فرشتے مجھے عذاب کرنے لگیں۔ تو تیرے قدموں اور تیرے
سینے کی آہ کی برکت سے مجھے اس عذاب سے خلاصی نصیب ہو جائے۔ یہ وصیت کرتے
ہی دم برابر ہو گئے۔ اس کی ماں نے اس کی وصیت کے مطابق اس کے گلے میں رسی ڈالنی
چاہی۔ تو گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ دوست دوست سے جا ملا۔ اس جوان
سے ہاتھ اٹھائیے۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے ایسا سلوک کون کرتا ہے۔ اس
کے گلے میں رسی مت ڈالنا کیونکہ یہ میرا ایک دوست ہے۔ میں نے اسے بخش دیا ہے
پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری خوف خدا سے اس قدر
روئے کہ پرنالہ بہہ نکلا۔ رابعہ بصری نیچے کھڑی تھیں۔ یہ دیکھ کر دریافت کیں۔ کہ خواجہ حسن بصری
رو رہے ہیں۔ پوچھا۔ کیوں روتے ہو؟ فرمایا۔ خوف خدا سے۔ مجھے معلوم نہیں کہ قیامت
کے دن میں کون سے گروہ میں ہونگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس میں خوف خدا نہیں۔
اس میں ایمان نہیں۔ وہ مسلمان ہی نہیں۔ اس واسطے کہ مسلمان وہ ہوتا ہے جس کے دل
میں خوف خدا ہو۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ منصور عماد ایک محلے سے گزر رہے تھے۔ کہ ایک گھر
سے رونے کی آواز آرہی تھی۔ کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ اے پروردگار! میں نے بہت
گناہ کئے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن میری کیا حالت ہوگی۔ آپ یہ سن کر رو دیئے

گئے۔ تو اس کی زاری سن کر گھر کے شگاف میں منہ رکھ کر رونے لگے۔ اس گھر کے شگاف پر ہاتھ رکھ کر یہ پڑھا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ یعنی دوزخ ایک ایسا مقام ہے۔ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اور اس پر سخت طبیعت فرشتے مقرر کیے گئے ہیں۔ جو کسی پر رحم نہیں کرتے۔ جس طرح انہیں حکم ہوتا ہے۔ اسی طرح آدمیوں سے سلوک کرتے ہیں۔ خواجہ منصور فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ آیت پڑھی۔ تو پھر اس گھر سے آواز نہ آئی۔ دیر بعد نعرہ کی آواز آئی اور تڑپنے لگا۔ پھر میں دیر تک کھڑا رہا۔ لیکن کوئی آواز نہ سنی۔ پھر آگے چلا گیا جب دن ہوا۔ اور اس مکان کے پاس آیا اور حال پوچھا۔ تو دیکھا کر جنازہ رکھا ہوا ہے میں پوچھنے ہی کو تھا کہ گھر کا مالک کون ہے۔ کہ اتنے میں ایک بڑھیا عورت روتی ہوئی نکلی میں نے پوچھا کہ اس بڑھیا کا اس متوفی سے کیا رشتہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ متوفی کی والدہ ہے۔ یہ شخص بہت پرہیزگار تھا۔ رات بھر نماز ادا کرتا رہتا۔ اور دن کو روزہ رکھتا۔ اور سید... صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے تھا۔ آج سحر کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کر رہا تھا کہ ایک مرد پاس سے گزرا جس نے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی۔ قرآن شریف سنتے ہی زمین پر گر پڑا۔ اور فوت ہو گیا۔ منصور عمار رونے لگے اور فرمایا کہ میں نے ہی آیت پڑھی تھی پھر اس نوجوان کی نماز جنازہ ادا کی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نعرہ مار کر مصلے پر گر پڑے۔ اور ایک دن رات بیہوش پڑے رہے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو فرمایا کہ خواجہ سہل عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک روتے رہے۔ اس عرصے میں کسی نے ان کو ایک پل بھی رونے سے خالی نہ دیکھا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ صاحب۔ ہم نے آپ کو کبھی رونے سے خالی نہ پایا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا جب قیامت کا خوف اور ہول یاد آتا ہے۔ جبکہ والدین فرزندوں کی پرواہ نہ کریں گے... والدین کی۔ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے بھاگے گا۔ بھائی بھائی سے... مسلمان سے۔ تو کچھ بھی نہیں آتی جس کے پیش ایسا دن آتا ہے۔ اور جسے پتا نہ ہو...

اسے ہنسی کس طرح آسکتی ہے۔ اور اس کا رونا کس طرح تھم سکتا ہے؟ وہ نہایت ہی سنگ دل ہوگا جو ایسے دن کے خوف سے رونا نہ ہوگا۔ اور اس بات کی سوچ و بچار نہ کرتا ہو کہ کس طرح اس سے خلاصی ہوگی۔

پھر فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام لوگ ڈرتے ہوئے اور روتے ہوئے اٹھیں گے۔ لیکن اولیاء اللہ جو دنیا میں خوفِ خدا سے روتے تھے۔ ہنستے ہوئے اٹھیں گے۔ اس دن کی پرواہ نہیں کریں گے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب کہا۔ باوجود اس عظمت و بزرگی کے جب خوفِ خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہوتا۔ تو ایسے مستغرق ہوتے کہ دن رات کی تمیز نہ رہتی تھی۔ راتوں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک پھٹ جاتے اور خون بہہ نکلتا جب جناب سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔ تو فرمایا کہ یارو! اگر قیامت کے دن مجھے اور میرے بھائی عیسےٰ کو دوزخ میں ڈال دیا جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ ایسا نہ کرو۔ کیونکہ تمام جہان اس کی ملکیت ہے جو شخص اپنی ملکیت میں کسی قسم کا تصرف کرتا ہے۔ اسے ظلم نہیں کہتے۔ ظلم اسے کہتے ہیں۔ جو کسی دوسرے کی ملکیت میں سے تصرف کیا جائے۔

پھر فرمایا کہ شیخ نجم الدین متوکل از حد یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ میں نے اس قدر سیر و سیاحت کی ہے۔ لیکن آپ کے برابر کسی کو یادِ حق میں مشغول نہیں دیکھا۔ جب آپ پر خوفِ خدا غالب آتا۔ تو آپ کو معلوم نہ ہوتا کہ یہ کونسا دن ہے۔ اور کونسا مہینہ ہے۔ یا کونسا سال ہے۔ اور یہ حالت تقریباً ہر وقت آپ پر طاری رہتی۔ اور بڑی حیرت میں رہتے۔

پھر فرمایا کہ خائف ڈرنے والا اس شخص کو کہتے ہیں جس میں یہ تین باتیں پائی جاتی ہوں۔ اول روزے کی خاطر کم کھانا دوسرے نماز کے لئے کم بولنا تیسرے ذکر کے واسطے کم سونا پس جس دل میں یہ تین باتیں نہیں۔ اسے خائف نہیں کہہ سکتے۔

پھر فرمایا کہ جس طرح تین باتیں درویش کے لئے ضروری ہیں۔ اسی طرح خوف، اُمید اور محبت ضروری ہیں دل میں خوف کے ہونے سے ترک گناہ حاصل ہوگی جس سے نجات کی اُمید ہو سکتی ہے

اور دل میں اپنی کی ہوئی طاقت کی امید رکھنے سے بہشت میں مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ مکروہات سے پرہیز کرنے کو محبت کہتے ہیں۔ جن سے رضائے حق حاصل ہوتی ہے۔

پھر فرمایا۔ عقلمند وہ شخص ہے۔ جو سب کاموں میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرے۔ اور کسی سے کسی طرح کی امید نہ رکھے

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رابعہ بصری کو حج کی آرزو ہوئی۔ تو گدھے پر سوار ہو کر حج کو روانہ ہوئیں جب جنگل میں پہنچیں۔ تو گدھا مر گیا۔ اور آپ کا اسباب پڑا رہ گیا۔ لوگوں نے آ کر کہا کہ لاؤ ہم بوجھ اٹھا لیں۔ فرمایا کہ میں تمہارے بھروسے پر روانہ نہیں ہوئی۔ جس پر میرا توکل ہے۔ وہ خود میرا اسباب پہنچا دے گا۔ یہ کہہ کر قافلہ تو روانہ ہو گیا۔ اور آپ تنہا رہ گئیں۔ آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ کہ پروردگارا! تو نے ضعیف سے اچھا سلوک کیا۔ کہ جنگل میں اس کا گدھا مار دیا۔ ابھی یہ بات اچھی طرح نہ کہنے پائی تھیں کہ گدھا زندہ ہو گیا۔ آپ اس پر اسباب رکھ کر روانہ ہوئیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک متوکل رہے۔ اور خلقت سے گوشہ گیری اختیار کی۔ اس تیس سال کے عرصہ میں کسی طرف رجوع نہ کیا۔ جب آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ تو ٹھان لی کہ اور لوگ تو پا پیادہ حج کو جاتے ہیں میں سر کے بل جاؤں گا۔ چنانچہ ہر قدم پر دوگانہ ادا کرنا شروع کیا۔ جب آگے بڑھے تو جنگل میں ستر آدمی برقعہ پوش، سر کٹے۔ خون میں آلودہ پائے۔ جن میں ایک سسک رہا تھا۔ اس نے آواز دی کہ اے ابراہیمؑ! ہمیں جو مقتول دیکھا ہے۔ اس کی کیفیت یوں ہے۔ کہ ہم ستر صوفی متوکل تھے۔ ہم توکل کی نیت کر کے حج کو روانہ ہوتے اور عہد کر لیا کہ ہم کسی سے کوئی بات نہیں کریں گے۔ جب اس جنگل میں آئے۔ تو خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے۔ ان سے ملاقات میں مشغول ہو گئے۔ آواز آئی کہ اے بدعہد مدعیو! کیا تم نے ہم سے یہی وعدہ کیا تھا؟ تم نے اپنا اقرار فراموش کر دیا۔ اور غیر میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں ایک تلوار آسمان سے نمودار ہوئی۔ جس سے سب کے سر قلم ہو گئے۔ اے ابراہیم! جو شخص راہ توکل میں قدم رکھتا ہے اگر وہ توکل سے ذرہ بھر بھی تجاوز کرے تو اس کی یہی حالت ہوتی ہے۔ جو اس وقت ہماری ہے۔ وہ برقعہ پوش یہ حکایت بیان کر کے فوت ہو گیا۔ ابراہیم کو اس بات سے تعجب ہوا۔ جب واپس پھرے۔ تو دیکھا کہ رابعہ بصری بیٹھی ہیں۔ اور کعبہ آپ کا طواف کر رہا ہے۔ ابراہیم یہ دیکھ کر

حیران رہ گئے۔ اور رابعہ نے بادیہ لیا شور برپا کر رکھا ہے۔ رابعہ نے فرمایا کہ میں نے یا آپ
نے یہ چودہ سال سے سر کے بل تگ و دو جاری رکھے ہیں۔ اور آج تک دیدار نصیب نہیں ہوا۔ ابراہیمؒ
نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ آپ خانہ کعبہ دیکھنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ اور میں خانہ کعبہ کے مالک کو دیکھنا
چاہتی ہوں۔ لیکن جب تک کہ آپ اسے دیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں گھر آپ کے اندر آ جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش۔ خواجہ قطب الدین چشتیؒ بیس سال تک عالم توکل میں رہے
اور خلقت سے گوشہ گیری اختیار کیے رہے۔ اس عرصے میں باورچی خانہ میں چیزوں
کی ضرورت ہوتی۔ تو خادم آ کر التماس کرتا۔ تو آپ ایک مقام کی طرف اشارہ کرتے
کہ وہاں سے روپیہ پیسہ اور اناج وغیرہ جس قدر ضرورت ہو۔ لے لو۔ لے جا کر
درویشوں کو کھلانا۔

پھر فرمایا کہ سجادے پر بیٹھنے کا مستحق وہ شخص ہے۔ جو عالم توکل میں رہے۔ اور
کسی مخلوق سے کسی چیز کی توقع نہ رکھے اگر اس میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ تو وہ
سجادہ نشینی کے لائق نہیں۔ بلکہ اہل تصوف کے نزدیک وہ جھوٹا مدعی ہے۔

پھر فرمایا کہ توکل وہ تھا۔ جو خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کو حاصل تھا۔ چنانچہ
میں نے کبھی آپ کو کسی قسم کی فتوح قبول کرتے نہیں دیکھا۔ یا کسی سے توقع کرتے نہ سنا۔
وہ یوں۔ جب خادم کو درویشوں کی خوراک کے لئے روپے پیسے یا اناج کی ضرورت ہوتی تو
آ کر التماس کرتا۔ اور آپ مصلے تلے سے چند اشرفیاں نکال کر دے دیتے۔ اور وہ صبح سے
شام تک خرچ کر دیتا۔ جب کوئی خانقاہ میں مسافر آ جاتا۔ تو اسے خالی نہ جانے دیتے۔
کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے۔ جس قدر کھانا دسترخوان پر ہوتا۔ اس میں ذرا بھی کمی نہ آتی۔

پھر فرمایا کہ اہل توکل پر دقائق میں ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اگر اس وقت انہیں کہ
میں بھی دبا جائے۔ تو مطلق خبر نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ حبیب ملک شام کی طرف بطور مسافر روانہ ہوئے عالم توکل
میں جس منزل پر پہنچے آبادی سے دور ڈیرہ کرتے۔ رات بسر کرتے۔ عالم غیب سے آپ کو
کھانا پہنچ جاتا۔ جب دس روز دجلہ پر ہوتے۔ جب شام میں پہنچے۔ تو وہاں پر ایک بزرگ

کو دیکھا۔ جو از حد یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو جاگتا رہتا۔ اندر جاکر اسے سلام کیا۔ فرمان ہوا کہ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ تو دل میں خیال آیا کہ یہ بزرگ جنگل میں رہتا ہے اسے روزی کہاں سے ملتی ہے؟ جونہی یہ خیال آیا۔ اس بزرگ نے فرمایا۔ اے خواجہ! تقریباً ستر سال سے میں اس غار میں رہتا ہوں۔ مجھے عالم غیب سے روزی پہنچ جاتی ہے۔ آج کی رات اگر تو میرے ہاں مہمان رہے۔ تو تجھے میرے توکل کا ذوق معلوم ہو جائے۔ کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں۔ الغرض۔ آپ نے شام کی نماز اس بزرگ کے ہمراہ ادا کی۔ تو اتنے میں ایک شخص شیر پر سوار دسترخوان سر پر پہنچا۔ جب نزدیک آگیا۔ تو شیر سے اتر کر دسترخوان اس بزرگ کے پاس رکھ کر آپ دست بستہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوگیا۔ جب وہ بزرگ نماز سے فارغ ہوا۔ تو فرمایا کہ تو اکیلا آگے لاؤ۔ ابھی کھانا نہ شروع کیا تھا۔ کہ صوفی اور آگئے۔ الغرض سب نے مل کر کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد اس بزرگ نے زمین پر ہاتھ مارا۔ تو ایک چشمہ بہہ نکلا۔ جس سے سب نے مل کر پانی پیا۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اور اللہ اکبر کہا اور بیٹھ گئے پھر اس بزرگ نے فرمایا کہ اے خواجہ! تو کہتا تھا کہ یہ کہاں سے کھاتا ہے دیکھ میری روزی اس طرح مجھے پہنچتی ہے۔

نیز فرمایا کہ جو شخص عالم توکل میں حق تعالیٰ کے کرم پر بھروسہ کرتا ہے۔ اسے عالم غیب سے روزی پہنچتی ہے۔ اور جو کچھ وہ طلب کرتا ہے۔ سے مل جاتا ہے۔

شیخ الاسلام یہ فوائد ختم کر کے اٹھ بیٹھے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؎
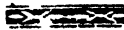
فصل دوازدہم ۱۲

سخن در ذکر لاطیہ وغیرہ افتادہ بود

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت بغداد سے آئے ہوئے چند صوفی اور شیخ برہان الدین ہانسوی اور شیخ بدرالدین غزنوی حاضرِ خدمت تھے۔ لاطیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! قاضی ابو یوسف کی روایت کے مطابق کلاہ دو قسم کی ہے۔ ایک لاطیہ۔ دوسرے ناشرہ۔ لاطیہ سر سے لگی ہے۔ ناشرہ وہ جو سر سے اوپر اٹھی رہے۔ پہلی قسم کی کلاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سر مبارک پر رکھی ہے۔ دوسری سیاہ ہوتی ہے۔ جو بعض مشائخ سر پر رکھتے ہیں لیکن اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کم سر مبارک پر رکھا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ قاضی ابو یوسف یاروں کو حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے۔ اور صوفیانہ کلاہ سر پر رکھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے آکر قاضی صاحب سے سوال کیا کہ آیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ کلاہ پہنی ہے یا سفید؟ قاضی صاحب نے جواب دیا۔ سفید۔ پھر اس نے پوچھا کہ لاطیہ پہنی ہے یا ناشرہ؟ فرمایا۔ لاطیہ۔ سائل نے کہا۔ آپ نے تو سیاہ اور ناشرہ سر پر کی ہوئی ہے۔ اس صورت میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو سنتوں کی مخالفت کی۔ اور پھر حدیث کا ذکر کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے سوچ کر فرمایا کہ تو نے یہ دو باتیں جو مجھ سے کی ہیں۔ یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو حق کی خاطر ہیں۔ یا مجھے دکھ دینے کے لئے۔ اگر حق کی خاطر ہیں۔ تو منظور۔ لیکن اگر میری تکلیف کے واسطے ہیں۔ تو تجھ پر افسوس ہے۔ سائل نے کہا۔ میں نے حق کی خاطر کی ہیں۔ اس واسطے کہ آپ دین کے امام ہیں۔ آپ کو خلاف سنت کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش۔ کلاہ کی اصل اللہ تعالیٰ سے ہے۔ کہ مہتر جبرائیل علیہ السلام بہشت سے چار کلاہ لائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے۔ اور عرض کی۔ یا رسول اللہ فرمان الٰہی یوں ہے کہ انہیں پہلے خود سر مبارک پر کرو۔ اور پھر جسے مرضی ہو۔ دو۔ اور اپنا خلیفہ بناؤ۔ آنحضرت نے پہلے خود سر مبارک پر رکھے۔ اور پھر امیر المومنین ابوبکر صدیق کو ایک گوشہ کلاہ عنایت فرمایا۔ یہ آپ کا کلاہ ہے جسے مرضی ہو۔ عطا کرنا۔ پھر دو گوشیہ کلاہ امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو عنایت کرکے فرمایا۔ یہ آپ کا کلاہ ہے۔ جسے چاہیں۔ عنایت فرمائیں۔ پھر سہ گوشیہ کلاہ امیر المومنین عثمان کو مرحمت کرکے فرمایا۔ یہ آپ کا کلاہ ہے۔ جسے چاہیں۔ دیں۔ پھر چار گوشیہ کلاہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر رکھ کر فرمایا۔ کہ اے علی! یہ کلاہ تیرا ہے۔ صوفیا ریں سے جسے چاہے۔ عنایت کر مجھے فرمان یہی تھا کہ چوگوشیہ ٹوپی علی کو دینا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! کلاہ سر پر وہ شخص رکھتا ہے۔ جو دنیا سے بالکل قطع تعلق کرے اور دولتمندوں اور اہل دنیا کی صحبت کو ترک کردے۔ اور کلاہ کا جو حق ہے۔ ادا کرے۔ تاکہ قیامت کے دن جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اور مشائخ طبقات سے شرمندہ نہ ہووے۔

پھر فرمایا کہ ٹوپی سر پہ لینا تو سہل ہے۔ لیکن اس کے احکام و شرائط بجالانا بہت مشکل ہیں اگر اس کے احکام و شرائط کا ایک ذرہ بھر بھی بجا نہ لایا جائے۔ تو جھوٹا مدعی ٹھہرتا ہے۔ نہ کہ سدیق اور راست گو۔

پھر فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کے ارادے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ تو آپ ایک سال تک لگاتار اس سے خدمت لیتے۔ پھر جب دیکھتے کہ کلاہ کے لائق ہوگیا ہے۔ تو کلاہ عنایت کرکے فرماتے۔ لہ دیکھ! اگر تو کلاہ کے حق ادا کرے گا تو تجھے نجات حاصل ہوگی ورنہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کلاہ خود تجھے سزا دے گا

ایک دفعہ بدخشاں کا کوئی بزرگ زادہ خواجہ مودود چشتی کی خدمت میں کلاہ لینے کے لئے

ملتمس ہوا۔ خواجہ نے جب اس کے باطن میں نگاہ کی۔ تو اسے دنیاوی آلائشات میں ملوث پا کر انکار کر دیا۔ وہ اس ولایت کے بزرگ کی سفارش لایا۔ تو آپ نے کلاہ عنایت کر کے فرمایا۔ کہ دیکھ! تو کلاہ تو لیتا ہے لیکن اس کی قدر نہیں کرے گا۔ جو اس کی قدر کرتا ہے وہ دنیا کے فریب میں نہیں آتا۔ اس نے اس بات کا کچھ خیال نہ کیا کلاہ لے کر بدخشاں گیا۔ اپنی عادت کے مطابق بُرے کاموں میں مشغول ہو گیا۔ اور کلاہ اتار کر طاق میں رکھ دیا جب یہ خبر خواجہ صاحب نے سنی۔ تو فرمایا کہ یہ کلاہ اس نے کیوں نہیں لیتا۔ چنانچہ بہت مدت گزرنے نہ پائی۔ کہ وہ بزرگزادہ کسی تہمت میں گرفتار ہوا۔ اور اس کی آنکھیں نکالی گئیں۔ جن کے درد سے وہ فوت ہو گیا۔ شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس زمانے میں اب کلاہ بازی ہوتی ہے۔ جو چاہتا ہے۔ سر پر رکھ لیتا ہے۔ لیکن اس کا ذرہ بھر بھی حق بجا نہیں لاتا۔

پھر فرمایا کہ چونکہ کلاہ اور خرقے کی بے عزتی کرتے ہیں۔ اس لئے اس زمانے میں خیر اور برکت نہیں رہی۔ اکثر اہل خرقہ و کلاہ قمار خانوں اور بادشاہوں و امراء کی صحبت میں رہتے ہیں۔ جس زمانے میں اس قسم کے اہل خرقہ و کلاہ ہوں۔ اس میں برکت کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی ہزار شکر ہے کہ بلا نازل نہیں ہوتی۔ اگر نازل ہو تو پہلے اہل خرقہ و کلاہ پر ہو۔ اور بعد میں خلقت پر۔

پھر فرمایا کہ اس درویش کی نسبت نہایت تعجب ہے۔ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کلاہ سر پر رکھ کر اس کی حق ادائی نہیں کرتا۔ اور دولتمندوں اور امراء کی خدمت میں جاتا ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس کی صورت مسخ نہیں ہو جاتی۔ اور وہ خلقت میں رسوا کیوں نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ پیر کو کلاہ اس شخص کو دینا چاہیئے۔ جس کا ظاہر و باطن روشن ہو۔ جب کوئی کلاہ کا خواستگار ہو۔ تو پہلے نور معرفت سے اس کے باطن کو دنیاوی آلائشوں سے صاف کرے جب اس کا ظاہر و باطن پاک ہو جائے۔ اور کسی قسم کی آلائش باقی نہ رہ جائے۔ تو پھر کلاہ دے اگر ایسا نہ کرے گا تو خود بھی گمراہ ہو گا۔ اور اس مرید کو بھی گمراہ کرے گا۔ پس۔ اے درویش

استنے اہلِ خرقہ و کلاہ۔ جو روزی کی خاطر در بدر ہوتے ہیں۔ اور روٹی کے محتاج ہیں۔ اس کی یہی وجہ ہے۔ کہ وہ بددیانت ہیں۔ یعنی کلاہ سر پر رکھ کر اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ اس واسطے وہ بدروزگاری میں مبتلا ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اہل کلاہ وہ لوگ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے آگے سر نہیں جھکاتے جب کسی اہل کلاہ کو بادشاہوں اور امراء کے پاس جاتا دیکھے۔ تو اس سے کلاہ چھین لینی چاہیئے۔ کیونکہ وہ کلاہ کے لائق نہیں۔ اس واسطے کہ رسول صلعم کی کلاہ سر پر رکھ کر امیروں اور بادشاہوں کے پاس جا کر اس کی بے عزّتی نہیں کرنی چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں خواجہ شیرازی کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ کے ایک مرید کی نسبت آپ سے کسی نے شکایت کی کہ وہ آپ سے پوشیدہ بادشاہوں اور امراء کے پاس جاتا ہے۔ فوراً آپ کی زبان سے نکلا۔ کہ ہمارے پیر کی کلاہ اس کی گردن کا مہرہ کیوں نہیں توڑتی ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ وہ مرید چھت سے گرا۔ اور اس کی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ اے درویش! شیخ قطب الدّین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی کہ اگر ایک لاکھ آدمی بھی مرید ہونے کی نیّت سے آتے تو سب کو کلاہ عنایت فرماتے۔ اور کلاہ دے کر یہ فرماتے کہ جو اس کلاہ کا حق ادا نہیں کریگا وہ میرے پیر کی بیعت پر نہیں۔ اور یہی کلاہ اسے سزا دے گی۔ لیکن آپ کے مریدوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ نکلا۔ جس نے کلاہ کی حق ادائی میں کمی کی ہو۔

پھر فرمایا کہ اہل کلاہ کو کلاہ سزا تو دیتی ہے۔ لیکن انہیں معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یہ سزا کہاں سے ملی ہے۔ اگر وہ کلاہ کا حق ادا کریں۔ تو کبھی بے دولتی کا نشان تک ان میں نہ پایا جائے۔ اور دنیا و آخرت میں بالکل محفوظ ہیں۔

پھر فرمایا کہ اہل کلاہ کی جو بے عزّتی ہوتی ہے۔ تو اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ اے درویش! کلاہ کے چاروں گوشے ہیں۔ پہلا شریعت کا دوسرا طریقت کا۔ تیسرا معرفت کا اور چوتھا حقیقت کا۔ پس جو ان چاروں خانوں میں استقامت

اختیار کرے گا۔ اس کے لئے کلا سر پر کرنی جائز ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ پیرِ طریقت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کلاہ سر پر کرنی کس کے لئے واجب ہے؟ فرمایا۔ جو اٹھارہ ہزار عالم سے بیزار ہو۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جب تک تو چاروں عالموں سے اپنے تئیں نگاہ نہیں رکھ سکتا۔ تیرے لئے کلاہ پہننا واجب نہیں۔ اوّل عالم چشم یعنی آنکھ کو تمام ناقابلِ دید چیزوں کے دیکھنے سے روکے۔ دوسرے عالم گوش۔ یعنی کانوں کو ناقابلِ شنید باتوں کے سننے سے روئے۔ تیسرے عالم زبان۔ جب تک تو زبان کو گونگا نہ بنائے گا۔ کلاہ کا مستحق نہیں ہوگا چوتھے۔ عالم دست و پائے۔ جب تک ہاتھ پاؤں کو ممنوعہ افعال سے نہ روکے گا۔ کلاہ کے لائق نہیں ہوگا۔ جو یہ چاروں باتیں بجالاتا ہے۔ اس کے لئے جائز ہے کہ کلاہ سر پر رکھے۔۔۔

ایک مرد خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کلاہ سر پر کرنی کس کے لئے واجب ہے۔ فرمایا۔ اس کے لئے جو کلاہ پہن کر دنیا و ما فیہا کو تین طلاق دے دے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اہل کلاہ میں سے صادق کون ہے؟ فرمایا۔ جو اپنا تمام مال و اسباب راہ خدا میں صرف کر دے۔ اور اپنے لئے کچھ بھی نہ بچا رکھے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ عبداللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کلاہ کے چار خانے ہیں۔ پہلا اسرار و انوار کا۔ دوسرا محبت و توکل کا۔ تیسرا عشق و اشتیاق کا۔ اور چوتھا رضا اور موافقت کا۔ پس جب کوئی شخص کلاہ سر پر کرتا ہے۔ تو یہ چاروں چیزیں اس کی چوٹی میں جمع ہوتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ پہلا خانہ اسرار و انوار کا۔ دوسرا محبت و توکل کا۔ تیسرا عشق و اشتیاق کا۔ اور چوتھا رضا اور موافقت کا ہے۔ تو پھر لوگ اپنے تئیں کیوں اس نعمت سے محروم رکھتے ہیں۔ اور جب کلاہ پہنتے ہیں۔ تو پھر کیوں اس کا حق ادا نہیں کرتے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک درویش میرے پاس آیا۔ اس وقت میں اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مجلس میں تھے۔ اور کلاہ کی بابت گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ کلاہ دوست کا مونس ہے۔ حق تعالیٰ کے عشق و محبت سے مرکب ہے۔ پس اس راہ میں حقیقت کا عاشق وہ شخص ہے۔ جو اس کلاہ کی قدر جانتا ہے۔ اور فرمایا کہ یہ رباعی کلاہ کے بارے میں آپ کی زبان مبارک سے سُنی تھی ؎

در طاقیہ فقر و زہد و شوق است ہمہ — اسرار جمال دوست و دوقت است ہمہ
چوں بر سر خود نہادی آں مونس دوست — مے سوز عشق او کہ شوق است ہمہ

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں نے سلوک اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ کلاہ پوش جس قدر طاعت و عبادت اور مجاہدہ کرتا ہے۔ اسی قدر اس پر رحمت حق کا سایہ ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ کلاہ رحمت الٰہی کا سائبان ہوتا ہے۔ جب قیامت کو صاحب کلاہ اٹھیں گے۔ تو وہ کلاہ دوزخ اور صاحب کلاہ کے درمیان حجاب ہو جائے گا۔ جس کی لمبائی پانسو سالہ راہ کے برابر ہوئی۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک واصل سے سنا کہ انسان اس وقت تک خدا رسیدہ نہیں ہوتا جب تک کلاہ نہ پہنے۔ اور کسی کا مرید نہ بنے۔ اور بہت مجاہدہ نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ خواجہ ابراہیم ادھم سے پوچھا گیا کہ دین و دنیا کی سعادت کس چیز میں ہے۔ فرمایا۔ میں نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ دین و دنیا کی سعادت کلاہ میں رکھی ہے۔ جو اسے پہن کر اس کا حق ادا کرتا ہے۔ اسے دین و دنیا کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی کلاہ پوش کسی ایسے کام میں مشغول ہوا جس میں حق تعالیٰ کی رضا نہ تھی۔ جب اس کام سے فارغ ہوا۔ تو آواز آئی کہ اے مدّعی! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلاہ سر پر کر کے ایسے فعل کرتا ہے۔ یا تو یہ فعل قبیحہ چھوڑ دے۔ یا سر پر سے کلاہ دور کر اور کسی ایسے شخص کو دے۔ جو اس کا حق ادا کر سکے۔ اس نے یہ سن کر اس فعل سے بالکل توبہ کرلی اور خانہ کعبہ میں چالیس سال تک معتکف رہا۔ آخر جب فوت ہوا۔ تو وہیں اس کا مدفن بنایا گیا۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ درویش خلق کو کلاہ اس وقت عنایت کر سکتا ہے۔ جبکہ اس میں

چار باتیں پائی جائیں۔ اوّل قضائے حاجت کے سوا مصلّے سے نہ اٹھے۔ اور کٹیا کا دروازہ کسی کے لئے کھلا نہ رکھے۔ مگر اس وقت جبکہ عالم غیب سے کوئی چیز میسّر ہو۔ دوسرے جب کوئی کلاہ کے لئے ملتمس ہو۔ تو جب تک نور باطنی سے اس کے ظاہر و باطن کو روشن نہ دیکھ لے۔ کلاہ نہ دے۔ تیسرے اس کے جماعت خانے میں علم کا چرچا ہو۔ جب کوئی کسی چیز کی بابت اس سے سوال کرے۔ تو فوراً شافی و کافی جواب دے۔ یہ نہ کہے کہ فلاں کتاب میں دیکھو۔ چوتھے اسے ولایت حاصل ہو۔ یعنی مرید کا ہاتھ پکڑتے ہی اسے خدا رسیدہ بنا دے۔ ولایت یا تو کسی کو دے مرے۔ اگر کوئی لائق نہ ملے۔ تو سب ہمراہ لے جائے۔ جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کئے۔ تو ظہر کی نماز کی اذان ہوئی۔ آپ اٹھ کر دولت خانے میں تشریف لے گئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۝

فصل سیزدہم ۱۳

سخن در ذکر درویشی وغیرہ افتادہ بود

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت مولانا محمد صوفی، خواجہ عزیز درویش، مولانا بیخسے، غریب شیخ بدر الدین غزنوی، شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ جمال الدین عرف غریب اور شیخ علاؤ الدین درویش اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ درویشی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! درویشی دراصل وہ تھی۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی۔ کہ اختیار سے فقر قبول کیا۔ اور گودڑی پہنی۔ جب پہنی تو حکم ہوا کہ حجاب عظمت سے لے کر آسمان تک کے سارے فرشتے گودڑی پہنے۔ جب سب نے پہنی تو سجدے میں سر رکھ کر عرض کی۔ کہ اے پروردگار! ہمیں مطلع فرمائیں۔ کہ کس کی موافقت سے ہم نے یہ گودڑی پہنی۔ فرمان آیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے۔ جو میرا حبیب

ہے۔ اور جس نے آج تک روٹی نہیں کھائی ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درویشی قبول نہ فرماتے۔ تو درویشی کی برکت اس جہان میں نہ ہوتی۔ اور کوئی زندہ نہ رہتا۔ سب ہلاک ہو جاتے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ مہتر عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ دنیا اور اہل دنیا کس بات کے لئے قائم ہیں۔ فرمایا۔ درویشوں کے قدموں کی برکت سے۔ اے بیٹے! اگر درویش جہان میں نہ ہوتے۔ یا زمین انہیں قبول نہ کرتی۔ تو دولت مندوں کو سرا قہر نکل جاتا۔ اور سب کو ہلاک کر دیتا۔

پھر فرمایا کہ اگر محبت ہے تو یہی درویشوں کی محبت ہے۔ جب شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے جماعت خانے میں کوئی درویش نہ آتا۔ تو فرماتے کہ آج نعمت مجھ سے لے لی گئی ہے۔ کہ کوئی درویش نہیں آیا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر یہ فرمان الٰہی سنایا کہ اے میرے حبیب! جو لوگ فقیروں سے محبت کرتے ہیں۔ اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے ہیں۔ تو ان کے ساتھ دوستی کرو اور ان سے مل بیٹھو۔

پھر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صابر درویش کی دو رکعت نماز کو شاکر دولت مندوں کی ستر رکعتوں پر شرف حاصل ہے۔ شاکر دولتمند وہ ہوتا ہے۔ جو اپنا مال واسباب راہ خدا میں دے دے۔

پھر فرمایا کہ مہتر سلیمان صلوٰۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جب افطار کا وقت ہوتا مسجد کے دروازے پر جا بیٹھتے۔ جو بھوکا درویش ہوتا۔ اس کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ اور پھر واپس جاتے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن درویشوں سے معافی مانگی جائے گی۔ اور دولتمندوں سے حساب لیا جائے گا۔

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ اوحد کرمانی کی زبانی سنا ہے کہ قیامت کے دن درویشوں کو حکم ہوگا کہ ترازو کے مراحل کے پاس جا کر ان اشخاص کو اپنے ہمراہ بہشت میں لے جاؤ۔

جنہوں نے دنیا میں تم سے نیک سلوک کیا۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن بعض ایسے آدمی ہوں گے جنہوں نے دنیا میں طاعت نماز روزہ وغیرہ سب کچھ کیا ہوگا لیکن دوزخ میں جانے کا حکم ہوگا۔ وہ پوچھیں گے کہ ہم نے تو دنیا میں نیک عمل کئے پھر کیوں دوزخ میں بھیجا جاتا ہے؟ حکم ہوگا کہ تم نے دنیا میں درویشوں سے روگردانی کی۔ بعض آدمی ایسے ہوں گے جنہوں نے دنیا میں کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ بلکہ گناہ در گناہ کرتے رہے ہیں۔ ان کے لئے بہشت میں جانے کا حکم ہوگا۔ وہ حیران رہ جائیں گے۔ کہ ہم نے تو کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ پھر کس سبب سے ہمیں بہشت کا حکم ہوا ہے۔ فرمان ہوگا کہ گو تم نے دنیا میں گناہ کئے ہیں لیکن تمہارے دلوں میں درویشوں کی محبت تھی۔ اور تم نے ان سے نیک سلوک کیا۔ جس کی برکت سے تمہیں جنت جانا نصیب ہوا کوئی راحت درویشوں کی محبت سے بڑھ کر نہیں۔ لیکن یہ ہے دشوار کام۔ فاقہ کی رات درویش کے لئے معراج کی رات ہوتی ہے

پھر فرمایا کہ اگر شہروں اور مقاموں میں درویشوں کی برکت نہ ہوتی۔ تو غیر آباد ہو جاتے جو شہر و مقام دنیا میں آباد ہیں۔ وہ سب درویشوں کی برکت سے ہیں۔

پھر فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اے موسیٰ اگر درویشوں کی دعا نہ ہوتی۔ تو ہم سارے شہروں اور مقاموں کو برباد کر دیتے۔ تمام جہان انہیں کی برکت سے قائم ہے۔

پھر فرمایا کہ کوئی درویش کسی شہر سے آزردہ دل ہو کر نہیں جانا چاہیئے۔ نہیں تو وہ شہر برباد ہو جائے گا۔

پھر فرمایا کہ شیر خان والی ملتان میرا چنداں معتقد نہ تھا۔ میں نے بہتیری طرح سمجھایا۔ کہ درویشوں سے کینہ رکھنا اچھا نہیں۔ کیونکہ اس سے ملک میں خلل آتا ہے۔ لیکن اس نے پرواہ نہ کی۔ چنانچہ ایک دفعہ مغلوں نے اس پر حملہ کیا۔ جس میں اور کوئی نہ مارا گیا۔ صرف شیر خان ہی مارا گیا۔ پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

درویش را لشہر نبود دے اگر قیام گشتے سراسر ایں ہمہ عالم خراب حال

پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شہر مقام یا محلے کو برباد و تباہ کرنا چاہتا ہے۔ یا مصیبت قحط اور وباء میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ یا لوگوں کو پریشان اور تباہ کرنا چاہتا ہے۔ تو اس شہر و مقام یا محلے سے مشائخ اور علماء کو اٹھا لیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ لاہور شہر اس طرح خراب ہوا کہ اس شہر میں ایک بزرگ بدھن نام رہتا تھا۔ جو تارک الدنیا تھا۔ جس روز مغل لاہور آنے والے تھے۔ وہ جامع مسجد میں گیا۔ اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے مسلمانو! اب ہم اس شہر سے جاتے ہیں۔ کسی نے نہ پوچھا کہ کیوں جاتے ہو؟ بلکہ کہا کہ بہتر ہے۔ اگر ایسا درویش یہاں سے چلا جائے جب آپ شہر چھوڑ گئے۔ تو مغلوں نے شہر کو تاخت و تاج کیا۔ اور لوگوں کو قید کر کے لے گئے۔ پھر فرمایا کہ جب شہر سے کوئی درویش یا عالم فوت ہو جاتا ہے۔ تو فرشتے اس کی موت پر افسوس کرتے ہیں۔ اور روتے ہیں۔ بس جس شہر میں درویش نہیں۔ اس شہر میں خیر و برکت نہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ایک درویش کے پاس گئے۔ جو سویا ہوا تھا۔ اسے جگا کر فرمایا کہ اٹھ! اللہ تعالیٰ کی عبادت کر۔ اس نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کی ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہو سکتی۔ پوچھا۔ وہ کیا؟ کہا۔ دنیا کا ترک۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ علی اللہ تعالیٰ تقلیل من عمل۔ پھر فرمایا۔ جو شخص درم و دینار چھوڑے بغیر دنیا سے گزر جائے۔ وہ مسکین ہے اور اس کے بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ بہشتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سائل نے کچھ مانگا۔ اس وقت کوئی چیز موجود نہ تھی۔ سائل محروم چلا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں خیال آیا کہ اگر دنیا کی کوئی چیز میرے پاس ہوتی۔ تو سائل محروم تو نہ جاتا۔ یہ خیال آتے ہی جبرائیل علیہ السلام نے دین و دنیا کے خزانوں کی چابیاں لا رکھیں۔ کہ اگر جناب چاہیں۔ تو استعمال کر سکتے ہیں۔ مسکرا کر فرمایا کہ جس نے اپنے خیال سے فقیری پسند کی ہو۔ وہ ان خزانوں کو کیا کرے گا؟

پھر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ "الدنیا مزرعۃ الآخرۃ" دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ تو اس سے مراد یہ ہے۔ کہ صدقہ دو۔ آخرت کو تمہارے کام آئے۔ چنانچہ مثل مشہور ہے کہ جیسا بوؤ گے۔ ویسا کاٹو گے۔

پھر فرمایا کہ درویشی اس بات کا نام ہے۔ جو شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھی۔ کہ صبح سے شام تک جو آتا۔ بغیر کچھ کھائے نہ جاتا۔

پھر فرمایا کہ ایک درویش شیخ سعید تبریزی نام جو جلال الدین تبریزی کے پیر تھے۔ آپ کے ہاں اکثر فاقہ ہوتا۔ لیکن کسی سے کوئی چیز نہ لیتے۔ ایک مرتبہ میں تین دن تک خانقاہ میں رہا کسی قسم کا کھانا نہ پکا۔ درویش اور آپ صرف خربوزوں پر گزارہ کرتے رہے۔ جب یہ خبر والی شہر نے سنی۔ تو کہا کہ شیخ صاحب ہم سے کوئی چیز تو لیتے نہیں۔ ہم کیا کریں؟ یہ کہہ کر کچھ نقدی بھیجی کہ آپ کے خادم کو دینا۔ اور اسے کہنا کہ تھوڑی تھوڑی کر کے خرچ کرے۔ سپاہی نے آکر خادم کو روپیہ دیا۔ اور کہا کہ جیسی مصلحت دیکھو۔ روپیہ خرچ کرو۔ لیکن شیخ صاحب کو اس بات کی اطلاع نہیں دینا۔ خادم آپ سے چھپا نہ سکا۔ آخر یہ کہہ ہی دیا۔ پوچھا۔ کون لایا تھا۔ اور کہاں کہاں اس نے قدم رکھا تھا۔ وہاں کی مٹی کھود کر باہر پھینک دو۔ اور خادم کو بمعہ روپیہ باہر نکال دیا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ہاں متواتر چھ روز فاقہ رہا۔ ساتویں دن جب تھوڑا کھانا میسر ہوا۔ تو کھانے ہی کو تھے۔ کہ سائل نے آکر کہا کہ میں نے سات روز سے کچھ نہیں کھایا۔ خدا کے نام کچھ دو! آپؓ نے فرزندوں کے آگے سے کھانا اٹھا کر اسے عنایت کیا۔ اور فرمایا کہ اسے سات روز کا فاقہ ہے۔ اور ہمیں چھ روز کا۔ اسے دینا بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! درویشی اسی کا نام ہے۔ جو آنجناب کو حاصل تھی۔ جب درویش مراقبہ میں سر نیچا کرتا ہے۔ تو اٹھارہ ہزار عالم کو دیکھ آتا ہے۔ اور جب قدم زنی کرتا ہے۔ تو عرش سے تحت الثریٰ تک پھرتا ہے۔ یہ درویشوں کا پہلا مرتبہ ہے۔ پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

چو درویش در عشق گردد فرود　　بیکدم سراز عرش بالا کند

پھر فرمایا کہ اے درویش! عاشقوں کے دل ہر وقت حجاب عظمت کا طواف کرتے ہیں اگر تھوڑی دیر عاشق کا دل اس نعمت سے محروم رہے۔ تو عاشق ناچیز ہو جاتا ہے۔ ان کے دلوں پر متواتر انوار تجلّی اور اسرار الٰہی نازل ہوتے رہتے ہیں۔ اور وہ ان میں مستغرق رہتے ہیں۔

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کیے۔ تو دوڑ کر اندر چلے گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

فصل چہاردہم [۱۴]

سخن در ذکر محبت و عداوت دنیا افتادہ بود

جب پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مولانا بہاؤ الدین بخاری۔ مولانا شہاب الدین غزنوی شیخ برہان الدین ہانسوی، مولانا بدرالدین اسحٰق اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے۔ محبت اور عداوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں جو دنیا سے محبت کرتے ہیں۔ اور ہر وقت اس کی یاد میں رہتے ہیں اور اس کی طلب کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت ہیں۔ بعض ایسے ہیں۔ جو اسے دشمن سمجھتے ہیں۔ اور اسے محبت نہیں کرتے۔ بعض ایسے ہیں کہ نہ اسے دوست سمجھتے ہیں۔ نہ دشمن۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! تیسری قسم کے لوگ پہلی دو قسموں سے اچھے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص نے رابعہ بصری کے پاس آکر دنیا کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ رابعہ نے فرمایا۔ صاحب! چلے جاؤ۔ میرے پاس نہ آنا۔ کیونکہ تو دنیا کا دوست معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ تو اکثر اسی کا ذکر کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ کہرام کے ملاقے میں شیخ بدنی رہتا تھا۔ جو از حد تارک الدنیا تھا۔ چنانچہ کپڑا کبھی نہیں پہنا کرتا تھا۔ اگر کوئی شخص اس کے پاس دنیا یا اہل دنیا کا ذکر کرتا۔ تو پھر اسے پاس نہ آنے دیتا

اور کہتا کہ تو دنیا کا عاشق ہے۔ اس واسطے کہ جو اپنے معشوق کو دوسرے کے پاس دیکھتا ہے۔ تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتا ہے۔ وہ درویش نماز زیادہ پڑھا کرتا۔ اور کہا کرتا کہ افسوس! بہشت ایسی اچھی جگہ ہے۔ پر اس میں نماز نہیں۔ اس وقت ایک عزیز نے عرض کی۔ اگر پیر خود دنیا دار ہو۔ اور مریدوں کو ترکِ دنیا کے واسطے کہے۔ تو فرمایا۔ اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ وعظ و نصیحت صرف کہنے سے اثر نہیں کرتی۔ تاوقتیکہ خود نمونہ بن کر نہ دکھایا جائے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض لوگ اکثر دنیا کا ذکر کرتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ دنیا کے دوست ہیں چونکہ اپنی معشوقہ کو دوسروں کے ہاتھ دیکھتے ہیں۔ تو اس واسطے کہ محبت کی زیادتی کی وجہ سے یاد کرتے ہیں۔ اور دن رات اسی کا ذکر اذکار کرتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رابعہ بصری سے پوچھا گیا کہ دنیا کیا ہے اور کن لوگوں کی جگہ ہے۔ فرمایا۔ دنیا مردار ہے۔ اور اس کے طالب کتے ہیں۔ دنیا کو منافق کے سوا کوئی نہیں طلب کرتا۔ یہ منافقوں کا مقام ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جب تو کسی درویش کو دنیاوی جاہ و منزلت کی طلب میں دیکھے۔ تو جان لے کہ ابھی وہ گمراہی کے جنگل میں ہے۔

پھر فرمایا کہ ابراہیم ادہم سے پوچھا گیا کہ آپ نے مرتبہ کہاں سے پایا؟ فرمایا۔ میں نے دنیا کو تین طلاقیں دیں۔

پھر فرمایا کہ دنیا سے جس قدر محبت کرے گا۔ اسی قدر آخرت سے دور رہے گا۔ پس مولا اور بندے کے درمیان جو حجاب ہے۔ تو یہی دنیا ہے اور فساد کی جڑ ہے۔ تو یہ ہے۔ چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ طالب الدنیا لا یکون محبا للمولیٰ دنیا کا طالب مولیٰ کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ دشمن سمجھتا ہے۔ تو بھی اسے دشمن سمجھ۔ اور اس کے پاس کبھی نہ بھٹک۔ اور اس کی دوستی یا دشمنی کا ذکر کسی سے کبھی نہ کر۔

پھر فرمایا کہ جس روز سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ قہر کی وجہ سے دیکھا کبھی نہیں۔ پس وہ شخص بہت ہی نادان ہے۔ جو ایسی چیز سے محبت کرے۔ جسے اللہ تعالیٰ دشمن سمجھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی طاعت کرتا ہے۔ دنیا اس کی خدمت کرتی ہے۔ اور جو دنیا کی طاعت

کرتا ہے۔ وہ رنج و مصیبت میں مبتلا رہتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص جس قدر اللہ تعالیٰ سے غافل ہے۔ اسی قدر دنیا میں مشغول ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ دنیا میں تین کام سب کاموں سے بہتر ہیں۔ اوّل۔ دنیا کو پہچاننا اور اس سے بچنا۔ دوسرے حق تعالیٰ کی طاعت کرنا۔ اور ادب ملحوظ رکھنا۔ تیسرے آخرت کی آرزو کرنا اور اس کی طلب میں کوشش کرنا۔

پھر فرمایا کہ اس راہ میں مرد وہی ہے۔ جو ان تینوں باتوں پر عمل کرے۔ اوّل دنیا سے بچا رہے۔ دوسرے مرنے سے پہلے گور کے لیئے تیاری کرے۔ تیسرے حق تعالیٰ کو دیکھنے سے پہلے اسے خوش کر دے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن دنیا دار دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ نہ اس واسطے کہ انہوں نے کوئی گناہ کیا ہے۔ بلکہ س واسطے کہ اہلِ دنیا اور ان سے محبت کرنے والے ان کی بےعزتی دیکھ لیں اور افسوس کریں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ غزنی میں میں نے ایک درویش کو دیکھا۔ جو از حد یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ اس کے پاس چھ مہینے رہا۔ اس عرصے میں اس کی زبان سے دنیا کا نام تک نہ سنا۔ اگر اتفاقاً کبھی دنیا کا ذکر کرتا۔ تو صبح سے شام تک روتا رہتا۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ تقریباً تیس سال کا عرصہ گزرا ہے۔ کہ ایک شخص نے میرے پاس آکر دنیا کے بارے میں کچھ کہا میں نے بھی اس سے موافقت کی۔ اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ اے فقیر! ہماری باتیں ہوں گی یا دنیا کی؟ سو اس دن سے لے کر آج تک شرمندگی کے مارے رو رہا ہوں۔ کہ قیامت کے دن یہ منہ کس طرح دکھاؤں گا؟

پھر فرمایا کہ سلوک کے بارے میں لکھا ہے۔ اَکْثِرُ ا ذِکْرَ ھَادِمِ لِنَفْسِ وَھَادِمَ اللَّذَّاتِ یعنی لذتوں میں رخنہ انداز اور جانوں کو مٹانیوالی چیز (یعنی موت) کو یاد کرو۔ جو ہمیشہ موت کو یاد رکھتا ہے۔ س سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ جو شخص جس قدر موت سے غافل ہوگا۔ سی قدر دنیا کا ذکر اس کے دل میں محکم ہوگا۔ اور طاعت اس کے دل پر گراں گزرے گی۔ اور گناہ آسانی سے کرے گا۔

پھر فرمایا کہ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام بدیاں اگر گھر میں جمع کی جائیں تو وہ

گھر یا سمجھو جس کے دل میں دنیا کی محبت محکم ہے وہ خدا سے دور ہے جس پر دنیا تنگ ہے
سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔
پھر فرمایا کہ دنیا کو ہر روز پانچ مرتبہ ندا آتی ہے۔ کہ اے دنیا! تو ہمارے دوستوں کے لئے تلخ
ہو جا۔ تا کہ وہ تجھے نیک نگاہ سے نہ دیکھیں۔ اور اپنے طالبوں کے لئے میٹھی بن جا۔ تاکہ وہ تیرا ذکر
زیادہ کریں۔ ورنہ نہیں مزہ دے۔ تاکہ وہ رنج و مصیبت میں پھنسیں۔
پھر فرمایا کہ خواجہ عبداللہ مبارک ہر وقت تجرید میں رہتے۔ جو آپ کے پاس آتا۔ محروم نہ
جاتا۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ شام کی نماز ادا کر کے مریدوں کے حجروں میں پھرتے۔ اگر کھانا یا پانی
بطور ذخیرہ ان کے پاس دیکھتے۔ تو فرماتے۔ کہ یہ محتاج درویشوں کو دے دو۔ اور پانی گرا دو۔ کیونکہ
ذخیرہ کرنا درویشی نہیں۔ اور اپنے مریدوں میں سے جس کو دنیا کا ذکر کرتے ہوئے سنتے۔ خانقاہ
سے باہر نکال دیتے اور پھر اپنے پاس نہ آنے دیتے۔
پھر فرمایا کہ آپ کے پاس بہت سا مال و اسباب تھا۔ جب اور مال آتا تو ایک شخص کے
حوالے کر دیتے۔ جو محافظ بیت المال تھا کہ تم ہی اس کا حساب رکھو۔ اپنے پاس کبھی نہ آنے دیتے
تاکہ دنیا کے کام میں مشغول نہ ہو جائیں۔ اے درویش! ایک مرتبہ سلطان شمس الدین نے شیخ الاسلام
قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں شرفیوں کی چند تھیلیاں بھیجیں۔ جو نہی آدمی
لاتے ہوئے دیکھا۔ دور سے فرمایا کہ اسے لے جاؤ! اور جا کر کہہ دو۔ ہم نے تو تجھے اپنا دوست
سمجھا تھا۔ لیکن تو دشمن نکلا۔ کیونکہ تو نے ہمارے پاس وہ چیز بھیجی جسے حق تعالیٰ دشمن سمجھتا ہے
اس کے طالب اور بہت ہیں۔ ان کو دو۔
پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ
علیہ نے چالیس سال تک دنیا سے تنہائی اختیار کی۔ آپ خراسان میں معتکف ہوتے۔ اس چالیس سال
کے عرصے میں آپ کی خوراک صرف سبزی تھی۔ مگر اس عرصے میں جو شخص آپ کی زیارت کو
جاتا۔ اسے خادم کہتا کہ خبردار! آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دنیا کا ذکر نہ کرنا نہیں تو زیارت کی سعادت
سے محروم رہ جاؤ گے۔ الغرض ایک روز اس ولایت کا حاکم آپ کی زیارت کے لئے آیا۔ اور کچھ
نذرانہ لایا۔ اور آداب بجا لا کر بیٹھ گیا۔ اور دنیا کی بابت کوئی حکایت بیان کی۔ خواجہ صاحب نے

مسکرا کر فرمایا کہ او دشمنِ خدا! تو نے کہاں کا کینہ مجھ سے لیا۔ کہ خدا کے دشمن کو پکڑ کر میرے پاس لا۔ تو دوستی کی بات نہ تھی۔ جو تو نے کی۔ اسے۔ یہ جا۔ اور اس کے طالبوں کو دے۔ یہ فرما کر اپنا بوریا جس پر آپ بیٹھے تھے۔ اٹھایا اور فرمایا۔ دیکھ! جب نگاہ کی۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ زر و دینار کی ندی بہ رہی ہے۔ سب اٹھ کھڑے ہوئے اور سر قدموں پر رکھ دیئے اور معافی مانگی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جس کے پاس اس قدر خزانے ہوں۔ اسے ان مردار پیسوں کی کیا حاجت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں اس نیت سے حاضر ہوا کہ خواجہ صاحب اسے دینار دیں۔ اور جہاں پر خواجہ صاحب بیٹھے ہیں۔ وہاں دودھ کی ندی جاری ہو۔ ابھی وہ دور ہی تھا کہ خواجہ صاحب نے اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ دوست خدا آتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مغفور چیز کو طلب کرتے ہیں۔ چونکہ تیرے دل میں یہ خیال ہے۔ اس لئے اس اینٹ کو۔ جس پر تو بیٹھا ہے۔ اٹھا جب اٹھائی۔ تو نیچے اشرفیوں کا ڈھیر پایا۔ فرمایا۔ اٹھا لے۔ یہ تیرا ہی حصہ ہے۔ جب اس نے وہ ڈھیر اٹھا لیا۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تیری خواہش دودھ چاول کی ہے۔ سو تیرے آگے ہے۔ کھا۔ جب اس نے نگاہ کی۔ تو دیکھا کہ دودھ چاول کی ندی بہہ رہی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین چشتی راہ چل رہے تھے۔ راستے میں ایک مسجد تعمیر ہو رہی تھی ایک کڑی اوپر لیجانا چاہتے تھے۔ لیکن وہ اور کڑیوں سے دو گز چھوٹی تھی۔ بیچارے حیران تھے۔ کہ کیا کریں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اوپر چڑھا کر مجھے اطلاع دینا۔ جب اوپر چڑھائی گئی۔ تو آپ نے اوپر چڑھ کر اسے کھینچا۔ تو دوسری کڑیوں کی نسبت ایک گز لمبی ہو گئی۔ چنانچہ آج تک اسی طرح دیوار کے باہر ہے

پھر فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی کے پیر خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہما اکثر عالم تحیر میں رہتے۔ چنانچہ تیس سال تک نہیں سوئے۔ آپ کا مجاہدہ آپ ہی کو حاصل تھا۔ چنانچہ سال یا دو سال تک کچھ نہیں کھایا پیا کرتے تھے۔ اور رات کو آتے۔ نماز ادا کرتے یعنی کنوئیں میں الٹے لٹک کر نماز ادا کرتے۔ الغرض ایک روز آپ دجلہ کے کنارے بیٹھے خرقہ سی رہے تھے۔ کہ بغداد کا ایک بزرگ زادہ معہ اپنے لشکر کے وہاں پہنچا۔ تو خواجہ صاحب کو دیکھا۔ اور گھوڑے پر سے اتر پڑا۔ اور آ کر آداب بجا لا کر بیٹھ گیا۔ اور عرض کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کی سلطنت میں کوئی بڑھیا عورت رات کو بھوکی سو

تو قیامت کے دن اس کی دامن گیر ہوگی۔ اور اپنا انصاف لیئے بغیر اسے نہ چھوڑے گی۔ یہ عرض کر کے جو کچھ لایا تھا۔ حاضر خدمت کیا۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ ہمارے خواجگان کی رسم نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مغضوبہ چیز قبول کریں۔ یہ ان کے پاس لے جاؤ۔ جنہیں اس کی ضرورت ہے۔ پھر ایک درہم جو پاس تھا۔ وہ دجلے میں پھینک دیا۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! جو کچھ تو اپنے بندوں کو دکھلاتا ہے۔ اس کو بھی دکھلا۔ اسی وقت مچھلیاں منہ میں اشرفیاں لیئے ہوئے حاضر خدمت ہوئیں۔ جب اس بزرگ زادے نے یہ حالت دیکھی۔ تو آداب بجا لایا اور کہا۔ کہ واقعی مردانِ خدا میں اس قسم کی قوت ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب نے مچھلیوں کو فرمایا کہ میرا درم لاؤ۔ ایک مچھلی نے وہی درم لا دیا۔ فرمایا کہ اے عزیز! جسے اللہ تعالیٰ کے گھر سے اس قدر زر مل سکتا ہے۔ اسے دوسروں کے زر کی کیا احتیاج ہے۔ جونہی خواجہ صاحب نے پہلے فوائد ختم کیئے۔ اٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

سخن در ذکرِ حُسنِ عقیدۂ مُریدان افتادہ بود

جب پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ شیخ جمال الدین ہانسوی، مولانا نظام الدین بدایونی شمس دبیر، مولانا شمس الدین بخاری، شیخ بدر الدین غزنوی، شیخ نجم الدین شامی اور خانوادہ چشت کے چند اور درویش حاضر خدمت تھے۔ اور مریدوں کے حسن عقیدہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! جس شخص کو اپنے پیر کے حق میں نیک عقیدہ نہیں۔ وہ مرید ہی نہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ نفل نماز ادا کر رہے تھے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کی خاطر آپ کو آواز دی۔ آپ چونکہ نماز میں مشغول تھے

جواب نہ دیا۔ جب نماز سے فارغ ہو کر حاضر خدمت ہوئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آواز دی تھی۔ عرض کی کہ سنی تو تھی۔ لیکن میں نماز میں مشغول تھا۔ فرمایا جس وقت رسولِ خدا آواز دیں۔ تو نفلی نماز چھوڑ کر اسی وقت جواب دو۔ کیونکہ ایسا کرنا نفلی نماز سے بدرجہا بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک درویش شیخ علی نام سنجری نفلی نماز ادا کر رہا تھا۔ خواجہ صاحب نے آواز دی تو فوراً نماز چھوڑ کر لبیک کہا۔ شیخ صاحب نے پوچھا کہ نماز ادا کر کے بعد میں کیوں جواب نہ دیا۔ نماز کیوں چھوڑ دی؟ عرض کی کہ جناب کی آواز کا جواب دینا نفلی نماز سے افضل ہے اس واسطے کہ سلوک میں یوں ہے کہ جب پیر مرید کو آواز دے اور مرید فوراً جواب دے تو اس سے ایک سال کی عبادت کا ثواب مرید کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ پس اے مخدوم! کیوں انسان اس ثواب کو مفت ہاتھ سے کھوئے۔

پھر فرمایا کہ پیر میں ذاتی قوت اس قسم کی ہونی چاہیئے کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کی نیت سے حاضر خدمت ہو۔ تو اس کے حسنِ عقیدہ کو دیکھے۔ اگر اسے فرمانِ حق میں راسخ نہ پائے۔ تو آہستہ سے کہے کہ ابھی تیرا وقت نہیں آیا۔ واپس چلا جا۔

پھر فرمایا کہ مرید جو پیر کی خدمت میں آ کر سر زمین پر رکھ دیتے ہیں۔ یہ سہل خدمت ہے اس واسطے کہ جو پیر کی خدمت میں ارادت اور بیعت کی نیت سے آتے ہیں۔ اس ارادت اور بیعت سے مراد پیر کی محبت اور عشق ہے۔ سو اس صورت میں زمین پر سر رکھنا سہل خدمت ہے۔ پھر فرمایا کہ جب تک شیخ میں اس قسم کی ذاتی قوت نہ ہو۔ اسے شیخ نہیں کہہ سکتے اس واسطے کہ خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ جب تک شیخ مرید کے ظاہر و باطن کو نہ دیکھ لے۔ اس کے لیئے مرید بنانا واجب نہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ پتھورا کا ایک مسلمان ملازم خلوص دل سے شیخ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں مرید ہونے کی نیت سے حاضر ہوا۔ لیکن شیخ صاحب نے اسے مرید نہ بنایا۔ اس نے جا کر پتھورا کو کہا۔ پتھورا نے آدمی بھیجے۔ کہ آپ اسے مرید کیوں نہیں بناتے

فرمایا۔ اس میں تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ جو جانے والی نہیں ہیں۔ کیونکہ اس کی تقدیر میں لکھی ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ شخص کثرت سے گناہ کرے گا۔ دوسرے تمہارا ملازم ہے۔ لوح محفوظ میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ وہ اس جہاں سے بے ایمان جائے گا۔ جب پتھورا نے یہ سنا تو ناراض ہوا۔ اور کہا کہ اس درویش نے ساری غیب کی باتیں کہی ہیں۔ اسے کہدو کہ شہر سے نکل جائے جب آپ نے سنا۔ تو مسکرا کر فرمایا کہ تین دن کی مہلت ہے۔ اس عرصے میں یا تو میں نکل جاؤں گا یا پتھورا۔ چنانچہ تیسرے روز محمد شاہ[1] کا لشکر آیا۔ اور پتھورا کو زندہ پکڑ کر لے گئے۔ اور جو شخص مرید ہونے کو آیا تھا۔ اس نے خود کو دریا میں اپنے تئیں ہلاک کیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! تجھے واضح رہے کہ اگر شیخ یا پیر ناراض ہو کر جہان کو درہم برہم کر سکتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ میں بیس سال شیخ المشائخ معین الدین کی خدمت میں رہا۔ اس بیس سال کے عرصے میں آپ کو کسی پر ناراض ہوتے نہیں دیکھا۔ مگر ایک روز وہ بھی اس طرح ہے کہ آپ ایک محلے میں سیدھے چلے جا رہے تھے۔ کہ آپ کے ایک مرید شیخ علی نامی کو ایک شخص نے پکڑا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرا روپیہ دے۔ شیخ صاحب بھی پاس سے گزرے۔ آپ نے اس شخص کو بہتیرا سمجھایا۔ لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ آخر ناراض ہو کر کندھے کی چادر زمین پر دے ماری۔ جو اشرفیوں سے پر ہو گئی اسے فرمایا کہ جس قدر تو نے اس سے لینا ہے اسی قدر لے لے۔ زیادہ نہ لینا۔ اس نے طمع کی۔ تو اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ کہا۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ آپ نے دعا کی۔ تو اس کا ہاتھ بھلا چنگا ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز یاروں کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آ کر ارادت کے لئے ملتمس ہوا۔ لیکن وہ آیا ہلاکت شیخ کے ارادے سے تھا۔ جب وہ آداب بجا لا کر بیٹھ گیا۔ تو آپ نے اس کی طرف دیکھ کر

---

[1] سلطان شہاب الدین محمد غوری۔

مسکرا کر فرمایا کہ درویش جب درویشوں کے پاس آتے ہیں تو صفائی کے لیے آتے ہیں۔ نہ ظلم کرنے کے لیے۔ تو جس نیت سے آئے ہو۔ یا اسے اختیار کر دیا یا اپنا عقیدہ درست کرو۔ یہ سن کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اقرار کیا اور کارد جو ہلاکت کے لیے لایا تھا۔ باہر پھینک کر مرید بنا۔ بعد میں وہ شخص ایسا راسخ العقیدہ ہوا کہ آپ ہر ایک مشکل کام اسی کو فرماتے۔ اور وہ بھی دل و جان سے اس کے سرانجام کرنے کی کوشش کرتا۔ آخر جب وہ کمالیت کے درجے کو پہنچ گیا۔ تو ستائیس حج کیے۔ آخر خانہ کعبہ کے مجاوروں میں اس کا مدفن بنا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جس کے نصیب میں ازلی سعادت ہوتی ہے۔ اس کی یہی حالت ہوتی ہے جیسی کہ اس شخص کی ہوئی۔ کہ وہ نیک عقیدے سے حاضر خدمت نہ ہوا تھا لیکن شیخ صاحب نے اس کے سینے سے تمام کدورتوں کو صاف کر دیا تب ہی اس نے اٹھ کر اقرار کیا۔ اور آداب بجا لا کر عرض کی کہ اب میری طرف سے صفائی ہے۔ اسی وقت مرید بنا۔ اور شرفِ بیعت سے مشرف ہوا۔

پھر فرمایا کہ ایک شخص میرے پاس آیا۔ اس سے میں نے سنا کہ مرید کو سارے کاموں میں راسخ ہونا چاہیئے۔ نہیں تو قیامت کے دن شرمندہ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ العزیز اپنے حالات میں بادشاہوں کے حسن عقیدہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شہزادہ جو راسخ الاعتقاد صالح اور صاحب کشف تھا منظر میں بیٹھا ہوا تھا۔ جہاں سے اس کی نگاہ نیچے پڑ سکتی تھی۔ اس کے ہمراہ اس کی بیوی بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ جب اس کی نگاہ بارگاہ کے حبشی پر پڑی۔ تو دیر تک آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر نیچے کی طرف دیکھا۔ پھر دیر تک آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اپنی بیوی کی طرف دیکھ کر رو دیا۔ اس کی بیوی نے جب یہ ماجرا دیکھا۔ تو وجہ پوچھی شہزادے نے کہا۔ جانے دو۔ یہ کہنے والی بات نہیں۔ جب بیوی نے بہت منت وسماجت کی۔ تو شہزادے نے کہا کہ جب میری نظر لوح محفوظ پر پڑی۔ تو دیکھا کہ میرا نام زندوں سے کٹ گیا ہے۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ اب مجھے جانا ہے۔ پھر دیکھا کہ میری جگہ کون ہوگا۔ تو دیکھا کہ وہ حبشی۔ جو نیچے کھڑا ہے۔ وہ میرا جانشین ہوگا۔ اور تو اس کے نکاح میں آئے گی جب اس کی بیوی نے یہ سنا۔ تو پوچھا کہ اب کیا

کر دیتے ہے؟ کہا۔ کرنا کیا ہے۔ جو رضائے الٰہی ہے۔ ہو کر رہے گی۔ پھر حبشی کو بلا کر اپنے کپڑے پہنائے۔ اور اسے اپنا ولیعہد بنایا۔ اور لشکر دے کر دشمن کے مقابلے میں بھیجا۔ اور امراء اور وزراء اس کے ساتھ روانہ کیئے۔ وہ حسب الحکم روانہ ہوئے۔ اور دشمن کو معہ مال واسباب پکڑ کر حاضر خدمت کیا۔ جس رات وہ آیا۔ دوسرے روز بادشاہ فوت ہو گیا۔ حبشی نے لشکر کشی کے عرصے میں لوگوں سے نہایت نیک سلوک کیا تھا۔ اس لیئے سارے اس کے مطیع ہو گئے۔

جب بادشاہ مر گیا۔ تو ملک اسے مل گیا۔ اور بادشاہ کی بیوی سے بھی شادی کر لی۔

پھر فرمایا کہ جب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ تو کئی ہزار مسلمان مرتد ہو گئے۔ اور انہوں نے امیر المؤمنین ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرضی بھیجی کہ زکوٰۃ معاف کر دی جائے۔ ورنہ ہم اسلام پر قائم نہیں رہیں گے۔ آپ نے یاروں سے مشورہ کیا۔ بعض نے کہا۔ اگر خلیفہ صاحب ان سے نرمی کریں۔ اور زکوٰۃ معاف کر دیں۔ تو بہتر ہوگا۔ آپ نے تلوار سونت کر فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ کے حق سے عقال (وہ رسی جس سے اونٹ کا گھٹنا باندھتے ہیں) بھی کم دیں گے۔ تو میں اس تلوار سے ان سے جنگ کروں گا۔ جب یہ خبر امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے سنی۔ تو فرمایا کہ بہت اچھا کہا ہے۔ اگر زکوٰۃ معاف کر دیتے۔ تو اسی طرح ہوتے ہوتے سارے احکام شرعی اٹھ جاتے۔

پھر شیخ الاسلامؒ نے مولانا نظام الدینؒ بدایونی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے پاس بہت سے درویش آکر مرید ہوئے ہیں۔ لیکن جب چلے گئے۔ تو ان کی محبت ویسی نہ رہی۔ مگر مولانا نظام الدین جب سے میرے مرید ہوئے ہیں۔ ان کے مزاج و نیت میں ذرا تغیر نہیں آیا۔ ان کی محبت انشاء اللہ ذرا بھر کم نہ ہو گی۔ مولانا اٹھ کر آداب بجالائے۔ اسی روز آپ کو خرقہ اور سیاہ گودڑی عنایت ہوئی۔ اور فرمایا کہ میرے مریدوں میں سے مولانا نظام الدین عالمگیر ہیں۔ اور مولانا کے مرید آخر تک رہیں گے۔ اور تمام جہان میں پھیل جائیں گے۔

شیخ الاسلام نے جب یہ فوائد ختم کیئے۔ تو اٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ اور لوگ واپس چلے آئے۔ مولانا نظام الدین بھی جماعت خانہ میں رہے۔

فصل شانزدہم

سخن در ذکر بوسیدن دستِ بزرگان افتادہ بود

جب پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو اس وقت مولانا نظام الدین بدایونی، مولانا یحییٰ غریب شیخ برہان الدین ہانسوی، شیخ بدرالدین غزنوی اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! ایک دوسرے کا ہاتھ چومنا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیا علیہم السلام کی سنّت ہے۔ جو شخص تعظیماً مشائخ کے دست مبارک کو بوسہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے گناہ سے اس طرح پاک کر دیتا ہے۔ گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

پھر فرمایا کہ درویش اور مشائخ ایک دوسرے کا ہاتھ اس واسطے چومتے ہیں۔ کہ شاید کسی مغفور کا ہاتھ ہاتھ میں آجائے کہ جس کی برکت سے بخشے جائیں۔

پھر فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرنا چاہتا یا سلام کرنا چاہتا۔ تو آنجناب پہلے ہی اسے سلام کرتے اور مصافحہ کرتے۔

پھر فرمایا کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہتیری مرتبہ چاہا کہ پہلے میں سلام کروں یا مصافحہ کروں۔ لیکن میسر نہ ہوا۔

پھر فرمایا کہ خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی کسی محلے یا مجمع میں سے گزرتے۔ جب تک سب کے ہاتھ کو بوسہ نہ دے لیتے۔ آگے نہ گزرتے اور سب سے دعائے خیر طلب کرتے۔

پھر فرمایا کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور مصافحہ کر کے ہاتھ ملاتے ہیں۔ تو ان کے گناہ جھڑتے ہیں۔ جیسے درخت سے پتے موسم خزاں میں جھڑتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ بزرگوں کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں دین و دنیا کی خیر و برکت ہے۔
پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا۔ فرمایا۔ جو کچھ میں نے دنیا میں کیا تھا سب کچھ مجھے دکھایا گیا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ اتنے میں حکم ہوا کہ اس نے فلاں روز دمشق کی جامع مسجد میں خواجہ شریف کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا جس کی برکت سے اسے معاف کیا جاتا ہے۔
پھر فرمایا کہ قیامت کے دن کئی گنہگار صرف ہاتھ چومنے کی وجہ سے بخشے جائیں گے اور دوزخ سے نجات پائیں گے۔
پھر فرمایا کہ یوسف حجاج سے وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ تیری کیا حالت ہے؟ کہا ہلاکت کے مقام میں ہوں۔ لیکن اُمید ہے کہ بخشا جاؤں گا۔ پوچھا کس نیکی کی وجہ سے تجھے اُمید ہے؟ کہا۔ کہتے ہیں کہ فلاں مجلس میں تو نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کو عزت سے بوسہ دیا تھا۔ تجھے ہم اس کام کے عوض بخش دیں گے۔
پھر فرمایا کہ خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز جامع مسجد سے نکلتے۔ تو آپ کے اصحاب حلقہ بنا لیتے۔ اور آپ کا دست مبارک لٹکا رہتا۔ جو آتا۔ آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دے کر چلا جاتا۔
پھر فرمایا کہ آثار الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بزرگ یا شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دے گا۔ وہ ضرور بخشا جائے گا۔ اس واسطے کہ مشائخ کا ہاتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک ہے۔ جو مشائخ کا ہاتھ پکڑتا ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑتا ہے
پھر فرمایا کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں بیٹھے ہوتے۔ تو جب کوئی آتا۔ آپ اٹھ کر اس سے معانقہ کرتے۔ اور جب روانہ ہوتا تو بھی اٹھ کر اس سے معانقہ کرتے۔
پھر فرمایا کہ اے درویش! مہتر داؤد علیہ السلام جب مسند حکومت پر بیٹھے۔ اور عدل و انصاف کے لیے لوگ آتے۔ تو آپ مظلوموں کی دادرسی کرتے۔ اور بنی اسرائیل کا جو بزرگ آتا خود مسند سے اٹھ کر اس کا ہاتھ چومتے۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہتے۔ کہ

اے پروردگار! ان کے ہاتھ کو برکت تو عنایت کی ہے۔ اب اپنی بیٹ دکبھی مرحمت فرما۔ پس۔ اے درویش! اگرچہ تمام انبیاء معصوم تھے۔ پھر بھی اپنے بارے میں خیر و برکت طلب کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ان کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی برکت سے ہمیں بخش۔

پھر فرمایا کہ جس روز مہتر یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی راستے میں کھڑے ہوتے ہر آنے جانے والے کے ہاتھ کو بڑی تعظیم و تکریم سے بوسہ دیتے۔ وجہ دریافت کی گئی۔ تو فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بزرگوں کی دست بوسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ملاقات عنایت فرمائی ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہر صبح ایک بڑھیا کے پاس جا کر فرماتے۔ کہ بڑھیا! محمد کے حق میں دعائے خیر کرنا۔ حالانکہ تمام موجودات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ آنجناب صلعم ہی کی وجہ سے پیدا کیا۔ جبکہ سرورِ کائنات خیر طلب کرتے ہیں۔ تو ہم دوسروں کو تو ضرور ہی بزرگوں کی دست بوسی سے خیریت طلب کرنی چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی راستہ چلتے۔ اور کسی بوڑھے آدمی سے ملاقات ہوتی۔ تو اس سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھتے۔ کیونکہ آنجناب سفید بالوں کی بڑی عزت و حرمت فرمایا کرتے تھے۔ اور جب وہ شیخ آنحضرت کے دستِ مبارک کو بوسہ دینے لگتا۔ تو پہلے آنجناب بوسہ دیتے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک جوان نشے میں بدمست گلی میں سے جا رہا تھا جب اس نے خواجہ ابراہیم ادھم کو آتے ہوئے دیکھا۔ تو فوراً سر قدموں پر رکھ دیا۔ اور بڑی تعظیم و تکریم سے آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ اسی رات اس جوان نے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ تعجب کرنے لگا کہ میں ایسا گناہ گار۔ اور مجھے یہ نعمت۔ آواز آئی کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ کیونکہ تو نے آج میرے دوست کے ہاتھ کو بوسہ دیا ہے۔ اس لئے تجھے بخش دیا گیا ہے جب وہ جاگا۔ تو خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی۔

پھر فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوتی ہے۔ تو ہزاروں گنہگار روزانہ بفضل رحمت کے سبب عذاب دوزخ سے خلاصی پا جاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ جب لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں۔ تو ہزاروں رحمتیں نازل ہوتیں۔ اور جب وہ دست بوسی سے فارغ ہوتے ہیں۔ تو تمام رحمتیں ان پر نثار ہوتی ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! سلوک میں آیا ہے کہ اہل تصوف اپنے جماعتخانے بیٹھے اس بات کے منتظر رہتے ہیں۔ کہ کوئی آئے۔ اور ہمیں اس کی دستبوسی حاصل ہو۔ خواہ وہ تلاوت اور یاد حق میں ہی کیوں نہ مشغول ہوں۔

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز جب سجادے پر بیٹھ کر یاد حق میں مشغول ہوتے اور کوئی آ جاتا۔ تو چھوڑ چھاڑ اس سے باتیں کرنے لگتے۔ اور باتوں ہی میں جس حاجت کے لئے آتا۔ پوری کرتے۔ جب وہ واپس چلا جاتا۔ تو آپ تلاوت میں مشغول ہوتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ صاحب سجادہ بزرگوں پر واجب ہے کہ تلاوت میں مشغول ہوں۔ جب کوئی آئے۔ تو تلاوت چھوڑ کر اس میں مشغول ہو جائیں۔ اس واسطے کہ مذہب سلوک کے بموجب حاجت مندوں کی حاجت روائی وِرد وظائف سے افضل ہے۔ کیونکہ حاجت روائی کا ثواب ایک سال کی عبادت کا سا ہوتا ہے

پھر فرمایا کہ ایک روز ابوسعید مکہؓ کے کسی بزرگ کے ہاں کسی ضرورت کے لئے گئے۔ اس وقت وہ درویش مشغول تھا۔ آپ ناکام واپس آئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے۔ تو غمگین اور اداس تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نور رسالت سے معلوم کر کے فرمایا کہ کیوں غمگین ہو؟ عرض کی یا رسول اللہ! فلاں بزرگ کے متعلق میرا کچھ کام تھا۔ سو جب میں گیا۔ تو وہ ورد میں مشغول تھا۔ اس لئے مجھے ناکام واپس آنا پڑا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اس پر واجب تھا کہ حاجتمندوں کے کام میں مشغول ہوتا۔ انصاف کا اقتضاء تو یہ تھا کہ ورد چھوڑ کر تیرا کام سرانجام کرتا۔ اور سرانجام کر کے پھر ورد میں مشغول ہوتا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جس وقت خواجہ شبلی تلاوت میں مشغول ہوتے۔ اور کوئی آجاتا۔ تو آپ فوراً اُٹھ کر اس کی دستبوسی کرتے۔ اور اس میں مشغول ہو جاتے۔ جب تک بیٹھا رہتا۔ اس سے باتیں کرتے رہتے۔ جب چلا جاتا تو پھر یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ شمعون محب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ دل کیسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش ضروری کام کے لیے اس کے دروازے پر آتے۔ اور وہ اس کی حاجت روائی میں مشغول نہ ہو۔ عرش سے آپ کی مراد دل تھی۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ۔ یعنی دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین علیہ الرحمۃ والغفران ملتان کی طرف گیا۔ تو جب اجودھن پہنچا۔ تو میری زیارت کے لیے آیا۔ اور خدمت کی شرائط بجا لاکر واپس چلا گیا۔

پھر فرمایا کہ جب لوگوں کی آمد و رفت سے تنگ آگیا۔ تو تنہائی اختیار کرنی چاہی۔ پھر دل میں خیال آیا کہ خواجگان نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ان کا طریقہ یہ تھا کہ سب سے مصافحہ کرتے تھے۔ سو میں چھت پر بیٹھتا۔ اور دونوں ہاتھ نیچے لٹکا دیتا۔ لوگ آکر ہاتھ کو بوسہ دے جاتے تھے۔ اور مصافحہ کر جاتے۔ کثرت ہجوم کی وجہ سے ہر روز تقریباً دس کرتے پھٹ جاتے۔ جو لوگ بطور تبرک لے جاتے۔ مجھے ان کے حسنِ عقیدت پر تعجب آتا۔ کہ دیکھو! کیسے راسخ الاعتقاد ہیں۔ جمعہ کے دن نماز پڑھ کر واپس آتا۔ تو لوگوں کی بھیڑ سے تنگ آجاتا۔ چنانچہ ایک جمعہ کو میرا پاؤں فراش نے کھینچا۔ تاکہ بوسہ دے۔ یہ بات مجھے ناگوار گزری۔ اس نے کہا۔ شیخ فرید! اس بات کا شکریہ ادا کرو۔ کہ آپ جیسے لاکھوں آپ کی پابوسی کے خواہشمند ہیں۔ اس کی بات مجھے پسند آئی۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص اللہ کی بارگاہ میں عزیز ہے۔ وہ خلقت میں بھی عزیز ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے پیر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز سے سنا کہ میں خانہ کعبہ کا طواف ایک بزرگ کے ہمراہ کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک اور شخص نے آکر سلام کیا۔ تو وہ بزرگ اس سے باتیں کرنے لگا۔ مجھے تعجب ہوا کہ ایسا کرنا واجب نہ تھا۔ فوراً مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا سو میں نے بھی ویسا ہی کیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں ہفتے بعد اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ برخلاف اس کے شیخ بدرالدین غزنوی اور دوسرے عزیز ہمیشہ حاضرِ خدمت رہتے۔ جب میرے پیر کی وفات کا وقت نزدیک آگیا۔ تو اس وقت ایک بزرگ کو آپ کی جانشینی کی بڑی آرزو تھی۔ مگر آپ نے مرتے دم فرمایا کہ یہ عصاء، نعلین چوبی اور جامہ شیخ فرید (مجھے) کو دینا۔ الغرض جس رات آپ کا انتقال ہونے والا تھا۔ میں نے ہانسی میں خواب دیکھا کہ آپ کو بارگاہِ الٰہی میں لیے جاتے ہیں صبح میں ہانسی سے روانہ ہوا۔ اور چوتھے روز شہر دہلی میں پہنچ گیا۔ قاضی حمیدالدین ناگوری نے وہ جامہ، عصاء اور چوبی نعلین مجھے دیئے۔ میں نے دوگانہ ادا کرکے پہن لیے۔ اور خواجہ صاحب کے مکان پر تین روز ٹھہرا۔ پھر وہاں سے ہانسی کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں سے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ سرہنگا نام کا ایک آدمی ہانسی سے میری زیارت کے لیے اجودھن آیا۔ تین روز تک خانقاہ میں آتا رہا۔ لیکن دربان نے اندر نہ آنے دیا۔ جب میں باہر نکلا۔ تو اس نے سر قدموں پر رکھ دیا۔ اور رو دیا۔ میں نے پوچھا۔ کیوں سرہنگا! روتے کیوں ہو؟ کہا کہ ہانسی میں آپ کی زیارت آسانی سے ہو جاتی تھی۔ اب دشوار ہو گئی ہے۔ اسی وقت میں نے یاروں سے کہا کہ میں ہانسی جاؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ خواجہ قطب الدین نے آپ کو یہاں ٹھہرنے کا حکم کیا تھا۔ آپ کیوں جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ خواجہ صاحب نے جو نعمت مجھے عطا کی ہے۔ وہ جنگل و شہر میں یکساں ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ ہر حال میں بزرگوں کی دستبوسی کرنی چاہیئے۔ شاید کسی کی دستبوسی سے نجات حاصل ہو جائے۔

شیخ الاسلام یہ فوائد ختم کرتے ہی اندر چلے گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

فصل ہفتدہم

سخن در ذکرِ طائفہ رفتہ بود کہ در ذکرِ حق مستغرق باشند

جب پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو اس وقت مولانا بدر الدین غزنوی، مولانا نظام الدین بدایونی، مولانا یحیٰی، شیخ جمال الدین ہانسوی اور اور عزیز حاضرِ خدمت تھے ان لوگوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ جو یادِ حق میں مستغرق رہتے تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! تصوّف کے مذہب و سلوک کے مطابق وہ شخص صوفی اور سالک ہی نہیں۔ جو یادِ حق میں نہیں۔ اس واسطے کہ جس دم وہ یادِ الٰہی سے غافل رہتا ہے اسے کیا معلوم ہے کہ اس سے کیسی کیسی نعمتیں ہٹائی گئی ہیں۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ جو لوگ ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ اکثر استغراق کی حالت میں ان کے سر پہ تلوار بھی چلائی جائے۔ تو بھی خبر نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے ایک درویش سے درخواست کی کہ جب آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوں۔ تو میرے حق میں بھی دعا کرنا۔ فرمایا۔ افسوس! اس گھڑی پر جب یادِ حق میں تو مجھے یاد آئے۔ اور میں یادِ الٰہی سے غافل ہو جاؤں۔

پھر فرمایا کہ جب خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یادِ حق میں مستغرق ہوتے۔ تو عالم تحیر میں اس طرح مشغول ہوتے کہ سال سال دو دو سال تک آپ اسی عالم تحیر میں رہتے اور اپنے آپ کو خبر تک نہ ہوتی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز یادِ عالم میں تھے اس وقت حاضر تھا کہ یہ بلا ہم خلقت پر نازل کرنا چاہتے ہیں۔ اتنے میں آپ کے ایک مرید نے آکر کہا کہ والیٔ شہر مجھے شہر سے باہر نکال دینا چاہتا ہے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا

وہ اس وقت کہاں ہے؟ کہا شکار کو گیا ہے۔ فرمایا اس نے خطا کی ہے۔ اگر وہ زندہ اور سلامت آ گیا۔ تو بڑے تعجب کی بات ہوگی۔ جونہی خواجہ صاحب کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے سنا گیا کہ وہاں کا والی گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک صاحب حال یادِ الٰہی میں مستغرق ہوتا ہے۔ تو مصیبت اور نعمت دونوں اس کے سامنے موجود ہوتی ہیں جس کے نصیب میں مصیبت ہوتی ہے۔ اسے مصیبت دیتے ہیں پس! اے درویش! عقلمند وہ شخص ہے۔ کہ جب وہ مستغرق ہوں تو ان کا مزاحم نہ ہو۔ کیونکہ کون جانتا ہے کہ ان کی زبان سے کیا نکل جائے گا؟

بعد ازاں فرمایا کہ جس وقت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اپنے وقت میں حاضر ہوتے تو بہت ذکر کرتے۔ اور جب حالت زیادہ ہو جاتی۔ تو ایک دن رات مصلے پر بیہوش پڑے رہتے۔ اور اپنے آپ کی کوئی خبر نہ ہوتی۔

بعد ازاں فرمایا کہ اہلِ تصوف صرف اسی دل کو زندہ سمجھتے ہیں۔ جو یادِ حق میں مستغرق ہو۔ اور ایک دم بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی واصل ذکرِ حق سے غافل ہو گیا۔ تو اس شہر میں آواز پھیل گئی کہ فلاں صوفی جہان میں زندہ نہیں رہا۔ مر گیا ہے۔ شہر کے لوگوں نے اس کے گھر پر آ کر جب حال دریافت کیا۔ تو اسے زندہ پایا۔ واپس جانے لگے۔ تو پاس بلا کر کہا کہ واقعی وہ آواز ٹھیک تھی۔ اس واسطے کہ میں ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ لیکن ایک گھڑی غافل ہو گیا ہوں۔ اسی لئے یہ آواز دی گئی ہے کہ فلاں بن فلاں نہیں رہا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ان لوگوں کے دل جو یادِ الٰہی سے غافل ہیں۔ اس واسطے کہ اہلِ تصوف اس دل کو جو یادِ الٰہی سے غافل ہو۔ زندہ شمار نہیں کرتے۔ ان کا قول ہے کہ جو دل زندہ ہے۔ وہ کبھی یادِ حق سے غافل نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ پر حالت طاری ہوتی۔ تو ایسا مستغرق ہو جاتا کہ اگر اس حالت میں ذرہ ذرہ بھی کر دیں۔ تو اسے خبر نہ ہو۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جب ملجم بدبخت نے عہد کر لیا کہ میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو ہلاک کروں گا۔ تو ہر ایک نے اسے کہا کہ تو کیا اگر تیرے

جیسے ہزار بھی ہوں۔ تو بھی امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو ہلاک نہیں کر سکتے۔ ہاں! اس وقت تو کر سکتا ہے جب کہ آنجناب نماز میں یا یادِ حق میں مشغول ہوں۔ کیونکہ اس وقت آپ حضورِ حق میں اس قدر مستغرق ہوتے ہیں کہ آپ کو اپنے آپ کی ذرّہ خبر نہیں ہوتی۔ ایک روز آپ نماز میں مشغول تھے۔ اور حضورِ حق میں ایسے مستغرق تھے۔ کہ آپ کو اپنے آپ کی کوئی خبر نہ تھی۔ ملجم بدبخت نے آکر دائیں طرف ہو کر تلوار کا وار کیا۔ اور شکم مبارک زخمی کیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو اپنے تئیں خون میں آلودہ دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے؟ کسی نے کہا کہ آپ نماز میں مشغول تھے۔ کہ ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا۔ فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایسے وقت میں وار کیا کہ میں ذکرِ حق میں تھا۔ اور مجھے اپنے آپ کی خبر نہ تھی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ لاہور میں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا۔ جو یادِ حق میں مستغرق ہوتا۔ تو اٹھ کر بازار میں آتا۔ اور کسی گرم تنور میں جس میں روٹیاں نہ لگی ہوتیں۔ جا کر بیٹھ جاتا۔ اور دیر بعد وہاں سے چلا آتا۔ مگر جلن کا کوئی نشان بدن مبارک پر نہ ہوتا۔ شیخ الاسلام یہ فوائد بیان کرتے ہی اندر تشریف لے گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؂

سخن در ذکرِ علماء و مشائخ و محبت کردن افتادہ بود

جب پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس وقت شیخ بدرالدین غزنوی، مولانا نظام الدین بدایونی، شیخ جمال الدین ہانسوی اور راقم درویش حاضرِ خدمت تھے۔ علماء اور مشائخ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ من احب العلم والعلماء لایکتب خطیئۃ یعنی جو شخص علم اور علماء سے محبت

کرتا ہے۔ اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔

پھر فرمایا کہ سچی محبت ان کی پیروی ہے۔ جب کوئی ان سے محبت کرے گا۔ تو ضرور ان کی متابعت کرے گا۔ اور ناشائستہ حرکات سے باز رہے گا۔ اور جب یہ حالت ہوگی۔ تو اس کا گناہ نہیں لکھا جائے گا

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی شخص روانہ ہوا۔ کہ دہلی جاکر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں توبہ کرے۔ اثنائے راہ میں ایک رنڈی اس کے ہمراہ ہولی۔ جو یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح اس مرد سے تعلق ہو جائے۔ چونکہ مرد کی نیت صادق تھی۔ اس کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ آخر ایک منزل میں جب وہ ایک ہی کجاوے میں سوار ہوئے۔ تو وہ عورت اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اور بو... [illegible] درمیان میں نہ تھی۔ شاید مرد نے اس سے کوئی بات کی یا ہاتھ لگایا۔ اسی وقت دیکھا کہ ایک مرد نے آکر اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ اور کہا کہ فلاں پیر کی خدمت میں توبہ کی نیت سے جاتا ہے۔ اور پھر ایسی حرکات کرتا ہے۔ اس نے فوراً توبہ کی اور اس عورت کی طرف پھر دیکھا تک نہیں۔ جب وہ خواجہ قطب الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو پہلے ہی آپ نے فرمایا کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے تجھے بڑا بچایا۔

پھر فرمایا کہ اسی طرح ایک آدمی مرید ہونے کی نیت سے دہلی سے اجودھن میرے پاس آرہا تھا کہ راستے میں ایک عورت سے دست درازی کرنی چاہی۔ اسی وقت غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا۔ اور اس کے چہرے پر تھپڑ مار کر کہا کہ تو مرید ہونے کی نیت سے جاتا ہے۔ اور فعل ایسے کرتا ہے۔

الغرض جب وہ میرے پاس آیا۔ تو میں نے کہا کہ دیکھ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس نیت سے کیسے بچایا۔

پھر فرمایا کہ علماء اور مشائخ کی دوستی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی ہے۔ پس ... ہے۔ ولیکن! جو شخص سات روز خلوص دل سے علماء کی خدمت کرتا ہے۔ گویا سات ہزار سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے

پھر فرمایا کہ ابلیس لعین سب کو دھوکا اور فریب دے جاتا ہے۔ لیکن علماء اور مشائخ کو نہیں

دے سکتا۔ اس واسطے کہ علماء اور مشائخ کی دوستی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں

پھر فرمایا کہ جس دل میں علماء اور مشائخ کی محبت ہو۔ اس کے خرمنِ گناہ ان کی محبت کا ایک ذرّہ جلا کر ناچیز کر دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور مشائخ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں۔ اگر علماء اور مشائخ کی برکت جہان میں نہ ہوتی۔ تو لوگوں کی شامت اعمال کی وجہ سے ہر روز ہزار ہا بلائیں نازل ہوا کرتیں۔ پس۔ اے درویش! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امّت میں سے انہیں دو گروہوں یعنی علماء اور مشائخ پر فخر کیا ہے۔ کیونکہ وہ دین کے ستون ہیں۔ پس۔ جو ان کا ہو رہتا ہے۔ وہ عذاب قیامت سے رہائی پا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک عالم فقیہہ ہزار ایسے عابدوں سے بہتر ہے۔ جو رات کو جاگیں اور دن کو روزہ رکھیں۔ عالم کی ایک دن کی عبادت اس عابد کی چالیسؔ سالہ عبادت کے برابر ہے۔ جو عالم نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ جب عالم یا شیخ فوت ہو جاتا ہے۔ تو جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ اس کے پیش کیا جاتا ہے۔ اس واسطے کہ اہل زمین کی زندگی علماء اور مشائخ کی زندگی سے وابستہ ہے۔ پس اس شہر پہ ہزار افسوس ہے جس میں علماء اور مشائخ نہ ہوں۔

پھر فرمایا کہ جب بلائیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں۔ تو اس شہر پر کم نازل ہوتی ہیں جس میں علماء اور مشائخ ہوں۔

شیخ الاسلام یہ فوائد ختم کرتے ہی اٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ اور تلاوت میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ ؁

فصل نوزدہم[۱۹]

سخن در ذکر امساکِ باراں افتادہ بود

جب پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت مولانا نظام الدین بدایونی، مولانا بدرالدین غزنوی، شیخ جمال الدین ہانسوی اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بارش کی قلت لوگوں کے شامت اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ جب ایسی صورت ہو۔ لوگوں کو صدقہ دینا چاہیئے۔ اور دعا اور عبادت میں مشغول ہونا چاہیئے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا اور عبادت کی برکت سے مینہ برسائے۔ ایک مرتبہ بارش کی قلت کی وجہ سے کھیتیاں خشک ہوگئیں۔ اور لوگ ہلاک ہونے لگے۔ سب نے جمع ہو کر خواجہ ذوالنون مصری کی خدمت میں دعائے باراں کے لئے عرض کی۔ فرمایا کہ نماز گاہ میں جمع ہو جاؤ۔ جب لوگ اکٹھے ہوئے۔ تو آپ نے منبر پر چڑھ کر دعائے باراں پڑھی۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے پروردگار! اگر اس مجمع میں کسی کا قدم مبارک ہے۔ تو بارش بھیج۔ خواجہ صاحب کا یہ کہنا ہی تھا کہ اسی قدر بارش ہوئی۔ کہ سات روز تک پانی کم نہ ہوا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ اسی طرح دہلی میں بارش کی قلت تھی۔ لوگوں نے شیخ نظام الدین ابوالمؤید سے دعائے باران کے لئے التماس کی۔ آپ نے ممبر پر کھڑے ہو کر دعائے باراں پڑھی۔ اور پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ کہ اے پروردگار! اگر تو بارش نہیں بھیجے گا۔ تو میں پھر کسی آبادی میں نہیں رہوں گا کہیں جنگل ہی نکل جاؤں گا۔ یہ کہہ کر ممبر سے اتر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قدر مینہ برسایا جس کی کوئی حد نہ رہی۔

بعد ازاں جب آپ کی خواجہ قطب الدین سے ملاقات ہوئی۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہمیں تو آپ کے حق میں بڑا اعتقاد تھا کہ آپ کو حق تعالیٰ سے ناز ہے۔ لیکن یہ کیسے فرمایا کہ اگر تو بارش نہیں بھیجے گا۔ تو میں آبادی میں نہیں رہوں گا۔ کہیں جنگل میں نکل جاؤں گا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں جانتا تھا کہ بارش ضرور ہوگی۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم تھا؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ سلطان شمس الدین کے پاس نیچے بیٹھنے پر مجھ میں اور سید نورالدین مبارک نوراللہ مرقدہ میں تکرار ہو پڑی۔ میں نے ایسی باتیں کیں جس سے سید نورالدین ناراض ہو گئے۔ اب جبکہ مجھے دعائے باراں کے لئے کہا گیا۔ تو میں نے سید صاحب کے روضہ پر جا کر کہا کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ اور لوگوں نے مجھے دعائے باراں کے لئے کہا ہے۔ اگر آپ مجھ سے صلح کریں۔ تو میں دعا کر لوں۔ ورنہ نہیں۔ تو روضہ مبارک سے آواز آئی۔ کہ جاؤ میری صلح ہے۔ جا کر دعائے باراں پڑھو۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ بصرے میں قحط پڑا اور بارش نہ ہوئی لوگوں نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آکر عرض کی کہ اگر آپ دعا کریں۔ تو امید ہے کہ بارش ہو جائے۔ جب بہت منت وسماجت کی۔ تو فرمایا کہ جامع مسجد میں اکٹھے ہوویں۔ میں دعائے باراں پڑھوں گا۔

چنانچہ خواجہ صاحبؒ نے جمعہ کی نماز کے بعد منبر پر چڑھ کر دعائے باراں پڑھی اور دستار وجبہ جو آستین میں لاتے تھے۔ نکال کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ کہ اس جامے کی حرمت سے جسے رسول اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے چھوا ہے۔ باران رحمت بھیج۔ ابھی یہ بات کہنے بھی نہ پائے تھے۔ اس قدر بارش ہوئی کہ سات روز تک بصرے سے پانی کم نہ ہوا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ دہلی میں سخت قحط پڑا۔ تمام مشائخ اور خلقت دعائے باراں کے لئے باہر میدان میں نکل آئے۔ شیخ نظام الدین نے منبر پر چڑھ کر دعائے باراں پڑھی۔ اور آستین سے ایک کپڑا نکال کر آسمان کی طرف منہ کر کے لب ہلائے بارش ہونے لگی۔ اور بعد میں بہت سخت بارش ہوئی۔ جب شیخ صاحب گھر میں

آئے۔ تو آپ سے پوچھا گیا کہ یہ کپڑا کیسا تھا؟ فرمایا۔ میری والدہ صاحبہ کا دامن۔
پھر فرمایا کہ جس شہر میں بارش نہ ہو۔ وہاں رات کو سورۃ دخان کا ختم پڑھنا چاہیے
شیخ الاسلام یہ فوائد بیان کرتے ہی یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس
چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۞

فصل بستم (۲۰)

سخن در کشف و کرامات افتادہ بود

جب پابوسی کی دولت حاصل ہوئی۔ تو اس وقت مولانا شہاب الدین بخاری
اور اور عزیز حاضرِ خدمت تھے۔ کشف و کرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو
زبان مبارک سے فرمایا کہ جس طرح پیغمبروں کا معجزہ برحق ہے۔ لیکن مذہب سلوک کی
رُو سے قیامت کا اظہار کرنا اچھا نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ فرض اللہ علی اولیاء
کتمان الکرامۃ کما فرض علی انبیاء اظہار المعجزۃ۔ اللہ تعالیٰ
نے اولیاء پر کرامت کا چھپائے رکھنا ایسے ہی فرض کیا ہے کہ جیسا پیغمبروں پر معجزے
کا ظاہر کرنا۔ مطلب یہ کہ جو شخص اظہارِ کرامت کرے گا۔ گویا وہ فرض کا تارک ٹھہرےگا۔
پھر فرمایا کہ ہمارے خواجگان نے سلوک کے پندرہ مراتب مقرر لئے ہیں جن
میں سے پانچواں مرتبہ کشف و کرامت کا ہے۔ اگر سالک اس مرتبے میں اپنے تئیں
کشف کردے۔ تو جائز نہیں۔ سالک کو پندرہ ہی مراتب طے کرنے چاہئیں۔
پھر کشف کرنا چاہیے۔
پھر فرمایا کہ خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ لوگوں
کو کس طرح معلوم ہو کہ کون شخص سلوک کے مراتب میں بدرجہ کمال ترقی کر گیا ہے۔ اور

سارے مراتب کر لئے ہیں۔ فرمایا کہ اگر وہ شخص مُردے پر دم کرے۔ اور مردہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کر کھڑا ہو۔ تو سمجھو کہ وہ شخص کمال کو پہنچ چکا ہے
پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز جب یہ فوائد بیان فرما رہے تھے۔ تو اتنے میں ایک بڑھیا عورت روتی ہوئی آئی۔ اور آداب بجا لاکر کہنے لگی کہ میرا ایک لڑکا تھا۔ بادشاہ نے بے گناہ سولی پر چڑھا دیا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ عصا لے کر اٹھے۔ اور اصحاب کو لے کر باہر آئے۔ بڑھیا آگے آگے ہو لی۔ جب لڑکے کے پاس پہنچے۔ تو خلقت ہندو مسلمان سبھی قسم کی ہجوم کئے ہوئے تھی۔ خواجہ صاحبؒ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے پروردگار! اگر بادشاہ نے اس لڑکے کو ناحق و ناروا سولی پر چڑھایا ہے۔ تو اسے زندہ کر دے ابھی خواجہ صاحب بات ختم بھی نہ کرنے پائے تھے کہ لڑکا زندہ ہو گیا۔ اور اٹھ کر چلنے لگا۔ اس روز کئی ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔ بعد ازاں خواجہ قطب الدین صاحب نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ انسان اس سے زیادہ درجہ حاصل ہی نہیں کر سکتا۔ جو کہ خواجگان میں پایا جاتا ہے
پھر فرمایا کہ اے درویش! میری والدہ از حد بزرگ اور صاحب کشف و کرامت تھیں۔ چنانچہ ایک رات جب چور گھر میں گھس آیا۔ تو اور سب سوئے ہوئے تھے۔ صرف والدہ جاگتی تھیں اور باہر نہ نکل سکا۔ تو کہنے لگا کہ اگر اس گھر میں کوئی مرد ہے۔ تو میرا باپ اور بھائی ہے۔ اگر عورت ہے۔ تو میری ماں اور بہن ہے۔ جو ہے۔ سو ہے۔ اسی کی ہیبت سے میری بینائی جاتی رہی ہے۔ میرے حق میں دعا کرے۔ تاکہ میری آنکھیں روشن ہو جائیں۔ تو میں توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ عمر بھر چوری نہیں کروں گا۔ یہ سن کر میری والدہ صاحبہ نے دعا کی۔ تو اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور وہ چلا گیا۔ جب دن چڑھا۔ تو میری والدہ صاحبہ نے اس بات کا کسی سے ذکر نہ کیا۔ ایک گھڑی بعد ایک شخص اپنا اہل و عیال ہمراہ لے کر چھاچھ کا مٹکا سر پر رکھے آیا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ اور چوری سے توبہ کی۔
پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں پر عبداللہ بن مسعود بکریاں چرا رہے تھے۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تھوڑا سا دودھ مانگا ساس نے عرض کی کہ میں امین ہوں میں کس طرح دودھ دے سکتا ہوں ؟ امیر المؤمنین ابا بکر صدیق نے بھی کہا کہ آپ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور میں آنجناب کا یار ہوں۔ اگر تو تھوڑا سا دودھ دے دے گا تو کیا ہوگا ساس نے عرض کی کہ میں امانت دار ہوں۔ مجھے دودھ دینے کی اجازت نہیں بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسی بکری لا جس سے بکرے نے جفتی نہ کی ہو۔ لائی گئی تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیٹھ پر دست مبارک پھیرا۔ تو اس نے اس قدر دودھ دیا جس کی کوئی حد نہیں۔

پھر فرمایا۔ روایت کرتے ہیں کہ جب تک وہ بکری زندہ رہی۔ ہر روز پانچ سیر دودھ دیتی رہی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں غزنی کے علاقے میں بطور مسافر وارد تھا۔ وہاں پر ایک غار میں بزرگ کو دیکھا۔ جو از حد بزرگ اور یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ میں نے غار میں جا کر سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ اے عزیز! اتیس (۳۰) سال سے اس غار میں رہتا ہوں۔ میری خوراک عالم غیب سے آتی ہے۔ اگر کچھ مل جاتا ہے۔ تو کھا لیتا ہوں۔ ورنہ شکر کرتا ہوں۔ الغرض جب نماز کا وقت ہوا۔ تو اس کے ہمراہ میں نے بھی نماز ادا کی اور منتظر تھا کہ روزہ کس چیز سے افطار کریں گے۔ کھجور کا درخت پاس تھا۔ اس بزرگ نے اسے ہلایا۔ تو اس سے دس کھجوریں گریں۔ پانچ مجھے دیں۔ اور پانچ آپ کھائیں۔ پانی پاس نہ تھا۔ سو اس نے پاؤں زمین پر مارا۔ تو چشمہ جاری ہو گیا۔ میں آداب بجا لا کر واپس آنے لگا۔ تو مصلے تلے ہاتھ ڈال کر پانچ اشرفیاں مجھے عنایت کیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں اور شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز بدایوں پہنچے۔ ایک روز گھر کی دہلیز میں بیٹھے تھے۔ ایک شخص چھاچھ بیچنے والا مٹکا اٹھائے پاس سے گزرا۔ وہ بدایوں کے نزدیک موہلے نام گاؤں کا رہنے والا تھا۔ جہاں کے آدمی چوری اور رہزنی میں مشہور تھے۔ الغرض جب اس کی نگاہ شیخ جلال الدین کے چہرہ پر پڑی۔

تو اس کا دل پھر گیا۔ جب شیخ صاحب نے اس کی طرف دیکھا۔ تو اس نے کہا کہ دین محمدی میں ایسے مرد بھی ہوتے ہیں۔ فوراً ایمان لایا۔ آپ نے اس کا نام علی رکھا۔ مسلمان ہو کر گھر سے ایک لاکھ جیتل (سکے کا نام) لے آیا۔ شیخ صاحب نے قبول کر کے فرمایا۔ کہ اس روپے کو تم ہی اپنے پاس رکھو۔ جس طرح میں کہوں گا۔ خرچ کرنا۔ الغرض۔ اس روپے میں سے ہر ایک حاجتمند کو کچھ نہ کچھ دیتے۔ کسی کو چالیس، کسی کو پچاس، کسی کو کم و بیش۔ لیکن کم از کم پانچ ضرور دیتے۔ جب ایک درم باقی رہ گیا۔ تو علی نے سوچا کہ اب تو صرف ایک درم باقی رہ گیا ہے۔ اور آپ پانچ کا حکم فرمایا کرتے ہیں۔ اب اگر فرمائیں گے۔ تو اور چار کہاں سے لاؤں گا؟ اسی سوچ میں تھا کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے ایک درہم دے دے۔ یہ حیران رہ گیا۔ آخر جب شیخ صاحب وہاں سے روانہ ہوئے۔ تو علی نے ہمراہ جانا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ واپس چلا جا۔ شیخ صاحب نے بترا سمجھایا۔ لیکن وہ منت و سماجت کئے گیا۔ آخر فرمایا کہ جاؤ۔ مصلحت اسی میں ہے کیونکہ یہ شہر تمہاری حمایت میں ہے جب شیخ صاحب چلے گئے۔ تو علی بھی واپس آگیا۔

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کئے۔ تو اٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؏

(۲۱) فصل بست ویکم

سخن در تعظیم داشتن پیر افتادہ بود

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت مولانا یحییٰ غریب، مولانا نظام الدین بدایونی، شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ برہان الدین ہانسوی اور چند اور درویش حاضرِ خدمت تھے۔ پیر کی تعظیم کرنے کے بارہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ اے درویش! مرید کو چاہیئے کہ پیر کا فرمان دل وجان سے بجالائے۔

اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین قدس سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ پیر کا حق مرید پر کس قدر ہے؟ فرمایا۔ اگر ساری عمر پیر کے ہمراہ حج کی راہ میں پیر کو سر پر اٹھائے رکھے۔ تو بھی پیر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

پھر فرمایا کہ میں خواجہ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ہمراہ بیس سال تک خلا وملا میں ہمراہ رہا۔ ایک مرتبہ ہم ایسے جنگل میں پہنچے۔ جہاں پرندہ بھی نہیں پر مار سکتا تھا۔ ہم تین دن تک اسی جنگل میں پھرتے رہے۔ میں نے سنا تھا کہ اس جنگل بیابان کے پاس ایک پہاڑ ہے۔ جہاں پر ایک بزرگ رہتا ہے۔ آپ نے مجھے دو گرم روٹیاں مصلے تلے سے نکال دیں۔ اور کہا کہ اس بزرگ کی خدمت میں لے جاؤ۔ اور میرا سلام پہنچاؤ۔ جب میں نے اس بزرگ کے سامنے رکھیں۔ اور سلام عرض کیا۔ تو اس نے ایک مجھے دی۔ اور ایک آپ افطار کے لئے رکھی۔ اور پھر مصلے تلے سے چار کھجوریں نکال کر مجھے دیں۔ کہ یہ شیخ معین الدین کو دینا۔ جب وہ کھجوریں لے کر آیا۔ تو شیخ صاحب دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ اے درویش! پیر کا فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہوتا ہے۔

پس جو پیر کا فرمان بجا لاتا ہے۔ گویا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ فرمان بجا لاتا ہے۔

بعد ازاں روزے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ الْاَفْطَارِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ

(روزہ دار کو دو فرحتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک افطار کے وقت دوسری دیدار الہی کے وقت)

جب روزہ دار روزے کو پورا کرتا ہے۔ تو اسے یہ دو فرحتیں حاصل ہوتی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ طاعت مجھ سے پوری ہوئی۔ اب میں نعمت کا امیدوار ہوں ؛

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ہر ایک طاعت کی جزاء ہے۔ روزے کی جزاء دیدار الہی ہے۔ جس طرح روزہ دار روزہ ختم کرنے پر خوش ہوتا ہے ویسے ہی لقائے ربانی کی امید سے خوش ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام نے یہ فرماتے ہی سر مراقبے میں کیا۔ اور دیر تک مراقبہ کرکے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علی ذلک ؛

(۲۲)
فصل بست و دوم
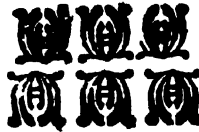
سخن در ذکر رنج و محنت و مشقت افتادہ بود

جب پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت مولانا بہاؤالدین غریب، مولانا نظام الدینؒ بدایونی، شیخ جمال الدین ہانسویؒ اور خواجگان چشت کے خانوادے کے چھ درویش حاضر خدمت تھے۔ اور بات رنج و محنت اور مشقت کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! جب انسان پر رنج و محنت نازل ہو۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ کس سبب سے اور کہاں سے نازل ہوئی ہے۔ اور اس سے تنبیہ حاصل کرنی چاہیئے۔ جو شخص ہر وقت طاعت میں رہتا ہے۔ اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچتی۔ نہ اس واسطے کہ اس کی رسّی دراز ہوتی ہوتی ہے۔ بلکہ اس واسطے کہ اسے ایسے کاموں سے باز رکھا جاتا ہے۔ جو خواری اور بے عزتی کا باعث ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر میرے پاؤں میں کانٹا بھی چبھتا ہے۔ تو میں معلوم کر لیتی ہوں کہ کس سبب سے ایسا ہوا۔

نیز جب آپؓ پر تہمت لگائی گئی تو بارگاہ الٰہی میں مناجات کی کہ اے پروردگار! مجھے معلوم ہے کہ یہ تہمت مجھ پر کیوں لگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تیری محبت کا دعویٰ کرتے تھے۔ اور کچھ میلان طبع

میری طرف بھی تھا۔ اس واسطے یہ تہمت لگائی گئی ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جب لوگ مصیبت میں صبر کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اُن کے گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ درد اور زحمت بڑی اچھی چیز ہے۔ جو انسان کو گناہوں سے پاک کرتی ہے۔ گناہوں سے پاک کرنے والی زحمت ہی ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز بارہا فرمایا کرتے تھے کہ یہ سعادت گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں مَیں حاضر تھا۔ آپ کے وجود میں کمی آ گئی تھی۔ مگر میں نے کبھی آپ کو صحت کے لیے ملتجی ہوتے نہ سنا۔ ہاں! یہ دعا کرتے تھے کہ پروردگار! جہاں کہیں درد اور محنت ہے۔ شیخ معین الدین کی جان پر بھیج۔ ایک موقعہ پر آپ نے عرض کی۔ آپ کیسی دعا کرتے ہیں کہ سخت رنج اور مصیبت میں مبتلا ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ فرمایا۔ جو اس قسم کی دعا کرتا ہے۔ یہ اس کے ایمان کی صحت کی علامت ہے۔ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ گویا ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی یہ عادت تھی کہ بڑی خواہش اور چاہت سے بیماری اور درد کے لیے ملتجی ہوتیں۔ اور جس روز تپ وغیرہ جیسی کوئی مصیبت نازل نہ ہوتی۔ تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرتیں کہ اے پروردگار! شاید تو اس بڑھیا کو بھول گیا ہے۔ جو آج مصیبت نازل نہیں فرمائی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جب خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ

العزیز پر اگر درد یا کسی اور مصیبت میں مبتلا ہوتے۔ تو شکرانہ میں اس روز ہزار رکعت نماز ادا کرتے۔

پھر فرمایا کہ مہتر ایوب علیہ السلام کی صحت کا وقت قریب آپہنچا۔ تو کیڑا۔ جو آپ کے وجود مبارک سے زمین پر گرا۔ تو آپ نے اٹھا کر پھر اسی جگہ رکھ دیا۔ جس نے ایسا ڈنگ مارا کہ آپ نعرہ مار کر گر پڑے۔

اسی وقت مہتر جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ فرمان الٰہی یوں ہے۔ کہ اس کیڑے کو گرنے کا حکم ہوا تھا۔ آپ نے نافرمانی کر کے اسے اٹھا کر پھر اس کے مقام پر رکھ دیا۔ پس جو نافرمانی کرتا ہے۔ اس کی سزا یہی ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ سلطان شمس الدین انار اللہ برہانہ نے اپنا وزیر بھیجا۔ تاکہ بادشاہ کی صحت کے لئے آپ سے التجا کرے۔ جب وزیر نے آکر عرض کی۔ تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ والیٔ دہلی کی صحت کے لئے باخلاص فاتحہ پڑھو۔ حاضرین نے فاتحہ پڑھا۔ تو وزیر کو فرمایا کہ جاؤ تندرست ہو گیا۔ لیکن بیماری ایمان کی صحت کی علامت ہوتی ہے۔ اور اس کے سبب آدمی گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد بیان کئے۔ تو رو کر فرمایا کہ اے درویش! اس راہ میں عاشقوں نے درد و بلا کو اپنی خوراک بنایا ہے۔ جس دن ان پر بلا نازل نہیں ہوتی۔ وہ اپنا ماتم سمجھتے ہیں۔ کہ آج ہمیں دوست نے یاد نہیں کیا۔ بھول گیا ہے۔ اگر فراموش نہ کرتا تو ضرور کسی چیز سے یاد کرتا۔ اور بیماری یا بلا میں مبتلا کرتا۔ جب کبھی کسی درد یا

بلائیں مبتلا رہتے ہیں۔ تو شکرانے میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ اور یہ شکرانہ دوست کی یاد آوری کا ہوتا ہے۔ پس۔ اے درویش! راہ محبت میں صادق وہ شخص ہے۔ جو بڑی خواہش سے درد وبلا کے لیئے التماس کرے۔ کیونکہ ہمیشہ درد و محنت عاشق کے لیئے اسرار و انوارِ الٰہی ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ ایک سال تک تپ میں مبتلا رہے۔ اس عرصے میں کسی نے نہ دیکھا کہ آپ نے طاعت میں کمی کی ہو۔ بلکہ اور زیادہ طاعت کی۔

بعد ازاں فرمایا۔ اے درویش! اہلِ سلوک لکھتے ہیں کہ درد و زحمت اور بلا عاشقوں کے لیئے حلوے کی مانند ہے۔ جو خوشی کے وقت بچوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ خوش ہوں۔

پس اگر درد و محنت میں نعمت نہ ہوتی تو آدم صفی اللہ اسے قبول نہ کرتے اگر اندوہ و غم میں بے نہایت راحت نہ ہوتی۔ تو ایوب علیہ السّلام صابر صبر نہ کرتے۔ اور اگر درد و بلا میں شوق و اشتیاق نہ ہوتا۔ تو مہتر داؤد علیہ السّلام ہزار ہا نیاز سے اس کے لیئے ملتجی نہ ہوتے۔ اور مجاہدہ قبول نہ کرتے۔

پس اس بات کو مدِّ نظر رکھ کر پیغمبروں اور اولیاؤں اور عاشقوں نے بڑی خواہش سے درد و بلا کے لیئے التماس کی ہے۔ جو اس جہان میں ذرہ بھر درد بھی نہیں رکھتا۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جب شیخ الاسلام نے یہ لفظ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ تو آبدیدہ ہو کر یہ فرمایا کہ اے درویش! ہم مسافر ہیں۔

ہم بلا کے سر پر بیٹھے ہیں۔ اور یہ بلا دنیا ہے۔

اچانک ہی ہماری عمر کی بساط لپیٹ لی جائے گی۔ اور ہمارا مقام و منزل قبر ہیں بنائیں گے۔ یہ بات فرماتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

بارہ سال کے عرصے میں آنجناب کی زبان گوہر فشاں سے جو اسرار و رموز اور الفاظ سُنے۔ وہ اس مجموعے میں لکھے گئے ہیں۔ اگر عمر نے وفا کی۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ جو کچھ جناب کی زبان مبارک سے سنوں گا۔ قلم بند کروں گا۔

فقط :-

تمام شُد

ہر قسم کے قرآن مجید معرّا و مترجم اور

تصوّف کی

کتابیں

ملنے کا پتہ

افضل الفوائد حصہ اول
ملفوظات
محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ
حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ
ناشر

اُردُو ترجمہ کتاب

افضل الفوائد ہر دو حصّہ
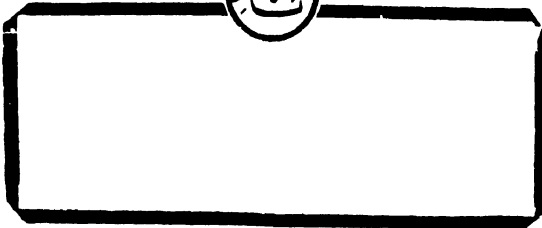
حصّہ اوّل افضل الفوائد

حصّہ دوم راحت المحبّین

یعنی

ملفوظات حضرت محبوب الٰہی خواجہ محمّد نظام الدّین بدایونی چشتی
رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ امیر خسرو

علوم غیبی کے خزانے کے یہ موتی اور لاریب زواہر کے آثار کے یہ لعل خواجہ راستان
ملک المشائخ والارضین قطب الوقت مجمع الاسناد والارشاد بمحبۃ اللہ علی العبادۃ بین الفروع
والاصول الجامع المعقول والمنقول علم البلاغۃ نظام الحق والشرع والدین شیخ الاسلام

والمسلمین وارث الانبیاء۔ والمرسلین اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت سے آپ کو دیر تک زندہ رکھے کہ مسلمانوں کو آپ سے مستفیض کرے اور ہمیں آپ کے لقا کی نعمت عطا کرے۔ اور آپ کے اسلاف کو عزت، اکرام اور رضوان سے مخصوص کرے۔ ہم کے دلی خزانے سے جمع کئے ہیں۔ اور جو کچھ آپ کی زبان گوہر فشان نے سنا ہے۔ لفظاً یا اس کے معانی اپنی سمجھ کے مطابق اس مجموعے میں لکھ کر اس کا نام افضل الفوائد رکھا ہے جس میں مختلف تاریخیں ہیں۔ جن میں آپ کی قدم بوسی حاصل ہوئی۔

۲۰ ماہ ذوالحجہ ۷۱۳ھ ہجری کو بندہ ضعیف و نحیف خسرو لاچین جناب کے بندگان درگاہ سے ہے۔ اور جو ان معانی کا جمع کرنے والا ہے۔ پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو اسی وقت چہار ترکی کلاہ میرے سر پر رکھ کر شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

جس روز میں حاضر خدمت ہوا میرے دل میں یہ نیت تھی کہ پہلے میں آپ کے آستان پر بیٹھ جاؤں گا۔ اگر خواجہ صاحب نے مجھے خود بلایا۔ تو پھر میں بیعت کر لوں گا۔ الغرض جب میں آستان پر جا بیٹھا۔ تو آپ کے خدمت گار بشیر نام نے باہر آ کر سلام کیا۔ اور کہا جناب فرماتے ہیں کہ باہر ایک ترک بیٹھا ہے۔ اسے اندر بلا لو۔ میں فوراً اٹھ کر اس کے ہمراہ اندر گیا۔ اور سر زمین پر رکھ دیا۔ فرمایا۔ اٹھاؤ۔ اٹھایا۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ تو نے اچھا کیا ہے۔ عمدہ موقعہ پر آیا ہے خوش آیا ہے۔ اور پھر نہایت عنایت و شفقت سے میرے حال پر دعا فرمائی۔ اور شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔ خاص بارانی اور چہار ترکی کلاہ عنایت فرمائی۔ اس روز جناب کی میں نے یہ کرامت دیکھی تھی۔ جو اوپر بیان کی گئی ہے۔

پھر پیر کی خدمت میں مرید ہونے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جس روز میں شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوا۔ تو فرمایا کہ مولانا نظام الدین! میں کسی اور کو ولایت ہندوستان کا سجادہ بنا دینا چاہتا تھا۔ لیکن غیب سے آواز آئی کہ یہ نعمت ہم نے نظام الدین بدایونی کے لئے رکھی ہے۔ یہ اسی لوٹ کی رہنے دو۔ تاکہ اسے ملے۔ پھر نہایت رحمت و شفقت میرے حال پر فرمائی۔ اور چار ترکی کلاہ میرے سر پر رکھی اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ طاقیہ (ایک قسم کا کلاہ) کے چار خانے

ہوتے ہیں۔ پہلا شریعت کا۔ دوسرا طریقت کا تیسرا معرفت کا۔ اور چوتھا حقیقت کا ہوتا ہے پس جو ان میں استقامت سے کام لے۔ اس کے لیئے سر پر طاقیہ رکھنا واجب ہے۔ اور آپ یہ حکایت بیان فرما ہی رہے تھے کہ مولانا شمس الدین یحیٰی مولانا برہان الدین غریب اور مولانا فخر الدین نے آکر سر زمین پر رکھ دیئے۔ اور بیٹھ گئے۔ پھر خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک ٹوپی یک ترکی ہوتی ہے۔ دوسری دو ترکی، تیسری سہ ترکی۔ اور چوتھی چہار ترکی۔

پھر کلاہ کی اصل کے بارے میں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سُنا ہے کہ خواجہ امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں حسن بصری کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور گرداگرد اصحاب بیٹھے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے چار پر کالے آنحضرت کے آگے رکھے۔ اور عرض کی کہ یا رسول اللہ حکم الٰہی یوں ہے کہ یہ چار پرکالے بہشتی ہیں۔ ان کو آپ سر مبارک پر رکھیں۔ اور بعد ازاں اصحاب میں سے جسے چاہیں عنایت فرما دیں۔ اور اپنا خلیفہ بنائیں آنحضرت نے لے کر سر مبارک پر رکھے۔ اور پھر ایک ترکی کلاہ اتار کر امیر المومنین ابوبکر کے سر مبارک پر رکھا۔ اور فرمایا کہ یہ آپ کا کلاہ ہے اور دوسرا دو ترکی کلاہ امیر المؤمنین عمر خطاب کے سر مبارک پر رکھ کر فرمایا کہ یہ آپ کا کلاہ ہے تیسرا سہ ترکی امیر المؤمنین عثمان کے سر مبارک پر رکھ کر فرمایا کہ یہ آپ کا کلاہ ہے۔ اور چوتھا جو چار ترکی تھا۔ شاہِ اولیاء امیر المومنین علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر رکھ کر فرمایا کہ یہ آپ کا کلاہ ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ مشائخ طبقات اور طبقہ جنیدیہ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ ہمیں اس طرح معلوم ہوا کہ کلاہ کی اصل حضرت الوہیت سے ہے۔ کیونکہ پہلے پہل بارگاہ الٰہی سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہم کو ملا۔ جیسا کہ خرقہ معراج کی رات عطا ہوا تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک ترکی کلاہ جو امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سر مبارک پر رکھا۔ وہ ابدال اور صدیق سر پر رکھا کرتے ہیں۔ اس کلاہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا خیال دل میں نہ ہو اور تمام دنیاوی کاموں سے دور رہیں۔ تو پھر اس کلاہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ نہیں تو دروغ گو اور خائن ہوں گے۔ اس کلاہ کا حق ان کے بارے میں یہ ہے۔ کہ ان کے باطن ازل ارادت کی وجہ سے نور معرفت سے منور ہوتے ہیں۔ اور انہیں ظاہری اور باطنی مقصود حاصل ہوتے ہیں۔ جب صاحب طاقیہ دنیا اور دنیا کا طالب ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے باز رہ جاتا ہے۔ اس وقت وہ کاذب ہو جاتا ہے۔ نہ کہ صادق۔ دوم ترکی کلاہ جو امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے سر پر کیا۔ اسے عابد اوتاد اور بعض منصوری سر پر کرتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ جب انسان اسے سر پر رکھے تو دنیا کو ترک کر دے۔ اور ذاکر بن جائے۔ سوائے یاد الٰہی کے کسی اور چیز میں مشغول نہ ہو۔ نیز یہ کہ اگر حلال چیز اسے مل جائے۔ تو شام تک اسے بچا نہ رکھے سب خرچ کر دے۔ اور خلقت اور دنیا کے پاس بھی نہ پھٹکے ان سے الگ رہے۔ ایسے شخص کو دوم ترکی کلاہ کا پہننا واجب ہے ورنہ گمراہی میں گرفتار ہو گا۔ سوم ترکی کلاہ جو امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ نے سر پر کیا۔ وہ زاہد، اہل تجرید، مشائخ طبقات اور اکثر عقلمند لوگ پہنتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ اوّل دنیا کو ترک کرے۔ اور تمام لذتوں، شہوتوں اور حرص و ہوا کو چھوڑ دے۔ دوسرے دل کو حسد، کینہ، بغض، فحش اور ریا وغیرہ بُرے اوصاف سے پاک کرے۔ تیسرے خلقت سے قطع تعلق کرے۔ اور حق تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے۔ جب اس کی یہ حالت ہو گی۔ تو اسے اس کلاہ کا سر پر رکھنا جائز ہے۔ ورنہ وہ طبقہ جنیدیہ میں جھوٹا ٹھہرے گا۔ چہار ترکی کلاہ جو جناب ولایت مآب امیر المؤمنین امام الاشجعین علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ نے سر مبارک پر رکھا۔ وہ صوفی سادات اور مشائخ کبار پہنتے ہیں۔ اس سے مراد دولتِ سعادت ہے۔ اور جو کچھ اٹھارہ ہزار عالم میں ہے سب اس میں رکھا گیا ہے۔ لیکن اس کو سر پر رکھ کر چار چیزوں کو دور رکھنا چاہیئے۔ تاکہ اس چہار ترکی کلاہ کا سر پر رکھنا درست ہو۔ اور صوفی بنے۔ نہیں تو قیامت کے دن مقلدوں، مقربوں اور حریفوں میں

اس کا حشر ہوگا۔ اور خائن ٹھہرایا جائے گا۔ وہ چار باتیں یہ ہیں۔ اوّل دنیا و صحبت اختیار
کو ترک کرے۔ دوسرے ترک اللسان عن نخمرہ والتزامہ بذکر اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد
کے سوا اور کوئی بات نہ کرے۔ تیسرے ترک البصرہ من غیر الکرامۃ غیر کی طرف نظر
کرنے سے دور رہے اور غیر کا نہ رہے۔ تاکہ نابینا نہ ہو جائے۔ جب خواجہ صاحب اس بات
پر پہنچے۔ تو اس قدر روئے کہ حاضرین پر بھی اس گریہ کا اثر ہوا۔ اور یہ شعر زبان مبارک سے
فرمایا۔

اگر بغیر رخت دیدہ ام بکس بیند　　کشم برون بانگشت چوں سزاش ایں است

چوتھے یہ کہ طہارت القلب من حب الدنیا۔ یعنی دل کو دنیاوی محبت سے
صاف کر دینا۔ پس جب دنیاوی محبت کا زنگار آئینہ دل سے صاف کرکے اللہ تعالیٰ
سے موافقت کرے گا۔ تو غیر درمیان سے اٹھ جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے یگانہ ہو
جائے گا۔ اور لوگوں سے بے گانہ اس وقت یہ چار ترکی کلاہ سر پر رکھنا اس کا حق ہوگا
بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہو۔ اگر حجاب درمیان
سے اُٹھ جائے اور بھید ظاہر کر دیں۔ اور غیریت دور ہو جائے۔ اور یہ آواز دیں کہ بی یبصر دا
دبی یبصر و دبی یسمع دبی ینطق مجھی سے دیکھتا ہے۔ مجھی سے سنتا ہے اور مجھی سے بولتا
ہے۔ جب ان مقامات پر پہنچتا ہے۔ تو مجاہدہ اور مکاشفہ کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ پس
یہ کلاہ سر پر رکھنا ایسے ہی لوگوں کا حق ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

فضیلت عاشورہ

بروز پیر ۲۵ محرم ۷۱۳ھ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا وجیہ الدین پائلی، مولانا برہان الدین غریب
اور اور اصحاب حاضر خدمت تھے۔ عاشورہ مبارک کی فضیلت میں گفتگو شروع ہوئی۔
زبان مبارک سے فرمایا کہ ماہ محرم سے بڑھ کر کوئی مہینہ افضل نہیں۔ اس واسطے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین شاہ اولیاء علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا۔ کہ
اے علی! اگر فریضہ روزوں سے کم مگر افضل روزے رکھنا چاہتے ہو۔ تو ماہ محرم میں
رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی مہینے میں آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی تھی۔ اور جو شخص

اس مہینے میں توبہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ شیخ الاسلام خواجہ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان دربار گہر نثار سے سنا ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ راحت الارواح میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ماہ محرم میں تین روزے لگاتار بدھ، جمعرات اور جمعہ کے رکھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں نو سو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے اور اسی قدر بدیاں اس کے نامۂ اعمال سے دور کی جاتی ہیں۔

بعد ازاں اس موقعہ کے مناسب فرمایا کہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا ہے کہ جو شخص عاشورہ کے روز روزہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ساٹھ سال کی ایسی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے جس میں دن کو روزہ رکھے اور رات کو جاگتا رہے۔ جو شخص عاشورہ کے روز روزہ رکھتا ہے۔ اسے دس ہزار فرشتوں اور دس ہزار حاجیوں اور دس ہزار شہیدوں کا ثواب عنایت ہوتا ہے۔ جو شخص عاشورہ کے روز روزہ رکھتا ہے۔ یا کسی مومن کا روزہ افطار کراتا ہے۔ گویا وہ تمام امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹ بھر کھانا کھلاتا ہے۔ جو شخص عاشورہ کے دن روزہ رکھے۔ اور یتیم کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرے۔ تو اس یتیم کے سر کے بالوں کی تعداد کے موافق اسے بہشت میں درجے ملتے ہیں۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ دلیل السالکین میں لکھتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص عاشورے کے روز اپنے عیال کا خرچ زیادہ کرے۔ اللہ تعالیٰ دوسرے سال تک اس کی روزی فراخ کر دیتا ہے۔

پھر تھوڑی دیر کے لئے علم اور اس کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ مولانا برہان الدین حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے آداب بجا لا کر عرض کی کہ علم بڑی بھاری نعمت ہے۔ فرمایا۔ ہاں! میں نے آثار تابعین میں لکھا دیکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ علم کی دو شاختیں ہیں۔ اگر اہل علم پہلے کچھ برا ہو۔ تو شریف بن جاتا ہے۔ اور اگر بخیل ہو تو سخی بن جاتا ہے۔ اور اگر

درویش ہو تو دولتمند۔ اگر خوار ہو تو عزیز۔ اگر دور ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اگر تند خو ہو تو نرم اگر بدگو ہو تو شیریں گفتار، اگر ضعیف ہو تو قوی اگر بے شرم ہو تو حیا والا۔ اگر مجہول ہو تو معروف اور اگر ریائی ہے تو خدائی بن جاتا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اہل علم بندے قیامت کے دن چودھویں کے چاند کی طرح چمکیں گے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے ابو معاذ سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق کتاب العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کرنے سے پنجاہ ہزار سال پہلے اپنے بندوں کی روزی ان کی تقدیر میں لکھ دی ہے۔ بلکہ عرش پانی پر تھا۔ اور قرار نہیں پکڑتا تھا۔ حلال روزی کی طلب کرو۔ اور حرام سے ہاتھ اٹھالو۔

پھر فرمایا کہ حذیفہ سے سنا ہے معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء والدین سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔ اس واسطے کہ والدین تو بچوں کو دنیاوی ڈر اور خوف اور آگ سے بچاتے ہیں۔ اور امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء انہیں دوزخ کی آگ اور قیامت کے خوف سے محفوظ رکھتے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ علماء سے مل بیٹھنا اور ان کی سی خوبیاں اپنے میں پیدا کرنا ہدایت الٰہی ہے۔ تمام جہان کی ساری چیزیں چھوڑ کر پہلے علم حاصل کرنا چاہیے۔

پھر اس موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے سنا۔ اور جبرائیل ؑ نے اسرافیل ؑ سے اور اسرافیل نے بارگاہ ایزدی سے کہ جو شخص علم کی طلب میں دو قدم چلے۔ اور عالم کے پاس بیٹھے اور اس سے دو باتیں سنے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت عطا فرماتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

• • • • • • • • • • • • • • •

روزہ ایام بیض

جمعرات کے روز دسویں ماہ محرم سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا فخر الدین رازی اور مولانا وجیہہ الدین پائلی حاضر خدمت تھے۔ ماہ شوال کے چھ روزوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص چھ روزے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے آٹھ بہشت پیدا کئے ہیں۔ حکم دیتا ہے کہ ہر ایک کے دروازے پر جو اس کیلئے ہزار محل یاقوت سرخ کے بنا دے۔ اور ہر محل میں ایسی چیز پیدا ہوتی ہے۔ جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اس خدا کی قسم جس نے مجھے بحق بندگی بھیجا ہے۔ کہ جو شخص ماہ شوال میں چھ روزے رکھے گا۔ فرشتہ اسے آسمان سے آواز دے گا کہ اے بندے! اللہ تعالیٰ نے تیرے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے ہیں۔ اب تو کام از سر نو شروع کر۔

پھر ایام بیض اور ایام بیض کے دو روزوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کو بہشت سے دنیا میں بھیجا گیا تو آپ کے سارے اعضاء سیاہ ہو گئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول کی۔ تو حکم ہوا کہ تیرھویں چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھو۔ پہلا روزہ رکھنے سے جسم کا تیسرا حصہ سفید ہو گیا۔ اور چودھویں کا روزہ رکھنے سے جسم کا دوسرا تہائی حصہ۔ اور جب پندرھویں کا روزہ رکھا۔ تو سارا جسم سفید ہو گیا۔

بعد ازاں میں نے آداب بجا لا کر عرض کی کہ میں نے مخدوم کی زبانی سنا ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ایسا روزہ بتائیں۔ جس کا ثواب مجھے بہت ملے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو۔ تو ایسا ہی ہوگا۔ کہ گویا تم نے سارا سال روزے رکھے۔ فرمایا۔ بے شک ایسا ہی ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے اوراد میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہے۔ گویا وہ صائم الدہر ہے۔ اور قیامت کے دن (امنا وصدقنا) اس کی سفارش

سے اس کے گھر کے ستر آدمی بخشے جائیں گے۔ اور جب قبر سے اٹھیگا۔ تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔

درمیان نماز شب عید الضحیٰ

بعد ازاں عید الضحیٰ کی رات کی نماز کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص عید الضحیٰ کی رات دس رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص دس مرتبہ پڑھے۔ اور نماز سے فارغ ہوکر سو مرتبہ درود بھیجے۔ اور سو مرتبہ استغفار کرے۔ اور سو مرتبہ کلمہ سبحان اللہ اوّل تا آخر پڑھے۔ پھر اگر وہ شخص میری ساری اُمت کے لئے دعا کریگا تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ اور اس نماز کی برکت سے اُسے دیدار نصیب ہوگا۔

درمیان نماز عید الفطر

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص عید الفطر کی رات بارہ رکعت نماز تین سلاموں سے اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ اور اخلاص پانچ مرتبہ پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے دوسرے سال تک ہر رات اور ہر دن کو ایک سال کی عبادت کا ثواب دے گا۔ اور اگر اسی سال میں فوت ہو جائے۔ تو شہیدوں کی موت مرے گا۔ اور ہر رکعت کے بدلے اسے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔ اس کی دعا مستجاب ہوگی۔ اس کا دل فارغ ہوگا عذاب قبر سے بے کھٹکے ہو جائے گا۔ اور قیامت کے دن عرش کے نیچے سائے تلے ہوگا۔ پھر اسے اپنے اہل و عیال کے ہمراہ بہشت میں جانے کا حکم ہوگا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

بدھ کے روز بارھویں ماہ محرم الحرام سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شہاب الدین میرٹھی نے جو حاضر خدمت تھے۔ آداب بجا لا کر عرض کی کہ ماہ شعبان میں بہت سی نمازیں ادا کرنی آئی ہیں۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص ماہ شعبان کی پہلی رات بارہ رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ

اور قل ھو اللہ احد پندرہ مرتبہ پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے بارہ ہزار غازی کا ثواب عطا فرماتا ہے اور گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے۔ گویا ابھی ماں کے شکم سے نکلا ہے۔ اور اگر اس سال مر جائے تو شہید کا مرتبہ پاتا ہے۔

پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت فرماتے ہیں کہ آنجناب نے فرمایا کہ جس شخص نے بہت گناہ کئے ہوں۔ اور ان سے پشیمان ہو کر توبہ کرنی چاہے۔ تو اسے چاہیئے کہ ماہ شعبان میں اتوار کے روز غسل کرے۔ اور جب سوموار کی رات آئے تو عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر ستر بار استغفار کہے۔ تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ اور اس کے گناہ معاف کئے جائیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ حقائق میں مَیں نے لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ماہ شعبان کی پہلی رات مہتر جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے محمد! اس بزرگ رات کو اٹھ کر نماز ادا کرو۔ میں نے پوچھا۔ یہ کیسی رات ہے۔ کہا۔ اے محمد! آج کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے تین سو دروازے کھول رکھے ہیں۔ آج کی رات تمام مومنوں کو سوائے جادوگروں وغیرہ کے بخش دے گا۔ پھر میں باہر نکل کر خالی جگہ میں بیٹھ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ثناء اور اس کے حضور دعا کی۔ چار گھڑی رات گزری۔ جبرائیل علیہ السلام پھر آئے۔ اور کہا کہ اے محمدؐ! سجدے سے سر اٹھاؤ۔ اور آسمان کی طرف دیکھو! جب میں نے سر اٹھا کر نگاہ کی۔ تو آسمان کے دروازے کھلے پائے دوسرے آسمان کے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے آج کی رات اپنے پروردگار کو سجدہ کیا۔ تیسرے آسمان کے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے۔ جس نے آج کی رات دعا کی۔ چوتھے آسمان کے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے۔ جو آج کی رات خوفِ خدا سے رویا۔ پانچویں آسمان کے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے آج کی رات اللہ کی ثناء کی۔ چھٹے آسمان کے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے

جو آج کی رات اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ اور ساتویں آسمان کے دروازے پر فرشتہ یہ ندا کرتا تھا کہ کیا کوئی ہے۔ جو آج اپنی حاجت طلب کرے۔ اور ہم اس کی حاجت پوری کریں یا کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے۔ تاکہ ہم اسے بخش دیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ماہ شعبان کی پہلی رات بندے کے فعل اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اسی رات بندوں کی روزی تقسیم ہوتی ہے۔ پس انسان کو اس رات غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ نماز تسبیح اور تلاوت میں مشغول ہونا چاہیئے۔ تاکہ اس سعادت سے محروم نہ رہے۔ خواجہ صاحب فوائد بیان فرما ہی رہے تھے کہ ملک محمد غیاث پوری معہ تین اور اشخاص کے حاضرِ خدمت ہوا اور آداب بجا لایا۔ حکم ہوا۔ بیٹھ جاؤ۔ جب بیٹھ گئے تو آپ نے اقبال نام خادم کو بلایا اور فرمایا کہ تھوڑا خربوزہ پڑا ہے۔ لاؤ۔ اور ملک محمد کے سامنے رکھ دو۔ وہ لاکر رکھ دیا گیا۔ پھر فرمایا۔ کہ تھوڑی مصری اور کھجوریں ہیں۔ وہ بھی لا دو۔ لائی گئیں۔ تو فرمایا کہ یہ تینوں عزیزوں کو دے دو۔ جب دی گئیں۔ تو چاروں نے سر آپ کے قدموں پر رکھ دیئے۔ کہ جو کچھ ہم چاہتے تھے ہم نے پالیا۔ ہم نے دل میں یہی سوچا تھا۔ جو آپ نے کر دیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں سات درویش آئے۔ ہر ایک نے دل میں الگ الگ کھانا سوچ رکھا تھا۔ آپ نے ان کے موافق ان کے روبرو کھانے رکھوا دیئے۔ سب مان گئے کہ ہم تیس سال سے مردِ خدا کی طلب میں تھے۔ سو آپ کے سوا کسی کو حسب منشاء مردِ خدا نہ پایا۔

بعد ازاں مولانا فخر الدین زاہد کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ آپ چالیس سال تک گیہوں خود پیسا کرتے تھے۔ اور کسی کو نہ فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے اس قدر خادم ہیں۔ آپ ان کو کیوں نہیں فرماتے؟ فرمایا کہ یہ ثواب کیوں ان کو دوں۔ خود ہی کیوں نہ حاصل کروں۔

پھر آپ کی بزرگی کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ دہلی میں بارش نہ ہوئی

تو آپ نے منبر پر چڑھ کر آستین سے کوزہ نکالا۔ اور ہاتھ میں پکڑ کر ہوا میں رکھا۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کی کہ اے پروردگار! جب تک یہ کوزہ پُر نہ ہوگا۔ میں نیچے نہیں اتروں گا۔ یہ کہتے ہی اس قدر بارش ہوئی کہ دہلی میں تین دن رات پانی رہا۔

بعد ازاں ایک عزیز نے عرض کی کہ ایک مرتبہ میں مولانا شہاب الدین اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ اکثر خلوت میں تنہا نماز ادا کیا کرتے تھے۔ با جماعت نماز نہیں ادا کرتے تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ اس سے پہلے جب تک نماز با جماعت نہ ادا کی جاتی تھی۔ جائز نہ ہوتی تھی۔ نماز با جماعت میں ثواب بہت ہے پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ جو شخص ظہر کی نماز با جماعت ادا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن روئے زمین کے تمام پہاڑ، دریا اور چارپائے اور آسمان کے ستارے ایک پلڑے میں رکھے گا۔ اور اس نماز کا ثواب دوسرے پلڑے میں۔ تو بھی ثواب والا پلڑا بھاری ہوگا۔ اور جو شخص عصر کی نماز با جماعت ادا کرے گا۔ اور شام کی نماز تک وہیں جائے نماز پر بیٹھا رہے گا۔ تو اللہ تعالیٰ حکم کرے گا۔ قیامت کے دن تو عرش و کرسی، لوح و قلم، اور تمام فرشتوں اور پیغمبروں کو لا کر ایک پلڑے میں رکھا جائے گا۔ اور دوسرے پلڑے میں ان دونوں نمازوں کا ثواب۔ تو ثواب والا پلڑا بھاری ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص عشا کی نماز با جماعت ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں ہر رکعت کو ہزار رکعت کر کے لکھا جائے۔ اور وہ شخص شب بیداروں سے ہوگا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ جو شخص صبح کی نماز با جماعت ادا کرتا ہے۔ اور سورج نکلنے تک وہیں بیٹھا یادِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ اور پھر اشراق کی نماز ادا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے اور آسمان سے دس ہزار فرشتے یعنی کل ستر ہزار فرشتے نور کے تھال ہاتھوں میں لئے آتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ میرے اس خاص بندے نے میرے لئے یہ نماز ادا کی ہے۔ جو گناہ اس نے کئے ہیں میں ان سے درگزر کرتا ہوں۔ از سرِ نو کام شروع کرے۔ خواجہ صاحب انہیں فوائد کو بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں شیخ عثمان

سیاح شیخ جمال الدین ہانسوی، مولانا برہان الدین غریب اور حسن میمندی معہ اپنے یاروں کے آئے۔ اور آداب بجا لائے۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ وہ دن بڑا ہی باراحت تھا۔ اصحاب سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جب خواجہ ذوالنون مصری تائب ہوئے۔ تو ایک دن کشتی پر سوار تھے۔ جس میں سوداگر بھی سوار تھے۔ اتفاقاً کشتی ڈوبنے لگی۔ خواجہ صاحب نے دعا کی تو غرق نہ ہوئی۔ جب کشتی منجدھار میں پہنچی۔ تو ایک دینار کسی کا گم ہو گیا سب نے بالاتفاق کہا کہ اور تو کسی نے نہیں لیا۔ شاید اس درویش نے لیا ہے۔ سو زبان درازی کی۔ خواجہ صاحب حیران رہ گئے۔ آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! اگر میری توبہ قبول ہے۔ تو انہیں دینار مل جائے۔ تاکہ میری خلاصی ہو۔ فوراً دریائی مچھلیوں کو حکم ہوا۔ ہر ایک منہ میں اشرفی لیے ہوئے سطح آب پر آئی۔ جب لوگوں نے دیکھا۔ تو سب نے معافی مانگی کہ ہم نے خطا کی۔ خواجہ صاحب نے ایک مچھلی سے دینار لے کر ان کی طرف پھینک دیا۔ اور آپ چلے گئے۔

پھر خواجہ صاحب نے اسی موقعہ پر فرمایا کہ جس روز خواجہ صاحب فضیل عیاض تائب ہوئے تو لوگوں کے مال و اسباب کی بابت جو آپ نے لوٹا تھا۔ ذکر کیا کہ جن دنوں تائب ہوا۔ ہر ایک کو بلا کر اس کا مال واپس کیا۔ اور اسے خوش کیا۔ ان میں ایک یہودی تھا جو کسی طرح خوش نہیں ہوتا تھا۔ خواجہ صاحب نے بہتیری منت سماجت کی لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہو۔ الغرض۔ اس یہودی نے کہا۔ اگر اپنے پاؤں تلے سے مٹھی بھر زر نکال دے۔ تو میں تجھ سے خوش ہو جاؤں گا آپ نے نکال کر فوراً اسے دیا۔ اسی روز وہ یہودی فوراً مسلمان ہو گیا۔ اور کہا۔ میں نے توریت میں لکھا دیکھا ہے کہ جس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ اگر وہ مٹی کو بھی ہاتھ میں پکڑے۔ تو سونا ہو جاتی ہے۔ اب مجھے تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ تیری توبہ قبول ہو لئی ہے مشت خاک مقصود نہ تھا مقصود تو دیکھنا تھا کہ تیری توبہ قبول ہو گئی ہے یا نہیں۔ پھر وہ خوش ہو گیا۔

خواجہ صاحب نے حسن قوال کو فرمایا کہ عزیز حاضر ہیں۔ کچھ کہو۔ جب حسن نے سماع کا آغاز کیا۔ تو خواجہ عثمان سیاح اور شیخ جمال الدین ہانسوی اٹھ کر رقص کرنے لگے۔ چاشت سے ظہر تک رقص کرتے رہے۔ جب فارغ ہوئے۔ تو ہر ایک کو جامہ عطا فرمایا۔ مجھے بھی سفید کلاہ

عنایت ہوا۔ قوال نے جو نظم گائی۔ وہ حسب ذیل ہے۔

نظم

عشقت خبر عالم بے ہوشی آورد | اہل اصلاح را بقدح نوشی آورد
عشق تو شحنہ ایست کہ سلطان عقل را | سوئے جبیں گرفتہ بچاوشی آورد
من ناتواں زبادہ کشی گشتم اے طبیب! | آں وارو دام بدہ کہ فراموشی آورد

بعد ازاں اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ انسان کو کسی آدمی کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز نہیں کھانی چاہیئے۔ اور نہ ہی لے جانی چاہیئے۔

پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ خواجہ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا۔ فرمایا۔ جیسا دوستوں سے کرتا ہے۔ مگر ایک سخت عتاب ہوا جس میں اب تک غرق ہوں۔ وہ یہ کہ ایک روز میں کسی کے ہاں گیا۔ میرے سامنے گیہوں کا ڈھیر تھا۔ میں نے ایک دانہ اٹھا کر اس شخص کی اجازت کے بغیر دانتوں سے دو ٹکڑے کر دیا۔ تو حکم الٰہی ہوا کہ اے شبلی! اجازت طلب کئے بغیر لوگوں کی گیہوں دو پارہ کرتا ہے۔ پس اس معاملے میں میں حیران ہوں کہ قیامت کے دن کیا جواب دوں گا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

نماز تسبیح سلالہ اتوار کے روز بیسویں ماہ محرم سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نماز چاشت اور اس کے ثواب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ آثار اولیاء میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص عمر بھر میں ایک مرتبہ یہ نماز ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ستر سال کی عبادت لکھتا ہے۔ اور ستر سال کے اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور بہت سا ثواب عنایت فرماتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو شخص ہر مہینے میں یہ نماز ادا کرتا ہے۔ اسے بہشت میں بڑے

اعلیٰ درجے ملتے ہیں۔ نماز کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت نماز ایک سلام سے ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۃ جو اسے یاد ہو پڑھے۔ اور پندرہ مرتبہ سبحان اللہ اور تین تحمید ربّی العظیم اور پندرہ مرتبہ سبحان اللہ تا آخر کہے اور سر اٹھائے۔ اور سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور پندرہ مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ تا آخر پڑھے اور پھر سجدہ کرے۔ اور پھر سبحان ربّی الاعلیٰ دس مرتبہ کہے۔ اور دوسرے سجدے میں بھی دس مرتبہ کلمہ سبحان اللہ پڑھے۔ اسی طرح چار رکعت نماز ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں ۷۵ مرتبہ سبحان اللہ تا آخر پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے سوائے اس کی خوشنودی کے اور کچھ نہ طلب کرے بہشت وغیرہ کی طلب نہ کرے۔ کیونکہ یہ نماز بہت ہی بزرگ ہے۔

بیان نماز روز شنبہ

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جو شخص ہفتے کے روز چار رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ اور قل یایھا الکافرون تین مرتبہ پڑھے۔ اور جب نماز سے فارغ ہو تو ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ہر یہودی اور یہودن کی تعداد کے موافق ایک سال کی ایسی عبادت لکھتا ہے۔ جس میں دن کو روزہ رکھا ہو اور رات کو کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کی ہو۔ گویا اس نے تمام امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو آزاد کیا۔ اور توریت، انجیل اور زبور اور فرقان پڑھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گلے میں ہزار گلوبند پہنا کر پیغمبروں اور شہیدوں کے ہمراہ بے حساب بہشت میں بھیجے گا۔

بیان نماز چار رکعت روز یکشنبہ

بعدازاں اسی نماز کے بارے میں فرمایا کہ انہیں اوراد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص اتوار کے روز چار رکعت نماز اسی طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۃ الحمد ایک مرتبہ اور آمن الرسول ایک مرتبہ پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ہر ایک یہودی اور یہودن کی تعداد کے موافق ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب اور نیز ہزار غازی، ہزار پیغمبر اور ہزار شہید کا ثواب لکھتا ہے۔ اور قیامت

کے دن اس کے اور دوزخ کے مابین اس قدر فاصلہ ہو جائے گا کہ ہزار خندق بیچ میں ہوگی جن میں سے ہر ایک کی چوڑائی پانسو سالہ راہ کے برابر ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے آٹھوں بہشت کھول دے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک بدکار شخص خواجہ عبداللہ سہیل تستری کے زمانے میں تھا جب وہ مر گیا۔ تو اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو تو بدکار اور گنہگار تھا۔ یہ دولت کہاں سے پائی؟ کہا۔ میں اتوار کو چار رکعت نماز ادا کیا کرتا تھا۔ سو حکم ہوا کہ تجھے ہم نے اس نماز کے عوض بخش دیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سوموار کے روز دو رکعت نماز ادا کرتا ہے کہ ہر رکعت میں الحمد، ایک مرتبہ آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور سورۃ اخلاص ایک مرتبہ پڑھے اور نماز سے فارغ ہو کر دس مرتبہ والدین کے لئے بخشش طلب کرے۔ اور دس مرتبہ درود بھیجے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے سفید مروارید کا بنا ہوا محل عنایت کرے گا۔ جس میں سات کوٹھڑیاں ہوں گی۔ ہر ایک کوٹھڑی کی فراخی سات سو ہاتھ ہوگی پہلی خالص چاندی کی بنی ہوگی۔ دوسری سونے کی تیسری مروارید کی چوتھی زبرجد کی۔ پانچویں یاقوت کی چھٹی موتیوں کی اور ساتویں نور کی اور ہر ایک کوٹھڑی میں ایک تخت پر ایک حور ہوگی جو پاؤں سے لے کر زانوں تک زعفران سے تر ہوگی۔ اور زانوں سے سینے تک مشک سے اور سینے سے گردن تک عنبر اشہب سے اور گردن سے سر تک کافور سے سفید آراستہ و پیراستہ ہوگی۔

بیان دو رکعت نماز بروز دوشنبہ

پھر فرمایا کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ معاذ جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص منگل کے روز جس روز اللہ تعالیٰ نے بارش بنائی اور ابلیس روئے زمین پر آیا۔ اور اس کے لئے دوزخ کے دروازے کھلے۔ پھر ملک الموت علیہ السلام بندگان خدا کی جانیں قبض کرنے پر مسلط

ہوا اور اسی روز قابیل نے ہابیل کو مارا۔ اور اسی روز ایوب پیغمبر علیہ السلام بیماری میں مبتلا ہوئے۔ دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد للہ ایک بار، والتین ایک بار اور اخلاص ایک بار اور معوذتین ایک ایک مرتبہ پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ قطرات بارش کے برابر اسے نیکیاں عنایت فرماتا ہے۔ اور بہشت میں ایک سنہری محل عنایت فرمائے گا۔ اور دوزخ کے ساتوں دروازے اس پر بند ہوں گے۔ اور اسے آدم، موسیٰ، ہارون اور ایوب علیہم السلام کا ثواب ملے گا۔ اور بہشت کے ساتوں دروازے اس پر کھلے ہوں گے۔ اور تمام مصیبتوں اور آفتوں سے محفوظ اور بے کھٹکے رہے گا۔

بیان دو رکعت نماز چہار شنبہ

پھر فرمایا کہ شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے سیاق اوراق میں لکھا دیکھا ہے کہ معاذ جبل رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بدھ کے روز جس روز اللہ تعالیٰ نے تاریکی اور روشنی پیدا کی۔ دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک مرتبہ اذا زلزلۃ الارض ایک مرتبہ اور سورۃ اخلاص تین مرتبہ پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ قیامت اور قبر کی تاریکی اس سے دور کر دے گا۔ ایک سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اور سفید اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

بیان دو رکعت نماز پنجشنبہ

پھر فرمایا کہ جمعرات کے روز اللہ تعالیٰ نے بہشت پیدا کیا جو شخص اس دن دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ اور اذا جاء پانچ مرتبہ پڑھے۔ جب عصر کی نماز ادا کرے۔ تو چالیس مرتبہ قل ھو اللہ احد اور استغفار پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت میں ایک محل عنایت کرے گا۔ جس میں ستر حوریں ہوں گی۔ اور فرشتوں کی تعداد کے برابر ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ اور ہر آیت کے بدلے ہزار ہزار شہید کا ثواب عطا ہو گا۔

بیان دو رکعت نماز جمعہ

بعد ازاں فرمایا کہ جبل معاذ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ الحمد، سو مرتبہ آیۃ الکرسی سو مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر بیٹھ کر یہ سات مرتبہ پڑھے۔ یا نور النور یا اللہ یا رحیم یا رحمن یا حی یا قیوم افتح ابواب رحمتک مغفرتک ومن علی بدخل الجنۃ الحتقی من النار۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ستر گناہ کبیرہ بخش دے گا اور بہشت میں چھیانوے درجے عطا فرمائے گا۔

پھر مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے مشائخ کے بارے میں پوچھا۔ تو عرض کی کہ یا رسول اللہ! مشائخ آپ کی اُمّت کے چراغ ہیں۔ وہ شخص نہایت ہی خوش قسمت ہے۔ جو ان کا حق پہچانتا ہے۔ اور انہیں دوست حق سمجھے۔ تو ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ بہشتی ہے اور جو انہیں دشمن سمجھے۔ وہ دوزخی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو شخص مشائخ کی وفات پر غمگین نہیں ہوتا۔ وہ منافق ہے۔ دنیا میں مشائخ و علماء کی موت سے بڑھ کر حادثہ بڑا اور کوئی نہیں۔ جب مشائخ یا علماء میں سے کوئی فوت ہوتا ہے۔ تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب روتے ہیں۔ اور ہر ایک فرشتہ ستر دن تک ان کے لئے روتا ہے۔ وہ شخص مومن ہی نہیں۔ جو ان کی موت پر غمگین نہ ہو۔ جو غمگین ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہزار مشائخ اور علماء کا ثواب عطا کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص کسی شیخ یا عالم کی بے عزتی کرے تو دنیا و آخرت میں منافق اور لعنتی ہے۔ نعوذ باللہ منہا

بدھ کے روز چودھویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ غلاموں اور ماتحتوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر میں ہے کہ ایک روز کسی نے حاضر خدمت ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے کئی ایک غلام ہیں۔ ہیں ہم روزان کے کتنے قصور معاف کردوں؟ فرمایا۔ ہر روز ستر گناہ معاف کرو۔ اگر اکبتر ہو جائیں۔ تو تدارک کرو۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب زبانِ مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا کیتھلی میرے پاس آئے۔ کھانا موجود تھا۔ بشر کو کہا کہ لاؤ۔ اس نے لانے میں دیر کردی۔ میرے پاس چھوٹی چھڑی تھی۔ اس کی پیٹھ پر ماری۔ مولانا کیتھلی نے اس طرح آہ کی۔ کہ گویا انہیں کی پیٹھ پر لگی ہے۔ میں نے پوچھا۔ آپ نے آہ کیوں بھری۔ فوراً پیٹ سے کرتا اٹھایا۔ اور مجھے دکھایا۔ جب میں نے نگاہ کی۔ تو دیکھا کہ اس چھڑی کا اثر آپ کی پیٹھ پر موجود ہے پھر فرمایا کہ ان کو اپنے سے عزیز سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ ان میں اس بات کی قدرت نہیں کہ وہ کچھ کہہ سکیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسرار الاولیائیں دیکھا ہے کہ مشائخ طبقات لکھتے ہیں کہ زیر دستوں کو وہی کھانا دینا چاہیئے جس میں سے آپ کھائیں۔ اور وہی کپڑا دینا چاہیئے جو خود پہنے۔ اس واسطے کہ وہ بمنزلہ گوشت پوست کے ہیں۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ سلطان شمس الدین انار اللہ برہانہٗ کی یہ عادت تھی کہ آدھی رات کے وقت عبادت میں مشغول ہوتا اور جب جاگتا۔ تو خود پانی لے کر وضو کرتا۔ غلاموں میں سے کسی کو نہ جگاتا جب اس سے وجہ پوچھی گئی۔ تو کہا کہ اتنی تکلیف اوروں کو کیوں دوں؟ کہ انہیں نیند سے جگاؤں۔

بعد ازاں بوڑھوں کی تعظیم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو چھوٹوں پر مہربانی نہیں کرتا اور بڑوں کا شکوہ کرتا ہے۔ وہ ہم سے نہیں۔

پھر فرمایا کہ جب کبھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں کسی بڑے بوڑھے کو دیکھ لیتے۔ خواہ وہ یہودی ہوتا یا مسلمان۔ اس کے سفید بالوں کی تعظیم کے سبب اس کے آگے نہ چلتے۔ اور فرماتے کہ جس میں نورِ خدا الشیب نوری کا نشان ہو۔ اس کے آگے آگے نہیں چلا جا سکتا۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بوڑھے کی تعظیم واجب کی ہے۔ جو مسلمانی کی حالت میں سفید بال والا ہو گیا۔ اس واسطے کہ توریت میں فرمان ہوا ہے کہ اے موسیٰ! بوڑھوں کی عزت کیا کرو۔ اور جب وہ آئیں تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوا کرو۔ اور جب دیکھو کہ جوان بوڑھوں کے آگے آگے چلتے ہیں۔ یا ان سے پہلے پانی پیتے ہیں۔ تو سمجھ لو کہ خلقت سے راحت دور ہو چکی ہے۔ اس واسطے کہ جب یہ حالت ہوتی ہے۔ تو اس شہر میں خیریت نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا تو خواجہ صاحب بار بار باہر دیکھتے۔ اور اٹھ کھڑے ہوتے۔ چنانچہ چھ سات مرتبہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ دروازے کے باہر ایک بوڑھا بیٹھا ہوا ہے۔ جب اس پر نگاہ پڑتی تھی۔ تو مجھے اٹھنا واجب تھا۔ سو میں سفید بالوں کی عزت کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ سلطان معز الدین محمد بن سام انار اللہ برہانہ کی یہ عادت تھی کہ جو بوڑھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ تو آپ اس کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور جس کام کے لئے وہ آتا۔ اسے پورا کرتے۔ وزراء نے عرض کی کہ ایسا کرنا آپ کے شایان شان نہیں۔ فرمایا۔ کیا تم اس کا سبب جانتے ہو؟ عرض کی۔ نہیں۔ فرمایا۔ میں اس واسطے تعظیم کے لئے اٹھتا ہوں کہ شاید قیامت کو ان میں میرا حشر ہو۔ اور ان کی طفیل دوزخ کی آگ سے بچ جاؤں۔ اور اس نور کی برکت سے کہ حق تعالیٰ نے سفید بالوں کے نور کو اپنے نور سے اضافت دی ہے۔ نجات پا جاؤں۔

بعد ازاں ہمسائیگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے حق ہمسائیگی اس قدر بتایا کہ مجھے اس بات کا گمان ہوا کہ ہمسایہ کو مال وراثت سے شاید حصہ ملے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی

علیہ الرحمۃ کا ایک یہودی ہمسایہ تھا۔ وہ سفر کو گیا ہوا تھا۔ اس کی عورت حاملہ تھی۔ جس نے بچہ جنا۔ اس کے پاس اتنی چیز بھی نہ تھی کہ چراغ ہی لا کر روشن کرے۔ وہ بچہ تاریکی کے سبب روتا رہتا۔ یہ خبر خواجہ صاحب نے سنی۔ تو ہر روز بنئے کی دکان سے تیل خرید کر اس یہودی عورت کو دے جاتے۔ مدت بعد جب یہودی آیا۔ تو عورت نے ساری کیفیت بیان کی۔ وہ شرمندہ ہوا۔ اور خواجہ صاحب کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ آپ نے بڑی عنایت فرمائی۔ فرمایا ہمسائیگی کا حق تھا۔ اور یہ حق بہت بڑا ہوتا ہے۔ یہ سن کر وہ یہودی فوراً مسلمان ہو گیا۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ایک ہمسایہ یہودی تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ تو اس نے کہا۔ اگر مسلمانی وہ ہے جو بایزید کو حاصل ہے۔ تو مجھ سے ہو نہیں سکتی۔ اور اگر یہ ہے۔ جو تمہیں حاصل ہے۔ تو اس سے مجھے شرم آتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک ہمسایہ بےکھٹکے نہ ہو۔ تب تک ایمان درست نہیں ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ہمسایہ کا حق یہ ہے کہ جب ہمسایہ قرض مانگے۔ تو اسے قرض دے۔ اور اگر اسے کوئی ضرورت ہو۔ تو پوری کرے۔ اور جب بیمار ہو۔ تو بیمار پرسی کرے۔ اگر مصیبت میں گرفتار ہو۔ تو اسے تسلی دے۔ اور جب مر جائے۔ تو اس کی نمازِ جنازہ ادا کرے اور اس کے ہمراہ جائے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لایا ہے۔ اسے ہمسائے کو تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔ کیونکہ ہمسائے کا حق والدین کا سا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ علیٰ ذالک۔

سوموار کے روز سولھویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قاضیوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ قاضی اور قضاء اچھی چیز ہے۔ بشرطیکہ قضاء کا حق ادا کرنا آتا ہو۔ کیونکہ یہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی قائم مقامی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے ہدایہ فقہ میں لکھا دیکھا ہے کہ عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من جعل قاضیا فذبح بغیر سکین) یعنی جو قاضی بنایا گیا۔ وہ گویا بغیر چھری ذبح کیا گیا۔ یہ حدیث اس موقعہ پر فرمائی جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس آئے۔ اور فرمایا کہ جب دوزخ میرے سامنے لایا گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ آگ کی چکی میں بہت سے سروں کا ڈھیر معہ دستاروں کے پسا جا رہا ہے۔ پوچھا۔ اے جبرائیل! یہ کن کے سر ہیں؟ کہا۔ یہ ان قاضیوں کے ہیں جنہوں نے ریا اور رشوت ستانی سے کام لیا۔ پھر سرور کائنات نے یہ حدیث فرمائی۔ (من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین)۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کو قضا کا عہدہ ملتا تھا۔ لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا کہ میں اس عہدے کے لائق نہیں۔ تو خلیفہ وقت نے آپ کو قید کر دیا۔ ایک مہینہ قید میں رہے۔ اس عرصے میں ہر روز پیغام پہنچتا کہ قضا کا عہدہ قبول کر لو۔ لیکن آپ نہ مانے اور یہی فرماتے کہ میں یہ کام کر ہی نہیں سکتا۔ بعد ازاں خلیفہ صاحب کے روبرو لائے گئے۔ تو خلیفہ نے کہا کہ مسلمانوں کے امام ہیں۔ آپ سے بہتر اور اچھا آدمی کوئی نہیں۔ جسے یہ عہدہ دیا جائے۔ آپ اسے قبول فرمائیں۔ فرمایا۔ مجھے ایک حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے ہیں۔ میں حدیث کو کس طرح رد کر سکتا ہوں۔ جو رسول خدا کا کلام ہے۔ اسے رد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نافرمانی پائی جاتی ہے اور نافرمان عہدہ قضا کے لائق نہیں۔ حدیث یہ ہے (من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین) یعنی جو قاضی بنایا گیا۔ وہ بغیر چھری ذبح کیا گیا۔ پس آپ ہی فرمائیں کہ میں کیا کروں؟ جب یہ حدیث سنی تو فوراً آپ کو رہا کر دیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب آبدیدہ ہوئے۔ اور آنجناب کی دیانت کی بہت تعریف کی۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو صاحب مذہب تھے۔ ہمیشہ خمیری روٹی کھایا کرتے تھے۔ ایک روز آپ کے باورچی خانہ میں خمیر نہ رہا۔ بہتیرا ڈھونڈا اور طلب کیا

لیکن نہ ملا۔ یہ خبر امام صاحب کو بھی دی گئی۔ آخر آپ کے فرزند کے گھر سے خمیر ملا جس سے روٹی بناکر امام صاحب کے پیش کی گئی۔ آپ نے پوچھا کہ خمیر کہاں سے ملا؟ خادم نے عرض کی۔ جناب کے صاحبزادے کے گھر سے۔ فرمایا اس کھانے کو سمیٹ کر دجلے میں پھینک آؤ۔ خادم نے سارا کھانا باندھ کر دجلے میں پھینک دیا۔ جب مچھلیوں نے سونگھا۔ تو بغیر کھائے دریا میں چلی گئیں۔ اتنے میں پانی کی رَو آئی۔ اور روٹیوں کو کنارے پر پھینک دیا۔ خادم نے یہ ساری کیفیت آکر عرض کر دی۔ امام صاحب نے مسکرا کر فرمایا اے عزیز! تو وہ کھانا ہمیں کھلانا چاہتا تھا۔ جسے مچھلیوں نے بھی نہ کھایا۔ اور پانی نے بھی قبول نہیں کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس سے پہلے کس وقت آپ کا فرزند قاضی رہ چکا تھا۔ اس خمیر کی بنیاد اس وقت کی گئی تھی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ان کی یہ حالت تھی۔ جو فرمانِ خدا اور حکمِ برحق سے ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتے تھے۔ تو ان لوگوں کی کیا حالت ہوگی۔ جو تمام احکام میں عدول حکمی کرتے ہیں۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ داؤد طائی قدس اللہ سرہ العزیز کبھی بھی قاضی یوسف کی ملاقات کو نہ جایا کرتے۔ یاروں نے پوچھا کہ وہ آپ کے اعلیٰ یاروں میں سے ہیں۔ آپ ان کی ملاقات کو کیوں نہیں جاتے۔ فرمایا۔ جو شخص اپنے پیر و مرشد کے برخلاف کرے۔ (یعنی اس کے پیر نے قضا کا عہدہ نہیں لیا تھا) ہم اس کی ملاقات کو نہیں جاتے۔

بعد ازاں قاضی یوسف کی بزرگی اور صدق کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ نے مسند کے اوپر دو لکیریں تلے اوپر کھینچ رکھی تھیں۔ جب مسند سے اٹھتے۔ تو کھڑے ہو کر اوپر ہاتھ کرتے۔ اگر ان کا ہاتھ اوپر والی لکیر تک پہنچ جاتا تو معلوم کرتے کہ تمام احکام برحق کئے ہیں۔ اگر نہ پہنچتا۔ تو پھر سارے احکام از سرِ نو جاری کرتے۔

بعد ازاں تقویٰ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ صاحبہ نے امام احمد حنبلؒ کی خدمت میں آکر سوال

کیا کہ یا امام! میں ایک مسئلہ آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں۔ فرمایا۔ کہو۔ عرض کی کہ میں کبھی کبھی چاند کی چاندنی میں اور کبھی کسی اوپر کے چراغ کی روشنی میں چرخہ کاتتی ہوں۔ کیا یہ درست ہے؟ امام صاحب نے پوچھا کہ آپ کس خاندان سے ہیں۔ عرض کی کہ میں خواجہ بشر کی بہن ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا جس خاندان سے آپ ہیں۔ اس کے لئے جائز نہیں کہ کسی اور کے چراغ کی روشنی میں کاتے لیکن دوسرے کے لئے جائز ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک روز امام صاحب راستے سے گزر رہے تھے کہ آپ کے کپڑے پر ذرا سی پلیدی لگ گئی۔ فوراً اسے دھو ڈالا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اوروں کے کپڑے پر شرعی درم کے برابر جائز قرار دیتے ہیں اور اپنے لئے تھوڑی سی پلیدی کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ فرمایا۔ ایک درم پلیدی شرع میں جائز ہے۔ لیکن تقویٰ میں جائز نہیں۔ اسے دھو دینا چاہیئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شریعت میں خواہ دل حاضر ہو یا نہ ہو۔ نماز درست ہوتی ہے۔ مگر طریقت میں اصحاب سلوک کہتے ہیں کہ جب دل حاضر نہ ہو۔ اور حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کا خیال دل میں آئے۔ نماز جائز نہیں ہوتی۔ اسے پھر پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ خیالات کا آنا نماز کا فاسد ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ زنگا لاہوری کبھی جمعہ کی نماز کو حاضر نہیں ہوا کرتے تھے۔ جب تمام اماموں اور بڑے بڑے آدمیوں نے سمجھایا۔ تو آپ جمعہ کے روز نماز کے لئے آئے۔ پہلی رکعت ہی ادا کر کے خرقہ کندھے پر ڈال گھر آگئے۔ لوگوں نے خطیب کو بلایا اور آپ کو بھی۔ آپ نے خطیب کو پوچھا کہ جب تو پہلی رکعت ادا کر رہا تھا۔ تو تیرے دل میں کیا خیالات تھے؟ کہا کہ میری گھوڑی نے بچھیرا جنا تھا میرا خیال تھا کہ کہیں بچھیرا کنوئیں میں نہ گر پڑے۔ شیخ صاحب نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جس دل میں ایسے خیالات گزرتے ہوں۔ بھلا اس کی نماز کیسی ہوگی؟ اس نے خود اقرار کر لیا ہے۔ کہ میرے گھر میں کنواں ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں نے کیوں محافظت نہ کی۔

پھر اقرباء کی حق رسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رحم پیدا کیا۔ تو فرمایا۔ اے رحم! میں رحیم ہوں۔ اور رحم کو اس اپنے نام

سے مشتق کیا ہے۔ پس جو تجھ سے قطع تعلق کرے گا میں اس سے قطع تعلق کروں گا۔ اور جو مجھ سے تعلق پیدا کرے گا۔ میں اس سے تعلق پیدا کروں گا۔

بعدازاں فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سچ ہے جو رحم سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ دوزخ اس سے دور، بہشت اس کے قریب ہو جاتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے تفسیر کشاف میں اس آیت یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت ما یشاء کے بیان میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ جب کوئی شخص یتیموں پر رحم کرتا ہے۔ اگر اس کی عمر کے تین سال باقی ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ تیس سال اور زیادہ کر دیتا ہے۔ اگر کوئی اپنے اقرباء سے قطع تعلق کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ لوح محفوظ سے اس کا نام مٹا دیا جائے۔ اور اس کی عمر کے سال واپس لئے جائیں۔

بعدازاں بیمار پرسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ بیمار پرسی کی شرط یہ ہے کہ جب کوئی بیمار ہو تو تین دن بعد اس کی بیمار پرسی کرنی چاہیئے جب اس کے پاس جائے۔ تو اسے نصیحت کرنی چاہیئے کہ جس بندے سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا۔ اسے بیماری لاحق نہیں ہوتی یہ سعادت صرف اسی شخص کو حاصل ہوتی ہے۔ جسے بیماری میں مبتلا کرتا ہے۔ یہ بیماری گناہوں کا کفارہ ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے صلوٰۃ مسعودی میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص کسی بیمار کی بیمار پرسی کے لئے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں ستر ہزار نیکیاں لکھی جائیں۔ اور ستر ہزار بدیاں دور کی جائیں۔ اور ہر قدم کے بدلے ایک سال کی ایسی عبادت کا ثواب لکھا جائے جس میں دن کو روزہ رکھے اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کرے۔ بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب بیمار کے پاس جائیں۔ تو اسے صدقہ دینے کی ترغیب دیں۔ اس واسطے کہ ابو ہریرہ کی روایت کے مطابق حدیث میں آیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صدقہ دینے سے صاحب صدقہ سے بلا ٹل جاتی ہے۔ اور ثواب میں بھی کمی نہیں ہوتی۔ صدقہ دینے سے غضب الٰہی فرو ہو جاتا ہے اور گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ اس کا عوض بھی اللہ تعالیٰ دے دیتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ مال زکوٰۃ دے کر جمع کرو۔ اور بیماری کو صدقہ دے کر رد کرو۔ کیونکہ صدقہ سے بہتر اور کوئی علاج نہیں۔

بعد ازاں عشق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے یہ شعر فرمایا ؎

فلولاکم ما عرفنا الھوی   ولولا الھوی ما عرفنا کم

ترجمہ: یعنی اگر تم نہ ہوتے۔ تو ہمیں عشق کی پہچان نہ ہوتی۔ اگر عشق نہ ہوتا تو ہم تمہیں نہ پہچانتے۔

پھر غلبات شوق اور اشتیاق میں یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رُباعی

گر عشق نبودے وزغم عشق نبودے   چندین سخن نغز کہ گفتے کہ شنودے
در بار نبودے زسر زلفش کہ بودے   رخسارہ معشوق بعاشق کہ نمودے

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز مونس العشاق میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی اس کا نام **عقل** رکھا۔ اول ما خلق اللہ العقل اور اس کو تین صفات عنایت کیں۔ اوّل شناخت حق۔ دوم: شناخت خود۔ سوم: اس کی شناخت۔ جو نہ تھا پس ہوا۔ اس کی تمثیل یوں بیان فرمائی۔ کہ وہ صفت جسے حق تعالیٰ کی شناخت حاصل تھی۔ وہ حسن کی صورت میں نمودار ہوئی۔ جسے نیکی بھی کہتے ہیں۔ اور وہ صفت جسے اپنی شناخت حاصل تھی۔ وہ عشق کی صورت میں ظاہر ہوئی جسے بہتر بھی کہتے ہیں۔ اور تیسری صفت جو نہ تھا سو نہ تھا اسے تعلق رکھتی ہے۔ وہ خون کی صورت میں ہویدا ہوئی۔ جسے اندوہ کہتے ہیں۔ پھر یہ تینوں ہم سے پیدا ہوئیں۔

پھر فرمایا کہ جب حسن میں اپنے آپ کو دیکھا تو اپنے تئیں بہت ہی عمدہ پایا۔ اس لئے اسے خوشی ہوئی اور مسکرایا۔

پھر خواجہ صاحب نے اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب آدم صفی اللہ

نے چالیسویں صبح کے آغاز میں آنکھ کھولی۔ اور آپ کی نگاہ عشق پر پڑی۔ تو عشق ہی کی جنبش سے بہشت کو لات مار کر اس ویرانے میں آ گئے۔

پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ہاں! ٹھیک ہے۔ بہشتی باغ و محلات میں عشق کا سبق نہیں پڑھایا جاتا۔ عشق تبھی ثابت ہوتا ہے جب کہ ویرانے میں وحشت کا آوارہ بن جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو بلا لوگوں پر نازل ہوتی ہے۔ آنکھ کے سبب سے ہوتی ہے نعمت و مصیبت دونوں آنکھ میں رکھی گئی ہیں۔

پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ قصص الانبیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ مہتر داؤد علیہ السلام نے جو کچھ دیکھا سو دیکھا۔ آخر کار اس قدر روئے کہ رخسار مبارک کا گوشت و پوست گل گیا۔ وجہ پوچھی گئی۔ تو فرمایا۔ کیا کروں؟ آنکھوں ہی نے ناقابل دید چیز دکھائی ہے سو انہیں آنکھوں کے ذریعے مغفرت کا لباس پہننا چاہتا ہوں۔ تاکہ میری وہ ذلت دور کر دیں۔ اور حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے بخش دے۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کی تو حسن علی سجزی نے جو حاضر مجلس تھے۔ عرض کی کہ اس حکایت کے مناسب ایک رباعی مجھے یاد ہے۔ اگر حکم ہو۔ تو عرض کروں۔ فرمایا۔ پڑھو! رباعی یہ ہے۔

رباعی

چوں من آں مست آں لب خونخوار را دیدم — زگریہ چشم من خوں شد پشیمانم چرا دیدم
ازیں چشم پریشاں ہیں ہمیشہ ایں بلا دیدم — مرا گفتند سوئے رو مبیں را دیدم بلا دیدم

بعد ازاں خواجہ صاحب نے بہت تعریف کی اور موقعہ کے مناسب ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ امیر المومنین حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی یہ وجہ ہوئی کہ آئینہ محبت آپ کے روبرو رکھا گیا۔ آپ نے اس میں ایسی صورت دیکھی جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ پوچھا۔ کہ یہی خوبصورت چیز کیا ہے؟ اس صورت نے کہا۔ میں حق تعالیٰ کی محبت ہوں۔ پوچھا مجھے کب

ملے گی؟ کہا۔ جب تو محمدؐ کے روبرو طاؤ پر اپنی خطاؤں کا خرقہ پھاڑ ڈالے گا۔ اور اسلام قبول کرے گا۔ پھر میں تیرے نصیب ہوں گی۔

پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ عشق کا سرمہ ایسا ہے کہ جس آنکھ میں ڈالا جاتا ہے۔ وہ عرش سے فرش تک سب کچھ دیکھتی ہے۔ اور پھر موقعہ کے مناسب یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

عشق آئینہ است کاندر نگے نیست نامراداں راازیں گل رنگے نیست

سوموار کے روز تیئیسویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا پہلی امتوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی جن کی صورت شامتِ اعمال کے سبب مسخ ہوگئی زبان مبارک سے فرمایا کہ حقائق میں میں نے لکھا دیکھا ہے۔ کہ خواجہ صاحب جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح پہلی امتوں کی صورتیں مسخ ہوئیں۔ میری امتوں کی اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک قیامت نہ آئے گی۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ پہلی امتوں کے پچیس گروہ تھے۔ بندر۔ خوک، سوسمار۔ ہاتھی۔ بچھو، کتا۔ زنبور (بھڑ)، ستارہ زہرہ، ستارہ سہیل، سانپ اور مچھلی، نیولا، طوطی جنگلی چوہا، عقعق (جنگلی کوا)، مکڑی، چوہے پکڑنے والا، سفید لومڑی، چڑیا، الّو، کوا، کاسہ پشت، گھریلو چوہے، ریچھ، کفلیز۔ پھر ان کی تفصیل یوں بیان فرمائی کہ پہلا گروہ۔ جو بندر کی صورت بن گیا۔ وہ قوم تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے روز مچھلی پکڑنے سے منع کیا تھا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کی صورت مسخ کر دی۔

خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ دیکھو! اس اُمت میں کئی چیزیں منع ہیں۔ اور یہ برابر انہیں کرتے ہیں۔ دوسرا گروہ جو سور کی صورت بن گیا۔ وہ مہتر عیسیٰ کی قوم تھی۔ جو مائدہ کی منکر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کفرانِ نعمت کے سبب انہیں اس صورت کا بنا دیا۔ تیسرا گروہ جو سوسمار (گوہ) بنا۔ وہ کفن چور تھے۔ اس زمانے کے پیغمبر نے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سوسمار بنا دیا۔ چوتھا گروہ جو ریچھ بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے۔ جو ہمیشہ پیغمبر وقت پر

سخن چینی کرتے تھے۔ اس وقت جرجیس علیہ السلام پیغمبر تھے۔ حکم ہوا کہ اے جرجیس!
ہمارا حکم انہیں پہنچا دو۔ کہ اس سخن چینی سے باز آئیں اور توبہ کریں۔ جب جرجیس علیہ السلام
نے حکم سنایا۔ تو انہوں نے پرواہ نہ کی۔ سو اللہ تعالیٰ نے انہیں ریچھ بنا دیا۔ پانچواں گروہ
جو ہاتھی بنا۔ وہ لوگ ہمیشہ چارپایوں پر سوار پھرتے۔ اور نماز میں زمین پر ناک نہ رکھتے۔ اللہ
تعالیٰ نے انہیں ہاتھی بنایا کہ ان کی ناک زمین پر جھاڑو کرتی رہتی ہے۔ چھٹا گروہ۔ جو بچھو
بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے۔ جو ہمیشہ لوگوں سے لڑا جھگڑا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے
منع فرمایا۔ مگر باز نہ آئے۔ اس لئے بچھو بنا دیئے گئے۔ ساتواں گروہ بھیڑ بنائے۔ اس
میں وہ لوگ شامل تھے۔ جنہوں نے ہاروت ماروت کو راہِ راست سے بہکایا۔ نواں گروہ
جو زہرہ بنا۔ اس میں وہ زانی شامل تھے۔ جو زنا کرتے۔ اور کسی کی وعظ و نصیحت کا خیال نہ
کرتے۔ دسواں گروہ سہیل ستارہ بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے۔ جو مہتر صالح علیہ السلام
کی قوم سے تھے۔ اور بدزبانی کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تو پرواہ نہ کی۔ بلکہ پہلے
سے بھی سوگنا بدزبانی کرنے لگے۔ اس لئے ان کی یہ صورت ہوئی۔ گیارھواں گرہ مچھلی بنا۔
اس میں کم تولنے والے لوگ شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس صورت کا بنا دیا۔ اور یہ
قوم ہود سے تھے۔ بارھواں گروہ نیولا تھا۔ اس میں وہ قصاب شامل تھے۔ جو ستم کیا کرتے۔ اور
کم تولا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نیولا بنا دیا۔ تیرھواں گروہ طوطی بنا۔ یہ لوگ خائن
تھے۔ تمام کاموں میں خیانت کیا کرتے۔ اور مہتر ادریس علیہ السلام کی قوم سے تھے۔ چودھواں
گروہ جو چوہا بنا۔ یہ لوگ چوری کیا کرتے۔ پندرھواں گروہ جو عقعق (جنگلی کوا) بنا۔ یہ بیہودہ گو تھے۔
سولھواں گروہ مکڑی بنا۔ اس میں وہ عورتیں شامل تھیں۔ جو شوہروں کی نافرمانی کیا کرتی تھیں۔
سترھواں گروہ چوہے پکڑنے والا بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے۔ جو بے دھڑک لوگوں پر حسد
کیا کرتے۔ اٹھارھواں گروہ سفید لومڑی بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے۔ جو بے دھڑک حماموں میں
آجاتے۔ اور شرم نہ کرتے۔ اُنیسواں گروہ چڑیا بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے جو ناچا کرتے تھے۔ اور
عورتوں کی طرح بناؤ سنگار کیا کرتے اور لوگوں کے روبرو ناچا کرتے تھے۔ اس لئے غضب الٰہی نازل
ہوا۔ اور سب چڑیا کی صورت بن گئے۔ بیسواں گروہ اُلو بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے۔ جو لوگوں کے برو

اپنے تئیں پارسا ظاہر کرتے اور پیٹھ پیچھے ان کا استہزا کرتے جاتے۔ اکیسواں گروہ کوا بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے۔ جو مکر کیا کرتے۔ بائیسواں گروہ کا سرشپت بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے۔ جو لوگوں کی مخالفت کیا کرتے تھے تیئیسواں گروہ گھریلو چوہے کی صورت بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے۔ جو باورچی کا کام کیا کرتے۔ اور اس میں اور اور چیزیں ڈال کر بیچتے جب فساد برپا ہوتا۔ تو نیکوں کو نصیحت کرتے۔ اور خبر کرتے۔ اور جب فساد کی آگ بھڑک اٹھتی۔ تو خود الگ ہو جاتے۔ چوبیسواں گروہ ریچھ بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے۔ جو بہت جھوٹ بولا کرتے تھے۔ پچیسواں گروہ کنلیل (آبی جانور) بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے۔ جو لواطت کیا کرتے۔ یہ لوط علیہ السلام کی قوم تھی۔

جب خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا تو زار زار روئے۔ اور فرمایا کہ اس امت میں ایسے گروہ بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے نماز کو بھی خیرباد کہہ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس امت میں ایسا گروہ بھی ہوگا۔ جو عورت کو عورت کافی سمجھے گی۔ جب یہ حالت ہوگی تو سمجھ لینا کہ قیامت نزدیک ہے۔ الحمد للہ علی ذالک:

بدھوار کے روز پانچویں ماہ ربیع الاوّل سنہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف

حاصل ہوا۔ ابلیس علیہ اللعنۃ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابلیس علیہ اللعنۃ نے تینتیس ہزار سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ اور سجدہ کرتا رہا۔ ایک سجدے کے نہ کرنے سے مردود ہو گیا۔ اور ساری طاعت اس کی رد ہو گئی۔ اور سارے اعمال زائل ہو گئے۔ اور فرشتوں کی صورت سے شیطان کی صورت بنا۔ یہ اس کی حالت ہے۔ جس پر ایک لعنت ہوئی۔ تو ان لوگوں کی کیا حالت ہو گی؟ جن پر اللہ تعالیٰ ہر روز تین مرتبہ لعنت کرتا ہے۔ اور فرشتے آمین کہتے ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ گروہ زانیوں کا ہے۔ اور لوطیوں کا ہے۔ ان کی حالت پر ہزار افسوس۔ جو یہ فعل کرتے ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ حقائق میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک کہ

آسمان سے بچھوؤں کی بارش نہ ہوگی۔ جو آدمی کو ایک گھڑی میں اس طرح بھسم کر ڈالیں گے جیسے پانی نمک کو۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب لواطت کی کثرت ہو جائے گی۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر لوطی اپنے تئیں سات دریا بھی دھوئے تو بھی پاک نہیں ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ میں مولانا شمس الدین ترک علیہ الرحمۃ کے وعظ میں حاضر تھا آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دونوں فاعل اور مفعول یکجا اٹھیں گے۔ اور کتے کتیا کی طرح جفتی کرتے ہوئے لوگوں کو دکھائی دیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز کسی آدمی نے ایک بزرگ کو کہا کہ میں اکیاسی میل کا فاصلہ طے کر کے آیا ہوں۔ آپ مجھے سات باتوں کا جواب دیں۔ وہ یہ ہیں: کہ آسمان سے بزرگ، آگ سے تیز، زمہریر سے سرد، زمین سے فراخ، پتھر سے سخت، دریا سے زیادہ توانگر اور یتیم سے بڑھ کر خوار کونسی چیز ہے؟ اس بزرگ نے فرمایا کہ آسمان سے بڑا بہتان اور جھوٹ ہے۔ زمین سے فراخ سچی بات ہے۔ دریا سے بڑھ کر توانگر داتا کا دل ہے۔ آگ سے گرم حریص کا دل ہے۔ زمہریر سے زیادہ سرد وہ شخص ہے۔ جو خویش و اقربا۔ اور دوستوں سے موافقت نہ کرے۔ اور آڑے وقت ان کے کام نہ آئے۔ پتھر سے سخت کافر کا دل ہے۔ اور یتیم سے بڑھ کر خوار سخن چین ہے کہ جب اس کی بات ظاہر ہو جاتی ہے۔ تو شرمندہ ہوتا ہے۔ اور یتیم سے بڑھ کر خوار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ واجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا الزور۔ یعنی بہتان لگانے سے پرہیز کرو۔ اور دور رہو۔ اس واسطے کہ جب بندہ گناہ کر کے توبہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے اعتقاد کو دیکھتا ہے کہ آیا اس نے توبہ کی ہے۔ یا نہیں۔ اگر فی الواقع اس نے توبہ کی ہے۔ تو اسے بخش دیتا ہے۔ مگر بہتان لگانے کو نہیں بخشتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ شبلی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ اپنے یاروں کو نصیحت فرما رہے تھے کہ اے یارو! تمہیں واضح رہے کہ سب سے بڑھ کر گناہ بہتان ہے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے بہتان کو کفر کے برابر فرمایا ہے۔

بعد ازاں بیہودہ گوئی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے آثار اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں ربیع بن ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بیس سال رہا۔ اس عرصے میں آپ سے سوائے دو باتوں کے کچھ نہ سنا وہ یہ کہ ایک روز مجھے پوچھا کہ آیا تیرا باپ زندہ ہے؟ اور دوسرے روز پوچھا کہ تمہارے گاؤں سے مسجد کا فاصلہ کتنا ہے؟ یہ دو باتیں کہہ کے زبان کو اس قدر دانتوں تلے دبایا۔ کہ خون آلود ہو گئی۔ اور کہا۔ اے ربیع! تجھے ایسی بیہودہ گوئی سے کیا واسطہ؟ پھر بیس سال تک کسی سے گفتگو نہ کی۔

بعد ازاں موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عہد کر لیا کہ جو شخص یاروں میں سے بیہودہ گوئی کرے۔ وہ درویش کو آدھا دینار بطور جرمانہ دے جب دیکھا کہ اس کے متحمل ہو گئے ہیں۔ تو ایک دینار کر دیا۔ پھر بیہودہ گوئی بالکل ترک کر دی۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ حسان ابن ابی سفیان رحمۃ اللہ علیہ کسی کوچے سے گزر رہے تھے۔ ایک بلند محل دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس نے بنایا ہے؟ پھر دل میں سوچا کہ اے حسان! تجھے اس سے کیا واسطہ؟ اس بیہودہ گوئی کے سبب ایک سال تک کسی سے بات نہ کی۔

بعد ازاں توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ توبہ قبول ہونے کی یہ علامت ہے کہ اگر تائب مٹی کو ہاتھ لگائے۔ تو سونا ہو جائے۔

اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ سلطان ابراہیم ادہم کا لکڑیوں کا گٹھا بازار میں رکھا ہوا تھا ایک آشنا نے دیکھ کر طعن کی۔ کہ صاحب! جو کام آپ کرتے ہیں۔ ایسا کسی نے کیا ہے۔ یعنی بلخ کا ملک چھوڑ کر ایندھن بیچتے ہو۔ ملک چھوڑنے سے آپ میں کونسی زیادتی ہو گئی یہ سنتے ہی آپ نے اس گٹھے پر ہاتھ رکھا۔ اور فرمایا کہ دیکھ! جب اس نے نگاہ کی۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ سارا ایندھن سونا بن گیا ہے۔ فرمایا کہ بلخ کی حکومت چھوڑنے پر سب سے ادنیٰ بات جو مجھے حاصل ہوئی ہے۔ یہ ہے۔

بعد ازاں انہی معنوں کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ ابراہیم ادہم دجلہ

کے کنارے بیٹھے خرقہ سی رہے تھے۔ ایک شخص نے جو پاس سے گزرا طعن کی کہ
بلخ کی حکومت چھوڑ کر تیرے ہاتھ کیا آیا؟ خواجہ صاحب نے اسی وقت سوئی دجلہ میں
پھینک دی۔ اور اشارہ کیا۔ تو تمام مچھلیاں منہ میں سنہری سوئیاں لئے نمودار ہوئیں۔
خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میری سوئی لاؤ۔ پیچھے سے ایک اور مچھلی نے سر نکالا۔
اور وہی سوئی آپ کو لادی اور دریا میں چلی گئی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ دیکھ!
بلخ کی حکومت چھوڑنے پر یہ سب سے ادنیٰ درجہ مجھے حاصل ہوا ہے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے
ایک کنوئیں میں ڈول ڈالا۔ تو پہلی مرتبہ جواہرات سے بھرا ہوا آیا۔ دوسری مرتبہ سونے سے
بھرا ہوا۔ تیسری مرتبہ پانی سے۔ پھر آپ نے وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔

بعد ازاں آپ کی بزرگی کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ آپ بلخ کے
کسی مقبرہ میں بیٹھے تھے۔ نوبت کی آواز آئی۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ کبھی میرے نام
بھی اسی طرح نوبت بجا کرتی تھی۔ اسی وقت فرشتوں کو حکم ہوا کہ پہلے آسمان میں سنہری
دھول خواجہ کے سر پر بجائیں۔ جب ہوا میں نوبت بجنے لگی۔ تو خواجہ صاحب نے دیکھا
کہ فرشتے ہوا میں نوبت بجا رہے ہیں۔ پوچھا۔ یہ کس کی نوبت ہے؟ کہا ہمیں حکم ہوا ہے کہ
جس طرح ملک بلخ میں آپ کے نام پانچ وقت نوبت بجا کرتی تھی۔ اسی طرح ساتویں آسمان
پر آپ کے نام نوبت بجائیں۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک مرتبہ خواجہ صاحب نے حج کا ارادہ توکل کی
نیت سے کیا۔ جب روانہ ہو کر جنگل میں پہنچے۔ تو دیکھا کہ ستر برقعہ پوش کھڑے ہیں۔
جن کے سر تن سے جدا ہیں۔ ان میں سے ایک سسک رہا تھا۔ اس نے کہا۔ اے ابراہیم!
نزدیک نہ آنا۔ نہیں تو ہلاک ہو جائے گا۔ اور دور بھی نہ رہنا کہیں مجھ جیسا نہ ہو جائے۔
آپ اسے زندہ دیکھ کر پاس گئے اور پوچھا کہ یہ حال کیا ہے؟ کہا۔ اے ابراہیم! ہم ستر
کے ستر ابدال ہیں حج کی نیت سے روانہ ہوئے تھے۔ اور ٹھان لی کہ جب تک خانہ کعبہ کی
زیارت نہ کر لیں گے۔ کسی سے بات نہ کریں گے۔ جب یہاں پہنچے۔ تو خضر علیہ السلام

سے ملاقات ہوئی۔ ہم سب اپنے عہد کو بھول گئے۔ اور ان سے گفتگو کرنے لگے۔ جونہی گفتگو میں مشغول ہوئے۔ غیب سے آواز آئی کہ اے جھوٹو! کیا تم نے یہی عہد کیا تھا؟ اتنے میں ہوا میں سے ایک تلوار نمودار ہوئی جس سے سب کے سر تن سے جدا ہو گئے۔ اور مجھ میں جو کوئی دم باقی تھا۔ سو اسی لئے تھا کہ تجھے کہہ دوں۔ کہ جس نے اس راہ میں قدم رکھا۔ پہلے اس نے جان دی۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

داری سر ما وگرنہ دور از بر ما ما دوست کشیم وتو نداری سر ما

پھر نیک بخت اور بد بخت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو نیک بخت ہیں۔ وہ ماں کے شکم سے ہی نیک بخت پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو بد بخت ہیں۔ وہ بھی ماں کے شکم سے ہی بد بخت نکلتے ہیں۔

پھر خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جس کو نیک بخت پیدا کیا گیا ہے۔ اسے دونوں جہاں کی نعمت دی گئی ہے۔ جو کچھ اس کے دل میں گزرتا ہے۔ وہ اس کے سامنے موجود ہوتا ہے۔ اور جسے بد بخت پیدا کیا گیا ہے۔ وہ ان سعادتوں سے محروم ہے۔ اس میں کسی قسم کی نعمت نہیں۔ اگر لاکھوں قصد بھی کرے۔ تو چونکہ وہ پیدائشی بد نصیب ہے۔ ہرگز اس کے ارادے پورے نہ ہوں گے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر قاضی حمید الدین ناگوری کی یہ رباعی پڑھی۔

رُباعی

یا ہم ہمہ اطراف جہاں پیمود است گوشم ہمہ اسرار جہاں بشنود است
از دانش دل ہیچ کسے ناسود است تا بخت نباشد ہمہ ایں بیہود است

بعد ازاں جھوٹ بولنے والوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے شیخ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ شمس الدین دبیر قاضی حمید الدین ناگوری کی لوائح شیخ کبیر کے روبرو پڑھ رہے تھے۔ تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا فرشتہ پیدا کیا ہے۔ جس کا سر عرش کے نیچے ہے۔ اور پاؤں ساتویں زمین کے تلے۔ اور اللہ تعالیٰ کو پاکیزگی سے یاد کرتا ہے۔ اسے ندا کرتے ہیں اور وحی بھیجتے ہیں کہ اے میرے فرشتے! میری بزرگی اور بزرگواری کی خبر اس شخص کو کیا ہے۔ جو میری جھوٹی قسم کھاتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی کتاب سے جس سورۃ کی قسم کھاتا ہے۔ ہر حرف کے بدلے اتنی بدیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ نے شیطان سے پوچھا کہ تیرے نزدیک کون سا کام سب سے اچھا ہے۔ اس نے کہا میں تین کاموں کو بہت عزیز سمجھتا ہوں۔ اوّل جھوٹی قسم کھانا۔ دوسرے زنا۔ تیسرے۔ مومن سے شرارت کرنا۔ نعوذ باللہ منہا۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات دوزخ میں ایسے لوگ بھی دیکھے۔ جو ناخنوں سے ہاتھ پاؤں چھیل رہے تھے۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کہا۔ یہ عیب چینی کیا کرتے تھے۔ نعوذ باللہ منہا۔

ہفتہ کے روز ماہ **ربیع الاوّل** مذکورہ کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ صاحب مادر زاد ولی تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ آپ ابھی والدہ کے شکم ہی میں تھے کہ آپ کی والدہ صاحبہ نے مشتبہ لقمہ کھایا۔ تو آپ نے اس قدر سر مارا کہ آپ کی والدہ کو قے کرنی پڑی۔ جب وہ لقمہ نکل گیا۔ تو خواجہ صاحب نے قرار لیا۔

پھر آپ کی بزرگی کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ آپ نے بسطام کے جنگل میں دیکھا کہ تمام جنگل میں عشق برسا ہوا ہے۔ بہتیرا چاہا۔ کہ آپ کا پاؤں برف میں نیچے جائے۔ لیکن عشق میں نیچے دھنستا گیا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ آپ سے پوچھا گیا کہ مرد کی کمالیت کس طرح معلوم ہو سکتی ہے؟ فرمایا کہ جب وہ اٹھارہ ہزار عالم کو اپنی دو انگلیوں کے مابین دیکھے۔ جیسا کہ میں دیکھتا ہوں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز خواجہ صاحب سے پوچھا گیا کہ اپنے مجاہدہ کی کوئی حکایت

سنائیں۔ فرمایا۔ جو مجاہدہ میں نے کیا ہے۔ اگر میں بیان کروں تو تم سن نہیں سکو گے لیکن۔ ہاں! کچھ تھوڑا سا بیان کرتا ہوں۔ جو نفس سے میں نے لیا ہے۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ آدھی رات کو میرے دل میں خیال آیا کہ باقی آدھی رات جاگنا چاہیئے۔ نفس نے میری مخالفت کی اور میرا ہم خیال نہ ہوا۔ میں نے قسم کھالی کہ اے نفس! تو نے میری رہزنی توکی ہے۔ اور میرے ساتھ عبادت میں مشغول نہیں ہوا۔ اب میں کبھی تجھے سال بھر تک پانی نہ دوں گا چنانچہ ایسا ہی کیا سال بھر تک پانی نہ دیا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ سر پاؤں سے ننگے تھے۔ اور چشم مبارک سے خون جاری تھا۔ خادم نے جو حاضر خدمت تھا۔ وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس وقت میں عالم ملکوت میں تھا۔ پہلے قدم میں ہی میں عرش کے پاس جا پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ عرش بھوکے بھیڑیئے کی طرح منہ پھاڑے کھڑا ہے اسے میں نے کہا۔ الرحمن علی العرش استویٰ یعنی کہتے ہیں کہ اسے عرش کہ رحمٰن عرش پر قائم ہے جب اس نے سنا۔ تو کہا۔ اے بایزید! یہ بات کہنے کا کونسا موقع ہے مجھے کہتے ہیں کہ رحمٰن تیرے دل میں رہتا ہے۔ یعنی اگر تو مجھے طلب کرنا چاہتا ہے۔ تو بایزید کے دل میں دیکھ۔ آسمان کے رہنے والے زمین کے رہنے والوں سے طلب کرتے ہیں۔ اور زمین والے آسمان والوں سے طلب کرتے ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک روز خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کی دو روٹیاں پکا کر خواجہ بایزید قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بھیجیں کہ میں نے آب زمزم میں گوندھ کر پکائی ہیں۔ جب خادم نے یہ پیغام دیا۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ روٹیاں لے جاؤ۔ اور کہنا کہ یہ تو بتاؤ کہ یہ آب زمزم سے گندھی ہیں۔ لیکن یہ نہ بتایا کہ کس وجہ سے حاصل ہوئیں۔ یا کس کھیت سے حاصل کیں۔ چونکہ ان کی حیثیت معلوم نہیں۔ اس لئے ہم نہیں کھاتے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اگر آٹھوں بہشت ہماری جھونپڑی میں آئیں۔ اور دونوں جہان کی نعمتیں بطور جاگیر ہمیں ملیں۔ ہم سحر کی ایک آہ جو اس کے شوق

سے کی جائے۔ بلکہ ایک دم کے بدلے بھی جو اس کی یاد میں آتا ہے۔ اٹھارہ ہزار عالم کو نہ خریدیں۔

بعدازاں سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک روز شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز سجدے میں یہ فرما رہے تھے کہ اگر قیامت کے دن مجھے تو دوزخ میں بھیجے گا۔ تو تیرے شوق کی وجہ سے اس قدر فریاد کروں گا کہ میرے نالہ و فریاد سے اہل دوزخ اپنے عذاب کو فراموش کر دیں گے۔ بعدازاں یہ بھی کہا کہ ہم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں۔ وہ کسی نہ کسی کے آگے سر جھکاتے تھے۔ اور یک بارگی اپنے تئیں دوست پر فدا کرتے تھے۔ اور اپنے تئیں اپنے واسطے نہیں چاہتے تھے۔

پھر غلبات شوق کی وجہ سے فرمایا کہ اگر دوست کی صفت کا ذرہ بھر جنگل میں آپڑے تو تمام آسمان اور زمینیں درہم برہم ہو جائیں۔

بعدازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک روز خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ مناجات میں بارگاہ الٰہی میں عرض کر رہے تھے کہ اے پروردگار! اگر تو مجھ سے ستر سال کی نیکیاں پوچھے گا۔ تو میں ستر ہزار سال کی پوچھوں گا۔ کیونکہ اس بات کو ستر ہزار سال گزر گئے ہیں۔ کہ تو نے الست بربکم یعنی کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ کہا تھا۔ اور بلیٰ ہے کے کہنے سے تمام مخلوقات کو شعور میں لایا تھا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آسمان اور زمین میں جو شور ہے سب الست کے شوق سے ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے سوانح میں لکھا ہے کہ انسان کے تمام اعضاء کی سرشت عشق سے کی گئی ہے۔ اس لئے جو عاشقوں اور مجنوں میں دلولہ ہے۔ وہ ازل سے ابد تک رہے گا۔ وہ ہر وقت ارنی انظر علیک ہی کہتے رہتے ہیں۔

بعدازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نور تجلی کی دولت سے مشرف ہوئے۔ تو اپنے تئیں نگاہ کر کے اس بات کا غرور کیا کہ میرے سوا کوئی عاشق نہیں ا[illegible]

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمانِ الٰہی سنایا کہ اے موسیٰ! ذرا کوہِ سینا کے نیچے دیکھو!
جب نگاہ کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اسی اسی سال کے بوڑھے اور اٹھارہ سال کے جوان عالمِ تحیر
میں عرش پر نگاہ جمائے کھڑے ہیں۔ اور ارنی انظر پکارتے ہیں۔ آپ یہ دیکھ کر فوراً سجدے میں
ہو گئے۔ اور پوچھا۔ اے پروردگار! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا۔ یہ پیغمبر آخر الزمان کی امت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے آثار اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ محبت و دوستی وہ تھی۔ جو حضرت
ابراہیم خلیل اللہ کو حاصل تھی کہ دوستی کی خاطر اپنے بیٹے کو قربان کرنا چاہا۔ اسی وقت حکم ہوا کہ اے
ابراہیم! ہمیں تحقیق ہو گیا کہ تو ہماری دوستی اور محبت میں ثابت قدم ہے۔ اب لڑکے کو قربان نہ کر۔
اس وقت بہشت سے ایک ذبح بھیجتے ہیں۔ تو اسے قربانی کر۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اس بچے کا صدق اور عقیدہ دیکھو کہ جب اسے (اسمٰعیل کو)
کعبے کے پاس منہ کے بل لٹا کر حلق پر چھری چلائی گئی۔ اور کارگر نہ ہوئی۔ تو باپ کی خدمت میں آکر عرض
کی۔ کہ مجھے اس طرح لٹاؤ۔ کہ آپ کو میرا چہرہ دکھلائی نہ دے۔ تاکہ پدری مہر و شفقت جوش میں نہ آجائے
اور چھری نہ چل سکے۔ یہ محض نافرمانی ہے۔ میرے ہاتھ پاؤں مضبوط باندھ دو۔ تاکہ چھری چلتے وقت
پاؤں نہ ہلاؤں۔ کیونکہ ایسا کرنے میں دوست کی رضا نہیں۔ اور کہیں میں گنہگار نہ ہو جاؤں۔

بعد ازاں خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز کی وفات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔
زبان مبارک سے فرمایا کہ جب خواجہ جنید بغدادی کا آخری وقت قریب آپہنچا۔ تو وضو کر کے سجدہ کیا۔
اور روئے۔ لوگوں نے پوچھا۔ سید طریقت! آپ نے اس قدر طاعت و عبادت کی ہے۔ پھر
یہ رونے کا مقام کون سا ہے؟ فرمایا۔ میرے لئے اس گھڑی سے بڑھ کر اور کوئی احتیاج کا وقت
نہیں۔ پھر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ ایک نے پوچھا کہ آپ اس وقت قرآن شریف پڑھتے ہیں؟
فرمایا۔ میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا؟ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی میری عمر کا صحیفہ لپیٹ
لیا جائے گا۔ اور میری ستر سالہ طاعت و عبادت ہوا میں بال سے لٹکی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔
جسے ہوا ہلا رہی ہے۔ ایک طرف پل صراط ہے۔ اور ایک طرف ملک الموت اور قاضی۔ جو
عادل ہے۔ اور سامنے راہ ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ مجھے کس راہ سے لے جایا جائے۔ بعد ازاں
جب قرآن شریف ختم کیا۔ تو سورۃ البقر کی ستر آیتیں اور پڑھیں۔ جب وقت بالکل قریب آپہنچا۔

تو حاضرین نے عرض کی کہ اللہ کہیں۔ فرمایا۔ مجھے بھول تو نہیں۔ پھر تسبیح پڑھتے ہوئے انگلیاں بند کرنی شروع کیں۔ جب چار بند کر چکے تو سبابہ کو سیدھا کر کے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی۔ اور آنکھیں بند کر کے جان دوست کے حوالے کی۔ نہلاتے وقت غسال نے چاہا۔ کہ خواجہ صاحب کی آنکھوں میں پانی پہنچاتے۔ آواز آئی کہ ہمارے دوست سے ہاتھ اٹھائے جو آنکھ ہمارے نام پر بند کی ہے۔ وہ ہمارے لقا کے سوا نہیں کھلے گی۔ پھر انگلیوں کو سیدھا کرنا چاہا تو آواز آئی کہ جو انگلیاں ہمارے نام پر بند کی ہوئی ہیں۔ وہ ہمارے حکم کے سوا نہیں کھلیں گی۔ جب جنازہ اٹھایا گیا۔ تو ایک کبوتر سفید کبوتر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے بہتیرا اڑایا۔ پر نہ اڑا۔ آواز آئی۔ اپنے تئیں اور اسے تکلیف نہ دو۔ کیونکہ اس کا پنجہ عشق کی منقار سے جنازے کے کونے پر لیا گیا ہے۔ آج اس کا قالب کروبیوں کے نصیب ہے۔ کہ وہ ہوا میں آج ہمارے ساتھ اڑے۔

بعد ازاں خواجہ جنید کو خواب میں ایک شخص نے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو منکر نکیر سے کس طرح خلاصی ہوئی؟ فرمایا کہ جب دونوں فرشتے آئے اور مجھے پوچھا کہ تیرا رب کون ہے؟ تو میں ان کی طرف دیکھ کر ہنس دیا۔ اور کہا جس روز اس نے "الست بربکم" پوچھا تھا۔ اس روز میں نے بلیٰ کہہ دیا تھا۔ اب تم پوچھنے آئے ہو کہ تمہارا خدا کون ہے؟ جس نے بادشاہ کو جواب دیا ہو۔ کیا وہ غلام سے جھجکتا ہے؟ آج میں بھی اسی کی زبان سے جواب دیتا ہوں۔ یہ سن کر چلے گئے اور کہا۔ ابھی یہ عاشق محبت کے نشے میں ہے۔

بعد ازاں امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ آپ کو بیس سال تک کسی نے ہنستے نہ دیکھا۔ جب موت کا وقت آیا۔ تو آپ ہنسے۔ خادم نے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا شیطان پاس کھڑا ہے اور مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہے۔ اور افسوس کر کے کہتا ہے کہ اے امام احمد حنبل! تو بڑی عمدگی سے میرے ہاتھ سے ایمان بچا کر لے چلا ہے۔ میں اس خوشی کے مارے ہنستا ہوں کہ الحمد للہ! ایمان تو سلامت لے چلا ہوں۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

۱۲ ربیع الثانی سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شریف اور کمینے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ یحییٰ خالد برکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب شریف پارسا ہو جاتا ہے۔ تو وہ متواضع ہو جاتا ہے۔ اور جب کمینہ پارسا بنتا ہے۔ تو وہ تکبر کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں قوم کے سردار ایسے لوگ ہوں گے جنہیں نہ خدا کا ڈر ہوگا اور نہ مجھے یاد کریں گے ہمیشہ مسلمانوں کو ان کی زبان اور ہاتھ سے تکلیف پہنچا کرے گی۔ اور ہمیشہ ان کی جان کو تکلیف دینے کے درپے رہیں گے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ عمر برکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں صفا مروہ کے نزدیک ایک شخص کو اونٹ پر سوار دیکھا جس کے آگے پیچھے غلام تھے۔ جو لوگوں کو دھکے دیتے تھے۔ مدت بعد جب میں بغداد میں آیا۔ کہ ایک روز پل پر کھڑا تھا کہ ایک شخص کو سر اور پاؤں سے ننگا دیکھ کر جب غور سے نگاہ کی تو سوچ میں پڑ گیا۔ کہ یہ کون ہے۔ اس نے کہا۔ میاں! مجھے کیوں دیکھتے ہو؟ فرمایا۔ تو مجھے ایسے شخص کا ہم شکل دکھائی دیتا ہے۔ جسے میں نے مکہ میں اونٹ پر سوار دیکھا تھا۔ اور اس کے آگے پیچھے اس کے غلاموں کو جو لوگوں کو دھکے دیتے تھے۔ دیکھا۔ اس نے کہا میں وہی آدمی ہوں۔ میں نے پوچھا۔ یہ کیا حالت ہوئی؟ کہا۔ میں تو امید کرتا تھا کہ لوگ میری تواضع کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے خوار و بے عزت کیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے تحفۃ العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ بشر حافی لکھتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان کسی اہلِ دنیا کو سلام کرتا ہے۔ تو ایمان کا تیسرا حصہ کم ہو جاتا ہے۔ پھر میں نے یہ حکایت بیان کی کہ میں نے انیس الارواح میں لکھا دیکھا ہے کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص دوزخی کو دیکھنا چاہے۔ وہ اس شخص کو دیکھے۔ جو اہلِ دنیا کو یا مسلمانوں کے علاوہ کسی اور کو آگے بڑھ کے سلام کرے۔

پھر فرمایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہم سے اور ان سے بڑھ کر کوئی دوست نہ تھا۔ لیکن جب انہیں دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے۔ کیونکہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض یاروں کے ہمراہ تشریف لے جاتے تو انہیں فرماتے کہ تم آگے ہو کر چلو تاکہ مجھے کوئی دیکھ نہ لے۔

بعد ازاں فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا جس کی طاعتیں پہاڑ کے برابر ہوں گی لیکن اسے ظالم ہو کر پکڑ لیں گے۔ اور انہیں حکم ہوگا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے مسلمانوں کو برا بھلا کہا تھا اور زبردستی ان کا مال چھین لیا تھا۔ اور لوگوں کو ناحق تکلیف دی تھی اس لئے اس کی تمام نیکیاں انہیں اور ان کی تمام برائیاں اسے۔ پھر فرشتے عرض کریں گے کہ پروردگار! اب اس کے پاس کوئی نیکی نہ رہی۔ سب اس کے مدعی رہ گئے۔ تو حکم ہوگا کہ اچھا! اسے دوزخ میں ڈال دو۔ وہ دوسروں کی بدیوں کے عوض ہلاک ہوگا۔

بعد ازاں یہ حکایت خواجہ صاحب نے بیان فرمائی کہ ایک روز ماعز اصحابی نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں نے یہ گناہ کیا ہے آپ مجھے اس گناہ سے پاک کریں۔ میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں۔ تین بار اسی طرح عرض کیا تو فرمایا گڑھا کھود کر اسے سنگسار کرو۔ اسے سنگسار کیا گیا اور ایک روایت کے مطابق اسے ہلاک کیا گیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص گناہ کرے۔ اور یہ چاہے کہ گئی ہوئی عقل پھر واپس آ جائے۔ تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

بعد ازاں منافق اور مومن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ مومن کا دل ایک گھڑی میں ستر مرتبہ پھرتا ہے لیکن منافق کا دل ایک ہی حال پر رہتا ہے۔

بعد ازاں سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا میں نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ سارے ہاتھوں سے حق تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آخر جب مصیبت کے ہاتھ سے کھٹکھٹایا۔ تو کھلا۔ میں ہر وقت باریابی چاہتا لیکن میسر نہ ہوئی۔ سارے قدموں راہ طے کی۔ آخر جب دل کے قدم سے چلا۔ تو عشرت گاہ میں بیٹھ گیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ قیامت کے دن جب آٹھوں بہشت بنا سنوار اولیاء اللہ کے پیش

لے جاویں گے۔ تو بہشت سے ایسی ہی فریاد کریں گے جیسی اہلِ دوزخ دوزخ سے۔
پھر فرمایا کہ ملتان سے ہمارے پاس ایک بزرگ آیا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک دن میں شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ غلبات شوق میں بار ہا سر بسجود ہو کر یہ فرماتے تھے کہ عشق اندر آیا۔ اور اس نے اس کے سوا باقی سب کو نکال دیا۔ اور ہمارا ابھی نشان مٹا دیا۔ میں نے گنا تو ٹھیک سو مرتبہ سجدہ کیا اور یہی فرمایا۔
بعد ازاں مصاحبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ نیک لوگوں کی صحبت نیک کام کرنے کی نسبت اچھی ہے۔ اور بروں کی صحبت برے کام کرنے سے بدتر۔
بعد ازاں فرمایا کہ شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ نیک کی صحبت سو سال کی طاعت سے افضل ہے۔ پس جو شخص نیکوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ وہ دونوں جہاں کی مرادیں حاصل کر لیتا ہے۔ اور جو بدوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ وہ ان تمام سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے
بعد ازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اگر صحبت ہے۔ تو یہی نیک لوگوں اور اولیاء اللہ کی ہے۔ پھر یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رُباعی

بداں کم نشیں کہ صحبت بد　　گرچہ پاکی ترا پلید کند
آفتاب بدیں بزرگی را　　قطرۂ ابر ناپدید کند

بعد ازاں مولانا وجیہہ الدین پائلی اور مولانا برہان الدین غریب نے پوچھا کہ محبت کا پہلا مقام کونسا ہے۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ پہلا مقام محبت کا عاجزی سے تیز میں ہوتا ہے۔ اس کے بعد اتصال سے سرور کا حاصل ہونا۔ اس کے بعد انتباہ سے افسردہ ہونا۔ پھر انتظار سے بقار کا حاصل ہونا۔ اس سے اعلیٰ مرتبہ کسی کو بشر کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ العبد ان رجع الی اللہ وتعلق باللہ وسکر بقرب اللہ فنسی نفسہ ما سواء اللہ فلو قلت لہ ما این انت و این تریا لم یکن لہ جواب غیر اللہ۔ یعنی بندہ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے قرب میں مست ہوتا ہے۔ تو ماسوائے اللہ اور اپنے تئیں بھی بھول جاتا ہے۔ اگر اس وقت اس سے پوچھا جائے کہ تو کہاں جا رہا ہے؟ کیا چاہتا ہے؟ تو اس سے زیادہ جواب نہیں دے سکتا کہ اللہ۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مقام تو یہ ہے۔ پھر فرمایا کہ محبت کے سارے مقامات سات سو ہیں۔ کامل وہی ہے۔ جو جب تک سات سو مقامات طے نہیں کر لیتا بھید ظاہر نہیں کرتا لیکن جو تنگ حوصلہ ہیں۔ وہ مقام تحیر میں ہی بھید ظاہر کر دیتے ہیں۔ اور اپنے تئیں دیوانہ بنا لیتے ہیں۔ اگر اس اثنا میں بھید کھل جائے تو مارا جاتا ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ خواجہ منصورؒ کی قبر پر آیا اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس کا روضہ ہے؟ اس کے سارے ہمراہیوں نے کہا نہیں۔ فرمایا۔ یہ منصورؒ دیوانے کا روضہ ہے۔ جو ایک ہی گھونٹ میں بدمست ہو گیا اور بھید ظاہر کر دیا۔ اور مارا گیا۔ پس۔ اے یارو! جو بادشاہ کا بھید ظاہر کر دیتا ہے۔ اس کی سزا یہی ہوتی ہے۔ جو منصور نے پائی۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اطلعنا علی سر من اسرارنا فافشی سرنا وھی جزاء من افشی سر الملوک۔ یعنی ہم نے اسے اپنا بھید بتایا۔ جسے اس نے ظاہر کر دیا سو اس کی اسے وہی سزا ملی۔ جو اس شخص کو ملتی ہے۔ جو بادشاہوں کا بھید ظاہر کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ منصور حلاج نے انا الحق کہا۔ تو آپ کو تین دن قید خانے میں غائب پایا۔ جب لوگوں نے پوچھا۔ کہاں تھے؟ فرمایا۔ بارگاہ الٰہی میں۔ جب یہ بات خواجہ جنید نے سنی۔ تو فرمایا کہ اس کا علاج جلدی نہ کرنا چاہیئے لیکن ایسا نہ ہو کہ اور فساد برپا کرے۔ اور خلقت اس سے غافل رہے۔

بعد ازاں خواجہ منصور کو بازار میں لا کر سولی پر چڑھانے کا حکم ہوا۔ آپ ہنسی خوشی رقص کرتے ہوئے سولی پر چڑھ گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ عشقبازی کی دو رکعتیں ہیں جن کا وضو اپنے خون کے سوا کسی چیز سے جائز نہیں۔ اور وہ بھی سولی پر۔ رکعتان فی العشق لا یصح وضوھا الا بالدم؛

بعد ازاں خواجہ شبلی نے آپ سے سوال کیا کہ کیا عشق کی کمائیت اسی سولی میں ہے؟ پھر پوچھا۔ عشق میں صبر کا کیا مطلب؟ فرمایا۔ ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی چڑھائیں۔ تو صدق دل سے سولی چڑھے۔ اور سرخروئی حاصل کرے۔ پھر پوچھا۔ مقام کیا ہے؟ فرمایا۔ یہ کہ اسے اس کے خدا کے لئے قتل کریں اور وہ اُف تک نہ کرے۔ اور دوسرے روز اسے جلائیں اور خاکستر بنا دیں۔ اور تیسرے روز بہتے پانی میں وہ خاکستر ڈال دیں۔ پس جس شخص کی یہ حالت ہو۔ وہ عشق میں صادق ہوتا ہے۔

بعد ازاں جب خواجہ منصور کو سنگسار کیا گیا۔ تو وہ جو قطرہ خون آپ کے جسم مبارک سے زمین پر گرتا۔ اس سے انا اللہ زمین پر لکھا جاتا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب ذکر اللہ بالخیر نے آبدیدہ ہو کر خواجہ منصور کے صدقِ محبت کی بہت تعریف کی۔ اور فرمایا کہ زہے صادق۔ جو پہلے روز قتل کیا گیا۔ دوسرے روز جلایا گیا۔ تیسرے روز پانی میں بہایا گیا۔ پھر اس حال کے مناسب یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رُباعی

اے روز مبارک ز تو بیزار شوم　　یا بد دگرے دریں جہاں یار شوم
گر بر سر کوئے تو مرا دار کنند　　من رقص کناں بر سر آں دار شوم

بعد ازاں فرمایا کہ جب ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ منصور کو پھول مارا تو چلا اٹھے خواجہ شبلی متعجب ہوئے اور پوچھا کہ لوگوں نے اتنے پتھر مارے اور اُف تک نہیں کی اور میں نے پھول مارا۔ تو چلانے لگے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا۔ اے شبلی! یہ لوگ میرے ... غافل ہیں۔ اس لئے ان کے پتھروں کی طرف میرا خیال بھی نہیں لیکن تو تو میرے

درد سے واقف تھا۔ اس لئے تیرا پھول ان کے پتھروں سے بڑھ کر ہے۔ بعد ازاں یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی

رباعی

سرگردانم تو کردۂ میرانی | با ایں کرو ہا میاں جانی
گر خلق نداند کہ دریں دل چہ غم است | بارے کہ تو در دلِ منی میرانی

پھر مناسب موقعہ پر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ منصور قدس اللہ سرہ العزیز نے خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمتہ سے بہت سے سوال کئے۔ اور جواب سنے۔ پھر محبت و معرفت کے بارے میں سوال کیا تو عالم سکر میں ہوتے۔ خواجہ جنید نے حاضرین سے فرمایا۔ یہ لڑکا ضرور لکڑی کا سر سرخ کرے گا۔ (یعنی سولی چڑھے گا۔) اسی وقت منصور حلاج نے اٹھ کر سر قدموں پر رکھ دیا۔ اور عرض کی کہ میرا مطلب یہی تھا۔ پھر پوچھا کہ محبت کیا ہے؟ زبان مبارک سے فرمایا کہ صحت و بیماری میں دوست کے نام کے سوا کچھ اور زبان سے نہ بولے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ العزیز بیمار ہوتے۔ بار بار سر بسجود ہوتے اور یہ شعر پڑھتے ؎

یا آلی مرضت قلعہ لعانی | عاید منکم مرض فاد علی

یعنی جب بیار دوست کا نام سنتا ہے تو فوراً شفایاب ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

اتوار کے روز بیسویں ماہ جمادی الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا شہاب الدین میرٹھی اور شیخ ضیاء الدین پانی پتی حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ ان من شرح اللہ صدرہ للاسلام۔ کا کیا مطلب ہے؟ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب عالم وحدانیت اور الوہیت پر نگاہ پڑتی ہے۔ تو ماسوائے اللہ پر نگاہ پڑتے ہی نابینا ہو جاتا ہے۔

پھر اس موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ سمنون محب قدس اللہ سرہ العزیز مسجد میں وعظ کر رہے تھے۔ محبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ سننے والے متوجہ نہ تھے۔ اس لئے مسجد کی قندیلوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے قندیلو! آخر محبت کی بات تم ہی سنو!

یہ کہنا تھا کہ سب قندیلیں آپس میں ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو گئیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ حالت زمانہ ماضی کی ہے۔ جب کہ سارے لوگ صاحبِ درد تھے۔ اس وقت خواہ لاکھوں وعظ نصیحت کرو۔ اور احادیث بیان کرو ذرہ بھی اثر نہیں ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کے قالب میں جان ڈالی گئی۔ تو سب فرشتوں کو حکم ہوا کہ سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا۔ مگر شیطان نے نہ کیا۔ کیونکہ وہ سرکش نافرمان اور ریاکار تھا اس نے آدمی کا بھید پا لیا تھا۔ اس لئے اسے معلوم تھا کہ میرے سوا اور کوئی آدمؑ کے بھید سے کوئی واقف نہیں۔ اور میرے بھید سے بھی کوئی واقف نہیں۔ اسی واسطے سجدہ نہ کیا۔ اور سجدہ نہ کرنے کے سبب مردود ہوا۔ کیونکہ اس کی آنکھوں پر خزانہ رکھا گیا تھا۔ اور حکم تھا۔ کہ ہم نے مٹی میں خزانہ رکھا ہے۔ اور اس خزانے کی شرط یہ ہے کہ جو اسے دیکھ لے۔ اس کا سر کاٹ دیا جائے۔ تا کہ غمازی نہ کر سکے۔ یہ سن کر شیطان نے دہائی دی۔ کہ مجھے مہلت دی جائے۔ حکم ہوا کہ اچھا ہم نے تجھے مہلت دی۔ تا کہ اہل جہان کو معلوم ہو سکے کہ شیطان جھوٹا اور لعنتی ہے۔ جیسا کہ کلام مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کان من الجن ففسق عن امر ربہ۔ وہ جن کی قسم تھا۔ اور اس نے اپنے پروردگار کی حکم عدولی کی تھی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے کتاب محبت میں لکھا دیکھا ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز لکھتے ہیں۔ ایک دفعہ پوچھا گیا کہ عارف کو گریہ کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا۔ اس واسطے کہ وہ ابھی راہ میں ہوتا ہے جب حقائق اور وصال اسے حاصل ہو جاتے ہیں۔ تو گریہ زائل ہو جاتا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ سعد الدین حمویہ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ کتاب محبت میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک روز خواجہ بایزید قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ اگر مجھے خلقت کے بدلے میں دوزخ بھیجا جائے گا۔ تو بھی میں صبر کروں گا کیونکہ مجھے اس کی محبت کا دعویٰ ہے۔ اگر ایسا میں کروں۔ تو بھی کچھ نہیں کیا ہوگا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے میرے اور تمام خلقت کے گناہ بخش دے۔ تو یہ

اُس کی رحمت کی صفت ہے۔ یہ بھی کوئی بڑا کام نہیں ہوگا۔
بعدازاں فرمایا کہ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ گناہ سے ایک مرتبہ توبہ کی جاتی ہے۔ لیکن طاعت سے ہزار مرتبہ یعنی طاعت گناہ سے بھی زیادہ عجیب ہے۔
پھر فرمایا کہ میں نے اپنے خواجہ شیخ الاسلام فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ زہد دنیا کے ترک کرنے میں ہے اگر تو ایسا نہیں کر سکتا۔ تو اس کی بے عزتی ہی کیا کر۔ اس واسطے کہ راحت اس کی محبت اور اخلاص میں ہے۔ اور نفسانی آرزوں کے ترک کرنے میں۔ بعدازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جب تو کسی اہل محبت کو کوشش کرتے ہوئے اور دنیا کا خیال دل میں لاتے ہوئے دیکھے۔ تو اس کا چہرہ دیکھ کیونکہ وہ مرید صادق نہیں۔
بعدازاں مولانا برہان الدین غریب سلمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ محبت کی اصلیت کیا ہے؟ فرمایا۔ دوستی کی صفائی ہے۔ اس واسطے کہ محبان حق دنیا و آخرت حاصل کرنے کو اپنا شرف نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ حق کو پالینے میں اپنا شرف جانتے ہیں۔ المرء مع احبہ میں نے پوچھا کہ محبت میں مصیبت کیوں ہوتی ہے۔ فرمایا کہ ہر ایک کمینہ اس کا دعویٰ نہ کرے۔ اور جب اس پر مصیبت پڑے۔ تو پیٹھ دکھا جائے۔
پھر فرمایا کہ بدعی نام ایک بزرگ نے ایک مرتبہ عالم سکر میں فرمایا لیس فی سوا الشئ غط کیف ما یلت فاخذ نی۔ یعنی میرے مقصے میں تیرے سوا اور کچھ نہیں۔ اور میرا دل تیرے سوا کسی کی طرف مائل نہیں۔
بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ سمنون محب قدس اللہ سرہ العزیز ایک روز محبت کے بارے میں بات کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک پرندہ آ کر آپ کے سر پر بیٹھا۔ وہاں سے اڑ کر ہاتھ میں۔ پھر بغل میں۔ اس کے بعد زمین پر اتنی مرتبہ چونچ ماری۔ کہ چونچ سے خون بہہ نکلا۔ اور وہیں گر کر جان دے دی۔
بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا گیا۔ تو حضرت جبرائیل نے آ کر سلام کیا اور عرض کیا۔ صاحب آپ کو کیا کسی چیز کی ضرورت ہے؟ فرمایا۔ تجھ سے نہیں۔ کیونکہ اس وقت آپ حق تعالیٰ میں مستغرق تھے۔ غیر کو نہیں دیکھ

سکتے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ جب دوست خود دیکھ رہا ہے۔ تو پھر کیا ضرورت ہے کہ میں تجھ سے خواستگار ہوں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا کہ محبت میں رضا کا یہ مطلب ہے کہ اگر اس کے دائیں ہاتھ پر دوزخ رکھ دیں تو یہ ہے کہ بائیں ہاتھ پر بھی رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ انسان پر سب سے پہلے جو بات فرض قرار دی گئی وہ معرفت اور رضا تھی۔ چنانچہ خود فرمایا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ میں چیزوں کو چیزوں میں چھپا رکھا ہے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن عاشقوں کو نور کی زنجیروں سے جکڑ کر لائیں گے۔ کیونکہ اگر انہیں کھول دیا جائے۔ تو تمام قیامت کو اشتیاق حق کی وجہ سے درہم برہم کر دیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ عشق میں صبر اس بات کا نام ہے کہ نفس کے رنج و آرام و راحت کے درمیان کچھ فرق نہ آئے۔ یعنی دونوں حالتوں میں صبر کرے۔ اس واسطے کہ وہی صوفی محبت میں صادق ہے۔ کہ صفا و ہوا میں صوف پہنے۔ جفا سے دنیا کا مزہ چکھے۔ اور دنیا کو ترک کر دے۔ اگر ایسا کرے گا۔ تو محبت میں ثابت قدم ہے۔ ورنہ نہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو شخص مردانِ خدا کا دامن چھوڑ دیتا ہے وہ برباد ہو جاتا ہے۔ پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ابلیس لعین اور ادریس علیہ السلام نبی علم باطن میں تھے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ ابلیس معصوت پر تھا۔ اور ادریسؑ حق و عدل پر۔ جو شخص صدق اور عدل سے تعلق رکھے گا اس سے قیامت کے عدل اور صدق کی بابت پوچھا جائے گا

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ معین الدین سنجریؒ اپنے اوراد میں یہ اشارہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ ایک خوشبو چیز ہے۔ جو اندوہگین دل کے سوا اور کہیں قیام نہیں کرتی۔ اور غفلت کا مقام اہل نشاط کے دل کے سوا اور کہیں نہیں لیکن عاشق ان دونوں سے فارغ ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ بارضا صحبت دوست زمین پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے لئے محبت میں۔ ان کی برکت سے خلقت سے بلائیں ٹلتی ہیں چنانچہ

بہتر موسیٰ علیہ السلام کو فرمان ہوا تھا کہ اے موسیٰ! اگر ہمارے درویش تیرا تحفہ اور ہدیہ قبول نہ کرتے تو سب کو زمین نگل جاتی۔

بعد ازاں فرمایا کہ کتاب محبت میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ محبت کا دعوے اس شخص کو زیبا ہے۔ جو اپنی مرادات سے فانی ہو جائے۔ اور مراد حق سے باقی۔ پھر اس کا نام دوست رکھا جاتا ہے۔ اور اسے دوست کا لقب شایاں ہے۔ اور یہ کہ وہ بندگی سے جواب دے۔ اس واسطے کہ اہل محبت کی یہ رسم ہے۔ نہ رسم اور نہ جواب۔ اہل محبت دوست کے سوا کسی اور چیز میں مشغول ہی نہیں ہوتے اس واسطے کہ جو شخص حق تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز میں مشغول ہوتا ہے۔ وہ اندوہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ جو شخص دوست کی خدمت میں انس نہیں کرتا۔ وہ وحشت کے نزدیک جا پہنچتا ہے۔ جس کا دل دوست کی طرف مائل نہیں۔ وہ بالکل ہیچ ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ شہاب الدین ذکریا قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ محبت میں توکل اس بات کا نام ہے کہ جب صبح آٹھے۔ تو رات کی بابت اسے کچھ یاد نہ ہو۔ اور جب رات ہو۔ تو اسے دن کی بابت کچھ یاد نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ دانا اور عقلمند وہی شخص ہے جو پیش آنے والے غم یعنی موت کے لئے تیاری کرے۔ اور اپنے ساتھ کچھ توشہ لے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خوف بے ادب بندوں کے لئے تازیانہ ہے۔ جس سے ان کی درستی کی جاتی ہے

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب اہل محبت کو کوئی چیز بطور فتوح ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ آج ہم سے بلا لی گئی ہے اور عاقبت ہمیں دی گئی ہے۔ اس لئے وہ اس بات سے فارغ ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کو جب کوئی چیز بطور فتوح حاصل ہوتی۔ تو فوراً خلق خدا کو دے دیتے۔ اور فرماتے کہ آج ہم سے بلا لی گئی ہے اور ہمیں عاقبت میں مشغول کیا گیا ہے۔

پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اہل جنت وہ لوگ ہیں کہ ان کے اور حق کے مابین کوئی حجاب نہیں۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک روز کوئی درویش شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ تو اس نے التماس کی کہ مخدوم! مجھے ایسی نعمت عطا فرمائیں کہ ملتان سے دہلی تک میری آنکھوں کے سامنے کوئی حجاب نہ رہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ جاؤ! یہ چلہ کرو۔ جب وہ چلہ پورا کیا۔ تو دہلی سے ملتان تک اس کی نظر وں میں کوئی حجاب نہ رہا پھر آکر التماس کی کہ اب میں چاہتا ہوں۔ کہ عرش سے فرش تک میری نظروں میں کچھ حجاب نہ رہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ ایک چلہ اور پورا کرو جب پورا کیا۔ تو کوئی حجاب نہ رہا۔ جب آکر حال عرض کیا۔ تو فرمایا کہ بس کرو! اتنا کافی ہے۔ لیکن پھر اس نے التماس کی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ حجاب عظمت کا مکاشفہ حاصل ہو۔ شیخ صاحب نے ناراض ہو کر فرمایا۔ یہ نہ کہہ۔ ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ جونہی آپ نے یہ فرمایا۔ وہ نعرہ مار کر گر پڑا اور جان خدا کے حوالے کی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جب شیخ بہاؤ الدین نے دیکھا کہ وہ کمال کو پہنچ گیا ہے۔ اور کون جانتا ہے۔ شاید وہ اس اقدام سے بچھ جاتے۔ اس لیے اسی مقام میں اس کا کام تمام کر دیا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ولایت اسی کا نام ہے جو شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز کو حاصل تھی۔ چنانچہ آپ نے ہندوستان جانے کا ارادہ کیا۔ تو آپ ایک ایسے شہر میں پہنچے۔ جہاں دیو ہر رات ایک آدمی کو کھا جایا کرتا تھا۔ آپ نے اس دیو کو کوزے میں بند کر دیا۔ اس شہر کے باشندے سب کے سب ہندو تھے جب انہوں نے آپ کی یہ کرامت دیکھی۔ تو سب مسلمان ہو گئے۔ آپ کچھ مدت وہاں رہے۔ اور حکم دیا کہ خانقاہ بناؤ۔ خانقاہ تیار ہو گئی۔ تو ہر روز ایک گدا کر کو لا کر اس کا سر مونڈتے۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خدا رسیدہ بنا دیتے۔ اسی طرح آپ نے پچاس آدمیوں کو صاحب سجادہ اور صاحب کرامت کیا۔ اور پھر ان کو وہاں قائم

کرکے آپ آگے چل دیئے۔

بعدازاں شیخ علی کھوکھری کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ بزرگ آدمی تھے۔ جب آپ مرید ہوئے۔ تو شیخ بہاؤالدین کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور ایک غار میں جاکر رہنے لگے۔ جب کچھ عرصہ بعد شیخ صاحب آپ کو دیکھنے گئے۔ تو عصر کا وقت تھا۔ جب گفتگو میں مشغول ہوئے۔ تو آپ کے ہاتھ میں گھاس تھی۔ عرض کی کہ میں نے جناب کی برکت سے اس قدر ترقی کر لی ہے کہ اگر اس گھاس کو کہہ دوں کہ سونا بن جا۔ تو سونا بن جائے۔ چنانچہ یہ کہا تو گھاس سونا بن گئی۔ شیخ صاحب یہ دیکھ کر ناراض ہوگئے۔ اور واپس چلے آئے۔ جب دوسری مرتبہ آپ کو دیکھنے گئے۔ تو شام کا وقت تھا۔ آپ نے چراغ کی طرف رجوع کرکے فرمایا۔ کہ بحکم الٰہی سے روشن ہوجا۔ اسی وقت روشن ہوگیا۔ شیخ صاحب برداشت نہ کر سکے۔ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا کہ اے علی! ہم نے تجھے دعا بھی دی۔ اور شکم بھی۔ شیخ علی وہاں سے اٹھ کر گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرنے لگے۔ کھانے کھاتے اور دعائیں دیتے پھرتے تھے۔ لیکن پیٹ نہ بھرتا تھا۔ مدت بعد جب تنگ آگئے۔ تو ارادہ کرلیا۔ کہ شیخ جلال الدین تبریزی کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کروں۔ شاید وہ دعا کریں۔ تو خلاصی ہو۔ روانہ ہوئے اور لکھنوتی میں جاکر حاضر خدمت ہوئے۔ اور آداب بجالائے شیخ صاحب بشاشت سے پیش آئے۔ اور فرمایا۔ اچھے موقعہ پر آیا ہے بعدازاں کھانا حاضر تھا۔ آپ کے سامنے رکھا۔ آپ سارا کھا گئے۔ اور پھر عرض کی کہ میرے حق میں آپ دعا فرمائیں۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کی برکت سے مجھے بخش دے۔ فرمایا۔ جب تک مجھے اپنے بھائی بہاؤالدین ذکریا کی اجازت نہ ہو۔ میں دعا نہیں کرسکتا۔ علی کھوکھری کو یہ بات دشوار معلوم ہوئی۔ کہ اتنے دور دراز فاصلے پر کون جائے۔ بعدازاں شیخ جلال الدین نے ایک خط لکھا۔ کہ شیخ علی کھوکھری آپ کا ردکیا ہوا ہے۔ اور ہمارے پاس آگیا ہے۔ اگر اجازت ہو۔ تو اس کے حق میں دعا کروں۔ اتنا لکھ کر مصلے کے نیچے رکھا۔ اور دو رکعت نماز ادا کی۔ مکتوب کی

بہشت پر لکھا تھا کہ ہم اجازت دیتے ہیں۔ آپ دعا کریں۔ تاکہ وہ آپ کی دعا سے بخشا جائے۔ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے شیخ علی کھوکھری کو پھر ویسا ہی کر دیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

سوموار کے روز ستائیسویں ماہ جمادی الاول سنہ مذکور

کو پائے بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ چند درویش اوپر کے طاق سے آتے ہوتے تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ہنیت المریدین میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق لکھا ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس امت کی فضیلت کے بارے میں کچھ فرمائیں۔ نیز یہ کہ قیامت کو آپ کی امت کے کتنے گروہ ہوں گے؟ تو فرمایا کہ میری امت کو دوسری امتوں پر وہی فضیلت ہے۔ جو مجھے دوسرے پیغمبروں پر حاصل ہے اور قیامت کے دن میری امت چار گروہ ہوں گے۔ پہلا گروہ کی شفاعت ایسی ہی ہوگی۔ جیسے پیغمبروں کی۔ وہ علماء اور مشائخ ہوں گے۔ دوسرا گروہ بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا۔ اس میں شہید شامل ہوں گے تیسرے گروہ پر اللہ تعالیٰ حساب آسان کر کے بہشت میں بھیج دے گا۔ یہ متقی لوگ ہوں گے۔ چوتھا گروہ وہ ہوگا جن کی سفارش میں کروں گا۔ اور وہ لوگ گنہگار ہوں گے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ کہ بہت سے یہودی آئے۔ اور کہا۔ یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم آپ سے چند ایک باتیں پوچھیں گے۔ کیونکہ ہم نے توریت میں لکھا دیکھا ہے کہ جو مرتبہ آپ کو عطا کیا گیا ہے۔ وہ کسی پیغمبر مرسل یا فرشتہ مقرب کو عطا نہیں ہوا۔ فرمایا۔ پوچھو! عرض کی کہ جناب کی امت پر پانچ نمازیں کیوں فرض کی گئی ہیں؟ فرمایا کہ ظہر کی نماز اس واسطے فرض کی گئی ہے کہ اس وقت کوئی چیز یاد الٰہی سے غافل نہیں ہوتی۔ اس وقت میری امت کو یہ نماز ادا کرنے کا حکم ہوا۔ جب آدم علیہ السلام

پیدا ہوئے۔ اور بہشت میں گیہوں کا دانہ کھایا۔ اور بہشت سے نکالے گئے۔ اور پھر آپ کی توبہ کی قبولیت کا وقت عصر بنزدیک شام تھا۔ اس وقت شکرانے کے طور پر تین رکعت نماز ادا کی۔ اور عشاء کے وقت ہر ایک پیغمبر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا آیا ہے۔ صبح کے وقت کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے معبدوں کی پرستش کرتے آتے ہیں۔ اور سجدہ کرتے ہیں۔ اس وقت میری امت کو صبح کی نماز ادا کرنے کا حکم ہوا ہے۔ عرض کی۔ بالکل بجا ہے۔ پھر عرض کی کہ ان لوگوں کو ثواب کیا ملے گا؟ جو نمازیں ادا کریں گے۔ فرمایا۔ جو ظہر کی نماز ادا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ اس پر حرام کر دے گا کیونکہ اس وقت دوزخ کو تپانا شروع کرتے ہیں۔ جو عصر کی نماز ادا کرے گا وہ تمام گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا کہ گویا ابھی ماں کے شکم سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ آدم علیہ السلام اس وقت مغفور ہوئے تھے۔ اور شام کے وقت ان کی توبہ قبول ہوئی تھی پس جو شام کی نماز ادا کرے اللہ تعالیٰ سے جو مراد چاہے۔ مل جاتی ہے۔ عشاء کے وقت جو مومن جتنے قدم اٹھائے مسجد میں جاتا ہے۔ ہر قدم کے بدلے اسے نور عطا ہوتا ہے۔ جس نور کے سبب وہ پلصراط اور قبر کی تاریکی اور خوف قیامت سے ایمن ہو جاتا ہے۔ جو شخص صبح کی چالیس نمازیں با جماعت ادا کرتا ہے۔ وہ عذاب دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ عرض کی۔ بالکل بجا فرمایا ہے پھر عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے توریت میں لکھا دیکھا ہے کہ آپ کی امت پر تیس روزے فرض کیے گئے ہیں؟ فرمایا۔ یہ ٹھیک ہے۔ یہ اس طرح پر ہوا ہے۔ کہ جب مہتر آدم علیہ السلام نے بہشت میں گیہوں کا دانہ کھایا۔ وہ تیس روز تک آپ کے شکم میں رہا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیس روزے آپ پر فرض کیے۔ اور اپنے فضل و کرم سے گیہوں کا کھانا حلال کیا۔ عرض کی۔ بجا ہے۔

پھر پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان تیس روزوں کا ثواب کیا ہے؟ فرمایا جو تیس روزے رکھتا ہے۔ اول جتنا حرام گوشت اس کے بدن پر ہوتا ہے۔ سب کم ہو جاتا ہے۔ دوسرے اسے اپنی رحمت کے نزدیک کرتا ہے۔ تیسرے اسے ایسا نور عطا فرماتا ہے۔ جس سے وہ قیامت کے دن پلصراط سے بجلی کی طرح گزر

جائے گا چوتھے بغیر حساب اور بغیر عذاب دوزخ میں جائے گا۔ پانچواں۔ اسے
حوریں ملیں گی چھٹے۔ اس قدر ثواب ملے گا جس کا اندازہ وہم و قیاس سے نہیں ہو سکتا
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب
یعنی روزہ داروں کو اس قدر ثواب دوں گا جس کا حساب نہیں ہو سکے گا۔

پھر پوچھا۔ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جناب کو دوسرے پیغمبروں پر کونسی
بزرگی حاصل ہے یہ فرمایا کہ ہر ایک پیغمبر اپنے لئے التجا کرتا آیا ہے۔ لیکن میں اپنے
لئے کچھ نہیں چاہتا۔ صرف قیامت کے دن اپنی اُمّت کی شفاعت چاہتا ہوں۔ عرض
کی سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ برحق ہے۔ اور آپ اس کے رسول برحق ہیں۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے آثار تابعین میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ
مرتبہ موسیٰ علیہ السلام توریت پڑھ رہے تھے۔ تو وہاں پر سو مرتبہ محمدؐ لکھا دیکھا۔ پوچھا
یا الٰہی! یہ کون محمدؐ ہے حکم ہوا۔ کہ اے موسیٰ! وہ میرا دوست ہے ساتوں آسمان
اور ساتوں زمینیں پیدا کرنے سے ہزار سال پہلے ان کا نام عرش پر لکھا تھا پس اے
موسیٰ! اسی کی دوستی میں زندگی بسر کر اور اسی کی دوستی میں مرتا کہ قیامت کے دن
میں اسی کے ہمراہ تیرا حشر کروں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے پروردگار!
جب کہ محمدؐ تیرا سب سے پیارا دوست ہے۔ تو کیا اس کی اُمّت میری اُمّت سے افضل
ہے۔ فرمایا۔ اے موسیٰ! اُمّت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی اُمّتوں پر ایسی ہی فضیلت
حاصل ہے۔ جیسی مجھے بندوں پر۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ تمام اہل بہشت کی ایک
سو بیس صفیں ہوں گی۔ جن میں ستر صفیں اُمّت محمدی کی ہوں گی۔ اور باقی دوسرے
پیغمبروں کی۔

بعد ازاں فرمایا کہ اخبار میں آیا ہے کہ مہتر موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جناب
باری سے عرض کی کہ میں توریت میں دیکھتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ محمدؐ سفارش
بھی کریں گے۔ اور جسے چاہیں گے۔ تجھ سے بخشوا لیں گے خواہ وہ دوزخ کے

لائق ہی کیوں نہ ہو۔ ان لوگوں کو تو میری اُمت بنا۔ فرمایا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے ہوں گے۔ پھر عرض کی کہ حدیث میں تو ایسی اُمت کا حال دیکھتا ہوں۔ جو سارا دن گناہ کریگی۔ اور دن رات میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرے گی۔ تو اس کے سارے گناہ ایک نماز سے دوسری نماز تک بخشے جائیں گے۔ ایسے لوگوں کو میری اُمت بنا حکم ہوا کہ وہ اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہوں گے۔

پھر عرض کی کہ توریت میں ایسی اُمت کا حال بھی دیکھتا ہوں کہ جو قربانی کریں گے خود بھی کھائیں گے۔ اور اوروں کو بھی کھلائیں گے۔ انہیں اس قدر ثواب ملے گا کہ جس کا حساب نہیں ہو سکتا۔ ان کو میری اُمت بنا۔ حکم ہوا کہ وہ اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔

پھر عرض کی کہ توریت میں لکھا دیکھا ہے کہ جب انہیں کوئی غسل کی ضرورت درپیش ہوگی۔ تو پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی سے تیمم کرلیں گے انہیں میری اُمت بنا۔ حکم ہوا کہ وہ اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہیں۔

پھر عرض کی کہ توریت میں دیکھتا ہوں کہ وہ امر نہی و منکر بجا لائیں گے۔ انہیں میری اُمت بنا۔ حکم ہوا کہ وہ اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوں گے۔

پھر عرض کی کہ تو انہیں کتاب دے گا جسے وہ ہمیشہ پڑھیں گے۔ انہیں میری اُمت بنا۔ فرمایا۔ وہ اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوں گے۔

پھر عرض کی۔ بار خدایا! توریت میں دیکھتا ہوں کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے۔ جو روزے رکھیں گے۔ اور ایک روزے کا ثواب انہیں ایک سو سال کے روزوں کے برابر ملے گا۔ انہیں میری اُمت بنا۔ فرمایا۔ اے موسیٰ! وہ اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونگے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے آرزو کی کہ کاش! میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے ہوتا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

جمعرات کے روز بیسویں ماہ رجب سنہ مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ماہ معظم رجب کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اس مہینے میں جو شخص ایک نیکی کرے۔ اسے ہزار نیکی کا ثواب ملتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جس قسم کی عبادت کی جائے۔ اس کا عوض ویسی ہی ہزار سالہ عبادت کا ثواب ملے گا۔

پھر فرمایا کہ ستائیسویں ماہ رجب کو چار رکعت نماز اس طرح ادا کی جاتی ہے کہ ہر رکعت میں جو رکعت یلو سو۔ پڑھیں۔ جو شخص یہ نماز ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے اوراد میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ جو شخص ماہ رجب میں ہر رات سو مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اُسے معہ اس کے اقرباء قیامت کے دن بغیر حساب بہشت میں داخل کرے گا

بعد ازاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ہر ایک پیغمبر کو خاص خاص معجزے عطا ہوتے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح کے معجزے دیئے گئے۔ جو باقی پیغمبروں کو حاصل نہ تھے۔

پھر فرمایا کہ آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سر مبارک اس قسم کا تھا کہ جس شخص کے ساتھ آپ کھڑے ہوتے۔ خواہ وہ دراز قد کا ہی ہوتا۔ آپ اس سے بالشت بھر اونچے دکھائی دیتے اور جہاں کہیں تشریف لے جاتے۔ بادل کا سایہ سر مبارک پر ہوتا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ الاسلام فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز بیٹھے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان ہو رہی تھی تو فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک اس قسم کی تھی کہ جس طرح جناب کو آگے کی چیزیں دکھائی دیتیں اسی طرح پیچھے کی چیزیں بھی دکھائی دیتی تھیں۔

پھر فرمایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یاروں کو فرمایا کہ اے یارو! صفیں سیدھی کرو جس طرح میں آگے کی طرف دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے کی چیزیں بھی دکھائی دیتی ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردے

میں بیٹھے ہوتے۔ تو پردے کے اندر باہر کی سب چیزیں آپ کو دکھائی دیتیں چنانچہ اخبار تابعین میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا۔ تو اسے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ دیکھو۔ جب آپ نے دیکھا۔ تو عرض کی۔ یا رسول اللہ یہ خوبصورت نہیں۔ فرمایا۔ تم کیسے کہتی ہو؟ کہ خوبصورت نہیں؟ جب تم نے اس کے بائیں رخسار پر خال دیکھا۔ تو کیا تمہارے رونگٹے نہیں کھڑے ہوتے تھے۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جو بیداری کی حالت میں سنتے۔ وہی خواب میں سنتے۔ چنانچہ ایک روز ایک یہودی نے آ کر عرض کی۔ کہ میں ایک سوال پوچھوں گا۔ اگر آپ جواب دیں گے۔ تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ فرمایا۔ پوچھو! عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پیغمبری کی کیا علامت ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جب پیغمبروں کی آنکھ سو جاتی ہے۔ اس وقت جو کچھ اور لوگ کہیں۔ وہ سن لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا دل اس وقت بیداری کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس نے آزمایا۔ تو ٹھیک ویسا ہی پایا۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک روز حسین نامی اصحابی کو آپ نے بت کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ ایمان لاؤ! اس نے کہا۔ میں ایمان نہیں لاتا۔ فرمایا کہ اگر تیرا بت مجھ سے باتیں کرے۔ تو پھر تو مجھے پیغمبر مانو گے؟ کہا۔ اے محمد! پچاس سال سے اس بت کی پرستش کرتا ہوں۔ مجھ سے تو کسی وقت نہ بولا۔ ہاں! اگر آپ سے گفتگو کرے۔ تو بے شک میں ایمان لاؤں گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ اے بت! میں کون ہوں؟ عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔ اسی وقت حسین مسلمان ہوا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک روز ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے پسینہ پونچھ کر شیشہ میں ڈال کر حفاظت سے رکھ دیا۔ ایک روز ایک لڑکی کی شادی تھی جب اسے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائے۔ تو آپ نے تھوڑا سا پسینہ مبارک اس لڑکی کے بدن پر لگایا جب تک وہ لڑکی زندہ رہی خوشبو اس کے بدن سے نہ گئی۔ اور یہ جب اس سے لڑکی پیدا ہوئی۔ تو اس لڑکی میں بھی وہی خوشبو تھی حتیٰ کہ اس کی ساری اولاد میں یہ

خوشبو قائم تھی۔ اس لئے اس خاندان کا نام عطار پڑ گیا

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھا عصر کا وقت تھا۔ اور پانی کہیں نہیں ملتا تھا۔ آخر بڑی تلاش کے بعد صرف اس قدر پانی لائے کہ جس سے آنحضرت ہی طہارت فرما سکتے۔ تب جناب نے اس برتن میں دست مبارک ڈالا۔ اور فرمایا کہ اس میں سے پانی لے کر طہارت کرتے جاؤ۔ جب آخری آدمی نے اس میں ہاتھ ڈالا۔ تو برتن میں اتنا ہی پانی موجود تھا۔ انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت مبارک سے پانی بہتے ہوئے دیکھا۔ وہ دست مبارک ابن خطب کے سر مبارک پر ملا اور دعا کی۔ تو اس نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ جب فوت ہوا تو اس کے سر کے صرف چند ایک بال سفید تھے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ محمد شاہ نام شخص نے شیخ بہاؤ الدین ذکریا قدس اللہ سرہ العزیز کی بابت بیان کیا کہ آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ جابر عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آکر زمین پر سر رکھ دیا۔ اور عرض کی کہ میں نے ایک کنواں کھودا ہے جس کا پانی سخت کھاری ہے۔ اور ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ فرمایا۔ تھال میں تھوڑا پانی لاؤ! جناب نے پائے مبارک اس میں دھوئے۔ اور فرمایا کہ اس پانی کو اس کنوئیں میں ڈال دو۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ پانی کنوئیں میں ڈالا گیا۔ تو کھاری پن جاتا رہا۔ اور نہایت میٹھا پانی ہو گیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اکٹھا کر کے انہیں صدقہ دینے کی ترغیب دے رہے تھے۔ اتفاقاً ایک بدو ہاتھ میں اونٹ کی مہار پکڑے مسجد میں آیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! میں اسے للہ صدقہ کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اس کی قیمت کا تخمینہ کرو۔ تاکہ میں اس کی قیمت دے دوں۔ آپ نے تخمینہ کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ خرید لیا جب آپ غزوا کے لئے جاتے۔ تو اس پر سوار ہوتے۔ ایک مرتبہ

غزا سے واپس آکر اونٹ کو دروازے پر باندھ دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو اونٹ نے کہا۔ السلام علیک۔ یا زین قیامت! آنحضرت نے سنا۔ تو فرمایا علیک السلام!
اونٹ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں ایک مسافر کا اونٹ تھا۔ ایک دفعہ رات کو میں اس کے گھر سے بھاگ آیا۔ جنگل میں چر رہا تھا۔ بھیڑیئے میرے کھانے کو آئے۔ دیر بعد آپس میں کہنے لگے کہ لاؤ۔ اس کا فیصلہ کریں۔ بعض نے کہا کہ اسے نہ ستاؤ۔ یہ زین قیامت کی سواری ہے۔ جو بہترین خلائق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس اونٹ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میری دو آرزوئیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ عرض کریں کہ میں بہشت میں آپ کی سواری ہوں۔ اور دوسری یہ کہ اگر آپ کے بعد میں زندہ رہوں۔ تو مجھ پر سوار کوئی نہ ہو۔ جناب نے اس کی دونوں آرزوئیں قبول فرمائیں دعا بھی کی اور وصیت بھی فرمائی۔ جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ئے فانی سے انتقال فرمایا تو میں اس اونٹ کی پرورش کرتی رہی۔ ایک روز جب اسے چارہ دینے کے لئے باہر نکلی۔ تو اونٹ نے آواز دی۔ یا بنت رسول! السلام علیک۔ آپ نے جواب دیا۔ علیک السلام پھر اونٹ نے عرض کی جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے۔ چارہ میرے حلق سے نہیں اترتا۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ میں بھی دنیا سے سفر کروں۔ اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام دینا چاہتی ہیں۔ تو فرمائیں۔ حضرت جنابہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اس کا سر بغل میں لے کر رونا شروع کر دیا۔ اتنے میں اونٹ نے جان دے دی۔ آپ نے اونٹ کے لئے جگہ کھدوائی۔ اور کپڑے میں لپیٹ کر دفن کروا دیا۔ سات روز بعد جب کھود کر دیکھا تو نہ اونٹ تھا اور نہ کپڑا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ اور گرد اگرد اصحاب حلقہ کئے تھے کہ اتنے میں ایک بھیڑیا ہلاتا ہوا آیا۔ جناب نے دیکھ کر فرمایا کہ اسے راہ دو۔ یہ درندوں کا قاصد ہے۔ اور میرے پاس آیا ہے اسے راہ دی۔ تو آ کر سلام کیا۔ اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! درندے اس وادی میں جمع ہوئے ہیں۔ اور مجھے بطور قاصد جناب کی خدمت میں بھیجا ہے۔ تاکہ آپ اپنی امت کو فرمائیں کہ ڈھور

ڈانگر جو کام سے رہ چکے ہیں۔ وہ ہمیں دے۔ تاکہ ہم ان کے مُردے تازے چوپایوں کو نہ کھائیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری خوراک ہی گوشت بنایا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم اتنا بھی نہ کرتے جناب نے یاروں کو فرمایا یاروں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر صدقات واجب کئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہم کچھ نہیں دے سکتے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑیئے کو فرمایا کہ سن لیا۔ پھر عرض کی۔ یا رسول اللہ! ایک اور پیغام ہے۔ کہ اگر ہمیں کچھ نہ دیں۔ تو ہمارے حق میں بددعا نہ کریں۔ فرمایا۔ میں بددعا نہیں دینی چاہتا۔ یہ سن کر بھیڑیا واپس پھرا۔ اور اپنے منہ چاٹ چاٹ کر کہتا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بددعا سے تو بچا لیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جس روز خواجہ ابراہیم قدس اللہ سرہ العزیز نے توبہ کی اس روز تخت پر بیٹھے تھے اور قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے۔ ایک آدمی کو دیکھا کہ محل پر کسی چیز کی تلاش کر رہا ہے۔ پوچھا۔ تم کون ہو۔ اور کیا ڈھونڈتے ہو؟ کہا میرا اونٹ کھو گیا ہے۔ میں اسے ڈھونڈتا ہوں۔ فرمایا۔ اونٹ کا محل پر کیا کام؟ کہا یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ تخت پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈتے ہیں؟ جب دن کو شکار پہ گئے اور گھوڑا ادھر اُدھر دوڑایا۔ تو غیب سے آواز آئی۔ کہ اے ابراہیمؑ! تو اس سے پہلے بیدار ہو جا۔ کہ تجھے بذریعہ موت جگایا جائے۔ یہ سن کر جب ہرن نمودار کیا گیا۔ بلکہ اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا گیا۔ اس نے مڑ کر کہا۔ کہ اے ابراہیمؑ! تجھے شکار اور کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے جب ہرن سے یہ بات سنی۔ تو اسی وقت گھوڑے سے اُتر پڑے۔ اور بادشاہی لباس اُتار کر پاس کھڑے گڈریئے کو پہنایا۔ اور اس کے اونی کپڑے آپ پہن کر حج کی راہ لی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

شاہ ابراہیم در یک جرعہ شد مست آنچناں لابدی سر برکشیدہ گرچہ اطلس پوش بود

بعد ازاں فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ راحت الارواح میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ابوسفیان رحمۃ اللہ علیہ سے سنا

سو فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں قیصر روم کے پاس گیا جب وہاں سے آیا۔ تو جس گھوڑے پر میں سوار تھا۔ وہ فصیح زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتا تھا۔ مجھے تعجب ہوا۔ تو گھوڑے نے سر اٹھا کر کہا۔ کیا اب اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا۔ اور تجھے روزی دیتا ہے۔ اور پھر تو کلمہ نہیں جانتا۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہیں پڑھتا۔ میں نے پوچھا۔ یہ رسول کون ہے؟ اور محمد کون ہے۔ کہا۔ محمد عربی ہاشمی اور مکی ہے میں نے پوچھا۔ تجھے یہ کیسے معلوم ہے۔ کہا۔ اس اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کیا ہے جس کے سوا اٹھارہ ہزار عالم میں کوئی معبود نہیں۔ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا رسول برحق ہے۔ یہ سن کر ابوسفیان مسلمان ہو گئے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جوامع الحکایات میں میں نے یہ حکایت لکھی دیکھی ہے کہ ایک روز سید المرسلین خواجہ قاب قوسین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ اور یار گرداگرد بیٹھے تھے۔ کہ اتنے میں ایک بدو دوڑتا ہوا آیا۔ اور کہا کہ اے محمدؐ! مجھے لات و عزیٰ کی قسم! آسمان اور زمین میں تجھ جیسا میرا کوئی دشمن نہیں۔ کیونکہ تو محمد ہے۔ میں اس وقت تک تجھ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک سوسمار (گوہ) جو میرے پاس ہے۔ تجھ پر ایمان نہ لائے۔ یہ کہہ کر آستین سے سوسمار نکالی۔ اور کہا۔ اسے پکڑ کر تیرے پاس لایا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے جواب دیا لبیک یا آرائش قیامت و زیب قیامت شرف قیامت۔ فرمایا۔ تو کس کی پرستش کرتی ہے۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں اس معبود کی پرستش کرتی ہوں جس کے سوا زمین اور آسمان میں کوئی معبود نہیں۔ پھر فرمایا۔ میں کون ہوں؟ عرض کی۔ آپ محمد رسول خدا ہیں۔ اور جو آپ پر ایمان لائے گا۔ آپ کو اچھا جانے گا۔ وہ دیندار ہے۔ اور جو آپ کو جھوٹا خیال کرے گا۔ وہ نامنجار ہے ہلاک اور مردود ہو جائے گا۔ بدو نے یہ دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ اور ہنس کر کہا کہ مجھے آسمان و زمین کے خدا کی قسم! جب میں پہلے جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو جناب سے بڑھ کر روئے زمین میں میرا کوئی دشمن نہ تھا۔ لیکن اب روئے زمین میں آپ سے بڑھ کر میرا کوئی دوست

نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اور آپ اس کے رسولِ برحق ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔ اور جناب کی پشت مبارک کی طرف کھجور کا سوکھا ہوا درخت تھا۔ آپؐ اس سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ اور لوگوں کو علم دین کے بارے میں کچھ فرما رہے تھے۔ یاروں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے یارو! اب میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اور کمزور ہو گیا ہوں۔ اب میں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ میرے واسطے کوئی جگہ بنا دو۔ تاکہ میں تمہیں بیٹھ کر دیکھ سکوں اور باتیں کر سکوں۔ جناب کی خاطر یاروں نے تین پایوں کا منبر بنایا۔ اور تیار کر کے مسجد میں رکھ دیا۔ آپ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ اور رو رو کے اس لکڑی سے رونے کی ایسی آواز آئی جیسے اونٹ اپنے بچے کے لئے واویلا کرتا ہے۔ جسے سب یاروں نے سنا جس سے دل کباب ہو گئے۔ اور وہ اسی طرح روتا رہا۔ آخر جب آنجنابؐ منبر سے اُترے تو اس لکڑی کو بغل میں لیا تب اس کا رونا تھما۔ آنجنابؐ نے پوچھا۔ اے لکڑی! اب میں بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں۔ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اب تو اپنی آرزو ظاہر کر تاکہ میں تیرے حق میں دعا کروں۔ اور قیامت تک ہری بھری رہے۔ اور لوگ تیرا میوہ کھائیں۔ اگر تو چاہتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بہشت میں تجھے درخت بنا دے۔ تو بھی بتا۔ اس نے عرض کی کہ میں دنیا میں درخت نہیں بننا چاہتا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے دوست میرا پھل کھائیں۔ پھر آنجنابؐ نے منبر پر کھڑے ہو کر اس کے حق میں دعا فرمائی۔ اور فرمایا۔ اے یارو! دیکھو۔ اس درخت کو نہ عذاب ہے نہ ثواب پھر دنیا سے بھاگتا ہے۔ اس لئے تمہیں بدرجہ اولیٰ مناسب ہے کہ اس جہان کو اس جہان پر ترجیح دو۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے لکھنے لگوں۔ تو ایک سو بیس سال تک بھی ایک صفت نہیں لکھی جا سکتی۔ اس لئے اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اور تمام مسلمانوں کو آنجنابؐ کے علم کے زیر سایہ رکھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

ہفتے کے روز دسویں ماہ **شعبان** کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نیکی اور بدی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اور مولانا محمود کھاہی، مولانا علاؤالدین اندیتی، شیخ یوسف چندیری والی۔ مولانا برہان الدین اور شیخ عثمان سیوستانی حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ نیکی اور بدی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قسمت میں لکھی ہوتی ہیں لیکن نیکی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف لگا دیا ہے۔ اور بدی میں اس کی رضا نہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ جب اس سے بدی ظہور میں آئے۔ تو اسے اپنا فعل سمجھے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں لیکن قسمت میں ایسا ہی لکھا ہے۔

بعدازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ تحفۃ الاخبار میں آیا ہے کہ عزیر پیغمبر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ اے بارِ خدایا جب کہ تو نے بندوں کی قسمت میں نیکی بدی لکھ دی ہے۔ تو بندے کس طرح تقدیر سے پھر سکتے ہیں۔ اور جب وہ گناہ کرتے ہیں۔ تو پھر تو انہیں عذاب کیوں دیتا ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ فوراً ان پر وحی نازل ہوئی۔ اور کہا گیا کہ اے عزیر! اگر پھر تو مجھ سے یہ مسئلہ پوچھے گا۔ تو تیرا نام پیغمبروں کے دفتر سے کاٹ دیا جائے گا کیونکہ میں بادشاہ ہوں۔ اپنی سلطنت میں جس طرح چاہوں۔ کروں۔ کوئی مجھ سے پوچھ نہیں سکتا۔ اور نہ میری سلطنت میں چون وچرا جائز ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی کمینے نے خواجہ ابوسعید ابوالخیر کی گردن پر مکا مارا۔ آپ نے مڑ کر دیکھا۔ تو اس نے کہا۔ مڑ کر کیا دیکھتے ہو۔ کیا آپ نے ہی کہا تھا کہ نیکی اور بدی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ فرمایا۔ ٹھیک۔ ایسا ہی ہے۔ لیکن دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ کس بدبخت کو اس کام کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اور کس نامزد کو لایا گیا ہے۔

[illegible] فرمایا کہ ایک مرتبہ قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ابدالوں کے ہمراہ عالم سیر میں تھے۔ سمندر کنارے پہنچ کر تمام لشکر میں کھڑے تھے۔ کہ اتنے میں سوداگروں سے اسباب سے بھرا ہوا جہاز ڈوبنے لگا۔ قاضی صاحب کے دل میں خیال آگیا۔ آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کی۔ یا الٰہی! اسے بچا لے۔ چنانچہ جہاز بچ گیا۔ ابدالوں نے جب سنا۔ تو قاضی صاحب کو فرمایا کہ آپ ہمارے ہمراہ رہنے کے قابل نہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے

سے کچھ واسطہ نہیں۔ آپ نے تقدیر کے برخلاف کام کیا ہے۔ پس۔ جو ہمارے برخلاف ہو۔ وہ ہماری صحبت کے لائق نہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ قاضی صاحب نے صرف اتنی بات ان کی رضا کے بغیر کی۔ تو بیس سال ان کی صحبت سے دور رہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلم یاروں کو فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب میں تقدیر کے معاملے میں گفتگو کر رہا ہوں۔ تو دور جا کر کھڑے رہا کرو۔ اور مجھ سے کوئی سوال نہ کیا کرو۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی زبان سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ مغلوں نے نیشاپور پر حملہ کیا۔ تو اس شہر کے خلیفہ نے کسی کو خواجہ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ کہ دعا کریں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اب دعا کا وقت گزر چکا ہے۔ اب تقدیر الٰہی پر شاکر رہ کر بلائے الٰہی کے لئے مستعد ہو۔

بعد ازاں درویشوں کی دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ درویشوں کے پاس آگ بھی ہے۔ اور پانی بھی (یعنی رحم بھی اور قہر بھی)۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ مصر میں کوئی گودڑی پوش درویش آیا۔ تین دن تک اس شہر میں بھیک مانگتا رہا۔ لیکن کچھ نہ ملا۔ آخر تین دن کے بعد دریائے نیل کے کنارے جا بیٹھا۔ ایک مچھلی دریا کے کنارے پر جا پڑی۔ اسے پکڑ کر شہر میں لایا جس سے آگ مانگتا کوئی نہیں دیتا تھا۔ شہر کے بیچ میں کھڑے ہو کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ کہ اے پروردگار! اگر تین دن کے بعد مچھلی دی ہے۔ تو آگ بھی دے۔ اتنا کہنا ہی تھا کہ شہر کے کنارے پر آگ لگ گئی۔ شور مچ گیا۔ ساری خلقت شہر سے نکل گئی۔ خلیفہ شہر بھی باہر نکل گیا۔ تین دن تک آگ بھڑکتی رہی۔ خلیفہ نے اولیائے طریقت خواجہ ذوالنون مصری کی خدمت میں آدمی روانہ کئے کہ خلقت عاجز آگئی ہے۔ دعا کریں کہ یہ آگ بجھ جائے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم نے دعا کی ہے۔ یہ دنیا کی آگ نہیں۔ یہ کسی درویش کے دل

سے نکلی ہوئی ہے۔ اسے ڈھونڈو! شاید اس کی دعا سے بجھ جائے جب شہر میں تلاش کی۔ تو آگ کے اندر درویش کو کھڑے ہوئے اور مچھلی بھونتے ہوئے دیکھا جب یہ خبر خلیفہ نے سنی۔ تو خواجہ ذوالنون کو ہمراہ لے کر پہنچا۔ اور عرض کی۔ کہ اے درویش! مسلمان اور ان کے گھر جلے جا رہے ہیں۔ برائے خدا۔ دعا کریں۔ درویش نے خواجہ صاحب کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ صاحب تین دن سے اس شہر میں ہوں مچھلی کے لئے آگ مانگی تھی کسی نے نہ دی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ پھر شہر میں آگ کیسے نہ جلے۔ الغرض اس درویش نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ یا الٰہی! میری مچھلی بھن گئی ہے۔ تو اپنی آگ لے لے۔ اسی وقت آگ بجھ گئی۔ گویا کبھی لگی ہی نہ تھی۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی شہر میں جمعہ کی رات ستر مرتبہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ دن نکلنے سے پہلے اس شہر کو اکھیڑ کر پھینک دو۔ فرشتے جب آمادہ ہوئے کہ اس میں آگ لگائیں۔ تو قضا کار اسی شہر سے ستر اذانوں کی آواز آئی۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً فرمایا کہ ایسا نہ کرنا۔ شہر کو تباہ نہ کرنا۔ عرض کی۔ کیوں؟ کہا۔ میں نے ستر اذانوں کی آواز سنی ہے۔ اور ستر زناکاروں کے عوض معاف کر دیا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

پھر ارزوئے نفس کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے اولیاء اور دوستوں نے کئی کئی سال نفس کی آرزو کو پورا نہیں کیا۔ اور اسے بری طرح مارا ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ سری سقطی قدس اللہ سرہ العزیز کو پانچ سال تک کوزے میں سرد پانی پینے کی خواہش رہی لیکن نہ پیا۔ ہر روز نفس کو ہی وعدہ دیتے رہے کہ دیکھو! آج کل پی ہی لوں گا۔ پانچ سال بعد ایک روز مصلے پر بیٹھے۔ زبان سے یہ الفاظ نکل گئے لڑکی نے سن کر پانی لا دیا۔ اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے۔ نیند نے غلبہ کیا۔ تو سجدہ ہی میں سو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان سے ایک حور بہشتی زیوروں سے آراستہ آپ کے گھر میں آئی ہے۔ اور خواجہ صاحب کے نزدیک آ کر کھڑی ہو گئی ہے۔ پوچھا۔ اے عورت زیبا! تو کون ہے؟ کہا۔ میں حور ہوں۔ اور بہشت سے آئی ہوں! پوچھا۔ تو کس کی ملکیت ہے؟ کہا۔ اب تک تو

آپ کی ملکیت تھی۔ لیکن اب اور کی ہوا چاہتی ہوں۔ اور کہا۔ جو تیرے کوزے میں سرد پانی پیتے میں اس کی نہیں رہتی۔ یہ سن کر کوزہ توڑ ڈالا۔ اور پانی گرا دیا۔ جب خواجہ صاحب بیدار ہوتے تو کیا دیکھتے ہیں کہ فی الواقع کوزہ ٹوٹا ہوا ہے۔ اور پانی گرا ہوا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ یہ ان لوگوں کا حال ہے۔ جو تیرے کوزے اور سرد پانی کی خواہش کرتے تھے۔ ان لوگوں کی کیا حالت ہو گی۔ جو سر بسر دنیاوی لذتوں کے درپے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو آخری نعمت سے کچھ حصہ حاصل نہیں۔ اور نہ ہو گا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ جامع الحکایات میں لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ ابوتراب بخشی زاہد قدس اللہ سرہ العزیز بارہ سال تک سفید روٹی اور مرغی کے انڈے کی آرزو کرتے رہے اور نفس کو وعدہ دیتے رہے۔ ایک روز عصر کی نماز کے وقت وضو کرنے کے لئے باہر نکلے۔ تو ایک لڑکے نے اُٹھ کر آپ کا دامن پکڑ لیا۔ اور شور مچایا کہ یہی چور ہے جس نے کل میرا اسباب زبردستی لے لیا تھا۔ آج پھر آیا ہے کہ کچھ اور چرا لے جائے۔ لوگ جمع ہو گئے۔ اتنے میں لڑکے کے باپ نے آ کر آپ کی گردن پر مکا مارا۔ اور کہا کہ جو اسباب کل لے گئے تھے۔ لاؤ۔ اور گنتے رہے۔ ٹھیک ساٹھ مکے لگے۔ اتنے میں ایک آدمی نے آ کر آپ کو پہچانا۔ اور سر قدموں پر رکھ دیا۔ اور پھر لوگوں کو کہنے لگے کہ تم غلطی پر ہو۔ یہ چور نہیں۔ یہ تو خواجہ ابوتراب زاہد ہیں۔ لوگ معافی مانگنے لگے۔ تو فرمایا کہ جب تم مارتے تھے۔ ساتھ ہی میں معاف کرتے جاتا تھا۔ الغرض وہ شخص خواجہ صاحب کو گھر لے گیا۔ شام کے وقت جو کھانا آیا۔ تو وہ اتفاقاً نان سفید اور مرغی کا انڈا تھا۔ خواجہ صاحب نے جب ہاتھ بڑھایا۔ تو نان سفید اور مرغی کا انڈا دیکھ کر کھانے سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ اس شخص نے بہتیری منت سماجت کی۔ لیکن آپ نے ہرگز نہ کھایا۔ اور فرمایا کہ صاحب آج اس کھانے کا صرف خیال ہی میرے دل میں آیا تھا۔ جس کی وجہ سے میری یہ درگت ہوئی۔ اگر میں اسے کھا لوں۔ تو شاید کن کن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ بغیر کھائے اُٹھ کر چلے گئے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ خواجہ حبیب عجمی قدس اللہ

سرہ العزیز بیس سال تک بریانی کی خواہش کرتے رہے۔ اور نفس کی مراد پوری نہ ہوئی
ایک روز بازار سے گزر رہے تھے کہ بریانی فروخت ہوتی دیکھی۔ دو پیسوں کی خرید کر آستین میں
رکھ کر روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں لڑکے کھیل رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ
حبیب عجمی کا دوست ہوں۔ مجھے آج ساتواں فاقہ ہے۔ جب آپ نے یہ بات سنی۔ تو اسی وقت
بریانی آستین سے نکال اسے دے دی۔ اور خود چلے گئے۔ اور نفس کی بیس سالہ آرزو
پوری نہ ہوئی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری قدس
اللہ سرہ العزیز کو بارہ سال تک سکبا کی آرزو رہی۔ لیکن ہر بار نفس کو دو عیدوں پر ہی ٹالتے رہے
ایک دفعہ جب عید کے دن نماز پڑھ کر گھر آئے۔ اور ایک شخص چند روٹیاں اور سکبا لایا۔
خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اے نفس! تو آج خوش ہوگا کہ آج سکبا کھاؤں گا
مجھے اللہ تعالیٰ کے جلال کی قسم! تجھے نہیں دوں گا۔ یہ کہہ کر ان عزیزوں کو جو حاضر
خدمت تھے۔ کھلا دیا۔ اور خود نہ کھایا۔ اسی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں
دیکھا۔ جو منت کرتے ہیں۔ کہ سکبا کو میری خاطر (جو رسول خدا ہیں) کھا لے۔ مجھے حکم ہوا ہے
کہ جا کر ذوالنون مصری کو کہہ دو۔ کہ نفس کی مراد پوری کرے۔ کیونکہ میری رضا اسی میں ہے۔
جب خواجہ صاحب بیدار ہوئے۔ تو رو کر فرمایا کہ میں کیا کروں؟ اگر شفیع المذنبین سفارش
نہ فرماتے۔ تو ساری عمر ہی سکبا نہ کھاتا۔ لیکن کیا کروں۔ اب مجبور ہوں۔ اتنے میں ایک
اور شخص کچھ روٹیاں اور سکبا لایا۔ آپ نے تھوڑا سا کھایا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ خواجہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک میوہ
نہ کھایا۔ لوگوں نے کہا۔ اس زمین کے میوے کا کچھ مضائقہ نہیں۔ پھر آپ کیوں نہیں کھاتے؟
فرمایا۔ مسلمانو! اس کے دو سبب ہیں۔ ایک یہ کہ جس زمین میں یہ میوہ ہوتا ہے۔ وہ زمین لشکر کے قبضہ میں
ہے۔ دوسرے نفس سے میری عہد ہے کہ یہ میوہ تجھے نہیں دوں گا

ے الستم کی آش جو گیہوں ... گوشت اور گھی سے تیار کی جاتی ہے۔

پھر خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے سلوک الدنیا میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ خواجہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ بارہ سال تک میٹھے انار کی خواہش کرتے رہے۔ ایک روز آپ کے روبرو لایا گیا۔ کہ یہ آپ کی آرزو تھی۔ بارہ سال بعد آیا ہے استعمال کرلو تو بہتر ہوگا۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ جس روز میں زندہ تھا۔ اور زندگی کی کچھ امید تھی میں نے نہ کھایا۔ اب جبکہ چلنے کا وقت آ گیا ہے۔ میں ہرگز نہیں کھاؤں گا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ طریقت میں عارف وہی شخص ہے۔ جو آپ (خواجہ ابراہیم خواص) سا ہو۔ اور واقعی آدمی کی کمالیت بھی ایسی ہی ہونی چاہیے جیسی کہ خواجہ ابراہیم خواص کو حاصل تھی۔ کہ مرتے وقت بھی انار نہ کھایا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میں نے تحفۃ العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ مولانا علاؤالدین بدایونی قدس اللہ سرہ العزیز لکھتے ہیں کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز بیس سال تک سیب کی آرزو کرتے رہے۔ لیکن نفس کی یہ آرزو پوری نہ کی۔ چنانچہ ایک مرد نے جب کچھ سیب لاکر آپ کو دیئے۔ تو آپ نے ہاتھ میں لے کر مسکرا کر فرمایا۔ کہ اگر میں نفس کی یہ آرزو پوری کردوں۔ تو وہ مجھ پر غالب آجائے گا۔ پھر تو میں کچھ بھی نہ ہوا۔ اور جو شخص ایسا کرتا ہے۔ وہ اہل معنی کے نزدیک ہیچ ہے۔ اور اس کے عمل میں سستی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ کہہ کر حاضرین کو سیب دے دیئے اور خود نہ کھائے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز انگور کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز نفس نے تقاضا کیا کہ انگور ضرور لانے چاہئیں۔ خواجہ صاحب تفکر کی حالت میں تھے قسم کھائی کہ بقیۃ العمر انگور نہیں کھاؤں گا۔ اور اے نفس ابھی یہ تیری آرزو کبھی پوری نہیں کروں گا۔ مولانا بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ جو دن رات آپ کی صحبت میں رہتے۔ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ خواجہ نے باقی عمر میں کبھی انگور نہیں کھاتے تاکہ نفس غالب نہ آجائے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اتوار کے روز پانچویں ماہ شوال سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا نصیرالدین گیاہی، مولانا وجیہہ الدین پائلی، اور مولانا برہان الدین

غریب حاضر خدمت تھے۔ اہل تحیر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ اہل طریقت میں عارف وہ شخص ہے۔ جو ہر لحظہ عالم تفکر میں رہے۔ اور کسی آنے جانے والے یا خلق کی اسے خبر نہ ہو۔ اور عالم غیب سے ہر دم اس پر ایک خاص حالت طاری ہو۔

اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک روز شیخ الاسلام قطب الدین اوشی قدس اللہ سرہ العزیز بیٹھے تھے۔ گرداگرد درویش بیٹھے تھے۔ سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ شیخ صاحب پر حالت طاری ہوئی چنانچہ سات دن رات تک عالم تحیر میں رہے۔ کہ اپنے آپ کی مطلق خبر نہ تھی۔ نماز کے وقت نماز ادا کر کے عالم تحیر میں محو ہو جاتے۔

بعد ازاں ایک عزیز نے جو حاضر خدمت تھا۔ آداب بجا لا کر عرض کی۔ کہ میرے ایک یار نے جو واصل حق تھا۔ یہ حکایت بیان کی۔ کہ ایک دفعہ میں نے بدخشاں میں چند سیاحوں کو دیکھا۔ جو صاحب نعمت تھے۔ ایک مہینے تک وہ عالم تحیر میں رہے۔ اور آسمان کی طرف ٹکٹکی جمائے رہے۔ کسی آنے جانے والے کی مطلق خبر نہیں نہ تھی لیکن نماز وقت پر ادا کر لیتے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین کی عادت تھی کہ جب کبھی عالم تحیر میں مشغول ہوتے۔ تو ہر روز ہزار بار سجدہ کرتے جب آپ کی آنکھوں سے خون بہہ نکلتا۔ تو عالم صحو میں آتے۔

بعد ازاں انہی معنوں کے موافق یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز نے بیس سال تک کسی سے گفتگو نہ کی۔ اور آپ کو معلوم نہ ہوا کہ کونسا دن مہینہ یا سال ہے۔ جب عالم تحیر میں ہوتے۔ تو دس دن رات کھڑے رہتے۔ اور آپ کے پاؤں پھٹ جاتے اور خون نکل آتا۔

پھر کرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نجم الدین اصفہانی مجاور خانہ کعبہ قدس اللہ سرہ العزیز خانہ کعبہ کے دروازے کے پاس شاگردوں کو پڑھا رہے تھے۔ اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ مولانا پر رقت طاری ہوئی۔ اور عالم سکر میں محو ہو کر مستم مستم (میں مست ہوں میں مست ہوں) پکار اٹھے۔ آواز آئی

کہ اے نجم الدین! یہ کیسا نور ہے؟ خاموش رہ۔ تاکہ مستوں کی حد زائل نہ ہو۔

بعد ازاں آپ کی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور گرد اگرد صوفی بیٹھے تھے۔ اتنے میں آپ نے سر اوپر اٹھا کر دیکھا۔ پھر نیچا کر کے اس طرح زار زار روئے۔ کہ حاضرین پر بھی اس کا اثر ہوا۔ پھر فرمایا۔ کہ جب میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں۔ اور مقرب فرشتے ہاتھوں میں نور کے تھال لئے منتظر کھڑے ہیں۔ بار بار فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ یہ نوری تھال نجم الدین اور اس کے اصحاب کے سروں پر نثار کرو۔ جب فرشتے اس کام سے فارغ ہوئے۔ تو لب ہلاتے تھے۔ میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ بار خدایا! یہ کیا کہتے ہیں؟ آواز آئی کہ اے نجم الدین! یہ کہتے ہیں کہ اے پروردگار! تو ہمیں مولانا نجم الدین کے علم و تقویٰ کی حرمت سے بخش۔ اور رویا میں اس لئے تھا کہ دیکھو۔ اس مشتِ خاک کے حق میں اللہ تعالیٰ کیا کیا فضل و کرم کرتا ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ سید نور الدین نور اللہ مرقدہٗ جمعرات کو وعظ کر رہے تھے۔ مولانا کرمانی علیہ الرحمۃ بھی حاضر تھے۔ جب سید صاحب نے وعظ ختم کیا۔ تو حاضرین کو فرمایا کہ اے عزیزو! میں آئندہ جمعرات کو اس جہان فانی سے سفر کر جاؤں گا۔ صرف یہی ہفتہ آپ کا مہمان ہوں۔ اتنے میں مولانا علاؤ الدین کرمانی نے اٹھ کر فرمایا کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ سید صاحب فرماتے ہیں۔ جمعرات کو آپ سفر کریں گے۔ اور جمعہ کے روز میں۔ یہ سن کر مجلس سے نعروں کی آواز آئی۔ آخر ویسا ہی ہوا۔ جیسا کہ سید صاحب اور مولانا کرمانی نے فرمایا تھا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز شیخ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا۔ اور آداب بجا لا کر بیٹھ گیا۔ شیخ صاحب پر حالت طاری ہوئی۔ تو آپ بار بار پاؤں پھیلاتے۔ اور پھر سکیڑ لیتے۔ اس آدمی نے بھی پاؤں پھیلائے۔ لیکن جب سکیڑنے چاہے۔ تو سکیڑ نہ سکا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تجھے ان گستاخیوں سے کیا واسطہ؟ ہم جانیں یا ہمارا دوست جس نے ہمیں فرمایا کہ پاؤں سکیڑے۔ جب یہ الفاظ

آپ کی زبان مبارک سے نکلے۔ تو اس نے پاؤں پکڑ لیے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں چوکڑی لگائے بیٹھے تھے۔ فرشتہ غیبی نے آواز دی۔ کہ اے ابراہیم! کیا بادشاہوں کے روبرو اس طرح بیٹھا کرتے ہیں؟ کہا۔ آئندہ اس طرح نہ بیٹھوں گا۔ چنانچہ آخری دم تک پھر آپ کو اس طرح بیٹھا کسی نے نہ دیکھا۔

بعد ازاں بہشت کی صفت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ امام زاہدیؒ کی تفسیر میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے آٹھ بہشت پیدا کیے ہیں۔ اور آٹھ دروازے۔ جن میں سے ایک دروازہ چالیس سالہ راہ کے برابر فراخ ہے۔ جب مومنوں کو بہشت میں جانے کا حکم ہوگا۔ تو یکبارگی اس قدر خلقت داخل ہوگی کہ دروازے گر پڑیں گے۔

پھر فرمایا کہ ناصر بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں لکھا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار بہشت عدنؔ، خلدؔ، نعیمؔ اور فردوسؔ پیدا کیے ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے اس قدر بہشت بناتے ہیں کہ اگر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ اور ہر ایک ٹکڑا دانہ اسپند کے برابر ہو۔ تو ان ٹکڑوں کی تعداد کے برابر بہشتوں کی تعداد ہے۔ اور ان بہشتوں میں سے ہر ایک اس قدر وسیع ہے کہ جس قدر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ہیں۔ قیامت کے دن جس کو تھوڑے سے تھوڑا حصہ بہشت کا ملے گا۔ وہ بھی اس دنیا سے سات گنا ہوگا۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے امام مجاہد کی تفسیر میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت میں ایسے درخت پیدا کیے ہیں۔ جن کے تنے سونے کے۔ جڑیں چاندی کی شاخیں زبرجد کی ہیں۔ اور ان کے میوے دودھ سے سفید انگبین سے میٹھے اور مکھن سے نرم ہیں۔ اور ان میووں کے چھلکے نہیں۔ اگر بہشتی ان میووں کی آرزو کریں گے۔ اور درخت کے نزدیک آئیں گے۔ تو خود بخود میوے ان کے پاس آ جائیں گے۔ اور جب کھا چکیں گے تو پھر اٹھ کر اپنی جگہ جا لگیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ان میں کمی نہ آئے گی۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت انسان بیٹھتے، اٹھتے اور سوتے جس چیز کی

خواہش کرے گا۔ بن مانگے سب کچھ مہیا ہو جائے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ان درختوں کا سایہ اس قدر ہوگا کہ اگر گھوڑے کا سوار سو سال گھوڑا دوڑاتا جائے۔ تو بھی ایک درخت کے سایہ تلے سے نہیں گزر سکے گا۔

پھر فرمایا کہ امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت میں ایک سیب اس قسم کا پیدا کیا ہے۔ کہ جب مومن شخص اس کے دو ٹکڑے کرے گا۔ تو اس میں سے ایسی حور نکلے گی۔ جس کی صفت کا بیان نہیں ہو سکے گا۔

پھر فرمایا کہ بہشت میں طوبیٰ نام ایک درخت ہے۔ جس کی شاخیں بہشت کے ہر ایک کمرے میں موجود ہوں گی۔ اور جس کی جڑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمرے میں ہو گی۔ اس درخت میں اس قدر تاج اور لباس موجود ہیں کہ جن کی تعداد وہم و فہم میں نہیں آ سکتی۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس درخت پر جانور مختلف آوازوں سے طرح طرح کے گیت گائیں گے۔ اور جب بہشتیوں کو ضرورت ہو گی۔ تو تو بھنا بھنایا اور دھلا پکا پکایا پرند ان کے پاس آ جائے گا۔ اور جب حسب خواہش کھا چکیں گے۔ تو پھر فرمان الٰہی سے وہ پرند اڑ کر درخت پر جا بیٹھیں گے۔

پھر مولانا وجیہہ الدین پائلی نے عرض کی کہ میں نے امام ابو اللیث سمرقندی کی تفسیر میں لکھا دیکھا ہے آپ جنات عدن یدخلونھا کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ بہشت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی حوریں پیدا کی ہیں۔ جو پاؤں سے زانو تک زعفران کی۔ اور زانوں سے سینے تک کستوری کی اور سینے سے گردن تک عنبر کی اور گردن سے سر تک سفید کافور کی بنی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک حور دنیا پر نگاہ ڈالے۔ تو ساری تاریکی دور ہو جائے۔ ان میں سے ہر ایک ستر لباس پہنے ہوئے ہو گی۔ جن میں سے ہر ایک لباس کا نور آفتاب کی روشنی کے برابر ہو گا۔ اور ان کی پنڈلیوں کا مغز اس طرح صاف شفاف ہے۔ جیسے شیشہ۔ ہر ایک کے ستر گیسو تھالوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ جن پر لکھا ہے کہ جس کو اس قسم کی حور درکار ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ جب ان سے صحبت کی جائے گی۔ تو ہر مرتبہ باکرہ ہوں گی

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شاہ صاحب شجاع کرمانی قدس اللہ

سرہ العزیز نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہشتی حور آپ کے گھر آئی ہے۔ خواجہ صاحب اس سے لپٹنے لگے۔ تو اس نے کہا کہ میرا دامن وہ شخص پکڑ سکتا ہے۔ جو دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھ کر ہر وقت یاد الٰہی میں رہے۔ اور سوائے عبادت الٰہی کے اور کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ یہ کہہ کر نظر سے غائب ہو گئی۔ جب شاہ شجاع بیدار ہوئے۔ تو پھر چالیس سال تک زندہ رہے۔ لیکن اس عرصے میں ہرگز نہ سوئے۔

بعد ازاں مہتر یعقوب علیہ السّلام کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا کہ مہتر یعقوب علیہ السلام کو جب بھوک لگتی۔ تو مہتر یوسف علیہ السّلام کے نام کا ورد کرتے۔ اور جب پیاس لگتی۔ تو بھی ایسا ہی کرتے۔ اس طرح بھوک پیاس جاتی رہتی۔ چنانچہ حکم الٰہی ہوا کہ اگر یوسف علیہ السّلام کا نام لوگے۔ تو تمہارا نام پیغمبروں کے دفتر سے کاٹ دیا جائے گا۔ آپ نے مہتر جبرائیل علیہ السّلام سے کہا کہ یہ تازیانہ ادب اس روز سے مارنا چاہیئے تھا۔ جب یوسف کی محبت میں دل گم شدہ ہوا تھا۔ اسی روز کہہ دیا ہوتا کہ یوسف سے دل نہ لگانا۔ پھر مہتر یعقوب علیہ السّلام نے یوسف کی بہنوں سے کہا کہ تم یوسف کا نام لیا کرو اور میں سنا کروں۔ چنانچہ ایسا ہی کرتے رہے۔ اور دل کو تسلی دیتے رہے۔ ؎

گر ہیچ نباشد کہ کسے می‌شنانم تا نام ترا گیرد و من مے شنوم

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب مہتر یعقوب اور مہتر یوسف علیہما السلام کی ملاقات ہوئی اور فراق وصال سے بدل گیا۔ اور بغلگیر ہوئے۔ تو مہتر یعقوب علیہ السّلام نے آپ کو لاغر پا کر فرمایا کہ اے جان پدر! میں تو تیرے فراق میں لاغر ہو گیا۔ مگر تو تو ناز و نعمت میں تھا۔ تو کیوں لاغر ہو گیا۔ عرض کی ابا جان! جب نعمتوں کا دستر خوان میرے سامنے لایا جاتا۔ اور میں کھانا چاہتا۔ تو فوراً جبرائیل آکر طعنہ مارتا کہ یعقوب علیہ السلام نے کئی سالوں سے تیرے فراق میں کھانا نہیں کھایا۔ تیرا دل کس طرح چاہتا ہے کہ رنگا رنگ کی نعمتیں کھائے۔ یہ سن کر وہ نعمتیں زہر ہو جاتیں۔ اور میں ایک ایک دو دو روز کا فاقہ کرتا۔

بعد ازاں میں (مؤلف کتاب) نے آداب بجا لا کر عرض کی کہ مہتر یوسف علیہ السلام مرسل تھے۔ آپ کے فرزند کیوں پیغمبر نہ ہوئے۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ جب

باپ بیٹوں کی ملاقات ہوئی۔ تو مہتر یوسف علیہ السلام سوار تھے۔ گھوڑے پر سے نہ اترے مہتر یعقوب علیہ السلام نے اسی حالت میں آ کر بغل میں لیا۔ فوراً فرمان الٰہی ہوا کہ اے یوسف! تو نے جو یعقوب علیہ السلام کی بے ادبی کی ہے کہ گھوڑے پر سے نہیں اترا۔ اس کی پاداش میں جو تیرا فرزند ہوگا۔ وہ پیغمبر نہیں بنایا جائے گا۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب مہتر یوسف علیہ السلام اور زلیخا کو نگار خانے میں ایک جگہ اکٹھا کیا گیا۔ تو مہتر یوسف علیہ السلام نے زلیخا کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا۔ اور زلیخا سے ہمبستری کرنی چاہی۔ تو دیوار پھٹ گئی۔ اور مہتر یعقوب نمودار ہوئے۔ اور فرمایا۔ اے یوسف! یعقوب کی اولاد زنا نہیں کرتی۔ یوسف علیہ السلام نعرہ مار کر باہر دوڑ گئے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ نیشاپوری علماء کی تفسیر میں لکھا دیکھا ہے کہ جس روز یوسف علیہ السلام اور زلیخا ایک جگہ اکٹھے تھے۔ تو ابلیس لعین ساتویں زمین کے نیچے تخت بچھائے بیٹھا تھا۔ اور دائیں بائیں اس کے کارکن کھڑے تھے۔ کارکنوں سے کہا کہ آج میں نے ایسا کام کیا ہے۔ اگر وہ مکمل ہوگیا۔ تو ابراہیم خلیل اللہ کی ساری آل کو لنار دوزخ میں ڈال دی جائے گی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ خواہ لاکھوں ابلیس درپے کار ہوں۔ اسے ذرہ بھر ضرر نہیں پہنچتا۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام کو قدیمی دشمن ابلیس نے بہتیرا چاہا۔ کہ ملامت کی گرد آپ کے دامن پر لگے۔ لیکن چونکہ خدا خود حافظ و ناصر تھے۔ آپ کو ضرر نہ پہنچا۔

بعد ازاں خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک روز لوگوں نے شیطان کو خواجہ صاحب کے محلے میں سولی پر دیکھا اور خواجہ صاحب نے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ اس نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک آپ زندہ رہیں گے۔ میں بسطام میں نہیں آؤں گا۔ اس نے وعدہ خلافی کی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے کہ فرشتے لا کر اسے سولی پر چڑھائیں۔ اب بھی اسے جا کر کہہ دو کہ اب کی مرتبہ ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں لیکن اگر پھر آئے گا۔ تو زندہ نہیں چھوڑیں گے چنانچہ جب ابلیس کو رہا کیا۔ تو پھر آپ کی زندگی تک کبھی بسطام میں آنے کا نام بھی نہ لیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے پوچھا کہ آپ اپنے مجاہدے کا حال بیان فرمائیں۔ فرمایا کہ اگر میں بیان کروں۔ تو تم سننے کی تاب نہیں لانے لگے لیکن تھوڑا سا بیان کرتا ہوں۔ جو میں نے نفس سے کیا۔ وہ یہ کہ ایک روز میں نے اسے مجبور کر کے طاعت پر لگانا چاہا۔ کہ آج کی رات ہزار رکعت

نماز ادا کروں لیکن اس نے مخالفت کی سو میں نے دس سال تک اسے کھانا نہ دیا۔ اور پھر اسے مٹی کھلاتا رہا تاکہ اہل جہان کو معلوم ہو جائے کہ جب تک نفس کو اس طرح نہیں مارا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مبارک کے روز پانچویں ماہ **ذیقعد** سنہ مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ رویت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا وجیہہ الدین پائلی، مولانا فخر الدین زرادی حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ خبر میں آیا ہے کہ جب بندے اللہ تعالیٰ کا دیدار دیکھیں گے تو دیکھتے ہی دس ہزار سال تک بیہوش پڑے رہیں گے۔ پھر حکم ہوگا کہ سر اٹھاؤ جب دوسری مرتبہ تجلی ہو گی۔ تو چودہ ہزار سال تک بیہوش پڑے رہیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قدر عرش کے کنگرے پر ہاتھ مار کر فریاد کریں گے کہ ساکنان عرش اپنے تئیں بھول جائیں گے۔ پھر حکم ہوگا کہ اے موسیٰ! واپس چلے جاؤ۔ دیدار کا وعدہ بہشت میں ہے۔ اور جب تک محمد مصطفےٰ اور آپ کی امتیں مجھے نہ دیکھ لیں گی میں کسی کو دیدار نہ دوں گا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ محلے میں سے گزر رہے تھے جہاں پر کچھ لڑکے کھیل رہے تھے۔ ایک نے ان میں سے کہا کہ ٹھہر جا۔ امام اعظم آ رہے ہیں۔ اور آج کل یہ ہر رات پانسو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ اور آپ یہ سن کر جب گھر آئے۔ تو فرمایا کہ ان لڑکوں سے اللہ تعالیٰ نے کہلوایا ہے کہ امام پانسو رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ سو ان کے گمان کو درست کرنا چاہیئے۔ آپ نے اس رات پانسو رکعت نماز ادا کی۔ دوسرے روز جب اس محلے سے گزر ہوا۔ تو انہوں نے کہا کہ دور ہو جاؤ۔ امام اعظم آ رہے ہیں۔ جو ہر رات ہزار رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ جب آپ گھر آئے تو ہزار رکعت نماز ادا کی۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ نے اس قدر ترقی کی کہ تیس سال پشت مبارک زمین پر نہ لگائی۔ اور نہ اس عرصہ میں سوئے۔

پھر جناب کی زندگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ماہ رمضان میں آپ نے ایک سو بیس مرتبہ قرآن شریف ختم کیا۔ ہر روز چار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔

بعد ازاں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے سنا کہ امام اعظم دن میں چار مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ چونکہ ہم بھی آپ کے مذہب میں ہیں۔ اس لئے ہمیں بھی کچھ کرنا چاہیئے تاکہ قیامت کے دن آپ کے روبرو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ پھر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی امام بن کر قرآن شریف ختم کر سکتا ہے؟ حاضرین میں سے کوئی اس کا متکفل نہ ہوا۔ خواجہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے وظیفہ مقرر کر لیا کہ دس مرتبہ قرآن شریف ختم کر کے پھر کسی اور طاعت میں مشغول ہوتے۔

بعد ازاں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ ابھی بچے ہی تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر بیٹھتے۔ اور جو فتویٰ اندر سے آتا۔ اسے پڑھتے۔ اور اس شخص کو فرماتے کہ واپس جا کر امام صاحب سے کہو کتاب میں دیکھیں کیونکہ یہ مسئلہ موافق نہیں جب وہ شخص واپس جا کر امام صاحب کی خدمت میں عرض کرتا۔ اور امام صاحب اچھی طرح مسئلہ تلاش کرتے تو واقعی ویسا ہی ہوتا۔ جیسا کہ امام شافعی فرماتے۔ پھر فرماتے کہ یہ لڑکا علامۂ روزگار ہوگا۔ اور اس سے خلق خدا کو بہت فائدہ پہنچے گا۔

بعد ازاں امام شافعی کی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ بغداد میں قیصر روم کے قاصد آئے۔ اور ہارون الرشید سے کہا کہ ہم بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اور وعدہ یہ ہے کہ جو عالم غالب رہے گا۔ اسے یہ مال دیں گے۔ ہارون الرشید نے امام شافعی کو کہلا بھیجا کہ آپ ان سے بحث کریں۔ آپ نے منظور فرمایا۔ اور کہلا بھیجا کہ انہیں کہہ دو۔ کل دجلہ کے کنارے ان سے بحث کی جائے گی۔ ہارون الرشید نے ویسا ہی کیا جیسا امام شافعی نے فرمایا تھا۔ روم کے قاصد تخت کے پاس بیٹھے۔ بار بار بحث کے لئے تقاضا کرتے تھے۔ ہارون الرشید کہتا تھا کہ امام صاحب آکر مباحثہ کریں گے۔ اتنے میں امام شافعی بھی آپہنچے مسلمانوں کو سلام کر کے پاؤں دریا میں رکھا۔ اور منجدھار میں مصلیٰ بچھا کر دوگانہ ادا کیا۔ اور مصلے پر بیٹھے ہی قاصدوں کو فرمایا کہ جو تم سے بحث کرنی چاہتا ہے۔ یہاں آکر کرے۔ جب انہوں نے آپ کی یہ کرامت دیکھی۔ تو اٹھ کر اپنی پگڑیاں گلے میں ڈالیں۔ اور کہا کہ آپ ہی یہاں تشریف لے آئیں تاکہ ہم معافی مانگیں۔ آپ تشریف لے آئے۔ اور سب نے قدموں پر سر رکھ دیئے۔ جب یہ خبر قیصر روم نے سنی۔ تو کہا الحمد للہ! اگر امام صاحب یہاں تشریف لاتے۔ تو روم کے سب لوگ مسلمان ہو جاتے۔ پھر اس قدر مال و اسباب بھیجا۔ جس کا کوئی شمار نہ تھا۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب امام شافعی کے علم کا شہرہ سارے جہان میں ہو گیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ آپ صاحب مذہب ہونے کے لائق ہو گئے ہیں کس واسطے مذہب کی بنیاد نہیں ڈالتے فرمایا۔ میری کیا مجال ہے کہ مذہب کی بنیاد رکھوں۔ کیونکہ امام اعظم کے مذہب میں اور سب کچھ کر سکتا ہوں۔ لیکن یہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ شیخ عبدالکریم خانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ یا ابا عبداللہ! آپ مذہب کی وجہ سے کیوں لوگوں کو تعصب میں ڈالتے ہیں؟ فرمایا۔ میں امام اعظم کے مذہب میں ہوں۔ میرے اصل و نسب میں کسی نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے خواہ مخواہ علم میں تکلیف اٹھائی۔ اب دیکھو! خدا پر توکل کرتا ہوں۔ جیسا ہو گا۔ دیکھا جائے گا۔ پھر میں (مصنّف کتاب) نے عرض کی کہ جب امام شافعی صاحب مذہب کی بنیاد رکھنے سے انکار کرتے تھے۔ تو پھر یہ مذہب کیسے جاری ہو گیا؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ امام شافعیؒ امام محمد حسنؒ کے شاگرد تھے۔ الغرض ایک دفعہ کچھ شعر حسب حال علم امام محمد لکھ کر لائے۔ امام محمد صاحب نے انہیں دیکھا۔ تقاضائے بشریت کی وجہ سے فرمایا کہ چونکہ انہوں نے اپنے استاد کے مسائل سے اختلاف کیا ہے میں بھی ان کے مسائل سے اختلاف کروں گا۔ جب یہ خبر شیخ عبدالکریم نے سنی۔ تو کہا کہ خلاف وہ شخص کرتا ہے جس نے استاد سے اجازت حاصل کر لی ہو۔ بعدازاں امام صاحب نے بارہ آدمیوں کو اجازت دی۔ کہ استاد کے خلاف کریں۔ پھر امام شافعی نے فرمایا کہ اگرچہ میں ان بارہ میں سے نہیں۔ لیکن اُمّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی وجہ سے مختار ہوں۔ چنانچہ فرمایا ہے خلاف امتی رحمۃ۔ نیز اس خلاف سے میرا منشا یہ ہے۔ کہ میرا نام باقی رہے۔ اور میرے بعد میرے لئے دعا کا باعث ہو۔

بعدازاں اللہ تعالیٰ کے غضب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جس روز جنگ احد میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک اور کئی اصحاب شہید ہوئے تو جناب سرور کائنات شہیدوں میں سے ہر ایک کو دیکھتے تھے۔ اتنے میں جبرائیل نے آکر کہا کہ اُٹھنے کا پوچھا۔ اس میں کیا حکمت تھی۔ کہا۔ اس وقت تک غضب الٰہی فرو نہیں ہوا تھا۔ اگر آپ نہ لیٹتے۔ تو شاید شہید ہو جاتے۔

پھر قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ جب آپ کی موت کا وقت قریب آ پہنچا۔ اور یار بیمار پرسی کے لئے آئے تو یہ حالت دیکھ کر غمناک ہوئے۔ پوچھا۔ کیا مسئلہ پوچھنا چاہتے ہو؟ آگے

بڑھ کر دیکھا۔ پوچھا۔ یار خوش خوش ہو کر باہر نکلے۔ ابھی دروازے پر ہی تھے کہ قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا
الحمد للہ علی ذالک:

بعد ازاں امام حسن رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک
سے فرمایا کہ آپ امیر المؤمنین اور امیر زادہ تھے۔ آپ نے اس قدر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں کہ بہت سے
فاضلوں کو ان کتابوں کے نام بھی معلوم نہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب حیض تیار کرنے کے لئے
سات سو لونڈیاں خریدی تھیں۔ دو سو ہندی سیقلانی جن کا مزاج سرد تھا۔ دو سو رومی جن کا مزاج سرد
خشک تھا۔ اور دو سو والائی جن کا مزاج گرم خشک تھا کسی سے صحبت نہ کی۔ صرف ان کے خون کی رنگتوں
کو دیکھتے رہے۔ تب کہیں کتاب "حیض" تصنیف ہوئی۔

بعد ازاں فرمایا کہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہارون الرشید کے داماد بنے۔ تو آپ کی یہ شان ہوئی
کہ اطلا لباس پہنتے۔ ہزار غلام سنہری اور دوسپری خوشبو ہاتھیوں میں لئے آپ کے آگے آگے چلتے۔
ایک روز اسی شان میں جا رہے تھے تو محمد بن حسن خرقہ پہنے سامنے آتے۔ اور قاضی صاحب کو سلام کیا۔
اور کہا صاحب مردانہ طور مقتضائے بشریت فرمایا۔ اے یوسف! تو دنیائے بے وفا پر مغرور ہے۔ جو کسی کا یار
ہی نہ ہو۔ اور یہ شعر پڑھے ؎

بلا شرہ یا بد ہمہ رنگ لوست	الا تا توانی نہ پی سراز علم
چو خواہی کہ از علم خود بہرہ یابی	سوائے عمل نیست حاصل تراز علم

پھر قاضی صاحب گھوڑے سے اتر کر آپ سے بغلگیر ہوئے۔ اور معافی مانگی کہ میں ورد کر رہا تھا۔
اس واسطے میں نے بلند آواز سے جواب نہیں دیا۔ اور مجھ سے یہ خطا ہوئی لیکن آپ پر واضح رہے کہ میری
نظروں میں دنیا کی کچھ وقعت نہیں۔ ذرا میری رکابوں کی طرف دیکھو۔ ایک سونے کی ہے۔ اور ایک لکڑی کی
یہ اس لئے کہ جب کوئی سنہری رکاب دیکھے۔ تو علم کی امید پر قدم بڑھائے۔ اور جب لکڑی کی رکاب پر نگاہ
پڑے تو سمجھے کہ دنیا عالم کو دھوکا نہیں دے سکتی۔ اور یہ کہ عالم شخص دنیا کی کچھ قدر نہیں کرتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز قاضی ابو یوسف گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ ایک مست علوی
کندھے پر دھوبیوں کی طرح کپڑے ڈالے سامنے آیا۔ اور آواز دی کہ قاضی صاحب! میں آپ سے
ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ ٹھہر جاؤ۔ اس کا جواب دیتے جاؤ۔ آپ ٹھہر گئے۔ اور فرمایا۔ پوچھئے آپ

نے ایسا کون سا کام کیا جس کے سبب آپ کو یہ دولت نصیب ہوئی۔ اور میں نے ایسا کون سا فعل کیا۔ جس کی وجہ سے اس طرح پریشان ہوں؟ فرمایا میں نے وہ کیا جو آپ کے آباؤ اجداد نے فرمایا۔ اور یعنی علم کے درجہ نے میرے سارے عیب چھپائے خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ یہ اس واسطے ہے تاکہ اہلِ جہان کو معلوم ہو جائے کہ درجہ علم سے بڑھ کر اور کوئی درجہ نہیں اس واسطے کہ کلام الٰہی میں ہے کہ والذین اوتوا العلم درجات:

بعد ازاں فرمایا کہ قاضی القضات فرماتے ہیں۔ کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے قرآن اور حدیث سے فقہ نکالی، چنانچہ سورۃ بقرہ سے اور احادیث سے نو مسئلے نکالے۔ پھر ہر مسئلے میں بہت سے مسائل بیان کئے۔ تب خلق خدا کو علم سیکھنے کی تحریص و ترغیب دی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے مولانا شہاب الدین میرٹھی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ علم کی جڑ تھے اور آپ کے یار اس کی شاخیں۔ جن بارہ کو آپ نے مخصوص کیا۔ ان کو خاص خاص کاموں کے لئے مخصوص کیا چنانچہ ابو یوسف اور محمد رحمۃ اللہ علیہما کو فتویٰ دینے کے لئے مخصوص کیا۔ پھر فرمایا کہ فتویٰ کی صورت انہیں کے قول اور اجتہاد پر تھی۔ کیونکہ اصل مفتی نے انہیں اجازت دی تھی۔ اس واسطے کہ ابو یوسف کو کہ بدرجہ کمال حاصل تھا۔ اور محمد خود یگانہ روزگار تھے۔ اور ہمیشہ تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے۔ چنانچہ ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ محمد بن حسن نے آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر اپنی ذات سے مسئلے پیدا کئے جن کے جواب قاضی ابو یوسف نے دیئے۔ داؤد طائی نے عبادت کا رخ اختیار کیا۔ اور ایک روز بیٹھتی کی جس کی وجہ سے آپ کا نام روشن نہ ہوا۔ اور ابو سلیمان سے زہد اختیار کیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ خدا اور رسول سے ادب سیکھنا چاہیئے۔ اپنے استاد ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نہیں دیکھتے کہ جیل وغیرہ کی مصیبتیں قبول کیں۔ لیکن حاکم بننا منظور نہ کیا۔

بعد ازاں مستدعیوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک روز خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک مستدعی کی مجلس میں گئے اس سے مستدعیانہ بات سن کر بیس سال اس بات کی کوشش کرتے رہے۔ مگر اس کے دل سے وہ بات نہ گئی۔ پھر خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں بہتیری کوشش کرتا ہوں کہ اس کے دل سے یہ بات نکل جائے۔ لیکن نہیں نکلتی

اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ بات قبر میں میرے ساتھ نہ جائے۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ اس واسطے ہے کہ مستدعیوں کو تکلیف نہ دی جائے۔

بدھ کے روز بیسویں ماہ **ذوالحج** کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا وجیہ الدین پائلی مولانا برہان الدین غریب اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے۔ قرآن شریف حفظ کرنے کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ امام حفاد رحمۃ اللہ علیہ مدرسے میں بیٹھے تھے کہ امیر احمد مغربیؒ نے آکر سر زمین پر رکھ دیا۔ اور عرض کی کہ آپ دعا کریں تاکہ مجھے قرآن شریف اس طرح حفظ ہو جائے۔ جس طرح کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ حفظ ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ دعا تو اچھی ہے میں ممنون ہونگا اگر تم قرآن شریف کو اس طرح پڑھو۔ جس طرح قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے ہو۔ چنانچہ دعا کی گئی۔ اور ویسا ہی ہوا۔ اس سے مطلب یہ تھا کہ بار بار پڑھنا چاہیے۔ تاکہ علم کی قدر معلوم ہو۔ کیونکہ علم سب سے بڑھیا نعمت ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا شہرہ تمام جہان میں ہو گیا اور علم کی ساری لذتیں آپ نے چکھیں چنانچہ حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر انبیاء اور اصحاب کے بعد کسی کو اس قدر یاد نہیں کیا جاتا جتنا کہ آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔ یہ صرف رسول علیہ السلام کی قوت سے علم پھیلانے کا نتیجہ ہے

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کو قرآن شریف حفظ نہ تھا۔ آخری عمر میں اپنے پیر کو خواب میں دیکھا جنہوں نے فرمایا کہ ہر روز قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہزار بار پڑھا کرو۔ جب بیدار ہوئے۔ تو ہزار بار سورۃ اخلاص پڑھنی شروع کی۔ چند ہی روز میں قرآن شریف حفظ ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ ؁

ہفتے کے روز پچیسویں ماہ **ذوالحج** کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بات اس بارے میں ہو رہی تھی کہ جب کسی پر ظلم ہو۔ تو اسے بد دعا نہیں کرنی چاہیے۔ نہیں تو مظلوم ظالم ہو جاتے گا پھر فرمایا کہ جب مظلوم نے بد دعا کی ہے۔ تو عوض معاوضہ کلہ ندارد کا معاملہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس وقت خاموش رہے۔ تو ضرور انصاف ہو جاتا ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ کوئی عورت حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئی اور عرض کی کہ امام صاحب! میرے ہاں ایک مرغی تھی جس کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے کسی نے وہ مرغی پکڑ لی ہے۔ جس کے سبب وہ بچے بے قرار ہیں۔ آپ میری دادرسی کریں۔ پوچھا۔ کوئی بددعا تو نہیں کی؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا۔ خبردار! بددعا نہ کرنا۔ دروازے پر بیٹھو تھوڑی دیر لیجا آنا۔ تجھے مرغی مل جائے گی اتنے میں ایک عورت آئی۔ اور کہا کہ میرا چھوٹا بچہ ہے جس کے پیٹ میں سخت درد ہو رہی ہے۔ فرمایا۔ بچے کو لاؤ۔ پوچھا۔ لڑکے اسچ بتا۔ تو نے آج کیا کھایا ہے۔ عرض کی۔ فلاں محلے میں مرغی تھی۔ اسے پکڑ کر ذبح کیا اور کھایا ہے۔ فرمایا اس کی قیمت دے دو۔ جب اس لڑکے کی ماں نے مرغی کی قیمت دے دی۔ تو فرمایا۔ جاؤ تندرست ہو جائے گا۔ پھر مرغی والی آئی۔ اس نے کہا تجھے مرغی مل گئی۔ عرض کی نہیں۔ تو پھر فرمایا۔ بددعا کیوں نہیں کرتی۔ اس نے کی۔ کہ ایک شخص دوڑتے آیا کہ اس لڑکے کا پیٹ پھول گیا ہے۔ اور وہ مارے درد کے بے قرار ہے۔ پھر آپ نے مرغی کی قیمت دے دی۔ اور فرمایا کہ اسے معاف کر دو۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب انسان کو کوئی شخص تکلیف دے۔ یا کوئی چیز زبردستی چھین لے۔ اسے بددعا نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ دانت پیس کر رہ جانا چاہیئے۔ تاکہ اس کا مقصد حاصل ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقبال کو بڑی اچھی طرح جانتا ہے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی انار اللہ برہانہ کے زمانے میں دو کافر معہ مال و اسباب غزنوی آئے۔ رہزنوں نے مال لوٹ لیا۔ وہ روتے ہوئے بتخانے میں آئے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! اگرچہ ہم مسلمان تو نہیں۔ لیکن پھر بھی تیرے پیدا کیئے ہوئے تو ہیں۔ اور سب کا خالق تو ہی ہے جب تک تو ہماری دادرسی نہیں کرے گا ہم یہاں سے نہیں نکلیں گے۔ اور نہ ایک دوسرے سے بات کریں گے اس وقت وہ ایک دوسرے کا دامن باندھ کر بیٹھ گئے۔ اسی روز سلطان محمود کے پیٹ میں درد اٹھا۔ اور ایسا بے قرار ہوا کہ زمین سے تخت پر اور تخت سے زمین پر پڑتا ہے۔ اور تمام اولیا اور علما نے دعا اور دوا کی لیکن کچھ کارگر نہ ہوا۔ بلکہ مرض پہلے کی نسبت دوچند ہو گئی جب سب

عاجز آگئے۔ تو سلطان محمود نے جو نہایت عقلمند تھا حسن میمندی کو بلایا۔ اور کہا کہ اے حسن!
اب لوگ میرے علاج سے عاجز آگئے ہیں۔ اب معاملہ خدا سے ہے۔ خواجہ بہلول دیوانے
کے پاس جا کر دعا کے لئے کہو۔ التماس کرو۔ جب حسن میمندی خواجہ بہلول کے پاس آئے
تو خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ محمود کو شاید کوئی ضرورت پیش آئی ہے۔ جو تجھے ہمارے
پاس بھیجا ہے حسن میمندی نے درد شکم کا حال کہہ سنایا۔ فرمایا محل پر چڑھ کر ڈھول بجاؤ۔
اسی وقت تندرست ہو جائے گا حسن نے واپس آکر بادشاہ کو کہا۔ ویسا ہی کیا گیا۔ ان دو نوکروں
نے ایک دوسرے سے بات کی کہ یا تو سلطان محمود فوت ہو گیا ہے۔ یا کسی نے اسے
ہمارے حال کی اطلاع کی ہے۔ یہ شادیانہ اسی واسطے بجا رہے ہیں جب انہوں نے
یہ بات کی۔ فوراً پیٹ کا درد جاتا رہا۔ بادشاہ سوار ہو کر خواجہ بہلول کے پاس آئے۔ اور
معافی مانگی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ راتیں اور کریں اور پیٹ تیرے میں درد ہو۔ ہاں
ٹھیک ہے۔ غلام چوری کرتے ہیں۔ اور مصیبت مالکوں پر پڑتی ہے۔ پھر ان دونوں
کا ذوں کی کیفیت بادشاہ کو سنائی۔ بادشاہ نے وہاں سے آکر ان کو خوش کیا۔
اور عزت و توقیر سے انہیں واپس بھیجا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جب بیگانوں کو ستانے کا یہ
نتیجہ ہوتا ہے۔ تو یگانوں کو ستانے والے کا دنیا و آخرت میں کیا حال ہوگا۔ پھر خواجہ
نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا ؎

آں دل آں دو مہ آزردہ مرد ٭ بر تن محمود نگر تا چہ کرد

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ العزیز گلی میں جا رہے تھے
دو مسلمانوں کو شطرنج کھیلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ کہ اگر یہی وقت یاد الٰہی یا تلاوت قرآن میں بسر
کیا جائے۔ تو کیسا اچھا ہوگا۔ انہوں نے توجہ ہی نہ کی۔ آپ چند قدم آگے بڑھے۔ تو دل میں
خیال آیا کہ کہیں اس بات سے وہ ناراض نہ ہو گئے ہوں مومن کا دل دکھانا ٹھیک نہیں
واپس آکر ان سے معافی مانگی۔ کہ صاحبان! مجھے معاف فرما دیں۔ میں نے دیوانہ پن سے
کچھ کہہ دیا تھا آپ ناراض تو نہیں ہوئے۔ جب خواجہ صاحب نے معافی مانگی۔ تو وہ

جوان شرمندہ ہوئے۔ اور ساری چیزوں سے توبہ کی۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز ایک محلے میں سے جا رہے تھے۔ ایک مست جوان ہاتھ میں رباب لئے سامنے سے ملا۔ خواجہ صاحبؒ نے ازروئے شفقت اسے نصیحت فرمائی۔ چونکہ وہ مست تھا۔ اس نے وہی رباب خواجہ صاحب کے سر پر دے ماری جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ آپ شرمندہ ہوئے کہ میں نے یہ کیسی حرکت کی کہ اس کی رباب توڑ ڈالی۔ الغرض جب گھر آئے تو دوسرے روز پانچ ٹکے اور تھوڑا سا حلوہ دے کر اس کے گھر گئے۔ اور فرمایا کہ یہ اس رباب کی قیمت ہے۔ اور یہ حلوہ اس واسطے ہے کہ رباب ٹوٹنے سے تیرا حلق کڑوا ہو گیا ہوگا۔ سو اس کو کھا کر اس تلخی کو دور کرو۔ جب جوان نے یہ سلوک دیکھا تو آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور توبہ کی۔

جمعرات کے روز ماہ محرم سنہ ۶۱۵ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل

ہوا۔ حضرت شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا عرس تھا۔ مولانا وجیہہ الدین پائلی، مولانا شمس الدین یحیٰی، مولانا برہان الدین غریب، شیخ عثمان سیاح، شیخ حسین قرابتیہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز، مولانا فخر الدین زرداری، مولانا شہاب الدین میرٹھی، مولانا نصیر الدین گیاہی، حسن علی سنجری اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ اور صاحب ذکر اللہ بالخیر شیخ فرید الحق کی بزرگی اور اخلاق حمیدہ بیان فرما رہے تھے جس کا اثر حاضرین پر بھی ہوا۔ بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے پانچویں محرم کو انتقال فرمایا۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ رات انتقال ہونے والا تھا مجھے یاد فرمایا کہ مولانا نظام الدین موجود نہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی اپنے خواجہ قطب الدین کے انتقال کے وقت موجود نہ تھا۔ وہ بھی موجود نہیں۔ پھر فرمایا کہ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا۔ تو اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ اور صبح سے دس بجے تک پانچ مرتبہ قرآن شریف پڑھا۔ پھر ذکر الٰہی میں ایسے مشغول ہوئے کہ آپ کے ہر بن مو سے خون جاری ہوا۔ اور جو قطرہ خون زمین پر گرتا۔ اس سے اللہ کا نقش زمین پر بنتا اور یہ رباعی پڑھ کر سجدہ کرتے۔ اور یہ

سر اٹھا لیتے۔

رُباعی

بوئے عشق تو زبرائے من مشنوم — شرح غم تو ز خویشتن مے شنوم
گر ہیچ نباشد کہ کسے بنشانم — تا نام تو میگوید من مے شنوم

جب ذکر سے فارغ ہوئے۔ تو لوگ نزدیک آ بیٹھے۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ تم باہر جا کر بیٹھو جس وقت میں بلاؤں گا۔ اندر آ جانا۔ دیر بعد آواز آئی کہ اب دوست دوست سے ملے گا۔ وہ سب اندر آئے۔ تو خواجہ صاحب کو کسی اور ہی عالم میں مشغول پایا جب عشار کا وقت ہوا۔ تو آپ نے چار رتبہ عشار کی نماز ادا کی اور پھر سجدے میں سر رکھ کر جان خدا کے حوالے کی۔ جیسے اجودھن کے سارے باشندوں نے سنا کہ روئے زمین پر امانت تھی۔ سو خدا کے سپرد تھی۔ جب خواجہ صاحبؒ نے یہ حکایت ختم کی تو مجلس سے نعرے گونج اٹھے۔ اور ایسی رقت طاری ہوئی۔ جو کبھی نہ ہوئی تھی۔ پھر ملک معین الملک معہ چند امرا کے حاضر خدمت ہوئے۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گیا۔ اتنے میں مولانا علاؤ الدین اور مولانا کمال الدین آئے۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ پھر شیخ کبیر کی طرف سے بیسؔ درویش اور حاضر خدمت ہوئے۔ اور مرحبا کہا۔ خواجہ صاحب نے چند قدم ان کا استقبال کیا۔ اور بڑی بشاشت فرمائی وہ آپ کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ ایک ان میں سے واصل حق تھا۔ اس نے خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ حکایت بیان کی۔ ایک روز میں شیخ کبیر کی پائنتی میں معتکف تھا خواب میں دیکھ کر سر قدموں پر رکھ دیا۔ اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا؟ فرمایا۔ وہی جو اپنے دوستوں سے کرتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کس طرح؟ فرمایا۔ جب میری روح عرش کے نیچے لے گئے۔ تو حکم ہوا کہ سجدہ کرو۔ میں نے سجدہ کیا جب سجدے سے سر اٹھایا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ خواجہ معین الدین سنجری، خواجہ قطب الدین بختیار اور اور اولیاء اللہ عرش کے نیچے کھڑے ہیں۔ حکم ہوا کہ تاج لا کر فرید الدین اجودھنی کے سر پر رکھو اور مغفرت کا لباس پہنا کر سارے ملکوت میں اس کا جلوس نکالو۔ کہ ہم نے شیخ فرید الدین کو بخش دیا ہے۔ کیونکہ اس نے ہماری خدمت

میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی۔ اور نہ ہی کمی کی جب خواجہ صاحبؒ نے یہ حکایت ختم کی۔ تو زار زار روئے اور خدا کا شکر بجا لائے۔ اور پھر درویش نے عرض کی کہ شیخ کبیرؒ نے مجھے پیغام دیا تھا کہ مولانا نظام الدین کو جا کر کہنا کہ یہ کلمہ بکثرت پڑھا کریں کیونکہ جو کچھ فضل و کرم کیا گیا ہے۔ اسی کلمے کی فضیلت کے سبب کیا گیا ہے۔ وہ کلمہ یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یا دائم العزیز و البقایا ذوالجلال والجود و العطایا یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم بحق ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس دعا کو اپنا ورد مقرر کیا۔ اور فرمایا کہ اس کلمے میں ایک فرمان ہے جسے میں ہی جانتا ہوں۔ پھر خواجہ صاحبؒ نے ہزار سوف کا خرقہ اس درویش کو عنایت فرمایا۔ جو قبول ہوا۔ پھر طعام اور حلوہ موجود تھا۔ حضرت شیخ کبیر کی روح کو ثواب پہنچانے کی خاطر لایا گیا۔ جب دسترخوان بچھایا گیا۔ تو خواجہ صاحب نے ہر ایک سے معذرت کی۔ جب کھانا کھا چکے۔ تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ شیخ کبیرؒ کی روح موجود ہے۔ اگر کہو۔ تو قوال کچھ کہیں؟ سب نے آداب بجا لا کر عرض کی کہ زہے سعادت! قوالوں نے یہ گانا شروع کیا ؎

چنانچہ دوست میدارم کہ گر روزے فراق افتد　　　تو صبر از من توانی کرد و من صبر از تو نتوانم

اس کے شروع ہوتے ہی خواجہ صاحب اور حاضرین مجلس پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ سب اپنے تئیں زمین پر دے مارتے تھے۔ شیخ عثمانؒ نواسہ خواجہ قطب الدینؒ مولانا فخرالدین زرداری اور وہ درویش جو شیخ کبیر کی پائنتی معتکف ہوا تھا۔ رقص کرنے لگے۔ اس قدر رقص کیا کہ پاؤں کے تلووں کا چمڑا ادھڑ گیا۔ لیکن انہیں اپنے آپ کی ذرہ بھر خبر نہ تھی۔ جب سماع ختم ہوا۔ تو ہر ایک نے اپنے مقام پر قرار پکڑا۔ خواجہ صاحب نے خاص بارانی شیخ عثمان کو عطا فرمائی۔ اسی طرح اوروں کو بھی خاص خاص چیزیں عنایت فرمائیں۔ وہ دن بہت ہی باراحت تھا۔ ہر ایک آداب بجا لا کر واپس چلا گیا۔ اور خواجہ صاحب معذرت کرتے رہے۔ ہر ایک یہی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی امان کی کوشش کرو۔ اور اس روز قوالوں نے یہ غزل گائی۔

غزل

عاشقا خیز و گام در رہ زن　　　عشق خواہی لبعافیت آہ زن

جان در انداز در راہ جاناں گیر ترتراز کائنات خرگہ زن
جاں بکف کردہ در سراچہ عشق لیس فی جبتی سوی اللہ زن
مصر خواہی چو یوسف کنعان خیمۂ اعتکاف در چہ زن

الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

ھفتے کے روز تیئیسویں ماہ محرم سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ توحید کے باب میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ توحید کے معنی اللہ تعالیٰ کو ایک کہنا ہے۔ اور معرفت سے مراد اس کی شناخت ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے سلوک اولیا میں لکھا دیکھا ہے شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب مخلوق کا حشر کریگا اور بتوں کو ان کے جمع کرنے کا حکم کرے گا۔ پھر فرمان کے مطابق ہر ایک گروہ اپنے معبود کے پاس جائے گا۔ صرف اہل معرفت و توحید کا گروہ وہیں کھڑا رہے گا۔ پھر انہیں آواز آئے گی۔ تم یہاں کیوں کھڑے رہ گئے؟ وہ عرض کریں گے کہ اے پروردگار! ہم تیرے لئے کھڑے ہیں کیونکہ دنیا میں بغیر دیکھے تیری پرستش کی ہے جب تک تیرا حکم نہ ہوگا ہم کہاں جا سکتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اپنے نور کی تجلی کرے گا سب سجدہ کریں گے۔ پھر آواز آئے گی کہ اے مجھے ایک کہنے والو! سر اٹھاؤ۔ چونکہ تم نے مجھے واحد جانا ہے۔ اس لئے میں تم سب کو بخشتا ہوں۔ اور بہشت تم پر واجب کرتا ہوں۔ اور تمہارے عوض یہودی اور آتش پرست دوزخ میں بھیجتا ہوں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ قیامت کے دن عرش تلے سے یہ منادی کی جائے گی کہ اے مجھے دیکھنے والو! میں نے تمہیں بخشا۔ بہشت میں آؤ تاکہ میں تمہیں اپنا دیدار دوں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

ینسیتون النعیم اذا راہ فلیست نعمۃ مما سواہ

ترجمہ: جب مومن دیدار الٰہی دیکھیں گے۔ تو بہشت کی ساری نعمتیں بھول جائیں گے۔

کیونکہ رویت کی نعمت سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کیوں نہ سمجھیں۔ جب کہ وصل الحبیب الی الحبیب سے مشرف ہوں۔
بعد ازاں معراج کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ معراج کے بارے میں راوی روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں معراج ہوا لیکن اہل سنت والجماعت روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو معراج ہوئے۔ ایک بحالت خواب۔ دوم بحالت بیداری یہ گمان اس واسطے کیا گیا ہے تاکہ احادیث میں موافقت ہو جائے۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں سے افضل ہیں۔ اور رسالت میں مقتدا۔ اور امتوں میں شفیع ہیں۔ پھر فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ تو تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ جناب کی شریعت قیامت تک قائم رہے گی جو کسی پیغمبر کی شریعت کی طرح نہیں
بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی شناخت فرض ہے اسی طرح جب تک اس کی تصدیق دل سے اور اس کا اقرار زبان سے نہ کیا جائے ایمان درست نہیں ہوتا پھر فرمایا کہ انبیاء کی عصمت بس وحی سے پہلے کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ اور وحی کے بعد بالکل ثابت ہے لیکن ممکن ہے کہ وحی کے بعد ان میں کچھ لغزش ہو گئی ہو مگر ان کے حق میں ہمیشہ یہی اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ وہ جادوگر یا جھوٹے نہ تھے۔ جو شخص اور خیال کرتا ہے وہ کافر مطلق ہے۔ پھر میں نے راستی کتاب؛ عرض کی۔ کہ کیا لقمان اور سکندر بھی پیغمبر تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ روایت صحیح کے مطابق میں نے لکھا دیکھا ہے۔ کہ وہ پیغمبر نہ تھے۔ بلکہ ولی اللہ اور نیک بندے تھے اس سے اللہ تعالیٰ نے ان سے محبت کی۔
پھر فرمایا کہ سکندر کو جو ذوالقرنین کہتے ہیں اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں کہ اس کے سر پر دو گیسو تھے۔ اس واسطے اسے ذوالقرنین کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ زمین کے دونوں کناروں تک پہنچ گیا تھا اس لئے ذوالقرنین کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ آفتاب کے نزدیک پہنچ گیا ہے۔ اور آفتاب کی دونوں طرفیں یعنی

مشرق اور مغرب ہاتھ میں پکڑلی ہیں۔ جب یہ خواب اس نے کسی رفیق کے سامنے بیان کیا۔ تو اس نے اسے ذوالقرنین کہا۔ اور اسی وجہ سے لوگ اسے ذوالقرنین کہنے لگے ہیں۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ کئی بادشاہوں کو اس نے کہا تھا کہ خدا کو مانو! لیکن انہوں نے نہ مانا تھا اس کے سر کے دونوں طرف تلوار کے وار کئے گئے۔ بہت سے لوگ اسی وجہ سے اسے ذوالقرنین کہتے ہیں

بعد ازاں اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ امیر المومنین صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق کیوں کہتے ہیں؟ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام یاروں میں سے افضل تھے۔ آپؓ کو صدیق کہنے کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات واپس تشریف لائے تو جو کچھ آنحضرتؐ نے بیان فرمایا آپ نے اس کی تصدیق کی۔ دوسرے یہ کہ آپ کا صدق اعلیٰ درجے کا تھا اس واسطے صدیق نام ہوا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رسالت سے مشرف ہوئے۔ تو سب سے پہلے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی تصدیق کی کہ واقعی آنحضرت رسول برحق ہیں۔ اور آخری زمانے میں صرف ایک ہی بات پر ایمان لے آئے۔ زیادہ گفتگو اور بحث و مباحثہ نہ کیا۔ اس واسطے آپ کا نام صدیق ہوا۔ پھر آپ کی زندگی کے بارے میں فرمایا۔ کہ آپ کا اسم مبارک قرص آفتاب پر لکھا ہوا ہے۔ جب سورج بام کعبہ پر پہنچتا ہے۔ تو وہاں سے آگے نہیں بڑھتا جب فرشتے آپ کے نام کی سوگند دیتے۔ تو پھر آگے بڑھتا ہے۔

پھر ان عزیزوں میں سے ایک نے جو حاضر خدمت تھے۔ پوچھا کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کس سبب سے کہتے ہیں؟ فرمایا۔ آپ حق و باطل میں فرق کیا کرتے تھے۔ اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالنورین اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ آپ نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو دختران فرخندہ اختر سے نکاح کیا۔ جب پہلی انتقال فرما گئیں۔ تو دوسری سے نکاح کیا۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی دامادی پر فخر تھا چنانچہ بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر میری سَو لڑکیاں بھی ہوتیں۔ اور ایک مر جاتی۔ تو دوسری کا نکاح عثمان سے کر دیتا۔ اور امیر المومنین

علی رضی اللہ عنہ کو اسد اللہ اس واسطے کہتے ہیں کہ آپ کو خطاب آسمان سے حاصل ہوا یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ علی میرا شیر ہے۔

پھر فرمایا کہ جب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نعرہ مارتے تو اس نعرے کی ہیبت سے چرند، پرند اور درند ہلاک ہو جاتے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مہتر داؤد علیہ السلام کی بابت بیان ہو رہا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں لوہا موم ہو جاتا اور پھر اس سے زرہ تیار کرتے۔ آنحضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ جب داؤد ہاتھ میں لے لیا کرتے۔ تو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا نام لیا کرتے اور لوہا آپ کے ہاتھ میں موم ہو جاتا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف چڑھائی کی۔ وہاں پھر عاجز آ کر نعرہ مارا جس سے تمام ملکوت میں تھلکہ پڑ گیا۔ اور فرشتے تسبیح بھول گئے۔ بارگاہ الٰہی میں التجا کی کہ الٰہی! یہ کیسی آواز ہے کہ ہم سے اپنا کام بھی چھوٹ گیا۔ فرمان الٰہی ہوا کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کا نعرہ ہے جو ہم سے امداد طلب کرتا ہے۔ جاکر اس کی امداد کرو۔

بعد ازاں معرفت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ عارف کی علامت یہ ہے کہ وہ خاموش رہتا ہے۔ اگر بات کرتا بھی ہے۔ تو حسب ضرورت

پھر فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کا عاشق بنتا ہے اس پر خود پسندی، حسد اور خواری عاشق ہو جاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ تمام چیزوں کی چابی صبر ہے۔ ارادت میں صبر سے کام بنتا ہے۔ جب ارادت درست ہو جاتی ہے۔ تو برکتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ مراقبہ اس شخص کو کرنا چاہیے۔ جس کی نظروں سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔ اور شکر اس شخص کو کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی سلطنت سے قدم باہر نہ رکھے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ وہ لوگ کیسے اچھے ہیں۔ جو پہلے روز ہی باخبر ہو جاتے ہیں۔ اور دوسرے تیسرے روز ان کا نشان بھی نہیں رہتا ایسے

شخص آسمان میں کامل وہ ہے جو عشق کے آغاز اور انجام میں قائم رہے اور هل من مزید ہی پکارتا رہے

پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پچھوا بھیجا کہ آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ جو محبت کے ایک ہی پیالے میں مست ہو جائے خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا بھیجا یہاں وہ مرد ہیں کہ ازل سے ابد تک پیالے پر پیالہ پڑھاتے جاتے ہیں۔ اور پھر بھی هل من مزید پکارتے ہیں جو آپ نے لکھا ہے۔ یہ تنگ حوصلوں کا حال ہے۔

پھر خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص راہ محبت اور معرفت میں کامل ہے اس سے ظاہر و باطن میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اور نہ ہی پوشیدہ رہتی ہے

پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کمالیت کو پہنچ گئے۔ اور آپ کا شہرہ اطراف و جوانب میں ہو گیا تو جب آسمان کی طرف نگاہ کرتے۔ تو عرش سے فرش تک اور فرش سے حجاب عظمت تک کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہ رہتی اور جب زمین کی طرف دیکھتے۔ تو روئے زمین سے لے کر تحت الثریٰ تک کی ساری چیزیں دکھائی دیتیں

پھر خواجہ صاحب سے پوچھا گیا کہ لوگ اس مرتبے پر کس طرح پہنچتے ہیں فرمایا کہ جب سب سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہو رہتے ہیں تو پھر ساری مملکت اور جو کچھ اس میں ہے۔ ان پر آشکار کیا جاتا ہے۔ اور کوئی چیز ان سے چھپائی نہیں جاتی پھر جس طرف دیکھتے ہیں۔ کوئی چیز ان کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہتی۔

بعد ازاں سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ خانوادہ چشت کا ایک درویش حاضر خدمت تھا۔ اس نے عرض کی کہ یہ کیا وجہ ہے کہ پہلے تو لوگ آرام میں ہوتے ہیں جب سماع سنتے ہیں۔ تو بے قرار ہو جاتے ہیں فرمایا جب حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے منت خدمت کرنے کا وعدہ لیا یعنی ارواحوں سے پوچھا کہ الست بربکم یعنی کیا میں تمہارا پروردگار نہیں تو تمام ارواحیں مستغرق ہوئیں۔ سو وہی حالت سماع میں ہوتی ہے کہ پہلے بالکل آرام کی

حالت میں ہوتے ہیں جب سماع سنتے ہیں تو مضطرب ہو جاتے ہیں۔ پھر اسی عزیز نے پوچھا کہ مراقبت اور حیا میں کیا فرق ہے؟ فرمایا۔ مراقبت انتظار کی نہایت اور حیا مشاہدہ سے شرمندگی کا حاصل ہونا ہے۔

پھر پوچھا کہ صوفی کسے کہتے ہیں؟ فرمایا جس کا دل حضرت ابراہیم کی طرح سلیم ہو یعنی دنیا کی محبت سے بری اور فرمان خدا کو بجا لانے والا ہو۔ اور جس کی تسلیم اسمٰعیل کی سی ہو جس کا اندوہ داود علیہ السلام کے اندوہ جیسا ہو۔ اور جس کا فقر عیسیٰ کے فقر کا سا یا جس کا صبر ایوب کے صبر کا سا۔ اور جس کا شوق موسیٰ کے شوق کا سا۔ اور جس کا اخلاص محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاص کا سا ہو۔

بعد ازاں مولانا برہان الدین غریب نے پوچھا کہ تصوّف کسے کہتے ہیں؟ فرمایا کہ ظاہر حال کو نہ ٹ اور آتش پرستی نہ کرے۔ کیونکہ یہ گویا اس پر ظلم کرتا ہے۔ اس واسطے کہ اہل سلوک کہتے ہیں کہ کن بلا صفت تدرک الاوصف یعنی بے وصف ہو جا تو تجھے بے وصف مل جائے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ عارف کے ستر مقام ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک اس جہان میں مرادوں کا نہ ملنا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب آبدیدہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ جو شخص دوست کی محبت کا دم بھرے اور آخر وہ عورت کرے۔ یا علم سیکھے۔ تو سمجھو کہ وہ کچھ بھی نہیں۔ اور اس سے کچھ تعلق نہیں ہو سکے گا۔ وہ بالکل جھوٹا یا مدعی ہے۔ بعد ازاں غلبات شوق میں فرمایا کہ تمام علماء کا علم ابھی دو باتوں کو بھی نہیں پہنچا۔ اول تصحیح ملت۔ دوم تجرید خدمت۔

پھر فرمایا کہ میں نے بارہا شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ جو کہہ کر بیہوش ہو جاتے کہ جو کچھ بھی نہیں۔ اس سے مردہ بہتر۔ جو آنکھ حق تعالیٰ کے بغیر کسی اور میں مشغول ہو۔ اس کا اندھا ہونا بہتر ہے۔ اور جو زبان اس کے ذکر میں مستغرق نہیں وہ گونگی بہتر ہے۔ جو کان حق کے سننے میں مست نہیں ہوتا۔ وہ بہرہ بہتر ہے۔ اور جو بدن اس کی خدمت میں کام نہیں کرتا۔ وہ مرا ہوا اچھا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان

مبارک سے سنا ہے کہ ایک روز شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز عالم سکر میں یہ فرماتے تھے کہ جو شخص بغیر قدموں کے راہ حق میں چلا۔ وہ منزل مقصود پر پہنچ گیا اور میں نے بغیر زبان اس کا ذکر کیا اسے نعمت وصال حاصل ہوگئی۔ اور جس نے بے آنکھ دوست کا جمال دیکھا وہ ہمیشہ کے لئے بینا ہوگیا۔ اور جس نے بغیر منہ کے اس کی محبت کی شراب پی۔ وہ کامل مرد ہوگیا۔ خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے۔ تو زار زار روئے۔ اور فرمایا کہ مرد کامل خواہ خلوت میں ہو۔ کوئی دم ایسا نہیں گزرتا کہ وہ عرش کے ستون کو نہیں ہلاتا۔ اور اس کا شور عالم ملکوت میں برپا نہیں ہوتا۔

پھر میں (مصنف) نے عرض کی کہ اگر ارشاد ہو۔ تو خواجہ نظامی کی نظم یاد ہے۔ عرض کروں؟ فرمایا۔ پڑھو۔

نظم

چو ہست خلوتش فلک را خیمہ بر ہم زدن　　ستون عرش در جنبان طناب آسمان درکش
طرنقش بقدم میرو مدہش بے زبان میگو　　جمالش بے بصر مے بیں ستائش بیدلاں درکش

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب تک ایسا نہ ہو۔ وہ مرد کامل نہیں ہو سکتا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ علی سہیل رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف خط لکھا جس سے مقصود یہ بات ہے۔ وہ یہ کہ داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ وہ شخص ہماری محبت کے دعوی میں جھوٹا ہے جو رات کو سوتا ہے خواجہ جنید نے یہ خط دیکھ کر اس کی پشت پر جواب لکھ دیا۔ کہ ہماری بیداری راہ حق میں ہمارا معاملہ ہے اور ہمارا خواب بھی فعل حق ہے۔ یعنی محبت میں دونوں یکساں ہیں۔ والنوم ھو ھبۃ اللہ علی المحسنین یعنی ینام عینی ولاینام قلبی نیک لوگوں کی میٹھی نیند بھی اللہ تعالی کی بخشش ہے یعنی میری آنکھ سوتی ہے۔ لیکن دل نہیں سوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی اور بزرگ نے خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھا۔ کہ محب وہ لوگ ہیں۔ کہ اگر حق تعالے انہیں اختیار دے کہ بہشت اور دوزخ میں سے

چاہیں پسند کریں۔ تو وہ دوزخ کو اختیار کریں کیونکہ بہشت ان کی مراد ہے اور دوزخ دوست کی مراد ہے۔ جو دوست کے اختیار کو اپنے اختیار پر ترجیح دے۔ تب وہی ہے خواجہ جنید نے فرمایا نہیں۔ جو ایسا کرتے ہیں۔ وہ گویا بچوں کا سا فعل کرتے ہیں۔ مجھے اختیار دیا جائے۔ تو میں کچھ بھی پسند نہ کروں۔ بلکہ یہی عرض کروں کہ بندے کو اختیار سے کیا واسطہ؟ جہاں تو بھیج دے میں وہیں جانے کو تیار ہوں۔ میرا کوئی اختیار نہیں میرا اختیار وہی ہے جو تو چاہتا ہے۔

پھر خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کے بارے میں فرمایا۔ ایک بزرگ نے آپ کی وفات کے بعد یہ حکایت بیان کی کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں اور خواجہ جنید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہیں ایک شخص فتویٰ لا کر جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانا چاہتا ہے لیکن آنحضرت فرماتے ہیں کہ جنید کو دکھاؤ۔ تاکہ وہ جواب دے۔ شیخ جنید عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے حضور میں کس طرح اختیار ہے؟ فرمایا۔ مجھے تجھ اکیلے پر اتنا فخر ہے۔ جتنا باقی تمام انبیاء کو اپنی اُمت پر۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی۔ کہ رات بھر اللہ اللہ کرتے۔ اور یہ شعر پڑھتے ؎

من لم یکن للوصال اھلا فکل احسان لہ ذنوب

بعد ازاں خرقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ محض خرقہ قابل اعتبار نہیں۔ اگر معتبر ہوتا تو ساری دنیا خرقہ پہنتی۔ اعتبار اس خرقہ پوش کا ہوتا ہے جو خرقہ پہن کر اس کا حق ادا کرے۔ اور اگر کام میں کوتاہی کرے۔ تو ماخوذ ہوگا اور اس کے خرقہ کی کچھ قدر و منزلت نہ ہوگی۔ خرقہ پہننا ان بزرگوں کی نقل کرنا ہے جنہوں نے خرقہ پوشی کر کے طاعت الٰہی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آیا خرقہ قابل اعتبار ہے یا نہیں؟ فرمایا نہیں پوچھا کیوں؟ فرمایا۔ اس واسطے کہ بہت سے خرقہ پوش ایسے

ہیں جن سے افعال قبیحہ سرزد ہوتے ہیں۔ اور قیامت کے دن وہی خرقہ ان کا مدعی بنے گا۔ ایسے اشخاص دوزخ کے مستوجب ہوں گے۔ اور بہت سے قباپوش ایسے ہیں کہ وہ سارے نیک کام کرتے ہیں۔ ایسے لوگ خرقہ پوشوں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ پس معلوم ہوا کہ محض خرقہ معتبر نہیں۔ بلکہ خرقہ اس خرقہ پوش کی وجہ سے قابلِ اعتبار ہوتا ہے۔ جو اسے پہن کر اس کی حق ادائی کرے۔ ایسے شخص کے خرقے کی عزت ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لا اعتبار فی الخرقۃ یعنی خرقہ معتبر نہیں۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے تحفۃ العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک دفعہ خواجہ یحیی معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ اور اصحاب گرداگرد حاضر تھے۔ اتنے میں ایک قباپوش آیا۔ اور آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔ آپ اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے۔ جب دو تین دفعہ آپ نے ایسا کیا۔ تو حاضرین نے وجہ پوچھی۔ فرمایا کہ جو بات میں خرقہ پوشں میں تلاش کرتا تھا۔ وہ اس قباپوش میں پاتا ہوں۔ وہ شخص اٹھ کر آداب بجالایا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تو ایک ایسا مرد ہے۔ جو اس لباس میں ہو کر خرقہ پوشوں سے سبقت لے گیا ہے۔ اور منزل مقصود پر پہنچ گیا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

جمعرات کے روز دسویں ماہ صفر سنہ مذکور میں قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ آسمان اور زمین کی پیدائش کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان اور جو کچھ ان میں ہے۔ چھ روز میں پیدا کیا جیسا کہ امام مجاہد کی تفسیر میں لکھا ہے۔ قولہ تعالیٰ ھو الذی خلق السموٰت والارض فی ستۃ ایام۔ وہ ایسی ذات ہے۔ جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کئے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اس جہان کا ایک دن اس جہان کے ہزار سال کے برابر ہے۔ وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون تیرے پروردگار کے نزدیک ایک دن ہزار سال کے برابر ہے

بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے لوح پیدا کیا۔ اور جو کچھ اس جہان کی بتدرسے اس جہان کی انتہا تک ہونے والا تھا قلم کو لکھنے کا حکم ہوا جب اس نے لکھا تو پھر عرش پیدا کیا۔ اور اس کے بعد کرسی اور پھر آسمان اور زمینیں۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ پیدائش کی ابتدا اتوار کے روز ہوئی اور جمعہ کے روز ختم ہوئی۔ اور ہفتے کے روز کوئی چیز پیدا نہ کی۔

پھر فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک لحظہ بھر میں یہ کیا۔ بلکہ اس جیسی لاکھوں پیدا کر دیتا کیونکہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بلکہ اسے بندوں کو یہ دکھلانا منظور تھا کہ کام آہستگی سے کرنے چاہئیں نہ کہ جلدی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امام زاہد کی تفسیر میں لکھا دیکھا ہے کہ جب یہ آیت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ تو یہودی عالموں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ کہ سب کی پیدائش کی تفصیل پوچھی۔ فرمایا کہ اتوار اور سوموار کو زمین اور جو کچھ اس میں ہے پیدا کیا گیا منگل کے روز پہاڑ اور جو کچھ ان میں ہے۔ بدھ کے روز درخت اور انسانی ضروریات۔ جمعرات کے روز آسمان اور جو کچھ ان میں ہے۔ جمعہ کے روز سورج چاند اور ستارے پیدا کئے۔ جب ساری چیزیں چھ دنوں میں پیدا کر لیں۔ اور جہان درست ہو گیا۔ تو ہفتے کے روز جس کی مدت ہزار سال ہے گردش افلاک اور بقائے آدم صفی اللہ علیہ السلام کی پیدائش سے لیکر روز قیامت تک چودہ ہزار سال ہوتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے حقائق میں خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا دیکھا ہے کہ گردش افلاک سے لے کر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت تک چھ ہزار سال گزرے

ولادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بعد ازاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ تو سارے بت سرنگوں ہو گئے۔ آنحضرت کے دونوں مبارک کندھوں پر نور کے قلم سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ لکھا ہوا تھا۔ اور ان دونوں کے بیچ میں مہر نبوت کی تھی۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب آنحضرت زمین پر پڑے تو حجرہ منور ہو گیا کہ گویا لاکھوں شمعیں جل

وہاں روشن ہیں۔

پھر فرمایا کہ جس رات آنجناب کی پیدائش ہونے والی تھی۔ اسی رات جناب کے چچا ابو طالب نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے آسمان سے روشن مشعل لے کر عبد اللہ (والد بزرگوار رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے گھر آئے ہیں اور قبیلہ قریش کے آدمی اور پڑوسی، جن کی قسمت میں اسلام تھا۔ اس مشعل سے اپنے اپنے چراغ روشن کر رہے ہیں۔ اور اپنے اپنے گھروں میں لے جا رہے ہیں۔ میں نے اپنا چراغ اس مشعل سے روشن کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر مشعل مجھ سے دور ہٹتی گئی۔ اور میرا چراغ روشن نہ ہوا۔ آخر جب میں بیدار ہوا۔ تو سنا کہ عبد اللہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ابو طالب نے جو کچھ ممکن تھا کیا لیکن چونکہ ان کی قسمت میں اسلام نہ تھا۔ اس لیے اس نعمت سے محروم رہا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ابتداء میں جناب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہتیری کوشش کی کہ ابو طالب اسلام لائیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ تھی۔ وہ کوشش بیفائدہ گئی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک روز آنجناب کی ملاقات ایک کوچہ میں ابو طالب سے ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ اے چچا آپ ایک مرتبہ میری پیغمبری کا اقرار کریں تاکہ قیامت کے دن دوزخ سے آپ کی رہائی کی دلیل میرے پاس ہو جائے۔ ابو طالب نے بہتیری کوشش کی کہ کہے۔ لیکن نہ کہہ سکا۔ اور کہا کہ اے جانِ عم! میں کلمہ طیب کہنا چاہتا ہوں۔ تو لاکھوں تالے میرے منہ پر لگ جاتے ہیں۔ جن کی گرانی کی وجہ سے میں نہیں کہہ سکتا۔

بیان ولادت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

بعد ازاں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جب آنجناب پیدا ہوئے۔ تو جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں رکھے گئے کہ آپ اپنے دستِ مبارک سے غسل دیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو غسل دیا اور ابو طالب کی گود میں رکھا۔ تو رو دیئے۔ ابو طالب نے کہا کہ یہ وقت ہنسی کا ہے۔ نہ کہ رونے کا۔ فرمایا۔ چچا جان! علی کو پہلا غسل میں

نے دیا ہے۔ لیکن آخری غسل مجھے ملی دے گا۔ اس لئے میں روتا ہوں۔

خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

پھر شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ جنید بغداد میں درگاہ الٰہی میں یہ کہہ رہے تھے۔ کہ کوئی زمانہ وہ بھی تھا کہ مجھ پر اہلِ آسمان اور اہلِ زمین روتے تھے۔ اور پھر بھی زمانہ گزرا کہ میں ان پر روتا تھا اب یہ حالت ہے کہ نہ مجھے اپنی خبر ہے۔ نہ ان کی۔ پھر کہا کہ دس سال میں بیابان میں پھرتا رہا اور دل کی نگہداشت کرتا رہا۔ اب بیس سال سے مجھے کسی کی خبر نہیں۔ پھر کہا کہ بیس سال حق تعالیٰ جنیدؒ کی زبان سے بات کرتا رہا لیکن جنید کا بیچ میں کوئی دخل نہ تھا۔ اور نہ ہی کسی کو خدا کے سوا اس بات کی خبر تھی۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب محبتوں کے دل میں نماز کے وقت دنیا کا خیال آئے تو نماز از سرِ نو شروع کرتے ہیں۔ اور عاقبت کا خیال آئے۔ تو سجدہ سہو بجا لاتے ہیں۔

پھر فرمایا ایک دفعہ خواجہ جنید قدس اللہ سرہ العزیز سے عرض کی گئی کہ اے پیرِ طریقت ایک ہی اچھا ہو کہ اگر آپ ہماری خاطر گودڑی پہن لیں۔ فرمایا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ صرف گودڑی سے کام نکل آتا ہے۔ تو میں لوہے اور آگ کی گودڑی بھی پہن لیتا۔ لیکن معاملہ یہ ہے کہ ہر روز ہمارے باطن میں یہ ندا کی جاتی ہے۔ کہ لیس الاعتبار بالخرقۃ انما الاعتبار بالحرقۃ یعنی خرقے کا کوئی اعتبار نہیں۔ صرف کام کرنا معتبر ہے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سفر پر جا رہے تھے۔ کہ ایک آدمی نے سامنے آکر سوال کیا کہ محبت کی انتہا بھی ہے یا نہیں؟ فرمایا۔ او جھوٹے! محبت کی کوئی انتہا نہیں۔

رابعہ بصری

بعد ازاں رابعہ بصری کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ قیامت کے دن جب ندا ہوگی۔ رجال اللہ۔ خدا

کے مرد ہوا تو سب سے پہلے رابعہ بصریؒ اس صف میں قدم رکھیں گے۔

پھر فرمایا کہ اس زمانے میں آپ محبت کے کام میں بے مثل تھیں۔ چنانچہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دن ایک رات رابعہ بصریؒ کی خدمت میں رہا۔ اور محبت کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ نہ میرے دل میں خیال آیا کہ میں مرد ہوں۔ نہ ان کے دل میں خیال آیا کہ وہ عورت ہیں۔ آخر جب میں اٹھا تو اپنے تئیں مفلس اور مخلص پایا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آپ کے عقیدہ اور صدق کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز درگاہِ الٰہی میں مناجات کر رہی تھیں۔ کہ اے بارِ خدایا اگر تو قیامت کے دن مجھے دوزخ میں بھیجے گا۔ تو میں تیری محبت کا ایک بھید جو اندر ہے۔ اس سے بیان کروں گی جس کے سبب دوزخ ہزار سال راہ کے برابر مجھ سے دُور بھاگ جائے گا۔ پھر عرض کی۔ کہ اے پروردگار! اگر میں دوزخ کے خوف سے تیری عبادت کرتی ہوں۔ تو مجھے دوزخ میں جلانا۔ اور اگر بہشت کی امید پر تیری پرستش کرتی ہوں۔ تو اپنا جمال ضرور دکھانا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ کعبہ نے رابعہ بصریؒ کا استقبال کیا۔ تو پیار اٹھیں کہ من تقرب الی شبرا تقرب اللہ ذراعا۔ جو میری طرف ایک بالشت بھر بڑھتا ہے۔ میں اس کی طرف گز بھر بڑھتا ہوں۔ اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ مجھے کعبہ درکار نہیں۔ مجھے اس کے دیدار سے خوشی نہیں۔ میں کعبہ کے مالک کا دیدار چاہتی ہوں۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رابعہ بصریؒ نے جنگل کا رخ کیا۔ اور سات سال تک پہلو کے بل لڑھک لڑھک کر عرفات میں پہنچیں۔ تو غیب سے آواز آئی کہ اے مدعی! یہ کیسی خواہش تیرے دامنگیر ہوئی ہے؟ اگر تو ہمیں طلب کرتی ہے۔ تو ہم ایک ہی تجلّی سے تیرا کام سنوار دیتے۔ عرض کی۔ یا رب العزت! مجھے اس درجے کا حوصلہ حاصل نہیں۔ میں فقط فقر چاہتی ہوں۔ آواز آئی کہ اے رابعہؒ! سر جھکا لے۔ کیونکہ یہاں پر یہ معاملہ ہے کہ جو لوگ

ہمارا وصال چاہتے ہیں۔ اس قدر قریب ہو جاتے ہیں۔ کہ بال کا فرق نہیں رہتا۔ تو پھر کام دگرگوں ہو جاتا ہے۔ اور وصال فراق سے بدل جاتا ہے تو تو ابھی ستر ہزار پردوں میں ہے۔ جب تک ان سارے پردوں کو پھاڑ کر ہماری راہ میں قدم نہیں رکھے گی فقر حاصل نہیں کر سکے گی۔ ذرا نگاہ اٹھا کر اوپر کی طرف دیکھ۔ جب نگاہ کی تو دیکھا کہ ہوا میں خون کا دریا بہہ رہا ہے۔ آواز آئی۔ اے رابعہ! یہ ہمارے ان ہی عاشقوں کی آنکھوں کا خون ہے۔ جنہوں نے اس راہ میں قدم بڑھایا۔ اور پہلی ہی منزل میں ایسے فرو ہوئے کہ دونوں جہان میں ان کا نام نشان تک نہیں پایا جاتا۔ عرض کی۔ یارب العزت! ان کی ایک صفت مجھے بھی دکھلا۔ یہ کہنا ہی تھا کہ آپ کو عورتوں والا خون جاری ہو گیا۔ اور غیب سے آواز آئی کہ اے رابعہ! یہ ان کا پہلا مقام ہے۔ خواجہ صاحب اس بات پر پہنچ کر زار زار روئے۔ اور فرمایا کہ سات سال پہلو کے بل لیٹ لیٹ کر دو ڈھیلوں کی زیارت کی خاطر گئیں۔ اور جب قریب پہنچیں۔ تو وہ بھی اس علت کی وجہ سے نصیب نہ ہوئی۔ اتنے میں حسن علاء سنجری اور ندیم خاص خواجہ عزیز بیگ نے آکر سر زمین پر رکھا۔ خواجہ صاحب غلبات شوق میں تھے۔ اس لئے ان پر نہایت شفقت فرمائی۔ اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ! جب بیٹھ گئے۔ تو خواجہ عزیز بیگ کو فرمایا کہ کوئی غزل پڑھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں وقت پر بھیجا ہے۔ جب خواجہ عزیز نے تیسرے پردے میں غزل گانی شروع کی۔ تو خواجہ عزیزؔ اور حاضرین مجلس پر ایسی رقت طاری ہوئی۔ کہ عقل و فکر میں نہیں آسکتی۔ خواجہ صاحب اور برادرم حسن کو خاص جامہ عنایت فرمایا۔ وہ دن بہت ہی باراحت تھا کہ سعادت پر سعادت سے مشرف ہوئے تھے۔ وہ غزل جو خواجہ عزیز نے پڑھی۔ یہ ہے۔

غزل

گر پردہ برکشائی ازاں روئے در بہشت　　روشن شود بر اہل نظر حال خوب و زشت
رضواں اگر بہ بیند خشت درت کند　　جملہ نگار خانہ فردوس خشت خشت

کاغذ ز گریہ تر شد خامہ ز آہ سوخت
حال دل خراب بگو چوں تواں نوشت

کشت امید کشتم و تو ابر رحمتی
مگذار کشت زار کہ رازاست کشت کشت

چندیں حسن برشتہ جاں و دل چہ بستہ
مہلت اگر گسست ازیں تن سر رشت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ ؂

در فضیلت سورۃ مزمل

اتوار کے روز بیسویں ماہ صفر کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ امام زاہدی کی تفسیر پاس پڑی تھی۔ اور سورۃ مزمل کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ امام شافعی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے اور آنجناب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ستائیسویں ماہ رمضان المبارک کو مسجد مدینہ میں معہ اصحاب بیٹھے تھے۔ اور گزشتہ پیغمبروں کی حکایات بیان فرما رہے تھے۔ کہ جبرائیل اور میکائیل معہ چوبیس ہزار مقرب فرشتوں کے جو عرش کے گرداگرد رہتے ہیں۔ سورۃ مزمل کو ریشمی کاغذ پر قلم نور سے لکھا ہوا لے کر آئے۔ آنحضرت نے اٹھ کر بڑی تعظیم و تکریم سے ہاتھ میں لے کر بوسہ دیا۔ اور سر پر رکھی اور پوچھا کہ بھائی جبرائیل! فرمان الٰہی کیا ہے؟ عرض کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر میں اس سورۃ کو پہلے پیغمبروں کے عہد میں بھیجتا۔ تو اس کی برکت سے ان میں سے ایک بھی گنہگار نہ ہوتا۔ اور اس کی برکت سے میں سب کو بخش دیتا۔ پس جو بندۂ خدا اور تیری امت میں سے جو شخص اس کو فریضۂ نماز کے بعد پڑھے گا۔ اسے ہر حرف کے بدلے میں ایک لاکھ نیکی عطا ہوگی۔ اور اسی قدر بدیاں اس کے نامۂ اعمال سے مٹائی جائیں گی۔ اور آنحضرت کے ہمراہ بہشت میں داخل ہوگا۔ اس سورۃ کے پڑھنے والے کو بہشت میں ہزار محل سبز زمرد کے بنے ہوئے ملیں گے۔ جن میں سے ہر ایک میں ہزار ہزار چھوٹے محل ہوں گے۔ اور جن میں ہزار ہا حوریں ہوں گی۔

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے میرے

اُمتیو اتم اس سورۃ کو اپنا وِرد مقرّر کرو۔ اور اسے ہر روز دس مرتبہ پڑھا کرو جو ہر روز اسے دس مرتبہ پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے بُرے آدمیوں اور آفات کے شر سے محفوظ رکھے گا اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوگا۔ اور اس سورۃ کی برکت سے اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ جو شخص کسی مہم کے لیے اسے پڑھے گا۔ وہ مہم سرانجام ہوگی۔ اور سورۃ کا ثواب اگر اہلِ آسمان اور اہلِ زمین لکھنے لگیں۔ تو بھی نہیں لکھ سکتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب میں شیخ الاسلام فرید الحق والدّین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوا۔ تو شروع میں مجھے فرمایا کہ سورۃ مزمل بکثرت پڑھا کرو۔ آخر جب تفسیر میں اس سورۃ کی فضیلت دیکھی۔ تو سمجھا کہ آپ مجھے جو اس سورۃ کے پڑھنے کے لیے فرمایا کرتے تھے۔ تو اس سے یہ مقصد تھا کہ میں اس سعادت سے محروم نہ رہ جاؤں۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ پروردگار اس سورۃ کو جمعہ کی رات بے کام و بے زبان پڑھتا ہے۔ پس جو شخص اس رات اس سورۃ کو پڑھے۔ گویا وہ حق تعالیٰ سے ہمکلام ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ حسن بصری اس سورۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جو شخص اس سورۃ کا پڑھنے والا ہے۔ اسے خواہ لاکھ دشمن حاسد، جادوگر ظالم اور بدخواہ تکلیف پہنچانی چاہیں۔ تو اس کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ بلکہ سب مغلوب ہو کر رہ جائیں گے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے مجھ پر ظلم کیا۔ اور مجھے ہلاک کرنا چاہا۔ ایک روز میں بیٹھا تھا۔ تو ایک شخص مجھے لینے کے لئے آیا۔ کہ خلیفہ وقت بلاتے ہیں۔ میں نے سورۃ مزمل پڑھ کر اپنے بدن پر پھونکی۔ جب خلیفہ کے پاس پہنچا۔ تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اور تخت سے نیچے اتر کر میرے قدموں پر گر پڑا۔ اور مجھے خلعت سے مشرف کیا۔ اور کہا۔ اے استاد! جب تو اندر آیا۔ تو میں نے دیکھا کہ دو اژدہا منہ کھولے تیرے پہلوؤں سے نمودار ہوئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اے خلیفہ! شعبی کو چھوڑ دو۔ تو بہتر! ورنہ حکمِ الٰہی سے تجھے پارہ پارہ کر دیں گے۔ مجھے یہ بتا دو کہ یہ کرامت کہاں سے نصیب ہوئی۔ میں نے کہا۔ سورۃ مزمل کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ درجہ

عنایت فرمایا ہے۔ پھر خلیفہ نے اس سورۃ کو ہر روز پڑھنا شروع کیا۔ تو جو بادشاہ خراج نہیں دیا کرتے تھے۔ اور سرکش تھے۔ سب باجگذار اور مطیع ہو گئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ امام مفضل رحمۃ اللہ علیہ نے اس سورۃ کے چھ فائدے لکھے ہیں۔

اوّل یہ کہ جو اس سورۃ کو متواتر پڑھے گا۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے گا۔ اور کوئی مصیبت اس کے نزدیک نہیں پھٹکے گی اور دینی اور دنیاوی آفات سے محفوظ رہے گا۔ اور بادشاہوں اور بزرگوں کی نظر میں عزیز ہوگا دوسرے یہ کہ جو شخص اس سورۃ کو دن کے وقت یا رات کے وقت ایک مرتبہ پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرمائے گا کہ گواہ رہنا میں اس بندے کو بخشتا ہوں اور اپنا ولی بناتا ہوں۔ اور تمام دشمنوں پر اسے مظفر و منصور بناتا ہوں تیسرے یہ کہ جو شخص اس سورت کو پڑھے گا۔ اور پتھر پر دم کرے گا۔ تو عجب نہیں کہ وہ سونا بن جائے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ شیخ عبداللہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو کسی خطا کے بدلے بغداد میں قید کر دیا گیا۔ مدت بعد جب خلیفہ کے روبرو لائے گئے۔ تو خلیفہ نے کہا۔ کہ اگر تو واقعی درویش ہے۔ تو جو پتھر تیرے روبرو پڑا ہے۔ دعا کر کہ یہ سونے کا ہو جائے۔ پھر میں تجھے رہا کر دوں گا۔ آپ نے کہیں تفسیر میں لکھا دیکھا تھا۔ فوراً سورۃ مزمل پڑھ کر پتھر پر پھونک ماری۔ جو فرمانِ الٰہی سے سونا بن گیا۔ خلیفہ یہ کرامت دیکھ کر تائب ہوا۔ پھر خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ صاحب جو محبوس رہے تو اس کی وجہ یہی تھی۔ کہ خلیفہ آپ کے سبب تائب ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ چوتھے جو اس سورۃ کو پڑھے گا۔ اور اپنے پاس رکھے گا۔ اس پر کوئی مصیبت نازل نہ ہوگی۔ اور لوگوں اور درگاہِ الٰہی میں معزز ہوگا۔ پانچویں اس سورۃ کے پڑھنے والے پر زہر اور جادو کا اثر نہیں ہوگا۔ اور تمام بلاؤں سے امن میں رہے گا۔ چھٹے جو شخص اس کو بہتے پانی پر پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ پانی ٹھہرا ہو جائے گا۔ اور اگر پہاڑ پر دم کرے گا۔ تو وہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اگر مردہ پر پڑھ کر دم کرے گا۔ تو فرمانِ الٰہی سے وہ زندہ ہو جائے گا۔ اگر قیدیوں کی رہائی کے لئے پڑھے گا۔ تو قیدی قید سے رہا ہو جائے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ مولانا بدرالدین اسحٰق علیہ الرحمۃ یہ حکایت بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ

میں اور شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز سفر کرتے ہوئے دریا کے کنارے پہنچے۔ جہاں دریا عبور کرنے کے لئے کشتی موجود نہ تھی۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ میری اور اپنی نعلین ہاتھ میں پکڑے۔ جب ہم پانی کے قریب پہنچے۔ تو فرمایا۔ آنکھیں بند کرو جب میں نے آنکھیں بند کیں۔ تو ہم پانی سے گزر گئے۔ آپ کی ہیبت مجھ پر طاری ہوئی۔ وجہ نہ پوچھ سکا جب ایک منزل پر پہنچے۔ تو عمدہ موقعہ پاکر میں نے اس حالت کی بابت عرض کی۔ تو فرمایا کہ میں نے سورۃ مزمل پڑھی تھی۔ اور اپنے پر اور تجھ پر دم کی تھی۔ تو راستہ بن گیا تھا

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ سلیمان سمرقندی بڑے بزرگ تھے۔ آپ کو حجاج بن یوسف نے ایک مرتبہ قید کردیا۔ اور سر سے پاؤں تک آہنی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے سورۃ مزمل کی فضیلت یاد آئی۔ فوراً پڑھنی شروع کی۔ ابھی ختم نہ کرنے پایا تھا کہ تمام ہتھکڑیاں، بیڑیاں اور طوق گر پڑے۔ اور لوگ آکر مجھے رہا کر کے لے گئے۔ آخر معلوم ہوا کہ فرشتگانِ عذاب سے ہلاک کرنا چاہتے تھے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب بیان فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سورۃ کی برکت سے ایک سو ستر میدان مارے۔ اور خیبر کے دروازے کو اسی کی برکت سے اکھیڑ پھینکا۔ امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جناب کی زیارت خواب میں اسی سورۃ کی برکت سے ہوا کرتی تھی۔ پھر فرمایا کہ امام یحیٰی رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کے پڑھنے والے کو قیامت کے دن اس قدر ثواب ملے گا۔ جسے دیکھ کر ساری خلقت حیران ہوگی۔ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگا اور نوری براق پر سوار کر کے بہشت میں لے جائیں گے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ خواجہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ میں نے سات سو استادوں کی شاگردی کی۔ اس قدر فضیلت اس سورۃ کے پڑھنے کی انہوں نے بیان کی۔ مجھے گمان ہوا کہ اگر ساری عمر اس کی فضیلت اور اس کا ثواب لکھوں۔ تو بھی لکھا نہ جائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

بدھ کے روز پانچویں ماہ ربیع الآخر کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔

مولانا وجیہہ الدین پائلی، مولانا نصیر الدین گیاہی اور مولانا برہان الدین غریب حاضر خدمت تھے۔ آخری زمانے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ علامات جو زمانے میں دمبدم نمودار ہو رہی ہیں یہ سب آخری زمانے کی علامات ہیں لیکن عوام ان علامتوں سے غافل ہیں۔

پھر فرمایا کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں فرزند آدم بہت کم ہوں گے عورتیں مردوں کے ساتھ شراب پئیں گی۔ اور ان پر سوار ہو کر کوچہ بکوچہ پھریں گی۔ دف بجانے والے بکثرت ہوں گے۔ بے عمل علماء زیادہ ہو جائیں گے۔ اور بادشاہ کھلم کھلا ظلم کریں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب عورتیں گھوڑوں پر سوار ہو کر بازاروں میں پھریں گی۔ تو سمجھ لینا کہ یہ قیامت کی علامت ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ آخری زمانے کی علامت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بیٹھے تھے۔ امیر المؤمنین ابوبکر اور علی رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ دنیا کب تک ہے؟ فرمایا۔ سات روز۔ یہ سن کر اصحاب تنگدل ہوئے۔ فرمایا۔ یہ سات دن آخرت کے سات دنوں کے برابر ہیں جس میں آخرت کا ہر دن یہاں کے ہزار سال کے برابر ہوگا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ میری امت کی ناخوش زندگانی میری وفات کے بعد ہوگی۔ ان میں سے اسی کی زندگی خوش ہوگی جو دنیا سے قطع تعلق کرے گا۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے چھ سو سال بعد فتنے برپا ہوں گے۔ اور ہندوستان اور ترکستان میں ایک دوسرے سے لڑائی ہوگی۔ اور ایک دوسرے کی چغلی اور غیبت کریں گے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں عالم تو بہت ہوں گے لیکن برکت کم ہوگی۔ اور درویشوں کو بیت المال سے کچھ نہ ملیگا۔ اور عورتیں گھروں میں سوداگری شروع کریں گی۔ اور کھلم کھلا مطربوں اور بھانڈوں کو مال دیا جائیگا۔ عورتیں کھلم کھلا مصیبتیں برپا کریں گی۔ بادشاہ ولائتیں فتح کریں گے۔ اور فساد برپا کریں گے سادہ پا بھاؤں کو

عذاب کریں گے۔ اور زاہدوں کو مار ڈالیں گے۔ شراب خوروں کو پسند کریں گے۔ جہان کو ویران کریں گے۔ اور تمام خلقت ان کے ہاتھوں درویش ہو جائے گی۔ بیگانی عورتوں سے عیش کریں گے۔ اور اپنے آدمیوں سے لڑائی جھگڑے میں گزرے گی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ آخری زمانے میں ایسا وقت بھی آئے گا۔ جب کہ رنڈیاں، مطرب، بھانڈ اور اہل فساد دنیا کی نظروں میں عزیز ہوں گے۔ اور عالموں اور قرآن خوانوں کی کچھ قدر و منزلت نہ ہوگی۔ اور لوگ تمام رنگین کپڑے پہنیں گے۔ اور مرد عورت اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ اور لواطت کو پیشہ قرار دیں گے۔ عالم علم کو بیچیں گے۔ اور لوگوں میں بد دیانتی پیدا ہو جائے گی۔ دنیاوی مال کی خاطر حق کو ناحق قرار دیں گے۔ عدل و انصاف اٹھ جائیگا سوداگر لین دین میں جھوٹ بولیں گے۔ پانچ درم سے کر جھوٹی گواہی دیں گے۔ نباتات میں برکت نہیں رہے گی۔ آسمان سے مینہ کم برسے گا۔ اگر برسے گا بھی تو بے وقت جب یہ علامتیں ظاہر ہوں۔ تو سمجھ لینا کہ قیامت بالکل نزدیک ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ دجّال لعین لعنۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوا ہے۔ یہ اس طرح پر ہوا کہ ایک روز آنحضرت بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! ایک عجیب چیز پیدا ہوئی ہے۔ ایک یہودی کی عورت نے بچہ جنا ہے۔ جو صبح دس بجے تک باتیں کرنے لگا ہے۔ اور ظہر کی نماز تک بڑا ہو گیا۔ اور عصر تک اس کی ڈاڑھی نکل آئی۔ آنجناب نے فرمایا یہ آخری زمانے کی علامت ہے۔ اٹھ کر اس کے دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ جب اس کے مکان کے پاس پہنچے۔ تو کسی نے دجّال کو اطلاع دی کہ رسول خدا تیرے دیکھنے کو آئے ہیں۔ آنحضرت نے جا کر سلام کیا۔ اس ملعون نے جواب نہ دیا۔ پھر کہا کہ تو نے سخت جادو کیا ہے۔ کہ مجھے حاضر کر دیا ہے۔ مجھے بھی یہ سکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں جادوگر نہیں بلکہ پیغمبر خدا ہوں۔ میں تیرے پاس آیا ہوں تاکہ تو لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ہمراہ تھے عرض کی۔ یا رسول اللہ! حکم ہو۔ تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔ اتنا کہہ کر تلوار نکالی۔ تو وہ ملعون چلا کر غائب ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غمناک ہو کر یاروں کو فرمایا۔ کہ شیاطین اسے ملک

میں سے لے گئے ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جس روز دجال نکلے گا۔ اس سال سخت قحط ہوگا۔ بارش نہیں ہوگی۔ نباتات کم اگے گی۔ یہ ساری خاصیتیں اس ملعون کے نمودار ہونے کی ہیں۔ پھر فرمایا کہ وہ نمودار ہو کر پیغمبری کا دعوٰی کرے گا۔ اس کی علامت یہ ہوگی۔ کہ اس کی پیشانی میں لکھا ہوگا۔ ھوالکافر باللہ العظیم۔ گدھے پر سوار ہوگا۔ جس کی لگام سونے کی ہوگی۔ پس جو اہلِ عذاب ہوں گے۔ وہ اس کی پیروی کریں گے۔ اور خضر علیہ السلام اس کے ہمراہ ہوں گے۔ اور فرماتے جائیں گے کہ یہ جھوٹا ہے۔ ملعون ہے۔ وہ مسلمانوں کو سیدھی راہ سے بھٹکائے گا۔ اور کافر کرے گا۔ اور تمام جہان میں ایک ہی ہفتے میں پھرے گا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ آخری زمانے میں غافل نہ رہنا۔ جوں جوں اس کی علامتیں ظاہر ہوں گی تم عاجز ہوتے جاؤ گے۔ اس وقت اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کرو۔ اور توبہ کرو۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور گرداگرد اصحاب حاضرِ خدمت تھے۔ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنجناب سے پوچھا کہ آیا سورج اسی زمین سے نکلتا ہے؟ فرمایا۔ ہاں! اس کی گردش آگ پر ہے۔ اگر دن رات میں ایک مرتبہ بھی اس کا گزر پانی پر نہ ہوتا۔ تو بہت سے لوگ جل جاتے۔ اور یہ ستارے جو آسمان میں دکھائی دیتے ہیں۔ اللہ تعالٰی کا ذکر کرتے ہیں۔ خاص کر یہ آفتاب جو ہر روز اللہ تعالٰی سے اجازت طلب کرتا ہے۔ کہ بار خدایا! مجھے حکم دے۔ تاکہ میں سارے کافروں اور نافرمانوں کو جلا دوں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایسا وقت بھی آئے گا کہ اس وقت کا سال اب کے مہینے کے برابر ہوگا۔ اور مہینہ ہفتہ کے برابر اور ہفتہ دن کے برابر اور دن اس قدر چھوٹا ہوگا کہ ایک نماز بھی پوری ادا نہیں ہو سکے گی۔ اور عمریں بھی برائے نام رہ جائیں گی۔ جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے۔ تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میری ہجرت کے بعد اُمت کے پانچ طبقے ہوں گے۔ اور ہر

ایک سوسال رہے گا۔ پھر خواجہ صاحب نے اس کی تفصیل یوں بیان فرمائی۔ کہ پہلا طبقہ صاحب تقوی اور عمل صالح کا ہوگا۔ دوسرا اہل تواضع اور تراحم کا تیسرا ایک دوسرے کے ساتھ جنگ وجدال کا ہوگا۔ چوتھا صلہ رحم چھوڑ کر ایک دوسرے سے روگردانی کرے گا۔ اور عاجزوں کی مدد نہیں کرے گا۔ یہ پانچ سو سال تک رہے گا۔ پانچواں طبقہ ظالم، عاصی اور نافرمان ہوگا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب سات سو سال گزر چکیں گے۔ تو زلزلے بہت آئیں گے۔ باعمل علمار فوت ہوجائیں گے۔ امر معروف اور نہی عن المنکر یکساں ہو جائیں گے۔ کوچہ بکوچہ خونریزیاں ہوں گی۔ یہ کام سات سو بیس سال تک ہوگا۔ پھر حیوانات کی کثرت ہوگی۔ اور انسان ان میں سے مشکل سے گزر سکیں گے۔ زمین کی پیداوار کم ہوگی زراعت مختلف آفتوں کے سبب برباد ہوجائے گی مسلمانی نہیں رہے گی۔ لوگ ایک دوسرے کی غیبت اور بدگوئی کریں گے۔ برے کام کریں گے۔ بے شرمی بڑھ جائے گی۔ بیگناہ مسلمان قتل کئے جائیں گے دنیاوی مال کی طمع سے مسلمان سے مسلمان لڑے گا۔ اور فساد برپا ہوگا مشائخ ناحق قتل ہوں گے۔ برکت اٹھ جاتے گی۔ یہ کام سات سو تیس سال تک ہوگا۔ پھر جنگلی درندے شہروں میں آ گھسیں گے۔ اور روز روشن میں مسلمانوں کے بچوں کو لے جائیں گے۔ امرار اور بادشاہ ظالم ہوجائیں گے۔ ان کے ظلم سے شہر برباد ہوجائیں گے۔ اور مسلمانوں کو بری طرح قتل کریں گے شہروں میں اسلام بہت کم رہ جائے گا بےعمل علمار بہت ہوں گے اس زمانے میں جو فساد برپا ہوگا۔ وہ علمائے بےعمل اور مشائخ کی زیادتی کی وجہ سے ہوگا۔ ہر شہر کا جدا جدا بادشاہ ہوگا۔ شہروں میں اسلام اور مسلمانوں کی حالت بہت ردی ہوجائے گی۔ دوست دشمن بن جائیں گے۔ جو دنیاوی چیز دیکھے گا۔ اس کی دھن میں محو ہوجائے گا مسلمان مفلس ہوجائیں گے۔ درویشی کے سوا ان کے پاس کچھ نہ رہے گا کھلم کھلا ظلم ہوگا لیکن خلقت فساد کا کچھ خیال نہ کرے رات دن غیبت، حسد، فحش، لہو ولعب، قمار بازی بطربی اور ذخیرے کاموں میں مشغول رہے گی۔ یہ کام سات سو چالیس سال تک رہے گا پھر عورتوں میں شہوت زیادہ ہوجائے گی حتٰی کہ ایک عورت ایک خاوند پر قناعت نہیں کرے گی۔

بلکہ سو سے بھی زیادہ کی خواستگار ہوں گی اور عورتیں بے شرم ہو جائیں گی۔ اور گلی بازاروں میں فساد برپا کرتی پھریں گی۔ اور مردوں کی خاطر ایک دوسری کو قتل کریں گی۔ ولایتیں آباد نہیں رہیں گی۔ تمام شہر برباد ہو جائیں گے۔ ایک شہر سے دوسرے شہر تک بڑی مشکل سے جایا جائے گا۔ اہل علم قتل ہوں گے۔ مشائخ اور درویش کی کچھ عزت نہ ہوگی۔ نہ کوئی ان کا پرسان حال ہوگا۔ یتیم اور بیوہ خوار ہوں گے۔ اور بھوک کے مارے ہلاک ہو جائیں گے۔ ولایت سترو ہو جائے گی۔ سادات عالم درویش، مصحف کو بیچنے جائیں گے۔ اور کوئی نہیں خریدے گا۔ قحط اور تنگی دمبدم بڑھتی جائے گی۔ شراب خوروں کی کثرت ہوگی۔ شراب خوری اور بدافعالی کو لوگ فخر سمجھیں گے۔ اہل فساد اور مسخروں کی عزت ہوگی۔ اہل صلاح بےعزت ہوں گے۔ دوستی زبانی ہوگی مسلمان بغیر ہاتھ، زبان، دل اور کان کے ہوں گے۔ یعنی ان سے کام نہ لے سکیں گے۔ خیانت بہت ہوگی راہزن اور دشمنوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔ اور تمام جہان میں فساد مچ جائے گا۔ یہ حال سات سو تیس سال تک رہے گا۔ پھر جب آفتاب نکلے گا۔ تو اس کا مطلع خون آلود ہوگا۔ اور آسمان کے کنارے قریب دو نیزے کے خون کی طرح ہوں گے۔ اس روز تین روز تک آفتاب کے مطلع میں خون رہے گا۔ اسی روز آدھے جن اور انسان مرجائیں گے۔ ہوا سخت چلے گی۔ مرگ زیادہ ہوگی۔ طوفان آئیں گے۔ شہروں میں آگ لگ جائے گی۔ یہ حالت سات سو ساٹھ سال تک رہے گی۔ پھر بارش ہوگی جس کے قطرے مرغی کے انڈوں کے برابر ہوں گے۔ اس سال کئی ہزار مویشی اور کھیتیاں برباد ہوں گی۔ یہ حالت سات سو سترہ سال تک رہے گی۔ پھر قرآن شریف اٹھالیا جائے گا۔ اور آفتاب مغرب سے نکلے گا۔ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ جس روز آفتاب مغرب سے نکلے گا۔ زوال تک بیقرار رہے گا۔ پھر اسی طرح غروب ہو جائے گا۔ یہ حالت سات سو اسّی سال تک رہے گی۔ پھر دجّال لعین نمودار ہوگا۔ جس کی پیشانی میں ایمان کا نقش ہوگا مومن ہوگا اور جو منافق ہوگا۔ اس کی پیشانی میں کفر کی علامت ہوگی۔ نعوذ باللہ منہا جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے۔ تو زار زار روئے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ اس کے بعد کیا کیا پیدا ہوگا۔ اور قیامت کب آئے گی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

ہفتے کے روز ماہ جمادی الآخر کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اولیا کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ذکرالاولیاء تنزل الرحمت یعنی اولیاء کا ذکر کرنے سے راحت نازل ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ نجم الدین صغریٰ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذکر الاولیاء عبادۃ یعنی اولیاء کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے۔ اور جو ذکر کرتا ہے۔ اس کے نامۂ اعمال میں عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ عقلمند کون ہے؟ فرمایا۔ جو نیک اور بد میں تمیز کر سکے۔ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ چوپائے بھی نیک و بد میں تمیز کر سکتے ہیں یعنی جو انہیں مارتا ہے۔ یا کھلاتا پلاتا ہے۔ اس میں تمیز کر سکتے ہیں۔ ابوحنیفہؒ نے پوچھا کہ پھر آپ کی رائے میں عقلمند کی کیا پہچان ہے؟ فرمایا جو دو نیکیوں میں سے ایک اچھی نیکی اختیار کرے اور دو بدیوں میں سے بری سے بچے۔

پھر خواجہ اویسؒ قرنی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہونے والا تھا۔ تو صحابہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا خرقہ کس کو دیا جائے؟ فرمایا۔ اویسؒ قرنی کو! بعدازاں جب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہے۔ تو کوفے میں منبر پر خطبہ پڑھا۔ اور پھر پوچھا کہ اے اہل مسجد! تم میں سے کوئی قرن کا رہنے والا ہے؟ عرض کی۔ ہے۔ فرمایا میرے پاس بھیج دو۔ جب قرنی لوگ آپ کے پاس آئے۔ تو آپ نے اویسؒ کی بابت پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ اسے ہم نہیں جانتے۔ امیر المومنینؓ نے فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا پتہ بتایا ہے۔ ان کی بات خلاف نہیں ہوتی۔ پھر ان میں سے ایک نے عرض کی کہ وہ اس سے تو حقیر ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ وہ تو دیوانہ اور احمق ہے۔ خلقت سے دور ہی رہتا ہے۔ اور آبادی میں نہیں آتا۔ اور نہ کسی سے مل بیٹھتا ہے جو کچھ لوگ کھاتے ہیں۔ وہ نہیں کھاتا۔ اور غم اور خوشی اسے کچھ بھی نہیں۔ جب لوگ روتے ہیں۔ تو وہ ہنستا ہے۔ اور جب لوگ ہنستے ہیں۔ تو وہ روتا ہے۔ امیر المومنین نے پوچھا۔ وہ کہاں ہے؟ عرض کی۔ وادیٔ عرنہ میں اونٹ چرایا کرتا ہے۔ پھر امیر المومنین عمر اور علی رضی اللہ عنہما وادی میں گئے۔ اور اسے نماز میں مشغول

دیکھا۔ حق تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر رکھے تھے۔ جو اس کے اونٹوں کی رکھوالی کیا کرتے تھے۔ جب اویس قرنی نے آدمیوں کی آہٹ سنی۔ تو نماز کوتاہ کی پھر عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا۔ جواب دیا۔ پھر امیر المومنین نے نام پوچھا۔ کہا۔ عبداللہ۔ فرمایا ہم بھی عبداللہ یعنی اللہ کے بندے ہیں۔ خاص نام بتاؤ؟ کہا۔ اویس۔ فرمایا۔ ہاتھ دکھاؤ۔ دکھایا۔ تو وہی نشان موجود تھا۔ جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ پھر امیر المومنین نے فرمایا۔ اے اویس! رسولِ خدا نے سلام بھیجا ہے۔ اور فرمایا۔ کہ میری اُمتوں کے لئے دعا کرنا۔ عرض کی یا عمر! آپ اچھی طرح دعا کر سکتے ہیں۔ کہ دنیا میں آپ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔ فرمایا میں بھی یہی کام کرتا ہوں۔ لیکن رسولِ خدا نے وصیت فرمائی تھی عرض کی یا عمر! ذرا پہاڑ میں اور جستجو کرو۔ شاید کوئی اور اویس نہ ہو۔ فرمایا نہیں۔ آپ ہی کا پتہ بتلایا تھا۔ کہا۔ تو پہلے مجھے خرقہ دو۔ تاکہ میں اُمتوں کے لئے دعا کروں۔ امیر المومنین نے خرقہ دیا۔ اور فرمایا کہ پہن کر دعا کرو۔ خرقہ لے کر کہا کہ صبر کرو۔ مجھے ذرا کام ہے۔ پھر دور جا کر وہ خرقہ رکھ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کی۔ تو آواز آئی۔ کہ اے اویس! خرقہ پہن لے۔ عرض کی۔ جب تک ساری اُمت نہ بخشی جائے گی میں نہیں پہنوں گا۔ کیونکہ پیغمبرِ خدا، عمر اور مرتضےٰ نے اپنا کام کیا ہے۔ اب میرا کام باقی رہ گیا ہے۔ آواز آئی کہ اتنے ہزار اُمت تیری خاطر بخشی۔ پہن لے۔ عرض کی۔ جب تک ساری اُمت نہ بخشی جائے گی میں نہیں پہنوں گا۔ اتنے میں مرتضےٰ علی شیرِ خدا آ پہنچے۔ اویس نے فرمایا۔ اگر آپ نہ آتے۔ تو میں یہ خرقہ نہ پہنتا۔ جب تک ساری اُمت نہ بخشوا لیتا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی حکایت ہے۔ جو جہاں جاتے ہیں ان کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اور جب وہاں سے چلے جاتے ہیں۔ تو ان کا نشان کوئی نہیں بتلاتا۔

پھر فرمایا کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اویس کو اونٹ کی پشم کی گودڑی پہنے ہوئے سر اور پاؤں سے ننگا دیکھا کہ اس گودڑی میں اٹھارہ ہزار عالم موجود تھے۔ اس وقت حضرت عمر کے دل میں خیال آیا۔ کہ کوئی مجھ سے یہ خلافت لے لے اور مجھے روٹی دے۔ کہا۔ کہ عمر یہ نافلوں کا قول ہے۔ یہاں خود فروشی نہیں۔ اس کو پھینک دے۔ جو چاہے اٹھا لے گا۔ خرید و فروخت کا کیا تعلق؟ پھر حضرت عمر بہت روئے اور خلافت چھوڑنی چاہی صحابہ

نے جمع ہو کر عرض کی۔ کہ جو چیز صدیق اکبر نے قبول فرمائی ہے۔ اسے نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ ایک روز کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اویس قرنی کا مقام امیر المومنین عمر کے مرتبے سے اعلیٰ اور عمدہ ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ دیگر اویسؓ قرنی میں یہ خاصیت تھی کہ آپ کا دل کسی چیز کو نہ چاہتا تھا جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑھیا کے گھر جا کر اس سے یہ التجا کرتے تھے کہ فلاں کے حق میں دعا کرنا پس حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ یا اویسؓ! آپ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیوں نہ ہوئے؟ اور شرفِ زیارت سے کیوں مشرف نہ ہوئے؟ اویس قرنی نے پوچھا کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے؟ فرمایا۔ ہاں! پوچھا۔ کیا آنحضرت کی پیشانی مبارک کو دیکھا ہے۔ آیا ابرو کشادہ تھے یا ملے ہوئے؟ دونوں میں سے کوئی اس کا جواب نہ دے سکا۔ پھر پوچھا۔ کیا آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں۔ فرمایا۔ ہاں! فرمایا۔ اگر تم دوست صادق ہوتے۔ تو جس روز آنحضرتؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے۔ تو کیوں نہ آپ نے موافقت میں توڑ ڈالے تھے کیونکہ دوستی اور موافقت کی شرط یہی ہے۔ یہ کہہ کر اپنا منہ دکھایا جس کے سارے دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔

پھر فرمایا کہ گو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو نہیں کی لیکن یہ دینی موافقت کی وجہ سے ہے۔ پھر دونوں صاحبوں کو معلوم ہوا کہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا منصب بلند ہے کہ انہوں نے بن دیکھے موافقت کی۔

بعدازاں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "یا اویس آپ میرے حق میں دعا کریں" فرمایا میں نماز کے وقت دعا کروں گا اگر آپ دنیا سے ایمان سلامت لے گئے۔ تو سمجھنا کہ میری دعا کارگر ہوئی۔ ورنہ میری دعا رضائع گئی۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ امام محمد احمد کو کئی سال کسی نے ہنستے نہ دیکھا لیکن جب انتقال کا وقت قریب آگیا تو مسکرائے۔ حاضرین نے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ ابلیس لعین میرے سامنے کھڑا ہے اور کفِ افسوس ملتا ہے۔ میں نے پوچھا کیوں افسوس کرتے ہو۔ تو کہا۔ آپ بڑی اچھی طرح میرے ہاتھوں سے ایمان بچاتے چلے آئے ہو میں

ایمان کی سلامتی کی خوشی میں مسکرایا ہوں۔ کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس سے ایمان تو بچا کرلے چلا ہوں۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آکر عرض کی کہ مجھے کچھ نصیحت کرو۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کہ آپ خدا کو پہچانتے ہیں؟ فرمایا پہچانتا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے پیارے ہو۔ تو آپ کے حق میں یہی بہتر ہے۔

بعد ازاں امیر المومنین حضرتِ عمرؓ نے خواجہ صاحب کو کچھ دینا چاہا مگر خواجہ صاحب نے جیب میں سے کچھ روپے نکال کر فرمایا کہ یہ میں نے اونٹ چرا کر جمع کئے ہیں۔ اگر آپ اس بات کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ کہ جتنے روپے آپ دیتے ہیں۔ یہ کھا کر کسی اور کا محتاج نہ ہوں گا تو پھر میں آپ سے لیتا ہوں۔

پھر خواجہ صاحبؒ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ خواجہ اویس قرنی نے یہ بھی فرمایا کہ ناراض نہ ہونا واپس جاؤ۔ اور اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ۔ کیونکہ قیامت نزدیک ہے پھر قیامت کو ملاقات ہوگی۔ جس کے بعد پھر کبھی جدائی نہ ہوگی۔ اب میں قیامت کے لئے تیاری کر رہا ہوں۔ پھر امیر المومنین حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما واپس چلے آئے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ فرمایا کہ ایک مرتبہ ہرمز رحمۃ اللہ علیہ نے کوفہ پہنچ کر دریائے فرات کے کنارے خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اور صفات سے پہچان کر سلام کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ حیاک ہرمز بن حیان! اے ہرمز حیاک بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے زندہ رکھے۔ اور پوچھا۔ تو نے مجھے کس طرح پہچان لیا؟ اور تجھے یہاں کون لایا ہے؟ ہرمز نے پوچھا۔ آپ کو میرا اور میرے باپ کا نام کس نے بتایا؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو علیم و خبیر ہے بتایا جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ میں نے تیری روح کو پہچان لیا تھا۔ کیونکہ مومنوں کی روحیں آپس میں ایک دوسرے کی آشنا ہوتی ہیں۔

ہرمز نے عرض کی کہ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ روایت فرمائیں۔ فرمایا۔ ظاہر میں تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف نہیں ہوا لیکن اور دل کی زبانی بہت سے اوصاف حمیدہ اور اقوال پسندیدہ سنے ہیں تاکہ محدث ہو جاؤں چونکہ میں اپنے

ہی شغل میں مشغول ہوں۔ اس لئے ان کی طرف اتنی توجہ نہیں کرتا۔ پھر ہرمز نے عرض کی۔ کہ قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھیئے گا۔ تاکہ بندہ سُنے۔ فرمایا۔ اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم پھر زار زار روئے۔

پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۔ وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لاعبین وما خلقناھما الا بالحق ولٰکن اکثرھم لا یعلمون ان یوم الفصل میقاتھم اجمعین یوم لا یغنی مولا عن مولی شیئا ولا ھم ینصرون الا من رحم اللّٰہ انہ ھو العزیز الرحیم۔ میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ مگر ان میں سے بہت سے اس بات کو نہیں جانتے۔ قیامت کا دن ان کا وعدہ ہے۔ وہ ایک ایسا دن ہے۔ جب کہ نہ کوئی کسی کو مدد دے سکے گا۔ بے شک اللّٰہ تعالیٰ غالب اور رحم کرنے والا ہے۔

بعد ازاں نعرہ مار کر اس طرح بیہوش ہو کر گر پڑے۔ ہم تو سمجھے کہ شاید اب ٹھنڈے ہو گئے لیکن جب ہوش میں آئے۔ تو پوچھا بیٹا! کس واسطے آئے ہو؟ میں نے عرض کی۔ اس واسطے کہ آپ سے محبت کروں۔ اور مجھے آرام و تسکین حاصل ہو۔ فرمایا۔ میں نے ایسا شخص کوئی نہیں دیکھا کہ جس نے خدا کو پہچان لیا ہو۔ اور پھر اس کے غیر سے الفت کرے۔ اور اس کے غیر سے اسے تسلی یا اطمینان ہو۔ بعد ازاں ہرمز نے یوں عرض کی کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ فرمایا کہ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے موت کا خیال رکھو۔ گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو۔ بلکہ اسے بڑا ہی سمجھنا۔ اگر تم گناہ کو چھوٹا خیال کرو گے۔ تو گویا تم اللّٰہ تعالیٰ کو چھوٹا خیال کرو گے۔ پھر ہرمز نے پوچھا کہ میں کہاں مقام کروں؟ فرمایا۔ ملک شام میں۔ عرض کی یہاں روزی کا کیا بندوبست ہوگا؟ فرمایا کہ اے برخیا کے بیٹے! چونکہ آدمؑ و حواؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، داؤدؑ اور محمّد علیہم السّلام انتقال فرما گئے۔ اور ہم تم بھی آخر کو مر ہی جائیں گے اس لئے میری وصیت یہی ہے کہ صالح مردوں کے پاس اللّٰہ کی کتاب ہے۔ موت سے ایک گھڑی بھی غافل نہ ہونا۔ اور جب تو اپنی قوم کے پاس جائے۔ تو اسے وعظ و نصیحت کرنا

۲ اور ہم نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے مابین ہے صرف کھیل ہی نہیں بنایا۔ بلکہ حق

سورہ دخان ع ۲

اور خلقت خدا کو نصیحت کرنا۔ اور اس اُمّت کی موافقت سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹنا۔ تاکہ تو بے دین نہ ہو جائے۔ اور اس کے سبب دوزخ میں نہ جائے۔ پھر یہ دعا دے کر فرمایا۔ کہ واپس چلے جاؤ۔ اور میرے حق میں دعا کرنا۔ میں بھی تیرے حق میں دعا کروں گا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ راحت الارواح میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ ربیع حشام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے گیا۔ اس وقت آپ نے صبح کی نماز ادا کی تھی۔ اور ورد و وظائف میں مشغول تھے۔ میں نے دل سے کہا کہ صبر کر۔ ذرا انہیں فارغ ہو لینے دے۔ لیکن آپ ایک نماز کے وقت سے دوسری نماز کے وقت تک برابر یادِ الٰہی میں مشغول رہے۔ حتیٰ کہ تین دن گزر گئے۔ اس عرصے میں کچھ نہ کھایا اور نہ ہی سوئے۔ چوتھی رات آنکھ لگ گئی۔ تو فوراً بیدار ہو کر فرمانے لگے۔ اللہ تعالیٰ! میں بہت سونے والی آنکھ اور بہت کھانے والے پیٹ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ بس میرے لئے اتنی ہی نصیحت کافی ہے۔ میں واپس چلا آیا۔ اور آپ کو تکلیف نہ دی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ عمر بھر کبھی نہیں سوئے کسی رات رکوع کرتے اور کسی رات سجود۔ شام سے صبح تک رکوع یا سجود میں رہتے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ شام سے صبح تک سجدے میں کس طرح بسر کرتے ہیں؟ فرمایا۔ سجدے میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھتا ہوں۔ میں ابھی ایک بار ہی پڑھنے پاتا ہوں کہ سورج نکل آتا ہے۔ نیز فرمایا کہ میں ایسا اس واسطے کرتا ہوں کہ میں بھی فرشتوں کی سی عبادت کروں۔

بعد ازاں ایک عزیز حاضر خدمت تھا۔ اس نے پوچھا کہ نماز میں خشوع کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا۔ یہ کہ اس وقت تیرے پہلو میں تیر بھی ماریں۔ تو بھی تجھے خبر نہ ہو۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ شیخ سعد الدین حمویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کی کیا حالت ہے؟ فرمایا۔ اس شخص کی حالت کیا پوچھتے ہو؟ جو صبح اٹھے اور اسے نہ معلوم ہو کہ شام تک کیونکر زندگی بسر کرے گا۔ اور آیا زندہ بھی رہے گا۔ یا نہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ آپ کا کام کس طرح بنا؟ فرمایا۔ آہ و زاری سے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہوکر زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر کوئی شخص خدا پرست ہے۔ تو وہ اہل زمین و آسمان کی سعادت بھی قبول نہیں کرتا۔ کیا تو اس پر یقین نہیں کرتا ہے؟ میں نے عرض کی کہ ہم کیونکر یقین کریں؟ فرمایا۔ جو کچھ تجھ سے قبول کرلیا گیا ہے۔ اس کے سبب تو بے کھٹکے ہو جائے گا۔ اور اپنے تئیں پرستش میں فارغ دیکھے گا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے اسی موقعہ کے مناسب یہ فرمایا کہ جو شخص تین باتوں کو عزیز جانے گا۔ دوزخ اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہوگا۔ اوّل اچھا کھانا۔ دوم اچھا کپڑا پہننا۔ سوم دولتمندوں کے ساتھ مل کر بیٹھنا۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک دن خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لوگوں نے کہا کہ ایک شخص تیس سال سے قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔ اور قبر میں کفن لٹکا رکھا ہے کفن اور گور میں مشغول ہے۔ اور انہیں دو کے سبب یادِ الٰہی سے رہ گیا ہے۔ اور ہمیشہ روتا رہتا ہے خواجہ صاحب نے فرمایا۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔ جب آپ نے اس کو اس حالت میں دیکھا تو فرمایا کہ تو تیس سال سے کفن اور گور کے سبب یادِ الٰہی سے رہ گیا ہے۔ اور ان دونوں بتوں کو آراستہ کیا ہے۔ جب اس نے خواجہ صاحب کو دیکھا۔ تو اصل حال اس پر منکشف ہوا۔ نعرہ مار کر جان خدا کے حوالے کی۔ اور قبر میں گر پڑا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر کفن اور گور حجاب ہے۔ تو دوسری چیزوں کا کیا ٹھکانا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا۔ جب اس نے کام کمالیت کو پہنچا لیا۔ تو پھر جب کبھی وہ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ بھی فرماتے کہ تجھے خواجہ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جانا چاہیئے۔ تاکہ باقی نعمت ان سے تجھ پر منکشف ہو۔ چونکہ وہ مرید بدرجہ کمال ترقی کرچکا تھا۔ اس لئے وہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہونا چاہتا تھا۔ آخر جب بہت گفتگو ہوئی۔ تو فرمایا۔ باتیں نہیں بنانی چاہئیں جانا چاہیئے۔ اٹھ کر روانہ ہوا۔ جب آدھی راہ پہنچا۔ تو خواجہ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ جونہیں آنکھیں چار ہوئیں

مرید نعرہ مار کر گر پڑا۔ اور جان خدا کے حوالے کی جب باقی نعمت اس پر منکشف ہوئی۔ تو اس کی برداشت نہ کر سکا اس لئے جان دے دی۔

بعد ازاں خواجہ صاحبؒ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا ہی کامل مرد تھے۔ کہ کامل لوگ بھی آپ کے دیدار کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ جب انسان بدرجہ کمال ترقی کر جاتا ہے۔ تو حق داری کے تمام اوصاف اس میں مرکب ہو جاتے ہیں۔ پس اچھا وہی ہے۔ جس میں باری تعالیٰ اپنے اوصاف یگانگت پیدا کر دیں۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ ایک بزرگ نے تین دن رات کچھ نہ کھایا۔ چوتھے روز ایک اشرفی دیکھی۔ تو اسے نہ اٹھایا۔ بلکہ یہی کہا کہ شاید کسی کی گر پڑی ہو۔ پھر دیکھا کہ ایک بکری منہ میں روٹی لئے آ رہی ہے۔ وہ بھی نہ لی۔ اس واسطے کہ شاید کسی کی اٹھا کر لے آئی ہو۔ پھر اس بکری نے کہا۔ مجھے معلوم ہے کہ تو اسی کا بندہ ہے۔ یہ روٹی لے لے۔ یہ حلال کی روزی ہے۔ جب اس بزرگ نے ہاتھ بڑھا کر روٹی لینی چاہی۔ تو وہ بکری غائب ہو گئی۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ ابو القاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے۔ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ ہی سے پہچان سکتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے۔ وہ سب چیزوں کو جانتا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ انسان کی سلامتی تنہائی میں ہے۔ اور تنہائی کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس کی وحدت میں فرد ہو یعنی غیر کا خیال تک اس کے دل میں نہ آئے۔ تاکہ سلامت رہ سکے۔ اگر ظاہر کو دیکھے گا۔ تو ٹھیک نہیں ہو گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا پرتو تیرے دل میں ہر وقت رہنا چاہیئے۔ یعنی ہر دم دل حاضر رہے۔ تاکہ غیر کا خیال اس میں داخل نہ ہو سکے۔ جیسا کہ خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں طلبت الرفعۃ فوجدتہا فی التواضع وطلبت الریاسۃ فوجدتہا فی الفقر وطلبت اللہ فوجدتہ فی التقوی وطلبت الشرف فوجدتہ فی القناعۃ وطلبت

فی النصیحۃ وطلبت المودۃ فوجدتہ فی الصدق وطلبت

الراحۃ فوجدتہ فی الزھد۔ میں نے بلندی طلب کی۔ تو اسے تواضع میں پایا۔ اور ریاست طلب کی۔ تو اسے صحت میں پایا۔ مروت طلب کیا۔ تو اسے صدق میں پایا۔ فخر کو طلب کیا۔ تو اسے فقر میں پایا۔ اللہ تعالیٰ کو طلب کیا۔ تو اسے تقویٰ میں پایا۔ شرف کو طلب کیا۔ تو اسے قناعت میں پایا۔ راحت کو طلب کیا۔ تو اسے زہد میں پایا۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین ؛

ستائیسویں ماہ جمادی الآخر کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔

اس روز میں نے چند خبریں جن میں خواجہ راستان کے الفاظ در بار لکھے تھے۔ حاضر خدمت کیے۔ اور عرض کی آج تک جو کچھ بندہ نے جناب کی زبان مبارک سے سنا۔ اپنی سمجھ کے مطابق قلمبند کرتا رہا۔ اور اس کا نام افضل الفوائد رکھا۔ جناب نے تین کراس جزدان کا مطالعہ کر کے فرمایا کہ اچھا لکھا ہے۔ اور عمدہ نام رکھا ہے۔ اور جہاں کہیں مجھ سے کوئی بات رہ گئی تھی۔ خود دست مبارک سے لکھ دی۔

بعد ازاں حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ خسرو نے جو یہ فوائد قلمبند کیے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر وقت دریائے معانی میں سر سے پاؤں تک غرق رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خسرو کے سارے اعضاء اپنے فضل و کرم اور عقل و بزرگی سے بنائے ہیں۔ کیونکہ وہ سارا دن بحر معانی میں شناوری کر کے معانی کے موتی نکال کر لکھتا رہتا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے کمال بندہ پروری اور ذرہ نوازی فرمائی۔ میں اٹھ کر آداب بجالایا اور عرض کی کہ یہ معانی جو لکھتا ہوں۔ یہ سب کچھ جناب ہی کی قوت و اکرام کی برکت سے ہے۔ کہ آپ اپنی نظر خاص سے میری پرورش فرماتے ہیں۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ ؛

بعد ازاں خواجہ صاحب نے کلاہ خاص اور پیراہن خاصہ بندے کو عطا فرمایا۔

پھر شیخ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جس روز شیخ معین الدین قدس اللہ

سرہ العزیز نے خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں بیعت کی۔ تو آپ بھی جو فوائد شیخ صاحب کی زبانی سنتے رہے۔ اور قلمبند کرتے رہے۔ چنانچہ شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی یہ حکایت آپ کے فوائد میں میں نے لکھی دیکھی۔ کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ جب کبھی آپ کام میں مشغول ہوتیں۔ اور خواجہ صاحب روتے۔ تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے پستان مبارک سے چند قطرے دودھ کے خواجہ حسن بصریؒ کو پلا دیتیں۔

پھر خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ تمام برکات خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھیں۔ وہ سب اسی دودھ کی برکت سے تھیں۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ فرمایا کہ جب مرید پیر کی خدمت میں حاضر ہو۔ تو جو کچھ اپنے پیر کی زبانی سنے۔ اسے قلمبند کرتا رہے۔ اور نیز اس پر عمل کرے۔ یعنی عبادت کے بارے میں جو کچھ پیر فرماتے۔ اسے عملی صورت میں لائے۔ اور جو وعظ و نصیحت سنے۔ اسے قلمبند کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر حرف کے بدلے بہشت میں ایک محل عطا فرمائے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ مریدوں کو جو نعمت حاصل ہوتی ہے۔ وہ سب پیر کی برکت سے حاصل ہوتی ہے۔ اس واسطے جو کچھ پیر سے سنے۔ تو ہمہ تن گوش ہو کر سنے۔ اور اس پر عمل کرے۔ تاکہ نعمت اس سے ضائع نہ ہو جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے سنا کہ میں جو کچھ شیخ صاحب کی زبان مبارک سے سنتا ہوں۔ قلمبند کر لیتا ہوں تو پھر یہ حالت ہو گئی۔ کہ جب کبھی میں مجلس سے غائب ہوتا۔ اور پھر حاضر خدمت ہوتا۔ تو آپ پوچھتے کہ میاں! کہاں تھے؟ اور جو فوائد آپ نے پہلے بیان کئے ہوتے۔ پھر اعادہ فرماتے۔ اور اگر مجھ میں غفلت کا اثر دیکھتے۔ تو مجھے خاص طور پر مخاطب کر کے فرماتے۔ کہ حاضر ہو۔

بعد ازاں خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے برکت حاصل کرنے کے بارے

میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ صاحب ابھی بچے ہی تھے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کوزے سے پانی پی لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہ اس کوزے سے کس نے پانی پیا ہے؟ عرض کی گئی۔ حسن نے۔ فرمایا۔ چونکہ اس نے اس کوزے سے پانی پیا ہے۔ اس لئے علم اس میں اثر کرے گا۔ اسی اثنا میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حسن کو آنحضرت کی گود میں رکھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی پس جو نعمت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو ملی۔ وہ اس کوزے کے پانی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ملی۔

بعد ازاں ان درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو سماع کے وقت نعرے مارتے ہیں۔ اور رقص کے وقت طرح طرح کی آوازیں نکالتے ہیں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایسے لوگ جو ایسی حرکتیں کرتے ہیں بہت برا کرتے ہیں۔ اہل سماع ایسا نہیں کرتے۔ اور یہ کہ یہ کام کاملوں کا نہیں جہاں فضول بوالہوس ہوتے ہیں۔ ان سے ایسی حرکات سرزد ہوتی ہیں حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سماع کے وقت آہ و فریاد کرے۔ سمجھ لو کہ یہ شیطانی کام ہے اور جو روحانی ہے۔ وہ عالم ملکوت میں ہے جس میں سماع کے وقت حس و حرکت ہی نہیں ہوتی۔ وہ آشنائی کے سمندر میں تیرتا پھرتا ہے۔ اور اس وقت اسے اٹھارہ ہزار عالم کی بھی مطلق خبر نہیں ہوتی۔ جس طرح سونا کٹھالی میں پگھلتا ہے۔ اسی طرح اہل سماع تحیر میں گداز ہوتے ہیں۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مجلس میں وعظ کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں حجاج شاہی رعب و داب کے ساتھ سوار لئے آپہنچا۔ لشکر نے تلواریں سونتی ہوئی تھیں۔ وہاں پر ایک بزرگ موجود تھا۔ اس نے کہا۔ اچھا۔ آج حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا امتحان کروں گا۔ حجاج آکر بیٹھ گیا۔ خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے آنے کی ذرہ بھر پروا نہ کی۔ اور اسی طرح اس کام میں مشغول رہے۔ جب مجلس

برخواست ہوئی۔ تو اس بزرگ نے کہا۔ اے حسن! تو راستی پر ہے۔ حجاج نے آگے بڑھ کر خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا بازو پکڑ کر حاضرین کو کہا۔ کہ اگر تم کسی مرد کو دیکھنا چاہتے ہو۔ تو خواجہ حسن بصری کو دیکھو۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر حجاج بن یوسف کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ لوگوں نے حجاج کو میدان قیامت میں دیکھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا۔ جو کچھ موحد چاہتے ہیں جب یہ بات خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے سنی۔ تو فرمایا۔ ہرگز اس پر اعتقاد نہ کرنا۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے۔ کہ وہ چالاکی سے آخرت کا بدلہ بھی لے جائے گا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس کی یہ بات اس وجہ سے تھی کہ اس نے حالت نزع میں بارگاہِ الٰہی میں یہ مناجات کی تھی۔ کہ اے پروردگار! مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو غفار اور اکرام الاکرمین ہے اور یہ سارے اس بات پر متفق ہیں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ اور مجھ سے درگزر نہیں کرے گا۔ اور ان کی خصلت کے مطابق میری آبرو نہیں کھائے گا۔ فانت قیومی فعال لما یرید۔ پس تو قیوم ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جب خواجہ صاحب اس حکایت پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ حجاج کا ظلم جہاں بھر کو معلوم ہے کہ کس درجے کا تھا۔ اس قسم کا ظالم شخص معافی کا امیدوار ہے۔ تو وہ شخص جو دن رات سبحان ربی العظیم کا ورد کرتا ہے۔ وہ کیونکر اپنی معافی کا امیدوار نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حجاج کو مصیبت میں گرفتار کرنا چاہا۔ تو اس سے خواجہ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز کے بھائی کو مروایا۔ جس کی وجہ سے تھوڑے دنوں کے بعد درد شکم میں مبتلا رہا۔ اور سات دن رات اسی درد سے ایسا بیکل رہ کر تخت سے زمین پر اور زمین سے تخت پر لوٹتا تھا۔ اسی طرح راہیِ ملک عدم ہوا۔ بعد ازاں اسے خواب میں دیکھ کر لوگوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا؟ کہا کہ ہر ایک نفر کے بدلے مجھے ایک دفعہ جان سے مارا گیا لیکن ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز کے بھائی

کے بدلے میں یہ حکم ہوا کہ اسے قیامت تک مارتے اور زندہ کرتے رہو۔
پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں آئے۔ اونٹ کی مہار درمیان باندھ کر تین دن رات منبروں کو ڈھانے اور تذکروں کو منع کرنے میں صرف کئے۔ جب خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آئے۔ تو آپ سے سوال کیا۔ کہ آپ عالم ہیں یا متعلم؟ خواجہ صاحب نے عرض کی۔ میں دونوں میں سے کچھ بھی نہیں۔ صرف جو بات جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے پہنچی ہے۔ میں اسے بیان کرتا ہوں۔ آنجناب نے آپ کو منع نہ فرمایا بلکہ فرمایا کہ آپ نے بہت عمدہ جواب دیا۔ پھر علی مرتضے رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ جب خواجہ صاحب کو معلوم ہوا کہ یہ امیر المومنین تھے۔ تو آنجناب کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور حاضر خدمت ہو کر آرزو کی۔ کہ آپ وضو کا طریق سکھائیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پانی منگا کر خواجہ صاحب کو وضو کا طریق سکھایا اور واپس چلے گئے۔
اس اثناء میں بارش کی قلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ بصرے میں قحط سالی شروع ہوئی۔ تو تقریباً دو لاکھ آدمیوں نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آپ دعا کریں۔ فرمایا۔ اگر تم بارانِ رحمت چاہتے ہو۔ تو مجھے بصرہ سے نکال دو۔
بعد ازاں خوف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے حسب موقعہ یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ ایسا تھا کہ جب کبھی خوف الٰہی اس پر طاری ہوتا تو کہتا کہ میں اس وقت جلاد کے روبرو بیٹھا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اسے کسی نے مسکراتے ہوئے نہ دیکھا۔
بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز لوگوں نے ایک شخص کو روتے ہوئے دیکھا۔ تو وجہ پوچھی۔ اس نے کہا کہ میں محمد مصطفی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ایک مومن ایسا بھی ہوگا۔ جو دوزخ میں ایک ہزار سال تک رہے گا۔ سو اس سبب سے روتا ہوں۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کاش!

وہ مومن میں ہی ہوتا کہ ہزار سال بعد خلاصی ہو جاتی۔
منقول ہے کہ ایک روز خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو بار بار پڑھتے تھے۔ انہٗ قال اٰخر الزمان خرجت من امتی سبعین الف سنۃ
یعنی میری امّت میں سب سے دیر بعد جو شخص دوزخ سے نکلے گا۔ ستر ہزار سال بعد نکلے گا۔
پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رات کے وقت شیخ سیف الدین باخرزی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے گھر میں زار زار رو رہے تھے۔ صبح لوگوں نے پوچھا کہ آپ کل رات کیوں رو رہے تھے؟ فرمایا۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں میری لاعلمی سے کوئی ناپسندیدہ کام ہو گیا ہو۔ یا کہیں ایسی جگہ قدم رکھا گیا ہو۔ جو حق کو نامنظور ہو۔ اور یہ کہہ دیں کہ جاؤ۔ ہماری درگاہ میں تمہاری گنجائش نہیں۔ اور تیری کوئی طاعت قبول نہ ہوگی۔ اس وقت میں کیا کروں گا
پھر ہنسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ قہقہہ بھی ایک قسم کا کبیرہ گناہ ہے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک روز شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز ایسے آدمیوں کے پاس سے گزرے جو آپس میں ہنس رہے تھے۔ فرمایا تمہاری ہنسی سے مجھے تعجب آتا ہے۔ شاید تم موت سے بے خبر ہو۔
پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک شخص قبرستان میں روٹی کھا رہا تھا ایک بزرگ نے جو پاس سے گزرا۔ فرمایا۔ تو منافق ہے۔ پوچھا۔ کیوں؟ فرمایا۔ مردوں کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانا اور ہنسی میں آخرت اور موت کو بھی بھول جانا۔ منافق کی علامت ہے۔
بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت نزدیک آپہنچا۔ تو ہنسے۔ حالانکہ زندگی میں آپ کو کسی نے ہنستے نہیں دیکھا۔ موت کے قریب آپ ہنستے ہوئے پوچھ رہے تھے۔ کہ کونسا گناہ کیا؟ اتنے میں جان دے دی۔ پھر ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اور

پوچھا کہ زندگی میں تو جناب کو مسکراتے ہوئے نہ دیکھا۔ حالت نزع میں آپ کے ہنسنے کا کیا سبب تھا؟ فرمایا۔ جب ملک الموت روح قبض کرنے کے لئے آیا۔ تو کہتا تھا کہ ابھی ایک گناہ اور رہ گیا ہے۔ مجھے اس خوشی کے مارے ہنسی آئی۔ اور جان نکل گئی۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جس رات آپ کا وصال ہونے والا تھا ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں۔ اور یہ ندا آرہی ہے کہ خواجہ فرید الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خدا سے جا ملے۔ اور اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

بدھ کے روز چھ ماہ رجب سنہ مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ آپ کو مالک دینار اس وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ آپ کشتی میں سوار تھے جب کشتی منجدھار میں پہنچی۔ تو آپ سے محصول طلب کیا گیا فرمایا۔ میرے پاس کچھ نہیں۔ کہا۔ اسے پاؤں سے پکڑ کر دریا میں گرا دو! دریا کی مچھلیوں کو حکم ہوا۔ تو ہر ایک منہ میں دینار لئے کشتی کے پاس آئی۔ آپ نے لے کر کشتی والے کو دی۔ اور آپ پانی پر قدم رکھ کر روانہ ہو گئے۔ تب سے آپ کا نام مالک دینار پڑ گیا۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ نے توبہ یوں کی۔ کہ ایک رات تماشہ دیکھنے گئے۔ مطرب گاتا بجاتا رہا۔ جب اور یار سو گئے۔ تو رباب سے آواز آئی۔ کہ توبہ کیوں نہیں کرتے؟ آپ اسی وقت توبہ کر کے مسجد میں آ گئے

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ خواجہ مالک دینار نے اس درجہ ترقی کی۔ کہ ایک روز آپ دیوار کے سائے میں آرام کئے ہوئے تھے۔ تو سانپ منہ میں نرگس کی شاخ لے کر مگس رانی کر رہا تھا۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ کی کئی سال تک یہی آرزو رہی کہ

کسی طرح نماز ہی نہ ہو۔ سو اتفاق سے عین جنگ کے روز آپ کو بخار ہو گیا۔ خواب میں غیب سے آواز سنی کہ اگر تم آج لڑائی میں جاتے۔ تو اسیر ہو جاتے۔ اور تم کو سور کا گوشت کھلایا جاتا۔ جس کے سبب تم کافر ہو جاتے۔ بعد ازاں خواب سے بیدار ہو کر شکر الٰہی بجا لائے۔ اور فرمایا کہ الحمد للہ! مجھے آج تپ ہوا۔ یہ واقعی بڑا بھاری تحفہ تھا۔

پھر بزرگوں کی دستبوسی کی برکت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی بزرگ کا کسی دہریئے سے مناظرہ ہوا۔ جب بات حد تک پہنچ گئی۔ تو آخر یہ قرار پایا کہ دونوں کے ہاتھ باندھ کر آگ میں ڈالو جس کا ہاتھ جل جائیگا۔ وہ جھوٹا قرار دیا جائے گا۔ جب ایسا کیا گیا۔ تو کسی کا ہاتھ بھی نہ جلا۔ کہا۔ دونوں سچے ہیں۔ وہ بزرگ ناراض ہو کر گھر آیا۔ اور سجدے میں عرض کی کہ مجھے دہریئے سے ملا دیا۔ غیب سے آواز آئی کہ تجھے معلوم نہیں۔ کہ تیرا اور دہریئے کا ہاتھ اکٹھے تھے۔ اگر صرف اس کا ہی ہاتھ ہوتا۔ تو پھر تماشہ دیکھتا۔

پھر فرمایا کہ کئی سال سے مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی کھٹی یا میٹھی چیز نہیں کھائی تھی۔ ہر رات نانبائی سے روٹی خرید کر روزہ افطار کرتے۔ جب آپ بیمار ہوئے تو گوشت کی آرزو کی۔ کچھ مدت صبر کیا۔ اور ایک روز کچھ گوشت خریدا۔ اور آستین میں رکھ کر ایک خاص مقام پر پہنچے۔ گوشت نکال کر فرمایا۔ اے نفس! اگر تو ایسی خواہشوں سے باز آئے گا۔ تو میں تجھے کچھ دوں گا۔ ورنہ نہیں۔ یہ کہہ کر فی الفور وہ گوشت دوست کو دے دیا۔ اور خود نہ کھایا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک درویش کہا کرتا تھا۔ کہ جو شخص چالیس روز تک گوشت نہیں کھاتا۔ اس کی عقل میں فتور آ جاتا ہے لیکن مجھے گوشت کھائے بیس سال کا عرصہ ہو گیا۔ میری عقل تو ترقی پر ہے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ بصرے میں آگ لگی۔ مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ نعلین اٹھا کر کوٹھے پر چڑھ کر دیکھنے لگے۔ بعض لوگ جل رہے تھے۔ بعض بھاگا بھاگ میں تھے۔ غرضیکہ خلقت سخت اضطراب کی حالت میں تھی۔ یہ حالت دیکھ

ہشت بہشت

اردو

مجموعہ ملفوظات خواجگانِ چشت اہلِ بہشت

انیس الارواح ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی — دلیل العارفین ملفوظات خواجہ معین الدین اجمیری

فوائد السالکین ملفوظات قطب الدین بختیار کاکی — راحت القلوب ملفوظات خواجہ بابا فرید الدین گنج شکر

مفتاح العاشقین ملفوظات نصیر الدین چراغ — فوائد الفواد ملفوظات محبوب الٰہی نظام الدین

راحت المحبین ملفوظات محبوب الٰہی نظام الدین — اسرار الاولیا ملفوظات بابا فرید الدین گنج شکر

مکتبہ جامِ نور دریا گنج نئی دہلی

Rs. [illegible]

کر فرمایا کہ قیامت کے دن بھی یہی کیفیت ہو گی۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک روز کوئی بزرگ کسی آدمی کی بیمار پرسی کے لئے گیا۔ نگاہ کی تو معلوم ہوا کہ اس کی اجل قریب آگئی ہے۔ فرمایا۔ کلمہ پڑھو! وہ نہ پڑھ سکا۔ صرف یہی کہتا تھا۔ دس اور گیارہ اور بارہ۔ اس بزرگ نے اس کی حالت پوچھی۔ تو عرض کی کہ جب میں کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں۔ تو آگ کا پہاڑ دکھلا کر کہتے ہیں۔ کہ اگر تو کلمہ پڑھے گا۔ تو تجھے اس میں جلایا جائے گا۔ نعوذ باللہ منہا :

جمعرات کے روز ماہ شعبان سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ میں نے عرض کی کہ خواجہ صاحب کو قطب الدین بختیار کاکی کیوں کہتے ہیں۔ فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ معہ یاروں کے سلطان کے حوض پر تھے۔ وقت باراحت تھا یاروں نے عرض کی۔ اگر ایسے وقت میں گرم کاک اور روٹی کی قسم ہو۔ تو کیا ہی اچھا ہو۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ اچھا! اگر مل جائے۔ تو کیا کرو گے؟ عرض کی۔ کھائیں گے۔ آپ وہاں سے اٹھ کر پانی میں گئے۔ پانی میں ہاتھ ڈال کر گرما گرم کاک نکال کر یاروں کو دیئے۔ اس سبب سے آپ کو بختیار کاکی کہتے ہیں۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ایک فاسق شخص خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی پائنتی میں دفن کیا گیا۔ اسی رات لوگوں نے خواب دیکھا۔ کہ وہ شخص بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ یار! یہ رتبہ کہاں سے ملا؟ کہا۔ کہ آپ لوگ مجھے دفن کر کے گئے۔ اور عذاب کے فرشتے آئے۔ تو وہاں پر خواجہ صاحب موجود تھے۔ آپ کا دل پریشان ہوا۔ فرشتوں کو فوراً حکم ہوا۔ کہ اس بندے سے ہاتھ اٹھا لو۔ کیونکہ اس کو میرے دوست شیخ قطب الدین کی پائنتی میں جگہ ملی ہے اور اس کا دل ہماری طرف لگا ہوا ہے۔ ہم نے اس کی خاطر بخشا۔ اور اس کے قصور معاف کیے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی بزرگی کے

بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ چند مسافر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ سے جو سوال کرتے بطور امتحان کرتے۔ آپ کے سامنے لکڑیوں کا ایک گٹھا رکھا تھا۔ ان میں سے ایک نے سوال کیا۔ کہ درویش کی ذات میں کس قدر روحانی قوت ہو سکتی ہے؟ آپ نے فوراً دونوں ہاتھ لکڑیوں کے گٹھے پر مار کر فرمایا کہ اگر اس گٹھے کو کہے۔ تو یہ سونے کا بن جائے۔ ابھی یہ کلمات شیخ صاحب کی زبان مبارک سے نکلنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ لکڑیوں کا گٹھا سونے کا بن گیا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ شیخ عثمان ہارونی معہ اپنے یاروں کے جماعت خانے میں بیٹھے تھے۔ چند درویشوں نے آکر سلام کیا۔ فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ جب بیٹھ گئے۔ تو سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اہل سلوک ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ کہ جب وہ عالم تحیر میں مستغرق ہوں۔ تو اس وقت خواہ تلوار کا لاکھ وار ان پر کیا جائے۔ انہیں خبر تک نہیں ہوتی۔ پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جس وقت وہ لوگ عالم تحیر میں اپنے دوست کی محبت میں متحیر ہوتے ہیں۔ اگر لاکھ مقرب فرشتے ایک کان میں داخل ہو کر دوسرے سے نکل جائیں۔ انہیں خبر تک نہیں ہوتی۔ پھر ان درویشوں نے التماس کی کہ کچھ بطور زادِ راہ مل جائے۔ تاکہ ہم چلتے بنیں۔ اس روز آپ کے جماعت خانے میں کوئی چیز دینے کے لئے موجود نہ تھی۔ شیخ صاحب نے مٹھی بھر مٹی اٹھا کر انہیں دی۔ اور فرمایا کہ اسے باندھ لو۔ جہاں ضرورت خرچ پیدا ہو۔ اسے استعمال کرنا۔ وہ آداب بجا لا کر باہر نکلے۔ اور گرہ کھول کر دیکھا۔ تو وہ مٹی سونا بن گئی۔

خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص کامل ہے۔ مٹی تو کیا خواہ کوئی چیز ہو۔ سونا ہو جاتی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ ؂

بدھ کے روز پانچویں ماہ **رمضان المبارک** کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مولانا فخر الدین رازی اور مولانا وجیہہ الدین پائلی حاضر خدمت تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا

کہ جب آپ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ اور آپ کو مچھلی کے پیٹ میں ڈالا گیا۔ تو چالیس دن رات وہاں رکھا گیا۔ مچھلی نے منہ کھول کر حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لیا۔ اس وقت اس مچھلی پر وحی نازل ہوئی۔ کہ اے مچھلی! یونس ہمارا برگزیدہ ہے۔ ہم نے اسے تیری روزی نہیں بنایا۔ کیونکہ جانوروں پر پیغمبر کا گوشت حرام ہے۔ صرف تیرے پیٹ کو اس کا جیلخانہ مقرر کیا ہے۔ اس کی ہڈیوں کو تکلیف نہ پہنچانا۔ اور نہ ہی اس کے گوشت و پوست کو خراب کرنا۔ جب مچھلی نے یہ آواز سنی۔ تو چالیس دن رات کچھ نہ کھایا۔ اور نہ ہی اپنے جوڑے سے ہمبستری کی۔ اسی طرح منہ کھولے رہی۔ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے۔ اور اس کے جگر کو اپنا قبلہ قرار دے کر نماز ادا کرتے۔ مچھلی دریا کی گہرائی میں جاتی اور اپنے ساتھ یونس علیہ السلام کو بھی لے جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کا چمڑا ایسا نازک بنا دیا کہ اس میں سے یونس علیہ السلام دریا کے عجائبات دیکھتے رہے۔ حتیٰ کہ جانوروں کی تسبیح سنتے رہے۔ اور وہ مچھلی آنجناب کو ایک دریا سے دوسرے دریا میں پھراتی رہی۔ آپ اسی کے پیٹ میں نماز ادا کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے۔ آپ کی آواز آسمان تک پہنچی۔ فرشتے بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے کہ ہمیں یہ آواز یونس علیہ السلام کی معلوم ہوتی ہے۔ وہ دریا کے اندر کیا کر رہے ہیں؟ جواب آیا کہ ہم نے اسے باز رکھا ہے۔ اور مچھلی کے پیٹ کو اس کا جیل خانہ قرار دیا ہے۔ سب فرشتوں نے مل کر سفارش کی۔ اور رہائی کے لئے دعا اور آہ وزاری کی۔ اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی۔ اور مچھلی پر وحی نازل ہوئی۔ اور وہ دریا کے کنارے آئی۔ تو حضرت یونس علیہ السلام باہر آ کر طاعت الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

منگل کے روز آٹھویں ماہ **شوال** ۷۰۷ھ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت جرجیس علیہ السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جرجیس علیہ السلام کا قصہ ہے تو عجب۔ لیکن بہت طویل ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ آپ کے عہد میں

ایک بادشاہ نہایت جابر، ظالم اور بت پرست تھا۔ اس کے پاس اقلون نام ایک بت تھا جسے جواہرات سے آراستہ کر کے لوگوں کو اسے سجدہ کرنے پر مجبور کرتا۔ جو اس کی پرستش کرتا۔ اسے رہا کر دیتا تھا۔ ورنہ اسے مار ڈالتا تھا۔ ایک روز وہ جنگل میں آیا۔ اور لوگوں کو بلا کر اس بت کو آراستہ کر کے سجدہ کرنے کے لیے حکم دے رہا تھا۔ اور اس کے پاس ہی آگ جلا رکھی تھی۔ جو اسے سجدہ نہیں کرتا تھا۔ اسے آگ میں جلاتا تھا جب جرجیس علیہ السلام نے یہ حالت دیکھی۔ تو غمناک ہوئے۔ اور دل میں سوچا کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے ایک بہت اچھا کام کروں۔ وہ یہ کہ اس کو بت پرستی سے منع کروں۔ اور اسلام پیش کروں۔ جو کچھ مجھ پر گزرے گی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر اسے بھگت لوں گا۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ کے پاس جو مال تھا سب راہِ خدا میں دیا۔ جب کوئی چیز باقی نہ رہی تو بادشاہ کے پاس آئے۔ اور فرمایا کہ خلقِ خدا کو ناحق کیوں ستاتے ہو۔ تم ایک کمزور اور عاجز بندے ہو۔ تمہارا خدا قوی و قادر ہے جس نے تمہیں یہ سلطنت دے رکھی ہے۔ کیوں شکریہ ادا نہیں کرتے ہو۔ اور مفت میں اس کے بندوں کو تکلیف دیتے ہو۔ اور بت پرستی کرتے ہو۔ پتھر کو کوئی بھی اپنا خدا نہیں کہتا۔ اللہ تعالیٰ تو کریم و رحیم اور قدیم ہے تیرے کفر اور تیری نافرمانی کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور پھر اپنے فضل و کرم سے پردہ پوشی کرتا ہے۔ اس کی عظمت اس کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ تم کس باغ کی مولی ہو۔ جو اتنا اتراتے ہو۔ بادشاہ نے جب یہ سنا۔ تو حکم دیا۔ کہ زمین میں لکڑی گاڑ کر اس کے ساتھ اسے ننگا کر کے میخیں ٹھونک دو چنانچہ آپ کا چمڑا اکھڑ گیا۔ اور خون بہہ نکلا لیکن آپ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی۔ پھر لوہے کی میخ گرم کر کے آپ کے سر پر رکھی گئی تاکہ دماغ پگھل کر باہر نکل جائے۔ پھر بفضل خدا آپ صحیح سلامت رہے۔ جب لوگوں نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو کچھ لوگ پوشیدہ طور پر اور کچھ کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو گئے۔

بعد ازاں اس بادشاہ کے خاصوں نے عرض کی۔ کہ بادشاہ سلامت! اب کام ہاتھ سے گیا۔ اور ایسا فتنہ پیدا ہو گیا۔ جسے ہم دور نہیں کر سکتے۔ اگر آپ حکم دیں۔ تو اسے جیل خانے میں قید کر دیا

جائے۔ تاکہ اسے کوئی نہ دیکھے۔ اور یہ وہیں مرجائے۔ چنانچہ آپ کو جیل میں لے جاکر آپ کی پشت پر بھاری پتھر رکھ دیا۔ آپ دن رات پتھر تلے شکر الٰہی بجالاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا جس نے آپ کو پتھر کے تلے سے نکال کر صحیح سلامت باہر پہنچا دیا۔ اور آپ کو یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ اور پیغمبری عنایت فرمائی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ دنیا کی رنج و مصیبت میں صبر کر اور میرے دشمنوں کو میری پرستش کی دعوت کر۔ اور کسی قسم کا خوف نہ کر۔ تجھے چار مرتبہ جان سے مار ڈالیں گے۔ اور میں چاروں مرتبہ تجھے زندہ کروں گا پھر اس شہادت کے بعد تجھے بہشت میں لایا جائے گا۔ آپ نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جب بادشاہ نے دربار عام کیا۔ تو آپ بھی وہاں تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے تو تجھے جیل میں ڈالا تھا۔ وہاں سے کس نے رہائی دی۔ فرمایا جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

بعد ازاں بادشاہ نے حکم دیا کہ آرہ لاکر آپ کو ریزہ ریزہ کیا جائے۔ بادشاہ کے پاس سات شیر بھوکے ایک ہی کوٹھڑی میں بند تھے۔ جب آپ کو اس کوٹھڑی میں بھیجا گیا۔ تو شیروں نے آپ کو بجائے پھاڑ ڈالنے کے سجدہ کیا جب رات ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا۔ جس نے آپ کو وہاں سے نکالا۔ اور کھانا کھلایا۔ اور کہا کہ دنیاوی رنج و مصیبت پر صبر کرو۔ جب دن ہوا۔ تو بادشاہ نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور کہا کہ خوشی کرو۔

بعد ازاں جرجیس علیہ السلام بادشاہ کے پاس آئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تو جرجیس ہے؟ فرمایا۔ ہاں! کہا۔ میں نے تجھے مار ڈالا تھا؟ فرمایا۔ اپنے مارنے کی طرف کیا دیکھتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھو۔ کہ مجھے کس طرح زندہ کیا۔ مجھے کیا۔ وہ ساری خلقت کو زندہ کرنے کا۔ یہ سن کر سارے حیران رہ گئے۔ ایک نے کہا۔ اے جرجیس! ہماری التجا ہے۔ اگر وہ تو پوری کرے۔ تو ہم تیرے خدا کی پرستش کریں گے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس نے کہا کہ ہم چار شخص کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ اور ہمارے سامنے مختلف قسم کی لکڑی کے بنے ہوئے تھال ہیں۔ تو اپنے اللہ تعالیٰ کو کہہ۔ کہ یہ لکڑیاں ہری بھری اور بار آور ہو جائیں۔ آپ نے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سوکھی لکڑیوں کو سبز بنا دیا۔ جڑیں، شاخیں، پتے، پھل، پھول وغیرہ سب کچھ

نکل آیا۔ یہ دیکھ کر ملتجی نے کہا۔ یہ شخص جادوگر ہے۔ اس کو میرے حوالے کرو تاکہ میں اسے سخت
عذاب دوں۔ اس مرد نے ایک بت اندر سے خالی بنوایا۔ اور آپ کو اس میں رکھ کر اس کا منہ بند کر کے
چند روز جلتی آگ میں رکھا جب آپ جلے۔ تو غضب الٰہی جوش میں آیا۔ تمام جہان تیرہ و تار ہو گیا
اور آگ برسنے لگی۔ تمام لوگ بیہوش ہو گئے۔ آپ جب اس بت سے نکلے۔ تو قہر خدا کی وجہ سے [illegible]
رہے۔ چند روز بعد وحی آئی کہ بادشاہ کے پاس جاؤ۔ اور اسے میرے عذاب سے ڈراؤ۔ آپ
پھر بادشاہ کی بارگاہ میں آئے۔ اور نصیحت کرنی شروع کی۔ اس بادشاہ کے وزراء میں سے ایک
نے کہا کہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان ایک بات رہ گئی ہے۔ اگر تیرا خدا مردوں کو زندہ کر
دے۔ تو ہم اس کی پرستش کریں گے۔ پاس ہی ایک پرانا قبرستان تھا۔ آپ نے دعا کی۔ تو سترہ آدمی
اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو گئے۔ جن میں سے نو آدمی، پانچ عورتیں اور تین بچے تھے۔ ان میں
ایک بوڑھا بھی تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ بوڑھے! تمہارا کیا نام ہے؟ کہا۔ تو مائیل۔ پوچھا
کب مرے تھے؟ کہا۔ فلاں زمانے میں۔ حساب لگایا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ چار سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے
بادشاہ حیران رہ گیا۔ وزیر نے کہا کہ یہ مرد جادوگر نہیں۔ جادوگر مردے کو زندہ نہیں کر سکتا ہم نے اس پر
اتنی سختی کی لیکن اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچی یہ آسمانی کام ہے۔ اس پوچھنے والے مرد نے کہا
اب میں جرجیس کے خدا کی پرستش کروں گا۔ اور یہ کہ ان بتوں سے بیزار ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ ناراض ہو گیا۔
اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کروا دیئے۔ بادشاہ نے وزراء سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیئے؟ تاکہ اس
مرد کے نعوذ باللہ شر سے رہائی ہو۔ ایک نے کہا۔ اسے درویش کے گھر میں رکھو۔ تاکہ بھوک کے سبب
ہلاک ہو جائے۔ چنانچہ ایک مفلس بڑھیا کے گھر میں رکھا گیا جس کا ایک بیٹا جو کہ بیمار، اندھا اور معیوب
تھا۔ اور اس بڑھیا سے بڑھ کر مفلس شہر میں اور کوئی نہ تھا۔ اور دروازے پر پہرہ بٹھا دیا تاکہ کوئی شخص
ان کو روٹی پانی نہ دے۔ اور وہ بھوک پیاس کے سبب ہلاک ہو جائیں۔ آپ ایک کونے میں نماز میں
مشغول ہوئے۔ دن کو روزہ رکھتے۔ جب شام کا وقت ہوا۔ تو بڑھیا سے پوچھا کہ بڑھیا! تیرے
گھر میں کوئی چیز کھانے کی ہے۔ اس نے کہا۔ اے جوان! میں مفلس بڑھیا ہوں۔ اور میرا بیٹا بیمار
اور اندھا ہے۔ میرے گھر میں کوئی بھی کھانے پینے کی چیز نہیں۔ اس بڑھیا کے گھر میں ایک
ستون تھا جس پر چھت قائم تھی۔ آپ نے اس پہ ہاتھ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔

تو فی الفور وہ درخت ہرا بھرا ہو گیا۔ اور بار آور رہا۔ اور ایسا پھل لگا۔ جو کبھی کسی نے نہ دیکھا تھا۔
آپ نے پھل کھایا۔ اور بڑھیا کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کو پہچان! پہلے وہ بڑھیا بت پرست تھی۔ اب
مسلمان ہو گئی۔ پھر اس بڑھیا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تیری ایسی قدر و منزلت ہے۔ تو میرے
بیٹے کے لئے دعا کر کہ وہ بھی تندرست ہو جائے۔ آپ نے لڑکے کی آنکھ پر دم کیا۔ تو بھلا
چنگا ہو گیا۔ بڑھیا نے بہت منت سماجت کی۔ بعد ازاں چند روز آپ اس کے گھر میں مہمان رہے۔
ایک روز بادشاہ ادھر سے گزرا۔ اور سبز درخت دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ میں نے تو یہاں کبھی سبز درخت
نہیں دیکھا۔ لوگوں نے کہا۔ اس جادوگر کو اس عورت کے گھر میں رکھا تھا جس نے یہ درخت اگایا
ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس درخت کو اکھاڑ دو۔ اور گھر برباد کر دو۔ حکم الٰہی سے وہ درخت پھر
ستون بن گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جرجیس کو لاؤ۔ اور ایک آہنی تیغ سے زمین پر لٹا کر پارہ پارہ کر دو۔
اور جلا دو۔ ایسا کیا گیا۔ اور خاکستر کو شور کر اس پر مہر لگائی گئی۔ پھر اپنے معتمدوں کو کہا کہ اسے جا کر ذرہ
ذرہ کر کے دریا میں پھینکو۔ تاکہ نیست و نابود ہو جائے۔ اور ہم اس کے شر سے محفوظ رہیں۔ جب اس
خاکستر کو لا کر تھوڑا تھوڑا کر کے دریا میں ڈالا گیا۔ تو آواز آئی۔ کہ اے ہوا۔ زمین و آسمان کا بادشاہ حکم
دیتا ہے کہ ان سب ذروں کو جمع کر کیونکہ ہم پھر اسے زندہ کریں گے۔ ہوا نے اکٹھا کر کے پانی پر ڈھیر لگا دیا
چنانچہ اسے بادشاہ کے معتمدوں نے دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جنبش کرنے لگا۔ اور بیچ میں سے
جرجیس پیغمبر نمودار ہوئے۔ جو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کر رہے تھے۔ جب وہ لوگ شہر واپس آئے
تو آپ ان سے پہلے ہی بادشاہ کی کچہری میں موجود تھے۔ بادشاہ نے پوچھا۔ تو تو مر گیا تھا؟ خاکستر
ہو گیا تھا۔ پھر کیسے زندہ ہو گیا؟ واقعی تو سچا ہے اور تیرا خدا قادر ہے۔ اور ہمارے بت عاجز ہیں۔
لیکن اگر اب میں تیرے خدا کی پرستش کروں۔ تو لوگ مجھے ملامت کریں گے۔ اور کہیں گے کہ ایک
آدمی کا بھی مقابلہ نہ کر سکا۔ اب ایک کام اور ہے جس میں ہم دونوں کی بھلائی ہے۔ وہ یہ کہ تو ایک
مرتبہ ان بتوں کو سجدہ کرے تاکہ لوگوں کی قیل و قال درمیان سے اٹھ جائے۔ پھر میں تیرے خدا
کی پرستش کروں گا اور بتوں سے بیزار ہو جاؤں گا۔ اور انہیں توڑ ڈالوں گا۔ آپ نے چاہا کہ محبت خدا
ظاہر کریں۔ فرمایا۔ اچھا منظور ہے۔ بادشاہ خوش ہوا۔ اور آپ کے سر و چشم کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ آج کی رات
اور کل کا دن میرے پاس رہو۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے مابین صلح ہے۔ پھر ہم دونوں

بت خانے میں جائیں گے۔ اور ایک دفعہ بت کو سجدہ کرنا۔ بعد میں جو کچھ تو کہے گا۔ مجھے منظور۔ آپ رات کو نماز میں مشغول ہوئے۔ ایک عورت بھی آپ کے پیچھے نماز میں مشغول ہوئی جب آپ نے دیکھا۔ تو اسے اسلام سکھایا۔ اور وہ عورت مسلمان ہو گئی۔ مسلمان غمناک تھے۔ اور یہودی خوش تھے۔ لوگ بت خانے کی طرف روانہ ہوئے۔ بادشاہ اور آپ بھی اس بت خانے کی طرف آئے۔ جس میں ستر بت تھے۔ جو مروارید اور جواہرات سے آراستہ تھے۔ آپ دیر تک ان کی طرف دیکھتے رہے کہ اتنے میں وہی عورت بچے کو اٹھائے ہوئے آئی۔ آپ نے اس بچے کو آواز دی۔ کہ اے فلاں! لڑکے نے اسی وقت کہا۔ لبیك یا نبی اللہ! فرمایا۔ گردن سے نیچے اُتر آ۔ وہ اُتر کر پاؤں چلنے لگا۔ اور آپ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ فرمایا۔ اندر جا کر بتوں کو کہہ دے کہ محمد عیسیٰ پیغمبر بلاتے ہیں۔ جب اس بچے نے اندر جا کر پیغام دیا۔ تو سارے بت سر کے بل لڑھکتے ہوئے باہر آئے۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا۔ تو سب زمین میں نابود ہو گئے۔ بادشاہ نے کہا۔ تو نے مجھے فریفتہ کیا۔ اور میرے دیوتاؤں کو ہلاک کیا۔ فرمایا۔ یہ میں نے اس واسطے کیا تاکہ تجھے معلوم ہو جائے۔ کہ وہ خدا نہیں اور یہ کہ وہ خدا کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اور پھر ان میں سے شیطان کو پکڑ لیا۔ اور کہا۔ اے ملعون! یہ کیا بات ہے؟ جو تو کر رہا ہے۔ خود بھی ہلاک ہوا۔ اور خلقت کو بھی ہلاک کر رہا ہے۔ تو خود تو دوزخ میں گیا ہے۔ اب خلق خدا کو بھی دوزخ میں لے جاتا ہے؟ شیطان نے کہا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ میرے نزدیک ایک آدمی کو راہ راست سے بھٹکانا تمام چیزوں سے پیارا ہے۔ نیز کہا۔ یہ آپ کو معلوم نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا تو سب نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ میں نے نہ کیا۔ میں نے دوزخ منظور کر لیا۔ پر سجدہ نہ کیا۔

پھر بادشاہ کی عورت نے بادشاہ کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ اب اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے باقی اور کونسا رہ گیا ہے۔ یا کونسی اور مصیبت ہے۔ جو تو نے نہیں کی۔ اب یہ کہو کہ وہ دعا کرے۔ تاکہ تم غرق ہو جاؤ۔ بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا۔ کہ تو اس کے جادو پر فریفتہ ہو گئی ہے۔ بیس سال سے وہ مجھے کہہ رہا ہے۔ اور مجھے فریفتہ نہیں کر سکا۔ یہ

سن کر بادشاہ کی عورت مسلمان ہو گئی۔ اور بادشاہ نے اسے مروا ڈالا۔ اس عورت نے حضرت جس سے کہا کہ آپ دعا کریں۔ آپ نے دعا کی۔ تو فرشتے بہشتی حلّے سے کر اس کی روح کو لے جانے کے منتظر ہوتے۔

بعد ازاں جب آپ نے دعا کی کہ پروردگارا تو جب تک انہیں میرے روبرو زمین میں غرق نہ کرے۔ مجھے نہ اٹھانا۔ یہ دعا کرتے ہی بجلی چمکی۔ پھر جہاں تاریک ہو گیا۔ اور زلزلہ شروع ہوا جس سے زمین پھٹ گئی۔ اور وہ بادشاہ معہ لشکر زمین میں غائب ہو گیا۔ جس کا پھر نام و نشان تک نہ رہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؂

منگل کے روز بیسویں ماہ جمادی الاول ۵۳۵ھ مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اولیاء اور مشائخ کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا برہان الدین غریبؒ اور مولانا فخر الدین رازی آئے۔ اور آداب بجا لائے۔ حکم ہوا کہ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ کسی بزرگ نے حج کی نیت کی۔ کہ خانہ کعبہ کی زیارت کرے۔ جب بغداد پہنچا۔ تو ایک رات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ جو فرماتے ہیں کہ واپس چلا جا۔ تیرے گھر میں حج ہے یعنی تیری ماں زندہ ہے۔ جا کر اس کی خدمت کرو۔ وہ تیرے حق میں حج سے بہتر ہے۔ اس کی رضامندی طلب کرو۔ وہ بزرگ واپس چلا گیا۔ اور اپنی والدہ کی خدمت کو غنیمت سمجھا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے والدین کو گردن پر اٹھا کر ساری عمر حج کراتے۔ تو بھی ایک رات کا حق ادا نہیں کر سکتا جو انہوں نے اس کی خاطر تنگی میں گزاری ہو۔

بعد ازاں رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ رابعہ بصری خواجہ حسن بصری کی مجلس میں خاموش رہتیں۔ اور کسی قسم کی گفتگو نہ کرتیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ جس روز رابعہ بصریؒ پیدا ہوئیں۔ گھر میں کچھ موجود نہ تھا۔ اور گھر میں اس

قدر سامان بھی موجود نہ تھا کہ چراغ جلا سکیں۔ آپ کو آپ کی والدہ کے دامن میں لپیٹ کر آپ کے والد کو کہا کہ ہمسائے کے گھر سے تیل لے آئیں۔ آپ کے والد بزرگوار ہمسائے کے گھر کے کواڑ کو ہاتھ لگا کر چپ چاپ واپس چلے آئے۔ اور کہا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے دروازہ نہیں کھولا۔ اسی طرح ملول خاطر ہو کر سو رہے۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ملول نہ ہو۔ یہ نتیجہ تمہارے حق میں نیک ہوگا۔ کیونکہ اس کی خاطر میری اُمت کے ستر ہزار آدمی بخشے جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ عیسیٰ بن داؤد امیر بصرہ کے پاس جاؤ۔ اور اسے کہو کہ ہر رات تم سو مرتبہ درود بھیجا کرتے تھے۔ اور جمعرات کو نہیں بھیجا اور چار سو رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس کا کفارہ سو دینار مجھے دو۔ جب بیدار ہوئے تو زار زار روئے۔ اور خواب کو کاغذ پر لکھ کر امیر بصرہ کو دیا۔ اس نے دس ہزار درم بطور صدقہ اس شکریے میں دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا ہے۔ نیز یہ بھی کہا کہ آئندہ جس بات کی ضرورت ہو۔ مجھے کہا کرو۔ میں انشاء اللہ پوری کروں گا۔

بعد ازاں رابعہ بصری کی بزرگی کے بارے میں فرمایا۔ کہ جب آپ کچھ بڑی ہوئیں۔ تو آپ کے والدین کا انتقال ہو گیا۔ اور جب بصرے میں قحط پڑا۔ اور آپ کی بہنیں جدا جدا ہو گئیں۔ تو آپ ایک ظالم کے ہاتھ آئیں جس نے آپ کو چند درم لے کر فروخت کر دیا۔ ایک روز بدبخت نامحرم نے آپ کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ آپ نے سر زمین پر رکھ کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ کہ میں غریب ہوں یتیم ہوں۔ اور اسیر ہوں۔ مجھے دوسری مصیبتوں کی پروا نہیں۔ میں صرف تیری رضا چاہتی ہوں۔ آیا۔ تو مجھ سے راضی ہے۔ یا نہیں۔ آواز آئی کہ غم نہ کر۔ قیامت کے دن تجھے وہ مرتبہ عنایت کروں گا کہ مقربان درگاہ بھی تجھ پر فخر کریں گے۔ اس روز سے آپ گھر میں مشغول ہو گئیں ہر روز مناجات کہا کرتیں کہ اے پروردگار! میں دن کو روزہ رکھتی ہوں۔ اور رات جاگتی رہتی ہوں۔ اپنے آقا کی بھی خدمت کرتی ہوں۔ اور تیری بھی۔ ایک رات آقا کی آنکھ کھلی۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ رابعہ بصری سر بسجود ہو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کر رہی ہیں۔ کہ پروردگار! تجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ میرے دل کی خواہش عین تیری مرضی کے موافق ہے۔ اور میں بسر و چشم تیری بارگاہ کی خدمت گزار ہوں۔ اور کسی دم بھی تجھ سے غافل نہیں لیکن

میں کیا کروں؟ اس آقا نے ایک نورانی قندیل دیکھی جو آپ کے سر پر لٹک رہی ہے۔ اور جس سے سارا دن گھر کی طرح منوّر ہو رہا ہے۔ آقا نے رابعہ بصریؒ کی بڑی عزت کی۔ اور کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا۔ اگر یہاں رہو۔ تو ہم سب تمہارے خدمتگار ہیں۔ اگر جانا چاہیں۔ تو آپ کی مرضی! آپ وہاں سے چلی گئیں اور مطربی شروع کی لیکن بعد میں اس سے توبہ کر کے جنگل میں مقام کیا۔ مدت تک وہیں عبادت کرتی رہیں۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ رابعہ بصری دن رات میں ہزار رکعت نماز ادا کرتیں۔ اور خواجہ حسن بصریؒ کی مجلس میں آیا جایا کرتیں۔ اور جو کچھ آپ سے سنتیں۔ اس پر عمل کرتیں پھر جنگل میں کچھ مدت عبادت کر کے حج کا ارادہ کیا۔ اور ایک گدھے پر اسباب لاد کر حج کو روانہ ہوئیں۔ جنگل میں پہنچ کر گدھا مر گیا۔ اہل قافلہ نے کہا کہ لاؤ ہم آپ کا اسباب اٹھا لیں۔ فرمایا۔ جاؤ! میں توکل سمجھا ہوں۔ قافلہ چلا گیا۔ اور آپ تن تنہا جنگل میں رہ گئیں۔ بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ اے بادشاہ! تو عاجز عورت سے کیا کر رہا ہے۔ خود ہی تو مجھے اپنے گھر بلایا۔ اور خود ہی راستے میں میرا گدھا مار ڈالا۔ اب جنگل میں تنہا رہ گئی ہوں۔ یہ کہتے ہی گدھا زندہ ہو گیا۔ اور اس پر اسباب لاد کر پھر روانہ ہوئیں۔ مدت کے بعد میں نے دیکھا کہ اسی گدھے کو فروخت کر رہی ہیں۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ جب رابعہ بصری عراق پہنچیں۔ تو کہا۔ اے پروردگار! میرا دل ملول ہے۔ میں کہاں جاؤں؟ میں ڈھیلے کو کیا کروں؟ وہ تو ایک پتھر ہے۔ مجھے تیرا دیدار چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر وسیلہ خود فرمایا کہ اے رابعہ! تو اٹھارہ ہزار عالم کی جستجو میں جا رہی ہے۔ کیا تو نہیں جانتی؟ کہ موسیٰ نے میرے دیدار کی درخواست کی۔ اور جب ذرہ بھر تجلّی پہاڑ پر کی۔ تو اس کے چالیس ٹکڑے ہو گئے۔ یہ بات جو تو کہتی ہے۔ اس کا کونسا موقع ہے؟

بعد ازاں فرمایا کہ جب پھر ایک دفعہ آپ مکے روانہ ہوئیں۔ تو کیا دیکھتی ہیں کہ جنگل ہی میں خود کعبہ آپ کے استقبال کو آ رہا ہے۔ فرمایا۔ مجھے کعبے کی ضرورت نہیں۔ مجھے کعبہ دیکھ کر کیا خوشی ہو سکتی ہے؟ میں تو کعبہ والے کا دیدار چاہتی ہوں۔ مجھے کعبہ درکار نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ ؕ

جمعرات کے روز ساتویں ماہ شوال سنہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ سماع اور اہلِ سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنے میں ایک شخص نے آکر اطلاع دی۔ کہ آپ کے یاروں کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی ہے۔ اور بانسریاں بھی لائی گئی ہیں۔ خواجہ صاحب نے یہ سن کر فرمایا کہ میں نے تو منع کیا تھا کہ بانسریاں اور نیز حرام چیزیں جو بیچ میں نہیں ہونی چاہئیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ اچھا نہیں کیا۔ اس بارے میں آپ نے فرمایا کہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا بھی نہیں چاہیئے۔ کیونکہ یہ بھی کھیل میں شامل ہے۔ جبکہ تالی بجانے کی ممانعت ہے۔ تو بانسری کی تو ضرور ممانعت ہونی چاہیئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اگر کوئی شخص گرے۔ تو شرع میں گرے۔ کیونکہ اگر شرع سے گر گیا۔ تو پھر اس کا ٹھکانا نہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ مشائخ کبار نے سماع سنا ہے۔ جو اہلِ سماع ہے۔ اور صاحبِ ذوق اور درد ہے۔ اسے قوال سے صرف ایک ہی شعر سن کر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ خواہ بانسری ہو۔ یا نہ ہو۔ لیکن جو صاحبِ ذوق اور درد نہیں۔ اس کے پاس خواہ گائیں۔ اور خواہ کتنی ہی بانسریاں بھی ہوں۔ تو کچھ اثر نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کام درد کے متعلق ہے۔ نہ کہ بانسری وغیرہ کے متعلق۔

بعد ازاں فرمایا کہ لوگوں کو ہر وقت حضوری حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر دن بھر میں کوئی ایک وقت بھی خوش ہو۔ تو سارے تفرقہ انداز وقت اس میں آجاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی مجمع میں ایک شخص صاحبِ ذوق اور درد ہو۔ تو تمام اشخاص اس کی پناہ میں ہوتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ پچھلے دنوں اجودھن میں ایک قاضی تھا۔ جو ہمیشہ شیخ الاسلام فرید الحق کے برخلاف رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ وہ ملتان میں گیا۔ اور بڑے بڑے علماء کو کہا کہ کیا یہ جائز ہے؟ کہ ایک شخص کھلم کھلا مسجد میں سماع سنے۔ اور کبھی کبھی رقص کرے۔ انہوں نے پوچھا۔ وہ کون ہے۔ ہاکہا۔ شیخ فرید۔ انہوں نے کہا ہم ان کا کچھ نہیں کر سکتے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جب کبھی میں نے سماع سنا۔ مجھے خرقہ شیخ کی قسم ان سب باتوں کو شیخ صاحب کے اوصاف پر محمول کیا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ کی

عین حیات ہیں قوالوں نے یہ شعر پڑھا ؎

خرام بدیں صنعت مبادا گر چشم بدت رسد گزندے

یہ سن کر مجھے شیخ صاحب کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ یاد آئے۔ مجھے یہ شعر ایسا پسند آیا کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ قوال نے بہتیرا چاہا کہ اور کچھ پڑھے۔ لیکن میں اس سے بار بار یہی شعر پڑھواے گیا۔ خواجہ صاحب جب اپنی بات کر چکے۔ تو رو دئے۔ اور فرمایا کہ اس کے بعد بہت مدت نہ گزری۔ کہ جناب شیخ صاحب انتقال فرما گئے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن ایک سے پوچھا جائے گا کہ ہمارے اوصاف حادث ہیں۔ اور ہم قدیم ہیں۔ حادث قدیم سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہے گا۔ خداوندا میں نے فرط محبت سے ایسا کیا ہوگا حکم ہوگا کہ اچھا اگر تو نے فرط محبت سے ایسا کیا ہم فرط رحمت سے تجھ سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو شخص اس کی محبت میں مستغرق ہے۔ اس پر یہ عنایت ہے۔ تو دوسروں سے کیا کیا پوچھا جائے گا؟ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ کو اسم اعظم یاد ہے؟ فرمایئے۔ کونسا ہے؟ فرمایا کہ معدے کو لقمہ حرام سے پاک رکھو۔ اور دل کو دنیا کی محبت سے خالی۔ تو پھر جو اسم پڑھو گے۔ وہی اسم اعظم ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ ؛

سوموار کے روز پانچویں ماہ ذیقعد سنہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نماز اور دعاؤں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا وجیہہ الدین پائلی اور مولانا نصیر الدین گیاہی حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مہمات کے لئے صلوٰۃ السعادۃ ادا کیا کرتے تھے۔ اور وہ مہمات سرانجام ہو جایا کرتی تھیں۔ میں (مصنف کتاب) نے عرض کی۔ کہ کیا اس نماز کا کوئی مقررہ وقت ہے۔ فرمایا۔ ہاں! جب نماز عشاء کے فرض ادا کر چکے۔ تو اس کے بعد دو رکعت نماز سنت ادا کر چکے۔ تو چھ چار رکعت نماز ایک سلام سے بہ نیت صلوٰۃ السعادت اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی ایک مرتبہ، انا انزلنا تین مرتبہ سورہ اخلاص پندرہ مرتبہ۔ پھر سلام کے بعد سجدے میں

رکھ کر تین مرتبہ یہ کہے۔ **یا حیّ یا قیّوم ثبّتنی علی الایمان**؛

بعد ازاں اولیاء کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے نیت کی کہ اور لوگ تو پاؤں کے بل کعبہ پہنچتے ہیں میں آنکھوں کے بل جاؤں گا۔ چنانچہ ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے گئے۔ جب چودہ سال بعد خانہ کعبہ پہنچے۔ تو کعبہ کو اپنے مقام پر نہ دیکھ کر حیران ہوئے۔ غیب سے آواز آئی۔ کہ اے ابراہیمؒ! کعبہ رابعہ بصری کی زیارت کے لئے گیا ہے۔ عرض کی۔ پروردگار! اب میں کہاں جاؤں؟ آواز آئی۔ کہیں مت جاؤ! ابھی آجائے گا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ صاحب سے کسی نے کچھ لینا تھا۔ اس نے بازو سے پکڑ لیا کہ مجھے میرا روپیہ دو! شیخ صاحب نے فرمایا۔ خاموش رہ! کہا، نہیں رہتا۔ شیخ صاحب نے ناراض ہو کر کندھے سے چادر اتار کر زمین پر دے ماری۔ تو تمام بازار سونے سے پر ہو گیا۔ فرمایا، اپنا حق لے لے۔ اگر زیادہ اٹھائے گا۔ تو تیرا ہاتھ خشک ہو جائیگا۔ اس مرد نے اپنا حق اٹھا لیا۔ جب زیادہ اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ تو ہاتھ سوکھ گیا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جو شخص درویشوں سے الجھتا ہے۔ اس کی جڑ اکھڑ جاتی ہے۔ **نعوذ باللہ منہا**؛

اتوار کے روز دسویں ماہ **ذیقعد** سنہ مذکور کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مولانا شمس الدین یحیےٰ، مولانا برہان الدین غریب، مولانا فخر الدین رازی، مولانا شہاب الدین میرٹھی، شیخ عثمان سیاح۔ شیخ ضیاء الدین پانی پتی، مولانا وجیہ الدین پائلی۔ اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ وہ دن نہایت ہی بارحمت تھا۔ مولانا شرف الدین اور نجم الدین شامی اسی روز آداب بجا لائے۔ اور چار ترکی کلاہ سے مشرف ہوئے۔ اور مجھے (مصنف کتاب) کو بھی اسی روز کلاہ نصیب ہوئی۔ اور ہر ایک کو اپنا اپنا نصیبہ ملا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس طرح آج دنیا میں ہم اکٹھے ہیں۔ قیامت میں بھی ہمارا حشر اکٹھا ہوگا۔ جب خواجہ صاحب نے یہ فرمایا۔ تو میں نے اور اور عزیزوں نے عرض کی کہ مولانا شہاب الدین میرٹھی انصاری جناب کے خادم ہیں۔ انہوں نے ایک شعر لکھا ہے۔ اگر حکم ہو۔ تو عرض کروں؟ فرمایا۔ کہو ؎

من از تو ہیچ مرادے دگر نمے خواہم ہمیں قدر بکنی کز خودم جدا نکنی

تمام شد حصہ اول

حصّہ دوم

افضل الفوائد

یعنی

راحت المحبّین حصہ دوم

یہ الٰہی اسرار و انوار اور بے انتہا آثار و اخبار خواجہ راستان صاحب الکلام فی الارضین ختم المشائخ والاولیاء وارث اہل سلوک والانبیاء تاج المحققین، برہان العاشقین نظام الحق والشرع والدین آدام اللہ تقواہٗ کے انفاس متبرکہ سے تاریخ وار جبکہ حاضر خدمت ہوا۔ جمع کئے گئے۔

سوموار کے روز بیسویں ماہ رجب ۷۱۹ہجری کو مہتر آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہو رہا تھا۔ بندہ گنہگار، امیدوار رحمت پروردگار خسرو خوشہ چین نے ۔ جو سلطان المشائخ والاولیاء کا ایک غلام ہے ۔ تاریخ مذکورہ کو قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ اور عزیز بھی حاضر خدمت تھے۔ انبیاء گزشتہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے

زبان مبارک سے فرمایا کہ وہ دن کیا ہی اچھے تھے۔ جب کہ خواجہ قطب الدین حیات تھے جب خواجہ صاحبؒ اس بات پر پہنچے۔ تو میں نے اٹھ کر عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جا۔ جو کچھ کہنا ہے۔ کہہ۔ میں دوبارہ آداب بجالایا۔ فرمایا۔ کہو! میں نے عرض کی۔ کہ اس سے پیشتر میں نے جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے سُنا۔ اسے قلمبند کرتا رہا۔ اور اس مجموعے کا نام افضل الفوائد رکھا۔ جو منظور نظر عالی ہو چکا۔ اب بھی اگر فرمان ہو۔ تو جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے سُنا جائے وہ قلمبند کیا جائے۔ تاکہ دوسری جلد مرتب ہو جائے۔ لیکن اس جلد میں زیادہ تر انبیاء اور سلوک کی حکایات درج ہوں۔ تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو۔ آپ نے فرمایا۔ بہتر! مسکرا کر فرمایا کہ چونکہ تمہارے دل میں ایسی تمنا تھی۔ اس لئے میں نے نماز کے بعد انبیاء کا ذکر شروع کیا ہے

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش عزیز سنو! جب اللہ تعالیٰ نے مصیبتوں کا خزانہ پیدا کیا۔ تو خاص کر انبیاء اور اولیاء کے لئے پیدا کیا۔ فرشتوں نے جب اس خزانے کو دیکھا۔ تو سب مارے ہیبت کے سربسجود ہو گئے۔ کہ الٰہی! یہ کس کے لئے ہے؟ فرمایا۔ فرشتو! تم اس نعمت سے فارغ ہو۔ یہ نعمت ہم اپنے خلیفہ کو دیں گے۔ جسے ہم روئے زمین پر پیدا کریں گے۔ یعنی آدم صلوٰۃ اللہ علیہ اور اس کے فرزند۔ جو میرے محب ہیں۔ اور انہیں ان مصیبتوں کے ذریعے امتحان کیا جائیگا جو ہماری محبت میں ثابت قدم ہو گا۔ اس پر ہم بلا نازل کریں گے۔ اور جب نہ نازل کریں گے۔ تو وہ اس کے نازل ہونے کی آرزو کریں گے۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! جو لوگ دوست کے عشق میں مستغرق ہیں۔ وہ صبح سے شام تک بڑی آرزو سے بلا کے خواستگار ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو مصیبت دوست کی طرف سے ہو۔ وہ مصیبت نہیں ہوتی۔ وہ عین نعمت ہے۔ جو دوست سے دوست کو ملتی ہے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان ہوئی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک عاشق جب صبح اٹھتا تو یہی فریاد کرتا کہ پروردگار! میرا رزق بھی تیری بلا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ یہ کیا کہتے ہو؟ کہا جب دوست مصیبت میں ممنون ہو۔ تو پھر اگر ہم اس کی آرزو نہ کریں۔ تو ہم اہل سلوک میں ثابت نہیں۔ پھر خواجہ صاحبؒ نے آبدیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھی ؎

رُباعی

ہر جا کہ بلائے تست بر جانم باد　　چو در رضائے تست بر جانم باد
گر بر سر عاشقاں بلاہا باشد　　آں جملہ بلائے تست بر جانم باد

بعد ازاں فرمایا کہ جب مہتر آدم علیہ السلام کو عالم وجود میں پیدا کیا گیا۔ اور روح قالب میں داخل ہوئی۔ قالب اُٹھ کر بیٹھا ہی تھا کہ چھینک آئی۔ اور الحمد للہ کہا۔ مہتر جبرائیل پاس ہی کھڑے تھے انہوں نے کہا۔ یرحمک اللہ۔ اس وقت فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ملائکہ آسمان! تم تو کہتے تھے کہ وہ دنیا میں فساد برپا کریں گے۔ اور خونریزیاں کریں گے۔ دیکھا۔ ابھی اچھی طرح اٹھا بھی نہ تھا۔ کہ میری حمد و ثنا کہی۔ قولہ تعالیٰ ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک۔ پھر فرشتے سربسجود ہوئے۔ اور عرض کی۔ قولہ تعالیٰ انی اعلم ما لا تعلمون۔ یعنی جو کچھ تجھے معلوم ہے ہم نہیں جانتے۔ جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کو حکم ہوا۔ کہ تم سب بہشت میں جاؤ۔ جبرائیل بہشتی لباس لائے میکائیل براق اور اسرافیل تاج۔ جب لائے۔ تو حکم ہوا کہ لباس پہناؤ۔ اور تاج سر پر رکھ کر براق پر بٹھا کر بہشت میں لاؤ۔ جب آدم علیہ السلام تخت پر بیٹھے۔ تو تمام ملائکہ کو حکم ہوا کہ جا کر آدم کو سجدہ کرو۔ قولہ تعالیٰ۔ واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس طابیٰ واستکبر وکان من الکافرین۔ شیطان کے سوا سب فرشتوں نے سجدہ کیا جب شیطان مردود ہوا۔ تو سب فرشتوں نے آواز بلند کہا۔ کہ شیطان پر لعنت ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے۔ اس وقت سے شیطان مردود ہو گیا۔ اب فی زمانہ ایسے مسلمان بھی ہیں۔ جن پر ہر روز ہزاروں مرتبہ اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوتی ہے لیکن انہیں اس کی خبر نہیں۔ وہ غافل ہیں۔

پھر فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام نے بہشت میں قرار پکڑا۔ اور فرشتوں اور اہل بہشت نے آپ کا اعزاز و اکرام دیکھا۔ تو سب آپ کی طرف رجوع ہوئے۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوا۔ کہ آدم علیہ السلام سے فضل و کرامت کا سبق سیکھیں۔

پھر فرمایا کہ جب مہتر آدم علیہ السلام کو اختیار دیا گیا کہ بہشت کے تمام میووں کو

کھاؤ۔ لیکن گیہوں نہ کھانا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہی ایسی تھی۔ وہ گندم کا دانہ کھانے کے سبب بہشت سے نکال کر دنیا میں پھینکے گئے۔ محبت کی آگ آپ کے سینے میں بھڑک اٹھی۔ ایک دانہ کھاتے ہی تاج سر سے اتر گیا۔ لباس دور ہو گیا۔ جب آپ ننگے کھڑے رہ گئے تو درخت سے آواز آئی۔ قولہ تعالیٰ۔ فکلا منہا فبدت لہما سواتہما وطفقا یخصفٰن علیہما من ورق الجنۃ وعصیٰ اٰدم ربہ فغویٰ۔ پس۔ اے عاصی! باہر نکل جا۔ یہ تیرا مقام نہیں۔ پس آدم علیہ السلام جس درخت سے پتہ مانگتے یہی سنتے کہ تو نافرمان ہو گیا ہے میں تجھے پتہ نہیں دوں گا۔ آخر انجیر کے درخت کے پاس گئے۔ تو اس نے پتے دیئے۔ حکم ہوا کہ تو نے پتے کیوں دیئے۔ عرض کی کہ جس عزت کی نگاہوں سے اسے پہلے دیکھا تھا۔ اب بھی اسی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اس واسطے میں نے اپنے پتے دیئے۔ پس۔ فرمان ہوا کہ اے انجیر! جس طرح تو نے ہمارے آدم کو معزز کیا ہم نے تجھے خلق میں عزیز کیا۔ جب آدم علیہ السلام بہشت سے نکلے۔ تو کوہ سراندیپ گئے۔ تین سو ستر سال تک اسی ذلت کی حالت میں روتے رہے۔ چنانچہ رخساروں کا گوشت و پوست سارا اتر گیا۔ اور چڑیوں نے ان میں گھونسلے بنائے۔ جن کی آپ کو خبر تک نہ ہوئی۔ جس وقت آپ سجدہ کرتے۔ کوئی نہ دیکھتا کہ آدم یہاں پر ہے۔ یا نہیں۔ جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے۔ تو رو کر فرمایا۔ کہ ہاں! اصبح اربعین کو جب اس کی آنکھ کھلی۔ تو اس کی نگاہ جمال عشق پر پڑی تھی۔ سو آخر اسی شعلے نے اثر کیا۔ اور اسے بہشت کے شارستان میں قرار نہ دیا۔ آخر دنیا کے خرابے اور ویرانے میں لا ڈالا۔ تاکہ اس قول اشد البلاء فی الاولیاء واشد فی الانبیاء کی تصدیق کرے۔ پھر خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ بے شک عاشق لوگ مصیبتوں کو دوست کی آرزو کے مطابق ہزار ہا طرح کی منت و زاری سے طلب کرتے ہیں۔ پھر کہیں واصل زمان بنتے ہیں۔ المحب فی المحبین ؛

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ وہ شخص جس نے سب سے پہلے عشق کیا اور عشق کی بلاؤں کو قبول کیا۔ وہ آدم صفی اللہ ہیں۔ اس واسطے کہ آدم علیہ السلام کو بہشت کی خاک سے بنایا گیا۔ اگر اس خاک میں عشق کی چاشنی نہ ہوتی۔ تو اہل سلوک میں عشق نہ ہوتا

چونکہ اس سے عشق کی ابتداء کی۔ اس لئے اس کے فرزندوں میں بھی عشق پایا گیا۔
پھر فرمایا کہ اولیائے کرام میں اشتیاق اور شوق کا جو ولولہ پایا جاتا ہے۔ وہ بھی آدم صفی اللہ سے ہے۔ جب آپ اس بات پر پہنچے۔ تو آب دیدہ ہو کر یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی ؎

رُباعی

از مہر رخ تو مبتلا سے باشم ۔ وندر غم عشق تو بلائے باشم
دیدار جمال تو چناں مدہوشم ۔ کز خود خبر نیست کجا میباشم

بعدازاں فرمایا کہ جب آدم علیہ السّلام کی توبہ قبول ہونے کا وقت آیا۔ تو حکم ہوا۔ کہ اے آدم! ہر ایک مہینے کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھا کرو۔ تاکہ میں تمہاری توبہ قبول کروں۔ تین سو سال بعد آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی گئی۔
پھر فرمایا کہ اے درویش! مدت بعد جب آدم علیہ السّلام سے سوال کیا گیا کہ کبھی آپ نے اپنے تئیں اپنی مراد کے موافق بھی پایا ہے یا نہیں۔ فرمایا اس وقت نہیں۔ بلکہ ان تین سو سال میں جبکہ میں مصیبت میں گرفتار تھا۔ وہ تین سو سال اس طرح گزرے۔ کہ ہر روز مجھ پر ایک ولایت منکشف ہوتی۔
خواجہ صاحب یہی فوائد بیان فرما رہے تھے۔ کہ اتنے میں چھ جوالقی درویش آئے کسی نے سلام وغیرہ نہ کیا۔ بلکہ صحن میں سماع و رقص کیا۔ دیر بعد جب فارغ ہوئے۔ تو زبان درازی شروع کی۔ خواجہ صاحب نے اپنی خوش خلقی کے سبب مولانا فخر الدین کو اور مجھے بلایا۔ کہ ان کو جا کر کھانا دو! پھر جو کچھ اور مانگیں گے۔ ہم دیں گے۔ اور ساتھ ہی معافی مانگنا جب ہم کھانا لے کر گئے۔ تو انہوں نے پسند نہ کیا۔ بلکہ الٹا ڈانٹنے لگے۔ جو کچھ ان کے دل میں آیا زبان سے کہہ دیا۔ ہم حیران کھڑے تھے کہ خواجہ صاحبؒ کو کیا جا کر کہیں گے۔ الغرض جب خواجہ صاحب کو یہ معلوم ہوا۔ تو اٹھ کر روٹی کا ایک ٹکڑا لیا۔ اور چادر لے کر ان درویشوں کے پاس آئے۔ اور سلام کیا لیکن ان میں سے کسی نے بھی خواجہ صاحب کی طرف توجہ

نہ کی۔ خواجہ صاحب کھڑے منت و سماجت کرتے رہے۔ اور وہ برا بھلا کہتے رہے۔ دیر بعد خواجہ صاحبؒ نے انہیں مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ صاحبو! یہ کھانا کیوں نہیں کھاتے۔ آخر یہ کھانا اس کھانے سے تو بدرجہا بہتر ہے۔ جو تم نے قرن میں کھایا تھا۔ ان درویشوں نے اٹھ کر کلاہ زمین پر رکھ دیئے۔ اور ایک پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور معافی مانگنے لگے۔ کہ آپ بیٹھیں۔ ہم کھا لیتے ہیں۔ ہم نے واقعی آپ کو مرد خدا پایا ہے۔ جیسا کہ ہم چاہتے تھے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب واپس چلے گئے۔ تو میں نے اور مولانا فخر الدین رازی نے کھانا کھانے کے بعد ان درویشوں سے سوال کیا۔ کہ یہ کیا معاملہ تھا؟ کہا۔ صاحبو! ہم قرن کی طرف بطور مسافر وارد تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے۔ تو تین دن رات ہمیں کھانے کے لئے کچھ نہ ملا۔ دن کو جنگل میں پھرتے پھرتے وہاں پہنچے۔ جہاں خواجہ اویس قرنی نے اپنے تبرکؓ دانت نکال کر زمین میں دفن کئے تھے۔ وہاں کی زیارت کرکے جب آگے بڑھے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اونٹ مرا پڑا ہے۔ اور گل سڑ گیا ہے۔ صرف ہڈیاں اور گوشت رہ گیا ہے۔ باقی سب خاک ہو گیا ہے۔ ہم نے آپس میں کہا کہ ہم تین دن کے بھوکے ہیں۔ ہلاک ہو جائیں گے۔ سو اس مردار میں سے تھوڑا سا گوشت ہم نے لیا۔ اور بھون کر کھایا۔ آج خواجہ نظام الدینؒ کے مکاشفہ سے اس بات کو معلوم کر لیا ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ واقعی درویشی اسی بات کا نام ہے۔ جو خواجہ صاحب کو حاصل ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے خواجہ صاحب یعنی شیخ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ کہ ایک مرتبہ میں بغداد کی طرف بطور مسافر وارد تھا۔ مسجد کنف میں شیخ اوحد کرمانی کی خدمت میں اور عزیز بھی حاضر خدمت تھے۔ اور بات اس بارے میں ہو رہی تھی کہ یہ کیا وجہ ہے ؟ کہ لوگ شکل و صورت طبیعت اور اوضاع و اطوار میں آپس میں نہیں ملتے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ آثار الاولیا میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آدم صفی اللہ علیہ کو کس طرح پیدا کیا۔ اس کے فرزند ایک دوسرے سے نہیں

ملتے جلتے۔ فرمایا۔ اے عبداللہ بن عباس! حق سبحانہ نے آدم علیہ السلام کے چہرے کو مکّے کی زمین سے بنایا۔ اور سر کو بیت المقدس کی خاک سے اور مژگان اور آنکھ دنیا کی خاک سے۔ اور دونوں پاؤں کو ہندوستان کی زمین سے۔ اور اعضاء کو جزیرہ سراندیپ کی زمین سے۔ اور کمر کو مشہد کی زمین سے۔ پس۔ اے عبداللہ! اگر آدم کی خاک ایک جگہ سے لی جاتی۔ تو آپ کے فرزندوں میں سے ایک دوسرے کو پہچانا نہ جاتا۔ سب ایک ہی شکل کے ہوتے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا میں آکر کوہِ سراندیپ کی چوٹی پر بیٹھے۔ اور بہشت کے غم میں رونے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ یاقوت سرخ کا گھر آپ کے لئے لایا جائے۔ جہاں آج کل خانہ کعبہ ہے۔ وہاں رکھا گیا۔ اس گھر کے دو دروازے تھے۔ ایک مشرق کی طرف۔ دوسرا مغرب کی طرف۔ اس گھر میں سنہری قندیلیں تھیں جن کی روشنی سے سارا گھر جگمگ جگمگ کرتا تھا۔ اور فرشتے اس گھر کے گرد صف باندھ کر کھڑے تھے۔ اور قندیلیں اس مقام پر تھیں۔ جہاں کی زیارت آج کل کی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا۔ وہاں جا کر اس گھر کی زیارت کرے۔ فرشتوں نے آپ کو حج کرنا سکھایا۔ آپ ہر سال ایک مرتبہ اس گھر کی زیارت کیا کرتے تھے۔ اب وہ گھر کعبہ کی سیدھ میں چوتھے آسمان پر ہے۔ جس کا طواف فرشتے کرتے ہیں اور ہر روز ستر ہزار فرشتے وہاں آتے ہیں۔ اور طواف کرتے ہیں۔ جو قیامت تک اسی طرح کئے جائیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب درویش اپنا کام بدرجۂ کمال پہنچا لیتا ہے۔ تو جہاں کہیں مصیبتوں کا خزانہ ہوتا ہے۔ اس کے نام پر نامزد کیا جاتا ہے۔ تاکہ فقیر اس بات پر ثابت رہ سکے۔ یعنی کہ آیا وہ مصیبتوں کو برداشت کر سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اگر کامل ہوگا۔ تو سب برداشت کر لیگا۔ بلکہ اور مصیبتوں کی بھی خواہش کرے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک کامل شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک روز میں نے بخارا کے علاقہ میں غار کے اندر ایک

بزرگ کو عبادت کرتے ہوئے دیکھا۔ جو از حد بزرگ، صاف دل اور صاحب نفس تھا۔ ایسا بزرگ اور رہابیت شخص میں نے نہیں دیکھا تھا۔ الغرض جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس بزرگ نے فرمایا۔ اے فرید! میں ساٹھ سال سے اس غار میں رہتا ہوں۔ کوئی دن، کوئی گھڑی ایسی نہیں کہ عالم بالا سے مجھ پر مصیبت نازل نہ ہوتی ہو۔ لیکن میں ان کو جھیلتا ہوں۔ بلکہ جس روز بلا نازل نہیں ہوتی۔ میں بڑی آرزو سے خواستگار ہوتا ہوں۔ اس واسطے کہ جب دوست کی مرضی آزمائش بلا میں ہے۔ تو میں کیوں نہ اس کی خواہش کروں؟

پھر فرمایا کہ اے فرید! سچے لوگوں کی راہ تو یہ ہے۔ کہ اس میں صدق سے قدم رکھا جائے۔ اور دوست کی محبت کا دعویٰ کیا جائے۔ تو جہاں کہیں کوئی مصیبت ہو، وہ اسی پر نازل ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں صادق اور صابر رہنا چاہیے۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کی تو رو دیئے۔ اور زبان مبارک سے یہ رباعی پڑھی۔

رُباعی

در عشق ہمہ درد و جفا ہا باشد — اندر راہ عاشقی بلا ہا باشد
پس مرد ہموست کہ در رہ عشق — کہ او پیوستہ بعشق در جفا ہا باشد

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب یہ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز سے پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے دنیا میں کیسا سلوک کرتا ہے؟ فرمایا۔ یفعل اللہ ما اعد انہ فی الدار الاخرۃ العقبیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے دنیا میں ایسا سلوک کرتا ہے جیسا کہ وہ آخرت میں اپنے دشمنوں سے کرے گا یعنی بلا و عذاب میں رکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو شیطان دیکھنے کی آرزو ہوئی۔ ایک رات جب اسے دیکھا۔ تو آپ ڈر گئے۔ شیطان نے کہا کہ ڈرو مت۔ میں ہی شیطان ہوں۔ خواجہ صاحب نے اسے بڑے بڑے عجیب سوال کئے۔ ان میں سے ایک

یہ بھی تھا کہ تو نے کبھی اولیا پر بھی دسترس پائی ہے؟ کہا نہیں۔ صرف اس وقت جب کہ وہ سماع میں ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کا دل بیہوش ہوجاتا ہے۔ اور وہ بیدل ہوجاتے ہیں۔ اس وقت ان تک میری رسائی ہوجاتی ہے۔

بعدازاں اسی موقعہ کے مناسب زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ مومن کا دل ستانا گویا اللہ تعالےٰ کا ستانا ہے۔ پس اے درویش! مومن وہ شخص ہے۔ کہ اگر وہ مشرق میں ہو۔ اور مومن کے پاؤں میں مغرب کا کانٹا چبھے۔ تو اس کے درد کو محسوس کرے۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ نے مہتر خضر علیہ السّلام سے پوچھا۔ کہ مومن کے دل کو ستانا کیسا ہے؟ فرمایا مومن کے دل کو ستانا گویا اللہ تعالیٰ کو ستانا ہے۔ ایک مرتبہ میں رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ جناب کی زبان مبارک سے سنا کہ مومن کو ستانا میرا ستانا ہے۔ اور میرا ستانا اللہ تعالیٰ کا ستانا ہے اسی طرح اس شخص کے بارے میں حکم ہے۔ جو کسی گھر کے تباہ کرنے کی کوشش کرے۔

بعدازاں چغلی کے بارے میں فرمایا کہ سب سے بڑا کام چغلی کرنا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس روز حضرت یوسف علیہ السّلام کو آپ کے بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا۔ اور بھیڑیئے کو پکڑ کر مہتر یعقوب علیہ السلام کے پاس لائے۔ کہ اس بھیڑیئے نے مہتر یوسف کو ہلاک کیا ہے۔ تو اس نے عرض کی نہیں۔ فرمایا۔ کیا تجھے معلوم ہے۔ کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ عرض کی اے یعقوب علیہ السلام! اگرچہ ہم درندے ہیں اور خونخواری ہمارا پیشہ ہے۔ لیکن ہم کسی کی چغلی نہیں کرتے۔

پھر فرمایا کہ جس رات حضرت رسالتپناہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو گئے۔ اور نگاہ مبارک دوزخ پر پڑی۔ تو وہاں ایک گروہ دیکھا جن کی زبانوں میں سوراخ ہیں۔ اور وہ دوزخ کی زنجیروں سے لٹکے ہوئے ہیں۔ پوچھا۔ بھائی جبرائیل! یہ کون ہیں؟ عرض کی۔ یارسول اللہ! یہ چغل خور ہیں۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خانہ کعبہ میں حجر الاسود نام جو پتھر ہے اس پر ایک مرتبہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔ الغرض روایت ہے کہ جس شخص نے آنجناب کے روئے مبارک کو دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ستر سالہ گناہ معاف کئے ہیں۔ آنجناب کے وصال کے بعد جو امتی اس پتھر کو دیکھتا ہے۔ اس کے ستر سالہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ وہ پتھر خانہ کعبہ میں اسی غرض سے رکھا گیا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے عزیز! ایک مرتبہ شیطان سے پوچھا گیا کہ تیرے مردود ہونے کی وجہ کیا ہے؟ کہا جس روز اللہ تعالیٰ نے دوزخ پیدا کیا۔ میں ستر ہزار فرشتے لے کر اسے دیکھنے جایا کرتا تھا۔ دوزخ میں ایک منبر تھا۔ مالک سے میں نے پوچھا کہ یہ منبر کس کے لئے ہے؟ کہا۔ فرشتے کے لئے۔ جو مردود ہوگا۔ میں اٹھ کر اس منبر پر جا بیٹھا کہ شاید وہ فرشتہ میں ہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے مجھے مردود کیا۔ اور وہ میرا منبر بنا۔ میرے مردود ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ مہتر ایوب علیہ السلام نے مناجات میں کہا۔ پروردگار! مجھے بارہ ہزار زبانیں عنایت کر۔ تاکہ میں ساری زبانوں سے تیری تسبیح کروں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ اور کیڑوں کی بیماری میں مبتلا کیا۔ پس آپ بارہ ہزار کیڑوں کی زبانوں سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہے۔

پھر خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ انبیاء اور اولیاء نے خواہش بلا طلب کی ہے۔ تب کہیں بارگاہ الٰہی میں عزت حاصل کی۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ زکریا صلوٰۃ اللہ علیہ نے مناجات میں عرض کی کہ پروردگار! تیری بارگاہ میں مصیبت کے قدم کے سوا نہیں پہنچا جاتا۔ فوراً حکم ہوا۔ کہ ہم بھیجتے ہیں۔ وہ یہ تھا کہ آپ کے سر پر ہزار دندانے والا آرا چلایا گیا۔ پھر آپ مقام قرب کو پہنچے۔

اسی طرح مہتر ابراہیم علیہ السلام نے مناجات میں عرض کی کہ الٰہی! طعام کے مہمان

تو بہت ہیں۔ جان کا مہمان کون ہے؟ حکم ہوا کہ اے ابراہیم! جب تک تو مصیبت کی دلھیز پر نہیں بیٹھے گا میں تجھے حسن خیال نہیں کروں گا پس اے درویش! اس راہ میں سراسر بلا و مصیبت اور رنج ہے۔ مرد کو چاہیئے کہ جو مصیبت دوست کی طرف سے آئے۔ اس میں ثابت قدم رہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ واصل مصیبت کے لئے رو رہا تھا حکم ہوا کہ تجھ میں اس نعمت کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں۔ اس سے ہاتھ اٹھا ئے۔ تاکہ اسے دوسرے کے گلے ڈالا جائے۔ تو اس سے محروم ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ یہ شعر میں نے ایک بزرگ کی زبانی سنا ہے ؎

ما دوست کشیم تو نداری سرِ ما داری سرِ ما وگرنہ دور از سرِ ما

پھر فرمایا کہ اعرابی معہ چار بھوکے بچوں کے جن کے پیٹ پیٹھ سے مل گئے تھے۔ دامن میں پتھر لیئے ہوئے آیا۔ اور کہا کہ میں تو کعبے کو ویران کر دوں گا۔ نہیں تو مجھے اور میرے بچوں کو کچھ کھانے کے لئے دو۔ اسی وقت کعبہ کی چھت سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے دو ہزار دینار باہر پھینک دیئے۔ کہا میں دیناروں کو کیا کروں؟ اسی وقت دو روٹیاں نمودار ہوئیں جنہیں لے کر اس نے خود بھی کھایا۔ اور بچوں کو بھی کھلائیں۔ پھر اس سے پوچھا گیا کہ تو نے دینار کیوں نہ لیئے۔ کہا میرا مقصود یہ نہ تھا میں تو نمک یعنی روٹی چاہتا تھا۔ تاکہ اس کا حق ادا کر دں۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ نمک کا حق بہت بڑا ہے لوگوں کو چاہیئے کہ اس حق کو محفوظ رکھیں۔

بعد ازاں پردہ پوشی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ مہتر شعیب علیہ السلام کے عہد میں کسی کا گدھا گم ہو گیا۔ وہ آپ کی خدمت میں دعا کے لئے آیا۔ آپ سات دن رات تک دعا کرتے رہے۔ لیکن اس گدھے کا پتہ نہ ملا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا حکم الٰہی یوں ہے کہ ہم پردہ پوش

ہیں۔ ہم پردہ دری نہیں کریں گے۔ اس بارے میں دعا نہ کرنا یہ قبول نہ ہوگی۔
پھر خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ درویش کو بھی پردہ پوش ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پردہ پوشی سب عبادتوں سے افضل ہے۔ خواہ کوئی اپنی آنکھوں کسی کا عیب دیکھے۔ پھر بھی اسے چھپانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔
بعد ازاں اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ چاند گرہن اور سورج گرہن کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا۔ میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے مطابق لکھا دیکھا ہے کہ جس رات جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو تشریف لے گئے۔ تو آسمان کے گنبد تلے دو شخصوں کو امت کا گلہ کرتے ہوئے دیکھا۔ کہ ہم ان کے گناہ کرنے سے عاجز آ گئے ہیں۔ حکم ہوا کہ انہیں ہلاک کر دو۔ نیز حکم ہوا کہ ہم تمہاری نسبت انہیں اچھی طرح دیکھتے اور جانتے ہیں۔ ان کا کوئی گناہ ہم سے پوشیدہ نہیں۔ ہم غفار ہیں۔ تمہیں اس سے کیا واسطہ؟ جونہی آنجناب نے یہ خطاب سنا۔ چاند اور سورج کے بال پکڑ لیے۔ اور ہیبت کی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔ تو ان کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ مالک وہاں پر حاضر تھا۔ آنحضرتؐ نے دونوں کو اس کے سپرد کیا۔ اور کہا کہ انہیں لے جا کر آسمان کے گرد پھراؤ۔ کیونکہ رسم ہے کہ جو شخص چغلی کرے۔ اس کا چہرہ سیاہ کر کے اس کی تشہیر کریں۔ جب جناب رسول کریم معراج سے واپس تشریف لانے لگے۔ تو دونوں آنحضرت کے دامن گیر ہوئے۔ کہ آپ ہمارے حق میں دعا کریں۔ کہ پھر روشنی ہمیں مل جائے۔ ہم توبہ کرتے ہیں۔ پھر ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد ہر سال تم سے روشنی لی جایا کرے گی۔ اور تمہارا چہرہ سیاہ ہو جایا کرے گا۔ تاکہ اہل جہان کو معلوم ہو جائے۔ کہ جو شخص چغلخوری کرتا ہے۔ اس کا چہرہ قیامت کے دن اسی طرح سیاہ ہوگا۔ جب آنحضرتؐ نے یہ فرمایا۔ تو دونوں نے سر بسجود ہو کر عرض کی کہ جب جنابؐ نہیں ہوں گے۔ تو ہمارے حق میں کون دعا کرے گا؟ فرمایا۔ میری امتیں۔ میرے اہل بیت چھتوں پر چڑھ کر مجھ پر درود بھیجیں گے۔ اور حق تعالیٰ اس درود

کی برکت سے تمہاری روشنی پھر تمہیں عنایت کرے گا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے حدیث میں لکھا دیکھا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور اسے باخبر بناتا ہے۔ اور اسے نور عنایت کرتا ہے۔ جس کے سبب پلصراط سے آسانی کے ساتھ گزر جائے گا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ جس روز مہتر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کو آپ کی پشت مبارک میں ظاہر کیا۔ اور فرشتوں کو حکم دیا کہ نماز میں اس کے مقتدی بنیں۔ اس بارے میں مفسر کہتے ہیں کہ فرشتوں نے جو سجدہ کیا۔ تو اسی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا۔ الغرض! آدم علیہ السّلام نے مناجات کی کہ الٰہی! میں اس نور کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ پھر وہ نور مبارک آپ کی پیشانی میں ظاہر ہوا۔ تو تمام حوریں اسی نور کے دیکھنے کی غرض سے دن رات آدم علیہ السّلام کے پاس بیٹھی رہتیں۔ بعد ازاں مہتر آدم علیہ السلام نے پھر یہ دعا کی کہ پروردگار! اس نور کو ایسی جگہ پیدا کر کہ میں بھی دیکھ سکوں۔ پھر آپ کی مسبحہ انگلی میں ظاہر کیا گیا۔ کچھ عرصے بعد جب آدم علیہ السّلام سو گئے۔ تو وہ نور گم ہو گیا۔ جب آپ بیدار ہوتے۔ تو اس نور مبارک کو نہ دیکھ کر دیوانے سے ہو گئے۔ بہشت میں اس کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے۔ جب گیہوں کے درخت کے پاس پہنچے۔ تو کہا کہ اپنے محبّ کی کچھ کچھ بُو اس میں پائی جاتی ہے۔ فوراً لے کر کھا گئے۔ آواز آئی کہ تو نے اپنے مقصود کو پا لیا۔ اب دنیا میں جا۔ وہ تیرا دوست وہیں پیدا ہو گا۔ پھر آدم علیہ السّلام دنیا میں آئے۔ مفسروں نے لکھا ہے کہ آپ کے بہشت سے نکلنے کا سبب ایک یہ بھی تھا۔ جو لکھا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

ستائیسویں ماہ رجب سنہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل

ہوا۔ مہتر نوح علیہ السّلام اور انبیاء وغیرہ اور ماہ رجب کے فوائد و فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا فخر الدین رازیؒ، مولانا برہان الدین غریب

اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جب مہتر آدم علیہ السلام کے بعد مہتر نوح علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ اور ہزار سال کی عمر آپ کو عنایت ہوئی۔ اس ہزار سال کے عرصے میں صرف ستر آدمی مسلمان ہوئے۔ قصوں میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ قوم کے ہاتھوں بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس قوم نے اس قدر پتھروں اور اینٹوں کی بوچھاڑ کی کہ آپ کی ساق مبارک لہولہان ہو گئی۔ آپ بارگاہ الٰہی میں روئے مہتر جبرائیل علیہ السلام نے یہ پیغام الٰہی سنایا۔ کہ جہان میں جو دکھ اور تکلیف ہے۔ وہ میں نے انبیاء اور اولیاء کے لئے پیدا کی ہے۔ اگر تجھ میں برداشت کی طاقت ہے۔ تو تو قدم آگے بڑھا۔ ورنہ دور ہو جا۔ ہم کسی اور کو دے دیں گے۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ روایت کرتے ہیں کہ جب سے نوح علیہ السلام نے یہ سنا۔ پھر دم نہ مارا۔ بلکہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ پکارتے رہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ مہتر نوح علیہ السلام کی یہ عادت تھی۔ کہ ہر رات ہزار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔ پھر فارغ ہو کر سجود ہو کر یہ کہتے کہ پروردگار! میں نے کوئی ایسی طاعت نہیں کی۔ جو تیری بارگاہ کے لائق ہو۔ اور کوئی ایسا سجدہ نہیں کیا۔ جو تجھے پسندیدہ ہو۔ مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن میری کیا حالت ہو گی۔ جب اس مناجات سے فارغ ہوتے۔ تو اس قدر رو کر یاد الٰہی کرتے کہ آپ کے بدن کے ہر رونگٹے سے خون جاری ہوتا۔ اور جو قطرۂ خون زمین پر گرتا۔ اس سے اس تسبیح کا نقش بن جاتا۔ دن کو آپ یہودیوں کو وعظ و نصیحت کرتے۔ اور رات طاعت و عبادت میں بسر کرتے۔

اسی طریق پر آپ کی ساری عمر بسر ہوئی۔ پھر ایک عزیز نے جو حاضر خدمت تھا۔ پوچھا۔ کہ دریاؤں کی اصل کہاں سے ہے؟ فرمایا۔ طوفانِ نوح سے۔ اور یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جب قوم نوح پر قہر الٰہی نازل ہوا۔ تو سب غرق ہو گئے۔ قولہ تعالٰے ففتحنا ابواب السماء بماء منهمر وفجرنا الارض عيونا فالتقى الماء على امر قد قدر۔ پس زمین تلے سے چشمے پھوٹ نکلے۔ جیسا کہ کلام مجید میں لکھا ہے۔ وفجرنا الارض عیونا۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ زمین اور پہاڑوں سے بھی پانی نکلنے لگا۔ اور آسمان سے

بارش ہونے لگی۔ جب چالیس روز بارش ہوتی رہی۔ اور زمین سے بھی پانی نکلتا رہا۔ تو پہاڑوں کی چوٹیوں سے تقریباً چالیس نیزے پانی اوپر چڑھ گیا۔ جب چالیس روز پورے ہوئے۔ تو آسمان کو حکم ہوا کہ اپنا پانی واپس لے۔ قولہ تعالےٰ یاارض ابلعی ماءک ویاسماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی وقیل بعدا للقوم الظلمین۔ پس زمین نے اپنا پانی نگل لیا۔ اور جو پانی آسمان سے برسا تھا۔ وہ بھی برابر نہ رہا۔ اور وہ غضبِ خدا کے سبب تلخ ہو گیا۔ زمین اسے نگل نہیں سکتی تھی۔ بلکہ جہاں لگتا تھا۔ زخم کر دیتا تھا۔ سو دریا کی اصل طوفان نوح سے ہے۔

پھر فرمایا کہ جب آپ کی قوم نافرمان ہو گئی۔ تو مناجات کی انہم عصونی۔ یہ لوگ نافرمانبردار لوگ ہو گئے ہیں۔ واتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ الا خسارہ اور وہ ان لوگوں کی متابعت کرتے ہیں جو ان کے مال و دولت اور فرزندوں کو زیادہ نہیں کر سکتے۔ بلکہ نقصان ہی پہنچاتے ہیں۔ پس ان کے ہاتھوں تنگ آ کر آپ نے یہ دعا کی۔ ولا تزد الظالمین الا ضلالا (یعنی) وہ لوگ کافر اور ظالم ہو گئے ہیں۔ مجھ میں سدھارنے کی طاقت نہیں۔

مفسر لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ نے ان پر طوفان بھیجنا چاہا۔ تو مہتر نوح علیہ السلام کو حکم کیا کہ ہم انہیں پانی میں غرق کریں گے۔ تو اپنے لئے کشتی بنا۔ عرض کی۔ یا الٰہی! میں کیا جانوں کشتی کس طرح بناتے ہیں؟ حکم ہوا کہ جبرائیل سکھا دیں گے۔ ایک سو چوبیس تختے ہر پیغمبر کے نام کے بناؤ۔ عرض کی کہ مجھے پیغمبروں کے نام نہیں آتے۔ حکم ہوا کہ تو لکڑی تیار کر۔ نام خود لکھ لوں گا۔ بعد ازاں جب پہلا تختہ تیار ہوا۔ تو اس پر مہتر آدم علیہ السلام کا نام ظاہر ہوا۔ دوسرے پر مہتر شعیب علیہ السلام کا۔ تیسرے پر مہتر نوح علیہ السلام کا۔ چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام کا۔ اسی طرح ہر ایک تختے پر ایک ایک پیغمبر کا نام لکھا گیا۔ آخر جب ایک تختے پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لکھا گیا۔ تو فوراً مہتر جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا۔ کہ اب آپ کا کام اختتام کو پہنچا۔ کیونکہ آپ پیغمبر آخر الزمان ہیں۔ اور چراغ اولیا و انبیا

آپ ہی ہیں۔ پھر ایک لاکھ چوبیس ہزار میخیں لائی گئیں اور ہر میخ پر ایک ایک پیغمبر کا نام لکھا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ تختے مکمل ہو جائیں۔ تو چار تختے اور تیار کرنا تاکہ یہ کشتی مکمل ہو جائے۔ عرض کی۔ پروردگار! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پیغمبر آخر الزمان ہیں۔ اور چار تختے کیسے تیار کروں؟ جبرائیل علیہ السلام نے پیغام پہنچایا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار یار ہیں۔ جن کے اسمار کے بغیر کشتی مکمل نہ ہوگی عرض کی۔ ان کے اسمار مبارک؟ فرمایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ کے نام چار تختے تیار کر۔ کیونکہ یہ چاروں دنیا اور آخرت کے مختتم ہیں تاکہ کشتی مکمل ہو جائے۔ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آنحضرت کے چاروں یاروں کے اسمار مبارک کشتی میں نہ ہوں گے۔ تو طوفان سے نہ بچو گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب طوفان کا وقت نزدیک آ پہنچا۔ اس وقت آدم علیہ السلام صفا و مروہ کے مابین مدفون تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ اے نوح! فرمان الٰہی یوں ہے کہ تابوت بنا اور اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی لاش مبارک رکھ کر کشتی میں رکھو۔ ویسا ہی کیا۔ جب آپ سوار ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے زمین سے پانی ظاہر کیا۔ کہتے ہیں کہ چھتیس نیزے پانی چڑھ گیا۔ یہاں تک کہ سب کو غرق کیا صرف وہی لوگ بچے۔ جو کشتی میں سوار تھے۔ اور جن کے حق میں آپ نے دعا کی۔ اور بعض یوں روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ رب اغفرلی ولوالدی یعنی اے پروردگار! تو مجھے اور میرے والدین کو بخش۔ یعنی آدم اور حوا کو ولمن دخل بیتی مومنا۔ اور جو لوگ میرے دین میں ہیں۔ یعنی جو کشتی میں ہیں۔ یہ دعا ہے۔ جس نے آپ کی قوم کو ہلاک کیا اور مومنوں کو بچایا۔ نیز اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے مومن قیامت تک عذاب دوزخ سے محفوظ رہ کر بہشت میں پہنچیں گے۔

پھر فرمایا کہ میں نے تفسیر میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ جب طوفان آیا اور کشتی تیرنے لگی۔ تو اس میں شیطان بھی آبیٹھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اسے باہر نکالنا چاہا۔ حکم الٰہی ہوا۔ اسے نہ نکالو۔ جب تک دنیا قائم ہے اسے زندگی دی گئی ہے۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ یہ دشمن

ہے۔ اسے بھی غرق کرنا چاہیے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی اسی میں تھی کہ وہ ہلاک نہ ہو۔

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ ایک مرتبہ خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات مہتر خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ نے عجیب و غریب سوال کئے۔ منجملہ ایک یہ بھی ہے۔ میں نے سنا ہے۔ کہ قیامت کے دن ابوطالب دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ میں نے خواجۂ عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ ابوطالب قیامت کے دن بہشت میں جائیں گے۔

خواجہ شفیق بلخی نے پوچھا۔ دلیل؟ فرمایا۔ ایک دلیل تو یہ ہے کہ آپ جب فوت ہوئے ہیں۔ اور دنیا سے باایمان گئے ہیں۔ اس روز سے شیطان غمناک ہے۔ جب اس کی قوم کی غمناکی کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے کہا۔ اس واسطے کہ وہ دنیا سے باایمان گیا ہے۔ وہ قیامت کے دن ایمان لا کر بہشت میں داخل ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ میں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ جب آخری زمانے میں مہتر عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں اتریں گے۔ تو حق تعالیٰ انہیں یہ معجزہ عطا کرے گا۔ کہ جس مردے کو قبر پر جا کر آواز دیں گے۔ وہ فوراً زندہ ہو جائے گا۔ پس آپ میرے چچا ابوطالب کی قبر پر آ کر آواز دیں گے۔ وہ فوراً زندہ ہو جائے گا۔ پس آپ میرے چچا ابوطالب کی قبر پر آ کر آواز دیں گے۔ حق تعالیٰ انہیں زندہ کرے گا۔ اور وہ مشرف باسلام ہوں گے۔ اور کہیں گے۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ اس کی برکت سے وہ بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں بہت کوشش کی جس کی برکت سے آپ کو زندہ کر کے بہشت میں باایمان بھیجیں گے۔

بعد ازاں قیامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا

کوئی شخص نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ کسی نے اس کی شرح نہیں کی لیکن ایک روایت یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے پانچوں انگلیوں سے اشارہ کیا۔ پوچھا۔ کہ آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا۔ پانچ سال رہ گئے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک روز میں نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو فرمایا کہ میری عمر میں سے پانچ سال اور ہیں۔ جب میں مر جاؤں گا۔ تو سمجھ لینا کہ قیامت آگئی۔ اس واسطے کہ میں نے شبِ معراج میں سنا تھا کہ جو شخص مر جاتا ہے۔ اس کے لئے قیامت آجاتی ہے۔ الموت قیام القیامۃ پس اے یارو! یہ موت ہی قیامت ہے۔ جسے کوئی نہیں بتلا سکتا۔ کہ کب آئے گی۔ لیکن ہاں! شبِ معراج میں صرف اسی قدر سنا تھا کہ اے محمدؐ! تو ہزار سال سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے گا۔ سو جب میں مر جاؤں گا۔ پہلے اس بات کی دلیل ہوگی۔ کہ اب دنیا ختم ہونے کو ہے۔

اسی موقعہ پر ایک عزیز نے سوال کیا کہ لوگ جب نماز ادا کرتے ہیں۔ تو بھولی بسری باتیں یاد آجاتی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا۔ حدیث ہے۔ الصلوٰۃ نور۔ یعنی نماز روشنی ہے۔ جس میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی پس۔ لوگ جب نماز میں ہوتے ہیں۔ تو فراموش شدہ باتیں اس روشنی میں یاد آجاتی ہیں۔ یہ تفاوت نماز کی روشنی کی وجہ سے ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ الصلوٰۃ نور کا مطلب خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ فرمایا۔ نماز ایک ایسی روشنی ہے۔ کہ جس میں شرق سے غرب تک کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ کہ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں۔ تو نماز کی روشنی کے سبب کوئی چیز مجھ پر پوشیدہ نہیں رہتی۔

پھر فرمایا کہ ماہ رجب کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں اور ستائیسویں کو خواجہ اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کی نماز ادا کرنی آئی ہے۔ جو شخص مہینے کے شروع میں ادا نہ کر سکے

وہ آخیر میں ادا کرے۔ تو بھی جائز ہے۔ اس نماز میں بارہ رکعت تین سلام سے اس طرح ادا کی جاتی ہے۔ کہ پہلی چار رکعتوں میں جو چاہے۔ پڑھے۔ ان سے فارغ ہو کر ستر مرتبہ لا الٰہ الا اللہ الملک الحق پڑھے۔ دوسری چار رکعتوں میں فاتحہ ایک مرتبہ اذا جاء نصر اللہ ایک مرتبہ ان سے فارغ ہو کر ستر مرتبہ اقوی معین واھدی والیل بحق ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھے۔ پھر آخری چار رکعت ادا کرے۔ ان میں فاتحہ ایک مرتبہ اور اخلاص تین مرتبہ پڑھے۔ اور فارغ ہو کر ستر مرتبہ سورۃ الم نشرح مع بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پڑھے اور سینے پر ہاتھ پھیر کر جو دعا مانگے۔ انشاء اللہ قبول ہوگی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ المشائخ قطب الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ کہ جو شخص ستائیسویں ماہ رجب کو بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اور روزہ رکھے۔ جو حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگے گا۔ پوری ہوگی۔ ایک اور روایت ہے کہ روز مذکور کو ظہر کی نماز ادا کر کے پھر چار نفل ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک مرتبہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک مرتبہ انا انزلناہ تین مرتبہ اور قل ھو اللہ احد پچاس مرتبہ پڑھے۔ اور سلام کے بعد قبلہ رخ ہو کر عصر تک بیٹھا رہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگے گا۔ پائے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الملت والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ریاحین میں اس کا معنی لکھتا ہے۔ کہ جو شخص ستائیسویں ماہ رجب کو بارہ رکعت نماز ایک سلام سے ادا کرے۔ اور جتنا قرآن شریف حفظ ہو۔ اس میں پڑھے۔ اور فارغ ہو کر سو مرتبہ سبحان اللہ تا آخر سو مرتبہ استغفار اور سو مرتبہ درود پڑھے۔ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے گا۔ مل جائے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اولیاء اس رات کو خاص کر اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کی خاطر بیدار رہتے ہیں۔ صرف اس واسطے۔ ممکن ہے کہ معراج ہو جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی رات معراج ہوا تھا۔ اے درویش! اس قدر اولیاؤں کو جو یہ رات ملی ہے۔ اسی کی برکت

سے انہیں معراج نصیب ہوا ہے۔ پس لوگوں کو چاہیئے کہ اس سعادت کو غنیمت جانیں۔ ممکن ہے کہ اس رات کی سعادت انہیں حاصل ہو جائے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ کسی زمانے میں ایک واصل ہر سال اس رات جاگا کرتا۔ اس امید سے کہ شاید اسے اس رات کی سعادت حاصل ہو جائے کئی سال وہ اسی طرح کرتا رہا۔ جب نعمت کا وقت آیا۔ تو ایک رات جبکہ وہ جاگ رہا تھا۔ دروازہ کھل گیا۔ حجاب دور ہو گیا۔ اور عرش سے تحت الثریٰ تک کی چیزوں کا مکاشفہ حاصل ہوا۔ اس نے اٹھ کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ جب مجھے ایسی نعمت دکھائی گئی ہے۔ اور اس رات کی دولت عنایت فرمائی ہے۔ تو مجھے اس ویرانے میں نہ چھوڑ۔ ابھی اچھی طرح یہ بات کہنے بھی نہ پایا تھا کہ روح پرواز کر گئی۔

پھر فرمایا کہ جب مرد کمالیت کو پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر اسے اس دنیا میں نہیں چھوڑتے پھر آبدیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

چوں جان محبان ز جہان برگیرند آنجا ملک الموت کجا باید جائے

بعد ازاں فرمایا کہ جب اہل تحیر اللہ کی قدرت و حکمت کے عجائبات دیکھتے ہیں۔ تو ان کی زبان سے عالم میں موجود چیزوں کی بابت ایک لفظ بھی نہیں نکلتا۔ اور نہ ان کو وہ بھولے سے بھی یاد کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ گزشتہ زمانے میں ایک واصل کلام مجید پڑھ رہا تھا۔ جب سورۂ نوح پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچا۔ مالکم لا ترجون اللہ وقارا۔ اس آیت میں فرمان ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ تم کو پہنچا ہے۔ اور تم اسے نہیں جانتے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بزرگواری کو نہیں پہچانتے۔ پس اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے کیوں نہیں ڈرتے۔ وقد خلقکم اطوارا۔ حالانکہ اس نے تمہیں ایک حال سے پیدا کیا ہے۔ یعنی گندے پانی سے جسے تمہاری پشتوں میں نطفہ بنایا۔ پھر نطفے سے علقہ علقے سے گوشت کا لوتھڑا۔ اور پھر لوتھڑے سے ہڈیاں، اعضاء، گوشت پوست اور پٹھے اور خون پیدا کیا۔ الم تر کیف خلق اللہ سبع سمٰوٰت۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے

آسمانوں کو کس طرح پیدا کیا۔ اور زمین سے سبزی اگاتا ہے۔ وجعل القمر فیھن نورًا اور چاند کو آسمان میں منور کیا۔ اور اس سے تاریک چیزوں کو روشن کیا۔ وجعل الشمس سراجاً۔ اور آفتاب کو بمنزلہ چراغ بنایا۔ تاکہ سارے جہان کو روشنی دے۔ واللہ انبتکم من الارض نباتاً۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری خاطر زمین سے سبزی اگائی۔ ثم یعیدکم فیھا۔ پھر تمہیں زمین میں لے جائے گا۔ ویخرجکم اخراجاً۔ اور پھر قیامت کے دن تمہیں اس میں سے نکالے گا۔ جونہی واصل اس مقام پر پہنچا نعرہ مار کر ایک دن رات بیہوش پڑا رہا۔ جب ہوش میں آیا۔ تو پھر عالم تحیر میں محو ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب اس واصل کی موت کا وقت قریب آگیا۔ تو بھی کسی نے اس کو عالم صحو میں نہ دیکھا۔ اس تحیر کی حالت میں ہی جان دے دی۔ موت کے وقت وہ درویش بغداد کے باہر دجلہ کے پاس ایک غار میں سربسجود پایا۔ پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا۔

چوں جان محبان زجہان گیرند   آنجا ملک الموت کجا یابد جائے

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جسے ہم اپنا عاشق بناتے ہیں۔ اسے ملک غیب کے عجائب و غرائب دکھلاتے ہیں۔ اور عرش سے تحت الثریٰ تک کی ساری چیزیں اس پر منکشف کر دیتے ہیں۔ تاکہ اس کی محبت اور بھی زیادہ ہو جائے۔ بعد ازاں اس کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے جو اس درویش سے ہوا۔ تاریخ مذکور کو خواجہ صاحب عالم سکر میں تھے۔ جب اس بات پر پہنچے۔ تو کھڑے ہو گئے ہیں اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

جمعرات کے روز دوسری ماہ **شعبان** کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مہتر ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں ذکر شروع ہوا۔ مولانا برہان الدین غریب۔ مولانا شمس الدین یحییٰ اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو سعادتیں ہمیں عنایت کی ہیں۔ وہ کسی اور کو نہیں کیں۔ یعنی اول تو ہمیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بنایا۔ دوسرے ابراہیم

خلیل اللہ کی ملت میں۔ تیسرے امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں چوتھے مسلمان پیدا کیا۔ اور کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے والا بنایا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب مہتر ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو نمرود لعین سے ڈر کر آپ کے والد غار میں ڈال آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آپ کے انگوٹھے سے دودھ پیدا کیا۔ جب آپ چودہ سال کے ہوئے۔ تو ایک رات غار سے باہر نکلے۔ جب چاند پر نگاہ پڑی۔ تو خیال کیا کہ شاید اسی نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اسے سجدہ کرنا چاہا۔ جب تھوڑی دیر بعد اسے گردش کرتے ہوئے دیکھا۔ تو کہا۔ جو خود پھر رہا ہے۔ وہ خدائی کے لائق نہیں۔ مجھے ایسی چیز تلاش کرنی چاہیئے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ صبح کو جب سورج نکلا۔ تو دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ ہو نہ ہو یہی بڑا پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن جب اسے بھی گردش میں پایا۔ تو کہا کہ یہ بھی خدائی کے لائق نہیں۔ جب سب سے مبرا ہوئے۔ تو کہا کہ ہم ایسی چیز کی پرستش کرنا چاہتے ہیں۔ جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔ پھر آپ اللہ تعالیٰ کی پرستش میں مشغول ہوئے اور نیز اپنے والد کے گھر آئے۔ مدت تک وہیں رہے۔ عبداللہ عباس لکھتے ہیں کہ جب آذر بت تراش کر بت بنا کر آپ کو فروخت کرنے کے لئے دیتے۔ تو آپ اس کام کو پسند نہ کرکے بتوں کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچ کر بازار میں فروخت کراتے۔ جب یہ خبر نمرود کو پہنچی تو آذر بت تراش کا لڑکا ابراہیم نام ہمارے بتوں کی اس طرح بے عزتی کرتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اس کے سبب ضرور میری سلطنت میں فرق آئے گا۔ کیونکہ اس کا نام سننے سے میرا دل ہلتا ہے۔

الغرض قصوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نمرود کی عید کا دن تھا۔ اور بتخانہ کے بت زیوروں سے آراستہ تھے۔ نمرود زیارت کے لئے آیا۔ آذر نے آپ کو کہا کہ جب تک میں آؤں ان بتوں کے پاس بیٹھنا۔ جب آپ ان کے پاس بیٹھے۔ تو پیغمبری کی غیرت جوش میں آئی۔ کلہاڑی اٹھا کر سارے بتوں کے سر اڑا دیئے۔ اور بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑی رکھ دی۔ جب آذر آئے۔ اور پوچھا کہ یہ کیا حال ہے؟ کہا۔ میں نے نہیں کیا۔ اس بڑے بت نے ساروں سر قلم کئے ہیں۔ کہا۔ اس میں تو جان نہیں۔ وہ کیونکر ایسا کام کر سکتا ہے؟ فرمایا جب

ان میں اتنا کام کرنے کی طاقت نہیں۔ تو ان کی پرستش کرنی کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ جب یہ کہا۔ تو آذر نے جان لیا کہ یہ پیغمبر ہے۔ کیونکہ ہم نے کتاب میں پڑھا تھا۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو بھیجا جس نے رسالت کی چادر آپ کو پہنائی۔ اور حکم الٰہی سنایا کہ نمرود کو میری طرف بلاؤ۔ اور کہو۔ کہ ایمان لائے۔ جب آپ نمرود کے پاس پہنچے۔ اور اپنی رسالت ظاہر کی۔ تو سب دیوں اور کافروں میں تہلکہ سا مچ گیا۔ اور کہنے لگے۔ کہ اے نمرود اب فساد کھڑا ہو گیا ہمیں تمہیں ضرور اس شخص سے نقصان پہنچے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب مسلمانی ظاہر ہوئی۔ اور مہتر ابراہیم علیہ السلام قوت پکڑ گئے۔ تو پھر نمرود نے کہا کہ اے ابراہیم! اگر تو معجزہ دکھائے۔ تو ہم ایمان لائیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ صبر کر۔ اور میرے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت دیکھ! کہا۔ چار پرندے کے گران کو کاٹو۔ تاکہ مر جائیں۔ پھر اگر زندہ ہو جائیں۔ تو ہم مسلمان ہو جائیں گے۔ آپ کے دعا کی۔ حکم ہوا۔ کہ کرو! آپ نے چاروں پرند اکٹھے کر کے نمرود کے کہنے کے مطابق کیا اور پہاڑ پر رکھ دیئے اللہ تعالیٰ نے ان چاروں کو زندہ کیا۔ اور وہ پہلی حالت پر آ گئے۔ نمرود نے کہا اے ابراہیم! واقعی تو نے اچھا جادو سیکھا ہے۔ جو کافر کچھ سمجھ دار تھے۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ الغرض جب نمرود آپ سے تنگ آ گیا۔ تو کہا کہ اسے کسی طرح مار ڈالنا چاہیئے مشیروں نے کہا کہ اسے آگ میں جلا دینا چاہیئے۔ راوی روایت کرتا ہے۔ اس قدر آگ جلائی گئی کہ آٹھ آٹھ کوس تک کے چرند پرند سب جل گئے۔ پھر آپ کو ڈھینکلی میں رکھ کر آگ کی طرف پھینکا گیا۔ تمام اہل زمین و آسمان یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ کہ دیکھو! یہ عاشق صادق ہے۔ جبرائیل نے آ کر پوچھا کہ کیا کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہے؟ فرمایا تجھ سے مدد نہیں مانگتا۔ پوچھا کس سے؟ فرمایا جس نے مجھے یہاں ڈالا۔ مہتر جبرائیل نے بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہو کر عرض کی کہ واقعی میں نے مہتر ابراہیم کا سا صادق کسی کو نہیں دیکھا۔ محبت میں واقعی وہ صادق اور راست ہے۔ الغرض! جب آپ نے یہ کہا۔ تو حکم الٰہی ہوا۔ یا نارُ کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراھیم

یعنی اے آگ! ابراہیم پر سرد ہو جا۔ اور اسے سلامت رکھ۔ فوراً وہ سارا مقام باغ بن گیا ؎

بازاز دے باغ و بستاں تازہ شد صبح را از بوئے گل جاں تازہ شد

اس باغ میں ایک تخت نمودار ہوا جس پر آپ بیٹھ گئے۔ نمرود کی لڑکی نے آکر اسلام قبول کیا۔ اور آپ سے اس نے نکاح کر لیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جب آگ کو یہ حکم ہوا تھا۔ کہ اگر سلامتی کا فرمان نہ ہوتا۔ تو مہتر ابراہیم علیہ السلام مارے سردی کے ہلاک ہو جاتے۔

پھر فرمایا کہ جب مہتر ابراہیم وہاں سے باہر نکلے۔ تو نمرود نے کہا کہ تو نے بہت اچھا جادو سیکھا ہے کہ ہلاک نہیں ہوتا۔ بعد ازاں کچھ مدت گزری تو اللہ تعالیٰ نے نمرود کو مچھر کی مصیبت میں گرفتار کیا۔ اور اسی سے اسے ہلاک کروا ڈالا۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جس روز نمرود کے لشکر پر مچھر متعین ہوئے۔ تو جس کی پیشانی پر ڈنگ مارتے۔ اسے ہلاک کر دیتے۔ سب کے سب ہلاک ہوئے۔ اے درویش! یہ اس لئے ہے۔ تاکہ اہل جہان کو معلوم ہو جائے کہ ذرہ بھر قہر الٰہی مشرق سے مغرب تک کی چوٹیوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے قصص الانبیاء میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ جس مچھر نے نمرود کو ہلاک کیا۔ اس کے پر اور ایک پاؤں نہ تھا۔ جو اس روز کی آگ میں جل گئے تھے۔ جب کہ مہتر ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈالا گیا تھا۔ اس نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی تھی۔ اور اسے حکم ہوا تھا کہ مت رو۔ میں تیرے ہاتھوں غرور کو ہلاک کروں گا۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! کسی کو نہ ستانا۔ تاکہ تو ستایا نہ جائے۔ اور کسی کو نہ مارنا تاکہ تو مارا نہ جائے۔ اور کسی کو نہ جلا تاکہ تو جلایا نہ جائے۔ اور کسی کی ہلاکت میں کوشش نہ کرنا تاکہ تو ہلاک نہ کیا جائے۔ دیکھا نمرود نے جیسا کیا تھا۔ ویسا پایا۔ سچ ہے۔ جیسا بوؤ گے

ولیسا کاٹو گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ مہتر ابراہیمؑ نے جب خانہ کعبہ کی تکمیل کر لی۔ تو حکم ہوا کہ تیرے نزدیک جو سب سے عزیز چیز ہے۔ تو اسے میری راہ میں قربان کر۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ اسمٰعیل سے بڑھ کر اور کوئی عزیز نہیں۔ جب بیدار ہوئے۔ تو وضو کر کے اسمٰعیلؑ کو بلایا۔ اور چھری آستین میں رکھ کر خانہ کعبہ کے پرنالے کے پاس پہنچے۔ اسمٰعیل کو لٹا کر قربان کرنا چاہا۔ فوراً جبرائیل بہشت سے ایک دنبہ لے کر آئے۔ اور کہا۔ فرمان الٰہی ہے کہ ہم نے تجھے اپنی محبت میں صادق پایا۔ اور تو نے حقِ محبت ادا کیا۔ اب اسمٰعیل کی بجائے اس دنبے کو قربان کر۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب مہتر ابراہیم کے گھر اسحٰق پیدا ہوئے۔ تو آپ بہت خوش ہوئے۔ اور شکرِ الٰہی بجا لائے۔ کہ لڑکا تو پیدا ہوا ہے۔ اب دیکھیے کیا حکم ہوتا ہے۔ جبرائیل نے آکر سلام پہنچایا۔ اور بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ لڑکا پیغمبر ہوگا۔ اور اس کی نسل سے ستر ہزار پیغمبر پیدا ہوں گے۔ اور ہم نے تجھے صاحبِ ملت پیدا کیا۔ **قولہ تعالیٰ۔** ملۃ ابیکم ابراھیم جب آپ نے یہ سنا۔ تو اٹھ کر وضو کیا۔ اور دوگانہ شکر ادا کیا کہ الحمد للہ۔ اگر لڑکا دیا تھا۔ تو پیغمبر بھی کیا۔ اور اس کی نسل سے ستر ہزار اور پیغمبر بھی پیدا کرے گا۔ الغرض جب مہتر اسمٰعیل ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ تو آپ بہت خوش ہوئے۔ اور دل میں کہا کہ دیکھیے۔ اس سے کیا نعمت حاصل ہوتی ہے۔ انہی خیالوں میں تھے۔ کہ مہتر جبرائیل علیہ السلام نے سلام پہنچایا۔ اور فرمانِ الٰہی سنایا کہ اس لڑکے سے کوئی اور پیغمبر پیدا نہ ہوگا لیکن یہ خود پیغمبر ہوگا۔ اور مرسل ہوگا۔ آپ یہ سن کر ملول ہوئے کہ ایک فرزند سے اس قدر پیغمبر اور دوسرے فرزند سے ایک بھی نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے آکر یہ فرمانِ الٰہی سنایا۔ کہ آپ ملول کیوں ہوتے ہیں؟ اس کی پشت سے ایک ایسا پیغمبر پیدا کریں گے۔ جس کی خاطر دونوں جہان پیدا کیے گئے ہیں۔ پوچھا۔ وہ کون؟ فرمایا حضرت محمدؐ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب آپ نے یہ سنا۔ تو ہزار بار شکریہ ادا کیا۔ اور

ہزار رکعت نماز ادا کی۔

بعد ازاں خواجہ صاحبؒ نے فرمایا۔ اے درویش! واضح رہے کہ جہان میں کوئی شخص سعادت سے خالی نہیں۔ جو جہان میں آیا ہے۔ اس میں خواہ دینی، خواہ دنیاوی، سعادت ضرور رکھی گئی ہے لیکن خوش قسمت وہ ہے۔ جس میں دونوں ہوں

بعد ازاں فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی دوستی متمکن ہو گئی۔ تو مہتر جبرائیل علیہ السلام نے امتحان کے طور پر خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر کہا۔ اللہ۔ آپ دوست کا نام سنتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ آخر کعبہ کی چھت پر ایک آدمی کو ذکر کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ کو عبرت ہوئی۔ اور دل میں کہنے لگے کہ میں تو یہ جانتا تھا۔ کہ میں ہی اس گھر میں یادِ الٰہی کرتا ہوں لیکن اب یہ ایک اور پیدا ہو گیا ہے۔ الغرض۔ پاس جا کر کہا۔ خدا کے دوست ! ذرا دوست کا نام پھر لینا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ بغیر شکرانے میں نہیں کہتا۔ فرمایا۔ سب مال و ملک میں نے قربان کیا۔ جب مہتر جبرائیل علیہ السلام نے نام لیا۔ تو آپ نے دوسری مرتبہ نام لینے کی درخواست کی۔ اور کہا۔ باقی جو کچھ ہے۔ وہ بھی دے دوں گا۔ جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا۔ وہ کیا۔ فرمایا جان۔ یہ سنتے ہی جبرائیل علیہ السلام نظر سے غائب ہو گئے۔ اور بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہو کر عرض کی۔ کہ واقعی ابراہیم اعلیٰ درجے کے صادق اور محب ہیں۔ اور جس طرح کے اوصاف سنے تھے۔ اس سے بڑھ کر پائے۔

بعد ازاں مہر نبوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جس نے مہر نبوت کو ایک نظر دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی۔ اس واسطے کہ حدیث میں ہے۔ کہ جس روز ابو جہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی لڑنی چاہی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمان الٰہی ہوا کہ کپڑوں سمیت لڑائی کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ ابو جہل مہر نبوت دیکھ لے۔ اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جائے۔

نیز فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ تو غسل کے وقت مہر نبوت

پشت مبارک پر نقش تھی۔ کہا کہ اسے جبرائیل علیہ السلام لے گئے ہیں۔ اور اس سے زمین و آسمان کے دروازوں پر مہر لگائی گئی ہے۔ تاکہ آئندہ کوئی آنحضرت کا سا پیدا نہ ہو۔ اور نیز اس واسطے کہ جبرائیل علیہ السلام آسمان سے نیچے نہ اتریں۔ اس وقت ایک عزیز حاضر خدمت تھا۔ اس نے سوال کیا کہ جب سے زمین و آسمان کے دروازوں پر مہر لگائی گئی ہے۔ آیا جبرائیل نازل ہوتے ہیں یا نہیں؟ فرمایا۔ میں نے سنا ہے کہ ہر رات جبرائیل علیہ السلام مع ان تمام مقرب فرشتوں کے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت بندوں کی طرح کرتے ہیں۔ خانہ کعبہ کی چھت پر آتے ہیں۔ اور امّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش کے لئے دعا کرتے ہیں۔ جب خواجہ صاحب ان فوائد کو ختم کر چکے۔ تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

پھر جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا فخر الدین رازی، مولانا برہان الدین غریب اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ اور ادریس اور اسحٰق اور اور انبیاء علیہم السلام اور دیگر فوائد کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم مہتر ادریسؑ کو دیا ہے۔ وہ کسی اور کو نہیں دیا۔ وہ علم علمِ رمل تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو بزرگ ان دونوں میں تھے۔ وہ مہتر ادریس علیہ السلام سے پہلے پیدا ہوئے۔ پھر فرمایا کہ قصص الانبیاء میں عبداللہ بن مسعود کی روایت سے لکھا ہے کہ اس جہان اللہ تعالیٰ نے چار پیغمبروں کو ہمیشگی کی زندگی دی ہے۔ اوّل ادریس علیہ السلام۔ جو بہشت میں ہیں۔ دوسرے عیسیٰ علیہ السلام۔ جو چوتھے آسمان پر ہیں۔ تیسرے مہتر خضر علیہ السلام جن کے متعلق تری کا انتظام ہے۔ اور چوتھے مہتر الیاس علیہ السلام۔ جن کے متعلق خشکی کا انتظام ہے۔ جب دنیا ختم ہوگی۔ تو ان چاروں کا بھی انتقال ہو جائے گا۔

پھر فرمایا کہ جب مہتر ادریس علیہ السلام کو بہشت میں لے جایا گیا۔ تو کہا گیا کہ یہی تیرا مقام ہے۔ یہیں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ آپ عبادت میں مشغول ہوئے۔ تو ایک روز آپ کو

ا؎ پھر وحی لے کر نہیں اترے۔ ۱۲

بہشت کا سارا کارخانہ دکھایا گیا۔ آپ ہر ایک محل کو دیکھ کر پوچھتے کہ یہ کس کا ہے۔ آخر جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محل اور چاروں یاروں کے محلوں کے پاس پہنچے۔ تو کھڑے ہو کر کہا کہ ان محلوں سے بڑھ کر کوئی اور محل اچھا نہیں۔ پروردگار! یہ کس کے لئے ہیں؟ فرمایا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چاروں یاروں کے محل ہیں۔ پس ادریس علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں مناجات کی۔ کہ کاش! ادریسؑ امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ جب مہتر ادریس علیہ السلام کو بہشت میں لے جایا گیا۔ تو فرمان الٰہی ہوا کہ اے ادریسؑ! تیری عبادت یہی ہے کہ تو ہمیشہ طاعت میں رہے۔ اور ایک دم بھی میری یاد سے غافل نہ رہے۔

پھر مہتر اسحٰق علیہ السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جب آپ سارہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ تو اسی رات یہودیوں کے بتخانوں میں سارے بت سرنگوں ہو گئے۔ اور وہ بت پکار اٹھے۔ لا الٰہ الا اللہ اسحٰق نبی اللہ بعد ازاں جب آپ بڑے ہوئے۔ اور رسالت کی چادر پہنی۔ تو ہمیشہ طاعت اور عبادت میں مشغول رہتے۔ کسی وقت بھی خوف خدا سے خالی نہ رہتے۔ ہمیشہ ڈر کے مارے کانپتے رہتے چنانچہ قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ جب رات ہوتی۔ تو گلے میں زنجیر ڈال کر پیٹھ باندھ لیتے۔ اور ساری رات اسی طرح بسر کرتے۔ اور دن کو تبلیغ رسالت کا کام کرتے۔ چنانچہ آپ کی ساری عمر اسی طرح بسر ہوئی۔ آپ کو معجزہ صرف یہ ملا۔ کہ آپ کی نسل سے ستر ہزار پیغمبر مرسل پیدا ہوئے۔ اور بنی اسرائیل کے صاحب ملت بنے

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ سے عبادت کے وظیفہ میں ناغہ ہو گیا۔ اس غفلت کی ندامت سے ستر سال اس طرح روئے کہ رخساروں کا گوشت و پوست گل گیا۔ جب سجدہ کرتے۔ تو بسا اوقات سال بھر یا کم و بیش سجدے میں رہتے۔ جب آپ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ اس قدر کیوں روتے ہیں؟ تو فرمایا کہ مسلمانوں! میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن مجھے میرے والد بزرگوار مہتر ابراہیم خلیل اللہ کے روبرو کھڑا کر کے یہ نہ کہیں کہ تیرا بیٹا یہ تھا کہ جس سے عبادت کے وظیفے میں ناغہ ہوا۔ اس وقت میں انبیاء کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ انبیاء اور اولیاء سے اگر کوئی تقصیر خدمت سہواً ہو جاتی۔ تو کفارہ کرنے کے لئے بکثرت روتے پس۔ اے درویش! لوگوں کو ہر حالت میں خوف و امید رکھنی چاہیے۔ اور خوف سے تو کسی حالت میں بھی خالی نہیں رہنا چاہیئے۔

بعدازاں فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا کرتے۔ تو اوراد سے فارغ ہو کر انبیاء اور اولیاء کی حکایات بیان کرتے۔ اور فرماتے کہ جو شخص انبیاء اور اولیاء کی حکایات بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دوزخ اس پر حرام کر دیتا ہے۔ اور اس کا حشر بھی قیامت کے دن انہیں کے ساتھ ہوگا۔ اور انہیں کے ہمراہ بہشت میں داخل ہوگا۔ جونہی خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ اذان سنی۔ اور آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

ھفتہ کے روز ساتویں ماہ **رمضان** سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ماہ مبارک رمضان کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ نیز مہتر یعقوب اور مہتر یوسف علیہم السلام کے بارے میں۔ خواجہ صاحب جماعت خانہ میں تشریف فرما تھے۔ جب میں حاضر خدمت ہوا۔ تو فرمایا۔ اے افضل الشعراء! تو نے اچھا کیا جو آگیا۔ میں دوبارہ آداب بجا لایا۔ فرمایا۔ بیٹھ جاؤ! میں بیٹھ گیا۔ اس وقت مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا فخر الدین رازی، مولانا شھاب الدین مذکر اور صوفی حاضر خدمت تھے۔ ماہ مبارک رمضان کی فضیلت کے بارے میں آپ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ماہ رمضان بڑا بزرگ مہینہ ہے۔ اس مہینے میں سراسر رحمت و برکت ہے۔* جو باقی تمام سال میں ہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی۔ کہ جب رمضان کا مہینہ ہوتا۔ آپ باقی کاموں سے فارغ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرتے۔ اور فرماتے کہ رمضان رحمت اور غنیمت کا مہینہ ہے۔ جس طرح لشکر کے لوگ لوٹ کے مال پر پڑتے ہیں۔ اور ہر طرف سے نعمت حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح رمضان المبارک میں ہر طرف سے رحمت اور غنیمت حاصل ہوتی ہے۔ لوگوں کو ماہ رمضان میں ضرور عبادت کرنی چاہیئے۔

* چنانچہ حدیث میں ہے کہ اس مہینے کے ایک روز سے میاں اس قدر رحمت و برکت ہے

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز تراویح کے بعد ہر رات دو رکعتوں میں قرآن شریف ختم کرتے۔ اور اسی وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے چنانچہ بیس سال تک آپ کا یہی وطیرہ رہا۔

بعد ازاں فرمایا کہ رمضان المبارک میں جب لوگ روزہ افطار کرتے ہیں تو حکم الٰہی ہوتا ہے کہ اس کو اس کے اہل بیت کے ہمراہ دوزخ کے عذاب سے خلاصی دی۔ اور ان کے گناہوں کو بخش دیا۔

بعد ازاں مہتر یعقوب علیہ السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا۔ اور بارہ بیٹے عنایت فرمائے۔ جن میں سے آپ یوسف علیہ السلام کو زیادہ عزیز رکھتے۔ اور آپ کے دل میں زیادہ محبت یوسف علیہ السلام کی ہی تھی جب علم بیان فرماتے۔ تو یوسف علیہ السلام کو مخاطب کر لیتے۔ اور اور بیٹوں کی نسبت اس کو زیادہ پیار کرتے۔ اور اپنے ساتھ سے جدا نہ کرتے۔ چنانچہ دوسرے بھائیوں نے حسد کھا کر کہا۔ کہ یوسفؑ کو والد بزرگوار سے جدا کر دیں تا کہ ہماری طرف بھی خیال کریں۔ ہر وقت اسی کی طرف خیال رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ایک رات مہتر یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گویا آفتاب مہتاب اور ستارے مجھے سجدہ کرتے ہیں۔ جب یہ خواب اپنے والد بزرگوار کو سنایا۔ تو آنجناب نے آہستہ سے فرمایا کہ اے جان پدر! خبردار! اس خواب کو بھائیوں سے پاس بیان نہ کرنا۔ کیونکہ ان کے روبرو بیان کرنا اچھا نہیں ہوگا۔ قولہ تعالیٰ۔ اذ قال یوسف لابیہ یاابت انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتہم لی ساجدین قال یبنی لا تقصص رءیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا ان الشیطن للانسان عدو مبین ✢

پھر فرمایا کہ اے یوسف! شیطان لعون انسان کا دشمن ہے۔ اگر تو یہ خواب بھائیوں سے بیان کرے گا۔ تو اپنے تئیں برباد کرے گا۔ الغرض آپ چونکہ بچے تھے۔ ایک روز یہی خواب ان کو بھی بتا دیا۔ آپ کا سب سے بڑا بھائی یہودا نام تھا۔ اس نے باقی بھائیوں

سے مشورہ کیا کہ یہ ضرور بادشاہ ہوگا۔ اور والد بزرگوار جب یہ خواب سنیں گے۔ تو پہلے کی نسبت بھی اسے زیادہ محبت کریں گے۔

بعد ازاں ایک روز سارے مل کر یعقوب علیہ السلام کی خدمت کو آئے کہ ہم شکار کو جاتے ہیں۔ اگر آپ یوسف علیہ السلام کو ہمارے ہمراہ بھیج دیں۔ تو بہتر ہوگا۔ یوسف علیہ السلام بھی موجود تھے۔ یعقوب علیہ السلام نے جب یہ بات سنی۔ تو فرمایا۔ اس کے لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ جب انہوں نے بہت منت وسماجت کی۔ تو فرمایا کہ اچھا لیئے جاتے ہو۔ لیکن اسے بھیڑیئے سے بچانا۔ انہوں نے اس بات کو حیلہ قرار دے لیا۔ کہ اگر ہم یوسف علیہ السلام کو تلف بھی کر دیں۔ تو کہہ دیں گے کہ بھیڑیا کھا گیا ہے

بعد ازاں خواجہ صاحبؒ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ بے شک جس وقت بلا نازل ہونے کو ہوتی ہے۔ خواہ آدمی کے پاس ہی چیز ہو۔ تو بھی اسے دکھائی نہیں دیتی۔ اگر حضرت یعقوب علیہ السلام جاتے وقت یوسف علیہ السلام کو اللہ کے سپرد کرتے۔ تو ہرگز ہرگز فراق کی مصیبت میں گرفتار نہ ہوتے۔ لیکن چونکہ آپ نے بیٹوں کے سپرد کیا تھا۔ اس لئے اس قدر عذاب فراق سہنا پڑا۔ الغرض۔ جب شکار کو گئے تو واپس آتے وقت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینک دیا۔ اور آپ چلے آئے۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا۔ کہ یوسف علیہ السلام کو اس کے بھائیوں نے کنوئیں میں ڈال دیا ہے۔ اور وہ وہاں اکیلا ہے۔ تو اس کی دلدہی کرتا کہ ہمت نہ ہار بیٹھے۔ یہ کہنا کہ ہم تیرے یار و مددگار ہیں۔ اور ایک بہشتی پیراہن آپ کو پہنایا گیا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ خرقے کی اصل یہیں سے شروع ہوئی۔ جو یوسفؑ کو کنوئیں میں عطا ہوا۔ الغرض۔ جب آپؑ کے بھائی آئے۔ تو آتی دفعہ ایک بھیڑیئے کو ساتھ لائے۔ اور کہا کہ ہم ذرا آگے بڑھ گئے تھے۔ اور یوسف علیہ السلام پیچھے رہ گئے تھے۔ سو اس بھیڑیئے نے پھاڑ کھایا ہم نے بہتیرا ڈھونڈا۔ لیکن کہیں نشان نہ پایا۔ یہ سنتے ہی یعقوب علیہ السلام نعرہ مار کر بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اور کہا کہ اپنے کئے کا علاج! جو مخلوق کے سپرد کرتا ہے۔ اسے یہی بدلہ ملتا ہے۔ جو مجھے ملا۔ اگر جاتے وقت اسے خدا کے سپرد کرتا۔ تو اس کے بھائی اسے کیوں جدا کرتے۔ اٹھ کر کہا۔ وضینا

بقضاء اللہ۔ اے خدا! میں تیری رضا پر راضی ہوں۔ اچھا جو کچھ ہوا سو ہوا۔ الغرض آپ اس قدر روئے کہ بصارت جاتی رہی۔ اور گھر کا نام بیت الاحزان یعنی غمکدہ رکھا۔ اور یوسف کے فراق میں چالیس سال دن رات کی تمیز نہ رہی۔ بعد ازاں خواجہ صاحب آبدیدہ ہوئے۔ اور نعرہ مار کر بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اور یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی

رباعی

یعقوب چہل سال ز ہجراں بگریست — نابینا شدہ زور دچنداں بگریست
از نور دل او کسے چہ داند کہ چہ بود — غم او داند و آنکس کہ ز ہجراں بگریست

پھر فرمایا کہ جس وقت یعقوب علیہ السلام کو بھوک لگتی۔ تو یوسف علیہ السلام کا نام لیتے تو سیر ہو جاتے۔ اور جب پیاس لگتی تو بھی یوسف علیہ السلام کا نام لیتے۔ تو سیر آب ہو جاتے۔ چنانچہ مہتر جبرائیل علیہ السلام نے آکر طعن کی کہ اے یعقوب اگر یاد کرنے والا یوسف ہوتا تو کیا اچھا ہوتا کہ سب سے فارغ ہو کر تو یوسف کی دوستی میں مشغول ہوتا۔ فرمایا۔ اے جبرائیل! یہ تازیانۂ ادب اس روز سے مارا ہوتا جب کہ یوسف کی دوستی میرے دل میں دوستی شروع ہوئی تھی۔ اب کیا فائدہ ہے؟ اب کام حد سے بڑھ گیا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ میں نے خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے حالات میں لکھا دیکھا ہے کہ آپ نے مہتر یوسف علیہ السلام کے قصے میں لکھا ہے۔ کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ اولیاء اور انبیاء میں سے جو شخص محبت الٰہی کا دعویٰ کرے۔ اور پھر غیر کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دے۔ جان لو کہ وہ شخص بڑی مصیبت میں مبتلا رہے جیسا کہ مہتر یعقوب علیہ السلام۔ چنانچہ آپ نے پہلے تو دوستی کے حق کا دعویٰ کیا۔ اور بعد میں یوسف علیہ السلام سے محبت کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو یوسف کے فراق میں چالیس سال رونا پڑا۔ اور فرمان الٰہی ہوا کہ اگر پھر یوسف کا نام لوگے۔ تو تمہارا نام پیغمبروں کے زمرے سے کاٹ دیا جائے گا۔ اے درویش! اس خطاب کی برداشت یعقوب کے سوا کون کر سکتا ہے؟

بعد ازاں فرمایا کہ جب مہتر یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا گیا۔ تو اتفاقاً سوداگروں کا

ایک قافلہ جو مصر کو جا رہا تھا۔ اس کوئیں کے پاس اترا جب کوئیں میں سے پانی نکالنے گئے اور ڈول ڈالا۔ تو یوسف علیہ السلام نے ڈول پکڑ لیا۔ انہوں نے بہتیری کوشش کی لیکن ڈول نہ نکلا۔ جب انہوں نے کوئیں میں نگاہ کی۔ تو دیکھا کہ ایک آدمی اس میں گرا ہوا ہے۔ باہر نکال کر پوچھا کہ تو کون ہے؟ فرمایا۔ میں بنی آدم ہوں۔ اور جو حادثہ مجھ پر گزرا ہے۔ وہ بہت طویل ہے۔ میں کیا بیان کروں انا قصتی طویل وانت حلول ۔ راوی روایت کرتا ہے۔ کہ جب آپ کو کنوئیں میں سے نکالا گیا۔ تو آپ کے چہرے کی خوبصورتی سے کنعان میں روشنی ہو گئی۔ آپ کے بھائی تاڑ گئے کہ شاید کسی نے کنوئیں میں سے یوسف کو نکالا ہے۔ جب آکر دیکھا۔ تو آپ کا دامن پکڑ لیا۔ قافلے والوں نے وجہ پوچھی تو بھائیوں نے کہا۔ کہ یہ ہمارا غلام ہے۔ جب ان سے دریافت کیا گیا۔ تو کہا کہ میں واقعی ان کا غلام ہوں۔ سوداگروں نے کہا۔ اگر تم بیچنا چاہتے ہو۔ تو ہم خریدنے کو حاضر ہیں۔ چونکہ آپ سے انہیں حسد تھا۔ کہا ہم بیچنا چاہتے ہیں۔ جو مرضی ہو۔ دے دو۔ جب سوداگروں نے روپیہ تلاش کیا۔ تو صرف سترہ کھوٹے درم نکلے۔ آپ کے بھائیوں نے کہا۔ اچھا ہم انہیں کے بدلے میں فروخت کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ رو دیئے۔ کہ سبحان اللہ میری قیمت سترہ درم ہے؟ حکم الٰہی ہوا کہ اے یوسف! چونکہ تو نے اپنے تئیں بیچ جانا ہے۔ ذرا صبر کر۔ تیری قیمت تجھے معلوم ہو جائے گی۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ یوسف علیہ السلام نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو کہا کہ سبحان اللہ۔ وہ پیدا کرنے والا کیسا ہوگا جس نے مجھے ایسا خوبصورت پیدا کیا ہے۔ اگر مجھے بازار میں بیچا جائے۔ تو کوئی شخص میری قیمت ادا نہیں کر سکتا۔ پس اے درویش! چونکہ یوسف علیہ السلام نے خود بینی سے کام لیا۔ اس لئے تو نے دیکھ لیا کہ کیا قیمت سترہ کھوٹے درم مقرر ہوئی۔ پس! جو شخص اپنے تئیں کچھ جانتا ہے۔ اس کی قیمت وہی ہوتی ہے۔ جو یوسف علیہ السلام کی ہوئی۔ لیکن جو شخص اپنے تئیں ہیچ جانتا ہے۔ اس کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جب سوداگر آپ کو خرید کر روانہ ہوئے۔ بعدہٗ مصر میں پہنچے۔ تو یوسف علیہ السلام کو بنا سنوار کر بازار میں بیچنے کے لئے لے گئے۔ اور

مصر کے تمام سوداگر آئے۔ اور اپنا اپنا مال لائے۔ لیکن ابھی آپ کی قیمت ان کے مال سے کہیں زیادہ تھی۔ جب یہ خبر عزیز مصر تک پہنچی۔ تو وہ معہ اپنے ارکین کے آیا۔ اور کہا سہ

بازار حسن جملہ خوبان شکستہ ره نیست کز تو ہیچ خریدار بگزرد

اس نے اپنا مال خزانہ دے کر آپ کو خرید لیا۔ الغرض۔ جب یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ سونے کے ڈھیر آپ کی قیمت ہے۔ تو دل میں خیال آیا کہ افسوس! اگر آج میرے بھائی یہاں ہوتے۔ تو میری قیمت دیکھتے۔ یہ خیال آتے ہی جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا۔ اے یوسف! تیری قیمت وہی تھی۔ جو تیرے بھائیوں نے وصول کی۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے درویش! یہ خطاب یوسف علیہ السلام کو اس واسطے ہوا کہ وہ خود بین نہ بن جائیں۔ اور آپ میں غرور نہ آجائے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص حق کو پا لیتا ہے۔ اس پر وہی خطاب ہوتا ہے۔ جو یوسف علیہ السلام پر ہوا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب مہتر یعقوب اور مہتر یوسف علیہ السلام کے وصال کے دن آئے۔ تو مہتر یعقوب علیہ السلام آپ کے راستے میں کھڑے ہوئے۔ جو شخص گزرتا۔ فرماتے۔ یہی یوسفؑ ہے۔ جب فوجیں گزر گئیں۔ اور یوسف علیہ السلام کا خاص لشکر آیا۔ تو یوسف علیہ السلام نے گھوڑے سے اترنا چاہا۔ لیکن یعقوب علیہ السلام نے خود دوڑ کر گھوڑے پر ہی سے گلے لگا لیا۔ اسی وقت جبرائیل نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ فرمان الٰہی یوں ہے کہ چونکہ تو نے بے ادبی کی ہے۔ یعنی گھوڑے سے اتر کر والد بزرگوار کو نہیں ملا۔ اس لئے تیری نسل سے کوئی پیغمبر مرسل نہیں ہوگا۔ الغرض جب بغلگیر ہوئے۔ تو یوسف علیہ السلام کو بہت لاغر پا کر فرمایا کہ اے جان پدر! میں تو تیرے فراق میں مبتلا رہتا تھا۔ اور کھاتا پیتا نہ تھا۔ اور تو تو سلطنت کا حکمران تھا۔ تو کیوں ایسا لاغر ہو گیا ہے؟ عرض کی۔ آپ سچ فرماتے ہیں۔ لیکن جب میں نعمتوں کے دستر خوان پر بیٹھتا۔ تو جبرائیل طعن کرتے کہ دیکھ! تیرا باپ تیرے فراق میں کچھ نہیں کھاتا پیتا۔ اور تو کلچھرے

اڑاتا ہے۔ یہ سن کر وہ طعام زہر آلود ہو جاتا ہے۔ اور کئی کئی دن فاقہ کرتا رہا۔
بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خوبصورتی کے بیس حصے کر کے ایک حصہ ساری دنیا کو اور انیس حصے یوسف علیہ السلام کو عنایت فرمائے۔
پھر فرمایا۔ کہ جس وقت یوسف علیہ السلام کھانا کھایا کرتے تو پانی اور روٹی آپ کے حلق میں اترتی ہوئی صاف دکھائی دیا کرتی تھی۔
پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ مصر میں قحط بارہ سال پڑا جس کے سبب لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی۔ حضرت جبرائیل نے کہا کہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے آپ اپنے محل پر چڑھ کر لوگوں کو بلایا کریں۔ تاکہ وہ آپ کو دیکھ کر سیر ہو جایا کریں۔ اور ایک ہفتے تک انہیں بھوک پیاس نہ ستائے۔ اس کے بعد آپ اس طرح کیا کرتے۔ قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ لوگ جب آپ کو دیکھ لیتے۔ تو پھر ایک ہفتہ تک انہیں کھانے پینے کی نہ رہتی۔ صرف دیدار ہی میں ہی مستغرق رہتے۔
بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اہل سلوک اس بارے میں یہ کہتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر سات دن بھوک نہ لگتی تھی۔ اور بیہوش ہو جاتے تھے۔ تو قیامت کے دن جب مسلمانوں کو دیدار الٰہی ہو گا۔ تو وہ ضرور ستر ہزار سال ایک ہی تجلی میں محو رہیں گے۔ بعد ازاں فرمایا کہ جس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام آپ کو نہلانا چاہتے تو کئی ایک پردے کرتے۔ تاکہ آپ کو کوئی دیکھ نہ لے۔ اور نظر بد کارگر نہ ہو۔ اور جب کاروانیوں کے ہاتھ فروخت ہوئے۔ تو انہوں نے کہا کہ اس چشمے میں غسل کر لو جب آپ پانی میں آئے تو رو دیئے۔ کہ پروردگارا ایک وہ وقت تھا کہ مجھے میرے والد بزرگوار پردہ کئے بغیر نہیں نہلاتے تھے۔ اب یہ وقت ہے کہ میں ننگا پانی میں جاتا ہوں۔ آبی جانور میرا جسم دیکھیں گے یہ کہنا تھا کہ جبرائیل کو حکم ہوا۔ کہ نوری پردہ پانی میں آپ کے گرد کر دے۔ تاکہ کوئی آبی جانور آپ کا جسم نہ دیکھ سکے۔
پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ہر خواری کے لئے عزت اور ہر عزت کے لئے خواری ہے۔ خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کرتے ہی اندر چلے گئے۔ اور میں اور اور

لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؕ

جمعرات کے روز بائیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف

حاصل ہوا۔ مہتر اسمٰعیل اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا برہان الدین غریبؒ اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جب مہتر اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو مہتر ابراہیم علیہ السلام بہت خوش ہوئے۔ اور دو گانہ شکر بجا لائے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آکر یہ کہا کہ آپ کا یہ لڑکا پیغمبر مرسل ہوگا۔ آپ سن کر بہت خوش ہوئے۔ پھر پوچھا کہ بھائی جبرائیل! کیا اس کی نسل سے کوئی پیغمبر بھی ہوگا؟ کہا نہیں آپ یہ سن کر ملول ہوئے۔ کہ ایک لڑکے کی نسل سے تو ستر ہزار پیغمبر ہوں گے اور ایک کی نسل سے ایک بھی نہیں۔ فوراً مہتر جبرائیل نے آکر کہا کہ حکم الٰہی ہے کہ اس کی نسل سے ہم ایک پیغمبر پیدا کریں گے۔ جس کا نام **محمد رسول اللہ** ہے اور جو پیغمبر **آخر الزمان** ہوگا۔ اگر اسے پیدا نہ کرتا۔ تو میں اپنی **خدائی** ظاہر نہ کرتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جس روز مہتر ابراہیم علیہ السلام نے مہتر اسمٰعیل کو قربان کرنا چاہا۔ تو اسمٰعیل نے عرض کی۔ ابا جان! میرے ہاتھ پاؤں باندھ لیں۔ تاکہ کارد پھرتے وقت میں نہ تڑپوں۔ اگر تڑپوں گا۔ تو بے ادبی میں شمار ہوگا۔ اور اس وجہ سے قیامت کے دن انبیاء کے روبرو شرمسار ہونا پڑے گا۔ وہ کہیں گے۔ کہ یہ محبت میں صادق نہ تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جس روز مہتر زکریا علیہ السلام کے سر پر آرہ چلنے لگا۔ تو آپ نے واویلا کرنا چاہا۔ حکم الٰہی ہوا۔ کہ خبردار! اگر ذرا چون وچرا کی۔ تو پیغمبروں کے دفتر سے نام کاٹ دوں گا۔

بعد ازاں دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جب مہتر آدم علیہ السلام نے دعا کی اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ تو فرمان ہوا کہ پہلے حضرت محمدؐ پر درود بھیجو! تاکہ تمہاری دعا قبول ہو۔ جب آپ نے دعا پڑھی۔ تو دعا قبول ہوگئی۔ **قولہٗ تعالیٰ۔ فتلقّٰی اٰدم من ربّہٖ کلمات فتاب علیہ** مفسر لکھتے ہیں کہ وہ کلمات یہ تھے یعنی الصّلوٰۃ علی النّبیّ الامّی۔ پس اسے

درویش! جب آپ نے ان شرائط کے مطابق دعا کی۔ تو قبول ہو گئی۔ چنانچہ مشہور حدیث ہے۔ اور کلام اللہ میں لکھا ہے ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین واللہ ولی الاجابۃ والاستجابۃ

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ ہراب کے زمانے میں آپ کا ایک مرید سفر کو گیا جب ساٹھ سال بعد آیا۔ تو آپ نے پوچھا کہ کہاں تک پہنچے۔ عرض کی۔ قطب عالم! پوچھا۔ کیا اس سے پوچھا تھا کہ مرد کون ہے۔ اور نیم مرد کون؟ عرض کی مرد تو وہ ہے۔ جو بھائی کو سونے کی روٹی دے۔ اور نیم مرد وہ ہے۔ جو ہوا میں اڑے اور پانی پر مصلیٰ بچھا کر نماز ادا کرے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ دجلے کے کنارے گئے۔ خواجہ حسنؒ نے پانی پر مصلیٰ بچھایا۔ اور رابعہ فضا میں سربسجود ہوئیں جب خواجہ حسنؒ نے نماز سے فارغ ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔ تو رابعہ کو نہ پایا۔ جب اوپر نگاہ کی۔ تو رابعہؒ کو نماز میں مشغول پایا۔ کہا۔ اے رابعہؒ! یہ کیا؟ رابعہ نے کہا۔ اے حسن! وہ کیا۔ اگر تو پانی پر تیرے گا۔ تو تنکا ہے۔ اگر ہوا میں اڑے گا۔ تو مکھی ہے۔ تو دل کو قابو کر۔ تاکہ کچھ بن جائے

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ کی ملاقات خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے۔ یلفھم من ظن انہ خیر من الکلب لا یصلح الصحبۃ معہ۔ یعنی جو مسلمان اپنے تئیں کتے سے اچھا خیال کرتے ہیں۔ ان سے مل کر بیٹھنا اچھا نہیں۔

جب خواجہ صاحبؒ نے یہ فوائد ختم کیے۔ تو نماز کی آذان سے آپؒ یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک:

سوموار کے روز پانچویں ماہ شوال سنہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین، مولانا فخر الدین رازی، امیر حسن علا سنجری اور اور صوفی حاضر خدمت تھے۔ حضرت داود علیہ السلام اور انبیاء کے بارے میں گفتگو شروع

ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ مہتر داؤد اپنے صحیفوں کا مطالعہ کر رہے تھے۔ کہ
انبیاء نے مصیبتوں کو بڑی آرزو سے طلب کیا ہے۔ اور پھر ان پر صبر کیا ہے۔ اس دن
سے آپ بھی ہر رات مصیبت کی خواہش کرتے۔ جبرائیل نے آکر کہا۔ اے داؤد! آپ بلا
تو چاہتے ہیں لیکن اسے برداشت نہیں کر سکیں گے۔ ہر بار آپ کو یہی خطاب ہوتا۔ چنانچہ
ایک روز آپ مصلے پر بیٹھے زبور کا مطالعہ کر رہے تھے۔ فرمان الٰہی ہوا کہ اچھا! آپ مصیبت
کے خواستگار ہوتے ہیں۔ تو لو۔ اب تیار ہو جاؤ۔ مصیبت نازل ہوا چاہتی ہے۔ الغرض
اسی روز مطالعہ کر رہے تھے۔ ایک ایسے جانور پر نگاہ پڑی۔ جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔
دل میں کہا کہ اگر یہ جانور سلیمان کے لیئے لے جاؤں تو اچھا ہوگا۔ مصلے پر سے اٹھ، زبور
طاق میں رکھ، اس جانور کا پیچھا کیا۔ وہ اڑ کر پرنالے پر جا بیٹھا۔ آپ اوپر چڑھ گئے
وہ نیچے اتر آیا۔ اتفاقاً اوریا کی عورت بیٹھی سر دھو رہی تھی۔ جب آپ کی نگاہ اس کے
بالوں پر پڑی۔ تو کہا سبحان اللہ! جس کے بال اس قدر خوبصورت ہیں۔ اس کی شکل کی خوبصورتی
کا کیا ٹھکانا ہوگا۔ فوراً آپ گرویدہ ہو گئے۔ آپ نے اوریا کو کسی مہم پر بھیجا۔ جہاں
وہ قضا کار مر گیا۔ کچھ مدت بعد اوریا کی عورت نے پیغام بھیجا کہ میں آپ سے نکاح کرنا
چاہتی ہوں۔ آپ نے اس سے نکاح کر لیا۔ کچھ مدت بعد آپ قضاء کی مسند پر بیٹھے فیصلہ کر
رہے تھے۔ کہ اتنے میں دو شخص دعویدار آئے۔ ایک نے عرض کی کہ جناب! اس کے
پاس ننانوے بھیڑیں ہیں۔ اور میرے پاس ایک۔ وہ بھی اس نے زبردستی چھین لی
ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ فرمایا۔ یہ جائز نہیں۔ اس کی بھیڑ اسے واپس دو! کیونکہ تم نے
اس پر ظلم کیا ہے۔ یہ حکم سنتے ہی وہ شخص غائب ہو گئے۔ آپ مسند قضاء سے اٹھے۔
اور دل میں خیال کیا کہ یہ مجھے خطاب ہے کہ باوجود ننانوے بیویوں کے میں نے اوریا کی
عورت سے نکاح کیا۔ یہ کب جائز ہے؟ گھر میں آکر فرزندوں کو رخصت کیا۔ اور آپ
جنگل میں جا کر سربسجود ہو کر رونے لگے۔ پھر فرمان الٰہی ہوا۔ کہ داؤد! کیوں روتے ہو؟
عرض کی۔ ان آنکھوں نے ایک چیز ایسی دیکھی ہے۔ جس کا دیکھنا جائز نہ تھا۔ اب اس
کی سزا اسے ہی بھگتنی چاہیئے۔ کیونکہ اس نے ممنوع چیز دیکھی ہے ۵

گر چشم برندے لشدے خانہ خراب — بس خانہ کہ شد خراب از کردہ چشم است
کہتے ہیں۔ آپ اس قدر روئے کہ رخساروں میں گڑھے پڑ گئے۔ پھر حکم ہوا۔
اے داؤد! تیری توبہ اس وقت قبول کروں گا۔ جب کہ اوریا تجھ سے راضی ہوگا۔
آپ اس کنوئیں پر پہنچے۔ جہاں اوریا قتل ہوا تھا۔ اور آواز دی کہ اے اوریا! تو تجھ سے
خوش ہے؟ آواز آئی۔ ہاں! خوش ہوں حکم ہوا کہ اے داؤد! تجھے تو پوچھنے
کا ڈھنگ بھی نہیں آتا۔ اس طرح پوچھ کہ اے اوریا! میں نے تجھ کو تیرے مارے جانے
کے لئے بھیجا تھا کہ اگر تو مارا جائے۔ تو میں تیری بیوی سے نکاح کر لوں گا۔ اب میں
تیرے پاس آیا ہوں! تو خوش ہے۔ یا نہیں؟ یہ سن کر آپ سوچ میں پڑ گئے۔ الغرض
جب توبہ کا وقت آیا۔ تو حق تعالیٰ نے اوریا کو مہربان کر دیا۔ اور اس نے آواز دی کہ میں
تجھ سے خوش ہوں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام اعلیٰ درجہ
کے خوش الحان تھے۔ جب آپ زبور پڑھتے۔ تو اتنے پرندے اکٹھے ہو جاتے کہ
آپ کے سر پر سایہ ہو جاتا۔ اور خوبیٔ الحان کے سبب وہ سب بیہوش ہو جاتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب آپ کی موت کا وقت قریب آ پہنچا۔ تو جبرائیل علیہ السلام
ریشمی کاغذ پر ایک صحیفہ لائے جس میں بیس سوال لکھے تھے۔ آپ کو دے کر کہا۔ فرمان
الٰہی یوں ہے کہ آپ کے لڑکوں میں سے جو ان سوالوں کا جواب دے۔ اس کو
ملک کی انگوٹھی دینا۔ آپ نے سارے بیٹوں کو بلا کر سوال پوچھے۔ سوائے سلیمان علیہ السلام
کے کسی نے ایک سوال کا بھی جواب نہ دیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ چونکہ ازل میں ملک سلیمان کے نام لکھا تھا
اس لئے آپ نے ان سوالوں کے نام دیئے۔ اور ملک کے لائق بنے۔ ملک بھی
ایسا ملا کہ نہ اس سے پہلے کسی کو ملا اور نہ بعد میں ملے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام سارے حیوانات کی بولی سمجھتے تھے۔
اور آپ کے سب محکوم تھے۔ یہاں تک کہ انسان، حیوان، جن، دریو، پری، در

شیاطین سب زیر فرمان تھے۔ جہاں جاتے۔ آپ کے تخت کو اڑا کر پل بھر میں پہنچا دیتے۔ اور پھر رات کو واپس لے آتے۔ اس تخت پر تقریباً بارہ ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ آپ کے مطبخ میں ستر ہزار سیر نمک خرچ ہوتا۔ باقی چیزوں کا شمار نہیں لیکن خود اس وقت روٹی کھاتے جب اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی زنبیل فروخت کرتے اور اس کے داموں سے روٹی خرید کر تناول فرماتے۔ رات درویشوں کے ہمراہ مسجد میں رہتے۔ اور ان سے دعا کے خواستگار رہتے۔ جب خواجہ صاحب نے یہ فوائد ختم کئے۔ میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علی ذالک ؛

ہفتے کے روز پچیسویں ماہ شوال سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین یحیٰی، مولانا برہان الدین غریب اور مولانا فخر الدین رازی اور اور عزیز حاضرِ خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جس روز مہتر موسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ فرعون اس وقت سو رہا تھا۔ کانپ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ حکیموں اور نجومیوں کو بلا کر پوچھا کہ دیکھو! جس کے سبب میرے ملک میں خلل آئے گا۔ پیدا ہو گیا ہے۔ یا نہیں؟ سب نے قرعہ پھینک کر کہا۔ کہ ہو گیا ہے۔ اس وقت فرعون نے دائیوں کو مقرر کیا کہ جس گھر میں فرزند جنا ہو۔ مجھے اطلاع کرو۔ تاکہ اسے مروا ڈالوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی تنور میں پھینک دیا گیا۔ جب فرعون کے آدمی آئے۔ تو کہیں نشان نہ پایا ان کے جانے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جا کر دیکھا۔ تو تنور باغ بنا ہوا تھا۔ اور آپ انگوٹھا چوس رہے تھے۔ پھر ایک صندوقچے میں لٹا کر آپ کی والدہ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ پروردگار! اسے تیرے حوالے کرتی ہوں۔ یہ کہہ کر آپ کی والدہ نے آپ کی ہمشیرہ کو دیا۔ کہ اسے دریائے نیل میں پھینک دے۔ آپ کی ہمشیرہ نے دریا کے کنارے آ کر یہ کہہ کر کہ میں اسے خدا کے سپرد کرتی ہوں۔ صندوقچے کو پھینک دیا۔ اور خود واپس چلی آئی۔ قضا کار وہ صندوقچہ تیرتا ہوا فرعون کے محل کے مقابل پہنچا۔ فرعون اور اس کی عورت آسیہ دونوں محل پر کھڑے نظارہ کر رہے تھے۔ جب ان کی نگاہ صندوقچے پر پڑی۔ تو آسیہ نے کہا کہ دیکھ فرعون صندوقچہ بہا چلا آتا ہے۔ دیکھیں

اس میں کیا ہے۔ فرعون نے ملاحوں کو بلا کر کہا کہ صندوقچے کو نکال لاؤ۔ جب صندوقچہ کھولا گیا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نہایت خوبصورت بچہ لیٹا ہوا ہے۔ اور دونوں انگوٹھے چوس رہا ہے۔ فرعون یہ دیکھتے ہی کانپ اٹھا۔ اور کہا۔ آسیہ! یہ لڑکا اچھا نہیں ہے۔ ہے تو ہدیہ۔ لیکن ایسا ہدیہ لینا نہیں چاہیئے۔ آسیہ نے کہا۔ اے نادان! اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی فرزند نہیں دیا۔ میں بجائے فرزند اس کی پرستش کروں گی۔ یہ خدا کا دیا ہوا ہے۔ الغرض دایہ کو بلا کر بڑے ناز و نعمت سے پرورش شروع ہوئی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا اے درویش! واضح رہے کہ فرعون کی اس میں مرضی نہ تھی۔ لیکن اسے اللہ تعالیٰ کی حکمت نہ تھی۔ کہ جس شخص کے سبب اس ملک میں خلل آنے والا ہے اس کو اسی سے پرورش کروایا۔ بعد ازاں فرمایا کہ میں نے قصص الانبیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ جب مہتر موسیٰ علیہ السلام چار سال کے ہوئے۔ تو ایک روز آسیہ نے آپ کو فرعون کی گود میں رکھا۔ فرعون کی ڈاڑھی لمبی تھی۔ آپ نے پکڑ کر زور سے جھٹکی۔ جس سے فرعون کے سارے اعضاء جنبش میں آگئے۔ آسیہ کو کہا کہ یہ لڑکا ہمارے حق میں نیک نہیں۔ اس نے میری ڈاڑھی ایسی جھٹکی ہے کہ میرے تمام اعضاء کانپ اٹھے ہیں۔ آسیہ نے کہا کہ کوئی ڈر کی بات نہیں بچوں کی عادت ہی ہوتی ہے کہ باپ کی ڈاڑھی سے کھیلا کرتے ہیں۔ اگر تجھے یقین نہیں تو ایک تھال سونے سے پر اور دوسرا آگ سے منگا کر اس کے سامنے رکھ۔ اگر دانا ہوگا۔ تو زر کو پکڑے گا۔ مہتر موسیٰ علیہ السلام نے زر والے تھال کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن حکم الٰہی کے مطابق جبرائیل نے آپ کا ہاتھ کوئلوں والے تھال میں ڈال دیا۔ آسیہ نے کہا۔ دیکھ! اگر دانا ہوتا۔ تو آگ میں ہاتھ کیوں ڈالتا۔ یہ بچے ہیں۔ انہیں کیا تمیز؟ تب فرعون کو اطمینان ہوا۔ الغرض۔ جب پندرہ سال کا ہوئے۔ تو تازی گھوڑے پر سوار ہوا کرتے۔ اور لوگ اور اراکین آپ کے ہمراہ ہوتے۔ اسی طرح بازار میں ایک روز گشت کر رہے تھے کہ ایک فرعونی نے فرعون کی قسم کھائی۔ کہ مجھے فرعون کی خدائی کی قسم ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کیسی قسم ہے؟ کہا۔ آپ کے باپ کی جو ہمارا خدا ہے۔ مہتر موسیٰ نے فرمایا۔ اس کے منہ میں خاک۔ یہ کہہ کر ایسا وار کیا۔ کہ اس شخص کو وہیں ڈھیر

کر دیا۔ کہتے ہیں کہ اسی قسم کھانے کے بدلے میں کئی ایک آدمیوں کو قتل کیا کہ وہ خدا نہیں بلکہ وہ خدا ہے جس نے زمین و آسمان اور ہمیں تمہیں پیدا کیا ہے۔ جب فرعون نے یہ خبر سنی تو آسیہ سے گلہ کیا کہ میں نہیں کہتا تھا کہ یہ لڑکا نیک نہیں۔ اس سے میرے ملک میں خلل آئے گا۔ آسیہ نے عذر معذرت سے ٹال دیا۔

الغرض ایک روز فرعون تخت پر بیٹھا تھا۔ اور لوگ آکر سجدہ کرتے۔ موسیٰ علیہ السلام بھی پاس ہی تھے۔ آپ یہ دیکھ کر ناخوش ہوئے۔ اور لوگوں کو سجدہ کرنے سے منع فرماتے کہ سجدہ خدا کو کرنا چاہیئے۔ آسیہ نے جب یہ دیکھا کہ فرعون آپ کو ضرور مروا ڈالے گا۔ تو کہا کہ اس شہر سے نکل جا۔ اور جب رسالت کی چادر پہن لے۔ تو پھر آنا۔ آپ آسیہ کے حکم کے مطابق روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے ایسے مقام پر پہنچے۔ جہاں مہتر شعیب علیہ السلام کی لڑکیاں بھیڑ بکریاں چرا رہی تھیں۔ وہاں پر ایک کنواں تھا۔ جس کا ڈول اس قدر وزنی تھا کہ جب تک سو آدمی اکٹھے نہ ہوتے۔ وہ کھینچا نہ جاتا۔ اب وہ لڑکیاں کنوئیں پر ڈول لئے کھڑی تھیں۔ اور آدمی موجود نہ تھے۔ آپ نے پاس جا کر لڑکیوں سے پوچھا۔ کہ بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ انہوں نے ڈول کی کیفیت بیان کی۔ آپ نے ڈول بھر کر کنوئیں سے نکالا حتیٰ کہ تین ڈول کھینچ کر بکریوں کو پیٹ بھر کر پانی پلایا جب بکریاں گھر آئیں۔ تو مہتر شعیب علیہ السلام نے انہیں سیراب دیکھ کر لڑکیوں سے وجہ دریافت کی انہوں نے کہا۔ آج ایک آدمی آیا ہے۔ جس نے اکیلے ہی تین ڈول نکالے ہیں۔ مہتر شعیبؑ نے فرمایا کہ ہم نے کتاب میں پڑھا ہے کہ موسیٰ پیدا ہوگا۔ جا کر اسے بلا لاؤ! آپ کی بڑی لڑکی تلاش کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو بلا لائی۔ مہتر شعیب علیہ السلام نے اٹھ کر گلے لگایا۔ اور نوازش کی۔ اور اسی لڑکی سے آپ کا نکاح کر دیا۔ پھر حق تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری عطا فرمائی۔ اور رسالت کی چادر پہنائی۔ جبرائیل نے آکر عرض کی کہ حکم الٰہی یوں ہے کہ آپ فرعون کو جا کر یہ پیغام پہنچائیں۔ کہ وہ اسلام قبول کرے۔ اور خدا پر ایمان لائے۔ آپ فرمان الٰہی کے مطابق مہتر شعیب علیہ السلام سے رخصت لے کر مصر میں آکر اپنی والدہ، ہمشیرہ اور بھائی ہارون سے ملے۔ اور پھر فرعون کو جا کر پیغام الٰہی سنایا کہ اے فرعون! میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ اور

تو اس کا بندہ ہے۔ میری رسالت کا اقرار کر۔ تاکہ تجھے عذاب سے نجات حاصل ہو نہیں تو مصیبت کے لیے تیار رہ۔ جب یہ پیغام فرعون نے سنا۔ تو اندر جا کر آسیہ کو کہا کہ دیکھ! یہ ساری مصیبت تو نے ہی مجھ پر برپا کی ہے۔ اگر ہم اسے پرورش نہ کرتے۔ تو اب وہ کہاں سے پیغمبری کا دعویٰ کرتا۔ اچھا! حکم الٰہی کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اب صبر کرنا چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیئے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ موسٰے علیہ السلام نے کئی ایک پیغمبری معجزے دکھائے لیکن فرعون کسی پر بھی ایمان نہ لایا۔ ہاں! اتنا ہوا کہ بنی اسرائیل کے کئی ہزار آدمی مسلمان ہو گئے۔ پھر جب بنی اسرائیل زور پکڑتے گئے۔ اور مہتر موسیٰ علیہ السلام کو کچھ تقویت ہو گئی۔ تو حق تعالےٰ نے فرعون کو مقہور کیا۔ موسٰے علیہ السلام نے دعا کی۔ جو قبول ہو گئی۔

بعد ازاں فرمایا کہ علمائے تفسیر لکھتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کرنا چاہا۔ تو مہتر موسیٰ علیہ السلام معہ بارہ ہزار بنی اسرائیلیوں کے مصر سے باہر نکلے۔ علماء یوں روایت کرتے ہیں کہ جس روز فرعون کے ستر ہزار سوار زرق برق لباس پہن کر عربی گھوڑوں پر سنہری زینیں ڈال کر چمکتی ہوئی تلواریں لے کر نکلے۔ تو موسیٰ کو اطلاع ہونے پر بنی اسرائیل معہ موسٰے علیہ السلام کے دریائے نیل کے کنارے پر پہنچ چکے تھے۔ بنی اسرائیلیوں نے جب فرعون کی سپاہ دیکھی کہ ہم پر چڑھائی کے لیے آ رہی ہے۔ تو مہتر موسٰے سے کہا کہ آپ پیغمبر خدا ہیں۔ فرعون کی سپاہ تو آ پہنچی۔ اگر وہ شر پر آمادہ ہوئے۔ تو ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ آپ نے دعا کی۔ اللھم لک الحمد والیک المشتکی وانت المستعان ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے موسٰے! اپنا عصا دریا پر مارو۔ آپ نے ویسا ہی کیا۔ تو قدرت الٰہی سے دریا میں شگاف ہو گیا۔ اور بارہ راستے بن گئے جن سے بنی اسرائیل گروہ در گروہ گزرنے لگے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں کہا گیا ہے۔ واوحینا الی موسٰے ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم۔ دائیں بائیں دریا اس طرح پھٹ گیا جس طرح طوق ہوتے

ہیں۔ جو بارہ راستے بنے۔ ان میں سے ہر ایک کی فراخی چھ میل تھی۔ پھر موسےٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو کہا کہ ان راستوں سے گزر جاؤ۔ انہوں نے کہا کئی ہزار سال سے اس زمین پر پانی پھر تا رہا ہے۔ اور کیچڑ بہت ہے۔ ہم کس طرح گزر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو حکم دیا۔ تو ایک دو گھڑی میں زمین خشک ہوگئی۔ بنی اسرائیل کی تعداد چھ ہزار تھی۔ جب عین بیچ میں پہنچے۔ تو کہا کہ ہم تو جا رہے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں کہ فرعون ہمارے پسماندگان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ ہمیں ان کا حال معلوم نہیں۔ یا تو وہ غرق ہوگئے ہوں گے۔ یا فرعونی لشکر کے ہاتھوں قتل ہوگئے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا۔ بے فکر رہو۔ وہ سلامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا۔ کہ دائیں بائیں اشارہ کرو۔ جب دائیں بائیں اشارہ کیا۔ تو دو دریچے نمودار ہوئے جن میں سے ان چھ ہزار نے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو دیکھا۔ جب بنی اسرائیل دریا سے پار ہوگئے۔ تو موسےٰ علیہ السلام نے پھر کر دریا کو عصا مارنا چاہا۔ تاکہ پہلی حالت پر آجائے۔ اور فرعون کی سپاہ غرق ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ آپ چلے جائیں۔ اور دریا کو اسی طرح چھوڑ دیں۔ جب فرعونی لشکر دریا کے کنارے پہنچا۔ تو دریا کو پھٹے ہوئے دیکھا۔ اور بنی اسرائیل صحیح سلامت پار ہوگئے تھے۔ یہ دیکھ کر فرعون نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ دریا کس طرح پھٹ گیا ہے۔ اور پانی کس طرح الگ الگ ٹھہر گیا ہے۔ اور دریا کی تہہ دکھائی دے رہی ہے۔ آؤ! ہم اس سے گزر کر اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کو پکڑ لیں دریا کے کنارے کھڑا ہوا۔ انا ربکم الاعلیٰ۔ میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔ کہا۔ میرے خاص بندے آئیں۔ یہ سن کر سب نے سجدہ کیا۔ مہتر موسےٰ ابھی دریا میں تھے۔ کہ جبرائیل علیہ السلام دریا میں فرعون کے سامنے ابلق گھوڑی پر سوار سیاہ عمامہ باندھے ہوئے آئے۔ اصحاب توریۃ کہتے ہیں۔ کہ اس روز فرعونی لشکر میں گھوڑی کا نام تک نہ تھا۔ صرف وہی تھی جس پر جبرائیل سوار تھے۔ جب گھوڑی ہنہنائی۔ تو فرعون کا گھوڑا بے اختیار اس کے پیچھے دریا میں گرا۔ فرعون نے اسے بہتیرا روکا۔ لیکن نہ رک سکا۔ فرشتوں نے دائیں بائیں سے اس کی سپاہ سمیٹ کر کہا۔ کہ جاؤ! بنی اسرائیل کا پیچھا کرو۔ وہ لشکر بھی دریا میں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ تو ساری فوج غرق کر دے۔ فرعونی قوم کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا۔

پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا سات درویش! واضح رہے کہ حق تعالیٰ کا قہر ایسا سلوک کرتا ہے جیسا کہ فرعون سے کیا کہ اس کو نیست و نابود کر کے چھوڑا جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے تو اذان سنی۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

ہفتے کے روز بیسویں ماہ ذوالحجہ سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خاندان چشت کے پانچ درویش۔ شیخ بہاؤ الدین غزنوی ؒ، مولانا جلال الدین، مولانا عماد الدین مذکور اور آپ کے بھائی حاضر خدمت تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جس روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس روز مریم یا مریم رضی اللہ عنہا یہودیوں کے ڈر کے مارے جنگل میں چھپی ہوئی تھیں۔ اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے وقت اور کوئی موجود نہ تھا۔ الغرض پانی نہ تھا۔ آپ نے پاؤں زمین پر مارا۔ تو چشمہ جاری ہو گیا جس کے پانی سے عیسیٰ کو اور اپنے تئیں نہلایا اور لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ مریم نے بغیر باپ کے بیٹا جنا ہے۔ سب مل کر مہتر زکریا علیہ السلام کے پاس گئے۔ اور انہیں یہ خبر دی۔ آپ نے یہ سن کر یہودیوں کو منع فرمایا کہ ایسی بات نہ کہو کیونکہ ہمارا خدا ایسا ہے جو بغیر باپ کے بیٹا پیدا کر سکتا ہے۔ آپ نے بہتیرا سمجھایا لیکن یہودیوں نے ایک نہ سنی۔ جو جہان کی زبان پر آیا کہہ دیا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر مہتر زکریا علیہ السلام کو کہا کہ ان یہودیوں کو لڑکے کے پاس بھیج دو۔ وہ سب کا جواب دے لیگا۔ آپ نے ویسا ہی کیا۔ کہ نصرانیوں او یہودیوں کو اکٹھا کر کے وہاں بھیج دیا وہ جب آئے۔ تو پوچھا کہ لڑکے! تو کون ہے؟ مہتر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمانِ الٰہی کے مطابق یہ کہا کہ یہودیو! تمہیں واضح رہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اور وہ پیدا کرنے والا ہے۔ میں اس کا پیغمبر ہوں۔ اور عیسیٰ روح اللہ ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بے باپ پیدا کیا ہے۔ اور اسے ہر چیز کی قدرت ہے۔ جب آپ نے گہوارے میں یہ کہا۔ تو اس روز کئی ہزار یہودی مسلمان ہوئے۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب مہتر عیسیٰ علیہ السلام بڑے ہوئے۔ اور رسالت کی چادر پہنی۔ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر فرمانِ الٰہی سنایا۔ کہ ان یہودیوں اور کافروں کو اللہ کی طرف بلاؤ تاکہ ایمان لائیں۔ آپ ہر روز ایسا ہی کرتے اور معجزے دکھاتے لیکن ان سنگدلوں پر کچھ اثر نہ ہوتا وہ صرف یہ کہہ دیتے کہ ہاں اچھا جادو سیکھا ہے۔

پھر یہودیوں نے جمع ہو کر کہا کہ اے عیسیٰ! اگر تو مردوں کو زندہ کرے گا۔ تو ہم تجھ پر ایمان لائیں گے۔ فوراً جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ تیرا یہ معجزہ ہے۔ انہیں کہو کہ مردہ لائیں۔ پھر دعا کرنا۔ وہ زندہ ہو جائے گا۔ آپ نے ویسا ہی کیا۔ جب سب یہودی جمع ہوئے۔ اور مردے کو لائے۔ تو آپ نے دوگانہ ادا کر کے سر سجدے میں رکھ کر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مردے کو زندہ کیا۔ وہ مردہ لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس روز جن کے نصیب میں اسلام تھا۔ مسلمان ہو گئے لیکن بعض نے اس روز بھی یہی کہا کہ تو نے اچھا جادو سیکھا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے آسمان پر جانا چاہا۔ تو حضرت جبرائیل آپ کو آکر اوپر لے چلے۔ جب چوتھے آسمان پر پہنچے۔ تو حکم ہوا کہ اسی جگہ رہنے دو۔ اس میں دنیاوی آلائش موجود ہے۔ ہرگز آگے نہیں آسکتا۔

بعد ازاں حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو حیات ابدی عنایت کی ہے۔ اس واسطے کہ آپ نے سارے گذشتہ انبیاء کو دیکھا ہے۔ اور اب بھی جو اولیاء ہوتے ہیں۔ ان سے ملاقات کر کے ان کو عجائبات قدرت دکھلاتے ہیں۔ اور ہر ایک کا مفصل حال بتاتے ہیں۔ خاص کر اسی کام کی خاطر آپ کو ہمیشہ کی زندگی عطا ہوئی ہے۔ پانی کا انتظام آپ سے متعلق ہے۔ تاکہ مسافروں کی دستگیری کریں۔ جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو اذان ہوئی۔ آپ یادِ حق میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور دیگر لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

جمعہ کے روز پندرھویں ماہ **محرم سنہ ۵۹۰ھ** کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا فخر الدین رازی، مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا شہاب الدین اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ پیغمبر خدا تھے۔ ہر وقت طاعت و عبادت میں مشغول رہ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے۔ ایک گھڑی بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ رہتے۔ آپ کی قوم نے لواطت اختیار کی۔

پھر فرمایا کہ میں نے قصص الانبیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ قوم لوط کا فساد حد سے بڑھ گیا۔ تو ان میں حسب ذیل دس عادتیں راسخ ہو گئیں۔ ۱۔ شراب خوری، ۲۔ سرخ لباس پہننا۔ ۳۔ مرد کا مرد کے ساتھ بدفعلی کرنا ۴۔ رنگ دار نازک کپڑے پہننا، کمان سازی، کبوتر بازی ۷۔ غیبت، ۸۔ راگ رنگ اور مسخرگی ۹۔ ایک دوسرے کے ستر کو دیکھنا۔ ۱۰۔ لوط پیغمبر سے برابری کرنا۔

جب مندرجہ بالا عادتیں راسخ ہوئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ان پر پتھر برسائے اور زمین کو حکم ہوا کہ انہیں نگل جاؤ۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری اُمت میں ان دس کے علاوہ گیارھویں اور عادت ہو گی یعنی عورت عورت سے جماع کرے گی۔

پھر فرمایا کہ میں نے تفسیر میں لکھا دیکھا ہے کہ جب ایسا زمانہ آئے گا۔ تو آسمان سے پتھر برسیں گے۔ اور زمین ایسے لوگوں کو نگل جائے گی۔

جب خواجہ صاحبؒ یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ ؛

جمعرات کے روز پانچویں ماہ **صفر** سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ماہ صفر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا برہان الدین غریبؒ، مولانا شمس الدین یحییٰ اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ماہ صفر بہت گراں مہینہ ہے۔ جو بلا دنیا میں نازل ہوتی ہے۔ وہ اسی مہینے میں نازل ہوتی ہے آثار میں لکھا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے سال میں ایک لاکھ چوبیس ہزار بلائیں نازل فرماتا ہے۔ اس واسطے لوگوں کو چاہیئے کہ دعا اور نماز میں مشغول رہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہیں۔

بعد ازاں اسی کے مناسب فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ماہ صفر کے ختم ہونے کی بشارت دے۔ اس پر خدا کی رحمت ہو۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی ماہ میں اس دارِ فانی سے کوچ کی تیاری شروع کی۔ آخری بدھ کے

پھر سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا خواجگان کا قول ہے کہ سلوک کے پندرہ درجے ہیں جن میں سے پانچواں کشف و کرامت کا ہے۔ جو شخص پانچویں درجے میں کشف و کرامت ظاہر کرے۔ وہ بس اسی درجے پر رہتا ہے۔ وہ آگے ترقی نہیں کر سکتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ راہ سلوک میں سالک جب پانچویں درجے پر پہنچے۔ تو اپنے تئیں ظاہر نہ کرے۔ تاکہ گمراہی میں پڑ کر دوسرے درجوں سے محروم نہ رہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا اور شیخ الاسلام فرید الحق والدین رحمتہ اللہ علیہما ایک مرتبہ دریا کے کنارے پہنچے۔ جہاں پر چوروں کا ڈر تھا۔ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ کشتی موجود نہیں۔ ڈاکو آکر ہمیں ہلاک کر دیں گے۔ یہ ٹھیک نہیں شیخ الاسلام فوراً پانی پر قدم رکھ کر دوسرے کنارے جا پہنچے۔ اور بہاؤ الدین زکریا وہیں کھڑے رہ گئے۔
شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس موقعہ پر کشف جائز ہے۔ کیونکہ دشمنوں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ البتہ اور موقعوں پر جائز نہیں۔ جب شیخ بہاؤ الدین نے یہ بات سنی۔ تو آپ بھی پانی پر قدم رکھ کر دوسرے کنارے آپہنچے۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اپنے تئیں کشف کرنا بہتر ہے۔ لیکن موقعہ پر نہ کہ بے موقعہ۔

بعد ازاں مہتر جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو کافور سے پیدا کیا۔ پوچھا گیا کہ آپ کا پسینہ سفید کیوں ہے؟ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کافور سے پیدا کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے سرور کائنات کو لانے کے لئے کہا۔ تو آنجناب سوئے ہوئے تھے۔ پاس جا کر کھڑا ہوا حکم الٰہی ہوا کہ خبردار! جگانا مت میں نے بیٹھ کر بڑے ادب سے پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ آپ بیدار ہوئے۔ اس میں یہی حکمت تھی۔ کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کو بوسہ دوگے۔ اور چونکہ کافور کی تاثیر سرد ہے اس بوسے کی سردی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرائیل عزوجل کا فور سے بنائے گئے ہیں۔

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بارے میں گفتگو شروع

ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ جس رات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس ہوتے فرمایا کہ میں نے ایک فرشتہ دیکھا ہے۔ جس کے پانچ لاکھ منہ ہیں ہر منہ میں پانچ لاکھ زبانیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔ جب میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کونسا فرشتہ ہے؟ فرمایا۔ وہ شخص جو پھول کو سونگھ کر آپ پر درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس فرشتے کی تسبیح کا ثواب اسے دیتا ہے۔ اور نیز دوسرے ثوابوں سے بھی اسے محروم نہیں رکھتا۔

بعد ازاں فرمایا میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص شراب کی مجلس میں گلاب کا پھول رکھے اور شراب نوشی کرے۔ ڈر ہے کہ اس کا ایمان جاتا رہے گا۔ کیونکہ پھول اجزا سے محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جز ہیں۔ اور ایسا کرنا گویا ایک قسم کی حقارت ہے۔ جو شخص قرآن شریف پڑھے۔ یا جانتا ہو۔ اور پھر شراب نوشی کرے۔ بے شک حدیث کے مطابق اس کا ایمان جاتا رہے گا۔

بعد ازاں ایک بزرگ نے پوچھا کہ یونس علیہ السلام کو پانی میں ڈالنے کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا کہ اسے عشق کی آگ لگی تھی۔ اور جیسے آگ لگتی ہے۔ اس پر پانی ڈالتے ہیں تاکہ جل نہ جائے اسی واسطے آپ کو بھی پانی میں ڈالا گیا۔ جب خواجہ صاحبؒ یہ حکایت ختم کر چکے۔ تو اذان ہوئی۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور دیگر لوگ واپس چلے آئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

منگل کے روز بیسویں ماہ ربیع الاول سنہ مذکور کو پابوسی کی دولت

نصیب ہوئی۔ مولانا عماد الدین، شمس الدین یحییٰ، مولانا برہان الدین غریب اور چند اور درویش حاضرِ خدمت تھے۔ خواجہ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آنجناب کے اصحابِ کرام کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جس رات آنحضرت کی ولادت ہوئی۔ آپ کے چچا ابو طالب نے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک شمع آپ کے والد بزرگوار عبداللہ کے گھر میں اتری ہے۔ اور آپ کے اقربا، جن کے نصیب میں اسلام تھا، اس شمع سے اپنا اپنا چراغ روشن کر رہے ہیں۔ جس وقت آپ بیدار ہوئے۔ آپؒ کی

پھر سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ خواجگان کا قول ہے کہ سلوک کے پندرہ درجے ہیں جن میں سے پانچواں کشف و کرامات کا ہے۔ جو شخص پانچویں درجے میں کشف و کرامت ظاہر کرے۔ وہ بس اسی درجے پر رہتا ہے۔ وہ آگے ترقی نہیں کر سکتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ راہ سلوک میں سالک جب پانچویں درجے پر پہنچے۔ تو اپنے تئیں ظاہر نہ کرے۔ تاکہ گمراہی میں پڑ کر دوسرے درجوں سے محروم نہ رہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا اور شیخ الاسلام فرید الحق و الدین رحمۃ اللہ علیہما ایک مرتبہ دریا کے کنارے پہنچے۔ جہاں پر چوروں کا ڈر تھا۔ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ کشتی موجود نہیں۔ ڈاکو آ کر ہمیں ہلاک کر دیں گے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ شیخ الاسلام فوراً پانی پر قدم رکھ کر دوسرے کنارے جا پہنچے۔ اور بہاؤ الدین زکریا وہیں کھڑے رہ گئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس موقعہ پر کشف جائز ہے۔ کیونکہ دشمنوں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ البتہ اور موقعوں پر جائز نہیں۔ جب شیخ بہاؤ الدین نے یہ بات سنی۔ تو آپ بھی پانی پر قدم رکھ کر دوسرے کنارے آ پہنچے۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اپنے تئیں کشف کرنا بہتر ہے۔ لیکن موقعہ پر نہ کہ بے موقعہ۔

بعد ازاں مہتر جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو کافور سے پیدا کیا۔ پوچھا گیا کہ آپ کا پسینہ سفید کیوں ہے؟ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کافور سے پیدا کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے سرور کائنات کو لانے کے لئے کہا۔ تو آنجناب سوئے ہوئے تھے۔ پاس جا کر کھڑا ہوا۔ حکم الٰہی ہوا کہ خبردار! جگانا مت۔ میں نے بیٹھ کر بڑے ادب سے پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ آپ بیدار ہوئے۔ اس میں یہی حکمت تھی۔ کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کو بوسہ دو گے۔ اور چونکہ کافور کی تاثیر سرد ہے اس بوسے کی سردی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرائیل ؑ نور کافور سے بنائے گئے ہیں۔

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بارے میں گفتگو شروع

ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ جس رات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس ہوتے فرمایا کہ میں نے ایک فرشتہ دیکھا ہے۔ جس کے پانچ لاکھ منہ ہیں ہر منہ میں پانچ لاکھ زبانیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔ جب میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کونسا فرشتہ ہے؟ فرمایا۔ وہ شخص جو پھول کو سونگھ کر آپ پر درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس فرشتے کی تسبیح کا ثواب اسے دیتا ہے۔ اور نیز دوسرے ثوابوں سے بھی اُسے محروم نہیں رکھتا۔

بعد ازاں فرمایا میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص شراب کی مجلس میں گلاب کا پھول رکھے اور شراب نوشی کرے۔ ڈر ہے کہ اس کا ایمان جاتا رہے گا۔ کیونکہ پھول اجزا سے محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جز ہیں۔ اور ایسا کرنا گویا ایک قسم کی حقارت ہے۔ جو شخص قرآن شریف پڑھے۔ یا جانتا ہو۔ اور پھر شراب نوشی کرے۔ بے شک حدیث کے مطابق اس کا ایمان جاتا رہے گا۔

بعد ازاں ایک بزرگ نے پوچھا کہ یونس علیہ السلام کو پانی میں ڈالنے کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا کہ اسے عشق کی آگ لگی تھی۔ اور جسے آگ لگتی ہے۔ اس پر پانی ڈالتے ہیں تاکہ جل نہ جائے اسی واسطے آپ کو بھی پانی میں ڈالا گیا۔ جب خواجہ صاحبؒ یہ حکایت ختم کر چکے۔ تو اذان ہوئی۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

منگل کے روز بیسویں ماہ ربیع الاول سنہ مذکور کو پابوسی کی دولت

نصیب ہوئی۔ مولانا عماد الدین، شمس الدین یحییٰ، مولانا برہان الدین غریب اور چند اور درویش حاضرِ خدمت تھے۔ خواجۂ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آنجناب کے اصحابِ کرام کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جس رات آنحضرت کی ولادت ہوئی۔ آپ کے چچا ابو طالب نے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک شمع آپ کے والد بزرگوار عبداللہ کے گھر میں اتری ہے۔ اور آپ کے اقربا، جن کے نصیب میں اسلام تھا۔ اس شمع سے اپنا اپنا چراغ روشن کر رہے ہیں۔ جس وقت آپ بیدار ہوئے۔ آپ کی

والدہ صاحبہ آمنہ حجرے میں تنہا تھیں۔ اور اس حجرے میں کوئی چراغ نہ تھا لیکن روشنی دن کی طرح ہو گئی۔ تمام ملکوت دنیا میں آئے۔ اور آسمان پر سربسجود ہوئے۔ کہ پروردگار رحمت عالمیان جہان میں آیا ہے۔ الغرض جب آپ زمین پر آئے۔ تو جو بت روئے زمین پر جہاں کہیں بت تھے۔ سرنگوں ہو گئے۔ جب آنحضرتؐ کے دادا عبد المطلب نے دیکھا۔ تو فوراً آپ کے والد بزرگوار کے گھر پر آ کر دستک دی کہ کواڑ کھولو۔ اندر آ کر آنحضرتؐ کو گود میں لیا اور کہا کہ یہ پیغمبر ہے۔ ہم نے انجیل میں پڑھا تھا۔ پھر ابو طالب آئے۔ اور آپ کے سر اور آنکھوں پر بار بار بوسہ دے کر کہا کہ اگر حکم ہو تو چونکہ میرے کوئی لڑکا نہیں۔ میں بھتیجے ہی کو بیٹا بنا لوں۔ رشتہ دار راضی ہو گئے کہ بہتر ہے۔ الغرض سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں میں قلم نور سے لکھا تھا۔ اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمد عبده و رسوله۔ اور دونوں کندھوں کے مابین مہر نبوت تھی۔ راوی روایت کرتا ہے کہ ولادت کی شب کئی یہودی مسلمان ہوئے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جس حجرے میں آنحضرت کی پیدائش واقع ہوئی ہے۔ اب تک اس کے اندر جو شخص جاتا ہے۔ ہفتہ بھر اس کے بدن سے خوشبو آتی رہتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چار سال کے ہوئے۔ تو ایک روز لڑکوں میں کھیل رہے تھے۔ جبرائیل کو حکم ہوا کہ ان بچوں میں سے محمد کو لے کر اس کے سینہ مبارک کو شگاف دے کر اندرونی آلائش کو دور کر کے بہشتی عطریات عنبر اور مشک سے بھر دے جبرائیل نے ویسا ہی کیا۔ کہ جہاں کہیں بہشت میں خوشبو تھی۔ لا کر سینہ مبارک میں بھر دی۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! چاند اور سورج کا نور بھی سرور کائنات کے نور سے ہے۔ پھر فرمایا کہ بہشت میں جو درخت وغیرہ ہیں۔ ان پر آنحضرتؐ کا اسم مبارک لکھا ہوا ہے۔ اور انہیں حکم ہے کہ قیامت تک اسی نام کا ورد کرتے رہو۔ آسمان اور زمین میں ایسی کوئی جگہ نہیں۔ جہاں آنحضرت کا اسم مبارک نہ لکھا ہو۔

حجاب عظمت سے ہے کہ عرش عظیم تک بھی ایسا ہی ہے۔
پھر فرمایا کہ جب آنحضرت ابوطالب کے ہمراہ تجارت کے لئے جایا کرتے۔ تو حکم الٰہی کے مطابق بادل آفتاب پر سایہ رکھتا۔ نیز آنحضرت کا یہ بھی معجزہ تھا کہ جس طرح آپ کو سامنے کی چیزیں دکھائی دیتی تھیں۔ اسی طرح پیچھے کی بھی اور جس طرح عالت بیداری میں سنتے۔ اسی طرح خواب میں بھی۔
پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ملکوت کے روبرو اس بات کا حلف اٹھایا ہے کہ مجھے اپنے عزوجلال کی قسم! اگر محمدؐ نہ ہوتا تو میں اپنے ملک کو ظاہر نہ کرتا۔
پھر فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ وہی کرے گا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنا حبیبؐ قرار دیا ہے۔ اور محبت کا اقتضا بھی یہی ہے۔
پھر فرمایا کہ جب روز مہتر عیسیٰ علیہ السلام نے مردے کو زندہ کرنا چاہا۔ تو حکم الٰہی ہوا۔ کہ محمدؐ کا نام لو۔ جب آپؐ نے آنجنابؐ کا اسم مبارک پڑھا۔ تو حق تعالیٰ نے اسم مبارک کی برکت سے مردے کو زندہ کیا۔
پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ بازار سے مچھلی خرید لائے۔ اس مچھلی کو بھوننا چاہا۔ ساری لکڑیاں خرچ کر دیں لیکن وہ نہ بھونی گئی۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ بھونی کیوں نہیں جاتی؟ عرض کی۔ میں ایک روز دریا میں تھی۔ جہاز پر تاجر درود پڑھ رہے تھے۔ ان کی آواز میں نے سُنی تو میں بھی درود پڑھتی رہی۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس درود کی برکت سے آگ مجھ پر حرام کر دی۔
پھر خواجہ صاحبؒ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ اے پروردگار! جس نے ایک مرتبہ درود پڑھا۔ اس پر آگ حرام ہے۔ تو جو شخص صبح سے شام تک آنحضرت کی محبت میں مستغرق ہے۔ امید ہے کہ اسے تو کوئی آگ بھی نہیں جلا سکے گی۔
بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز مہتر جبرائیل نے آنحضرت کی خدمت میں آ کر عرض کی۔ کہ جناب

یہ ساری خدمات میں بجالاتا ہوں۔ یہ اس واسطے ہے کہ قیامت کے دن آپ میرے حق میں سفارش کریں گے۔ اور مجھے بھول نہ جائیں۔ میں آپ کی آل کی بہت سی خدمت کروں گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ مہتر داؤد علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ آسمان میں فرشتے کس شغل میں مشغول ہیں؟ کہا جس روز سے اللہ تعالیٰ نے تمام ملکوت کو پیدا کیا ہے۔ انہیں حکم ہوا ہے کہ محمد آخرالزمان کا اسم مبارک ورد زبان رکھو۔ اور اس کی دوستی دل میں رکھو۔ اگر اس سے محبت نہ رکھو گے۔ اور اس اسم مبارک کو شفیع نہ پاؤ گے۔ تو تمہیں علیحدہ کیا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مہتر داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کرنی چاہی۔ تو فرمایا کہ ہماری بارگاہ میں محمد کے اسم مبارک کو شفیع بنا۔ تاکہ ہم تیری توبہ قبول کریں۔ پھر فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ موجودات میں ہے۔ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ہے۔

پھر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ آپ سب سے پہلے آنحضرت کی پیغمبری پر ایمان لائے۔ وہ ابوبکر صدیق ہی تھے۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ جب آنحضرت پر رسالت مقرر ہوئی۔ تو آپ کو فرمایا اے ابوبکر! کہو۔ کہ میں پیغمبر خدا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ آپ نے فوراً کہہ دیا۔ صدقت یا رسول اللہ! یعنی زبان و دل سے میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ پیغمبر برحق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اور اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ یہ کہہ کر آپ مسلمان ہو گئے۔

پھر آپ کی بزرگی کے بارے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ راستہ چلتے پاؤں تلے چیونٹی آگئی۔ چیونٹی کی آہ سن کر ٹھہر گئے۔ دایاں پاؤں اٹھا کر دیکھا۔ تو تڑپتی ہوئی چیونٹی دیکھی۔ اسے اٹھایا تو وہ مر گئی۔ اسے ہتھیلی پر رکھ کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! اگر تیری درگاہ میں مجھے بال بھر بھی دخل ہے۔ تو اس کی حرمت سے اس چیونٹی کو زندہ کر۔ ابھی ٹھیک طور پر یہ الفاظ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ چیونٹی زندہ ہو گئی۔

بعد ازاں آپ کی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ڈاڑھی مبارک کو شانہ کر رہے تھے۔ کہ ایک بال جدا ہو کر ہیوں کے

قبرستان میں جا پڑا جس کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے ایک سو تین دن تک اس قبرستان سے عذاب اٹھالیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز ادا کرتے۔ تو ہزار مقرب فرشتے دیکھا کرتے۔ آپ اس خشوع و خضوع سے نماز ادا کرتے۔ کہ جس وقت اللّٰہ کہتے اس کی ہیبت سے فرشتوں کے اعضاء کانپ اٹھتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب امیر المؤمنین ابوبکر صدیق نماز ادا کرتے۔ تو آکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ مبارک پر سر رکھ دیتے۔ جب آنحضرت آپ کو دیکھتے۔ تو بغلگیر ہو کر پوچھتے۔ آپ کیوں اتنے سویرے آتے ہیں؟ عرض کرتے اس واسطے کہ سب سے پہلے آپ کا دیدار میں کروں! پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اٹھو! مجھے اللہ تعالےٰ کے جلال کی قسم۔ کہ آپ کی ڈاڑھی کے بالوں کے سبب مجھے تحت الثرےٰ تک کی چیزیں نظر آتی ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ ماہ رمضان کی ہر رات معہ چاروں یاروں اور حسن حسین کے مدینہ کے جنگلوں میں جا کر امتوں کی بخشش کے لئے دعا کرتے جب رات کا آخری حصہ ہوتا تو مہتر جبرائیل آکر عرض کرتے۔ اٹھو! حکم الٰہی ہے کہ ہم نے ابوبکر صدیق کے ایک سفید بال کی خاطر اتنے ہزار امتی بخشے۔ اور انہیں آتش دوزخ سے آزاد کیا۔

پھر فرمایا کہ جب کبھی مدینے کے جنگل میں مناجات کے لئے جاتے۔ تو یہی آواز آتی۔ کہ ہم نے ابوبکر صدیق کے سفید بالوں کی خاطر اتنے ہزار امتیوں کو نجات دی۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے۔ اور امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ عائشہ! کیا تمہیں اپنے والد بزرگوار کی بزرگی کی بھی خبر ہے؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا۔ تمہارے والد بزرگوار کا نام قرص آفتاب پر لکھا ہوا ہے۔ جب سورج کعبہ کی چھت پر پہنچتا ہے۔ تو وہاں کھڑا ہو کر کہتا ہے۔ کہ اس مقام سے بڑھ کر اور کوئی مقام

فری مرتبہ نہیں۔ یہاں سے آگے نہیں بڑھوں گا۔ جب وہ کھڑا ہو رہتا ہے۔ تو فرشتے جو اس پر موکل ہیں۔ تمہارے والد کی قسم اسے دیتے ہیں۔ کہ اس کے نام کی برکت سے تو یہاں سے گزر جا۔ تو پھر وہ وہاں سے آگے بڑھتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک روز امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر کی بزرگی کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا مجھ میں طاقت نہیں کہ میں ذرہ بھر بزرگی کا بیان کر سکوں لیکن سالہا سال سے مناجات میں کہتا ہوں کہ کاش اس کے بالوں سے اتنے ہزار گناہ بخشے جائیں گے۔

بعدازاں امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جس روز حق تعالےٰ نے آپ کو اسلام عطا کیا تو اسی روز یہودیوں کو کہا کہ اگر محمد کو زندہ دست بستہ لاؤں تو پھر مجھے تم لوگ کیا کہو گے؟ یہودیوں نے کہا۔ اگر تو ایسا کرے۔ تو ہم مدینے کا مالک تجھے بنا دیں گے۔ آپ یہ دعویٰ کر کے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ اتفاقاً آپ اپنی ہمشیرہ کے دروازہ کے پاس سے گزرے۔ جو کلام مجید پڑھ رہی تھیں۔ اور اس وقت سورۂ طٰہٰ پر تھیں۔ آپ دروازے پر کھڑے ہو کر بڑی توجہ سے سنتے رہے۔ چونکہ آپؓ کے مسلمان ہونے کا وقت قریب آگیا تھا۔ آپ کو کلام الٰہی سننے سے ذوق اور وجد پیدا ہوا۔ نعرہ مارا۔ اور ہمشیرہ سے پوچھا۔ سچ بتا۔ کیا پڑھ رہی تھی؟ اس نے انکار کیا۔ آپ نے تلوار سونت کر کہا۔ اگر سچ نہ بتائے گی تو قتل کر دوں گا۔ آپ نے کہا۔ وہ کتاب پڑھ رہی تھی۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ کہا مجھے دے۔ تاکہ میں بھی پڑھوں۔ کیونکہ اس کے سننے سے میرا اندرونہ کانپ اُٹھا ہے۔ کہا۔ اے عمر! ابھی تو ناپاک ہے۔ تجھ سے بتوں کی بو آتی ہے جب تک تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر مسلمان نہ ہوئے گا۔ اور خطاؤں کا خرقہ پارہ پارہ نہ کرے گا۔ تو کلامِ الٰہی ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ یہ سنتے ہی فرمایا۔ چلو۔ مجھے لے چلو! تاکہ میں بھی ایمان لاؤں۔ کہا اس طرح نہیں۔ پوچھا۔ کس طرح؟ کہا۔ وہاں عاجزی، نرمی اور بے چارگی سے جانا چاہیئے۔ فرمایا۔ بہن مجھے اسی رسّی سے (جس سے میں محمد کے

ہاتھ پیٹھ پر باندھنا چاہتا تھا، میرے ہاتھ میری پشت پر باندھ ۔ اور آنحضرت کی خدمت میں جاکر عرض کر۔ کہ یہ غلام آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھاگ گیا تھا۔ آپ براہِ عنایت اسے قبول فرمائیں۔ آپ کی ہمشیرہ نے ویسا ہی کیا۔ اور آنحضرت کی خدمت میں لائی۔ جو لوگ حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے اٹھ کر حضرت عمر کے بازو کھولے۔ اور آنحضرت نے بڑی نوازش فرمائی۔ جبرائیلؑ نے آکر حکم سنایا کہ اسے جلدی مسلمان کرو!

بعد ازاں فرمایا کہ جب عمر مسلمان ہوئے۔ تو پہلے غار کے اندر اذان کہی جاتی تھی۔ اب مسجد کے اوپر کھڑے ہوکر اذان دینے لگے۔ اور اسلام کو تقویت حاصل ہوئی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے ابو اللیث کی تنبیہ میں لکھا دیکھا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائے گا کہ ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو؟ تو میں کہوں گا عمر۔

پھر فرمایا۔ آپ کا عدل و انصاف اس درجے کا تھا کہ اپنے بیٹے سے بھی ٹھیک انصاف سے پیش آئے۔ یہ قصہ یوں مشہور ہے کہ ابو شحمہ نے شراب پی۔ اور زنا کیا جب اسے پکڑ کر مدینہ کی مسجد میں لائے جہاں پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابہ کبار تشریف فرما تھے۔ تو فرمایا کہ اسے اسّی درّے لگاؤ جب کچھ درّے لگائے گئے تو ابو شحمہ ہلاک ہوگیا۔ فرمایا۔ باقی اس کے مردے پر مارو۔ جس کی تکمیل کی گئی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ الحمدللہ! وہ دوزخ کی آگ سے تو بچ گیا۔ پہلی رات ہی اسے خواب میں دیکھا کہ سبز لباس پہنے بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے والد پر رحم کرے جس نے مجھے دوزخ کے عذاب سے نجات دلوائی۔ پھر فرمایا کہ عدل اسی کا نام ہے جو حضرت عمر نے کیا۔

پھر امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ آنحضرت صلعم کے یارِ غار تھے۔ اور داماد بھی۔ آنحضرت کی دامادی پر فخر یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میری سو لڑکیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے سب کے نکاح عثمانؓ سے کرتا۔ اس واسطے کہ اہلِ زمین و آسمان فخر کرتے ہیں

پھر فرمایا کہ جس قدر مال آپ کے پاس تھا صحابہ کرام میں سے کسی کے پاس نہ تھا۔ اعلیٰ درجہ کے تھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کی کہ میں مال کی بہتات سے تنگ آگیا ہوں۔ آپ دعا کریں تاکہ اس میں کمی آوے۔ کیونکہ اس میں مشغول رہنے سے طاعت کا کام ٹھیک

طور پر نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت نے دعا کرنی چاہی تو جبرائیل نے آکر فرمان الٰہی سنایا کہ عثمان کے حق میں دعا نہ کرنا کیونکہ وہ اکثر مال ہماری راہ میں صرف کرتا ہے۔ اور ہم اس کے مال کو زیادہ کرتے ہیں پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ آپؓ نے آنحضرت کو معہ صحابہ کرام مدعو کیا میزبانی کی شرائط ادا کرنے کے بعد دست بستہ عرض کی کہ مسجد سے گھر تک کا فاصلہ ستر قدم ہے۔ سواے یارو آگواہ رہنا میں آنحضرت کے ایک ایک قدم کے بدلے میں ایک ایک بردہ آزاد کرتا ہوں۔ جب آپ نے ایسا کیا۔ تو آنحضرت نے دعا کی جس سے دینی مطلب حاصل ہوا۔ پھر فرمایا کہ ایک روز امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کسی لونڈی سے ہمبستری کرنی چاہی خاتون قیامت دختر رسول خدا کی نگاہ پڑی۔ تو رشک سے برقعہ پہن کر آنحضرت کے حجرے میں آئیں۔ اور سارا حال عرض کیا۔ فرمایا۔ اگر تو جا کر عثمان کو خوش نہیں کرے گی۔ تو میں قیامت کے دن تیرا منہ نہیں دیکھوں گا۔ اس وقت عثمان بھی مارے شرمندگی کے حیران کھڑے تھے کر دیکھتے کیا حکم صادر ہوتا ہے جب آنحضرت نے اپنی دختر فرخندہ اختر کو یہ فرمایا۔ تو آپ نے اٹھ کر عثمان کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔ آپ نے حیران ہو کر کہا۔ یا بنت رسول اللہ آپ یہ سن کر اٹھیں۔ اور تین سو لونڈیوں کو آپ کے سر کے صدقے آزاد کیا۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن امیر المومنین عثمان کو وہ درجے عطا ہوں گے کہ تمام انبیاء رشک کریں گے کہ کاش ہم عثمان ہوتے۔ بعد ازاں امیر المومنین علی کے بارے میں فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گزشتہ انبیاء کے وقت جب وہ کسی قلعہ کو فتح کرنے سے عاجز آتے۔ تو اللہ تعالیٰ امیر المومنین علی کی صورت پیدا کرتا۔ تو وہ قلعہ فتح ہو جاتا۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ نے غول بیابانی کی جنگ میں عاجز آ کر ایسا نعرہ مارا کہ چودہ طبق کانپ اٹھے۔ اور نعرہ مدینہ میں آنحضرت نے بھی سنا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام سورہ اخلاص لائے۔ اور فرمان الٰہی سنایا کہ یہ سورۃ علی کے پاس بھیجو! تا کہ غول بیابانی پر فتح حاصل ہو۔ آنحضرت نے ویسا ہی کیا۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے ایک رات سورۃ اخلاص کا ورد کیا۔ تو دوسرے دن فتح نصیب ہوئی۔

پھر فرمایا کہ جب داؤد علیہ السلام آہنی زرہ بنانا چاہتے۔ تو ہاتھ میں لوہا لے کر علی کا نام لیتے جس کی برکت سے لوہا موم ہو جاتا۔ بعد ازاں فرمایا کہ آنحضرت کی خدمت میں سلمان فارسی اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ حاضر تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ بوڑھوں سے خوش طبعی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ چھوٹے کنکر اٹھا کر بار بار سلمانؓ کی طرف پھینکتے۔ آخر تنگ آ کر سلمان نے کہا۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ مجھے کنکر پھینکتا ہے۔ کیا میں نے تمہیں

گود میں اٹھا کر نہیں کھلایا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ مجھے کیا یاد۔ تو ہی یاد کر کہ تجھے فلاں جنگل میں شیر کے منہ سے چھڑایا تھا۔ یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ سلمان فارسی جنگل میں شیر کے قابو آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی صورت پیدا کی۔ جسے سلمان فارسی نے اقرار کیا کہ ٹھیک ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت کو معہ صحابہ کرام مدعو کیا جب افطار کا وقت ہوا تو آپ اس سوچ میں تھے کہ مسجد سے میرے گھر تک اٹھارہ قدم کا فاصلہ ہے اور میرے پاس کوئی بردہ نہیں ہے جسے آزاد کروں عثمانؓ نے ستر ہ غلام آزاد کئے تھے۔ ابھی اسی سوچ میں تھے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمان الٰہی سنایا۔ کہ یا رسول اللہ! مسجد سے کر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے مکان تک اٹھارہ قدم کا فاصلہ ہے ہم نے آپ کے ہر قدم کے بدلے اٹھارہ ہزار عالم کو آتش دوزخ سے نکالا۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے فتاویٰ میں لکھا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت میں مومنوں کے لئے چار ندیاں پیدا کی ہیں۔ ایک پانی کی۔ دوسری دودھ کی تیسری شراب کی چوتھی شہد کی۔

پھر فرمایا کہ ابوبکرؓ کی مثال پانی کی ندی کی طرح ہے سو پانی سے ہر چیز زندہ ہوتی ہے اور عمرؓ کی مثال دودھ کی ندی کی سی ہے۔ کہ جب تک بچہ دودھ نہ پئے نشوونما نہیں پا سکتا پس اسلام نے بھی جو نشوونما حاصل کی۔ وہ عمرؓ کی وجہ سے ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی مثال شراب کی ندی کی سی ہے جس سے نمازیوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی مثال شہد کی سی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہشت میں سلسبیل، زنجبیل، رحیق اور کافور کے چشمے پیدا کئے ہیں جیسا کہ کلام مجید میں فرماتا ہے۔ وعینا یشرب بھا عباد اللہ یفجرونھا تفجیرا و عینا یشرب بھا المقربون وعین فیھا تسمی سلسبیلا ۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ان چار کلمات کی ابتداء عین سے ہے۔ مثلاً عشق ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم پس! یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان چار چشموں سے اسی شخص کو حصہ ملتا ہے۔ جو چاروں یاروں کو دوست رکھے۔

پھر فرمایا کہ حدیث میں ہے۔ اختار اصحابی علی العلمین سوی المومنین و المرسلین و اختار من اصحابی و بعث فجعلھم اربعۃ ھم ابوبکر عثمان عمر علی یعنی بے شک! اللہ تعالیٰ نے میرے اصحابؓ کو برگزیدہ بنایا اور ان میں سے چاروں کو خاص کر یعنی ابوبکرؓ

عثمان، عمر، علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

بعدازاں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری اُمت کو اپنے پاس بلائیگا اس وقت صدیق ابوبکر صدیق کے ہمراہ بہشت میں داخل ہوں گے۔ اور معروف بجالانے والے عمر کے ساتھ اہلِ شرم عثمان کے ہمراہ، اہلِ سخا اور نیک خو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ۔ اہلِ علم معاذ جبل کے ساتھ اہلِ قرآن ابی کعب کے ساتھ، درویش ابی درداء کے ہمراہ، اہلِ زہد ابی درد کے ہمراہ، شہید حمزہؓ کے ہمراہ اور اہلِ موذن بلالؓ کے ہمراہ بہشت میں داخل ہوں گے۔

بعدازاں فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ابوبکر وزیری والقایم امتی بعدی وعمر حبیبی وعثمان منی وعلی اخی وصاحب لوائی یعنی ابوبکر میرے وزیر ہیں۔ اور میری اُمت کو قائم کرنے والے ہیں۔ عمر میرے دوست ہیں۔ اور عثمان مجھ سے ہیں۔ اور علی میرے بھائی ہیں۔ اور جھنڈے کے مالک ہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے باقی پیغمبروں کو مختلف درختوں سے پیدا کیا لیکن مجھے علی کرم اللہ وجہہ کو ایک ہی درخت سے بنایا۔ جس کا سر میں ہوں اور شاخیں علی۔ حسن اور حسین میوے اور باقی اولاد تابعین پتے ہیں پس جو کسی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ دوزخ کی آگ سے نجات پاجاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ جب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ شکمِ مادر میں تھے۔ تو جب کبھی آپ کی والدہ صاحبہ بتوں کو سجدہ کرنا چاہتیں۔ آپ کچھ اس قسم کی ہلچل مچاتے کہ آپ سجدہ نہ کر سکتیں۔

بعدازاں والدین کی بزرگی کے بارے میں فرمایا کہ والدین کی شفقت و رحمت اللہ تعالیٰ کی شفقت و رحمت ہے۔ اور والدین کا قہر و غضب اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب ہے جس فرزند سے والدین خوش نہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ بھی خوش نہیں۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ جب بے بسی کے وقت بارگاہ الٰہی میں والدین کو شفیع بنائیں تو وہ مہم سرانجام ہو جاتی ہے۔ اور اس عاجزی و بے بسی سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ میں نے آثار اولیا میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ قبرستان سے گزرا۔ تو آہ و بکا کی آواز سن کر وہ وہیں ٹھہر گیا جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک مردے کو عذاب کر رہے ہیں۔ اور وہ اماں اماں پکارتا

ہے۔ یہ دیکھ کر اس بزرگ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ کہ اس مردے سے مٹی کا تودہ دور ہو جائے اور اسے دیکھ لوں کہ وہ کون ہے۔ اس بزرگ نے دیکھا کہ سخت عذاب میں مبتلا ہے۔ اور اماں ہی اماں پکارتا ہے۔ اس بزرگ نے کہا۔ ماں کو کیوں یاد کرتے ہو۔ حق تعالیٰ کو یاد کرو۔ تاکہ تمہیں نجات حاصل ہو۔ کہا۔ زندگی میں جب کبھی میں کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا تھا۔ تو ماں ہی کو پکارتا تھا جس کے سبب اس مصیبت سے نجات حاصل ہو جاتی سو اسی وقت اسے عذاب سے خلاصی دی۔

پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ واقعی والدین کا نام لینا اور ان کی عزت کرنا نجات کا موجب ہے۔ پس خوش بخت وہ فرزند ہے۔ جو والدین کا حق بجا لائے۔ اور اس سے ذرہ بھر تجاوز نہ کرے۔ کیونکہ بہشت والدین کے قدموں تلے ہے۔

بعد ازاں اس بارے میں فرمایا کہ تارک الصلوٰۃ کو روٹی پانی نہیں دینا چاہیئے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من اعان تارک الصلوٰۃ ولو بلقمۃ او بشربۃ فقد قتل الانبیاء اولھم آدم واخرھم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جو شخص کسی تارک الصلوٰۃ کی مدد روٹی پانی سے کرتا ہے۔ وہ گویا حضرت آدم سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے پیغمبروں کو ہلاک کرتا ہے جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے تو میں اور دیگر لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

۶۵۵ھ کے روز بیسویں ماہ جمادی الاول کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا مولانا شمس الدین یحییٰ مولانا فخر الدین رازی، مولانا برہان الدین غریب اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ اہل سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ بعض مشائخ طبقات نے سلوک کے سو درجے مقرر کئے ہیں۔ جن میں سترھواں درجہ مرتبہ کشف و کرامت کا ہے۔ سو کامل مرد وہ ہے جو اپنے تئیں سترھویں مرتبے پر کشف نہ کرے۔ اگر کرے گا۔ تو آگے ترقی نہیں کر سکیگا۔ اگر سویں درجے پر پہنچ کر کشف کرے تو جائز ہے خواجہ بایزید بسطامی اور شاہ شجاع کرمانی نے سلوک کے پچاس مرتبے مقرر کئے ہیں۔ جن میں دسواں مرتبہ کشف و کرامت کا ہے جو دسویں مرتبے پر پہنچ جائے۔ وہ ان کے نزدیک صاحب کشف و کرامت ہوتا ہے خواجگان چشت نے سلوک کے پندرہ درجے مقرر کئے ہیں جن میں پانچواں درجہ کشف و کرامت کا ہے اگر پانچویں میں کشف و کرامت ظاہر ہے۔ تو باقی درجے طے نہیں کر سکتا۔ کامل مرد وہی ہے جو پندرھویں پر بھی

کشف نہ کرے۔ جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو مولانا شمس الدین یحییٰ نے عرض کی کہ گزشتہ مشائخ نے سلوک کے بہت درجے مقرر کئے ہیں۔ یہ کیونکر ہے۔ اور مشائخ چشت تھوڑے سے ہی مرتبے طے کرنے سے صاحب کشف و کرامت ہو جاتے ہیں۔ یہ نعمت بغیر مجاہدہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ہاں! واقعی ایسا ہی ہے۔ وہ انبیاء جو آنحضرت صلی اللہ سے پہلے گزرے ہیں۔ ان کی عمر ہزار برس کی ہوتی تھی۔ ان کا مجاہدہ بھی ان کی عمر کے مطابق تھا۔ اور نعمت کم تھی۔ جب آنحضرت کا زمانہ آیا۔ تو مجاہدہ کم اور نعمت زیادہ ہوئی پس ہمارے خواجگان بھی مشائخ آخرین ہیں۔ اس لئے جو نعمت ان میں ہے۔ وہ پہلوں کی نسبت زیادہ ہے۔ گزشتہ مشائخ کو ان کی نسبت نعمت کا تیسرا حصہ حاصل تھا لیکن جو مجاہدہ گزشتہ مشائخ کو حاصل تھا۔ وہ ہمارے مشائخ کو نہیں۔ مگر کرامت و نعمت بے اندازہ ہے اسی لئے اگر وہ تھوڑے سے ہی مرتبے طے کرنے سے صاحب کشف و کرامت ہو جائیں۔ تو جائز ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سلوک کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ راہ سلوک میں مرد کامل وہ ہے کہ جب پندرھویں درجے پر پہنچے۔ جو کہ ولایت کا درجہ ہے۔ تو اس وقت اگر مردے کے حق میں دعا کرے۔ تو وہ زندہ ہو جائے۔ خواجہ قطب الدین ابھی یہ بات کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں ایک بڑھیا روتی ہوئی آئی۔ اور عرض کی یا شیخ! میری فریاد رسی کی جائے کیونکہ بادشاہ شہر نے میرے بیٹے کو بے گناہ سولی پر چڑھایا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ سب کو ہمراہ لے کر عصا ہاتھ میں لئے وہاں پہنچے۔ نزدیک جا کر اس لڑکے کی گردن پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! اگر اسے بے گناہ سولی پر چڑھایا گیا ہے۔ تو اسے زندہ کر۔ ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے نہ پائے تھے کہ لڑکا زندہ ہو گیا۔ اور سولی سے اتر کر چلنے لگا۔

پھر خواجہ صاحب نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مرد کی کمالیت اسی قدر ہوتی ہے جب انسان اس درجے پر پہنچ جائے۔ تو پھر اس سے آگے اس کی بزرگی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔

بعد ازاں درویشی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جس روز جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درویشی اختیار کی۔ اس روز جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ دونوں جہان آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کرے۔ آنحضرتؐ نے دونوں جہان کو دیکھا۔ تو پہلے دنیا پر نگاہ پڑی۔ دنیا نے فخر کیا کہ اب میں آنحضرت کی نگاہ سے مشرف ہو گئی ہوں۔ پھر عالم فقر کو دیکھا۔ تو دنیا سے دست بردار ہوئے اور فقر کو اختیار کیا۔

بعد ازاں حکم الٰہی صادر ہوا کہ یا رسول اللہ ہم دنیا بغیر حساب کے آپ کو دیتے ہیں۔ اسے قبول فرمائیں

عرض کی۔ اب میں دنیا کو رد کر چکا ہوں۔ اور فقر کو اپنی مرضی سے اختیار کر لیا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مشائخ طبقات زہد کو اصل خیال کرتے ہیں کہ باوجود دنیا کے فقر اختیار کرے۔ لیکن اگر مفلس ہو کر تارک الدنیا بنے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ بات تو یہ ہے کہ باوجود ہونے کے تجرید کرے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ درویشی کے ستر مرتبے ہیں۔ جن میں سے پہلا یہ ہے کہ اگر درویش اسے طے کر لیں۔ تو اس میں اس قدر روحانی قوت ہو جائے کہ اگر زمین کی طرف نگاہ کرے تو تحت الثریٰ تک کی چیزیں اسے دکھائی دیں۔ اور اگر آسمان کی طرف نگاہ کرے۔ تو عرش عظیم دیکھ سکے لیکن جو درویش ستر ہزار مرتبے طے کر لیتا ہے۔ اس کی روح عظمت کبریا کے ساتھ مل جاتی ہے۔ یہ بات عقل و فکر میں نہیں آسکتی یہ عقل کی حد سے باہر ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جس طرح درویش کا مقام ستر ہزار عالم سے بالاتر ہے۔ اسی طرح جو درویش ستر ہزار عالم سے باخبر نہیں۔ وہ درویش ہی نہیں۔ اس میں پہلا مرتبہ یہ ہے کہ جب مراقبہ کرے تو اٹھارہ ہزار عالم کے گرد پھرے۔ اور جب واپس آئے۔ تو اپنے تئیں سجادے پر پائے۔ اور یہ عجائبات مسلمانوں سے بیان کرے۔

پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اگر مایہ عمر کو ثبات ہوتا تو کرتا لیکن چونکہ مایہ عمر کو ثبات نہیں اس لئے درویشی کے واسطے اسی قدر کافی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اگر درویش جہاں میں نہ ہوتے۔ تو ہزاروں بلائیں نازل ہوتیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں حق تعالیٰ نے آپ کو فرمایا تھا۔ کہ اے موسیٰ! جہاں پر درویش ہیں۔ وہیں ہماری معرفت اور رحمت ہے

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جہاں تو درویشوں اور گدڑی پوشوں کو سرگرداں دیکھے یقین جان کر وہاں بلا نازل ہونے والی ہے۔ پھر فرمایا کہ پچھلے زمانے میں ایک درویش گجرات میں آیا اور ان دنوں گجرات میں ہر سال بلا نازل ہوا کرتی تھی۔ وہاں ہندو کثرت آباد تھے۔ اور مسلمان کم جس دن سے وہ درویش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں اپنے فضل و کرم سے کوئی وبا یا بلا نازل نہ کی۔ لوگ حیران رہ گئے کہ اس کی کیا وجہ ہے ؟ یہاں تو ہر سال ہزار ہا لوگ وبا کی نذر ہوا کرتے تھے۔ اب کے کس طرح امن وامان رہا۔ وہاں کا راجہ بڑا عقلمند تھا۔ اس نے کہا۔ دیکھو! کوئی اجنبی تو یہاں نہیں آیا۔ آخر تلاش کے بعد اس درویش کو راجہ صاحب کے پاس لے گئے۔ راجہ نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ درویش نے پوچھا۔ اس تعظیم و تکریم کی وجہ؟ راجہ نے کہا، یہ شہر ہر سال وبا میں مبتلا رہا کرتا تھا۔ اس سال آپ کی برکت سے وبا نہیں پھیلی۔ درویش نے کہا، واقعی

ایسا ہی ہوتا ہے۔ جہاں کہیں کوئی صاحب نعمت درویش ہوتا ہے۔ وہاں سے بلا اور مرگ دور رہتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس روز سے گجرات سے بلا دور ہو گئی۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اے درویش! واضح رہے کہ درویشوں کا قدم شہر میں ہوتا تو نیک ہے لیکن درویش کو بھی چاہیئے کہ وہ درویشی کا حق ادا کرے۔ تاکہ وہ شہر اس کی حمایت میں ہو نہیں تو جس شہر میں درویش مزے اڑائیں اور درویشی کا حق ادا نہ کریں۔ اس شہر میں راحت نہیں ہوتی۔

پھر اسلام کے بارے میں فرمایا۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش اسلام کا نام لینا تو سہل ہے۔ لیکن اس کے فرائض کو انجام دینا بہت مشکل ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی نے ستر سال تک نفس کا مجاہدہ کیا۔ چنانچہ دس دس بیس بیس سال تک پانی نہیں دیتے تھے۔ اور مجاہدے میں رکھتے تھے۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ چونکہ مسلمان کہلاتا ہوں۔ اس لئے مجھے مسلمانی کا حق بھی ادا کرنا ہے۔

پھر فرمایا کہ دفعہ ایک یہودی سے پوچھا گیا کہ تجھے خواجہ بایزید سے اتنی الفت ہے۔ تو تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا۔ کہا۔ اگر مسلمانی اس بات کا نام ہے۔ جو تم کرتے ہو تو ایسی مسلمانی سے مجھے شرم آتی ہے۔ اور اگر مسلمانی وہ ہے۔ جو خواجہ صاحب کرتے ہیں۔ تو وہ مجھ سے ہو نہیں سکتی۔ اب بتاؤ! میں مسلمان کیونکر ہوں؟ خواجہ صاحب ابھی یہی فرما رہے تھے کہ اتنے میں خواجہ قطب الدین ہانسوی اور شیخ برہان الدین غریب قوالوں کے ہمراہ آئے۔ خواجہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ آنے والوں میں سے ہر ایک آداب بجا لایا۔ حکم ہوا کہ بیٹھ جاؤ! بیٹھے۔ تو سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ سماع سننے کے لائق چیز ہے لیکن سننے والے کو چاہیئے کہ جب سنے۔ تو گوشِ ہوش سے سنے۔ تاکہ وجد ہو۔ جو صاحب درد ہوتا ہے۔ اسے تو اثر ہو جاتا ہے۔ لیکن جو صاحب درد نہیں۔ اس کے روبرو خواہ دوست کے ہزارہا اسرار بیان کئے جائیں۔ اس پر ذرہ بھر بھی اثر نہیں ہوتا۔

پھر ایک مرتبہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں میں حاضر تھا۔ آنجناب کی زبان مبارک سے سنا کہ ایک دفعہ خواجہ قطب الدین، قاضی حمید الدین ناگوری، خواجہ شمس الدین ترک، مولانا علاؤ الدین کرم اور شیخ محمود موزہ دوز قدس اللہ سرہ العزیز ایک ہی جگہ

تھے۔ وقت باراحت تھا۔ اور ان کی خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا قمر ایک ہی شعر کا ان اصحاب پر یہ اثر ہوا کہ تین دن رات رقص کرتے رہے اور اپنے آپ سے بالکل بیخبر رہے۔

پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ واقعی بزرگ اسی طرح سماع سنتے ہیں پھر شیخ عثمان سیاح نے اٹھ کر عرض کی کہ قوال حاضر ہیں اگر حکم ہو تو کچھ کہیں۔ فرمایا بہت سعادت قوالوں نے شروع کیا ابھی پہلا ہی شعر کہا تھا کہ خواجہ صاحب شیخ عثمان سیاح شیخ حسین اور اوحد عزیز رقص کرنے لگے۔ اور چاشت سے لے کر شام کی نماز تک رقص کرتے رہے۔ اور انہیں اپنے آپ کی کوئی خبر نہ تھی۔

بعد ازاں ہر ایک اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ پھر خواجہ صاحب نے سرائی صوف شیخ عثمان کو عطا فرمائی اور کلاہ خاص مجھے اور اسی طرح ہر ایک کو اپنا اپنا حصہ ملا۔ وہ دن بہت ہی باراحت تھا۔ قوالوں نے یہ غزل گائی تھی۔

غزل

ہزار سختی اگر بمن آید آسان است	کہ دوستی دار دات ہزار چندانست
سفر دراز نباشد بپار طالب دوست	کہ خار دست محباں گل و ریحانست
اگر تو جور کنی جور نیست و دیدار است	اگر تو داغ نہی داغ نیست درمان ست
نہ آبروے کہ گر خون من بخواہی نیست	مخالفت کنم آں کنم کہ فرمان ست
ز عقل من عجب آید تو اب گویاں را	کہ دل بدست تو مردن خلاف فرمان ست
گماں برند کہ در باغ عشق شعلہ را	نظر بسبب نخنداں و ندلستانست

الحمد للہ علی ذالک۔

اتوار کے روز بیسویں ماہ جمادی الاخر کو قدمبوسی کا شرف حاصل

ہوا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا فخر الدین رازی، مولانا برہان الدین غریب اور امیر حسن علی سنجری حاضر خدمت تھے۔ اسرار عشق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اسرار و انوار کے لئے حوصلہ وسیع ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ اسرار جاگزین ہوسکیں اگر دوست کا پہلا ہی بھید برداشت نہ کرسکے۔ عام کر دیا جائے۔ تو پھر اسرار کے لائق نہیں

ہو سکتا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! راہ سلوک میں وہی مرد کامل ہے کہ دوست کے عالم انوار سے جو کچھ اس پر ظاہر ہو۔ اُسے افشا نہ کرے۔ اگر افشا کریگا۔ تو اس کے ساتھ منصور حلاج کا سا سلوک ہوگا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی بزرگ نے کسی اور بزرگ کے حق میں لکھا کہ آپ اس شخص کے حق میں کیا فرماتے ہیں؟ جو محبت کا ایک ہی پیالہ پی کر مدہوش ہو جائے۔ اس بزرگ نے جواب میں لکھا کہ یہ جو آپ نے لکھا ہے یہ کم حوصلہ لوگوں کا کام ہے۔ مرد وہی ہے۔ جو ازل سے لے کر ابد تک هل من مزید ہی پکارتا رہے۔ پھر کسی کو یہ نہ لکھنا۔ ورنہ اہل سلوک میں شرمندہ ہوگے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے اسرار الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ راہ سلوک میں صادق وہ شخص ہے کہ عالم اسرار سے جو کچھ اس پر مصیبت وغیرہ نازل ہو۔ اور اس پر بقضا بالقضاء رہے۔ جیسا کہ کلام مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ربنا افرغ علینا صبرًا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین

پھر فرمایا عزیزوں، مفسروں اور مشائخوں نے یہ مرتبہ ان اشخاص کو دیا ہے جو رنج و مصیبت کے وقت صبر کرتے ہیں۔ دوست وہی ہے۔ جو دوست کی بھیجی ہوئی مصیبت کو برداشت کرے۔

پھر فرمایا کہ اس راہ میں عاشق اسی کو کہتے ہیں۔ جس کی حضوری اور مصیبت یکساں ہو۔ یعنی جو حالت اس کی حضوری کے وقت ہو۔ وہی مصیبت کے وقت ہو۔ ہر حالت میں وصال کی خواہش کرتا رہے۔ لیکن راہ سلوک میں کامل مرد وہ ہے جو خلقت میں رہ کر دوست میں مشغول رہے۔ اور جو کچھ اسے ملے۔ اپنے پاس جمع نہ رکھے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ عبداللہ سہیل تستریؒ لکھتے ہیں کہ کلاہ کے چار خانے ہوتے ہیں۔ اول اسرار و انوار کا۔ دوسرا محبت و توکل کا۔ تیسرا عشق و اشتیاق کا۔ اور چوتھا رضا و موافقت کا۔

پھر فرمایا کہ اے عزیز جو شخص کلاہ پہنے۔ اس میں چار چیزوں کی ترک ہونی چاہیے

پہلی اسرار و الوار کی۔ لوگوں کو ایسی نعمت سے کیوں محروم رکھے۔ اور کیوں اس کا حق ادا نہ کرے۔

پھر فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ طاقیہ دوست کا مونس ہے۔ اور اس میں عشق ہی عشق ہے۔ پس اس راستے میں صادق وہ شخص ہے۔ جو طاقیہ کی قدر شناسی کرے۔ کیونکہ اس میں سراسر عشق اور شوق ہے۔ اور نیز اس سے جمال دوست کے اسرار معلوم ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی عادت تھی کہ خواہ سو یا دو سو آدمی مرید ہونے کے لئے حاضر خدمت ہوتے۔ سب کو طاقیہ دے کر فرماتے۔ کہ جو شخص اس کی حق ادائی نہ کرے گا۔ اور اپنے پیروں کے طریقے پر نہ چلے گا۔ طاقیہ خود اسے سزا دے گا۔ لیکن آپ جس شخص کو طاقیہ عنایت فرماتے۔ وہ آپ کی نظر کی برکت کے سبب ایک قدم بھی بیجا نہ رکھتا۔

پھر فرمایا کہ اہل طاقیہ کو طاقیہ خود ہی سزا دیتا ہے۔ لیکن انہیں معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یہ سختی ہم پر کیوں نازل ہوئی۔ جو طاقیہ کا حق ادا کرتا ہے۔ وہ ہرگز دنیا اور آخرت میں بے دوستی کا اثر نہیں دیکھتا۔ جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو نماز کی اذان ہوئی۔ آپ یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

ہفتے کے روز ساتویں ماہ شعبان کی فضیلت اور سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ماہ شعبان ماہ رسولؐ ہے۔ جو شخص اس مہینے میں ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہزار مرتبہ کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ شب برات کو سارے بخشے جاتے ہیں لیکن حسب ذیل اشخاص نہیں بخشے جاتے۔ اول والدین کو ستانے والے۔ دوم جادوگر۔ سوم شراب خور۔ چہارم قطع رحم کرنے والا۔ پنجم تارک الصلوٰۃ۔ ششم زانی۔ ہفتم لوطی۔ ہشتم دروغ گو۔

نہم غیبت کرنے والا. دہم بت بنانے والا۔

بعدازاں فرمایا۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اس رات تمام ممنوعہ چیزوں سے دُور رہیں۔ اور لوگوں کو بھی منع کریں۔ کیونکہ اس رات میں سراسر جمعیت اور مغفرت ہے۔ تاکہ اس رات سے محروم نہ رہ جائیں

بعدازاں عارفوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ منصور عمار فرماتے ہیں۔ کہ عارفوں کے تین نفس ہوتے ہیں۔ ایک جو دنیا میں ہوتا ہے۔ دوسرا قبر میں تیسرا بہشت میں، جو دنیاوی نفس ہے۔ وہ حوروں اور غلامانوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ دوسرا صرف قبر میں ہمراہ رہتا ہے۔ اس کی شرح بیان نہیں ہو سکتی تیسرا بہشتی نفس موت کے وقت سے لے کر آخر تک رہتا ہے چنانچہ کلام اللہ میں لکھا ہے۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاءٌ عند ربھم۔ جو راہ خدا میں قتل ہوتے ہیں۔ انہیں مردہ نہ سمجھو۔ وہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ خواجہ منصور عمار فرماتے ہیں کہ عارف چار چیزوں کی سی خاصیت رکھتے ہیں۔ بعض پانی اور ہوا کی طرح کہ کسی چیز سے آلودہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اوروں کو پاک کرتے ہیں۔ بوجھ اٹھا لیتے ہیں لیکن انہیں ناگوار نہیں گزرتا۔ بعض خاک کی طرح ہیں۔ کہ جو کچھ انہیں دیا جائے۔ اسے ضائع نہیں کرتے۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی کرتے ہیں اور بعض آگ کی طرح ہیں جو اوروں کو جلاتے ہیں لیکن خود نہیں جلتے۔ اور کسی قسم کی غفلت نہیں کرتے۔

پھر آپ سے پوچھا گیا کہ علیک اثقالھم لا اثقالھم کس قوم کو خطاب ہوا تھا؟ فرمایا۔ یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تھا کہ اے محمدؐ! جو شرع کا بوجھ اٹھاتے۔ وہ تیرے ذمہ ہے۔ اور جو حقیقت اور طریقت کا بوجھ اٹھائے۔ اس سے تو فارغ رہ۔ اس کا حساب ہمارے ذمے ہے ۔

خواجہ صاحب یہی فرما رہے تھے۔ کہ آپ سے ایک مرید نے اپنی عورت کا گلہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم عورت اور فرزندوں کے حق میں کرتے ہو۔ اس کا حساب قیامت کے دن تم سے نہیں لیا جائے گا۔ ہاں! مرد کو عورت پر پوری دسترس ہے وہ بھی چند باتوں کے لئے جو اگر نہ کرے۔ تو اسے مارے۔ اول نماز کے لئے دوسرے امر معروف کے لئے یعنی فرمانبرداری کے لئے۔ تیسرے صحبت کے لئے۔ اگر نافرمانی کرے۔ اور خاوند سے جھگڑا کرے۔ تو اسے مارنا چاہیئے۔ اگر اس طرح درست نہ ہو۔ تو کپڑے اتار لے۔ چنانچہ کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واللاتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن۔ لیکن عورت کو چاہیئے کہ خاوند کے اسباب کی نگہداشت کرے۔ اور کوئی چیز خاوند کی رضامندی کے بغیر نہ دے۔ نہ چھپائے۔ نہ کسی کو دے۔ اور نہ بخشے۔ اس کے علاوہ عورت پر کچھ واجب نہیں۔ اگر روٹی پکانے، چرخہ کاتنے، بچوں کو دودھ دینے میں تغافل کرے۔ تو اسے سزا نہ دے۔ مرد پر واجب ہے کہ معاش کی ساری چیزیں مہیا کرے۔ اور کوئی خدمت گار مقرر کرے۔ جو یہ ساری خدمات بجا لائے۔ اس واسطے کہ عورت آزاد ہے۔ اگر عورت یہ کام کرے۔ تو اس کی مہربانی ہے ورنہ اس پر واجب نہیں

پھر فرمایا کہ اگر عورت یہ کام از راہ مروّت کرے۔ تو وہ گویا جنت خاتون فاطمہ رضی اللہ عنہا کے طریقے پر چلتی ہے۔ اور قیامت کے دن اسے خاتونِ جنت کی شفاعت نصیب ہوگی۔

بعد ازاں انصاف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ سلطان محمود کو نیند نہیں آتی تھی۔ آخر حکم دیا کہ دیکھو۔ دروازے پر کوئی حاجتمند تو نہیں کھڑا۔ نوکر کئی مرتبہ گئے۔ لیکن کوئی نہ ملا۔ آخر خود اٹھ کر گیا جب پاس کی مسجد میں گیا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص کونے میں سربسجود ہو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہا ہے کہ محمود سے میرا انصاف لے۔ یہ سن کر اسے بغل میں لیا۔ اور پوچھا۔ میں نے تجھ سے کونسی بے انصافی کی ہے۔ تو تو میرے پاس کبھی نہیں آیا۔ اور نہ مجھے خبر کی ہے

کہا۔ تیرے شہر میں ایک آدمی ہے۔ اور میری عورت سے بدفعلی کرتا ہے۔ مجھ میں اس قدر قدرت نہیں کہ اس کا مقابلہ کروں۔ اگر تو انصاف نہ کرے گا۔ تو قیامت کے دن تیرا دامنگیر ہوں گا۔ سلطان محمود نے اس سے معافی مانگی۔ اور کہا کہ اب کی مرتبہ جب وہ آئے۔ تو مجھے اطلاع کرنا۔ تاکہ میں تیرا انصاف کروں۔ الغرض اس کے تیسرے دن بعد جب وہ مرد اس کے گھر آیا۔ تو اس نے سلطان محمود کو اطلاع دی۔ سلطان محمود تلوار سونت اس کے گھر پہنچا۔ اور کہا کہ چراغ گل کر دو۔ پھر اندر جا کر اس مفسد کا سر قلم کیا پھر کہا کہ چراغ روشن کرو۔ سلطان محمود نے اس کو دیکھ کر الحمد للہ کہا۔ اور کچھ کھانا مانگا۔ وہ مرد روٹی کے ٹکڑے لے آیا۔ محمود نے کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جب جانے لگا۔ تو اس مرد نے کہا۔ کہ مجھے اس حال سے آگاہ کرو۔ کہا جس وقت میں نے چراغ بجھانے کے لئے کہا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ شاید میرا کوئی قریبی یا رشتہ دار ہی ہو جس کو قتل نہ کر سکوں۔ اور اس کے سبب انصاف نہ کر سکوں۔ اور جب میں نے چراغ روشن کروایا۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ دیکھوں۔ کوئی آشنا تو نہیں سو الحمد للہ! کہ میرے خاندان سے نہیں تھا۔ بلکہ ہمارے شہر کا بھی نہ تھا۔ اور کھانا مانگنے کی وجہ یہ تھی کہ جس روز میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا۔ ٹھان لی تھی کہ جب تک اس کا انصاف نہ کر لوں گا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اور جب کہ میں نے انصاف کر لیا۔ بھوک نے غلبہ کیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زار زار رو کر فرمایا کہ واقعی انصاف اسی بات کا نام ہے۔ اور اسی قسم کے انصاف سے جہان قائم رہتا ہے۔ لیکن اس زمانے میں عدل و انصاف معدوم ہے۔ جب خواجہ صاحب یہ حکایت ختم کر چکے۔ تو نماز کی اذان ہوئی۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔

الحمد للہ علیٰ ذالک ؞

ہفتے کے روز دوسری ماہ رمضان کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا برہان الدین غریب اور اور عزیز حاضر خدمت تھے

اور نیز شیخ عثمان سیاح نیز حسین نبیرۂ شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار اوشی اور خاندانِ چشت کے چار اور درویش بھی آکر آداب بجالائے۔ جب بیٹھ گئے تو ماہ رمضان کی فضیلت اور اولیاء اور انبیاء کی محبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ماہِ رمضان کے روزے کی ہر ساعت کے عوض ایک لاکھ گنہگاروں کو آتشِ دوزخ سے نجات بخشتا ہے

پھر فرمایا کہ جب مومن نماز تراویح سے فارغ ہوتا ہے۔ تو ایک ہزار فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ رحمت کے طبق اس کے ہر حرف کے بدلے اور ایک حورا سے دیتے ہیں۔ اور ہر رکعت کے عوض ایک محل بہشت میں اس کے نام کا بنایا جاتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ اے درویش! یہ مہینہ غنیمت ہے۔ سو انسان کو چاہیے۔ کہ ذکر میں مشغول رہے اور جس قدر ہو سکے۔ قرآن شریف پڑھے۔ ہر حرف کے بدلے دس غلاموں کی آزادی کا ثواب ملتا ہے۔

پھر فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں دن رات میں دو مرتبہ قرآن شریف ختم کیا کرتے۔ اس حساب سے سارے مہینہ میں ساٹھ مرتبہ ختم کرتے۔ اور خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز ماہ رمضان میں ہر روز چار مرتبہ ختم کیا کرتے۔ اور دو سپارے زائد پڑھا کرتے۔ چنانچہ مہینے میں ایک سو بائیس ختم کیا کرتے۔

پھر فرمایا کہ جب تک ایسا مجاہدہ نہ کیا جائے۔ ہرگز ہرگز مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا عمر بھر یہی وطیرہ رہا۔ کہ ماہِ رمضان میں ہر رات دو مرتبہ قرآن شریف ختم کیا کرتے۔
شیخ الشیوخ شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی کہ ماہ رمضان المبارک میں ہر رات دو مرتبہ قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ آخر عمر تک آپ کا یہی

حال رہا۔ اس کے بعد حضرت شیوخ العالم شیخ کبیر فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک کرمان میں شیخ احد الدین کرمانی سے ملاقات ہوئی۔ چند روز آپ کی خدمت میں رہا۔ ایک روز ہم دونوں جماعت خانہ کے صحن میں بیٹھے تھے۔ کہ چار درویش صاحب نعمت و حال آئے۔ اور سلام اور مصافحہ کر کے بیٹھ گئے۔ کرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ ایک نے کہا ہم میں جو صاحب کرامت ہیں۔ وہ کرامت دکھلائیں۔ سب نے احد الدین کرمانی کی طرف اشارہ کیا کہ صاحبِ خانقاہ یہی ہیں۔ انہیں سے ابتدا ہونی چاہیئے۔

الغرض شیخ احد الدین نے فرمایا کہ اس شہر کے حاکم کا عقیدہ میرے حق میں درست نہیں۔ آج وہ میدان میں گیند بلا کھیلنے گیا ہے۔ بڑے ہی تعجب کی بات ہوگی اگر وہ سلامت آ گیا۔ ان الفاظ کا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ آپ کے ایک مرید نے آ کر ذکر کیا کہ اس شہر کا حاکم گیند بلا کھیلتا ہوا گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے۔ یہ سن کر حاضرین نے آپ کی کرامت تسلیم کی۔ پھر میری (شیخ کبیر) کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپ بھی کچھ کرامت دکھائیں۔ میں نے کہا۔ آنکھیں بند کر دا بند کر کے جب کھولیں۔ تو اپنے تئیں خانہ کعبہ میں دیکھا۔ پھر اقرار کیا کہ واقعی مردِ خدا ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ بیان فرما کر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہ العزیز صبح اور عشاء کی نماز خانہ کعبہ میں ادا کیا کرتے تھے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز شیخ کبیر اور شیخ جلال الدین اوچی یک جا بیٹھے تھے۔ کہ ایک درویش نے آ کر دہی کا سوال کیا۔ دہی موجود نہ تھی۔ آپ نے شیخ جلال الدین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس درویش کو کہہ دو کہ فلاں مقام پر دہی پڑی ہے۔ لے آئے۔ دراصل وہاں پر پانی کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ الغرض جب درویش نے جا کر دیکھا۔ تو سارے پانی کو دہی پایا۔ آپ یہی فرما رہے تھے کہ حسن بالا اور رہبرا دو قوال آئے۔ آپ نے اجازت دی کہ قوالی ہو۔ تا نماز سماع میں حضرت خواجہ

صاحب اور شیخ عثمان سیاح پر ایسا اثر ہوا کہ رقص کرنے لگے اور بیہوش ہو گئے۔
سماع سے فارغ ہو کر شیخ عثمان کو بارانی عطا فرمائی۔ اور مجھے دستار۔ وہ دن بہت ہی باراحت تھے۔ قوالوں نے یہ غزل گائی۔

غزل

ای مطرب از کجاست کہ برگفت نام دوست — تا جان و جامہ پارہ کنم من بنام دوست
دل زندہ مے شود بامید وفائے یار — جاں رقص میکند بہ سماع کلام دوست
تا نفخ صور بازنیاید بہ خویشتن — ہر کو فتادہ مست ز شربت بجام دوست

بعد ازاں فرمایا کہ مومن کے دل میں انبیاء اور اولیاء کی دوستی کا ہونا ہزار ہا سال کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ پس لوگوں کو چاہیئے کہ انہیں کا ذکر خیر کرتے رہیں۔
پھر فرمایا کہ جب قارون زمین میں غرق کیا گیا۔ تو چوتھے طبقے پر پہنچا۔ اور وہاں کے لوگوں نے پوچھا۔ تو کون ہے؟ اور کس کی قوم ہے۔ کہا مہتر موسٰے علیہ السّلام کی قوم سے ہوں!! اسی وقت حکم الٰہی ہوا کہ اسے یہیں روکو۔ کیونکہ اس نے ہمارے دوست کا نام لیا ہے ہم اب اسے اس سے نیچے نہیں لے جائیں گے۔ پھر خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ یہ اس شخص کا حال ہے۔ جو خدا سے دشمنی رکھتا تھا۔ اور جسے صرف مہتر موسٰی علیہ السّلام کا نام لینے کی خاطر خلاصی نصیب ہوئی۔ مومن جو کہ قیامت تک ان کی محبت اپنے دل میں رکھتا ہے۔ امید ہے کہ وہ دوزخ کی آگ میں نہیں جلایا جائے گا۔ خواجہ صاحب نے یہ فوائد ختم کیئے۔ تو آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ :

ہفتے کے روز پانچویں **ماہ محرم** سنہ ۶۹۱ھ کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا فخر الدین رازی، مولانا برہان الدین غریب اور شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہم اجمعین حاضر خدمت تھے۔ ماہ محرم الحرام اور امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔

زبان مبارک سے فرمایا کہ اسی مہینے میں حضرت شیخ شیوخ العالم نے انتقال فرمایا تھا۔

پھر فرمایا کہ جس رات آپ نے انتقال فرمایا تین مرتبہ عشاء کی نماز ادا کی۔ اور ہر بار یہی فرمایا کہ دیکھئے۔ پھر پڑھنی نصیب ہوتی ہے یا نہیں۔
پھر فرمایا کہ حضرت شیخ العالم کا انتقال سجدہ میں ہوا۔ اور جس وقت آپ کا انتقال ہوا۔ آسمان سے آواز آئی کہ مولانا فرید نے انتقال فرمایا ہے ۔ اور مقامات قرب میں داخل ہوئے ہیں۔
پھر خواجہ صاحب یہ فرما کر زار زار روئے۔ جس کا اثر حاضرین پر بھی ہوا۔ پھر فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص عاشورے کے دن سات قسم کے دانے پکائے۔ ہر دانے کے بدلے اس کے نام نیکی لکھی جائے گی۔ اور اسی قدر بدیاں ہٹائی جائیں گی۔
پھر حضرت جنت خاتون بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے بارے میں فرمایا۔ کہ جس رات بی بی فاطمہ نے رحم مادر میں قرار پکڑا۔ اس سے پہلے ایک روز حضرت جبرائیل نے ایک بہشتی سیب لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کر کے عرض کی کہ آپ اسے خود کھائیں۔ کسی کو نہ دیں۔ آنحضرت نے ایسا ہی کیا۔
اسی رات جب ام المومنین حضرت خدیجہ سے ہم بستر ہوئے۔ تو حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا عالم وجود میں آئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا کی پیدائش خاص بہشت سے ہے۔ پھر خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ فاطمۃ الزہرا کے جگر گوشوں کا حال سب کو معلوم ہے۔ کہ ظالموں نے آپ کو دشت کربلا میں کس طرح بھوکا پیاسا شہید کیا۔
پھر فرمایا کہ کتب سیر میں لکھا ہے۔ کہ جب امیر المومنین حسن اور حسین گہوارے میں روتے۔ اور بی بی فاطمۃ الزہرا کسی کام میں مشغول ہوتیں۔ تو جبرائیل کو حکم ہوتا کہ جا کر

صاجزادوں کا گہوارہ ہلادیتا تاکہ وہ آرام سے سو جائیں۔

پھر فرمایا کہ امام حسین کی شہادت کے دن سارا جہان تیرہ و تار ہوگیا۔ بجلی چمکنے لگی۔ آسمان اور زمین جنبش کرنے لگے۔ فرشتے غضب میں تھے۔ اور بار بار اجازت چاہتے تھے کہ حکم ہو تو تمام ایذا دہندوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ حکم ہوا کہ تمہیں اس سے کچھ واسطہ نہیں۔ تقدیر یوں ہی ہے۔ میں جانوں اور میرے دوست تمہارا اس میں کیا دخل۔ میں قیامت کے دن ظالموں کے بارے میں انہیں سے انصاف کراؤں گا۔ جو کچھ امام حسین ان کے حق میں فرمائیں گے۔ ویسا ہی ہوگا۔ یہ سن کر خواجہ صاحب رونے لگے۔ اور فرمایا کہ خاندان نبوت کا خاصہ جوانمردی ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ شہزادے ان ظالموں کی شفاعت کریں۔ اور انہیں بخشوائیں۔ اگرچہ ظاہر میں ان بدبختوں کو آتش دوزخ سے رہا ہونا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن تمام ظالموں کو حضرت فاطمۃ الزہرا کے سپرد کیا جائے گا۔ تو آپ انہیں بخش دیں گی۔ کربلا کے معاملے کی بابت معافی مانگی جائے گی اور اللہ تعالیٰ فرما دیں گے۔ آپ اس خون کو معاف فرما دیں۔ ہم اس کے عوض آپ کے والد بزرگوار کی تمام امت بخش دیں گے۔ یہ سن کر آپ خون کا دعوےٰ چھوڑ دیں گی اور امت محمدی کے تمام عاصی نجات پا جائیں گے

پھر فرمایا کہ آج حضرت شیخ شیوخ عالم کا عرس ہے۔ حلوا اور طعام موجود ہے فقرا اور مساکین کو تقسیم کرنا چاہیئے۔ یہ حکم ہوتے ہی حلوا اور طعام تقسیم کیا گیا۔ پھر سماع شروع ہوا۔ ایک رات دن یہ مجلس گرم رہی۔ حضرت خواجہ صاحب اور درویشوں کو اپنے حال کی خبر نہ تھی۔ دوسرے روز ہوش آیا۔ قوالوں نے یہ اشعار گائے۔

ترا سماع نباشد جو سوز عشق نبود ‌ ‌ گمان مبر کہ برآید ز خام ہرگز دود
چو ہر چہ میرود از دست دوست نیست ‌ ‌ میان شربت نوشین و تیغ زہر آلود

تمام شد

فوائد الفواد

ملفوظات

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت خواجہ امیر حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ

ایم۔ ایس۔ پرنٹرس

۱۸۵۳ لال دروازہ، ہمدرد مارگ لال سواں، دہلی

اردو ترجمہ کتاب

فوائد الفواد

جلد اوّل

یعنی ملفوظات حضرت محبوب الٰہی

مرتبہ

حضرت امیر حسن علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ
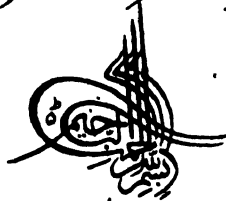
خواجہ راستین المتقلب بہ رحمۃ اللعالمین ملک الفقراء والمساکین شیخ نظام الحق والشرع والھدیٰ والدین (اللہ تعالیٰ انہیں دیر تک زندہ رکھے۔ اللہ مسلمانوں کو آپ سے مستفیض کرے) کے یقین کے نہاں خانے اور تلقین کے خزانے سے یہ غیبی جواہرات اور لاریب پھول جمع کیے گئے ہیں۔ جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے سنا بعینہ انہیں لفظوں میں یا اس کا مطلب کسی اور عبارت میں اپنے مختصر فہم کے مطابق لکھا گیا ہے۔ چونکہ اس مجموعے سے دردمند دلوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لیے اس کا نام فوائد الفواد رکھا۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان ۰

نماز چاشت شام کی نماز کے بعد چھ رکعتوں کے بیان میں

اتوار کے روز تیسری ماہ شعبان ۶۶۵ ہجری کو بندہ گنہگار امیدوار حسن علا سنجری، کو جوان معانی کا جمع کرنے والا ہے۔ اس شاہ فلک جاہ ملک دستکار کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت اس قطب آفتاب ضمیر کی بے نظیر نظروں میں معزز ہوا۔ اور چار ترکی کلاہ عنایت ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ ؛

اسی روز مقررہ نمازوں، چاشت کی نماز شام کی نماز کے بعد چھ رکعتوں اور ایام بیض کے روزوں کو لازم جانا۔

زبان مبارک سے فرمایا کہ توبہ کرنے والا متقی یعنی پرہیزگار کے برابر ہوتا ہے۔ متقی تو وہ ہے جس سے عمر بھر میں کوئی گناہ ظاہر نہ ہو۔ یا اس نے ساری عمر شراب نہ پی ہو لیکن توبہ کرنے والا وہ ہے جس نے گناہ کیا ہو۔ اور پھر اس نے توبہ کر لی ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس حدیث کے مطابق دونوں برابر ہیں۔ حدیث۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے شخص کی طرح ہے۔ جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

پھر فرمایا جس نے گناہ اور نافرمانیاں کی ہوں اور نافرمانیوں سے حظ اٹھایا ہو۔ جب وہ توبہ کر کے طاعت کرے گا۔ تو اس کو طاعت میں بھی حظ آئے گا۔ ممکن ہے کہ طاعت کی راحت کا ایک ذرہ اس کی نافرمانیوں کے سارے کھلیان کو جلا دے۔

تھوڑی دیر بعد اس کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ مردانِ خدا اپنے تئیں چھپا کر رکھتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ انہیں ظاہر کرتا ہے۔ فرمایا کہ خواجہ ابوالحسن نوری نور اللہ مضجعہٗ مناجات میں عرض کیا کرتے تھے کہ الٰھی استرنی فی بلادك بین عبادك۔ اے پروردگار! مجھے اپنے شہر میں اپنے بندوں کے مابین پوشیدہ رکھ۔ غیب سے آواز آئی۔ یا ابا الحسن الحق لا یستره شیءٌ۔ یعنی اے ابوالحسن! حق کو کوئی چیز نہیں چھپا سکتی۔ اور حق کبھی پوشیدہ نہیں رہتا۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ناگور کے علاقے میں حمید الدین نام ایک بزرگ تھے۔ ان سے سوال کیا گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض مشائخ جب تک زندہ رہتے ہیں، تب تک تو مشہور رہتے ہیں۔ لیکن مرنے کے بعد ان کا کوئی نام نہیں لیتا۔ اور بعض وفات کے بعد مشہور ہو جاتے ہیں

فرمایا۔ جو زندگی میں اپنی شہرت کی کوشش کرتے ہیں۔ وفات کے بعد ان کا نام ونشان مٹ جاتا ہے اور جو زندگی کی حالت میں اپنے تئیں پوشیدہ رکھتے ہیں۔ وفات کے بعد مشہور ہو جاتے ہیں۔

پھر تھوڑی دیر بعد مشائخ کبار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ ان کا مرتبہ ابدال سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک شخص شیخ عبدالقادر گیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کی خانقاہ پر آیا۔ تو دروازے پر ایک شخص کو پڑے ہوئے پایا۔ جو خستہ حال اور ٹوٹے ہوئے پاؤں والا تھا۔ اس شخص نے شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ اور دعا کی درخواست کی۔ فرمایا۔ اس نے بے ادبی کی ہے! پوچھا۔ کونسی بے ادبی؟ فرمایا کہ وہ ابدال میں سے ہے۔ فرمایا۔ کل ایک یہ اور دو اس کے ہمراہی ہوا میں اڑتے جا رہے تھے۔ جب ہماری خانقاہ کے برابر آئے۔ تو اس کا ایک یار خانقاہ سے منحرف ہو گیا۔ اور ادب کی وجہ سے بائیں طرف ہو کر گزر گیا۔ دوسرا دائیں طرف سے۔ مگر یہ بے ادبی کر کے اوپر سے گزرا جس کی وجہ سے یہ گر پڑا۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ عید کی رات اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے۔ اور مردان غیب سے چار آدمی حاضر خدمت تھے۔ ان میں سے ایک کو مخاطب کر کے پوچھا۔ کہ تم صبح عید کی نماز کہاں ادا کرو گے۔ اس نے کہا۔ مکہ مبارک میں۔ بعد ازاں دوسرے سے پوچھا اس نے کہا۔ مدینہ معظم میں۔ تیسرے سے پوچھا۔ اس نے کہا بیت المقدس مطہر میں۔ چوتھے سے پوچھا۔ اس نے کہا کہ بغداد ہی میں خواجہ صاحب کی خدمت میں۔ چوتھے کے بارے میں آپ نے فرمایا۔ انت ازھدھم واعلمھم وافضلھم تو ان سب سے بڑھ کر زاہد، عالم اور افضل ہے۔

پھر تھوڑی دیر کے لئے تزکیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ مرد کا کمال چار چیزوں سے ہوتا ہے۔ کم کھانا۔ کم بولنا۔ لوگوں سے کم میل جول کرنا۔ اور کم سونا۔

پھر وجد اور اجتہاد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو اس بارے میں یہ دو شعر پڑھے۔

گرچہ ایزد دہد ہدایت دیں　　بندہ را اجتہاد باید کرد
نامہ کاں را بخشش خواہی خواند　　ہم ازیں جا سواد باید کرد

مختلف مسائل میں

جمعہ کے روز آٹھویں ماہ شعبان ۶۵۵ھ ہجری کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا میرا غلام ملیح نام تھا۔ اسے میں نے خواجہ صاحب کے روبرو واردات کے سلسلے میں آزاد کیا۔ اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ اسی وقت اس غلام نے جناب کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور بیعت سے مشرف ہوا۔ اس اثناء میں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اس راہ میں خواجگی اور غلامی کی کوئی تمیز نہیں۔ جو عالم محبت میں راست آتا ہے۔ اسی کا کام بن جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ غزنی میں ایک پیر کا ایک غلام زیرک تھا۔ وہ غلام نہایت صادق اور صالح تھا۔ جب اس پیر کا آخری وقت نزدیک آ پہنچا۔ تو مریدوں سے پوچھا کہ میرا قائمقام کون ہوگا؟ سب نے کہا۔ زیرک۔ اس پیر کے چار لڑکے تھے۔ اختیار، اجلد، احبا اور احلا۔ زیرک نے عرض کیا کہ اے خواجہ! مجھے آپ کے فرزند آپ کا قائمقام نہیں ہونے دیں گے۔ انہیں ضرور مجھ سے دشمنی ہو جائیگی پیر نے کہا۔ تو اطمینان سے بیٹھ۔ اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں گے۔ تو میں ان کی شرارت تجھ سے رفع کر دوں گا۔ الغرض جب پیر کا وصال ہو گیا۔ تو زیرک اس کا قائمقام ہوا پیر کے لڑکوں نے جھگڑا شروع کیا۔ تو ہمارے باپ کا غلام ہو کر ہمارا قائمقام بنتا ہے۔ جب معاملہ حد سے گزر گیا۔ تو زیرک پیر کے روضہ پر آیا۔ اور کہا۔ اے خواجہ! آپ نے کہا تھا کہ اگر میرے لڑکے تجھ سے جھگڑا کریں گے۔ تو میں ان کا شر تجھ سے رفع کر دوں گا۔ اب وہ میرے ایذا کے درپے ہیں سو آپ کو اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیئے۔ یہ کہہ کر اپنے مقام پر واپس آ گیا۔

انہیں دنوں کافر غزنی پر حملہ آور ہوئے۔ لوگ لڑائی کے لئے باہر نکلے۔ وہ چاروں لڑکے بھی لڑائی میں شامل تھے۔ سو چاروں مارے گئے۔ اور وہ مقام بلا روک ٹوک زیرک کو ہی ملا۔ ملیح مذکور کو مرید کرنے کے بعد دوگانہ نماز کے لئے فرمایا۔ آنجناب سے پوچھا کہ اس دوگانے کی نیت کیسے کرنی چاہیئے؟ عرض کی نفی ماسوائے اللہ کے لئے۔

عام لوگوں میں خاص کا ہونا

پندرھویں ماہ شعبان سنہ مذکور کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک جوالق آ کر تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اسی وجہ سے ایسے لوگوں کو شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا

کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تھا لیکن شیخ الاسلام فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہر قسم کے درویش وغیرہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ عام لوگوں ہی میں خاص بھی ہوا کرتے ہیں۔ اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ شیخ بہاؤالدین زکریا بہت سیر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جوالقیوں کے ایک گروہ کے پاس جا نکلے۔ ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ وہاں پر نور جمع ہو گیا۔ جب اچھی طرح غور کیا۔ تو معلوم ہوا کہ انہیں میں سے ایک سے نور نکل رہا ہے۔ اس کے پاس جا کر آہستہ سے پوچھا کہ ان لوگوں میں تو کیا کرتا ہے؟ جواب دیا۔ اس واسطے کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ عام لوگوں میں خاص بھی ہوا کرتے ہیں۔ پھر اسی بارے میں ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ نے ایک گروہ میں اسی بابت پوچھا۔ ایک کو دیکھا۔ جو دو رکعت میں قرآن شریف ختم کرتا تھا وہ بزرگ حیران رہ گیا۔ اور دل میں کہا کہ اس مسکن میں کر یہ مرور رہتا ہے۔ اس قسم کی عبادت واقعی تعجب کے قابل ہے۔ اس کام میں کس طرح مستقیم رہ سکتے ہیں۔ الغرض جب ان سے آگے چلا گیا۔ تو پھر دس سال بعد انہیں لوگوں کے پاس آیا۔ تو پھر اس شخص کو ویسا ہی پایا۔ تو پھر کہا کہ اب مجھے حقیقتاً معلوم ہو گیا ہے کہ عام لوگوں میں خاص بھی ہوا کرتے ہیں۔

ایامِ بیض کے روزوں اور نوافل اوابین کے بارہ میں

جمعہ کے روز بائیسویں ماہ شعبان سنہ مذکور کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ عشاء کے مابین جو چھ رکعت کے لئے کہا ہوا ہے۔ ادا کرتا ہے؟ عرض کی جناب کرتا ہوں۔ بعد ازاں ایامِ بیض کے روزوں کی بابت پوچھا۔ کہ روزے رکھتا ہے؟ عرض کی جناب رکھتا ہوں۔ پھر چاشت کی نماز کی بابت پوچھا۔ عرض کی۔ ادا کرتا ہوں۔ بعد چار رکعت صلوٰۃ السعادت کی بابت فرمایا۔ اس روز سعادت پر اور سعادت ختم ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ ؛

جمعہ کے روز پانچویں ماہ رمضان المبارک سنہ مذکور کو نماز سے پہلے قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نماز سے پہلے برخلاف قاعدہ آنے کی کیا وجہ تھی۔ عرض کی کہ تراویح کی نماز مولانا ظہیرالدین حافظ سلمہ اللہ تعالیٰ پڑھایا کرتے تھے۔ وہ ہر روز تین سیپارے ختم کرتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ متواتر دس راتیں ان کے پیچھے نماز تراویح ادا کروں تاکہ قرآن مجید کے ختم کا ثواب ملے۔ اگر اجازت ہو۔ تو جمعہ کی نماز کے بعد واپس آؤں۔ تاکہ تراویح ادا کی جاوے۔

فرمایا بہتر۔
بعد ازاں اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک رات شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین کو مخاطب کر کے پوچھا کیا تم میں سے کوئی ہے۔ جو آج دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرے۔ حاضرین میں سے کوئی متکفل نہ ہوا۔ تو خود امام بن کر پہلی رکعت میں ایک ختم اور چار سیپارے اور پڑھے۔ اور دوسری میں سورۃ اخلاص پڑھ کر نماز ختم کی۔
پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ شیخ بہاؤالدین زکریا فرمایا کرتے تھے کہ ورد اور نماز وغیرہ جو کچھ میں نے سنا کیا۔ لیکن ایک چیز مجھ سے نہ ہو سکی۔ وہ یہ کہ میں نے سنا کہ ایک بزرگ صبح سے لے کر سورج نکلنے تک قرآن مجید ختم کرتا تھا۔ بہتیرا زور مارا۔ لیکن مجھ سے نہ ہو سکا۔
اسی موقعہ کے مناسب ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کعبہ مبارک کا طواف کر رہے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا اور اس کے پیچھے پیچھے طواف کرنا شروع کیا جہاں پر وہ قدم رکھتا۔ وہیں آپ قدم رکھتے۔ اس مرد کو یہ بات معلوم ہو گئی۔ کہا۔ ظاہری متابعت کیا کرتا ہے۔ اگر کرنی ہے۔ تو باطنی کر۔ قاضی صاحب نے پوچھا۔ آپ کیا کرتے ہیں؟ کہا میں ہر روز سات سو مرتبہ قرآن مجید ختم کرتا ہوں۔ قاضی صاحبؒ نہایت متعجب ہوئے۔ اور خیال کیا کہ شاید قرآن کے معانی اس کے دل پر گزرتے ہوں گے۔ اور خیال میں پڑھتا ہو گا۔ اس مرد نے مڑ کر دیکھا اور کہا۔ لفظاً نہ کہ خیالاً۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم فرمائی تو امیر علاءالدین سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کا ایک خاص مرید تھا۔ سوال کیا۔ کہ شاید یہ کرامت ہے۔ فرمایا۔ ہاں! جو بات عقل میں نہیں آ سکتی وہ کرامت ہی میں ہوتی ہے۔
پھر اطاعت مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کی بابت جو کچھ مجھے پہنچا۔ وہ سب میں نے کیا۔ یہاں تک مجھے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معکوس نماز ادا کی۔ میں نے بھی جا کر اپنے پاؤں رسی سے باندھے اور سرنگوں ایک کنوئیں میں لٹک گیا اور اسی طرح نماز ادا کی۔ جب یہ حکایت ختم کی۔ تو میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو شخص کسی مرتبے

پر پہنچا ہے۔ وہ حسن عمل سے پہنچا ہے۔ فضلِ الٰہی تو ہوتا ہے۔ لیکن اپنی طرف کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔

ترک اور تجرید کے بارے میں

جمعہ کے روز پانچویں ماہ شوال سنہ مذکور کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت ترک تجرید کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ ایک درویش نہایت مفلس اور مسکین مارے بھوک کے پیٹ پکڑ کر راہ چل رہا تھا۔ خواجہ محمد پڑہ نے جو میرا یار ہے۔ اس نے ایک دانگ اس کے سامنے رکھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے آج بھوسی پیٹ بھر کر کھائی ہے۔ کھانے کی طرف سے بے پرواہ ہوں۔ آج مجھے اس دانگ کی کوئی ضرورت نہیں۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس کے صبر کی وقعت کے بارے میں تعجب کیا۔ اور فرمایا کہ واہ کیا ہی قناعت قوت اور صبر ہے۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا۔ قناعت اور غیر حق سے طمع نہ کرنے کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ شیخ علی نام اپنا خرقہ سی رہا تھا۔ پاؤں دراز کئے ہوئے تھے۔ اور ان پر خرقہ ڈال کر بخیہ کر رہا تھا اسی اثنا میں اسے کہا گیا کہ خلیفہ وقت آرہا ہے۔ اس نے ذرا پرواہ نہ کی۔ اور اسی طرح بیٹھا رہا۔ اور کہا۔ آنے دو! خلیفہ نے آکر سلام کیا۔ اور بیٹھ گیا۔ شیخ نے سلام کا جواب کہا۔ مگر دربان نے جو خلیفہ کے ہمراہ تھا۔ درویش کو کہا کہ پاؤں سمیٹ لو۔ شیخ نے اس بات کی ذرا پرواہ نہ کی۔ چنانچہ دو تین مرتبہ دربان نے کہا۔ غرض۔ جب خلیفہ واپس جانے لگا۔ تو شیخ نے ایک ہاتھ دربان کا اور ایک خلیفہ کا پکڑ کر کہا کہ میں نے اپنے ہاتھ سمیٹ لئے ہیں۔ اس لئے جائز ہے۔ اگر میں پاؤں نہ سمیٹوں۔ یعنی مجھے تم سے کسی قسم کی طمع نہیں۔ اور نہ میں کچھ لیتا ہوں چونکہ میں نے اپنے ہاتھ سمیٹ لئے ہیں۔ اس لئے اگر میں پاؤں نہ سمیٹوں۔ تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

پھر سلوک سے اصول کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ایک شخص خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا۔ اور مرید ہو کر خواجہ صاحبؒ کے حکم کا منتظر تھا۔ کہ اب مجھے نماز یا ورد بتلاتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے صرف یہ کہا۔ کہ جو بات اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ اوروں کے لئے بھی پسند نہ کر۔ اور اپنے لئے اسی بات کی خواہش کر جس کی اوروں کے لئے خواہش کرتا

ہے۔ مدت بعد جب وہ شخص پھر حاضر خدمت ہوا۔ تو عرض کی۔ کہ میں فلاں روز آپ کا مرید ہوا تھا۔ اور منتظر ہوا کہ آپ مجھے نماز یا ورد کی بابت فرمائیں گے۔ لیکن آپ نے کچھ نہ بتایا۔ اب بھی میں اسی بات کا منتظر ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اس روز میں نے کہا تھا کہ جو بات اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ وہ دوسروں کے لئے بھی نہ کر۔ اور اپنے لئے اسی بات کی خواہش کر جس کی اوروں کے لئے کرتا ہے۔ چونکہ تو نے پہلا سبق یاد نہیں کیا۔ اب میں دوسرا سبق کس طرح سکھلاؤں؟

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک پارسا بزرگ بارہا کہا کرتا تھا کہ نماز۔ روزہ۔ ورد اور وظیفہ تو بمنزلہ مصالح ہے۔ دیگ میں اصلی چیز تو گوشت ہے۔ جب گوشت ہی نہ ہوگا۔ تو مصالح کس کام؟ پوچھا گیا کہ آپ یہ بارہا فرماتے ہیں لیکن اس کی تشریح نہیں فرماتے۔ فرمایا گوشت دنیا کا ترک کرنا ہے۔ اور نماز، روزہ، ورد اور تسبیح سب کچھ مصالح ہے۔ مرد کو چاہیئے کہ تارک الدنیا ہو۔ اور کسی سے تعلق نہ رکھے۔ خواہ اس میں نماز روزہ وغیرہ پایا جاتا ہو۔ یا نہ۔ کچھ ڈر نہیں۔ لیکن جب دل میں دنیا کی دوستی ہوگی۔ تو ورد وظیفے وغیرہ فائدہ نہ دیں گے۔ بعد ازاں خواجہ صاحبؒ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر گھی، مرچ مصالح دیگ وغیرہ میں ڈالا جائے۔ اور صرف پانی ڈال کر شوربہ پکایا جائے۔ تو اسے شوربائے زور یعنی چھوٹا شوربہ کہتے ہیں۔ اصلی شوربہ وہی ہوتا ہے۔ جو گوشت سے تیار کیا جائے۔ خواہ اس میں مصالح ہو یا نہ ہو۔

ترکِ دنیا

بعد ازاں ترک دنیا کی دوستی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ دنیا کی ترک سے یہ مراد نہیں۔ کہ انسان اپنے تئیں ننگا رکھے۔ اور لنگوٹا باندھ کر بیٹھ جائے۔ بلکہ دنیا کی ترک اس بات کا نام ہے۔ کہ لباس بھی پہنے اور کھائے بھی لیکن جو کچھ اسے ملے۔ اس کی طرف راغب نہ ہو۔ اور نہ اس سے دل لگائے۔

تصوف کے آداب میں

جمعہ کے روز انتیسویں ماہ شوال سنہ مذکور کو نماز کے بعد پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس وقت تصوف کے آداب، مشائخ کے ارشادات اور ان کے حالات و اصطلاحات کے بارے

میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ جمال الدین بسطامی شیخ الاسلام حضرت
دمنؒ آل صفہ کی رسموں اور ان کے آداب اچھی طرح جانتے تھے۔ یہاں تک کہ جس لوٹے
کو آپ استعمال کرتے۔ اس کے چار کونے تھے یعنی چار مقام سے اسے پکڑ سکتے تھے
وہاں پر ایک بزرگ تھا۔ اس نے کہا۔ اس لوٹے کو لقمانی لوٹا کہتے ہیں۔ شیخ جمال الدین
بسطامی علیہ الرحمۃ نے پوچھا۔ کیسے؟ کہا۔ اسے ایک بزرگ شیخ لقمان خرخسی نام تھا۔
اس کے مناقب بے شمار ہیں۔ ایک مرتبہ اس سے جمعہ کی نماز یا کوئی اور شرعی کام فوت ہو
گیا۔ تو اس شہر کے تمام امام اس کا محاسبہ لینے کے لئے باہر آئے۔ اسے کہا گیا کہ شہر
کے امام تجھ سے بحث کرنے کے لئے آئے ہیں شیخ نے پوچھا سوار آرہے ہیں۔
یا پیدل؟ کہا سوار۔ اس وقت شیخ صاحب دیوار کے اوپر بیٹھے تھے۔ دیوار کو کہا۔
اللہ تعالیٰ کے حکم سے چل دے۔ دیوار فوراً روانہ ہوئی۔ مقصود یہ کہ ایک مرتبہ شیخ لقمان
نے مرید سے پانی کا لوٹا مانگا۔ اس نے لا دیا۔ لیکن پکڑنے کے لئے اس میں کوئی مقام
نہ تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ کوزہ ایسا ہونا چاہیئے جس میں پکڑنے کی جگہ ہو۔ مرید نے
ایک گوشہ کوزہ تیار کیا۔ اور پکڑ کر شیخ صاحب کو دیا۔ فرمایا۔ یہ تو تو نے پکڑا ہے۔ میں
کہاں سے پکڑوں؟ مرید دو گوشہ کوزہ تیار کر کے لایا۔ ایک گوشہ اپنے ہاتھ میں رکھا۔
اور دوسرا شیخ صاحب کی طرف کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ دونوں تو تیرے
پکڑنے کے لئے ہیں۔ میں کہاں سے پکڑوں؟ جاؤ۔ سہ گوشہ بنا کر لاؤ۔ مرید نے سہ گوشہ بنایا۔
دو گوشے اپنے ہاتھ سے پکڑ لئے۔ اور تیسرا اپنے سینے کی طرف رکھا۔ شیخ صاحبؒ نے
مسکرا کر فرمایا کہ چار گوشہ بنا کر لاؤ۔ چار گوشہ بنا کر لایا۔ اس واسطے اس قسم کے کوزے کو
لقمانی کوزہ کہتے ہیں۔

حضور امام کے بارے میں

جمعہ کے روز چھبیسویں ماہ شوال سنہ مذکور کو نماز کے بعد پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت
نماز اور امام اور مقتدیوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ حضور کا شروع یہ
ہے کہ نمازی جو کچھ پڑھے۔ دل میں اس کے معنوں کا خیال کرے۔ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ

بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید حسن افغان تھا جو صاحب ولایت اور نہایت بزرگ تھا۔ چنانچہ شیخ بہاؤالدین فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کو مجھ سے پوچھا جائے گا کہ ہماری بارگاہ میں کیا لایا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ حسن افغان کو لایا ہوں۔ ایک دفعہ یہی حسن افغان گلی میں سے گزر کر مسجد گیا۔ مؤذن نے اذان کہہ کر تکبیر کہی۔ اور امام بنا۔ لوگ مقتدی بنے۔ خواجہ حسن نے بھی اقتدار کیا۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہو کر واپس چلے گئے۔ تو آہستہ سے امام سے پوچھا کہ جب تو نے نماز شروع کی۔ تو میں تیرے ساتھ تھا۔ تو یہاں سے دہلی پہنچا۔ اور غلام خریدے اور واپس آیا۔ میں تیرے پیچھے پیچھے مارا مارا پھرا ہوں۔ اور پھر ان غلاموں کو خراسان لے گیا۔ آخر تم ہی کہو کہ نماز اسی کو کہتے ہیں؟

بعد ازاں اس کی بزرگی کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں ایک مسجد بنائی۔ خواجہ حسن وہاں پہنچے۔ تو اہلِ عمارت کو کہا کہ محراب اس سمت رکھو! کیونکہ قبلہ اس طرف ہے۔ وہاں پر ایک دانشمند تھا۔ اس سے اس بارے میں جھگڑا ہو پڑا۔ اس نے کہا، قبلہ اور طرف ہے۔ آخر دیر کے جھگڑنے کے بعد خواجہ حسن نے فرمایا۔ اچھا جس طرف میں کہتا ہوں ادھر ذرا نگاہ تو کرو۔ اس دانشمند نے غور سے نظر کی۔ تو کعبہ دکھایا۔ بعد ازاں اس کے احوال کی نسبت فرمایا کہ وہ بالکل ان پڑھ تھا۔ لوگ اگر تختی یا کاغذ اس کے سامنے رکھتے۔ جن پر کچھ نثر، کچھ نظم، کچھ عربی اور کچھ فارسی میں لکھی ہوتی۔ اور ان سطروں میں ایک سطر قرآن شریف کی لکھتے۔ اور اس سے پوچھتے کہ ان سطروں میں قرآن شریف کی سطر کونسی ہے؟ تو وہ بتا دیا کرتا۔ پوچھتے کہ تو نے قرآن شریف تو پڑھا نہیں۔ پھر کس طرح تمیز کر لیتے ہو؟ کہتا ہے کہ اس سطر میں مجھے وہی نور دکھائی دیتا ہے۔ جو اور سطروں میں نہیں پایا جاتا۔

پھر نماز میں استغراق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرد خواجہ کریم نام سے پہلے دہلی میں حال نویس تھا۔ اور آخر تارک الدنیا ہو کر واصل بنا۔ وہ بارہا کہا کرتا تھا کہ جب تک میری قبر دہلی میں ہے۔ کوئی کافر اس پر

غالب نہیں آسے گا۔

دراستغراق نماز اس کی نماز کے حضور کی بابت فرمایا۔ ایک روز درواعکمل کے پاس شام کی نماز میں مشغول تھا۔ ان دنوں میواتیوں کی دھوم تھی۔ کوئی شخص بے وقت اس دروازے کے ارد گرد نہ بھٹکتا۔ خواجہ صاحب نماز میں مشغول تھے۔ آپ کے یار دروازے پر کھڑے آوازیں دے رہے تھے کہ جلدی شہر میں چلے آؤ۔ درباقوں نے بھی غلبہ کیا۔ الغرض جب خواجہ صاحب نے نماز ادا کی۔ اور وہاں سے واپس آئے۔ تو آپ سے پوچھا کیا کہ کوئی آواز بھی سنی تھی؟ فرمایا۔ نہیں۔ کہا بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ ہم نے اتنا شور مچایا۔ اور آپ نے سنا تک نہیں۔ فرمایا تعجب تو اس پر ہے۔ جو نماز میں مشغول ہو اور کسی کا شور سنے

بعد ازاں فرمایا کہ جب سے خواجہ کریم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر عمر بھر درم و دینار کو ہاتھ نہ لگایا۔

ترک دنیا بعد ازاں خواجہ صاحب نے ترک دنیا اور اس کی لذتوں کے بارے میں فرمایا کہ ہمت بلند رکھنی چاہیئے۔ اور دنیا کی آلائشوں میں نہیں پھنسنا چاہیئے حرص و شہوت چھوڑ دینی چاہیئے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

یک لحظہ ز شہوت کہ دلی بر خیزد　　تا بنشیند ہزار شاہد در پیش

پانچویں ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ پوچھا۔ مقرر توجہ کا دن تھا۔ آج کیسے آنا ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ سعادت نے آج ہی رخ دکھلایا جس وقت سعادت ہوتی ہے۔ یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔ فرمایا۔ بہتر ہے جو نصیب سے ہوتا ہے۔ اچھا ہوتا ہے۔

اثر صحبت کے بارے میں بعد ازاں صحبت کے اثر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ صحبت کا بڑا بھاری اثر پڑتا ہے۔ بعد ازاں ترک دنیا کے بارے میں غلو کرتے ہوئے فرمایا کہ جب کسی ادنےٰ چیز کو چھوڑا جاتا ہے تو ایک شریف چیز ضرور ملتی ہے۔

نفلی روزوں میں طعام

منگل کے روز دسویں ماہ ذیقعد سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا وجیہ الدین پائلی، مولانا حسام الدین حاجی۔ اس کے یار مولانا تاج الدین، مولانا جمال الدین اور دیگر اصحاب حاضر خدمت تھے۔ کھانا لایا گیا۔ فرمایا۔ جو روزہ دار نہیں۔ وہ کھائے۔ ان میں سے بہت سے ایام بیض کی وجہ سے روزے سے نہ تھے۔ انہیں کھانا دیا گیا۔

پھر فرمایا کہ جب عزیز آئیں تو انہیں کھانا لا دینا چاہیئے۔ اور کسی سے یہ نہیں پوچھنا چاہیئے کہ تو روزے سے ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر روزے سے نہیں ہوگا تو خود کھائے گا۔ نہ پوچھنے میں یہ حکمت ہے کہ اگر وہ کہے۔ تو ریا پایا جاتا ہے۔ اگر روزے سے ہے۔ صادق اور مطیع ہے۔ تو کہے گا کہ ہاں روزے سے ہوں۔ اس وقت اس کی اطاعت اعلانیہ دفتر میں لکھی جائے گی۔ اگر کہے کہ میں روزے سے نہیں۔ جھوٹ بولتا ہے۔ تو سائل کی تحقیر پائی جاتی ہے۔

ہفتے کے روز اکیسویں ماہ مذکور سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا نیک مردوں کے قدموں کی برکت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ جو مقام مروّج ہے۔ وہ بزرگوں کے یمن قدم سے ہے۔ جیسا کہ جامع مسجد دہلی۔ بعد ازاں فرمایا کہ جب کسی مقام میں بزرگوں کا قدم پڑتا ہے۔ وہ آرام دہ ہو جاتا ہے۔ اسی اثناء میں فرمایا کہ میں نے محمود کبیر سے سنا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ میں نے ایک صبح ایک بزرگ کو دیکھا کہ جامع مسجد کے ملتی کنگروں پر جو محراب کے طاق پر ہیں۔ چڑھتا جاتا تھا۔ اس قدر جلدی جیسے پرند۔ میں دور سے دیکھ رہا تھا۔ جب صبح ہوئی۔ تو کنگرے سے اترا۔ میں نے آگے جا کر سلام کیا۔ کہا۔ دیکھا تھا۔ میں نے کہا۔ ہاں! کہا کسی سے نہ کہنا۔ اسی اثناء میں عرض کیا کہ بہت سے بزرگ اپنے احوال کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا۔ اگر بھید ظاہر کریں۔ تو محروم رہ جائیں۔ اور بھید کے لائق نہ رہیں۔ جب کسی سے راز کہا جائے۔ اور وہ دوسرے کے پاس ظاہر کر دے۔ تو اس سے اور کوئی بھید نہیں کہنا چاہیئے۔ میں نے عرض کی۔ کیا بات ہے کہ خواجہ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ بار ہا ایسی باتیں فرمایا

کرتے تھے۔ فرمایا۔ اس وقت اولیاء شوق کے غلبات میں آتے ہیں۔ اور سکر کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں لیکن جو کامل ہیں۔ ان سے کسی قسم کا بھید ظاہر نہیں ہونے پایا۔ بعد ازاں یہ مصرعہ پڑھا۔

مصرع

مردان ہزار دریا خوردند و تشنہ رفتند

بعد ازاں فرمایا کہ حوصلہ وسیع ہونا چاہیئے۔ جو اسرار کے قابل ہو سکے۔ اس بات والے سب اہل صحو ہوتے ہیں۔ بندے نے پوچھا کہ آیا اصحاب سکر کا مرتبہ اعلیٰ ہے۔ یا اصحاب صحو کا؟ فرمایا اصحاب صحو کا۔

قبولِ دعاء بدھ کے روز چودھویں ماہ ذوالحجہ سنہ مذکور کو پابوسی کی دولت حاصل ہوئی۔ دعاء کے قبول کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو طاعت یا ورد کسی صاحب نعمت کی زبادتی قبول کیا جائے۔ اس کے ادا کرنے میں راحت ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ چند ورد ہیں۔ جو میں نے اپنے اوپر لازم کر دیئے ہیں۔ اور چند اوراد مجھے اپنے پیر سے ملے ہیں۔ دونوں وردوں کے ادا کرتے وقت جو راحت حاصل ہوتی ہے ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بعد ازاں ترک اختیار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ یعنی اختیار سے کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ دوسرے کا محکوم ہونا اپنا خود حاکم بننے کی نسبت بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر جمعہ کے روز کے لئے خانقاہ سے نکلے۔ تو مریدوں کو پوچھا کہ جامع مسجد کی راہ کونسی ہے؟ اور وہاں کس طرح جانا چاہیئے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ یہ راستہ ہے! آپ سے پوچھا کہ اتنی مرتبہ جمعہ کی نماز کے لئے گئے ہیں۔ اور راستہ معلوم نہیں۔ فرمایا۔ جانتا تو ہوں۔ لیکن اس واسطے پوچھا ہے۔ تاکہ میں کسی کا محکوم ہو جاؤں۔ بعد ازاں

ترکِ وطن اور محبتِ محل کی بابت وعظ و نصیحت فرمائی۔ اور یہ شعر پڑھے ؎

دشت و کہسار گیرہ ہمچو وحوش　　خانماں را بجاں بگیر بہ و موش
قوتِ عیسیٰ ہمچو از آسماں سازند　　ہمچو بداں جاشِ خانہ بردارند
خانہ را اگر برائے قوتش کنند　　مور و زنبور و عنکبوت کنند ہا

طاعت کے بارے میں

اتوار کے روز تیسری ماہ محرم سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ طاعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ طاعت لازمی اور متعدی ہے۔ لازمی وہ ہے جس کا نفع صرف کرنے والے کی ذات کو پہنچے۔ اور یہ نماز۔ روزہ۔ حج۔ ورد اور تسبیح ہے۔ متعدی وہ ہے جس سے اوروں کو فائدہ پہنچے۔ اتفاق شفقت، غیر کے حق میں مہربانی کرنا وغیرہ اسے متعدی کہتے ہیں۔ اس کا ثواب بے شمار ہے سلازمی طاعت میں اخلاق کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ قبول ہو لیکن متعدی طاعت خواہ کس طرح کی جائے۔ ثواب مل جاتا ہے۔ واللہ الموافق۔

ولایت کے بارے میں

جمعرات کے روز ساتویں ماہ مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس وقت ولایت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ شیخ میں وِلایت اور وَلایت دونوں ہوتی ہیں۔ ولایت تو یہ ہے کہ مریدوں کو خدا رسیدہ کرے۔ اور طریقت کے ادب سکھلائے۔ اور جو کچھ اس کے اور خلقت کے مابین ہے۔ اسے وِلایت کہتے ہیں لیکن جو اس کے اور مولا کے مابین ہے۔ وہ وَلایت ہے۔ اور وہ خاص محبت ہے۔ اور جب شیخ دنیا سے انتقال کر جائے۔ تو وَلایت اپنے ساتھ لے جائے۔ اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بزرگ نے اپنے مرید کو کسی اور بزرگ کے پاس بھیجا۔ اور پوچھا کہ اس رات جہان میں کیا گزرا۔ کہلا بھیجا کہ گزشتہ رات شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز مہینہ میں انتقال فرما گئے ہیں۔ پھر اس بزرگ نے پچھوا بھیجا کہ اس رات وَلایت کسے دی گئی ہے۔ کہا۔ اس کی مجھے خبر نہیں۔ جو کچھ مجھے معلوم ہوا۔ اس کی اطلاع دے دی ہے۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ ولایت شمس العارفین علیہ الرحمۃ کو دی

گئی ہے۔ وہ شمس العارفین کے دروازے پر آئے۔ تو انہوں نے گفتگو کرنے سے پہلے ہی کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے کئی شمس العارفین ہیں معلوم نہیں کس شمس العارفین کو ولایت دی گئی ہے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب وہ مدرس کے پاس تحصیل علم کے لئے گئے۔ تو مدرس نے پوچھا کہ نجیب الدین متوکل آپ ہی ہیں۔ جواب دیا میں نجیب الدین متاہل ہوں متوکل کون ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں مدرس نے فرمایا۔ کیا تم شیخ الاسلام فریدالدین کے بھائی ہو؟ کہا۔ ہاں ظاہری تو ہوں لیکن معلوم نہیں۔ باطنی بھی ہوں یا نہیں۔

پھر تھوڑی دیر اصحاب نعمت کی بخشش کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو اصحاب خدمت کے حق کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک خواجہ صاحب نعمت اور جوانمرد بھی تھا۔ کبھی کبھی قاضی عین القضاۃ کے پاس خرچ بھیجا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب نے کسی دوسرے سے کوئی چیز اپنی غرض کے لئے مانگی۔ جب اس خواجہ نے سنا۔ تو ناراض ہوا۔ اور قاضی صاحب پر بھی ناراضگی ظاہر کی کہ آپ کسی اور سے کیوں مانگتے ہیں۔ اور یہ دولت کیوں اوروں کے نصیب کرتے ہیں؟ قاضی صاحب نے لکھا کہ مصلحت مریخ کے لئے چھوڑ۔ تاکہ دوسرے بھی یہ دولت حاصل کر سکیں۔ تو اس شخص کی طرح نہ بن۔ جو کہا کرتا تھا کہ اے پروردگار! تو مجھ پر رحم کر۔ اور اس وقت کسی اور پر رحم نہ کر۔ اور نہ ہی ان جیسوں میں سے ایک ہو جن میں سے ایک نے کہا ہے ؎

اے باغبان بیار در باغ باز کن　　چوں من درآیم وبت من دو فراز کن

ذکر یافتن شیخ عثمان سیوستانی کلاہ

اسی روز میرا مؤلف کتاب کا بھتیجا مرید ہوا۔ اسی روز اس کا بھائی شمس الدین مخلوق (سر منڈا) ہوا بنا۔ اسی روز شیخ جمال الدین کا بیٹا بھی مرید ہوا مولانا برہان الدین غریب سلمہ اللہ تعالیٰ از سر نو مخلوق ہوئے۔ اور شیخ عثمان سیوستانی علیہ الرحمۃ نے کلاہ کی درخواست کی۔ اور پائی۔ شمس الدین کو خرقہ ملا۔ وہ دن بہت ہی آرام کا دن تھا۔ اسی روز شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی کہ جب

وہ شیخ کی خدمت میں آتے تو سر جھکا لیتے۔ اس وقت صاحب فرماتے سے
بحقیقت چراغ کشتہ شود   چوں بروں رفت از سرش روغن

مردانِ غیب کے بارے میں

بدھ کے روز چھٹی ماہ جمادی الاول سنہ مذکور کو خضر آباد کے لشکر سے آ کر قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مردانِ غیب کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ جس کو عالی ہمت قابل اور صاحبِ طاعت و مجاہدہ دیکھتے ہیں سے جاتے ہیں۔ اسی اثنا میں زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک جوان نصیر نام بداؤں میں رہتا تھا اس سے میں نے سُنا۔ وہ کہتا تھا۔ کہ میرا باپ ایک واصل مرد تھا۔ ایک رات اسے آواز دی گئی۔ تو باہر گیا۔ اندر سے میں نے صرف سلام علیکم کی آواز سنی۔ اور یہ بھی سنا جو میرا باپ کہتا تھا۔ کہ میں فرزندوں اور اہل بیت کو وداع کر لوں۔ انہوں نے کہا۔ فرصت نہیں۔ بعد ازاں ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوا کہ وہ اشخاص اور میرا باپ کہاں گئے۔

اسی موقعہ پر شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپؒ نے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں ایک جوان قروِنی نام تھا۔ جس کے گھر میں مردانِ غیب اکٹھا ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ نماز کے وقت خلقت صف باندھ کر کھڑی ہوتی۔ اور ایک شخص امامت کراتا۔ اور قرآت بڑی اونچی آواز سے سُنائی دیتی۔ اور بھی سب کچھ لیکن کوئی آدمی دکھائی نہ دیتا۔ صرف قرونی انہیں دیکھ سکتا تھا۔ شیخ شہابؒ الدین فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہیں مردانِ غیب سے ایک نے قرونی کے ہاتھ ایک مُہرہ بھیجا۔ اور وہ میرے پاس ہے۔ اسی موقعہ پر ایک پر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص علی نام تھا۔ اس کے دروازے پر مردانِ غیب ہر دفعہ آیا کرتے تھے۔ السلام علیکم خواجہ علی! چند مرتبہ اس نے یہی آواز سنی۔ ایک دن وہ سب مل کر آئے۔ اور سلام علیک کہا۔ خواجہ نے کہا۔ مردو! تم سلام علیک ہی کہو گے۔ یا کبھی دکھائی بھی دو گے۔ اس کے بعد پھر اس نے آواز سنی۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ شاید خواجہ علی نے گستاخی کی۔ فرمایا۔ بے شک

خوش طبعی کی۔ تو اس دولت سے بھی محروم رہ گیا۔ بعد ازاں فرمایا کہ مردان غیب آواز دیا کرتے ہیں اور باتیں سناتے ہیں۔ اور بعد ازاں ملاقات کرتے ہیں۔ اور پھر بے جاتے ہیں۔ اس حکایت کے اخیر پر زبان مبارک سے فرمایا۔ وہ کونسا مقام اور راحت ہے۔ جہاں پر اس بندے کو نہیں لے جاتے۔

سلوک کے بارے میں

سوموار کے روز انیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ چلنے والا کمال کا امیدوار اور متلاشی ہوتا ہے۔ یعنی سالک جب تک سلوک میں ہے۔ کمالیت کا امیدوار ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک سالک ہوتا ہے اور ایک واقف اور ایک راجع۔

ذکر سالک، واقف و راجع

سالک وہ ہے۔ جو صرف راستہ چلے۔ واقف وہ ہے۔ جو وقفہ پڑھے۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ سالک کو بھی وقفہ پڑتا ہے۔ فرمایا۔ بے شک! جس وقت سالک سے طاعت میں کچھ فتور آ جاتا ہے۔ اور وہ طاعت کے ذوق سے رک جاتا ہے تو اسے وقفہ پڑتا ہے۔ اگر جلدی اس سے واقف ہو۔ تو توبہ کرے۔ تو پھر سالک بنتا ہے ورنہ اسی حالت میں رہتا ہے۔ اور اس بات کا بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اسے رجعت لاحق نہ ہو۔ اس کی راہ کی لغزش سات قسم کی ہوتی ہے۔ اعراض، حجاب، تفاصل، سلب مزید، تسلی اور عداوت۔ پھر ان سات قسموں کی تفصیل یوں فرمائی۔ کہ فرض کرو۔ دو دوست ہیں۔ جو آپس میں عاشق و معشوق ہیں۔ اور ایک دوسرے کی محبت میں مستغرق ہیں۔ اگر عاشق سے کوئی راحت یا روک ظاہر ہو۔ جو اس کے دوست کو ناپسند ہو۔ اور وہ اس سے منہ پھیرے۔ تو عاشق پر واجب ہے کہ فوراً معافی مانگ لے اگر ایسا کرے گا۔ تو اس کا دوست راضی ہو جائے گا۔ اور کدورت اور اعراض (روگردانی) جاتی رہے گی۔ لیکن اگر وہ محب اسی خطا پر اصرار کرے۔ اور معافی نہ مانگے۔ تو اعراض حجاب میں بدل جائے گا۔ اور معشوق رخ نہ دکھائے گا۔ اس موقعہ پر خواجہ صاحب نے

(حاشیہ: [illegible])

تمثیل کے لیے آستین مبارک اٹھا کر چہرہ مبارک پر کر لی۔ اور فرمایا کہ اس طرح حجاب کر لیگا اس وقت محب کو واجب ہے کہ عذر اور توبہ کرے۔ اگر نہ کرے گا۔ تو حجاب تفاضل (جدائی) میں بدل جائے گا۔ پس پہلے اعراض تھا جو معافی نہ مانگنے پر حجاب ہوا۔ اور پھر آہستہ آہستہ جدائی میں بدل گیا۔ اگر پھر بھی معافی نہ مانگے۔ تو سلب مزید ہو جاتا ہے یعنی طاعت اور اوراد وغیرہ کی لذت اس سے چھین لی جاتی ہے۔ اگر پھر بھی معافی نہ مانگے تو سلب مزید سلب قدیم میں بدل جاے گا یعنی سلب مزید سے پہلے جو طاعت اور راحت اس میں تھی وہ بھی لے لی جاتی ہے پس اگر پھر بھی توبہ نہ کرے۔ اور معافی نہ مانگے۔ تو پھر سلب قدیم تسلی میں بدل جاتا ہے یعنی پھر اس کے دل کو اس کی طرف سے اطمینان ہو جاتا ہے۔ اس کا کچھ خیال ہی نہیں کرتا۔ اگر پھر بھی معافی نہ مانگے۔ تو عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی محبت دشمنی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

کھانا کھلانے کی فضیلت میں

سوموار کے روز پچیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ کھانا کھلانے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ لوگوں کو کھانا کھلانا بڑی اچھی بات ہے۔ اسی اثناء میں فرمایا کہ خواجہ بزرگ شیخ زین الدین کے فرزند خواجہ علی تاتاری کافروں کی جنگ میں گرفتار ہوئے۔ اور چنگیز خاں کے پاس لائے گئے۔ اس خاندان کا ایک مرید وہاں پر تھا۔ جب خواجہ علی کو گرفتار دیکھا تو حیران رہ گیا۔ دل میں ان کی رہائی کی تدبیریں سوچنے لگا۔ کہ کس طرح چنگیز خاں کے روبرو ان کا ذکر کروں۔ اگر یہ کہوں کہ وہ بزرگ خاندان ہے۔ تو وہ نہیں مانے گا۔ اسے کیا معلوم۔ اگر ان کی اطاعت اور عبادت کا ذکر کروں۔ تو اس کا اثر بھی نہ ہوگا۔ آخر بہت سوچ بچار کے بعد چنگیز خاں کے پاس گیا۔ اور کہا کہ اس کا باپ بہت بزرگ مرد تھا۔ وہ لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ اس کو رہا کر دینا چاہیے۔ چنگیز خاں نے کہا کہ گھر کے لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ یا باہر کے لوگوں کو۔ کہا۔ گھر والوں کو تو ہر ایک کھلاتا ہے۔ انسان اسے سمجھو! جو دوسروں کو کھانا کھلائے۔ فوراً حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو۔ اور خلعت دے کر معافی مانگو بعد ازاں

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ کھانا کھلانا تمام مذاہب میں پسندیدہ ہے۔

خطرہ، عزیمت، فعل

بعد ازاں خطرہ، عزیمت اور فعل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ اوّل خطرہ ہے یعنی وہ چیز جو دل میں گزرے۔ اور بعد ازاں عزیمت ہے یعنی اسی اندیشے پر دل لگے۔ اور پھر فعل ہے۔ یعنی وہ ارادہ فعل میں بدلتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ عوام جب تک فعل نہ کریں۔ مواخذہ نہیں کیا جاتا لیکن خواص کو خطرے کی صورت میں ہی مواخذہ کر لیتے ہیں۔ اس واسطے ضروری ہے کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اس واسطے کہ خطرہ، عزیمت اور فعل سب اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈتا ہے بعد ازاں فرمایا کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو خیال میرے دل میں گزرا۔ اس کے فعل کی مجھے تہمت لگی۔ خواہ وہ فعل میں نے نہ ہی کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب ایک صادق درویش آپ کی خانقاہ میں آیا۔ تو آپؒ نے درویش کی حرمت کی۔ افطار کے وقت اپنی لڑکی کو فرمایا کہ اس کے واسطے پانی کا کوزہ لائے لڑکی نے نہایت ادب و عزت سے درویش کے سامنے پانی کا کوزہ رکھا۔ شیخ ابو سعید کو لڑکی کا ادب نہایت پسند آیا۔ دل میں خیال کیا کہ وہ کیسا ہی نیک بخت ہوگا جس کی یہ لڑکی منکوحہ بنے گی جب یہ خیال دل میں آیا۔ تو حسن مؤذن کو جو خانقاہ کا خادم تھا۔ بازار بھیجا۔ دریافت کرو کہ شہر میں کیا ہو رہا ہے۔ اس نے واپس آکر کہا کہ آج بازار میں ایسی بات سنی ہے جس کے سننے کی تاب کان نہیں لا سکتے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہو! عرض کی۔ زبان یارا نہیں دیتی۔ فرمایا۔ جو سنا ہے۔ کہہ دے۔ حسن نے کہا کہ بازار میں ایک آدمی دوسرے کو کہہ رہا تھا۔ کہ شیخ ابو سعید اپنی لڑکی کا نکاح کیا چاہتا ہے۔ شیخ صاحب ہنس پڑے۔ اور فرمایا کہ صرف دل میں یہ بات گزری تھی۔ تو مجھے مواخذہ کیا گیا ہے۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ تو میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے سب سے نیک آدمی تھے۔ فرمایا۔ بے شک۔ اور میری تعریف کی۔

پھر استقامت توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ اگر کوئی شخص شراب سے توبہ کرے۔ تو اس کے پہلے ساتھی ضرور اس کی مزاحمت کریں گے۔ اور ہر مرتبہ اس مقام میں جہاں شراب نوشی کے مزے اڑائے ہوں گے۔ اسے بلائیں گے اور اسے پھر شراب پلانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن بات اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ اس کے دل میں پہلے کی کچھ رغبت باقی ہو۔ لیکن اگر توجہ سے اس کا دل بالکل صاف ہو گیا۔ تو کوئی ساتھی اس کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جس شخص کو لوگ بدکار کہیں۔ ضرور اس کا دل اسی بدی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لیکن جب توبہ کر کے دل کو اس سے ہٹاتا ہے۔ اور پھر اسے بھولے سے بھی یاد نہ کرے۔ تو یہ استقامتِ توبہ کی علامت ہے یعنی توبہ کرنے والا توبہ پر پکا ہے۔ نہ اسے گنہگار کہہ سکتے ہیں۔ اور نہ فاسق۔ لیکن اگر وہ گناہ کی طرف مائل ہو۔ تو اس کی مزاحمت کریں گے اور زبانی بھی اس کے فسق کا ذکر کریں گے۔

فقرائے حیدریہ طوق در گردن و کلمہ آہن در دست میکنند

پھر حیدریہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ وہ ترک بچہ اور صاحبِ حال درویش تھا جب چنگیز خان نکلا۔ تو کافروں نے ہندوستان کا رخ کیا۔ اور یوں اس نے یاروں کی طرف رخ کیا۔ اور کہا۔ بھاگ چلو! وہ ضرور غالب آئیں گے۔ پوچھا۔ تجھے کس طرح معلوم ہے؟ فرمایا۔ وہ ایک درویش کو اپنے ہمراہ لائے ہیں۔ اور خود اس درویش کی پناہ میں ہیں۔ میں اس درویش سے کشتی لڑا۔ لیکن اس نے مجھے پچھاڑ لیا۔ اب حقیقتِ حال یہ ہے۔ کہ وہ غالب آئیں گے تم بھاگ جاؤ گے۔ بعد ازاں خود غار میں چھپ گئے۔ اور نظر سے غائب ہو گئے۔ انجام ویسا ہی ہوا۔ جیسا کہ کہا تھا۔ بعد ازاں اس حکایت کی تقریب میں (مولف کتاب) نے عرض کی۔ کہ حیدریہ فقراء جو لوہے کے کڑے اور طوق ہاتھوں اور گلے میں پہنتے ہیں۔ کیا اس کی متابعت کرتے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں! لیکن اس پر تو ایک حالت طاری ہوئی تھی جس میں وہ گرم لوہا پکڑ کر اپنے

ہاتھ سے کبھی طوق بناتا تھا۔ اور کبھی کڑے۔ اور لوہا اس کے ہاتھ میں موم کی طرح تھا۔ یہ گروہ اب کڑے اور طوق تو پہنتے ہیں۔ لیکن وہ حالت نہیں۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ زندگی اس بات کا نام ہے۔ کہ درویش ذکرِ حق میں مشغول رہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک درویش امیرک گرامی نام تھا۔ ایک اور درویش کو اس کی زیارت کا اشتیاق ہوا۔ اس بزرگ میں یہ کرامت تھی کہ جو خواب دیکھتا صحیح ہوتا۔ اس کی تعبیر عین وہی ہوتی۔ جو وہ دیکھتا تھا۔ جب اسے اشتیاق غالب ہوا۔ تو زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک منزل پر خواب میں سنا کہ میرک گرامی فوت ہو گیا ہے۔ صبح اٹھ کر کہا کہ افسوس! میں نے اتنی راہ اس کی زیارت کے لئے قطع کی۔ اور وہ بھی مر گیا۔ اب کیا کرنا چاہیئے۔ چلو! وہاں چل کر اس کی قبر کی ہی زیارت کریں گے۔ وہاں پہنچ کر پوچھنا شروع کیا کہ میرک گرامی کی قبر کہاں ہے؟ سب نے کہا کہ وہ تو زندہ اور صحیح سلامت ہے۔ اور تم قبر کی بابت پوچھتے ہو۔ وہ درویش حیران رہ گیا کہ میرا خواب جھوٹ کس طرح ہو گیا۔ الغرض میرک گرامی کے پاس جا کر سلام کہا۔ اس نے وعلیکم السلام کہا۔ فرمایا۔ خواجہ تیرا خواب فی الواقع ٹھیک تھا۔ اس واسطے کہ میں ہمیشہ یادِ خدا میں رہا کرتا تھا۔ آج اس کے سوا کسی اور چیز میں مشغول تھا سو جہان میں ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ میرک گرامی مر گیا ہے۔

ذکرِ صوم و آدابِ درویشی

جمعرات کے روز تیرھویں ماہ جمادی الثانی مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ روزے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تین مہینے روزے رکھتے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ تین مہینے کون سے ہیں؟ بعد ازاں فرمایا کہ درویشی کے آداب تو یہ ہیں۔ کہ سال کا تیسرا حصّہ روزوں میں گزارا جائے یعنی سال میں چار مہینے روزے رکھنے چاہئیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ جو لوگ تین مہینے روزے رکھتے ہیں۔ وہ ان کے علاوہ دس محرم کے ۲ ذوالحجہ کے اور دس اور متفرق روزے رکھتے ہیں۔ جو مل کر سال کا تیسرا حصّہ بنتے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ اس قسم کو اور

طرح پر مقرر کیا ہے یعنی ہفتے میں دو روزے سوموار اور جمعرات کے رکھے جائیں۔ تو بھی سال کا تیسرا حصّہ ہو جاتا ہے۔ پھر صائم الدہر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ من صائم الدھر کلہ لا صام ولا افطر۔ جس نے ساری عمر روزہ رکھا۔ اس نے نہ رکھا نہ افطار کیا۔ ایک اور حدیث ہے۔ من صائم الدھر تضیق علیہ جھنم و عقد ایستعین۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔ اس پر دوزخ اور نوّے گرہ تنگ ہو جاتی ہے یعنی وہ شخص نہ دوزخ میں جاتا ہے۔ اور نہ نوّے گرہ اس پر اثر کرتی ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے۔ وہ روزے کا عادی ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسے روزے کی چنداں تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ پس ایسے روزے میں اور بھی زیادہ ثواب ہوتا ہے جس میں نفس کو تکلیف ہو۔ اور یہ داؤدی روزہ ہے کہ ایک روز روزہ رکھے۔ اور دوسرے روز افطار کرے۔

نمازِ ظہر بدھ کے روز انیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جب میں آداب بجالایا۔ تو فرمایا۔ ظہر کی نماز کے بعد دس رکعت نماز اور پانچ سلام سے ادا کیا کرو۔ اور ان دس رکعتوں میں قرآن شریف کی آخری سورتیں پڑھا کرو۔

صلوٰۃ الخضر بعد ازاں فرمایا کہ اس نماز کو صلوٰۃ الخضر کہتے ہیں۔ دراصل یہ نماز حضرت خضر علیہ السلام کی ہے۔ جو شخص اس نماز کو ہمیشہ ادا کرتا ہے۔ اُسے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات حاصل ہوتی ہے

تعین سورۃ و در نماز سنن بعد ازاں نماز سنت میں سورتوں کو مقرر فرمایا کہ صبح کی سنتوں میں فاتحہ کے بعد الم نشرح اور الم ترکیف ظہر کی سنتوں میں سورۃ قل یا ایھا الکفرون سے لے کر قل ھو اللہ احد تک اور دوسری رکعتوں میں آیۃ الکرسی اور

امن الرسول عصر کی سنتوں میں اذا زلزلت الارض سے کر سورۃ التکاثر تک شام کی سنتوں میں سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص عشار کی سنتوں میں آیۃ الکرسی، امن الرسول، شہد اللہ، قل اللھم مالک الملک اور وتر کی نماز میں انا انزلنہ، سورۃ الکفرون اور سورۃ اخلاص پڑھنی چاہیئے۔

صبر جمیل در وفات وغیرہ جمعرات کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ صبر جمیل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ یعنی جو شخص اپنے عزیزوں کے انتقال پر صبر کرے۔ تو واقعی وہ عجیب کام کرتا ہے۔ اور برخلاف اس کے جو روتے پیٹتے ہیں۔ اور اس کا نام لے لے کر پکارتے ہیں۔ یہ جائز نہیں۔ اس بارے میں فرمایا۔ کہتے ہیں کہ بقراط کے بیس لڑکے تھے۔ ایک ہی دن بیسوں مر گئے۔ شاید ان پر چھت گر پڑی۔ یہ خبر حکیم نے سنی۔ تو ذرہ بھر بھی اس کے مزاج میں تغیر نہ آیا۔ پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ مجنوں کو کہا گیا کہ لیلیٰ مر گئی ہے۔ کہا شرمندگی میرے لئے ہے کہ میں نے ایسی چیز سے دوستی کی۔ جو قابل فنا ہے

ذکر تقدم نیک زناں بر نیک مرداں بعد ازاں جب رات ہوئی تو جمعرات تھی۔ ایک عورت نے بیعت کی کہ اندیدیت میں ایک عورت تھی۔ جو نہایت پاکدامن تھی۔ جس کی بابت شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ عورت مرد ہے۔ جو عورت مرد کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ درویش دعا کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ عورتیں غریب ہوا کرتی ہیں پہلے نیک عورتوں کی حرمت کرنی چاہیئے۔ اور بعد میں نیک مردوں کی پہلے نیک عورتوں کو یاد کیا کرتے تھے۔ اور پھر نیک مردوں کو بعد ازاں فرمایا کہ جب کوئی شیر جنگل سے نکلتا ہے۔ تو اس کی بابت یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ نر ہے یا مادہ یعنی یہ بات ضروری ہے۔ کہ خواہ مرد ہو یا عورت۔ طاقت اور تقویٰ میں مشہور ہونا چاہیئے۔ بعد ازاں بادشاہوں

کی فضیلت اور ان کی حکایت میں یہ دو مصرعے فرمائے ؎

گر نیک ایم مرا از ایشاں گیرند
در بد باشم مرا بدیشاں بخشند

لیلۃ الرغائب نماز اویس قرنی

منگل کے روز تیرھویں ماہ رجب سنہ مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مجھ سے پوچھا کس سے میل جول رکھتے ہو میں نے آپ کے بعض بڑے بڑے یاروں کے نام لیئے۔ فرمایا۔ انہیں کی خدمت میں رہا کرو۔ اور میری تعریف کی۔ اور یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

با عاشقاں نشین و غم عاشقی گزیں
با ہر کہ نیست عاشق کم کن از و قریں

بعد ازاں فرمایا کہ یہ شیخ ابو سعید ابوالخیر کا فرمایا ہوا ہے کہ مشائخ کا طریق یہ ہے کہ جب انہیں کسی حال کی اطلاع ہوا کرتی ہے۔ تو پوچھا کرتے ہیں کہ وہ کن لوگوں سے میل جول رکھتا ہے۔ اسی سے معلوم کر جاتے ہیں کہ وہ کس قسم کا ہے

پھر لیلۃ الرغائب کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ رغبت کی جمع ہے یعنی اس رات میں بہت سی چیزیں ہیں۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو نماز لیلۃ الراغب میں آئی ہے۔ جو اسے ادا کرتا ہے۔ وہ اس سال نہیں مرتا۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص ہمیشہ وہ نماز ادا کرتا تھا۔ جس سال اس نے مرنا تھا۔ اس سے وہ نماز ادا نہ ہو سکی۔ اسی روز فوت ہو گیا۔ پھر حضرت خواجہ اویس قرنی کی نماز کے بارے میں فرمایا کہ یہ نماز تیسرے چوتھے اور پانچویں ماہ رجب کو ادا کی جاتی ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ تیرھویں چودھویں اور پندرھویں بھی آئی ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق تیئسویں، چوبیسویں اور پچیسویں تاریخیں ہیں۔ بعد ازاں اس نماز کی فضیلت کے بارے میں بڑا غلو فرمایا۔ اسی اثنا میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ معزی مدرسہ میں ایک عالم مولانا زین الدین نام ایک نہایت عجب مرد تھے۔ جو آپ سے مسئلہ پوچھا جاتا۔ اس کا شافی جواب دیتے۔ اور مباحثہ میں نہایت عالمانہ گفتگو کرتے۔ آپ کی تعلیم کی بابت آپ سے پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ میں نے کچھ نہیں پڑھا۔ اور نہ کسی کی شاگردی کی ہے۔ جب میں بڑا ہوا۔ تو ایک مرتبہ خواجہ اویس قرنی علیہ الرحمۃ کی نماز ادا کی۔ اور دعا کی۔ کہ پروردگار امیں بڑا ہو گیا

ہوں۔ اور کچھ نہیں سیکھا۔ مجھے علم عنایت کر۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے علم کا دروازہ مجھ پر کھول دیا۔ اب مشکل سے مشکل مسئلہ کی شرح بخوبی کر سکتا ہوں۔

نماز درازی عمر

بعد ازاں فرمایا کہ رجب کے آخر میں بھی ایک نماز آئی ہے۔ جو درازی عمر کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ بدر الدین غزنوی علیہ الرحمۃ والغفران یہ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ ضیاء الدین پانی پتی کے فرزند رشید نظام الدین سے میں نے سنا ہے کہ شیخ بدر الدین غزنوی علیہ الرحمۃ والغفران فوت ہونے کو تھے۔ اس سال یہ نماز ادا نہ کی۔ فرمایا۔ اب میری عمر باقی نہیں چنانچہ اسی سال وفات پائی

کعبہ کی آبادی و بربادی میں

منگل کے روز تیئیسویں ماہ رجب سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ کعبہ کی آبادی و بربادی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ کعبہ کو دو مرتبہ برباد کیا گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ دو مرتبہ کعبہ خراب کیا جائے گا۔ تیسری مرتبہ آسمان پر اٹھایا جائے گا۔ اور یہ آخری زمانے میں ہوگا۔ بعد ازاں قیامت قائم ہوگی۔ جب قیامت نزدیک ہوگی تو بتوں کو لاکر کعبے میں رکھیں گے۔ اور اسی نام قبیلے کی عورتیں ان بتوں کے سامنے ناچیں گی اس وقت کعبے کو آسمان پر اٹھایا جائے گا۔

طاعت و عبادت میں

بدھ کے روز پندرھویں ماہ شعبان سنہ مذکور کو قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ مجھے پاس بلاکر فرمایا کہ ہمیشہ طاعت اور اوراد میں مشغول رہنا۔ مشائخ کی کتابوں کا مطالعہ بھی کرنا۔ بے کار ہرگز نہ رہنا۔ پھر کلاہ و چوغہ عنایت فرمایا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

تلاوت قرآن و قیام شب میں

بدھ کے روز پچیسویں ماہ مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ قرآن پڑھنے اور قیام شب اور جو لوگ مسجد میں قیام فرماتے ہیں۔ ان کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ اگر اپنے گھر میں قیام کریں۔ فرمایا۔ اپنے گھر میں ایک سیپارہ پڑھنا مسجد میں ختم قرآن سے بہتر ہے

بعد ازاں ایک شخص کی بابت فرمایا کہ وہ دمشق کی جامع مسجد میں ہمیشہ رات کو جاگا کرتا تھا۔ اور شیخ الاسلامی کے شغل کی امید پر رات کو قیام کرتا۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ پہلے شیخ الاسلامی کو جلاؤ۔ اور پھر خانقاہ کو اور بعد ازاں اپنے تئیں۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک نبیؑ پچیس برس تک روزہ رکھتا رہا لیکن کسی کو اس کے حال کی خبر نہ تھی۔ یہاں تک کہ اسؑ کے گھر والوں کو بھی معلوم نہ تھا کہ وہ روزہ رکھتا ہے۔ اگر گھر جاتا۔ تو ظاہر کرتا کہ دکان سے کچھ کھا آیا ہے۔ اگر دکان میں ہوتا تو ظاہر کرتا کہ گھر سے کچھ کھا آیا ہے۔ پھر فرمایا کہ نیت درست اور نیک رکھنی چاہیئے۔ اس واسطے کہ خلقت کی نگاہ عمل پر ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر نیت پر ہوتی ہے۔ جب نیت للہ ہوگی۔ تو تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ دمشق کی جامع مسجد سے متعلق وقف بہت ہے۔ سو وہاں کا متولّی قوی حال ہوتا ہے۔ گویا دوسرا بادشاہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر بادشاہ کو مال کی ضرورت پڑے تو متولّی مسجد سے قرض لیتا ہے۔ الغرض ایک درویش نے ان اوقات کی طمع پر مسجد میں طاعت اور عبادت کرنی شروع کی۔ جو شخص شہرت پاتا۔ اس کو متولی بنایا جاتا تھا۔ وہ مدت تک طاعت میں لگا رہا۔ لیکن کوئی شخص اس کا نام زبان تک نہ لایا۔

نیت خالص یا بد

ایک رات اس دکھاوے کی عبادت سے پشیمان ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا کہ تیری پرستش خالص تیری ہی خاطر کروں گا۔ نہ کہ اس عہدہ کے شغل کی طمع سے۔ چنانچہ نیک نیتی اور خلوص سے عبادت کرنی شروع کی۔ انہیں دنوں اسے متولّی ہونے کے لئے بلایا گیا۔ اس نے کہا۔ نہیں میں نے اسے ترک کر دیا ہے۔ میں نے پہلے اس کی بہت طلب کی لیکن نہ ملی۔ اور اب میں اس کا تارک ہوا ہوں۔ تو مجھے یہ عہدہ ملتا ہے۔ الغرض وہ اسی طرح اللہ کی یاد میں مشغول رہا۔ اور اس شغل سے آلودہ نہ ہوا۔

جمعہ کے روز **نویں ماہ رمضان** سنہ مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حاضرین میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرد نہایت صالح۔ درویشوں کی خدمت کا بڑا شوق رکھتا تھا اسے میں نے کہا کہ خواجہ صاحب کی خدمت میں یں حلقوں میں

ہوئے۔ کہا۔ میں ایک مرتبہ بیعت کی نیت سے وہاں گیا۔ تو دستر خوان بچھے ہوئے تھے اور مشعلیں جلتی ہوئی دیکھیں۔ میرا اعتقاد بدل گیا اور واپس چلا آیا۔ خواجہ صاحب نے جب یہ بات سنی۔ تو حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہاں دستر خوان اور مشعلیں کب دیکھی ہیں۔ بعد ازاں مسکرا کر فرمایا کہ چونکہ اس کے نصیب میں بیعت کی دولت نہ تھی اس لئے اسے اس طرح دکھائی دی۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ اگر دستر خوان اور مشعلیں ہوں بھی۔ تو بھی اعتقاد نہیں بگڑنا چاہیئے۔ فرمایا بعض کا اعتقاد تھوڑی سی بات سے بگڑ جاتا ہے۔ اور بعض کا اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔

نگہداشت فرمانِ پیر

پھر تھوڑی دیر کے بعد پیر کے فرمان کی نگہداشت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔

تو فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ کوئی شخص ہے۔ جو اسے یاد رکھے۔ میں نے معلوم کیا۔ کہ آپ کا مقصد یہ ہے کہ میں یاد رکھوں۔ میں نے عرض کی۔ کہ آپ کی خدمت میں ایک بار پڑھوں۔ تو مجھے دعا یاد ہو جائے گی۔ فرمایا۔ پڑھ۔ جب میں نے پڑھی۔ تو اعراب صحیح فرمائے۔ کہ اس طرح پڑھ۔ میں نے اسی طرح پڑھی۔ اگرچہ جس طرح میں نے پڑھی تھی۔ وہ بھی با معنی تھی۔ الغرض وہ دعا اسی وقت یاد ہو گئی۔ میں نے عرض کی کہ دعا مجھے یاد ہو گئی ہے۔ فرمایا۔ پڑھ! میں نے آپ کے فرمان کے مطابق با اعراب پڑھی۔ جب وہاں سے چلا آیا۔ تو مولانا بدرالدین اسحٰق علیہ الرحمۃ والغفران نے مجھے کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ جو شیخ صاحب کے فرمائے ہوئے اعراب کے مطابق پڑھی۔ میں نے کہا۔ اگر سیبویہ جو اس علم کا واضع ہے۔ اور ان قواعد کے اور بانی بھی مجھے آ کر کہیں کہ یہ اعراب اس طرح ٹھیک نہیں۔ جس طرح تو نے پڑھے ہیں۔ تو بھی میں اسی طرح پڑھوں۔ جس طرح کہ شیخ صاحب نے فرمایا۔ مولانا بدرالدین نے فرمایا کہ جیسے تو آداب کو ملحوظ رکھتا ہے۔ ہم میں سے کوئی نہیں رکھ سکتا۔

پھر خدمت پیر کے آداب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ میں نے

شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ میں نے عمر بھر میں ایک جرأت کی تھی یعنی اپنے پیر حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز سے یہ اجازت طلب کی کہ میں ایک چلہ بھر گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کروں۔ قطب العالم شیخ قطب الحق والشرع بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ کوئی ضرورت نہیں۔ اس سے شہرت حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے خواجگان نے ایسا نہیں کیا۔ اور نہ ہم میں شہرت کے لئے ایسا کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت قطب العالم شیخ قطب الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز خاموش ہو گئے۔ بعد ازاں ساری عمر اس بات کا افسوس ہی کرتا رہا۔ اور استغفار کرتا رہا کہ کیوں میں نے اس بات کا جواب دیا۔ جو آپ کے حکم کے موافق نہ تھا۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے بھی ایک مرتبہ اپنے شیخ کی خدمت میں بے قصد جرأت کی۔ وہ یہ کہ ایک روز عوارف کا نسخہ آپ کی خدمت میں تھا۔ اس سے فوائد بیان فرما رہے تھے۔ چونکہ باریک قلم سے لکھا گیا تھا۔ اس میں کچھ کچھ الفاظ غلط تھے۔ اس لئے تھوڑی دیر کے لئے رک جاتے تھے۔ میں نے اور نسخہ شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ کی خدمت میں لکھا ہوا دیکھا۔ مجھے یاد آ گیا۔ میں نے عرض کی کہ شیخ نجیب الدین کے پاس صحیح نسخہ ہے۔ شاید یہ بات آپ کو ناگوار گزری۔ ایک گھڑی کے بعد فرمایا کہ مجھ میں غلط نسخے کی تصحیح کی قوت نہیں۔ یہ الفاظ دو مرتبہ دہرائے۔ پہلے تو مجھے کچھ خیال نہ ہوا۔ پھر میں نے سوچا کہ یہ الفاظ میرے حق میں فرمائے ہیں۔ میں اٹھ کر ننگے سر آپ کے قدموں پر پڑا۔ اور عرض کی کہ نعوذ باللہ! اگر میرا یہ مطلب ہو۔ میں نے واقعی صحیح نسخہ دیکھا تھا۔ سو میں نے عرض کیا۔ لیکن میرے دل میں ہرگز کوئی اور خیال نہ تھا۔ میں نے بہت معذرت کی۔ لیکن ناراضامندی کے آثار ظاہر تھے۔ جب میں وہاں سے اٹھا تو مجھے کچھ نہ سوجھا کہ میں کیا کروں؟ مجھے اس روز غم بہت ہوا۔ میں روتا ہوا گھبرایا اور حیران باہر نکلا۔ ایک کنوئیں پر جا کر اپنے تئیں اس میں گرانا چاہا۔ پھر دل میں سوچا۔ فرض کیا۔ اگر میں مر گیا۔ تو شاید یہ بدنامی کسی اور کو ہو۔ اسی خیال میں روتا ہوا جنگل سے آیا۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس وقت میری کیا حالت تھی۔ الغرض شیخ صاحب کے فرزند شہاب الدینؒ نام سے میری دوستی تھی۔

اسے میں نے اس حال کی خبر کی۔ وہ شیخ صاحب کی خدمت میں گیا۔ اور میری حالت اچھی طرح بیان کی۔ شیخ محمد کو میرے بلانے کے لئے بھیجا جب میں گیا تو سر قدموں پر رکھ دیا۔ پھر خوش ہوئے۔ دوسرے روز مجھے بلا کر نہایت شفقت و عنایت سے پیش آئے۔ کہ یہ سب کچھ میں نے تیرے حال کے کمال کے لئے کیا تھا۔ اس روز میں نے آپ کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ پیر مرید کا سنوارنے والا ہوتا ہے۔ پھر مجھے خاص لباس عنایت فرمایا۔ الحمد للہ رب العلمین؛

طاقت کی کوشش کے بارے میں

بدھ کے روز تیئیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا طاعت کی کوشش کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ فرمایا کہ لوگ جب پہلے پہل کوئی طاعت شروع کرتے ہیں۔ تو بے شک نفس کو ناگوار گزرتی ہے لیکن جب صدق سے اسے کرتا رہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ توفیق عنایت کرتا ہے۔ اور وہ کام آسان ہو جاتا ہے۔ ہر ایک کام پہلے دشوار معلوم ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ توفیق عنایت کرتا ہے۔ اور وہ کام آسان ہو جاتا ہے۔ ہر ایک کام دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن جب انسان شروع کرتا ہے۔ تو آسان ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ نے بارہا یہ چاہا کہ جامع الحکایات کو لکھیں۔ وجہ معاش تنگ تھی۔ اور کتابت اور نساخ کی اجرت بہت مشکل سے ادا ہوتی تھی۔ اگر کاتب ہوتا۔ تو کتابت کی اجرت نہ ملتی۔ اگر اجرت ملتی۔ تو کاغذ اور دوسرے اسباب حاصل نہ ہوتے۔ الغرض ایک روز نساخ حمید نام آپ کی خدمت میں آیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ دیر سے میری یہ خواہش ہے کہ جامع الحکایات لکھواؤں لیکن کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ حمید نے پوچھا اب اس وقت کچھ موجود ہے۔ فرمایا۔ ایک درم۔ حمید نے اس درم کا کاغذ خریدا۔ اور کتابت شروع کی۔ ابھی وہ کاغذ لکھنے نہ پایا تھا کہ کچھ اور فتوح مل گئی۔ کاغذ کی دوسری جزو کی قیمت اور کتابت کی اجرت ادا کی۔ بعد ازاں متواتر فتوح پہنچتی رہی۔ اور وہ کتاب جلدی ہی بخوبی ختم ہوئی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ جب کوئی کام شروع کیا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے انجام کو پہنچا ہی دیتا ہے

پھر شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمتہ کے مناقب کے حقائق کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اس روز میری چھٹی تھی۔ میں نے آپ کو کہا۔ میرے لئے دعا کرو۔ کہ میں قاضی ہو جاؤں۔ آپ خاموش رہے۔ پھر میں نے دوبارہ کہا شاید کہ آپ نے سنا نہ ہو۔ لیکن پھر بھی خاموش رہے۔ پھر تیسری مرتبہ کہا۔ تو مسکرا کر فرمایا۔ تو قاضی نہ بن۔ اور کچھ بن۔ آپ اس کام سے شاید کسی قدر متنفر تھے۔ جو اس کے لئے دعا بھی نہ کی۔

در آمرزش

پھر بخشش اور معافی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ حدیث میں آیا ہے کہ اگر کسی مرد کے کیسے میں ایک درم ہو۔ اور وہ بوقت ضرورت اسے نکالنا چاہے۔ لیکن وہ کیسے کے اندر ہی میں گھسا رہے۔ اور اسے یہ خیال ہو جائے کہ کہیں گر پڑا ہے۔ تو وہ ضرور مغموم ہوگا۔ اور حق تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ کہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے۔ جس کے پاس صرف ایک ہی درم ہو۔ لیکن اگر کسی کے پاس بہت سے درم ہوں۔ اور ایک گم ہو جائے۔ تو وہ غم نہیں کرے گا۔ لیکن جس کے پاس ایک ہی درم ہو۔ اور وہی گم ہو جائے۔ تو وہ ضرور غم کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ ان معنوں کی کشف اسی روز ہوئی۔ اور اسی روز خلعت اور خاص پاپوش مرحمت ہوئی۔ الحمد للہ رب العٰلمین ؛

ایک ہی در پکڑنے کی تاکید

بدھ کے روز دسویں ماہ محرم کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ چھت پر بیٹھے تھے۔ پاس ہی ایک سیڑھی رکھی تھی۔ جب میں آداب بجا لایا۔ تو فرمایا کہ اسی جگہ سیڑھی کے پاس بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ ہوا سے دروازہ بار بار بند ہوتا تھا۔ میں نے طاق کو ایک ہاتھ سے پکڑے رکھا۔ تاکہ بند نہ ہو۔ ایک گھڑی بعد مجھے دروازہ پکڑتے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ چھوڑتا کیوں نہیں۔ میں نے آداب بجا لا کر عرض کی۔ کہ میں نے پکڑا ہوا ہے۔ مسکرا کر فرمایا۔ یہ دروازہ تو نے پکڑا ہے۔ اور مضبوطی سے پکڑا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ بہاؤ الدین زکریاؒ بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہر دروازے اور ہر شخص کے پاس نہیں جانا چاہیئے۔ صرف ایک دروازہ پکڑنا چاہیئے۔ اور مضبوط پکڑنا چاہیئے۔

بعد ازاں حکایت بیان فرمائی کہ ایک دیوانہ صبح کے وقت ایک دروازے پر کھڑا تھا جب دروازہ کھلا۔ تو لوگ باہر نکلے۔ کوئی دائیں طرف گیا اور کوئی بائیں۔ اور کوئی سیدھا دیکھ کر دیوانے نے کہا کہ یہ پریشان اور مخالف چلتے ہیں۔ اسی واسطے کہیں نہیں پہنچ سکتے۔ اگر سارے ایک ہی راہ چلیں۔ تو ضرور مقصود تک پہنچ جائیں۔

قلت طعام و آنچہ بر سیری میخواند

پھر تھوڑی دیر کے لیے کھانا کم کھانے اور اس کے فوائد اور کھانے پر کھانے اور اس کے نقصان پر گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا جب ایک دفعہ پیٹ بھر جائے۔ تو پھر اور نہیں کھانا چاہیئے۔ اور البتہ دو شخصوں کو کھانا جائز ہے۔ ایک وہ شخص جس کے ہاں مہمان آئے ہوئے ہوں۔ اور وہ ان کی خاطر ان کے ساتھ مل کر اور کچھ کھائے۔ اور دوسرے وہ جو روزہ رکھتا ہے۔ اور سمجھتا ہو کہ سحری کے وقت شاید کچھ نہ مل سکے۔ اگر وہ کھائے ہوئے پر کھائے۔ تو جائز ہے

دعائے ماثورہ برائے دفع وبا

پھر دعائے ماثورہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے رنج میں مبتلا ہو۔ جو کسی طرح علاج پذیر نہ ہو۔ تو جمعہ کے روز عصر کی نماز سے لے کر شام تک اور کوئی کام نہ کرے۔ فقط ان تین اسماء کو پڑھتا رہے۔ وہ اسماء یہ ہیں۔ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم ضرور بالضرور اس رنج و بلا سے نجات پائے گا

ہفتے کے روز اٹھائیسویں ماہ **شوال** ۶۵۵ھ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو میں (مولّف کتاب ہذا) نے ان معانی کے جمع کرنے کا حال بیان کیا۔ وقت نیک اور خلوت باراحت تھی۔ میں نے آداب بجا لا کر التماس کی کہ اگر حکم ہو۔ تو کچھ عرض کروں۔ فرمایا۔ کہو۔ میں نے عرض کی۔ کہ سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔ میں جناب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ جناب سے فوائد کے بارے میں کچھ نہ کچھ سنتا ہوں۔ خواہ وعظ و نصیحت خواہ حکایات مشائخ اور ترغیب طاعت۔ یہ تمام میں نے لکھ لیے ہیں جس سے میری یہ غرض ہے کہ میرا دستور الحال اور دستور العمل ہو۔ میں نے اپنی فہم کے مطابق اسے لکھا ہے۔ کیونکہ جناب کی زبان مبارک سے میں نے بارہا سنا ہے کہ مشائخ کی باتوں اور اشارات

جو انہوں نے سلوک کے بارے میں لکھی ہوں۔ مطالعہ کرتے رہنا چاہیئے۔ پس کوئی مجموعہ میرے لئے جناب کے جان بخش اقوال سے بڑھ کر نفیس نہیں۔ اس واسطے میں نے جو کچھ جناب کی زبانی سنا۔ سب قلمبند کر لیا ہے۔ اور اب تک اس واسطے ظاہر نہیں کیا۔ کہ میں فرمان کا منتظر تھا جب خواجہ صاحب نے التماس سن لی۔ تو فرمایا کہ جب میں شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوا۔ تو میں نے دل میں ٹھان لی کہ جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے سنوں گا۔ اسے قلمبند کرتا جاؤں گا۔ پہلے روز ہی جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو جناب کی زبان مبارک سے سنا ؎

اے آتش فرقت دل ہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقت جاں ہا خراب کردہ

بعدازاں میں نے پابوسی کا اشتیاق آپ کی خدمت میں ظاہر کرنا چاہا لیکن جناب کی دہشت کے سبب صرف اس قدر عرض کیا کہ پابوسی کا اشتیاق نہایت غالب ہو گیا ہے شیخ صاحب نے جب مجھ میں دہشت کے آثار دیکھے۔ تو فرمایا کہ ہر ایک داخل ہونے والے پر رعب چھایا ہی کرتا ہے۔ الغرض اس روز خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جو کچھ میں نے اپنے شیخ سے سنا۔ اسے قلمبند کیا جب اپنے ڈیرے آیا۔ تو کتاب بند رکھی۔ بعدازاں جو کچھ سنا اسے لکھتا رہتا۔ یہاں تک کہ شیخ صاحب کی خدمت میں اس بات کی اطلاع بھی کر دی۔ پھر جب کبھی کوئی حکایت یا اشارت بیان فرماتے۔ تو پوچھ لیتے کہ تو حاضر ہے۔ یہاں تک کہ اگر میں غیر حاضر ہوتا۔ تو میری غیر حاضری میں جو فوائد بیان فرماتے۔ جب میں واپس آتا تو پھر انہیں فوائد کا اعادہ کرتے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے ایک کرامت دیکھی کہ انہیں دنوں ایک شخص نے مجھے سفید کاغذ دیا۔ میں نے اس کی ایک جلد بنائی۔ اور شیخ صاحب کے بیان کردہ فوائد اس پر لکھتا رہا۔ اس کے اوپر یہ لکھا۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر نیچے فوائد لکھنے شروع کئے۔ اب تک وہ مجموعہ میرے پاس ہے۔ بعدازاں بندے (مولف کتاب) کو فرمایا کہ کاغذ لائے ہو؟ عرض کی۔ جناب! لایا ہوں۔ فرمایا۔

دلماد امیں نے چھ کا غذ پیش کئے ۔ آپ نے مطالعہ فرمائے ۔ اور تعریف کی کہ اچھے لکھے ہیں ۔ ایک دو مقام پر خالی جگہ چھوڑ گیا تھا ۔ فرمایا ۔ یہ کیوں چھوڑ گئے ہو ؟ عرض کی کہ باقی حروف مجھے اچھی طرح یاد نہ تھے ۔ سو آپ نے کمال شفقت سے انہیں مکمل فرمایا یہ تھی آنجناب کی شفقت اور رحمۃ اور شکستہ پروری ۔ الحمد للہ رب العلمین ؛

نوازش فضل و رحمت باری تعالےٰ

پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کے بارے میں فرمایا کہ وہ خلقت کے اندیشے کے برعکس کارسازی کرتا ہے ۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ کسی خلیفہ بغداد نے ایک جوان کو قید کر لیا ۔ پھر اس کی ماں نے خلیفہ کے پاس آکر آہ و زاری کی ۔ کہ میرے بیٹے کو رہا کر دے ۔ خلیفہ نے کہا کہ میں نے حکم دیا ہے کہ اسے ہمیشہ کے لئے قید میں رکھا جائے ۔ جب تک خلیفوں کی اولاد سے کوئی باقی رہے گا ۔ تیرا فرزند قید ہی رہے گا ۔ بڑھیا نے یہ سن کر آنکھوں میں آنسو بھر کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ خلیفہ نے تو اپنا حکم یہ کیا ہے ۔ اب تو کیسا حکم کرتا ہے ؟ خلیفہ نے جب یہ بات سنی ۔ تو اس کا دل پسیجا ۔ حکم دیا کہ اس کے لڑکے کو چھوڑ دو ۔ اور پھر اسے ایک قیمتی گھوڑا بھی مرحمت کیا ۔ کہ اس جوان کو گھوڑے پر سوار کر کے بغداد میں پھرائیں ۔ اور ساتھ ہی یہ منادی کرتے پھریں ۔ کہ یہ خلیفہ کے خیال پر ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ۔

ذکر بخشش پیر و قابلیت مرید

پھر پیر کی بخشش اور مرید کی قابلیت کی بابت گفتگو ہوئی ۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ الاسلام فریدالدین کا ایک مرید یوسف نام اپنے شیخ کی خدمت میں کہہ رہا تھا کہ میں آپ کی خدمت اتنے سال سے کر رہا ہوں ۔ ہر شخص کو آپ نے مستفیض کیا ۔ مجھے ان سے زیادہ مستفیض کرنا چاہیئے تھا ۔ وغیرہ وغیرہ باتیں کرتا رہا ۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی ۔ تجھ میں قابلیت اور استعداد چاہیئے ۔ اگر تجھ میں قابلیت اور استعداد ہوتی ۔ تو میں بھی کچھ کرتا ۔ اگر خدائے تعالیٰ ہی نہ دے ۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں ؟ مرید اسی طرح کہے گیا ۔ اسی اثناء میں شیخ صاحب کی نگاہ ایک چھوٹے لڑکے پر پڑی ۔ اسے فرمایا کہ میرے لئے اینٹوں کے ڈھیر سے ایک اینٹ لا ۔ وہ عمدہ سی اینٹ اٹھا لایا ۔ پھر

یوسف کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس کے واسطے بھی ایک اینٹ لا۔ وہ آدمی اینٹ ٹوٹی پھوٹی لایا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ اس میں میں کیا کروں؟ کیا میں نے یہ کام خود کیا ہے؟ چونکہ تیرا نصیب ہی ایسا ہے۔ اس لئے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی میرا قصور ہے۔

شیخ عثمان خیر آبادی کے بارے میں

جمعرات کے روز آٹھویں ماہ شوال سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ عثمان خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ بہت بزرگ آدمی تھا۔ اس نے ایک تفسیر بھی تیار کی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ وہ غزنی میں رہا کرتا تھا۔ اور شلغم اور چقندر وغیرہ کی سبزی پکایا کرتا تھا۔ اور فروخت کیا کرتا تھا۔ پھر عنایت غیبی کے بارے میں یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

حق بشباں تاج نبوت دہد　　ورنہ نبوت چہ شناسد شباں

بعد ازاں فرمایا کہ اگر کوئی شخص اسے کھوٹا پیسہ دے جاتا تو جو کچھ اس نے پکایا ہوتا خریدتا۔ تو وہ دیدہ دانستہ اس کے کھوٹے پیسے رکھ لیتا۔ گویا اسے کھوٹے اور کھرے کی تمیز ہی نہیں۔ بہت سے آدمی کھوٹے پیسے لا کر کھرے بدل لے جاتے اور کھانا خرید لے جاتے۔ جب وہ فوت ہونے لگا۔ تو آسمان کی طرف منہ کرکے کہا۔ اے پروردگار! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ لوگ مجھے کھوٹے پیسے دے جایا کرتے تھے۔ اور میں انہیں قبول کرتا تھا۔ اور کبھی نہیں لوٹاتا تھا۔ اگر مجھ سے بھی کوئی کھوٹی طاعت ہوئی ہو۔ تو اپنے فضل و کرم سے رد نہ کرنا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک صاحب حال درویش نے اس کی دیگ سے کھانا طلب کیا۔ شیخ عثمان نے چمچہ دیگ میں ڈالا۔ جب باہر نکالا تو سب مروارید اور موتی تھے۔ اس درویش نے کہا کہ میں اسے کیا کروں۔ پھر شیخ عثمان نے دوبارہ چمچہ ڈالا۔ تو تمام سونا ہی سونا نکلا۔ اس درویش نے کہا۔ یہ پتھر اور کنکر ہیں۔ کوئی ایسی چیز نکالو۔ جو میں کھا سکوں۔ تیسری مرتبہ جب چمچہ ڈالا۔ تو سبزی پکی ہوئی نکالی۔ درویش نے جب یہ حال دیکھا تو کہا کہ اب تجھے یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ انہیں چند دنوں میں وہ فوت ہو گیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب درویش کو ان باتوں کی کشف ہوتی ہے۔
تو وہ رہ نہیں سکتا حکیم سنائی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

آں جمالِ تو چیست مستئ تو   واں شنید تو چیست ورستی تو

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ اولیاء اللہ جو کچھ ظاہر کر دیتے ہیں۔ وہ ان کی مستی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ اصحاب سکر ہیں۔ برخلاف ان کے انبیاءؑ صاحب صحو ہوتے ہیں۔ حکیم سنائی اسے مستی کہتے ہیں یعنی کوئی بھید ظاہر کر دیا۔ تو دیر نہیں کرنی چاہیے۔ اسے اس عبارت میں ادا کیا ہے ؎

آں جمالِ تو چیست مستئ تو   واں شنید تو چیست ہستی تو

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ مرد کے لیے کشف و کرامات بمنزلہ حجاب ہیں۔ اور استقامت کا کام محبت ہے۔

مختلف مسائل پر گفتگو

سوموار کے روز تیئیسویں ماہ ذوالقعدہ سنہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک جوان آیا تو خواجہ صاحب نے اس سے پوچھا کہ تیرے جدِّ بزرگوار کس پیر کے مرید تھے؟ جواب دیا کہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ جلال الدین کسی کو بہت کم مرید کیا کرتے تھے۔ قاضی حمید الدین ناگوری، مولانا برہان الدین غریب حاضر تھے۔ پوچھا کہ ایسے بزرگ اور شیخ ہو کر کیوں لوگوں کو مرید نہیں کرتے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ خواہ مرید کریں یا نہ کریں۔ ان کی بزرگی اور شیخی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے دو آدمی ہوں اور دونوں میں قوت رجولیت ہو۔ ایک کے ہاں تو اولاد پیدا ہو۔ اور دوسرے کے ہاں نہ ہو۔ تو اس سے لازم نہیں آتا کہ اس کے نر ہونے میں کچھ فرق ہے۔ لیکن ایسا بہت کم دیکھا گیا ہے۔ انبیاءؑ بھی اسی طرح گزرے ہیں۔ چنانچہ قیامت کے دن ایک پیغمبر اپنی امت کو ہمراہ لائے گا کسی کے ساتھ کم ہوگی کسی کے ساتھ زیادہ۔ ایک پیغمبر آئے گا کہ اس کے ہمراہ صرف ایک آدمی ہوگا۔ لیکن اس سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ ان کی نبوّت کا قصور ہے۔ اسی طرح شیخ

اور مرید سمجھ لو۔

ذکر سماع و وجد

اتوار کے روز انتیسویں ماہ و سنہ مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ سماع کے وقت جو وجد ہوتا ہے۔ اس کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ننانوے نام میں الواجد الماجد بھی شامل ہیں۔ واجد بمعنی معطی (عطا کرنے والا) بعدازاں فرمایا کہ واجد وجد سے نکلا ہے۔ یعنی بخشش کرنے والا۔ جیسا کہ شکور کے معنی شکر کرنے والے کے ہیں۔ لیکن اسمائے الٰہی میں اس کے معنی شکر قبول کرنے والے کے ہیں۔ اسی طرح واجد کے معنی وجد عطا کرنے والے کے ہیں۔

بعدازاں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع ہوا کہ وہ سماع نہیں سنا کرتے تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ والرضوان فرمایا کرتے تھے۔ کہ زیادہ سے زیادہ نعمت جو ہو سکتی ہے۔ وہ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی تھی۔ مگر سماع کا ذوق عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ بعدازاں شیخ شہاب الدین کے استغراق شغل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین کے پاس آئے۔ تو شیخ صاحب نے اپنا مصلّے لپیٹ گھٹنے تلے دبا لیا۔ یہ بات مشائخ کے نزدیک اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہے۔ الغرض جب رات ہوئی تو شیخ اوحد نے سماع طلب کیا۔ شیخ شہاب الدین نے قوالوں کو بلایا۔ اور سماع ترتیب دیا۔ اور خود کونے میں چلے گئے۔ اور طاعت اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ شیخ اوحد اور دوسرے لوگ اہل سماع میں مشغول ہوئے۔ جب صبح ہوئی۔ تو خادم خانقاہ نے شیخ شہاب الدین کی خدمت میں عرض کی کہ رات سماع تھا۔ ان لوگوں کو کھانا کھلانا چاہیئے شیخ صاحب نے پوچھا کہ کیا رات کو سماع تھا۔ خادم نے عرض کی بے شک! فرمایا۔ مجھے اس کی مطلق خبر نہیں۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس سے شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا استغراق وقت معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ ذکر میں اس طرح مشغول ہوئے کہ سماع کے غلبہ

کی آپ کو مطلق خبر نہ تھی۔ جب سماع بند کر دیتے۔ تو شیخ صاحب قرآن مجید سنتے۔ شیخ صاحب نے ان کا سماع باوجود اس قدر غلبہ کے بالکل نہ سنا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کس حد تک یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔

پھر سہاور کے مزاروں کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ وہاں پر بہت سے بزرگ مدفون ہیں۔ بعد ازاں مجھ سے پوچھا کہ تو نے سہاور کو دیکھا ہے؟ عرض کی۔ جناب! دیکھا ہے۔ اور بعض بزرگوں کی زیارت کی ہے۔ مثلاً شیخ حسین زنجانی۔ اور علی ہجویری۔ دونوں ایک ہی پیر کے مرید تھے۔ اور وہ اپنے زمانے کے قطب تھے۔ حسین زنجانی مدت سے سہاور میں رہتے تھے۔ کچھ مدت بعد ان کے پیر نے خواجہ علی ہجویری کو فرمایا۔ کہ سہاور میں سکونت اختیار کرو۔ علی ہجویری نے عرض کی کہ حسین زنجانی جو وہاں ہیں۔ فرمایا۔ تو جا۔ شیخ علی ہجویری فرمان کے مطابق سہاور پہنچے۔ تو رات تھی۔ دوسری صبح شیخ حسینؒ کا جنازہ اٹھا۔

پھر نظم کے مطابق گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ مشائخ نے اور بہت عمدہ نظمیں کہی ہیں مثلاً اوحد کرمانیؒ، شیخ ابو سعید ابوالخیر۔ اور دوسرے بزرگ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ خاص کر شیخ سیف الدین باخرزی۔ جنہیں تقریباً سارے علوم یاد تھے۔ ایک مرتبہ مریدوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ ہر ایک شخص نے کوئی نہ کوئی کتاب تالیف کی ہے۔ آپ کیوں نہیں لکھتے؟ جواب دیا کہ ہمارا ہر ایک شعر کتاب ہی سمجھو! اسی روز مجھے (مؤلف کتاب) نماز اشراق کی بابت فرمایا کہ دو رکعت نماز اس طرح ادا کیا کرو کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خالدون تک اور دوسری رکعت میں، آمن الرسول سے سورہ کے آخیر تک اور اللہ نور السمٰوٰت والارض سے علیم تک پڑھو۔ اس بعد دو رکعت اور نماز استخارہ اس طرح ادا کرو کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ فلق اور دوسری رکعت میں والناس پڑھا کرو۔

بعد ازاں دو رکعت نماز استخارہ کی بابت فرمایا کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ کافرون اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پڑھنا۔ اس کے بعد دوگانہ

ادعیہ۔ پھر فرمایا کہ دو رکعت نماز اور میں تجھے بتاؤں گا کہ جس روز شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے اشراق کی بابت چھ رکعت کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ کچھ اور بھی کہوں گا۔

آداب مجلس و آمدن بخدمت پیر و نشستن و مقام گرفتن

جمعرات کے روز گیارھویں ماہ ذوالحج سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ آداب مجلس پیر کی خدمت میں حاضر ہونے اور آداب نشستن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ آداب اس بات کا نام ہے کہ جب مجلس میں آئیں تو جو جگہ خالی دیکھیں۔ تو وہیں بیٹھ جائیں۔ یعنی جب پیر کی خدمت میں حاضر ہوں۔ تو اوپر یا نیچے بیٹھنے کا خیال نہ کریں۔ بلکہ جہاں جگہ ملے۔ وہیں بیٹھ جائیں۔ کیونکہ آنے والے کی جگہ وہی ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر بیٹھے تھے۔ اور یار گرد اگرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ تین شخص آئے۔ ایک اس حلقے میں خالی جگہ دیکھ کر بیٹھ گیا۔ دوسرے کو حلقہ میں جگہ نہ ملی۔ وہ پیچھے بیٹھ گیا۔ تیسرا واپس چلا گیا۔ ایک گھڑی بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو شخص حلقہ میں بیٹھ گیا ہے۔ اسے ہم نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے اور جو پیچھے بیٹھ گیا ہے ہم اس سے شرمندہ ہیں۔ قیامت کے دن ہم اسے رسوا نہیں کریں گے اور جو شخص چلا گیا ہے۔ وہ ہماری رحمت سے دور ہو گیا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ادب اس کا نام ہے کہ جو شخص مجلس میں آئے۔ جہاں پر خالی جگہ دیکھے وہاں بیٹھ جائے۔ اگر مجلس میں خالی جگہ نہ پائے تو پیچھے ہٹ کر بیٹھ جائے لیکن درمیان میں نہ بیٹھنا چاہیئے۔ کیونکہ جو درمیان بیٹھتا ہے۔ وہ ملعون ہے۔

در تلاوت قرآن

اتوار کے روز تئیسویں ماہ ذوالحج سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تلاوت قرآن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جب پڑھنے والے کو کسی آیت کے پڑھنے سے ذوق اور راحت حاصل ہو۔ تو اسے بار بار پڑھنا چاہیئے۔ بعد ازاں فرمایا کہ تلاوت اور سماع کی

کی حالت میں جو سعادت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں:۔

ذکر حالت وقت سماع واستماع قرآن

انوار ، احوال اور آثار ۔ اور وہ تین عالم یعنی ملک ملکوت اور جبروت سے نازل ہوتی ہے۔ اور وہ تین مقامات ارواح، قلوب اور جوارح پر نازل ہوتی ہیں۔ انوار ملکوت سے ارواح پر۔ احوال جبروت سے قلوب پر اور آثار ملک سے جوارح پر۔ پہلی حالت سماع میں عالم ملکوت سے ارواح پر نازل ہوتے ہیں۔ بعد ازاں جو کچھ دل میں پیدا ہوتا ہے اسے احوال کہتے ہیں۔ اور وہ عالم جبروت سے قلوب پر نازل ہوتا ہے۔ بعد ازاں جو حرکت جنبش اور آہ و بکا ظاہر کرتا ہے۔ اسے آثار کہتے ہیں۔ اور یہ عالم ملک سے جوارح پر نازل ہوتا ہے۔ الحمد للہ رب العٰلمین ؛

پھر تھوڑی دیر کے لئے صدقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ جب صدقے میں پانچ شرطیں ہوں۔ تو بے شک صدقہ قبول ہوتا ہے۔ ان میں سے دو عطار سے پہلے۔ دو عطا کے وقت اور ایک بعد میں ہوتی ہے۔ عطار سے پہلے کی دو شرطیں ہیں۔ کہ جو کچھ دے۔ وہ حلال کی کمائی ہو۔ دوسرے کسی نیک مرد کو دے۔ جو اسے برے کام میں خرچ نہ کرے۔ عطار کے وقت کی دو شرطیں یہ ہیں۔ کہ اول تواضع اور ہنسی خوشی سے دے۔ دوسرے پوشیدہ دے۔ بعد کی شرط یہ ہے۔ کہ جو کچھ دے۔ اس کا نام نہ لے۔ بلکہ بھول جائے۔

فرق درمیان صَدقہ وصُدقہ

بعد ازاں فرمایا کہ ایک صَدقہ اور دوسرا صُدقہ ہے۔ صدقہ کے معنی تو معلوم ہو گئے۔ اب رہا صُدقہ سو وہ کاوین ہے۔ اور دونوں کے معنی صدقِ محبت کے مقتضی ہیں یعنی جس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اس سے سچی محبت پیدا کرنی چاہیے۔ پس وہ درمیان میں کاوین لاتا ہے اور جو چیز راہِ حق میں دی جاتی ہے۔ اس سے بھی حق تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا نام صدقِ محبت کی وجہ سے صدقہ ہوا ہے۔

بعد ازاں امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ چالیس ہزار دینار حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے ؎

شکرانہ چہل ہزار دینار دہد	تا میخ و گلیم عشق را بار دہد

یہ اس طرح ہوا کہ اس روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔ وہ سب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بال بچے کے لئے بھی کچھ رکھا ہے؟ عرض کی۔ خدا اور اس کا رسول کافی ہیں۔ بعد ازاں عمر خطاب رضی اللہ عنہ آئے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نصف مال لائے۔ آنحضرت نے پوچھا کہ گھر والوں کے لئے بھی کچھ رکھا ہے؟ عرض کی۔ نصف لایا ہوں اور نصف رکھ آیا ہوں۔ بعد ازاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لائی ہوئی چیز کے مطابق حکم کیا۔

بعد ازاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بابت حکایت بیان فرمائی۔ کہ جس روز چالیس ہزار دینار لائے۔ اور گودڑی پہن کر اس پر میخ ٹھونک کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلعم کی خدمت اسی گودڑی پہن کر اور میخ ٹھونک کر آئے۔ آنحضرت صلعم نے پوچھا۔ یہ کیسا لباس ہے؟ جبرائیل نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج تمام فرشتوں کو حکم ہوا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موافقت سے گودڑی پہنو! اور اس پر میخ ٹھونکو۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے یہ شعر پڑھا ؎

شکرانہ چہل ہزار دینار دہند	تا میخ و گلیم عشق را بار دہند

در صدق

یہاں سے صدق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ایک مرد کے پاس پچیس دینار تھے۔ اس نے دل میں سوچا کہ میں کعبہ کی زیارت کر آؤں۔ اور یہ روپیہ کعبہ کے مجاوروں اور وہاں کے رہنے والوں کو دوں۔ یہ نیت کر کے روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک عیار اسے ملا۔ اور اس نے تلوار سونت لی۔ تو مرد نے ہمیانی نکال کر اس کے آگے

پھینک دی۔ اور کہا۔ مجھے کیوں مارتا ہے۔ یہ رہے پچیس دینار۔ ہمیانی میں ہیں۔ عیار نے ہمیانی اٹھالی۔ اور پچیس دینار نکال کر اس شخص کے سامنے رکھ دیئے۔ بے۔ تیری سچائی نے میری قبر کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔

در تصدق و بازخریدن آں

بعد ازاں تصدق کے بارے میں حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گھوڑا بخش دیا تھا۔ وہ گھوڑا اس کے پاس لاغر ہو گیا۔ امیر المؤمنین رضؓ نے قیمتاً اس سے خریدنا چاہا۔ جب یہ بات آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کی۔ تو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا۔ کہ دی ہوئی چیز کو پھر نہیں خریدنا چاہیئے۔ خواہ ایک دانگ کو ملے۔

در فضیلت طعام و حق آں

بعد ازاں کھانا کھلانے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ بیس درہم صدقہ کرنے کی نسبت ایک درہم کا کھانا یاروں کو کھلانا بہتر ہے۔ پھر اسی بارے میں ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک درویش صاحب حال بخارا میں امیر کے پاس آیا۔ اور کہا۔ مجھے بادشاہ شہر سے کچھ کام ہے۔ ذرا میری سفارش کر دینا۔ پوچھا۔ تیرا کیا حق ہے؟ جو میں سفارش کروں۔ کیا مجھے تجھ پر حق ہے؟ کہا۔ ایک مرتبہ تو نے کھانا پکایا تھا۔ اور میں نے تیرے دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھایا تھا۔ یہ ہے تجھ پر میرا حق۔ جب یہ سنا تو فوراً اٹھ کر بادشاہ کے ہاں جا کر میرا کام بنا آیا۔

معاملات فقر و بیع شرائے ایفا

بعد ازاں فقراء کے معاملات میں اور لین دین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ شیخ بہاؤالدین اسحٰق علیہ الرحمۃ والغفران نے ایک شخص کو شطرنجی دے کر فرمایا کہ بازار جا کر فروخت کر آؤ۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ درویشانہ طور پر بیچنا۔ پوچھا۔ اس کا کیا مطلب؟ فرمایا۔ جو ملے۔ سو لے آنا۔

ذکر مناسب ابراہیم ادھم

سوموار کے روز انتیسویں ماہ ذوالحج ۶۵۸ھ ہجری کو اقدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ

کے مناقب اور مراتب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ آپ نو سال ایک غار میں رہے۔ اس غار میں ایک چشمہ تھا جس پر آپ رہتے تھے۔ اور اللہ تعالےٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک رات نہایت سردی تھی۔ چنانچہ ہلاکت کا اندیشہ تھا۔ اس تاریکی میں آپ کے ہاتھ ایک ایک پوستین لگا۔ اسے پہن کر گرم ہوئے۔ جب دن چڑھا۔ تو پوستین دور پھینک دی۔ جب دور پھینکی اور غور سے دیکھا۔ تو پوستین در اصل اژدہا تھا جس نے آنکھیں کھولی ہوئی تھیں۔ اور پھن پھیلائے حرکت کر رہا تھا۔ آپ حیران رہ گئے۔ اتنے میں آواز آئی۔ نجیناک من التلف بالتلف کہ تجھے ہلاک کرنے والے سے ہلاک کرنے والے کے ذریعے بچا لیا۔ سردی اور سانپ دونوں ہلاک کرنے والے تھے۔ سو سردی سے سانپ کے ذریعے تجھے بچا لیا۔

ذکر کرامت اولیاء

بعد ازاں فرمایا کہ ایک درویش کنوئیں میں گر پڑا۔ رسی نہ تھی۔ جو باہر نکلتا۔ اب مرنے پر ٹھان لی۔ کہ اتنے میں ایک رسّی اوپر سے لٹکتی ہوئی اسے دکھائی دی۔ سمجھا۔ کہ یہ نجات کا سبب ہے۔ اسے پکڑ کر باہر نکلا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ شیر ہے۔ جو نیچے لٹک گیا تھا۔ اس نے یہی آواز سنی۔ نجیناک من التلف بالتلف ؏

یہاں سے اولیاء کی کرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ایک مجحوب ولی تھا۔ ایک مدعی اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اور آزمائش کرنی چاہی۔ دل میں خیال کیا کہ جو آنکھ ظاہر میں نابینا ہو۔ واجب ہے کہ عالم باطن میں بھی اس کی بینائی میں کچھ فرق ہو۔ پس اس نے مجحوب کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ کہ ولایت کی کیا علامت ہے اسی اثنار میں ایک مکھی آکر اس کے ناک پر بیٹھی۔ اس نے تین مرتبہ اڑائی پھر آبیٹھی۔ اسی اثنار میں پھر اس نے پوچھا کہ ولایت کی کیا علامت ہے؟ ایک علامت تو یہ ہے کہ اولیاء پر مکھی نہیں بیٹھتی۔

پھر تعمیر کی نگہداشت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ایک جوان شیخ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا۔ جو کثیر العیال تھا۔ چنانچہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی

طاعت اور عبادت سے تعجب ہوا۔ اپنے نفس کو جھڑکا۔ کہ یہ جوان جو مرید بنا ہے۔ اس قدر طاعت کرتا ہے۔ اور تو اس قدر نہیں کر سکتا۔ بعد ازاں نور ضمیر سے معلوم کیا کہ یہ سب کچھ شیطانی ہے کیونکہ وہ جوان مشتبہ لقمہ کھایا کرتا تھا۔ اس لئے شیطان ہی اس سے وہ طاعت کرایا کرتا تھا۔ جب ابراہیم ادھم کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو نوجوان کو کہا کہ جہاں سے میں کھانا کھاتا ہوں۔ وہیں سے کھایا کرو۔ جوان نے لکڑیاں بیچ کر کھانا شروع کیا۔ تو وہ بے اصل طاعت کا غلبہ جاتا رہا۔ اور پھر تھوڑی عبادت کرنے لگا۔ یہاں تک کہ نماز فریضہ بھی بڑی مشکل سے ادا کرتا۔ اور اس جوان کا کام بن گیا۔ اور اپنے اصل پر آ گیا۔

ذکر ثمرۂ مجاہدہ

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ سر جو تمام اسرار کی سعادت ہے ظاہر کر دیا۔ فرمایا۔ شیخ کو یہی کام کرنا چاہیئے۔ بعد ازاں اسی بارے میں فرمایا کہ طاعت خواہ تھوڑی ہو۔ صدق زیادہ ہونا چاہیئے۔

پھر مجاہدے کے ثمرے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال نہ سوئے۔ چالیس سال بعد ایک رات خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اس دن کے بعد جہاں کہیں جاتے۔ سونے کے کپڑے ہمراہ لے جاتے۔ اور سو جاتے۔ تاکہ پھر خواب میں وہ دولت نصیب ہو۔ ایک روز آواز آئی کہ وہ دولت اس بیداری کا نتیجہ تھا۔

ذکر جمع خرچ دنیا

پھر دنیا کے جمع خرچ کے بارے میں فرمایا کہ یہ بات دو طرح پر بیان کی گئی ہے۔ اول یہ کہ حلال کا حساب ہوگا۔ اور حرام کا عذاب یعنی جو حلال کی روزی سے جمع کیا جائے۔ اس کا حساب ہوگا۔ اور جو حرام کی کمائی ہوگی۔ اس کے واسطے عذاب کیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ حلال حرام دونوں کے لئے عذاب ہوگا۔ وہ اس طرح کہ آفتاب قیامت تلے کھڑا کر کے پوچھا جائے گا۔ کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ بعض کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ کا قول ہے۔ کہ حلالہا حساب وحرامہا عذاب وشبہاتہا عقاب۔ دنیا کے

حلال مال کا حساب ہوگا۔ حرام کا عذاب اور شبہات کی تنبیہ اور عذاب۔

ذکر رسم قبول مشائخ پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ بعض مشائخ سونا چاندی قبول نہیں کرتے۔ فرمایا کہ اس کے لینے اور خرچ کرنے کی شرائط ہیں لینے والے کو چاہیئے کہ جو کچھ لے حق سے لے۔ اس بارے میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کو علوی سمجھ کر کچھ دے کہ وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند ہے۔ اور در اصل وہ علوی نہ ہو۔ تو اس کے لئے لینا حرام ہے۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ کسی مرد کو کسی سے کوئی چیز لینی نہیں چاہیئے اور نہ ہی یہ خیال کرنا چاہیئے کہ فلاں شخص فلاں چیز دے تو بہتر ہوگا۔ اگر بغیر طلب اور بغیر سوچ مل جائے تو جائز ہے۔ اسی اثناء میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتا۔ اور نہ ہی کسی چیز کی طمع کرتا ہوں۔ ہاں! اگر کوئی مجھے کچھ دیتا ہے۔ تو لے لیتا ہوں۔ خواہ وہ دینے والا شیطان ہی کیوں نہ ہو۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اس بزرگ نے جو یہ کہا ہے۔ تو اس سے اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص مجھے کوئی چیز دیتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیسی ہے۔ اور کہاں سے لایا ہے۔ اس لئے میں خود نہیں مانگتا۔

پھر انبیاء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ہر ایک پیغمبر کو رحلت کے وقت اختیار دیا گیا تھا کہ اگر کچھ دنیا میں ٹھہرنا ہو۔ تو ٹھہرو! اگر نہیں۔ تو چلے آؤ۔ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا۔ تو خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے دل میں خیال آیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہی ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ صحابہؓ میں کچھ مدت اور رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ یہ خیال دل میں لاکر آنحضرت کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ مع النبیین و الصدیقین والشہداء والصالحین۔ یہ فوائد تھے۔ جو شروع شعبان ۷۰۷ھ ہجری سے لے کر آخر ذوالحج ۷۰۸ھ ہجری تک لکھے گئے۔ جو ایک سال اور پانچ ماہ ہوتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے۔ تو اور بھی لکھے جائیں گے۔

جلد اوّل ختم شد

فوائد الفواد

جلد دوم
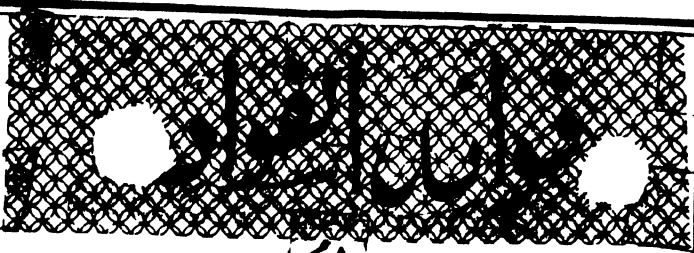
بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ صفحات عالیہ اور نفحات عالیہ خواجہ راستین قطب الاقطاب فی الارضین ختم المشائخ فی العالمین شیخ نظام الحق والشرع والدین (اللہ تعالیٰ دیر تک آپ کو زندہ رکھ کر مسلمانوں کو مستفیض کرے) کی زبان مبارک سے سن کر جمع کیے ہیں۔ اس طرح کی چند چیزیں پہلے بھی لکھی ہیں۔ اس کا نام فوائد الفواد رکھا گیا ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ اس کے پڑھنے سننے والے کو دونوں جہان کی جمعیت حاصل ہو گی

صفحے کہ جمع کردم تحفہ است پیش گیراں
حسن علاء سنجری ہیکلے از امید واراں

ذکر زیارت پیر

اتوار کے روز دوسری ماہ شوال ۷۰۹ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خلقت کے میل جول کے ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جوانی کے دنوں میں میں لوگوں سے مل جل کر بیٹھتا تھا۔ لیکن ہمیشہ دل میں یہی خواہش رہتی کہ کب خلاصی ہو گی ہر گروہ لوگ پڑھے لکھے اور خدا کی یاد والے ہوتے۔ پھر بھی بحث کے وقت میرے دل میں ضرور نفرت آجاتی۔ چنانچہ میں نے بارہا اپنے یاروں کو کہا کہ میں تم میں نہیں رہوں گا۔ میں تمہارے پاس چند روز بطور مہمان ہوں۔ میں (مؤلف کتاب ہذا) نے عرض کی کہ آیا شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے مرید ہونے سے پہلے یہ فرمایا کرتے تھے؟ فرمایا۔ ہاں!

سوموار کے روز دسویں ماہ ذوالحج ۶۵۶ھ مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا گفتگو اس بارے میں شروع ہوئی کہ پیر کی زیارت کرنی چاہیئے۔ خواہ بحالت زندگی خواہ بحالت وفات۔ فرمایا کہ میں نے اپنے پیر کی زندگی میں تین مرتبہ زیارت کی اور وصال کے بعد چھ سات مرتبہ لیکن اغلب ہے کہ سات مرتبہ ساری عمر میں اب تک دس پندرہ مرتبہ زیارت کی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ جمال الدین سات مرتبہ ہانسی سے زیارت کے لئے گئے۔ پھر فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی مرتبہ گئے۔ تو روانہ ہوتے وقت شیخ صاحب سے دعا کے لئے التماس کی کہ جس طرح اب کی مرتبہ حاضر خدمت ہوا ہوں پھر بھی ہوں۔ اور قدمبوسی حاصل کروں۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کوئی ضرورت نہیں تم کئی مرتبہ آؤ گے۔ چنانچہ اس کے بعد اٹھارہ مرتبہ آئے۔ اٹھارھویں مرتبہ واپس ہوئے تو پھر اسی نیت سے التماس کی۔ تو شیخ صاحب خاموش ہو گئے۔ شیخ نجیب الدین نے یہ خیال کیا کہ شاید سنا نہیں۔ پھر التماس کی۔ پھر بھی کچھ جواب نہ دیا۔ پھر وہ چلے گئے۔ بعد میں ملاقات نصیب نہ ہوئی۔

ذکر شغل بہاؤالدین زکریا از خدمت شیخ شہاب الدین

بعد ازاں شیخ بہاؤالدین زکریا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ جب شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہوئے۔ تو سترہ روز سے زیادہ نہ رہے۔ سترھویں روز شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے نعمتیں عنایت فرمائیں۔ جب شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان آئے۔ تو پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ جب روانہ ہوئے تو شیخ جلال الدین تبریزیؒ سے ملے۔ جنہوں نے آپ کو واپس لوٹایا۔ اور کہا کہ شیخ الشیوخ کا فرمان یہی ہے۔ کہ آپ واپس چلے جائیں۔

بعد ازاں آپ کی بزرگی کے بارے میں فرمایا کہ آپ نے سترہ روز میں وہ نعمتیں حاصل جو باقی یاروں کو سالوں میں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ یہاں تک کہ اس بات سے قدیمی یار بھی برگشتہ

مزاج ہوتے۔ کہ ہم نے کئی سال محنت کی۔ اور ہمیں کچھ نصیب نہ ہوا۔ اور ایک ہندوستانی
آکر چند روز میں فضیلت سے گیا جب شیخ الشیوخ نے یہ بات سنی۔ تو فرمایا کہ تم گیلی لکڑیاں
لاتے ہو۔ گیلی لکڑیوں میں کس طرح آگ لگ سکتی ہے؟ وہ خشک لکڑی لایا تھا جس میں
ایک ہی پھونک سے آگ لگ گئی۔

در طاعت مشغولیٔ حق تعالیٰ

جمعرات کے روز تیرھویں ماہ ذوالحج سنہ مذکور کو قدمبوسی کا
شرف حاصل ہوا۔ بات طاعت و مشغولیٔ حق تعالیٰ کے بارے
میں شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ جو موجود ہے۔ وہ دو عدموں کے
کے مابین ہے۔ اور جو وجود عدموں کے مابین ہو۔ اسے بھی محکم
ہی جاننا چاہیئے۔ جیساکہ حیض کے دنوں میں کوئی عورت پہلے روز خون کا نشان دیکھے
دوسرے روز کوئی نشان نہ ہو۔ اور تیسرے روز پھر نشان ظاہر ہو۔ تو بیچ کے دن کو بھی پاک
خیال نہ کرنا چاہیئے۔

الوجود بین العدمین کا مظہر المتخال بین الامین

بعد ازاں فرمایا کہ الوجود بین العدمین کالطہر
المتخلل بین الدمین خلاصہ یہ کہ جو عمر بمنزلہ عدم ہے
اس پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ اور ایسے کم عرصے کو کیوں
غفلت اور بیکاری میں برباد کرنا چاہیئے۔ بعد ازاں ایک شخص
کی بابت فرمایا کہ وہ ہمیشہ یادِ الٰہی میں مشغول رہتا۔ اور خلقت سے بالکل میل جول نہ کرتا۔
لوگوں نے وجہ پوچھی۔ جواب دیا کہ اس سے پیشتر کئی ہزار سال میں معدوم رہا۔ اس کے بعد بھی
معدوم ہو جاؤں گا۔ سو جو عمر مجھے ملی ہے۔ وہ کیوں ضائع کروں۔ اسے یادِ حق میں ہی

ذکر بزرگی کہ بحق مشغول بود

کیوں نہ بسر کروں؟ اس وقت مولانا محمود اودھی
نے جو حاضر الوقت تھے۔ اسے پوچھا کہ رہتے
کہاں ہو؟ کہا۔ مولانا برہان الدین غریب کے ہاں۔ فرمایا ؎

مرد سرہ باش ہر کجا خواہی باش

بعد ازاں فرمایا کہ زمین کے بعض قطعہ زبانِ حال سے بعض قطعوں کو پوچھتے ہیں کہ

سو کیا آج تم پر کوئی ذاکر گزرا۔ یا کوئی دردمند یا غمناک گزرا۔ اگر وہ کہے۔ نہیں۔ تو جس طرح پر گزرا ہو۔ اس پر اپنے تئیں نائق اور اشرف خیال کرتا ہے۔

مختلف بیانات

منگل کے روز بیسویں ماہ ذوالحجہ سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس روز آپ کسی عزیز کی نماز جنازہ ادا کر کے آئے تھے۔ اس کے احوال کی بابت فرمایا کہ نیک مرد اور خوش خلق تھا۔ نیک و بد کسی سے اسے سروکار نہ تھا۔ یہاں تک کہ کسی کا ہاتھ نہ پکڑتا تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ مرد جب علم سیکھتا ہے۔ تو اسے شرف ہوتا ہے۔ اور جب کام کرتا ہے۔ تو اس کے کام کی بہتری ہوتی ہے اس موقعہ پر چاہیئے کہ جو دونوں کو توڑ دے یعنی علم اور عمل دونوں تو اس کی نظر سے گرا دے۔ تاکہ خود پسندی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اور مشہور ہو جائے۔ پھر اس متوفی کے بارے میں فرمایا کہ سنا گیا ہے کہ وہ رحلت کے وقت تنہا تھے۔ کوئی اپنا پرایا ان کے پاس نہ تھا۔ صرف ذاتِ حق تھی۔ اور وہ یہ بڑی سعادت ہے۔

یہاں پر شیخ شہاب الدین خطیب ہانسوی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ وہ مناجات کیا کرتے تھے۔ کہ میں نے تیرے بہت سے اقرار پورے کئے ہیں اب میں امیدوار ہوں کہ تو بھی میرا اقرار پورا کرے گا۔ وہ یہ کہ مرتے وقت میرے پاس کوئی نہ ہو۔ نہ ملک الموت اور نہ کوئی اور فرشتہ۔ صرف میں ہوں۔ یا تیری ذات۔

بعد ازاں فرمایا کہ یہ شہاب الدین بہت ہی خدا کا پیارا تھا۔ ہر رات سورۃ بقر پڑھ کر سوتا تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ایک رات جب میں نے سورۃ بقر پڑھی۔ تو گھر کے کونے سے یہ آواز سنی ؎

ما دوست گشتیم و تو نداری سر ما   داری سر ما وگرنہ دور از بر ما

گھر والے سوئے ہوئے تھے۔ میں حیران تھا کہ یہ کون کہہ رہا ہے۔ نیز گھر میں بھی کوئی آدمی ایسا نہ تھا۔ جس سے یہ بات صادر ہوتی ہے۔ پھر دوسری مرتبہ یہی آواز سنی ؎

ما دوست گشتیم و تو نداری سر ما دور از بر ما داری سر ما دگر نہ

خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے۔ تو گریہ اس قدر غالب ہوا کہ ساری حکایت بیان نہ کر سکے۔ روتے تھے۔ اور یہی فرماتے تھے۔ کہ یہ مولانا شہاب الدین کو خطاب ہوا۔ اس پر بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوئیں۔ اور ٹھیک اسی حالت میں گزرا۔ جس حالت میں وہ چاہتا تھا۔

ذکر سماع و اہل آں پھر تھوڑی دیر کے لیے سماع اور اہل سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ سماع مریدوں کے لئے جائز ہے۔

ذکر ایمان پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ ایمان کتنی قسم کا ہے۔ فرمایا کافر موت کے وقت عذاب کو دیکھ لیتے ہیں۔ پھر ایمان لاتے ہیں لیکن وہ ایمان محسوب نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ وہ ایمان بالغیب نہیں۔ اگر مومن مرتے وقت توبہ کرے۔ تو اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ لیکن کافر کا ایمان بھی مرتے وقت قبول نہیں ہوتا۔

بدھ کے روز گیارھویں ماہ محرم ۷۱۸ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت کتب مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ ایک عزیز حاضر خدمت تھا۔ اس نے عرض کی کہ مجھے ایک شخص نے کتاب دکھلائی اور کہا۔ یہ آنجناب کی لکھی ہوئی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس نے غلط کہا ہے۔ میں نے کتاب نہیں لکھی۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے جب کشف المحجوب لکھی۔ تو شروع کتاب میں اپنا نام لکھا۔ اور دو تین جگہ اور بھی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے آپ عربی اشعار کہا کرتے تھے۔ لیکن ان میں اپنا نام نہیں لایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے وہ شعر اپنے نام کر لئے۔ تو مرتے وقت بے ایمان مرا۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ موت کا وقت سخت ہوتا ہے۔

علامت سلامتی ایمان

اور یہ کہ مرتے وقت کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ بے ایمان گیا ہے۔ یا با ایمان۔

فرمایا کہ ایمان کی سلامتی کی یہ علامت ہے۔ کہ مرتے وقت چہرہ زرد پڑ جائے۔ اور پیشانی پر پسینہ ہو۔ پھر فرمایا کہ جب میری والدہ صاحبہ نے انتقال فرمایا۔ تو یہی علامات ظاہر تھیں۔

بعد ازاں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دو رکعت نماز ہے۔ جو ایمان کی نگہداشت کے لئے مغرب کی نماز ادا کی جاتی ہے جس میں پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورۃ اخلاص اور ایک مرتبہ سورۃ فلق۔ اور دوسری رکعت میں سات مرتبہ سورۃ اخلاص اور ایک مرتبہ سورۃ والناس۔ بعد ازاں سجدے میں سر رکھ کر تین مرتبہ یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان کہے۔ پھر اس نماز کی برکتیں بیان فرمائیں۔ خواجہ احمد دین نے شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے سنی۔ اور انہوں نے خواجہ احمد عظیم سے جنہوں نے بیان کیا۔ کہ میرا ایک دوست تھا۔ جو ہمیشہ یہ نماز ادا کیا کرتا تھا۔ جب ایک دفعہ اجمیر کی حدود میں تھے۔ تو شام کا وقت تھا۔ وہاں پر چوروں کا ڈر تھا۔ ہم تو تین فرض اور دو سنت ادا کر کے چلے آئے۔ لیکن اس یار نے باوجود اس خوف کے۔ دو رکعت نماز بھی ادا کی۔ الغرض جب اس کی موت کا وقت قریب آیا۔ تو مجھے خبر ملی۔ میں حالت پوچھنے کے لئے اس کے پاس گیا۔ تو اس کا انتقال اسی طرح ہوا جیسے ہونا چاہیئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ خواجہ احمد نے اس جوان کی حکایت ایسے الفاظ میں بیان کی ہے۔ کہ اگر مجھے قضاء کی کرسی کے پاس بھی۔ لے چلیں۔ تو میں گواہی دونگا۔ کہ وہ با ایمان گیا ہے۔ والحمد للہ۔

بعد ازاں دو رکعت نماز کا ذکر کیا۔ جو شام کی نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ میرا ایک یار تھا جس کے ہم سبق مولانا تقی الدین تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص صالح اور دانشمند تھا۔ ہمیشہ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتا۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد والسماء ذات البروج اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ والسما

طارق پڑھا کرتا جب وہ مرگیا۔ تو خواجہ صاحب نے اسے خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیسا معاملہ کیا؟ کہا جب میرا انتقال ہوا۔ تو فرمان آیا کہ میں نے اسے ان دو رکعت نماز کے بدلے بخشا۔

ذکر صلوٰۃ النور حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا کہ اسے صلوٰۃ النور کہتے ہیں؟ فرمایا نہیں اسے صلوٰۃ البروج کہتے ہیں۔ وہ دو رکعتیں جن میں سورۃ انعام کا شروع پڑھتے ہیں۔ پہلی رکعت میں یستھزءون اور دوسری یستھزءون پر ختم کرتے ہیں۔ اسے صلوٰۃ النور کہتے ہیں۔

ترغیب وقت طلوع آفتاب و غروب نماز آں بعد ازاں اس وقت طلوع و غروب کی ترغیب کے بارے میں فرمایا کہ جب دن نکلتا ہے۔ تو کعبہ کی چھت پر فرشتہ آواز دیتا ہے کہ اے بندگان خدا! اور اے امتان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے تمہیں زندگی بخشی۔ اور ایک روز تم پر آنے والا ہے یعنی قیامت کا دن۔ اس کے لئے دنیا ہی میں کچھ ذخیرہ کرلو۔ وہ یہ کہ دو رکعت نماز ادا کرو ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھو!

بعد ازاں جب رات ہوتی ہے۔ تو وہی فرشتہ کعبہ کی چھت پر یہ آواز دیتا ہے۔ کہ اے بندگان خدا! اور اے امتان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تمہیں اللہ تعالیٰ نے رات عنایت فرمائی ہے۔ اور ایک رات تمہارے درپیش ہے یعنی قبر کی رات۔ سو اس رات کے لئے کچھ ذخیرہ جمع کرلو۔ اور کچھ کام کرو۔ وہ یہ کہ جب رات ہو۔ تو شام کی نماز کے بعد دو رکعت نماز ادا کرو۔ اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورۃ والکافرون پڑھو۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ جمال الدین ہانسوی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ لیکن حدیث کے الفاظ یاد نہیں رہے البتہ مطلب وہی ہے۔ جو اوپر بیان کر دیا ہے۔

ذکر موت و حالیکہ در آں باشد پھر موت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ نیز اس حال کے بارے میں جو موت کے

بعد واقعہ ہوتا ہے۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر اولیاء اللہ رحلت کے وقت ایسے ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی خواب میں ہو۔ اور اس کا معشوق اس کے بستر پر ہو۔ موت کے وقت وہ ایسے شخص کی مانند ہوتے ہیں۔ جو اچانک جاگ پڑے۔ اور اپنی عمر کے بچھڑے معشوق کو بستر پر دیکھے۔ تم اندازہ کر سکتے ہو۔ کہ ایسے شخص کو اس وقت کیسی خوشی ہوتی ہوگی حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا کہ بعض اولیاء کو یہیں مشاہدہ کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا بے شک! لیکن یہ نعمت اس گھڑی دیکھتا ہے۔ جب وہ نعمت بدرجہ کمال پاتا ہے۔ تو ٹھیک ایسے سوئے ہوئے کے مشابہ ہوتا ہے۔ جو بیدار ہو۔ تو اپنے معشوق کو بستر پر پائے۔ حدیث۔ الناس نیام فاذا ماتوا انتبهوا۔ سب لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ جب مرتے ہیں۔ تو جاگتے ہیں۔ یعنی جو شخص دنیا میں جس چیز میں مشغول ہے۔ جب مرے گا۔ تو اسے وہی چیز دی جائیگی

ذکر موت اولیاء

بعد ازاں اولیاء کی موت کے بارے میں فرمایا کہ بداؤں میں احمد نام میرا ایک دوست نہایت صالح معتقد اور ابدال صفت تھا۔ اگرچہ لکھا پڑھا نہ تھا۔ لیکن سارا دن شرعی احکام اور مسائل کی تحقیق میں لگا رہتا۔ اور ہر شخص سے اس بارے میں سوال کرتا۔ جب میں دہلی آیا۔ تو وہ بھی آ رہا تھا۔ جب مجھ سے ملاقات ہوئی۔ تو وہ بڑے تپاک سے ملا۔ اور میری والدہ صاحبہ کا حال پوچھا۔ اسے ان کی رحلت کا حال معلوم نہ تھا۔ جب میں نے بتایا تو تھوڑی دیر مضطرب اور متغیر رہ کر رونا شروع کیا۔ جب خواجہ صاحب اتنی حکایت بیان فرما چکے۔ تو گریہ اس قدر غالب ہوا کہ جو کچھ فرماتے۔ وہ پورے طور پر سنائی نہ دیتا۔ اثنائے گریہ میں یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔ یہ معلوم نہیں اپنا تھا یا احمد کا ؎

افسوس دلم کہ ہیچ تدبیر نکرد — شبہائے وصال را بخیر نکرد
کہ گر وصل تو یاری کند یا نکند — یارے کہ فراق ہیچ تقصیر نکرد

بعد ازاں فرمایا کہ تھوڑے عرصے بعد احمد دنیا سے انتقال کر گیا۔ میں نے

ایک روز خواب میں دیکھا کہ مجھ سے حسب عادت مسائل اور احکام شرعی پوچھ رہا ہے۔ میں نے اسے کہا کہ جو کچھ تو پوچھ رہا ہے۔ وہ تو بحالت زندگی کام آتا ہے یا کہ موت کے بعد؟ کہا۔ کیا آپ اولیاء اللہ کو مردہ خیال کرتے ہیں؟ یہ حکایت بیان کرتے وقت ایک جوالق آیا۔ اور سخت سست کہنا شروع کیا۔ جیسا کہ ان کی عادت ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب نے اس کو کچھ نہ کہا۔ جس طمع کے لئے وہ آیا تھا۔ اسے پورا کیا۔

بعد ازاں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایسا بھی ہونا چاہیئے۔ بہت لوگ آکر ان کے قدموں پر سر رکھتے ہیں۔ اور کچھ بطور نظر لاتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کو بھی آنے دینا چاہیئے۔ اور جو چاہیں۔ کہہ دیں۔ خواہ وہ کفر کی باتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر فرمایا ایک دفعہ اسی گروہ کا ایک آدمی آیا۔ اور مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ کہا جب تک جہان میں رہے۔ جرم ہمارا ہو۔ اور گمان تمہارا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک آدمی اسی گروہ ناشائستہ کا ایک شخص شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا۔ اور کہنا شروع کیا۔ کہ تو نے اپنے تئیں بت خانہ بنا رکھا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں نے نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ پھر کہا۔ نہیں۔ تو نے بنایا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ جو کچھ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ وہ یہ سن کر کھسیانا ہو کر واپس ہو گیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ چند ایک جوالقی شیخ بہاؤ الدین علیہ الرحمۃ کے پاس آئے۔ اور کچھ مانگا۔ آپ نے نہ دیا۔ باہر جا کر لڑائی شروع کی۔

باہر جا کر لڑائی شروع کی۔ چنانچہ مارنے کے اینٹیں اٹھائیں۔ آپ نے فرمایا۔ دروازہ بند کر دو۔ اس نے اینٹیں مارنی شروع کیں۔ ایک گھڑی بعد شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میں یہاں خود تو نہیں بیٹھا۔ مجھے مرد خدا نے یہاں بٹھایا ہے۔ دروازہ کھول دو۔ جب دروازہ کھولا گیا۔ تو انہوں نے سر قدموں پر رکھ دیئے۔ اور واپس چلے گئے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ پہلے خانقاہ کا دروازہ بند کر دینا بشریت کی وجہ سے تھا۔ لیکن بعد میں پھر دوسے پر دروازہ کھول دیا۔

پھر فرمایا کہ جنگ اُحد میں جب بہت سے اصحاب شہید ہوئے۔ تو بہتر جبرائیل علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ کہ یا محمد! آپ بھی ایک مرتبہ ان کشتوں میں لیٹ جائیں۔ تاکہ غضب کی ساعت گزرے۔

خزانے جمع کرنے والے کے بیان میں

بدھ کے روز پچیسویں ماہ محرم سنہ ۶۷۰ ہجری کو قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ تو ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو خزانے جمع کرتے ہیں۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف طبیعتوں کے لوگ پیدا کئے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ اگر خرچ سے کچھ زیادہ مل جائے۔ تو جب تک اسے خرچ نہیں کر لیتے۔ انہیں چین نہیں پڑتا۔ اور بعض ایسے ہیں۔ کہ جس قدر زیادہ انہیں ملتا ہے۔ وہ اور زیادہ کی خواہش کرتے ہیں۔ یہ ازلی قسمت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ سونے چاندی سے آرام اسی وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب اسے خرچ کیا جائے۔ جب تک اسے خرچ نہ کیا جائے۔ آرام حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر کوئی شخص آرزو کھانے پینے یا کپڑے وغیرہ کی کرے تو جب تک وہ روپیہ خرچ نہیں کرے گا۔ حاصل نہیں کر سکے گا۔ پس معلوم ہوا کہ اگر روپے سے راحت حاصل ہو سکتی ہے۔ تو خرچ کرنے سے ہوتی ہے۔ نہ کہ جمع کرنے سے۔

بعد ازاں فرمایا کہ روپیہ جمع کرنے سے مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو آرام پہنچے۔ اسی اثنا میں فرمایا کہ میرے پاس خود اوائلِ حال میں جمع کرنے کے لئے نہ تھا۔ اور نہ ہی کبھی میں نے دنیا کی خواہش کی۔

بعد ازاں جب شیخ الاسلام فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا۔ تو اور بھی

طبیعت نے پلٹا کھایا۔ کیونکہ آپ نے دنیا کو باوجود ملنے کے ترک کر دیا۔
بعدازاں فرمایا کہ اس سے پہلے میری روزی تنگ تھی۔ اور وقت خوشی سے
بسر نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز بے وقت میرے پاس کوئی آدمی آدھی بوری لایا
میں نے کہا۔ آج بے وقت ہو گیا ہے۔ اور ضروریات کی چیزیں صرف ہو چکی
ہیں۔ اسے صبح خرچ کروں گا۔ جب رات ہوئی اور یاد الٰہی میں مشغول ہوا۔
تو اس آدھی بوری نے میرا دامن پکڑا۔ اور مجھے کھینچا۔ جب میں نے یہ حالت
دیکھی۔ تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ بارِ خدایا! کب دن ہو گا۔ اور میں اسے خرچ
کروں گا۔

ذکر اصحاب ولایت

ہفتے کے روز پانچویں ماہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اصحاب ولایت
کے قدم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ ہوا میں اڑنا حاصل ہوتا ہے۔ تو
زبان مبارک سے فرمایا کہ بداؤں میں ایک ذاکر رہتا تھا۔ جس کا منبر دیوار کے ساتھ
تھا۔ اس دیوار میں منبر سے اوپر قدآدم کے برابر اونچا ایک طاق تھا۔ اس
طاق پر محراب تھی۔ جس پر کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ جب تذکیر کے وقت اس حالت
طاری ہوتی۔ تو اڑ کر طاق میں جا بیٹھتا۔

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ایک جوگی اور راجہ شیخ
صفی الدین کی خدمت میں بطور دعویٰ آئے۔ اور بحث شروع کی۔ شیخ
صاحب کو کہا۔ کوئی کرامت دکھاؤ۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ دعویٰ تم ہی
کرتے ہو۔ تم ہی دکھاؤ۔ جوگی زمین پر سے ہوا میں اڑا۔ اور پھر اپنی جگہ
پر آبیٹھا۔ پھر کہا کہ تم بھی کچھ دکھاؤ۔ شیخ صفی الدین گازرونی نے آسمان کی
طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! تو نے بیگانوں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا ہے
مجھے بھی یہ مرتبہ عنایت فرما۔ بعدازاں شیخ صاحب اپنی جگہ سے قبلہ رخ اڑے
پھر شمال کی طرف۔ پھر جنوب کی طرف۔ اور پھر اپنی جگہ پر آبیٹھے۔ جوگی یہ

دیکھ کر حیران رہ گیا۔ قدموں پر گر پڑا۔ اور عرض کی کہ ہم سے اس کے سوا اور کچھ
نہیں ہو سکتا کہ سیدھے اوپر کی طرف کو اڑیں۔ اور پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھیں۔
لیکن آپ نے جس طرف چاہا۔ پرواز کیا۔ واقعی یہ حق ہے۔ اور ہم باطل ہیں۔ اس
ارادی حرکت کی نسبت ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ ایک حکیم خلیفہ
کے پاس اپنی کتاب لایا کہ خلیفہ کو راہِ حق سے برگشتہ کرے۔ خلیفہ کو بھی اس
علم سے رغبت ہوئی۔ جب یہ خبر شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ
سرہ العزیز نے سنی۔ تو فرمایا کہ جب خلیفہ اس فلسفہ کی طرف راغب ہو گا۔ تو جہان
میں تاریکی اور گمراہی پھیل جائے گی۔ یہ کہہ کر اٹھے۔ اور خلیفہ کے دروازے پر
پہنچے۔ اندر خبر کی گئی کہ شیخ صاحب آئے ہیں۔ بلایا گیا۔ تو دیکھا کہ حکیم اور خلیفہ اس
علم و بحث میں مشغول ہیں۔ پوچھا۔ اس وقت کیا کر رہے ہو۔ کیا خاص معاملہ ہے۔
جب بار بار پوچھا۔ تو حکیم نے کہا کہ ہم اس وقت یہ بحث کر رہے ہیں۔ کہ آسمان کی حرکت
طبعی ہے۔ اور یہ حرکت کی تین قسمیں ہیں۔ طبعی، ارادی اور قسری۔ طبعی وہ حرکت ہے
جس میں جسم طبعاً متحرک ہو۔ جیسا کہ ہاتھ سے چھوڑے پتھر کی حرکت زمین کی طرف۔
ارادی وہ ہے۔ جو اپنی خواہش سے جس طرف چاہے۔ کرے۔ قسری وہ ہے۔ جو کسی اور
جسم کے وسیلے سے ہو۔ جیسا ہوا میں پھینکا ہوا پتھر۔ جب اس کی حرکت کم ہو جائیگی
تو پھر وہ زمین کی طرف حرکت کریگا۔ اس حرکت کو طبعی کہیں گے۔ اب ہم یہ
بحث کر رہے ہیں کہ آسمان کی حرکت طبعی ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ
آسمان کی حرکت قسری ہے۔ پوچھا۔ کس طرح؟ فرمایا۔ ایک فرشتہ اس شکل و صورت
اور ہیئت کا۔ جو اسے حرکت دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ حکیم یہ سن
کر ہنس پڑا۔

بعد ازاں شیخ صاحب خلیفے اور حکیم کو باہر لائے۔ اور کہا۔ آسمان کی
طرف دیکھو۔ اور خود دعا کی۔ کہ پروردگار! جو کچھ تو اپنے خاص بندوں کو دکھاتا
ہے۔ انہیں بھی دکھا۔ جب انہوں نے نگاہ کی۔ تو واقعی دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان

کو حرکت دے رہا ہے۔ یہ دیکھ کر خلیفہ اس مذہب سے پھر گیا۔ اور پھر دین اسلام میں راسخ الاعتقاد ہو گیا۔

ذکر احوال شیخ فریدالدین سوموار کے روز ساتویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔

شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ کا افطار اکثر شربت کے ایک پیالے سے ہوتا۔ جس میں آپ قدرے ستو ڈالتے۔ جس میں سے آدھا یا تیسرا حصہ حاضرین کو تقسیم فرماتے۔ اور تھوڑا سا ایک برتن میں ڈالتے۔ اور باقی کا خود استعمال کرتے۔ اس بقیہ میں سے بھی جس کو چاہتے۔ عنایت فرماتے۔ بعد ازاں نماز سے پہلے دو روٹیاں چپڑ کر لاتے۔ جو ایک سیر سے کم وزنی ہوتیں۔ ان میں سے ایک کے ٹکڑے کر کے حاضرین پر استعمال کرتے۔ اس خاص روٹی میں سے بھی جس شخص کو خواہش ہوتی دے دیتے۔ شام کی نماز کے بعد یادِ حق میں مشغول ہوتے۔ اس مشغولی کے بعد دسترخوان لایا جاتا جس میں ہر قسم کا کھانا ہوتا۔ جو تقسیم کیا جاتا۔ اس کے بعد پھر کھانا نہ کھاتے۔ جب تک کہ دوسرے دن افطار کا وقت نہ ہوتا۔ بعد ازاں فرمایا کہ آپ کو خلہ کا مرض تھا۔ اور اسی مرض سے وفات پائی۔

خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ایک مرتبہ تندرستی کی حالت میں میں حاضر خدمت تھا۔ کہ ایک گودڑی تیار کی جس پر دن کو بیٹھتے۔ اور رات کو وہی اوڑھتے۔ جو پاؤں تک نہ پہنچ سکتی۔ جہاں پر پاؤں ننگے رہتے۔ وہاں ٹکڑا لا کر ڈالتے۔ اگر اس ٹکڑے کو اوپر کی طرف سرکاتے۔ تو بستر خالی رہتا۔ ایک عصا رکھا تھا۔ جو شیخ قطب الدینؒ سے ملا تھا۔ اسے سر کی طرف لا کر رکھتے۔ شیخ صاحب اس پر تکیہ لگاتے اور آرام فرماتے۔ جتنی مرتبہ اس عصا کو چھوتے۔ ہاتھ کو چومتے

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز اسی بیماری میں مجھے اور چند اور یاروں کو فرمایا کہ فلاں خطیفہ میں جا کر میری صحت کے لئے دعا کرو۔ اور رات بھر جاگتے رہو۔

ہم نے ویسا ہی کیا۔ چنانچہ اور چند یار اس کی خدمت میں گئے۔ اور کھانا ہمراہ لیتے گئے رات وہیں رہے۔ ہم نے دعا کی جب دن ہوا۔ تو شیخ صاحب کی خدمت میں آ کھڑے ہوئے۔ اور عرض کی کہ رات فرمان کے مطابق ہم بیدار رہے۔ اور دعا کی۔ رات فرمان کے مطابق ذرا تامل کر کے فرمایا کہ اس تمہاری دعا کا میری صحت پر کچھ اثر نہیں پڑا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں جواب دینے میں تو متامل تھا لیکن ایک یار علی بہاری نے جو پیچھے کھڑا تھا۔ کہا کہ ہم ناقص ہیں اور آپ کامل۔ ناقص کی دعا کاملوں کے حق میں کب مفید ہو سکتی ہے۔ آپ نے یہ بات نہ سنی۔ میں نے یہ سن کر خدمت میں عرض کی۔ بعد ازاں میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ خواہش کی ہے۔ کہ جو کچھ تو اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ پائے۔

بعد ازاں مجھے اپنا عصا عنایت فرمایا۔ اسی اثنا میں میں (مؤلف کتاب) نے کہا۔ کہ کیا آپ شیخ صاحب کی رحلت کے وقت موجود تھے۔ آبدیدہ ہو کر فرمایا نہیں۔ مجھے شوال میں دہلی بھیجا۔ اور آپ نے پانچویں محرم کو وفات پائی۔ رحلت کے وقت مجھے یاد کیا اور فرمایا کہ فلاں شخص دہلی میں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی رحلت کے وقت حاضر نہ تھا۔ اس وقت میں ہانسی میں تھا جب یہ حکایت بیان کر چکے۔ تو اس طرح رونے لگے کہ تمام حاضرین پر اس کا اثر ہوا۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب شیخ صاحب پر بیماری غالب آئی تو ماہ رمضان میں افطار کیا کرتے تھے۔ ایک روز خربزہ لائے۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا مجھے عنایت فرمایا۔ مجھے خیال آیا کہ اس کے بعد کے دو مہینے پے در پے اس روزے کے کفارے میں روزے رکھ لوں گا یہ دولت پھر کب نصیب ہوگی۔ میں کھانے ہی کو تھا کہ فرمایا۔ ایسا نہ کرنا۔ مجھے تو شریعت کی طرف سے اجازت ہے۔ تجھے نہیں کھانا چاہیئے۔ میں نے عرض کی

ذکر مدت عمر شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز

تو فرمایا کہ ترانوے سال۔ اسی روز تقریر فرمائی جس کے سننے سے اس قدر ذوق حاصل ہوا۔ جو بیان نہیں ہو سکتا۔ جب رات ہوئی تو عشاء کی نماز کے بعد خاص مصلّٰے مجھے عنایت فرمایا۔

دعاء قبل نزول بلا باید کرد

ہفتے کے روز دسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکورہ کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ دعاء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ بلا نازل ہونے سے پہلے ہی دعاء کرنا چاہیئے۔ اس صورت میں جب بلا نازل ہوتی ہے۔ تو راہ میں دعاء اور بلا آپس میں ملتی ہیں۔ جو زیادہ قوی ہوتی ہے۔ وہ دوسری کو واپس لوٹاتی ہے۔ اس موقعہ کے بعد مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب تاتاری کافروں کی بلا نازل ہوئی۔ اور کافر نیشاپور پہنچے۔ تو وہاں کے بادشاہ نے کسی کو فرید الدین عطار کی خدمت میں بھیجا کہ دعاء کرو۔ جواب دیا کہ اب دعاء کا وقت گزر گیا ہے۔ اب تو رضاء کا وقت ہے۔ یعنی بلا خدا کی طرف سے نازل ہو چکی ہے۔ اب راضی رہنا چاہیئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ بلا کے نازل ہونے کے بعد بھی دعاء کرنی چاہیئے۔ اگرچہ بلا تو دفع نہیں ہو جاتی۔ لیکن اس کی سختی کم ہو جاتی ہے۔

ذکر صبر و رضاء

یہاں سے پھر صبر و رضاء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا۔ صبر اس بات کا نام ہے۔ کہ جب کوئی خلاف طبع بات بندے کو پہنچے۔ تو اس کی شکایت نہ کرے۔ اس بات کا نام رضا ہے کہ اس مصیبت سے کسی طرح کی اسے کراہت نہ ہو۔ ایسا معلوم ہو کہ گویا اس پر مصیبت نازل ہی نہیں ہوئی۔ بعد ازاں فرمایا کہ متکلم اس بات کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی پر مصیبت پڑے اور ناگوار نہ گزرے۔ فرمایا اس کے جواب تو بہت ہیں۔ ایک یہ ہے۔ فرض کرو کہ ایک شخص راستہ

چل رہا ہے۔ اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا ہے۔ جس کے سبب خون بہہ نکلا۔ لیکن وہ اتنی جلدی جا رہا ہے کہ اسے اس کی کچھ خبر نہیں۔ ایک ساعت بعد اسے معلوم ہوتا ہے۔ یہ اکثر ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی جنگ میں مشغول ہوتا ہے۔ اور اسے کوئی زخم لگے۔ تو اسے خبر بھی نہیں ہوتی۔ جب اپنے مقام پر واپس آتا ہے۔ تو اسے معلوم ہوتا ہے۔ یہ اکثر ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی جنگ میں مشغول ہو۔ اور اسے کوئی زخم لگے۔ تو اسے خبر بھی نہیں ہوتی۔ جب اپنے مقام پر واپس آتا ہے۔ تو اسے معلوم ہوتا ہے۔ جب معمولی مشغولی سے زخموں میں نہیں رہتی۔ تو مشغولِ حق سے کس طرح مصیبتوں کی خبر ہو سکتی ہے

در نظر معشوق اثر الم ضرب
عاشق ظاہر نمی گردد

بعد ازاں فرمایا کہ ایک جگہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کو تہمت دے کر گرفتار کر لیا گیا۔ اور ہزار بید لگایا گیا۔ لیکن ذرہ بھر آہ و فریاد نہ کی۔ اور نہ ہی اس میں درد کی علامت پائی گئی۔ سزا دینے کے بعد اس سے پوچھا گیا۔ کہ سزا کا اثر تم پر کیوں نہ ہوا۔ کہا۔ جب مجھے سزا دے رہے تھے۔ تو میرا معشوق میری نظروں میں تھا۔ اور وہ مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر کے سبب مجھے کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب مجازی معشوق کی نظر کا یہ اثر ہے۔ تو حقیقی کا تو اس سے بدرجہا بہتر ہونا چاہیئے۔

ذکرِ توکل

پھر توکل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ توکل کے تین مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی کو اپنے دعویٰ کے لئے وکیل کرے اور وہ وکیل اس شخص کا دوست بھی ہو۔ اور عالم بھی۔ تو وہ موکل بالکل بے کھٹکے ہوگا۔ کہ میں ایسا وکیل رکھتا ہوں۔ جو دعوے کے کاموں میں بھی دانا ہے اور میرا دوست بھی ہے۔ اس صورت میں توکل بھی ہوگا اور سوال بھی۔ چنانچہ

وہ کبھی کبھی۔ وکیل کہے گا۔ کہ اس دعوے کا جواب اس طرح دینا اور یہ کام اس طرح سرانجام کرنا۔ یہ توکل کا پہلا درجہ ہے۔ کہ توکل بھی ہوا اور سوال بھی۔ دوسرا مرتبہ توکل کا یہ ہے کہ ایک شیرخوار بچہ ہو جس کی ماں اسے دودھ پلاتی ہو۔ اسے توکل ہی ہوگا۔ سوال نہ ہوگا۔ بچہ یہ نہیں کہتا کہ مجھے فلاں وقت دودھ دینا۔ صرف روتا ہے۔ لیکن تقاضا نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کہتا ہے کہ مجھے دودھ دے دو۔ اس کے دل میں شفقتِ مادری کا پورا بھروسہ ہوتا ہے توکل کا تیسرا درجہ ہے کہ جیسے مردہ نہلانے والے کے ہاتھ۔ کہ وہ مردہ نہ حرکت کرتا ہے۔ نہ سوال جس طرح نہلانے والا چاہتا ہے۔ اسے حرکت دے۔ اور دھوئے۔ یہ درجہ بہت بلند اور اعلیٰ ہے۔

مجلس مذکور میں کھانا لایا گیا۔ حاضرین میں سے ایک نے بطور خوش طبعی کہا کہ میں فلاں مقام میں تھا۔ اگرچہ میرا پیٹ بھرا ہوا تھا لیکن جب نعتاج ایک قسم کی آش لائے۔ تو مجھ سے رہا نہ گیا۔ کھا ہی لیا۔ خیر خوش طبعی کی باتیں ہوئیں۔ خواجہ صاحب نے اس موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ میں ایک مرتبہ شیخ جمال الدین خطیب ہانسوی کے پاس گیا۔ اشراق کا وقت اور سردی کا موسم تھا۔ شیخ نے میری طرف دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔

با روغن گاؤ اندریں خنک نیکو باشد ہریسہ دنان تنک

میں نے کہا۔ غائب کا ذکر کرنا غیبت ہے۔ شیخ جمال الدین نے کہا۔ میں انہیں سے آیا ہوں۔ تبھی تو کہتا ہوں۔ پس جو کچھ کہا تھا۔ اسی وقت لاموجود کیا اور طعام حاضر تھا۔ اور دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ اس کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص کہ نام شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ جب کھانا لایا گیا۔ تو دسترخوان موجود نہ تھا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ زمین پر روٹیاں رکھ دو۔ حاضرین کے دل میں خیال آیا اگر دسترخوان ہوتا تو بہتر ہوتا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ وہ سحر انگلیوں سے زمین

پر ایک گول لکیر کھینچی۔ اور فرمایا کہ محمد اسی کو دستر خوان سمجھو۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہ حال کے شروع کی بات ہے

جمعہ کے روز تیئیسویں ماہ ربیع الاخر سن مذکورہ کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس ہفتہ میں کاتب بہ سبب دیری تنخواہ دل تنگ تھا۔ جب حاضر خدمت ہوا۔ تو فرمایا کہ اس سے پہلے ایک مرد نہایت بزرگ سے میری

ذکر عیدی یافتن از غیب و ذکر رہیدن مستاصل از وطن

چند مرتبہ ملاقات ہوئی۔ اس نے بہت سی باتیں کیں۔ فرط شکوہ کے سبب اس کا نام اور لقب نہ پوچھا گیا۔ جب کبھی مجھ سے ملتا۔ کوئی نہ کوئی حکایت بیان کرتا۔ جب پہلی مرتبہ مجھ سے ملا۔ تو کہا کہ انشاء اللہ تو ویسا ہی ہوگا۔ جیسا لوگوں کا اعتقاد تیری نسبت ہے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس بات کی بڑی تعریف کی۔ فرمایا کہ دوسری مرتبہ جب اس سے ملاقات ہوئی۔ تو کہا کہ بہادر میں ایک شخص شیخ وندول نام نہایت بزرگ تھا۔ عید کے روز جب خلقت واپس آئی۔ تو اس شخص نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ آج عید ہے۔ ہر ایک غلام اپنے آقا سے عیدی لیتا ہے۔ مجھے بھی عیدی دے۔ جب یہ بات کہی۔ تو آسمان سے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا گرا جس پر لکھا تھا کہ ہم نے تیری جان کو دوزخ کی آگ سے نجات دی۔ جب خلقت نے یہ دیکھا۔ تو اس کے ہاتھ پاؤں چومنے شروع کئے۔ اور بڑی عزت اور آؤ بھگت کرنی شروع کی۔ اسی اثناء میں اس شیخ کا ایک دوست آیا۔ اس نے کہا کہ تو نے تو اللہ تعالیٰ سے عیدی لی ہے۔ تو مجھے دے۔ شیخ نے جب یہ بات سنی۔ تو وہ ریشمی کپڑا اسے دے دیا۔ اور کہا۔ جاؤ! یہ تمہاری عیدی ہے۔ قیامت کو میں اور دوزخ آپس میں نپٹ لیں گے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ پھر ایک مرتبہ اس سے میری

سے ملاقات ہوئی

تو کہا کہ مجھ سے یہ حکایت سن۔ کہ ایک شہر میں کوئی مالدار برہمن رہتا تھا۔
شاید اس پر شہر کے حاکم نے جرمانہ کیا۔ اس کا سارا مال اور اسباب لے لیا۔
بعد ازاں ایک روز وہی برہمن مفلس اور مضطرب کسی راستے پر چل رہا تھا۔
سامنے سے اسے دوست ملا۔ پوچھا۔ کیا حال ہے۔ برہمن نے کہا۔ اچھا
اور بہت عمدہ ہے۔ اس نے کہا۔ ساری چیزیں تو تم سے چھن گئیں۔
اب کیا خاک ہوگا کہا۔ میرا جنیئو تو میرے پاس ہے۔ یہ حکایت بیان
کر کے خواجہ صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ اس تقریر
سے کیا معلوم ہوتا ہے؟ عرض کی۔ باطنی مدد۔ میں نے معلوم کیا کہ یہ میری
تسکینِ خاطر کے لئے حکایت بیان فرمائی ہے۔ یعنی مال و اسباب
دنیوی ہونے یا نہ ہونے کی خوشی یا غم نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر سارا جہان بھی
جاتا رہے۔ تو کچھ ڈر نہیں۔ ذات حق کی محبت دل میں ہونی چاہیئے۔
الحمد للہ! کہ بندے نے بھی وہی معلوم کیا۔ جو خواجہ صاحب کا مدعا تھا۔

خواب کا بیان جمعہ کے روز چودھویں جمادی الاول سن مذکور
کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے جمعرات کو خواب
دیکھا۔ عرض کی۔ وہ خواب یہ تھا کہ گویا امیر عالم والوالجی علیہ الرحمۃ والغفران
کاتب کو کچھ مٹھائی تقسیم کر رہے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ کبھی اس سے
تیری رشتہ داری تھی۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا۔ مجھے غیب سے کچھ ملے گا۔
دوسرے ہفتے غیب سے کچھ مجھے ملا۔ جس کا وہم و گمان تک نہ تھا۔ یعنی ہفتے
کے روز ۲۴ ماہ مذکور کو خواب دیکھنے کے گیارھویں دن بعد غیب سے مجھے
کچھ ملا۔ الغرض اس روز امیر عالم والوالجی علیہ الرحمۃ والغفران کی بزرگی کے
کے بارے میں بہت کچھ آپ نے فرمایا۔ اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا
کہ ایک بزرگ صاحب نعمت تھے جس نے خواجہ اجل شیرازی سے نعمت
حاصل کی ہے۔ ایک مرتبہ اس بزرگ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا۔ اے مسلمانو!

تمہیں واضح ہو کہ میں نے خواجہ اجل شیرازی علیہ الرحمۃ سے نعمت حاصل کی ہے۔ آج رات میں نے وہ نعمت اپنے لڑکے کو عنایت کرنی چاہی۔ تو حکم ہوا کہ یہ نعمت امیر عالم والوالجی کو دو۔ بعد ازاں امیر عالم کو منبر پر بلایا۔ اور اپنے دہن مبارک کا پانی اس کے منہ میں ڈالا۔

در فضیلت ماہ رجب

اتوار کے روز نویں جمادی الاول ۷۱۰ھ ہجری کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ماہ رجب کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ اس مہینے میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور یہ کہ اس مہینے میں چار راتیں بہت ہی بزرگ ہوتی ہیں۔ یعنی پہلی رات پہلی جمعرات پندرھویں رات اور ستائیسویں۔ جو معراج کی رات ہے۔

نماز نفل بجائے فرض قضا شدہ محسوب میشود

بعد ازاں نفلی نمازوں کے بارے میں فرمایا۔ کہ جو شخص قضا شدہ فریضہ نمازوں کے عوض نفل ادا کرے۔ تو وہ محسوب ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں امام ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ قضا شدہ نماز کو پانچ مرتبہ ادا کرتے۔

ذکر استقرار اور توبہ

اتوار کے روز تیرھویں ماہ رجب سن مذکور کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ استقرار توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ سالک جب پیر کی بیعت میں مستقیم ہو۔ تو جو کچھ اس سے پہلے کر گزرا ہو۔ اس کے لئے اس سے مواخذہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اسی اثناء میں ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ قصبہ لوہر میں سراج الدین نامی ایک شخص رہتا تھا۔ جب میں وہاں جا کر اس کے مکان پر ٹھہرا۔ وہ اور اس کے ہم قوم شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید تھے۔ اس روز وہاں کے بعض باشندے سراج الدین اور اس کے ہم قوم لوگوں سے لڑائی کرنے لگے۔ اور لڑائی میں نامناسب باتیں کہیں جن سے تہمت پائی جاتی تھی۔ اس کی عورت

نے جواب دیا کہ جو کچھ تم کہتے ہو۔ میرے بارے میں سوچو۔ کہ بیعت سے پہلے تھے۔ یا بعد میں بھی۔ جب یہ بات کہی۔ تو فرمایا۔ اس عورت نے کیا اچھی بات کہی۔

ذکر کشائش رزق

منگل کے روز انتیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک نے آکر اپنے احوال کے انتظام کے لئے مدد طلب کی۔ فرمایا۔ تنگی معاش دور کرنے کے لئے ہر رات سورۃ جمعہ پڑھا کرو۔ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے۔ ہر جمعرات کو پڑھنی چاہیئے۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ ہر رات پڑھنی چاہیئے۔ لیکن میں نے اپنے لئے کبھی نہیں پڑھی۔ کسی اور کے لئے پڑھتا ہوں۔

ذکر صوفیاں لباس

اسی اثناء میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ میرا گزر چند ایسے اشخاص کی مجلس کے پاس سے ہوا۔ جو صوفیوں کے لباس میں تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا۔ تیرا روزگار اچھا ہو جائے گا۔ اور تیرے لئے اسباب مہیا ہوں گے۔ اور تیری روزی فراخ ہو جائے گی میں نے چاہا۔ کہ کہوں کہ خواجہ صاحب! جس لباس میں آپ ہیں۔ اس لباس والے ایسی تعبیر نہیں کیا کرتے۔ پھر خیال آیا۔ کہ میری کیا ہستی ہے جو جواب کہوں۔ بغیر کچھ کہے میں پاس سے گزر گیا۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کی۔ تو جو شخص مدد طلب کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس نے عرض کی۔ اے مخدوم! لوگوں کے لئے فراخ روزی اور اسباب کا مہیا ہونا ضروری ہے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ حکایت میں نے اپنے حال کی بابت بیان کی ہے۔ نہ کہ تیرے حال کی بابت۔

تجدید بیعت

جمعرات کے روز چھٹی ماہ رجب سن مذکور کو پائبوسی کی دولت حاصل ہوئی۔ اس روز میں نے معہ چند اور یاروں کے از سر نو بیعت کی۔ اس حال کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکے کا ارادہ کیا۔ تو فتح سے پہلے امیرالمومنین عثمان

رضی اللہ عنہ کو بطور قاصد اہل مکہ کے پاس بھیجا۔ اسی اثنا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ حضرت عثمان شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر صحابہ کو بلایا کہ آکر پھر بیعت کرو تاکہ ہم اہل مکہ سے لڑائی کریں۔ یاروں نے بیعت کی۔ اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے تنے پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ اسی اثناء میں ایک صحابی الاکوع نام آیا۔ اور بیعت کی۔ آنحضرت نے پوچھا کہ تو نے اس سے پہلے تو بیعت نہیں کی؟ عرض کی۔ کی ہے۔ اس وقت از سر نو پھر بیعت کرتا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے اسے بیعت فرمایا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ تجدید بیعت وہیں سے شروع ہوئی۔

ذکر بیعت با جامہ شیخ

بعد ازاں فرمایا کہ اگر کوئی مرید از سر نو بیعت کرنا چاہے۔ اور شیخ موجود نہ ہو۔ تو شیخ کا جامہ سامنے رکھے۔ اور اس کپڑے سے بیعت کرے۔ اسی اثناء میں فرمایا کہ تعجب نہیں کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے بھی بارہا ایسا کیا ہو۔ اور میں نے تو بارہا ایسا کیا ہے۔

ذکر حسن اعتقاد

پھر اعتقاد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ میں نے شیخ رفیع الدین کی زبانی سنا ہے۔ جو شیخ الاسلام اودھ تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس سے قرابت تھی۔ کیونکہ وہ خواجہ اجل شیرازی کا مرید تھا۔ ایک دفعہ اس مرید کو کوئی تہمت لگا کر گرفتار کیا گیا۔ اور قتل کرنے لگے۔ قاتل نے اسے قبلہ رخ کھڑا کیا جس کے سبب اس کی پیٹھ اپنے پیر کی قبر کی طرف ہوتی تھی۔ فوراً اس نے رخ پھیر لیا۔ اور اپنے پیر کی طرف رخ کیا۔ قاتل نے کہا کہ اس موقعہ پر تو رو بقبلہ ہونا چاہیئے۔ تو کیوں رخ پھیرتا ہے۔ اس نے کہا۔ میں نے اپنے قبلہ کی طرف رخ کیا ہے۔ تو اپنا کام کر۔ اس حکایت کو بیان کر کے ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ میں سفر پہ جا رہا تھا۔ ایک روز ایک منزل میں سخت تکلیف پائی۔ اگرچہ میں سوار تھا۔ لیکن پیاس نے بڑی سخت تکلیف دی۔ پانی کے کنارے پہنچ کر گھوڑے سے اتر کر پانی پینا چاہا۔ میرے دل کو سخت پیاس لگی

اور صفرا کا زور رہا۔ اس حالت میں میں بیہوش ہو گیا۔ تو زبان سے شیخ شیخ کی آواز
نکلی۔ ایک گھڑی بعد میں نے ہوش سنبھالی۔ الغرض اس کے بعد مجھے اپنے کام
کے انجام پر وثوق ہو گیا۔ امید ہے کہ انشاء اللہ ان کی یاد پر میرا خاتمہ ہو گا۔

اتوار کے روز تیئیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو پابوسی کی سعادت
نصیب ہوئی۔ قبروں کی زیارت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ
جب میری والدہ صاحبہ کو بیماری لاحق ہوئی۔ تو کئی بار مجھے فرمایا کہ فلاں شہید
کی زیارت کے لئے جاؤ۔ اور فلاں بزرگ کے مزار پر جاؤ۔ میں فرمان کے مطابق
جاتا۔ جب آتا۔ تو فرماتیں کہ بیماری میں تخفیف ہے۔ اور تکلیف کم ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ
العزیز بیمار تھے۔ تو مجھے ایک مرتبہ وہاں کے شہیدوں کی زیارت کے لئے بھیجا
جب میں واپس آیا۔ تو فرمایا کہ تیری دعا نے مجھ پر اثر نہیں کیا۔ مجھے کوئی جواب
بن نہ آیا۔ ایک یار علی بہاری نام نے جو پیچھے کھڑا تھا۔ کہا کہ ہم ناقص ہیں۔
اور شیخ کی ذاتِ مبارک کامل۔ ناقصوں کی دعائیں کاملوں کے حق میں کس طرح
اثر کر سکتی ہیں؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بات شیخ صاحب نے نہ سنی۔ پھر میں
نے عرض کی۔ تو فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ خواہش کی ہے کہ اس کی جو خواہش
ہو پوری کرے پھر مجھے عصا عنایت کر کے فرمایا کہ تم بدرالدین اسحٰق علیہ الرحمۃ جاؤ
اور اسی مقرہ میں جا کر مشغول رہو۔ ہم دونوں گئے۔ اور رات بھر یاد الٰہی میں مشغول
رہے۔ جب واپس حاضر خدمت ہوئے۔ تو فرمایا کہ اب کچھ اثر ہوا ہے۔

ختم سورۃ فاتحہ

اسی اثناء میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک مرتبہ مجھے فرمایا
مناسب ہے کہ تم اور باقی کے تمام یار مل کر ایک لاکھ مرتبہ
سورۃ فاتحہ پڑھو۔ اور یاروں کو اس بات کی اطلاع کر دو! میں نے اطلاع کی۔
ہر ایک نے کچھ مقدار منظور کی۔ ایک نے پانچ ہزار مرتبہ۔ دوسرے نے چار ہزار
کسی نے کم کسی نے زیادہ بار پڑھنا منظور کیا۔ میں نے دس ہزار مرتبہ پڑھنا منظور

کیا۔ تقریباً ایک ہفتے کے اندر ختم کرلیا۔
بعد ازاں میں (مؤلف کتاب ہٰذا) نے عرض کی۔ کہ یہ سب کچھ حالتِ مرض میں ہؤا۔ فرمایا۔ نہیں۔ اس سے پہلے کا ذکر ہے۔ معلوم نہیں۔ کوئی اور غرض ہوگی۔

ذکر سکتہ امام ناصری

ہفتے کے روز ساتویں ماہ ذلیقعد سن مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہؤا۔ امام ناصری کی تفسیر پاس پڑی تھی۔ وہاں سے صاحبِ تفسیر کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ امام کو ایک دفعہ کوئی بیماری لاحق ہوئی۔ اور اس بیماری میں سکتہ لاحق ہؤا۔ تو احمقوں نے خیال کیا کہ وہ مرگیا ہے۔ چنانچہ دفن بھی کر آئے۔ جب رات ہوئی اور ہوش آیا۔ تو معلوم کیا کہ مجھے تو قبر میں ڈال گئے ہیں۔ اسی حیرانگی اور اضطراب کی حالت میں اسے یاد آیا۔ کہ جو شخص اضطراب کی حالت میں چالیس مرتبہ سورۃ یٰسین پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تنگی سے اسے فرحت عنایت کرتا ہے۔ اور کوئی راہ نکل آتی ہے۔ سو سورۃ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ جب انتالیس مرتبہ پڑھ چکا تو کشادگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور وہ اسطرح کہ کفن چور نے کفن کی طمع سے قبر کھودی۔ امام کو معلوم ہوگیا کہ یہ کفن چور ہے۔ سورۃ یٰسین آہستہ آہستہ پڑھنی شروع کی۔ تاکہ مراد کے مطابق قبر کھودے۔ مختصر یہ کہ جب چالیس مرتبہ سورۃ یٰسین ختم کی۔ تو امام ناصرؒ آہستہ سے قبر سے باہر نکلے۔ جب کفن چور نے دیکھا۔ تو مارے خوف کے وہیں ہلاک ہؤا۔ امام کو اس کی موت کا بڑا افسوس ہؤا۔ کہ مجھے چپ رہنا چاہیئے تھا۔ تاکہ وہ کفن لے جاتا۔ جب باہر نکلے۔ تو سوچا کہ اگر لوگ مجھے یکبارگی دیکھیں گے۔ تو خوفزدہ ہوجائیں گے۔ پس شہر میں آکر آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا کہ میں سکتہ کی بیماری میں مبتلا تھا مجھے غلطی سے قبر میں ڈال آئے تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد تفسیر لکھی تھی۔
پھر ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو ہمیشہ دین میں مستغرق رہتے ہیں۔ اور کھانے پینے کی سدھ بدھ نہیں ہوتی۔ جو کچھ کرتے ہیں۔ اسی کے لئے کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک بزرگ شیخ دریا کے کنارے رہا کرتا تھا۔ اس کی ایک عورت تھی

ایک روز عورت کو کہا کہ کھانا لے کر دریا کے پار جا کر جو فقیر بیٹھا ہے۔ اسے دے آ۔ عورت نے کہا۔ پانی گہرا ہے۔ عبور کس طرح کروں گی۔ شیخ نے کہا۔ دریا کے کنارے جا کر کہنا۔ کہ میرے شوہر کی حرمت سے جس نے مجھ سے کبھی صحبت نہیں کی۔ راہ دے۔ عورت حیران رہ گئی۔ اور اپنے دل میں کہا کہ اس سے میرے ہاں اتنے بال بچے پیدا ہوئے۔ اور یہ کہتا ہے کہ میں نے صحبت ہی نہیں کی۔ آخر شوہر کے فرمان کے مطابق دریا کے کنارے پر پہنچی۔ اور وہی کہا۔ تو دریا نے راستہ دیا۔ اور پار ہو گئی۔ وہاں پہنچ کر درویش کے سامنے کھانا رکھا۔ اس نے کھا لیا۔ تو عورت نے سوچا کہ آتی مرتبہ تو اس طرح آئی۔ اب جاؤں گی کس طرح؟ درویش نے پوچھا کہ کس طرح آئی تھی؟ عورت نے ساری بات کہہ سنائی درویش نے کہا۔ اچھا۔ اب جا کر یہ کہنا کہ اے دریا! اس شیخ کی حرمت سے جس نے تیس سال سے کسی قسم کا کھانا نہیں کھایا۔ مجھے رستہ دے۔ عورت حیران رہ گئی۔ کہ میرے سامنے ابھی اس نے کھایا ہے۔ اور ابھی اس طرح کہتا ہے۔ خیر اس نے جا کر دریا کے کنارے ایسا ہی کہا۔ رستہ مل گیا۔ اور اپنے شوہر کے پاس پہنچی۔ تو کہا کہ مجھے ان دونوں باتوں کا بھید بتلاؤ کہ تو نے کئی سال مجھ سے صحبت کی۔ اور اس درویش نے بھی میرے سامنے کھانا کھایا۔ یہ دونوں جھوٹ کہہ کر دریا سے رستہ لیا۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ شیخ نے کہا۔ تجھے واضح رہے کہ میں نے ہوائے نفسانی سے کبھی تجھ سے صحبت نہیں کی۔ اسی طرح اس درویش نے بھی کبھی نفسانی طمع سے کھانا نہیں کھایا۔ بلکہ محض عبادت اور طاعت کی خاطر۔ اس لحاظ سے اس نے کبھی کھانا نہیں کھایا۔ ان دونوں باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ مردانِ خدا کرتے ہیں۔ وہ خدا کے لئے کرتے ہیں۔ ان کی نیت سب حق کی خاطر ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی بابت فرمایا کہ آپ کے فرزند توام (جوڑے) تھے۔ ایک تو چھوٹی عمر میں فوت ہو گیا۔ اور دوسرا بڑا ہوا۔ جو بڑا ہوا۔ اس کے احوال کو شیخ صاحب کے احوال سے کچھ مناسبت نہ تھی۔ اور نہ آپس میں شکل و صورت میں ملتے جلتے تھے۔ پھر فرمایا کہ شیخ قطب الدین کے فرزند شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہما تھے۔ القصہ فرمایا کہ جب شیخ صاحب کا چھوٹا لڑکا

موت ہوا۔ اور اسے دفن کر کے واپس آئے۔ تو آپ کے حرم فرزند کی وفات پر جزع و فزع کر رہے تھے۔ جو شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے سنا۔ تو ہاتھ پر ہاتھ مار کر افسوس کرنا شروع کیا۔ شیخ بدرالدین غزنوی علیہ الرحمۃ نے جو حاضرِ خدمت تھے۔ پوچھا کہ یہ افسوس کیسا؟ فرمایا کہ اب مجھے افسوس آتا ہے کہ میں نے کیوں اللہ تعالیٰ سے التجا نہ کی۔ کہ میرا فرزند بڑی عمر کا ہوتا۔ اگر میں خواہش کرتا۔ تو ضرور منظور ہو جاتی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ دیکھو! ان کا استغراق کس درجے کا تھا۔ کہ اپنے فرزند کے جیتے تک کی خبر نہیں

ذکر طریق دعار کردن

پھر دعار کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ دعا کے وقت کئے ہوئے گناہوں کا خیال دل میں نہیں لانا چاہیئے۔ اور نہ ہی کی ہوئی طاعت اور عبادت کا۔ اگر ایسا کرے اور دعار قبول نہ ہو تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ اگر گناہ کا خیال دل میں لائے۔ تو دعار کے ایقان میں سستی پیدا ہوتی ہے۔ پس دعار کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھنی چاہیئے۔ اور یقین رکھنا چاہیئے کہ یہ دعار ضرور قبول ہو جائے گی۔ نیز فرمایا کہ دونوں ہاتھ دعار کے وقت کھلے رکھنے چاہئیں۔ اور سینے کے برابر۔ یہ بھی آیا ہے کہ دونوں ہاتھ ملا کر رکھنے چاہئیں۔ اور بہت اوپر۔ ایسی شکل اختیار کرنی چاہیئے کہ ابھی کوئی چیز ملے گی۔ اس موقعہ کے مناسب فرمایا کہ دعار دل کی تسلی کے لئے ہوتی ہے۔ بہتر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کیا کرنا چاہیئے؟

ذکر عقیدہ مریداں

پھر مریدوں کے عقیدہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ اس سے پہلے میرا ہمسایہ محمد نام تھا۔ جو ہر سال ناروے کی بیماری میں مبتلا رہتا۔ اور اس بیماری میں سخت تکلیف اٹھاتا جب میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ تو اس نے کہا کہ شیخ صاحب سے میرے لئے تعویذ لانا۔ جب میں شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس مرد کا حال بیان کیا۔ اور تعویذ مانگا۔ فرمایا کہ تو ہی لکھ دے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے تعویذ لکھا۔ اور خواجہ صاحب کے ہاتھ دیا۔ آپ نے دیکھ کر پھر

مجھے واپس کر دیا۔ اور فرمایا۔ اسے دے دینا۔ جب میں شہر پہنچا۔ تو اسے تعویذ دیا۔ پھر کبھی اس بیماری میں مبتلا نہ ہوا۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ آپ نے تعویذ میں کیا لکھا تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ "اللہ شافی اللہ الکافی اللہ المعافی"۔ اور کچھ۔ اور بھی جو اس وقت مجھے یاد نہیں۔

نیز حُسنِ اعتقاد کے بارے میں فرمایا کہ ایک روز میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ آپ کی ریش مبارک سے ایک بال آپ کی گود میں گرا۔ میں نے عرض کی کہ کچھ التماس کیا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اجازت عنایت فرمائیں۔ پوچھا۔ کیا ہے۔ میں نے عرض کی۔ جناب کی ریش مبارک سے ایک بال آپ کی گود میں آ گرا ہے۔ اگر حکم ہو۔ تو اسے بجائے تعویذ نگاہ میں رکھوں گا۔ فرمایا۔ بہتر۔ وہ بال بڑی تعظیم و تکریم سے لے کر کپڑے میں لپیٹا۔ اور اپنے ساتھ لے کر شہر میں آیا۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اس ایک بال کی بہت بڑی تاثیریں دیکھیں۔ جب کوئی بیمار تعویذ کے لئے میرے پاس آتا۔ میں وہی بال اسے دیتا۔ جو چند روز رکھنے سے اسے صحت ہو جاتی۔ میرا ایک دوست تاج الدین مینائی تھا۔ اس کا چھوٹا لڑکا بیمار ہو گیا۔ تو ہم نے سے آ کر تعویذ مانگا۔ بہتیرا میں نے اس بال کو ڈھونڈا۔ نہ ملا۔ نامراد واپس چلا گیا۔ اسی بیماری میں اس کا لڑکا مر گیا۔ جب کچھ دنوں کے بعد ایک اور شخص تعویذ کے لئے آیا۔ تو جہاں پہلے رکھا تھا۔ وہیں پڑا پایا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ چونکہ اس لڑکے کی عمر پوری ہو چکی تھی۔ اس واسطے تعویذ غائب ہو گیا۔

نظم و نثر کے بارے میں

بدھ کے روز سولھویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت نظم و نثر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جو اچھی بات سنی جاتے۔ اس سے ضرور حظ آتا ہے۔ اور مطلب نثر میں ادا کیا جائے۔ اگر نظم میں کہا جائے۔ تو پہلے کی نسبت اس کا حظ بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح جو عمدہ بات عمدہ آواز میں سنی جاتے۔ تو اس کا حظ بھی اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ اسی اثنا میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی

کہ مجھے کسی چیز میں ایسی رقت طاری نہیں ہوتی جیسی سماع میں۔ فرمایا۔ اصحاب طریقت اور مشتاقوں کا یہی ذوق ہے۔ کہ آگ لگاتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا۔ تو لقاء بھی نہ ہوتی اور لقاء میں ذوق ہی کیا ہوتا۔

اسی اثناء میں آبدیدہ ہو کر آہ بھر کر فرمایا کہ مجھے ایک مرتبہ خواب میں کچھ دکھلایا گیا۔ تو میں نے یہ مصرع پڑھا۔ مصرع:-

اے دوست بدست انتظارم کشتی

اور پھر خواب میں یہ مصرع پڑھا۔ مصرع،

اے دوست بزخم انتظارم کشتی

جب میں جاگا۔ تو مجھے یاد آیا کہ یہ مصرع اس طرح ہے۔ مصرع

اے دوست بہ تیغ انتظارم کشتی

بیان صدقِ ارادت

منگل کے روز تیرھویں ماہ ذوالحجہ کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ صدقِ ارادت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک مرید لشکر میں ملازم تھا جسے محمد شاہ کہتے تھے۔ وہ جو ارادہ کرتا خواب میں شیخ صاحب کو دیکھتا۔ اور جس حالت میں دیکھتا۔ ویسی ہی اس خواب کی تعبیر کرتا۔ ایک دفعہ اس نے ہندوستان آنے کا ارادہ کیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ شیخ صاحب اجودھن جا رہے ہیں۔ جب جاگا۔ تو دل میں کہا کہ مجھے بھی اسی طرف جانا چاہیئے۔ نہ شیخ سے کوئی بات سنی نہ اشارہ دیکھا۔ صرف اس قدر دیکھا کہ اجودھن جا رہے ہیں۔ اس نے ہندوستان کا ارادہ فسخ کر کے اجودھن جانے کا ارادہ کیا۔ الغرض اس سفر میں اسے آرام و آسائش بہت حاصل ہوئی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ شاہ محمد غور کا رہنے والا ہے جو آخری عمر میں کعبہ کی زیارت کو گیا۔ اور پھر اس کی خبر نہ سنی۔

ایک شخص کا مرید ہونا

ہفتے کے روز پندرھویں ماہ محرم ۷۱۱ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک شخص

نہایت بزرگ تھا۔ ایک شخص آکر اس کا مرید ہوا۔ اور خرقہ پایا۔ جیسا کہ اس کام کی رسم ہے۔ کچھ مدت بعد شیخ کو معلوم ہوا۔ کہ مرید نے بڑے کام اختیار کیئے ہیں۔ تو شیخ اس کے گھر گیا۔ اور کہا کہ میرے گھر میں آکر رہ۔ تو مجھے کیوں مشہور کرتا ہے۔ آ میں تیری پردہ پوشی کروں گا۔ مرید نے یہ سن کر شیخ کے قدموں پر سر رکھا۔ اور پھر بیعت اور توبہ کی۔ الحمد للہ رب العلمین۔

جب یہ حکایت ختم ہو چکی تو میں (مولف کتاب) نے عرض کی کہ یہ امر مسلّمہ ہے کہ پیر مرید کے احوال کو زیادہ تر دیکھے۔ اگر مریدوں کے احوال کو نہ دیکھے گا۔ تو ان کے اعمال کو کیونکر دیکھ سکے گا لیکن اگر مریدوں کے اعتقاد کی طرف نگاہ کرے اور انہیں درست اعتقاد پائے۔ تو مرید کو کچھ امید ہو سکتی ہے۔ فرمایا۔ بے شک۔ اس بارے میں اصل اصول اعتقاد ہے جس طرح ظاہر میں ایمان ہے۔ اس طرح باطن میں یقین ہے۔ مرید کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر اس کا ایمان درست ہو۔ اسی طرح مرید کو بھی چاہیئے کہ پیر کے حق میں اعتقاد درست رکھے۔ جس طرح درستی ایمان کے سبب مومن گناہ سے کافر نہیں ہو سکتا۔ اس طرح مرید درستی کے سبب لغزش سے ناامید نہیں ہو جاتا۔ اگر اس کا اعتقاد درست ہے۔ تو پھر اصلاح کی امید ہو سکتی ہے

ذکر تلاوت قرآن پاک

پھر تلاوت قرآن پاک اور اس کے حفظ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ اگر یاد نہ ہو سکے تو دیکھ کر پڑھنا کیسا ہے؟ بہت اچھا ہے۔ دیکھ کر پڑھنے میں بھی حظ آتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ صاحب جس کو قرآن شریف حفظ کرنے کے لئے فرماتے۔ پہلے سورۃ یوسف یاد کرنے کا حکم دیتے جو شخص سورۃ یوسف یاد کر لیتا ہے۔ اس کی برکت سے اسے سارا قرآن مجید یاد ہو جاتا ہے۔ اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص قرآن شریف حفظ کرنے کی نیت کرے۔ اور حفظ کے بغیر فوت

برائے حفظ قرآن اوّل سُورۂ یُوسف

ہو جائے۔ تو جب اسے قبر میں رکھتے ہیں۔ فرشتہ آکر اسے ایک بہشتی ترنج دیتا ہے۔ جس کے کھانے سے سارا قرآن شریف حفظ ہو جاتا ہے۔ اور قیامت کے دن وہ حافظ قرآن ہو کر اٹھے گا۔

ذکر دانشمندان درویش صفت

پھر ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو درویش صفت ہوتے ہیں۔ اور ان میں نیک مردوں کے سے اخلاق پائے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے اس صفت کے آدمی مولانا شہاب الدین میرٹھی، مولانا احمد اور مولانا کیتھلی دیکھے ہیں۔

مولانا احمد کی بابت فرمایا کہ وہ مرد خدا حافظ قرآن تھا۔ ایک دفعہ میں نے شیخ کبیر کی زیارت کا ارادہ کیا۔ آپ کی وفات کے بعد حدود سرستی میں میری ملاقات مولانا احمد سے ہوئی۔ مجھے کہا کہ جب روضہ شیخ پر پہنچو۔ تو میرا سلام پہنچا دینا۔ اور کہنا کہ مجھے دنیا کی طلب نہیں۔ اس کے طالب اور بہت ہیں۔ اور نہ ہی آخرت طلب کرتا ہوں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بحالت مسلمانی فوت کرے۔ اور نیک لوگوں سے ملائے

پھر مولانا کیتھلی کے بارے میں فرمایا۔ کہ وہ بہت ہی بابرکت بزرگ تھا۔ اگرچہ کسی سے اسے علاقہ نہ تھا۔ لیکن مردانِ خدا کا دیدار اس نے بہت کیا تھا۔ پہلی مرتبہ جب میں نے اسے دیکھا۔ تو اس کی تقریر سے معلوم ہوا کہ وہ مرد واصل ہے۔ کوئی بات میرے دل میں تھی۔ وہ میں نے اس سے پوچھی۔ جواب دیا۔ وہ اس طرح ہے۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ اگر وہ مشکل بات سو مجتہد عالموں سے بھی پوچھی جاتی۔ تو بھی وہ حل نہ ہوتی۔ نیز اس کے اخلاق کی بابت فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے پاس آیا ہوا تھا۔ اسی اثنا میں میرے خدمت گار بشیر نے۔ جو ابھی لڑکا ہی تھا۔ کچھ بے ادبی کی۔ میں نے اسے چھڑی ماری۔ تو مولانا کیتھلی کو ایسا درد ہوا کہ گویا وہ لکڑی انہیں ماری گئی ہے رونے لگے۔ اور فرمایا کہ یہ میری شامت کی وجہ ہے کہ اسے تکلیف پہنچی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت اس کی شفقت دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہوئی۔

اس کی بزرگی کی بابت ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ اس کی زبانی میں نے سنا کہ ایک سال دہلی میں قحط پڑا جن دنوں کہ ملک قطب الدین حسن کا واقعہ گزرا ہے۔ میں

کر پاسی بازار میں کھانا خریدنے کے لیے گیا۔ جب خریدا۔ تو خیال کیا کہ اسے اکیلے نہیں کھانا چاہیئے۔ کسی کو اپنا ہملقمہ بنانا چاہیئے۔ ایک گدڑی پوش فقیر کو دیکھا۔ جو میرے پاس سے گزرا۔ میں نے اسے کہا۔ صاحب! آپ بھی درویش ہیں۔ اور میں بھی درویش ہوں۔ میں غریب الوطن ہوں۔ اور آپ بھی مسافر معلوم ہوتے ہیں۔ آؤ! کچھ کھانا مل کر کھالیں۔ وہ درویش مان گیا۔ ہم نانبائی کی دکان پر گئے۔ اور کھانا کھایا۔ اس اثناء میں میں نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہ میرے پاس بیس تھیلیاں پیسوں کی ہیں۔ میں انہیں ذخیرہ رکھنا چاہتا ہوں۔ درویش نے کہا۔ فراخ دلی سے کھانا کھاؤ۔ میں تجھے تھیلیاں دوں گا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ پھٹے پرانے کپڑوں والا مجھے کس طرح اتنے دام دے گا۔ الغرض کھانے سے فارغ ہو کر مجھے نماز گاہ کی طرف لے گیا۔ نماز گاہ کے پیچھے ایک قبر تھی۔ اس پر کھڑے ہو کر کچھ پڑھا۔ اور چھڑی جو ہاتھ میں تھی۔ آہستہ سے دو تین مرتبہ اس پر لگائی۔ اور کہا کہ اس درویش کو بیس تھیلیاں داموں کی دینی ہیں۔ اسے دے۔ یہ کہہ کر آسمان کی طرف منہ کیا۔ اور کہا۔ جاؤ۔ مولانا! آپ کو مل جائیں گی۔ یہ سن کر ہاتھ کو بوسہ دے کر واپس چلا آیا۔ میں اسی حیرت میں تھا کہ مجھے کہاں سے ملیں گی۔ میرے پاس ایک خط تھا۔ جو کسی کے گھر پہنچانا تھا میں اسی روز وہ خط پہنچانے گیا۔ جب میں دروازہ کمالی کے پاس پہنچا۔ تو ایک ترک کو اپنے گھر کے چھجے پر بیٹھا دیکھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر آواز دی۔ اور غلاموں کو میرے پیچھے دوڑایا آخر مجھے اوپر لے گئے۔ اور وہ ترک بڑی خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آیا۔ میں نے بہتری کوشش کی۔ لیکن اسے پہچان نہ سکا۔ ترک بھی کہنے لگا۔ تو وہ عالم تو نہیں۔ جس نے فلاں مقام پر میرے ساتھ یہ نیکی کی تھی میں نے کہا۔ میں نے تو کوئی نیکی نہیں کی۔ اس نے کہا۔ میں تجھے پہچانتا ہوں۔ تو کیوں اپنے تئیں چھپاتا ہے۔ الغرض بیس تھیلیاں داموں کی لاکر معذرت سے میرے ہاتھ میں دے دیں۔

خواجہ صاحب نے اس مولانا کیتھلی کی زندگی کے بارے میں فرمایا کہ تنہا کھانا نہ کھانے کی جو عادت ان میں تھی۔ وہی اس کے رستے کو نیک بناتی ہیں۔ دوسرے اخلاق کا کیا حال ہوگا۔

پھر فرمایا کہ میں سفر کرتے کرتے سرستی کی حدود میں پہنچا۔ تو میں نے سنا کہ کل اس راہ میں ڈاکہ پڑا۔ اور بہت سے مسلمان ہندوؤں کے ہاتھ سے مقتول ہوئے۔ ایک ان میں عالم تھا جسے کیتھلی کہتے تھے۔ وہ قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ اسی حالت میں شہید ہوا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ ہو نہ ہو۔ وہ مولانا کیتھلی ہوں گے۔ جب لاشوں کو جا کر دیکھا۔ اور فاتحہ پڑھ کر غور سے دیکھا۔ تو آپ ہی تھے۔

بدھ کے روز تیسری ماہ ربیع الاول سن مذکور کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس دفعہ ایک مہینے بعد حاضر ہوا تھا۔ کبھی اس قدر غیر حاضری نہیں ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت فاضلوں کا ذکر ہو رہا تھا کہ تو آپہنچا۔ میں دوبارہ آداب بجا لایا۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ شمس الملک علیہ الرحمۃ کی یہ عادت تھی کہ اگر کوئی شاگرد ناغہ کرتا۔ یا کوئی دوست دیر سے بعد آتا۔ تو فرماتے کہ میں نے ایسا کونسا کام کیا ہے؟ کہ تو نہیں آتا۔

بعد ازاں مسکرا کر فرمایا کہ اگر کسی کو دل لگی کرتے۔ تو بھی یہی فرماتے کہ میں نے کیا کیا ہے؟ جو تو نہیں آتا تاکہ میں وہی کروں۔ بعد ازاں فرمایا کہ اگر میں ناغہ کرتا۔ یا دیر بعد حاضر خدمت ہوتا۔ تو میرے دل میں بھی یہی خیال آتا کہ مجھے بھی یہی کہیں گے ؎

آخر کم از انکہ گاہ گاہے　　　آئی و بما کنی نگاہے

خواجہ صاحب یہ شعر پڑھ کر آبدیدہ ہوئے۔ چنانچہ حاضرین پر رقت طاری ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا۔ میں نے سنا ہے کہ جن دنوں آپ شمس الملک کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ تو آپ کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اور مجھے ہیں اپنے خاص مقام میں بٹھایا کرتے تھے۔ فرمایا ہاں! جہاں پر وہ بیٹھا کرتے تھے۔ فرمایا۔ وہاں پر قاضی فخر الدین ناقلہ یا مولانا برہان الدین بیٹھا کرتے تھے۔ اور جب کبھی مجھے وہاں پر بیٹھنے کا حکم ہوتا۔ تو کہتا۔ کہ یہ آپ کا مقام ہے۔ میں بہتیرا عذر کرتا۔ لیکن ایک نہ مانتے۔ آخر مجھے بھی وہاں بٹھاتے۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا۔ کہ ایک مرتبہ وہ ملازم بھی ہو گئے تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ہاں! ایک مرتبہ وہ مستوفی مقرر ہوئے تھے۔ خواجہ تاج الدین ریزہ نے آپ کے بارے میں یہ شعر پڑھا ہے۔

صدرا کنوں بہ کام دل ہندوستاں شدی　　　مستوفی ممالک ہندوستان شدی

میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ خواجہ شمس الملک کی بزرگی ان کے وفور علم سے ظاہر ہے۔ لیکن کون جانتا ہے کہ درویشوں سے علاقہ تھا۔ یا ان سے محبت تھی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ عقیدہ بہت خوب تھا۔ میری تعظیم جو کرتے تھے۔ اسی سے ان کے عقیدے کا اندازہ ہو سکتا ہے

بدھ کے روز چوبیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی روز کئی یاروں نے اکٹھے ہی قدمبوسی کی۔ پوچھا۔ کیا ایک ہی مقام سے آتے ہو؟ عرض کی۔ جدا جدا مقام سے۔ یہاں آکر اکھٹے ہوتے ہیں۔ فرمایا۔ الگ الگ آنا بہتر ہے۔ کیونکہ شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز یہی فرمایا کرتے تھے کہ الگ الگ آیا کرو۔ کہ نظر برحق ہے۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ نظر اور جادو کا اثر برحق ہے۔ تو فرمایا کہ یہ وہ حق نہیں۔ جو غیر باطل ہے۔ یعنی اس کا اثر ضروری ہوتا ہے۔ معتزلہ تو اس بات کے قائل ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ نظر اور جادو کا اثر ہوتا ہی نہیں۔ فرمایا۔ وہ غلطی پر ہیں۔ یہاں سے معونت کرامت اور استدراج کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ معجزہ انبیاء کا کام ہے جن کا علم اور عمل کامل ہوتا ہے۔ اور وہ صاحب وحی ہوتے ہیں۔ جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ معجزہ ہے۔ کرامت وہ ہے۔ جو اولیاء سے ظاہر ہوتی ہے۔ انہیں بھی علم اور عمل بدرجہ کمال ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ کرامت کہلاتا ہے۔ معونت کا یہ مطلب ہے کہ بعض دیوانوں سے جنہیں نہ علم ہوتا ہے۔ نہ عمل۔ کبھی کبھی خلاف عادت کوئی بات ظہور میں آتی ہے۔ اسے معونت کہتے ہیں* جو ایک گروہ سے جسے ایمان کا مس بھی نہیں۔ جیسے اہل سحر وغیرہ کوئی بات دیکھی جائے۔

* [illegible]

ذکر اطوار

پھر اطوار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ اطوار تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک حسی۔ دوسرے عقلی۔ تیسرے قدسی حسی جیسے کھانا۔ سونگھنا وغیرہ۔ جو حس سے معلوم ہوتے ہیں۔ عقلی دو قسم کے ہوتے

ہیں کسبی اور بدیہی۔ لیکن جو عالم قدس میں پہنچ چکا ہو۔ وہ کسبی کو بدیہی جانتا ہے۔ پھر فرمایا کہ بدیہی علم قدس نہیں۔ یہ اولیاء اور انبیاء کا کام ہے۔ بعدازاں فرمایا کہ اس شخص کی علامت کیا ہوتی ہے جس پر عالم قدس کا دروازہ کھلا ہو یہی ہے۔ اس شخص کے بارے میں جس پر عقل کا دروازہ کھلا ہو۔ اور اس پر بدیہی یا کوئی اور بات ظاہر ہو جائے۔ تو اس سے اسے فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اور عالم قدس کی راہ نہیں ملتی۔

اسی اثناء میں ایک عالم کی بابت حکایت بیان فرمائی۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جو چیز غیب سے دل پر گزرے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسے لکھ سکوں گا۔ اس نے بہت کچھ لکھا آخیر میں یہ لکھا کہ جو کچھ مقصود تھا۔ وہ نہیں لکھ سکا۔

ذکر معتزلہ

پھر معتزلہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ اہل کفر اور اہل کبائر ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ فرمایا۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ اصل یوں ہے کہ کافر ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ اس واسطے وہ بتوں کی پرستش پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور وہی ان کے معبود ہیں۔ چونکہ یہ ان کا دائمی اعتقاد ہے۔ اور ہمیشہ کفر پر جمے رہتے ہیں۔ اس لیے ان کا عذاب بھی دائمی ہوگا۔ لیکن جو لوگ کبیرہ گناہ کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ نہیں کرتے۔ کبھی گناہ کے ارتکاب سے فارغ بھی ہوتے ہیں۔ اور جانتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہم نے کیا ہے۔ بُرا کیا ہے۔ بُرا کیا ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ پس چونکہ ہمیشہ کے لیے کبیرہ گناہوں پر راسخ نہیں ہوتے۔ اس لیے انہیں عذاب بھی ہمیشہ نہیں ہوگا۔

بعدازاں فرمایا کہ گنہگار کسی حالت میں تین باتوں کا مطیع ہوتا ہے۔ اول یہ کہ وہ جانتا ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ وہ ٹھیک نہیں ہے۔ دوسرے وہ یہ جانتا ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور دیکھتا ہے۔ تیسرے اسے بخشش اور معافی کی امید ہوتی ہے۔ اور یہ تینوں کام فرمانبرداروں کے ہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ اشعریہ مذہب میں بھی یونہی ہے۔ کہ جس کافر کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ وہ مومن ہے۔ اور جس مومن کا خاتمہ کفر پر ہوگا۔ وہ کافر ہے۔ اس موقعہ پر

یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ناگور میں ایک ہندی کو کئی مرتبہ کہا کہ یہ ولی ہے۔ اسی اثناء میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی حکایت شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دن کافر دوزخ میں رہیں گے فرمایا نہیں۔ پوچھا۔ کیوں؟ فرمایا۔ قیامت کے دن جب کافر ایمان وغیرہ دیکھیں گے تو ایمان لائیں گے۔ لیکن وہ ایمان انہیں کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اس واسطے کہ وہ ایمان ہے۔ جو بالغیب ہو۔ جو وہ دوزخ میں جائیں گے۔ لیکن مومن ہوں گے پھر یہ فرمایا کہ اس آیۃ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ میں ابن عباس کے اس قول کے موافق الا لیوحدون ہے۔ یعنی جن وانسان سب موحد ہوں گے۔ جو ایمان پر موحد ہے۔ اس کا ایمان بالغیب ہے۔ اور فرمایا کہ جب کافر ایمان دیکھیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کی یگانگت کا اقرار کریں گے۔ پس لیوحدون ٹھیک ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا جس کو آنکھیں ہوں۔ اس کو اپنی نسبت اچھا خیال کرنا چاہیئے۔ خواہ دیکھنے والا مطیع ہو۔ یا نا فرمانبردار اور گنہگار۔ اس واسطے کہ شاید اس شخص کی طاعت آخری طاعت ہو۔ اور اس کا گناہ آخری گناہ ہو۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ حسن بصری نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں جس کسی کو دیکھتا تھا۔ اپنے سے اچھا خیال کرتا تھا۔ مگر ایک دن ایک شخص نے اپنے تئیں اچھا خیال کیا۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ ایک روز حبشی کو دریا کے کنارے بیٹھا دیکھا۔ جس کے پاس صراحی تھی۔ اس میں سے ہر گھڑی تھوڑا تھوڑا پانی نکال کر پیتا تھا۔ اور اس کے پاس ایک عورت بیٹھی تھی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ گو میں کیسا ہی ہوں۔ پھر بھی اس سے تو اچھا ہوں۔ اس اثناء میں ایک کشتی پانی میں غرق ہوئی۔ اس میں سات آدمی تھے۔ ساتوں ڈوبنے لگے حبشی فوراً دریا میں کودا۔ اور چھ کو بچا لایا۔ پھر مجھ سے کہا کہ اے حسن! ایک کو تو بچا لا۔

میں حیران رہ گیا۔ پھر مجھے کہا کہ اس صراحی میں پانی ہے۔ اور یہ عورت میری ماں ہے
میں صرف تیری آزمائش کے لئے یہاں بیٹھا تھا۔ جا! ابھی تو ظاہر بین ہے۔

ذکر تلاوت قرآن پھر قرآن شریف کی تلاوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ قرآن شریف با ترتیل اور با تردید پڑھنا چاہیئے
حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا۔ کہ تردید کسے کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جب پڑھنے والے کو کسی آیۃ کے پڑھنے سے ذوق حاصل ہو۔ تو اسے بار بار پڑھنا چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کچھ پڑھنا چاہا۔ تو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی پڑھنے سے مبارک دل کو حالت ہوگئی۔ چنانچہ بیس مرتبہ بسم اللہ شریف پڑھی۔

پھر فرمایا کہ قرآن شریف کے آٹھ قسم کے مراتب ہیں۔ پانچ قسم کے بیان فرمائے۔ اول یہ کہ قاری کا دل حق کی طرف لگا ہو۔ اگر یہ نہ ہو سکے۔ تو اتنا تو ہونا چاہیئے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا خیال ہو۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ اس کے معنی یہی تو دل کی طرف لگنا ہے۔ فرمایا۔ نہیں۔ وہ حق کی ذات سے تھا۔ اور یہ صفات سے۔ اگر یہ دونوں باتیں حاصل نہ ہوں۔ تو اس کے معنوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ پڑھتے وقت خیال دل پر غالب ہو۔ کہ یہ دولت کب میرے لائق ہے۔ اور میں کون ہوں کہ یہ سعادت مجھے حاصل ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے۔ تو اتنا تو خیال کرے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھ رہا ہوں۔ اور اس کا ثواب مجھے ملے گا۔ اتنے میں میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ جب میں قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ تو پہلے ہی دل میں خیال گزر جاتا ہے۔ اگر اثنائے تلاوت میں میرا خیال کسی اور طرف جا لگتا ہے۔ تو دل میں کہتا ہوں کہ یہ کیسا خیال اور وہم ہے پھر میں دل کو پورے طور پر اس میں مشغول کرتا ہوں۔ اور اسی وقت کسی آیت پر جو اس بات کی مانع ہو۔ خیال میں آجاتی ہے۔ یا ایسی آیت نظر آتی ہے۔ جس میں وہ مشکل حل ہو جاتی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بات بہت اچھی ہے۔ ایسے

اچھی طرح کرتے رہنا۔ والحمد للہ رب العلمین۔

ذکر ترکِ دُنیا

بدھ کے روز تیسری ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ ترک دنیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ اصل دانائی یہ ہے۔ کہ دنیا کو ترک کیا جائے۔ فرمایا۔ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال کا تیسرا حصہ ایسے مرد کو دینا جو سب سے عقلمند ہو تو اس کا فیصلہ کس طرح کرنا چاہیئے۔ فرمایا کہ یہ مال ایسے شخص کو دینا چاہیئے۔ جو تارک الدنیا ہو۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ جب وہ تارک الدنیا ہوگا۔ تو مال کیسے لے گا؟ فرمایا کہ بات تو خرچ کرنے کی ہے۔ سو خرچ کرنا ایسا ہی ہے۔ پھر فرمایا کہ دُنیا سے مراد سونا، چاندی اور اسباب وغیرہ نہیں۔ بلکہ ایک بزرگ کے قول کے موافق پیٹ میں درد ہے جو تھوڑا کھاتا ہے۔ وہ بھی تارک الدنیا ہے۔ اور جو پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔ وہ تارک الدنیا نہیں۔

ذکر شیطان خناس

پھر فرمایا۔ شیطان کہتا ہے کہ جو آدمی پیٹ بھر کر نماز ادا کرتا ہے میں اس کے گلے ملتا ہوں۔ چنانچہ جب وہ نماز پڑھ کر باہر نکلتا ہے۔ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس پر میرا غلبہ ہے۔ اور جو بھوکا سویا ہوا ہو۔ اس سے میں دور بھاگتا ہوں۔ پس جب یہ بھوکا نماز میں مشغول ہوگا۔ تو تم اندازہ کر سکتے ہو کہ مجھے اس سے کس قدر نفرت ہے۔

یہاں سے شیطان اور شیطانی وسوسوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ خناس وہ دیو ہے۔ جو ہمیشہ فرزند آدم کے دل پر ہوتا ہے۔ جب انسان یاد الٰہی میں مشغول ہوتا ہے۔ وہ رفع ہو جاتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ مولانا ترمذی نوادر الاصول میں لکھتے ہیں کہ جب مہتر آدم علیہ السلام بہشت سے دنیا میں آئے۔ تو ایک روز حوا بیٹھی ہوئی تھیں۔ اتنے میں ابلیس آیا۔ اور خناس کو ساتھ لایا۔ اور حوا کو کہا۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ اسے اپنے پاس رکھنا جب آدم علیہ السلام آئے۔ تو انہوں نے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ حوا نے کہا۔ یہ شیطان کا

بیٹا ہے۔ فرمایا۔ وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ یہ کہہ کر خناس کے چار ٹکڑے کئے۔ اور چاروں پہاڑوں پر رکھ دیئے ہیں۔ یہ سن کر شیطان نے آواز دی۔ او خناس۔ او خناس! اسی وقت پہلی صورت پر آموجود ہوا۔

اسی وقت پہلی صورت پر آموجود ہوا جب شیطان چلا گیا۔ اور آدم علیہ السلام آئے تو خناس کے ٹکڑے دیکھ کر پوچھا۔ کیا حالت ہے۔ حوّا نے سارا حال بیان کیا۔ پھر آدم علیہ السلام نے پھر خناس کو مار ڈالا۔ اور جلا دیا۔ اور راکھ بہتے ہوئے پانی میں پھینک دی۔ جب آدم علیہ السلام چلے گئے۔ تو شیطان نے آکر حوا سے خناس کی بابت پوچھا۔ انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ ابلیس نے پھر خناس کو حاضر کیا۔ پھر جب آدم علیہ السلام آئے۔ تو خناس کو موجود پایا۔ پھر مار کر خود کھا گئے۔ شیطان نے آکر آواز دی۔ او خناس! او خناس! تو آدم علیہ السلام کے دل سے آواز آئی۔ شیطان نے کہا۔ یہیں رہ۔ میرا بھی مقصود یہی تھا۔

قرآن شریف سے فال لینے پر

بدھ کے روز تیرھویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو پا بوسی کی سعادت حاصل ہوئی قرآن شریف سے فال لینے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ قرآن شریف سے جو فال لیتے ہیں۔ ان کا کہیں ذکر بھی آیا ہے؟ فرمایا۔ ہاں! اس بارے میں حدیث شریف ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ جب قرآن شریف کو فال کی خاطر کھولیں۔ تو دائیں ہاتھ سے کھولنا چاہیئے۔ بائیں ہاتھ سے بالکل نہیں کھولنا چاہیئے۔

بعد ازاں اس بارے میں حکایت بیان فرمائی کہ میں نے شیخ بدرالدین غزنوی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں جب غزنوی سے لاہور آیا۔ تو ان دنوں لاہور بالکل آباد تھا۔ کچھ مدت میں وہاں رہا۔ پھر وہاں سے میرا ارادہ سفر کا ہوا۔ ایک تو دل یہ چاہتا تھا کہ دہلی جاؤں۔ اور کبھی چاہتا تھا کہ غزنی واپس جاؤں۔ میں کشمکش و پیچ میں تھا۔ لیکن دل کی کشش غزنوی کی طرف زیادہ تھی۔ کیونکہ وہاں ماں باپ

بھائی اور خویش و اقربا رہتے تھے۔ اور دہلی میں ایک داماد کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ مختصر یہ کہ میں نے قرآن شریف سے فال دیکھنے کا ارادہ کیا۔ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے غزنی کی نیت سے دیکھا۔ تو عذاب کی آیت نکلی۔ پھر دہلی کی نیت سے دیکھا۔ تو بہشت کی ندیوں اور بہشت کے اوصاف کی آیت نکلی اگرچہ دل تو غزنی کی طرف جانے کو چاہتا تھا۔ لیکن فال کے مطابق دہلی آیا۔ جب شہر میں پہنچا۔ تو سنا کہ میرا داماد قید ہے۔ میں بادشاہ کے دروازے پر آیا۔ تاکہ اس کے حال کی اطلاع دوں۔ میں نے دیکھا۔ تو گھر سے نکلا ہی تھا ہاتھ میں کچھ روپے لئے تھا۔ مجھ سے بغلگیر ہوا اور نہایت خوش ہوا مجھے اپنے گھر لے گیا۔ اور روپے میرے سامنے لا رکھے۔ میری دلجمعی ہوئی انہیں دنوں میں نے سنا کہ غزنی سے خبر آئی ہے کہ مغلوں نے آکر اس ولایت کو تاخت و تاراج کیا۔ اور میرے والدین اور بہن بھائی اور خویش و اقربا کو شہید کیا۔

بعد ازاں میں نے عرض کی۔ کیا بدر الدین غزنی جب یہاں آئے۔ تو شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید ہوئے۔ فرمایا۔ ہاں! یہاں سے شیخ الاسلام فرید الدین کا ذکر شروع ہوا۔ فرمایا۔ ان کا کام اور تھا۔ آپ نے خلقت کی ترک اختیار کی۔ اور جنگل بیابان میں رہنا شروع کیا یعنی اجودھن میں جاکر رہے۔ اور درویشانہ روٹی اور ان چیزوں پر گزارہ کیا۔ جو اس علاقے میں ملتی تھی۔ مثلاً پیلو وغیرہ۔ اسی پر آپ نے قناعت کی۔ لیکن پھر بھی خلقت کی آمد و رفت کی کوئی حد نہ رہی۔ گھر کا دروازہ کہیں آدھی رات کو بند ہوتا یعنی ہمیشہ دروازہ کھلا رہتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر قسم کی نعمتیں لوگ لے آتے۔ اور آنے جانے والوں کو ملتیں۔ کوئی شخص ایسا نہ آتا۔ جسے کچھ نہ ملتا ہو آتا۔ کچھ لے کر جاتا۔ آپ کی زندگی اور قوت عجیب قسم کی تھی۔ جو کسی اور فرد بشر کو حاصل نہ ہوئی۔ نیا آیا ہوا اور سالوں کا خدمت کرنے والا آپ کی نظروں میں یکساں تھا۔ اور مہربانی اور توجہ کے وقت دونوں مساوی ہوتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ بدر الدین اسحٰق سے میں نے سنا۔ وہ کہتے ہیں میں محرم راز خادم تھا۔

جو ہوتا۔ مجھ سے ضرور بیان فرماتے۔ اور ہر کام میں مجھ سے مشورہ لیتے۔ خلا و ملا میں میرے ساتھ یک سخن تھے۔ کوئی کام ایسا خلوت میں نہ فرمایا جو جلوت میں فرمانے کے قابل نہ تھا یعنی ظاہر و باطن میں آپ کی روش ایک سی تھی۔ ایسا شخص عجائب روزگار ہوتا ہے۔

فاتحہ کے بارے میں

منگل کے روز بارھویں ماہ جمادی الآخر سن مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ فاتحہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ حاجت براری کے لئے اکثر فاتحہ پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ جسے

فاتحہ خواندن برائے حاجات

کوئی مہم یا مشکل کام پیش آوے۔ تو وہ اس طرح فاتحہ پڑھے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے۔ الرحیم کے میم کو الحمد سے ملا کر پڑھے۔ اور جب یہاں پر آپہنچے۔ تو الرحمن الرحیم تین مرتبہ کہے۔ اور جب سورہ ختم کرے۔ تو آمین تین مرتبہ کہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کام کو سرانجام دے گا۔ نیز فاتحہ کے ذکر میں فرمایا۔ کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے۔ وہ دس چیزیں ہیں جن میں سے آٹھ سورہ فاتحہ میں ہیں۔ وہ دس چیزیں یہ ہیں۔ ذات۔ صفات افعال۔ ذکر معاد۔ تزکیہ تجلیہ۔ ذکر اولیاء۔ ذکر اعداء۔ محاربہ کفار اور احکام شرعی بعد ازاں فرمایا کہ ان میں سے آٹھ سورۂ فاتحہ میں ہیں۔ ذات رب العالمین افعال الرحمن الرحیم صفات مالک یوم الدین۔ ذکر معاد ایاک نعبد تزکیہ ایاک نستعین۔ تجلیہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ ذکر اولیاء غیر المغضوب ذکر اعداء ولا الضالین۔ پس دس چیزوں میں سے جو قرآن میں ہیں۔ یہ آٹھ سورہ فاتحہ میں پائی جاتی ہیں۔ صرف محاربہ کفار اور احکام شرعی نہیں۔ پھر حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع ہوا۔ تو فرمایا کہ اس کا بیان بالکل محققانہ ہے۔ پھر فرمایا کہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں الصوم نصف الصبر والصبر نصف الایمان روزہ صبر کا نصف ہے۔ اور صبر ایمان کا نصف ہے۔

بعدازاں فرمایا۔ الصوم الصبر کا کیا مطلب ہے۔ پہلے صبر کی حقیقت یوں بیان فرمائی۔ کہ جو غلبہ حرص وہوا سے پیدا ہو۔ اس پر حق کے سبب جو غلبہ پیدا ہو۔ غالب آجائے۔

بعدازاں فرمایا کہ حرص وہوا کے غلبے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک غصہ، دوسرے شہوت۔ روزہ شہوت کو مغلوب کرلیتا ہے۔ پس یہاں سے معلوم ہوا کہ روزہ نصف صبر ہوتا ہے۔ اور صبر ایمان کا نصف ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ ایمان میں دو چیزیں ہیں۔ ایک عقائد۔ دوسرے اعمال۔

ذکر عوارف شیخ شہاب الدینؒ

پھر شیخ شہاب الدین کے عوارف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ میں نے عوارف کے پانچ باب شیخ کبیر الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے پیش کئے۔ بعدازاں فرمایا کہ یہ کیا بیان تھا جو آپ کرتے تھے۔ ایسا کسی اور سے نہیں سنا گیا۔ بارہا آپ کے بیان کے ذوق میں لوگ ایسے محو ہوتے۔ تمنا کرتے کہ اگر کسی وقت مر جائیں۔ تو بہتر ہو۔

بعدازاں فرمایا کہ جب یہ کتاب شیخ صاحب کی خدمت میں لائی گئی۔ تو اسی روز آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام شہاب الدین رکھا۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ جو بات کسی صاحب نعمت بزرگ سے سنی جائے۔ اس میں اور ہی لذت ہوتی ہے۔ وہی بات کسی اور سے سنی جائے۔ تو اس قدر لذت حاصل نہیں ہوتی۔ گویا جس مقام سے وہ بات نکلتی ہے۔ وہ نور عزت سے آراستہ ہوتا ہے۔ اس بارے میں یہ حکایت

ذکر صاحب نعمت لذت دیگر دارد

بیان فرمائی کہ ایک صالح اور صاحب نعمت بزرگ مرد مسجد میں امامت کیا کرتا تھا۔ نماز کے بعد مشائخ کے کلمات اور ان کے احوال بیان کرتا تھا جس کے سننے سے سامعین کو راحت حاصل ہوتی۔ ان میں سے ایک اندھا تھا۔ اسے بھی ان کلمات سے حظ آتا۔

ایک روز وہ امام غیر حاضر تھا۔ اس کی جگہ مؤذن اسی طرح مشائخ کے کلمات اور ان کے احوال بیان کرنے لگا۔ اس اندھے نے پوچھا کہ آج کون حکایات بیان کر رہا ہے؟ اس اندھے نے کہا ہم ہر ایک گنہگار سے یہ کلمات نہیں سننا چاہتے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جس شخص کا معاملہ نیک نہ ہو۔ اس کی بات کا کچھ مزا نہیں آتا۔

بعد ازاں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھا۔

بزبان ہر کہ جز من ز دو حدیث عشقت چو معاملہ ندارد سخن آشنا نباشد

منگل کے روز اٹھارھویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ گزشتہ رات میں نے جو خواب دیکھا تھا۔ وہ عرض خدمت کیا۔ خواب یہ تھا کہ گویا صبح کا وقت ہے۔ اور میں نماز کے لئے وضو کر رہا ہوں۔ اور نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ بڑی جلدی سے وضو کر کے سنت ادا کی۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ ابھی ابھی جماعت ہونے والی ہے۔ میں جلدی روانہ ہوا تاکہ جماعت مل جائے۔ چلتے چلتے معلوم ہوا کہ سورج نکل آیا ہے۔ میں ڈرا۔ ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے۔ اس وقت میں نے آفتاب کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور کہا کہ شیخ صاحب کی حرمت کے سبب ابھی باہر نہ نکلنا۔ اتنا کہنے سے خواب ہی میں خوش وقتی حاصل ہوئی۔ تو میری نیند کھل گئی ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ خواجہ صاحب نے یہ سن کر آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ ایک نقیب محمد نام نیشاپوری نہایت نیک اعتقاد اور خدا کا پیارا تھا۔ اس سے میں نے سنا کہ میں ایک دفعہ گجرات جا رہا تھا۔ ان دنوں ہندوؤں کا قبضہ تھا۔ راستے میں دو آدمی میرے ہمراہ ہوئے۔ ہمارے پاس کوئی اوزار نہ تھا۔ اچانک ایک ہندو آنکلا جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اس حالت میں وہ ہمارے پاس ایا۔ جب میرے پاس آیا۔ تو میں نے کہا۔ شیخ صاحب حاضر ہو جیئے گا۔ اسی وقت ہندو نے ہاتھ سے تلوار پھینک دی۔ اور کہا کہ مجھے پناہ دو ہم نے کہا تمہیں پناہ دی۔ اور اس نے اپنی راہ لی۔ اور ہم نے اپنی راہ لی۔ خواجہ صاحب

نے یہ حکایت ختم کر کے فرمایا کہ اس ہندو نے کیا دیکھا تھا۔ اور اسے کیا دکھایا گیا۔

منگل کے روز دوسری ماہ شعبان سن مذکور کو پائبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ کھانا کھانے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا درویشی اسی بات کا نام ہے۔ کہ جو شخص آئے۔ سلام کے بعد اس کے سامنے کھانا رکھنا چاہیئے۔ اور خود حکایتوں اور باتوں میں مشغول ہونا چاہیئے۔ بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ پہلے سلام پھر طعام پھر کلام۔

سوموار کے روز اٹھویں ماہ مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا کھانا لایا گیا۔ اور کھانا شروع کیا گیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ جو لوگ کھانا میرے روبرو کھاتے ہیں۔ اسے میں اپنے حلق میں پاتا ہوں۔ گویا وہ طعام میں کھا رہا ہوں۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو کسی شخص نے بیل کو سانٹے سے مارا۔ شیخ ابوسعید نے فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا درد مجھے محسوس ہوا ہے۔ وہ شخص پاس ہی تھا۔ اس نے اسے مکر سمجھا۔ شیخ ابوسعید نے پیٹھ دکھا دی جس پر سانٹے کے نشان تھے۔

بعد ازاں اس حکایت کے بیان کرنے والے نے خواجہ صاحب کی طرف رُخ کر کے کہا۔ کہ یہ حکایت اس سے ملتی جلتی ہے۔ کہ ایک کی حالت کا اثر دوسرے پر ہو جائے۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ اس کی حقیقت کس طرح ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ روح طاقتور ہوتی ہے اور کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو قلب کو جذب کرتی ہے۔ اور قلب جب قوی ہوتا ہے۔ تو قالب کو کھینچتا ہے۔ پس اس اتحاد کے بموجب جو بات قلب پر اثر کرتی ہے۔ اس کا اثر قالب پر پڑتا ہے۔ پس (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ یہ حالت معراج کے مشابہ ہے فرمایا۔ بجا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک بزرگ کا قول ہے مجھے معلوم نہیں کہ معراج کی رات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں لے گئے ہوں۔ جہاں عرش، کرسی، بہشت اور دوزخ ہے۔ اور جو کچھ دیکھا۔ یا ان چیزوں کو وہاں لایا گیا جہاں آنحضرت صلعم تھے

بعد ازاں فرمایا کہ اگر ان چیزوں کو وہاں نے جایا گیا ہو۔ جہاں رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلم تھے۔ تو اس صورت میں رسول علیہ کا مرتبہ اور بڑا معلوم ہوتا ہے۔

ذکر کسانیکہ طریق بیعت نداستند

پھر ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو بیعت کا طریقہ نہیں جانتے۔
بعض پہلے ایک کی بیعت کر کے دوسرے کی جا کرتے ہیں بعض مشائخ کے مزار مرید بن جاتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ بعض جو مشائخ کی قبر کی پائنتی جا کر سر منڈوا کر مرید بن جاتے ہیں۔ کیا یہ بیعت درست ہے۔ فرمایا۔ نہیں۔
پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک بیٹا جو سب سے بڑا تھا۔ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس سرہ العزیز کی قبر کی پائنتی جا کر سر منڈا کر مرید ہوا۔ جب یہ خبر شیخ فرید الدین نے سنی۔ تو فرمایا کہ گو شیخ قطب الدین طیب اللہ شاہ ہمارے صاحب اور مخدوم ہیں۔ لیکن یہ بیعت درست نہیں۔ مرید ہونا اسی طرح ہوتا ہے۔ کہ شیخ کا ہاتھ پکڑے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر رؤیا

بدھ کے روز اکیسویں ماہ شوال سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ رؤیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ پہلے زمانے میں کوئی ترک تھا۔ جسے انکاش کہتے تھے۔ وہ خدا کا مرد تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ صبح وہی خواب شیخ نجیب الدین متوکل کی خدمت میں بیان کی۔ لیکن پہلے سخت قسم دلائی۔ کہ جو کچھ میں کہتا ہوں۔ عمر بھر کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ شیخ صاحب نے قبول کیا۔ بعد ازاں اس نے کہا کہ آج رات میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے۔ اور اس کے انوار و حال بیان کئے۔ شیخ نجیب الدین متوکل فرماتے ہیں۔ کہ وہ ترک خواب دیکھنے کے بعد چالیس سال زندہ رہا۔ لیکن میں نے اس خواب کا بیان اس کی زندگی میں کسی سے نہ کیا۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو میں اس کے پاس گیا۔ جب مجھے دیکھا۔ تو کہا۔ وعدہ یاد ہے؟

یعنی خواب والا۔ میں نے کہا۔ ہاں یاد ہے۔ میں نے پوچھا۔ ہا تو بتاؤ! اب کیا حالت ہے۔ کہا۔ اب اسی حالت میں مستغرق دنیا سے رخصت ہوں۔

یہاں سے شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ کے احوال کا ذکر شروع ہوا۔ اور شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مناقب بیان فرمائے۔ فرمایا کہ ایک ترک نے دہلی میں ایک مسجد بنوائی جس کی امامت شیخ نجیب الدین متوکل کو دے رکھی تھی۔ اور اس کے لیئے گھر بھی مہیا کر دیا۔ اس ترک نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا جس میں ایک لاکھ چیتل دیکے کا نام ، بلکہ زیادہ صرف کر دیا۔ شیخ صاحب نجیب الدین متوکل نے اسے ایک دفعہ کہا۔ کہ کامل مومن وہ شخص ہوتا ہے جس کے دل میں اولاد کی محبت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی محبت ہو۔ تو نے اپنے فرزند کے حق میں ایک لاکھ چیتل بلکہ زیادہ صرف کر دیئے ہیں۔ اب اگر تو اس سے دوچند راہ خدا میں صرف کرے۔ تو پورا مومن ہوگا۔ ترک اس بات سے ناراض ہوا۔ امامت اور گھر شیخ صاحب سے چھین لیئے۔ شیخ صاحب وہاں سے اجودھن آئے۔ اور سارا حال شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیان کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔ یعنی جو آیت ہم نے منسوخ کی ہے۔ اس کے بدلے اور آیت نازل کی ہے۔ اس سے بہتر اس کام پر توجہ نہیں ہوسکتی۔ شاید اس ترک کا نام ایتمر ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اب زنگر ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اب زنیکر لائے گا۔ انہیں دنوں زنیکر نام ایک بادشاہ اس ولایت میں آیا جس نے شیخ الاسلام فرید الدین اور اس معزز خاندان کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔

پھر شیخ بدر الدین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ نظام الدین خریطہ دار نے آپ کے لیئے خانقاہ بنوائی جب شیخ بدر الدین اس خانقاہ میں بیٹھے۔ تو انہیں دنوں نظام الدین کے کام میں خلل واقع ہوا۔ شیخ بدر الدین نے شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں سارا حال عرض کر بھیجا۔ کہ ایک شخص نے ہمارے لیئے خانقاہ تیار

کی۔ اب وہ بری حالت میں ہے۔ جس کے سبب میری حالت بھی پریشان ہے۔ شیخ صاحب نے کہلا بھیجا۔ کہ جو شخص اپنے پیروں کے طریق پر نہیں چلتا۔ اس کی یہی حالت ہوتی ہے یعنی ہمارے پیروں کی رسم خانقاہ نہ تھی جو خانقاہ بنا کر بیٹھے گا۔ وہ ایسی ہی باتیں دیکھے گا۔ پھر شیخ صاحب قطب الدین بختیار کی بزرگی کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ آپ نے آخری عمر میں قرآن شریف حفظ کیا جب حفظ کر چکے۔ تو انتقال ہو گیا۔

پھر اولیاء اللہ کی وفات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک نے کسی بزرگ کی وفات کے بارے میں سوال کیا کہ جب وہ فوت ہونے لگا۔ تو اللہ تعالیٰ کا نام آہستہ آہستہ اس کی زبان پر جاری تھا۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر یہ رباعی ارشاد فرمائی۔

رباعی

آئیم لبسر کوے تو پویاں پویاں
رخسارہ بآب دیدہ شویاں شویاں
بیچارہ رہ وصل تو جویاں جویاں
جاں میدہم و نام تو گویاں گویاں

ذکر مردمانیکہ مستغرق یاد حق باشد و طائفہ کہ در بحث و تکرار مشغول باشد

جمعہ کے روز چھبیسویں ماہ ذیقعد سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی کیلوکھری کی جامع مسجد کے سامنے کے مکان میں نماز سے پہلے عالم طریقت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور ان لوگوں کی بابت جو یاد حق میں مستغرق رہتے ہیں۔ اور نیز ان لوگوں کے بارے میں جو بحث اور تکرار میں مشغول رہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اپنے تئیں انہیں لوگوں کی طرح ظاہر کریں۔ تو حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک متعلم شرف الدین نام۔ جو قابلیت رکھتا تھا۔ ایک روز شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا شیخ صاحب نے اس سے پوچھا کہ تعلیم کا کیا حال ہے؟ عرض کی۔ اب تو سب کچھ بھول گیا ہوں۔ شیخ صاحب اس بات سے

ناراض ہوئے۔ جب وہ چلا آیا۔ تو حاضرین کو فرمایا کہ اس مرد نے بہت فخر کیا ہے۔
الغرض خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کی اور آبدیدہ ہو کر ایک اور حکایت بیان فرمائی
کہ ایک پیرِ طریقت کا ایک لڑکا محمد نام مسلم بڑا ماہر ہوا۔ تو عالم طریقت میں آنا چاہا۔ اپنے
باپ کو کہا کہ میں درویش بننا چاہتا ہوں۔ باپ نے کہا۔ بیٹا! پہلے یہ چلہ کرو۔ جب چلہ کر
کے باپ کے پاس آیا۔ تو باپ نے اس سے مسائل پوچھے۔ جن کا جواب اس نے
بخوبی دیا۔ باپ نے کہا۔ بیٹا! ابھی چلے کا اثر تجھ پر نہیں ہوا۔ جاؤ! ایک اور چلہ
کرو۔ جب دوسرا چلہ کر کے آیا۔ تو پھر چند مسائل پوچھے۔ جس کے جواب میں اس نے
لغزش کھائی۔ پھر تیسرے چلے کے لئے کہا۔ جب تیسرا چلہ کر کے آیا۔ تو پھر چند
مسائل پوچھے۔ لیکن اس وقت لڑکا یادِ الٰہی میں اس قدر مستغرق تھا کہ کچھ عالمِ
طریقت کے بارے میں جواب نہ دے سکا۔

ذکر رؤیا تعبیر آں

پھر اس خواب اور اس کی تعبیر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ
میں نے یاروں کو خواب میں دیکھا کہ ہر ایک نے پیراہن پہنا ہوا ہے۔ لیکن ایک یار
کا پیراہن صرف سینے تک ہے۔ دوسرے کا ناف تک۔ تیسرے کا گھٹنے تک
مگر عمرؓ کا زمین پر پڑتا ہے۔ یاروں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی
تعبیر فرمایئے گا۔ فرمایا۔ ہر ایک کے پیراہن کو اس کا دین سمجھو۔

ابن سیرین کی تعبیریں حضرت نظام الدین اولیاءؒ امام غزالی کی تشریحات ذکر تعبیر خواب ابن سیرینؒ

پھر ابن سیرینؒ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ اس کی تعبیریں کس قدر درست
تھیں۔ فرمایا کہ ایک دفعہ کوئی شخص اس کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں نے سفر جل
خواب میں دیکھا ہے۔ کہا۔ تو سفر کرے گا۔ پوچھا۔ وجہ؟ کہا سفر جل کے پہلے سفر
ہے۔ دوسرے نے کہا۔ میں نے رات خواب میں سوسن دیکھی ہے۔ کہا۔ تجھے

برائی پہنچے گی۔ پوچھا کس طرح؟ کہا سوسن کے پہلے سو ہے۔ جس کے معنی بدی یا برائی کے ہیں۔ میں (مصنف کتاب) نے پوچھا۔ کہ ابن سیرین کیسا آدمی ہے۔ فرمایا بزرگ مرد اور عالم شخص تھا۔ جو حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں گزرا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ امام محمد غزالی طیب اللہ ثراہٗ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ ان دو خوابوں کی جو تعبیریں ابن سیرین نے کی ہیں۔ وہ واقعی عجائب روزگار ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ کہ ایک دفعہ کوئی شخص ماہ رمضان میں اس کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں انگوٹھی ہے۔ جس سے مردوں کے منہ اور عورتوں کی اندام نہانی پر مہر لگاتا ہوں۔ کہا۔ شاید تو مؤذن ہے۔ جواب دیا۔ ہاں! فرمایا کہ اذان بہت سویرے کیوں دیتے ہو؟ دوسرے شخص نے آکر کہا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ لوگ تلوں سے تیل نکالتے ہیں۔ اور میں پھر ان میں بھرتا جاتا ہوں۔ فرمایا۔ جو عورت تیرے گھر ہے۔ ذرا تحقیق کر کہ کہیں تیری ماں نہ ہو۔ جب اس نے تحقیق کی۔ تو اس کی والدہ ہی تھی۔

ذکر دفع دنبل و ناسور

پھر پھوڑے پھنسی اور ناسور کی بیماری کے بارے میں فرمایا۔ جو شخص نماز عصر کی سنتوں میں سورۃ البروج پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسے پھوڑے پھنسی سے محفوظ رکھتا ہے۔ چونکہ ناسور بھی اسی قسم سے ہے۔ اس لئے امید ہے کہ اس سے بھی محفوظ رکھے گا۔ پھر فرمایا کہ جو شخص عصر کی نماز کے بعد سورۃ النازعات پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبر میں نہیں چھوڑتا مگر ایک نماز کی مقدار۔ پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جو شخص قبر میں نہیں رہتا۔ اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ فرمایا۔ جب روح کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو قالب کو کھینچ لیتی ہے۔

ذکر ترک دنیا

جمعہ کے روز پانچویں ماہ مبارک ذوالحجہ ۷۱۱ھ ہجری کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جمعہ کی نماز سے

پہلے اس مکان میں جو کیلو کھری مسجد کے سامنے واقع ہے ترک دنیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یاروں کو فرمارہے تھے۔ کہ ایک درویش کو اس بات کا اختیار دیا گیا کہ خواہ تو دنیا و مافیہا کو پسند کر۔ خواہ عاقبت کو۔ درویش نے کہا جو کچھ آخرت میں میرے لئے تیار کیا گیا ہے۔ میں اُسے پسند کرتا ہوں۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی۔ تو امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کیا صحابہ نے پوچھا۔ کیا حالت ہے؟ فرمایا کہ جن درویش کا ذکر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وہ خود آنحضرت صلعم ہی ہیں۔ جب خواجہ صاحب اس مقام پر پہنچے۔ تو شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایسی باتیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا فرمائی ہیں۔ چنانچہ جب کبھی فرماتے۔ کہ ایک درویش نے ایسا بیان کیا۔ اس کی حالت یہ تھی یعنی سمجھ جاتا کہ اپنا حال بیان کر رہے ہیں۔ پھر تارک الدنیا ہونے کا سبب بیان کیا۔ فرمایا کہ ایک بزرگ نے پانی پر مصلیٰ بچھایا ہوا تھا۔ اور نماز ادا کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ پروردگار خضر اس وقت کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اسے توبہ کی توفیق عنایت کر۔ اتنے میں خضر علیہ السلام بھی آگئے۔ پوچھا۔ کونسا کبیرہ گناہ کرتا ہوں۔ تاکہ میں اس سے توبہ کروں۔ اس بزرگ نے کہا کہ آپ نے جنگل میں درخت لگا رکھا ہے۔ جس کے سائے میں آرام کرتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ یہ کام اللہ کے لئے کیا ہے۔ بعد ازاں اس بزرگ نے خضر علیہ السلام کو کہا کہ ایسے تارک الدنیا ہو۔ جیسا میں ہوں۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا تیری کیا حالت ہے؟ کہا۔ میری حالت یہ ہے کہ اگر ساری دنیا بھی مجھے دے دیں۔ اور کہیں کہ قبول کرے۔ اور تجھ سے حساب نہیں لیا جائے گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہیں کہ اگر قبول نہیں کرے گا۔ تو تجھے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ تو میں دوزخ قبول کروں گا حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا کیوں؟ کہا۔ اس واسطے۔ کہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ پس جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے اسے قبول کرنے کی نسبت میں دوزخ کو قبول کرلینا بہتر خیال کرتا ہوں۔

فوائد الفواد کا حضرت کے پیش کرنا اور آپ کا خوش ہونا

بدھ کے روز تیئیسویں ماہ محرم سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس روز میں نے لکھے ہوئے فوائد آپ کی خدمت میں حاضر کئے۔ تو آپ نے بڑی تعریف کی۔ اور شاباش دی۔ اسی روز از سر نو بیعت کی۔ آپ نے اپنے سر کی کلاہ اتار کر میرے سر پر رکھی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ کلاہ رکھتے وقت آپ نے یہ شعر پڑھے۔

در عشق دو کار خویش یکبار زن   از سر گیرم زہے سر و کار

فرمایا۔ مشائخ نے جو کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں روح الارواح بہت عمدہ ہے۔ فرمایا۔ قاضی حمید الدین ناگوری کو وہ کتاب حفظ تھی منبر پر اکثر اسی میں سے بیان فرمایا کرتے۔ اور عربی کتابوں میں قوۃ القلوب بھی عمدہ کتاب ہے۔ اور فارسی میں روح الارواح۔ میں نے عرض کی کہ عین القضاۃ کے مکتوبات بھی عمدہ ہیں جن پر پورے طور پر ضبط نہیں ہو سکتا۔ فرمایا۔ وہ حال سے لکھے گئے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ ابھی پچیس سالہ تھا کہ اسے جلایا گیا یعنی عین جوانی میں حق تعالیٰ سے اس قدر شغل اور تعلق پیدا کیا۔ جو واقعی عجیب بات ہے۔ فرمایا کہ عین القضات نے اپنے والد کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ ایک رشوت لینے والا حرام خور قاضی تھا۔ میں نے پوچھا کہ ایسے لکھنے سے اس کا کیا مطلب تھا۔ فرمایا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو کشف کا مادہ بھی تھا چنانچہ ایک دفعہ کہیں سماع ہو رہا تھا۔ اور درویش اور خدا کے پیارے وہاں پر حاضر تھے۔ عین القضات کا باپ بھی وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا۔ میں نے شیخ احمد غزالی کو دیکھا ہے۔ جو ایک مجمع میں آیا تھا۔ اس روز اس مقام میں جہاں شیخ احمد رہتے تھے۔ بڑا فاصلہ تھا۔ ایسی جمعیت کسی اور شہر میں نہیں ہوتی۔ وہ دوسرے شہر میں تھا غرض یہ کہ جب اچھی طرح جانچ پڑتال کی گئی۔ تو ٹھیک ویسا ہی نکلا۔ جیسا اس نے کہا تھا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ عین القضات کا مقصود اس حکایت سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں نماز اور درودوں سے حاصل نہیں ہوتیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی جو مرضی ہے۔ اس کی بجا آوری سے حاصل ہوتی ہیں۔ اس عرصے میں سوال کیا گیا۔ کہ کیا عین القضات کا پیر شیخ احمد غزالی تھا۔ فرمایا۔ نہیں۔ اس واسطے کہ مکتوبات میں شیخ احمد غزالی کا کبھی ذکر کیا ہے۔ اور اپنے پیر کا بھی۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ میں ایسا ہوں۔ اور میرا شیخ ایسا۔ اگر اس کا شیخ شیخ احمد غزالی ہوتا۔ تو وہاں پر اس کا ذکر ضرور کرتا۔ اور اپنا شیخ کہہ کر لکھتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ عین القضات ابھی بچے ہی تھے۔ اور لڑکوں میں کھیل رہے تھے۔ شیخ احمدؒ غزالی نے دیکھا۔ اور آپ کے والدین سے مانگا۔ انہوں نے عین القضات کو چھپا لیا۔ اور کہہ دیا کہ وہ مر گیا ہے۔ شیخ احمد نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ جو نعمتیں اسے ملنی ہیں جب تک اسے مل نہ رہیں گی۔ وہ مر کس طرح سکتا ہے؟ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ احمد کو تہمت لگائی گئی تھی۔ اس واسطے عین القضات کے والدین نے انہیں چھپا لیا تھا۔ مولانا برہان الدین غریب سلمہ اللہ تعالیٰ حاضر تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا یہ شیخ احمد کی آزمائش تھی۔ فرمایا۔ نہیں۔ وہ خود چاہتے تھے کہ انہیں تہمت لگائی جائے

ذکر شیخ احمد غزالی متہم ہونا اوپر مہتاب

اور ملامت کی جائے لیکن دراصل وہ بہت پاک اور پارسا تھے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ کو قصائی کے لڑکے کی تہمت لگائی گئی۔ تو وہ قصائی ہر ایک سے یہی گلہ کرتا۔ ایک رات جب لڑکا شیخ صاحب کے پاس تھا۔ قصائی کے حجرے کے سوراخ سے دیکھا کہ شیخ صاحب نماز ادا کر رہے ہیں۔ اور لڑکا پاس بیٹھا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر اسے وعظ و نصیحت کی۔ پھر دوگانہ ادا کیا۔ پھر وعظ و نصیحت کی۔ پھر دوگانہ ادا کیا پھر وعظ و نصیحت کی۔ غرض ساری رات اسی طرح گزار دی۔ صبح قصائی کی بدظنی جاتی رہی۔ اور دونوں باپ بیٹا مرید ہو گئے۔

ذکر جوگی

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بات ہر ایک سے نہیں ہو سکتی۔ جو ایسا کرتے ہیں وہ نہایت ہی پاک دامن اور صاحب حوصلہ ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اجودھن میں شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ ایک جوگی آیا۔ اس سے میں نے پوچھا کہ تم کونسی راہ چلتے ہو۔ اور تمہارے کام کا اصول کیا ہے؟ کہا ہمارے علم میں یوں ہے۔ کہ آدمی کے نفس میں دو عالم ہیں۔ ایک علوی۔ دوسرا سفلی ہے۔ چوٹی سے ناف تک عالم علوی ہے۔ اور ناف سے قدم تک عالم سفلی ہے۔ عالم علوی میں صدق و صفا، عمدہ اخلاق اور نیک معاملہ ہے۔ اور عالم سفلی میں نگہداشت۔ پاکیزگی اور پارسائی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے اس کی یہ بات بہت پسند آئی۔

ذکر ترکِ دنیا

پھر دنیا کے ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو اس بارے میں بہت ہی غلو فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص دن کو روزہ رکھے۔ اور رات کو جاگتا ہے۔ اور حاجی ہو۔ تو بھی اصل اصول یہ ہے کہ دنیا کی راستی اس کے دل پر نہ ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دعویٰ کرے۔ اور دنیاوی محبت اس کے دل میں ہو۔ تو وہ شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

خواجہ عثمان حب آبادی کے بارے میں

جمعہ کے روز بائیسویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خواجہ عثمان حب آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ مدت تک خلقت سے قطع تعلق کئے رہے۔ پھر لوگوں میں بیٹھنا اور ان سے ملنا جلنا شروع کیا۔ عالم غیب سے آپ کو آواز آئی۔ کہ خلقت کو بلاؤ۔ لیکن اس شرط پر کہ ہزار مصیبتوں کی برداشت کرو۔ بعد ازاں ایک راہ چلنی شروع کی۔ تو ایک نے گدی پر آکر دھپڑ رسید کیا۔ دوسرے نے بھی تیسرے نے بھی۔ اسی طرح جب ہزار مصیبتیں پوری ہو چکیں۔ تو آواز آئی کہ منبر پر چڑھ کر لوگوں کو حق کی طرف بلاؤ۔ عرض کی پروردگارا میں نے علم نہیں پڑھا۔ اور نہ میں کامل ہوں۔ خلقت کو تیری طرف کس طرح بلاؤں؟ فرمان ہوا کہ منبر پر پاؤں رکھنا تیرا کام ہے۔ اور بخشش ہمارا کام ہے۔

پھر لوگوں میں میل جول قطع کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ شیخ احمد حنبل رحمۃ

اللہ علیہ سفید باف تھے۔ مدت تک لوگوں سے الگ رہے۔ جب لوگوں میں آئے۔ تو بول چال بالکل قطع کر دی۔ ایک محرم نے آکر پوچھا۔ کہ جب لوگوں میں آگئے ہو۔ تو پھر بول چال کیوں قطع کر رکھی ہے۔ فرمایا۔ پیدا کرنے والے کی بات کروں۔ یا پیدا شدہ کی؟ پیدا کرنے والے کا تو بیان نہیں ہو سکتا۔ اور پیدا شدہ ذکر کے قابل نہیں۔ اور دوست سے تنہا ملنے کے بارے میں یہ رباعی بھی آپ نے ہی کہی ہے۔

رُباعی

تا من بجہان رسول نیایم باتو تنہا زہمہ جہان من و تنہا تو
خورشید نخواہم کہ برآید باتو اے برمن سایہ نباشد باتو

بعد ازاں ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو روزے اور طی رکھتے ہیں لیکن محض دکھاوے اور خود پسندی کے لئے۔ ان کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا ؎

نگہت گر کند ترا فربہ سیر خوردن تر از لنگھن بہ

درویش کے بارے میں گفتگو

منگل کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ مشائخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ تین وقتوں میں نزول رحمت ہوتا ہے۔ ایک سماع کی حالت میں۔ دوسرے وہ کھانا کھاتے وقت۔ جو طاعت کی قوت کی نیت سے کھایا جائے تیسرے درویشوں کے حالات بیان کرتے وقت۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ خواجہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا کہ چھ سات درویش آئے۔ جو سب کے سب نوجوان اور صاحب جمال تھے۔ مگر خواجگان چشت کے مرید تھے۔ انہوں نے شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ہم میں کچھ ماجرا ہے۔ آپ وہ سن لیں۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ سن لو! اور نیز بدرالدین اسحٰق کو۔ انہوں نے آپس میں اس ماجرے کو نہایت نرم اور شائستہ الفاظ میں بیان کیا یعنی آپ نے ایسا فرمایا۔ اور میں نے یوں عرض کی۔ پھر آپ نے ایسا فرمایا میں نے غلط فہمی سے جواب دیا۔ اس نے کہا آپ نے جو فرمایا۔ کچھ مجھ سے غلطی ہوئی۔ نہیں۔ آپ حق بجانب تھے۔ یہ میری ہی خطا تھی

غرضیکہ اس قسم کی گفتگو کی۔ کہ میں اور بدرالدین اسحق ان کی تقریر سن کر رو دیئے۔ اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے ہماری تعلیم کے لئے فرشتے بھیجے ہیں۔ کہ معاملہ آپس میں اس طرح کرنا چاہیئے

ذکر تحمل و بردباری

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ معاملہ کے وقت اس قسم کی گفتگو کرنی چاہیئے جس سے گردن کی رگیں نمودار نہ ہوں۔ یعنی تعصب اور غضب کی علامت نہ پائی جائے۔ بعد ازاں تحمل اور بردباری کے بارے میں غلو فرمایا۔ کہ ہر ایک کا ظلم سہنا چاہیئے۔ اور اس کا بدلہ لینے کی نیت بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ مصرع زبان مبارک سے فرمایا۔

مصرع

ہر کہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد

بعد ازاں یہ شعر پڑھا ؎

ہر کہ او خارے نہد در راہ ما از دشمنی ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بیخار باد

پھر فرمایا کہ اگر کوئی کانٹا رکھے۔ اور تو بھی اس کے عوض کانٹا رکھے۔ تو کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔ عام لوگوں میں تو یہ دستور ہے کہ نیک کے ساتھ نیک اور بد کے ساتھ بد ہوتے ہیں لیکن درویشوں کا یہ دستور نہیں۔ یہاں نیک و بد دونوں کے ساتھ نیک ہونا چاہیئے۔

یاران دین کی دوستی کے بارے میں

بدھ کے روز ساتویں ماہ رجب سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ یاران دین کی دوستی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ دوستی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک نسبتی۔ دوسری دینی جن میں سے دینی زیادہ مضبوط ہے۔ اس واسطے کہ اگر دو نسبتی بھائی ہوں۔ ایک مومن اور ایک کافر۔ تو مومن کا ورثہ کافر بھائی کو نہیں مل سکتا پس معلوم ہوا کہ ایسا بھائی ہونا کمزور ہے۔ لیکن دینی زیادہ مضبوط ہے۔ اس واسطے کہ جو پیوند دو دینی بھائیوں میں ہوگا۔ وہ دنیا اور آخرت میں برقرار رہے گا۔ اسی اثنا میں اس آیت کا ذکر ہوا۔ الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین۔ جن لوگوں کی دوستی بند و بست کی وجہ سے ہوگی۔ وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ لیکن پرہیزگار آپس میں دشمن نہیں ہوں گے۔ پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

ترا دشمناں نہ ایں دوستاں کہ یارند در بارۂ دوستاں

ذکر نماز ہائے روز و ہفتہ و سال

اتوار کے دن چھبیسویں ماہ رجب سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو وقت کے متعلق ہے۔ دوسرے جو سبب کے متعلق ہے۔ تیسرے جو نہ وقت کے متعلق ہے نہ سبب کے۔ اب نمازوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو وقت کے متعلق ہیں۔ امام غزالی طیب اللہ ثراہٗ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ جو نمازیں وقت کے متعلق ہیں۔ وہ مکررات ہیں۔ اس واسطے کہ بعض نمازیں جو ہر روز ادا کی جاتی ہیں بعض ایسی ہیں۔ جو ہفتے میں ایک مرتبہ اور بعض ایسی ہیں۔ جو مہینے میں ایک مرتبہ اور بعض ایسی ہیں۔ جو سال میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں۔ جو نمازیں ہر روز ادا کی جاتی ہیں۔ وہ آٹھ ہیں۔ پانچ پانچوں وقت کی چھٹی چاشت کی۔ ساتویں بیس رکعت نماز جو شام کی نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ آٹھویں تہجد کی نماز۔ مذکورہ بالا نمازیں دن رات میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں۔ وہ نماز جو ہفتے ہفتے میں ادا کی جاتی ہیں۔ وہ ہر روزہ نماز ہے۔ جو ہفتے اور اتوار کو ادا کی جاتی ہے۔ وہ نماز جو مہینے میں ایک دفعہ ادا کی جاتی ہے۔ وہ بیس رکعت ہے۔ جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ادا کیا کرتے تھے۔ وہ نمازیں جو سال میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں۔ وہ چار ہیں۔ دو دو عیدوں کی۔ تیسری تراویح کی چوتھی شب برات کی۔ اب ان نمازوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو سبب کے متعلق ہیں۔ وہ دو ہیں۔ ایک نماز استسقاء۔ جو قلتِ باراں کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ دوسری چاند گرہن اور سورج گرہن کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ یعنی جب سورج چاند پکڑے جاتے ہیں۔ تو یہ نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ اب نمازوں کا بیان کیا جاتا ہے۔ جو نہ وقت کے متعلق ہیں، نہ سبب کے۔ وہ تسبیح ہے۔

ذکر گزاردن نوافل با جماعت

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ آیا نفل با جماعت ادا کر سکتے ہیں۔ یا نہیں۔ فرمایا۔ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ بعض مشائخ نے ایسا کیا ہے۔ پھر فرمایا شب برات تھی۔ کہ شیخ الاسلام حضرت فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے فرمایا کہ جس نماز کا حکم اس رات ہے۔ اسے با جماعت ادا کرو۔ اور امام تم بنو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

ذکر نماز محافظت نفس

پھران نمازوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو نفس کی حفاظت کے لیئے کی جاتی ہیں۔ فرمایا کہ جو کوئی شخص گھر سے باہر نکلے اور دوگانہ ادا کرے۔ تو جب تک وہ باہر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر بلا سے بچائے گا۔ جب گھر آئے۔ تو پھر دوگانہ ادا کرے۔ تاکہ ان بلاؤں سے محفوظ رہے جو گھر سے اٹھتی ہیں۔ ان دوگانوں میں بہت خیر و برکت ہے۔

ذکر آیۃ الکرسی برائے محافظت نفس

بعد ازاں فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ نماز ادا نہ کر سکے۔ تو گھر سے نکلتے وقت اور داخل ہوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھے۔ تو وہی مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر آیۃ الکرسی پڑھے تو چار دفعہ کلمہ تمجید بھی پڑھے۔ اگر کوئی شخص تنگ وقت میں مسجد پہنچے۔ اور مسجد کی تحیت ادا نہ کر سکے۔ تو یہ کلمہ چار مرتبہ پڑھے۔ وہی مطلب حاصل ہو جائے گا۔

مشارق الانوار کے بارے میں ذکر غلبہ لعاب یا بلغم در نماز

ہفتے کے روز تیرھویں ماہ شوال سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خواجہ نوح جو شرف قرابت سے مشرف ہیں۔ پاس بیٹھے تھے۔ اور مشارق الانوار پڑھ رہے تھے۔ اس حدیث پر پہنچے۔ کہ اگر کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہو۔ اور اس کے منہ میں لعاب یا بلغم آئے۔ اور اسے باہر پھینکنا چاہے۔ تو قبلہ رخ نہ پھینکے۔ اور نہ ہی دائیں طرف۔ کیونکہ فرشتے کی طرف ہے۔ بلکہ بائیں طرف قدم کے نزدیک آہستہ پھینک دے۔ تاکہ عمل کثیر نہ ہو اتنے سے نماز میں کچھ بگاڑ نہیں آتا۔

نیز یہ بیان فرمایا۔ کہ مومن کبھی ناپاک نہیں ہوتا۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستے پر جا رہے تھے۔ ابوہریرہ سامنے سے آملے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے دل لگی فرماتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے دست مبارک مصافحہ کے لیئے بڑھایا۔ لیکن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ابھی ابھی اپنی عورت سے ہم بستر ہو کر آیا ہوں۔ اور نہایا نہیں۔ اب میں آپ

ذکر عدم نجاست جنب

میرے پاک آدمی کا دستِ مبارک کس طرح چھو سکتا ہوں؟ فرمایا مومن کبھی ناپاک نہیں ہو سکتا۔ گو جنبی ہو۔ ناپاک نہیں ہوتا۔ اگر جنبی کا پس خوردہ پانی کوئی پی لے۔ تو کوئی ڈر نہیں۔ نیز فرمایا کہ اگر کوئی عورت شیطان کی صورت میں مرد کے پاس آئے۔ یعنی شیطان اگر کسی عورت کی صورت میں مرد کو دکھائی دے اور اس کا دل اس کی طرف مائل ہو۔ تو مرد کو چاہیئے کہ اپنی بیوی سے ہمبستری کرے۔ تاکہ وہ وسوسہ اس سے دور ہو جائے۔ متاہل آدمی کے لئے یہ بھی بہتری کی ایک صورت ہے خواجہ لوئی نے یہ فوائد سنے۔ تو اٹھ گیا۔ خواجہ صاحب نے اس کی طرف اشارہ کر کے حاضرین کو فرمایا۔ کہ اس شخص کی عزت کیا کرو۔ کیونکہ یہ نیک آدمی ہے۔ جب وہ اٹھ کر چلا گیا۔ تو اس کے تزکیہ کی بابت غلو فرمایا۔ کہ اسے قرآن شریف یاد ہے۔ اور ہر جمعرات کو ختم کرتا ہے۔ اور علم کے سیکھنے کا بڑا مشتاق ہے۔ اور حاصل بھی بہت کچھ کیا ہے۔ کسی سے دشمنی ہے نہ کسی سے دوستی۔ نہایت صالح مرد ہے۔ چنانچہ ایک روز میں نے اس سے پوچھا۔ کہ تو جو اتنی اطاعت اور عبادت کرتا ہے۔ کس لئے کرتا ہے؟ کہا۔ میرا مقصود آپ کی زندگی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ بات اسے کس نے بتائی؟ یہ اس کی سعادت کی دلیل ہے۔

سوال چیز در خود حوصلہ سائل باید

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ جس سے کسی چیز کی بابت پوچھا جائے۔ وہ اس چیز کا عالم ہو۔ یعنی ان احوال سے جو وہ رکھتا ہے۔ اس بارے میں فرمایا کہ ایک عالم ضیاء الدین نام منارے کے نیچے درس کیا کرتا تھا۔ اس سے میں نے سنا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں گیا۔ اور مجھے فقہ، نحو اور دوسرے علوم کی بالکل خبر نہ تھی صرف علم خلافی سیکھ رہا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر شیخ صاحب فقہ، نحو اور دوسرے علوم کی نسبت پوچھیں گے۔ تو کیا جواب دوں گا؟ یہی خیال دل میں لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ اسلام کر کے بیٹھ گیا۔ مجھے فرمایا کہ مناظرے تنقیح کیا ہوتی ہے؟ میں یہ سن کر خوش ہوا۔ اور نفی اثبات جو اس بارے میں آئی ہے۔ بہت عمدگی سے بیان کی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا

کہ کمال شغف کے سبب اس سے وہی چیز پوچھی جس کا وہ عالم تھا۔ الحمد للہ رب العلمین
یہ تین سال کے فوائد کا مجموعہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو کچھ اور سنوں گا۔ وہ بھی قلمبند کروں گا۔

فوائد الفواد

حصہ سوئم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ انوار الٰہی اور اسرار الٰہی کے اشارات ہیں۔ جو خواجہ راستین ختم المجتہدین ملک المشائخ فی الارضین خواجہ نظام الحق والدین ادام اللہ میامن انفاسہٗ کی زبان گوہر فشاں سے سنے گئے والحمد للہ علیٰ ذالک ؛

مجموعہ کہ بندۂ حسن نو نانہاد ہم وقت پاک شخص را جمیلے دہاد

ذکر طبقات ہرج و مرج

سوموار کے روز ساتویں ماہ ذلیعقد [۱۲]ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا طبقات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے بعد میری امت کے پانچ طبقات ہوں گے۔ اور ہر ایک طبقہ کی مدت چالیس سال ہوگی۔ پہلا طبقہ علم اور مشاہدہ کا ہوگا۔ دوسرا نیکی اور پرہیزگاری کا تیسرا تواصل اور تراحم کا۔ چوتھا تقاطع اور تدابر کا۔ اور پانچواں ہرج مرج کا :

فرمایا پہلا طبقہ صحابہ کرام کا تھا۔ دوسرا تابعین کا۔ تیسرا تواصل اور تراحم کا تواصل کا یہ مطلب ہے کہ جب دنیا ان کی طرف آئے اور وہ دونوں میں مشترک ہو تو ایک طرف اگر سختی کرے تو دوسری طرف نرم ہو جائے اسے تو تواصل کہتے ہیں اور تراحم سے یہ مراد ہے کہ اگر ساری دنیا ان کی طرف آئے تو بغیر شرکت اسے راہ حق میں صرف کریں۔ چوتھا طبقہ تقاطع اور تدابر کا ہوگا۔ تقاطع کا یہ مطلب ہے کہ اگر دنیا مشارکت کے طور پر ان کی طرف رخ کرے۔ تو وہ آپس میں

لڑنے جھگڑنے لگیں ، اور ہر زندا بر کے یہ معنی ہیں ، کہ اگر دنیا انہیں ملے تو اس میں سے کسی کو کچھ نہ دیں ، بلکہ اوروں کی طرف پیٹھ کر لیں ، پانچواں طبقہ ہرج مرج کا ہے ۔ وہ یہ کہ ایک دوسرے کی نکتہ چینی اور عیب گوئی کریں یہ پانچواں طبقے دو سو سال کے عرصے میں گزر جائیں گے ۔ جب دو سو سال کا عرصہ گزر جائے گا ، تو اس کے بعد کے فرزند آدم سے کتیا کے بچے اچھے ہوں گے جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے ، تو آبدیدہ ہو کر فرمایا ، کہ یہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دو سو سال تک کا ہے ۔ اب کی خلقت کا کیا حال ہو گا :

ذکر مشغول حق

پھر مشغول حق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ اصل کام یاد حق ہے اور اس کے سوا جو ہے سب یاد حق کا مانع ہے فرمایا کہ جو کتابیں میں نے پڑھی ہیں ، اگر کسی وقت ان کا مطالعہ کرتا ہوں تو وحشت سی پیدا ہو جاتی ہے ۔ اور خود بخود کہنے لگتا ہوں کہ میں کہاں جا پڑا

پھر ایک حکایت بیان فرمائی کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمتہ اللہ علیہ جب حال کے کمال کو پہنچے ۔ تو جو کتابیں پڑھی تھیں کونے میں رکھ دیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ دھو ڈالیں ، پھر فرمایا کہ دھونے کا کہیں ذکر نہیں آیا ۔ البتہ ایک جگہ محفوظ رکھیں ایک روز ان کتابوں کا مطالعہ کر رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی کہ اے ابو سعید ہمارا عہد نامہ واپس کر دے ۔ کیونکہ تو دوسری چیزوں میں مشغول ہو گیا ہے جب خواجہ صاحب اس مقام پر پہنچے تو رو دئیے اور یہ شعر پڑھا :

تو سایہ دشمنی کجا در کنجی جائے کہ خیال دوست زحمت باشد

یعنی جہاں پر فقر اور احکام شرعی کی کتابیں بمنزلہ حجاب ہیں وہاں دوسری چیزوں کا کیا حال ہو گا

ذکر مکافات تقصیر یاران مجلس

منگل کے روز بارہویں ماہ ذالحجہ سن مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا اور بہت سے لوگ حاضر خدمت تھے ، بعض کے لئے سائے میں جگہ نہ تھی اس لئے دھوپ میں بیٹھے تھے

دوسرں کو فرمایا کہ ذرا پاس ہو بیٹھو تاکہ وہ بھی سائے میں بیٹھیں۔ کیونکہ دھوپ میں بیٹھے تو وہ ہیں۔ اور جلتا میں ہوں۔ اس حال کی بابت حکایت بیان فرمائی کہ بداؤں میں ایک شیخ شاہی ہوئے تاب نام بزرگ رہتے تھے۔ ایک مرتبہ یار انہیں سیر کے لئے باہر لے گئے۔ اور کھیر پکائی۔ جب کھانا سامنے رکھا گیا۔ تو خواجہ شاہی موئے تاب نے کہا اس طعام میں خیانت ہوئی ہے۔ شاید دو آدمیوں نے دودھ لانے سے پیشتر کچھ کھا پی لیا ہے۔ جو درویشوں میں بڑی بھاری خطا بیان کی جاتی ہے۔ جب خواجہ شاہی نے کہا کہ جس طعام سے پہلے کچھ کھایا گیا ہو۔ وہ کیوں یاروں کے روبرو دکھایا جائے۔ تو انہوں نے کہا کہ جوش کے سبب دیگ سے دودھ باہر ابل آیا تھا۔ جو باہر نکلتا رہا ہم اسے پیتے رہے۔ فرمایا۔ خیر وہ پینا حرام تھا اسے گرنے دینا چاہیئے تھا غرض کہ وہ عذر کسی طرح نہ سنا گیا انہیں سزا دی گئی۔ کہ تم دھوپ میں کھڑے رہو۔ دھوپ میں کھڑے کھڑے پسینا بہنا شروع ہوا۔ پھر خواجہ شاہی نے کہا حجام کو بلاؤ پوچھا کیا کرو گے۔ فرمایا جتنا خون میرے یاروں کے جسم سے نکلا ہے۔ اتنا میرے جسم سے نکال دے۔ خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے تو فرمایا شاباش محبت اسی کا نام ہے۔ اور انصاف اسے ہی کہتے ہیں :-

پھر اس کی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ شیخ نظام الدین ابوالموید رحمتہ اللہ علیہ بیمار ہوئے۔ تو شاہی موئے تاب کو بلایا اور کہا۔ دعا کرو۔ تاکہ یہ بیماری رفع ہو جائے۔ خواجہ شاہی نے عذر کیا۔ کہ آپ بزرگ ہیں۔ پھر مجھ سے اس بات کی خواہش کرتے ہیں۔ میں بازاری آدمی ہوں مجھ سے ایسی بات نہ کہیں لیکن شیخ صاحب نے ایک نہ مانی۔ فرمایا ضرور دعا کرنی چاہیئے۔ تاکہ میں بھی صحت یاب ہوں کہا۔ بہتر تو میرے دو یاروں کو بلاؤ۔ ایک کا نام شرف ہے۔ جو نیک بخت آدمی ہیں اور دوسرا ایک درزی غرضیکہ دونوں کو بلایا گیا۔ خواجہ شاہی نے انہیں کہا کہ شیخ نظام الدین صاحب نے مجھے یوں فرمایا ہے۔ اب تم میرے یار بنو اور اس کام میں میری

مدد کرو یعنی شیخ صاحب کے سر سے لے کر سینے تک میرے متعلق رہا اور سینے سے لے کر ایک پاؤں تک ایک کے متعلق اور دوسرا پاؤں دوسرے کے متعلق۔ مختصر یہ کہ تینوں مشغول ہوئے۔ فوراً بیماری صحت میں بدل گئی۔ اس بزرگ کی کرامت کے بابت ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ وہ بارہا کہا کرتے تھے کہ میرے مرنے کے بعد اگر کسی کو کوئی مہم پیش آئے۔ تو میری قبر پر آئے۔ اگر تین دن میں یہ کام سرانجام نہ ہو۔ تو چوتھے روز آئے۔ اگر چوتھے روز بھی سرانجام نہ ہو تو میری قبر کی اینٹ سے اینٹ بجا دے۔

ذکر عصمت اولیاء

پھر اولیاء اللہ کی پاک دامنی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ انبیاء واجب العصمۃ ہیں۔ اور معصوم ہیں۔ اور فقرا کے نزدیک اولیاء بھی واجب العصمۃ اور معصوم ہیں۔ لیکن انبیاء واجب العصمۃ ہیں۔ اور اولیاء جائز العصمۃ۔

قرآن شریف حفظ کرنے کے بیان میں

جمعہ کے روز بائیسویں ماہ ذوالحج سن مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا ایک شخص نے آکر دعا کے لئے التماس کی کہ مجھے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ پوچھا کس قدر یاد ہے۔ عرض کی تیسرا حصہ، فرمایا کہ باقی بھی تھوڑا تھوڑا کر کے یاد ہو جائے گا پہلے ثلث کو بار بار پڑھو۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک رات میں نے خواب میں شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن شریف یاد کرنے کی نیت سے دعا کے لئے التماس کی۔ جب دن ہوا۔ تو کسی اور بزرگ کی خدمت میں جا کر اسی بارے میں دعا کا ملتجی ہوا۔ کہ جس طرح انہوں نے خواب میں دعا کی ہے آپ بیداری میں دعا کریں تاکہ آپ کی دعا کی برکت سے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ اس بزرگ نے دعا دے کر کہا۔

ذکر خواندن دو آیت ہر شب برائے حفظ قرآن شریف

کہ جو شخص رات کو سوتے وقت یہ دو آیتیں پڑھ کر سوئے۔ اسے ضرور قرآن شریف حفظ ہو جاتا ہے۔

آیت:۔ الھکم اللہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل تا یعقلون۔

ذکر اصحاب کہف و در آمدن ایشاں در دین محمدی

پھر اللہ تعالے کی قدرت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کہف کو دیکھنے کی آرزو کی۔ حکم ہوا کہ ہم نے کہہ دیا ہے کہ آپ دنیا میں نہ دیکھ سکیں گے۔ البتہ قیامت کو دیکھ سکو گے۔ لیکن اگر آپ یہ چاہتے ہیں۔ کہ وہ آپ کے دین میں آجائیں۔ تو یہ ہم کر سکتے ہیں۔ بعد ازاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک گودڑی لائے۔ اور چار آدمیوں ابوبکر صدیق عمر خطاب علی ابن ابی طالب۔ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم اجمعین کو فرمایا کہ اس کا ایک ایک کونا مضبوط پکڑ لو۔ پھر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس ہوا کو جسے حضرت سلیمان علیہ السلام کام میں لایا کرتے تھے۔ بلایا اور اسے فرمایا۔ کہ اس گودڑی کو مع چاروں آدمیوں کے اصحاب کہف کی غار کے دروازے پر پہنچا دے۔ یاروں نے باہر ہی سے سلام کہا۔ اللہ تعالے نے انہیں زندہ کیا۔ اور سلام کا جواب انہوں نے دیا۔ بعد ازاں یاروں نے دین نبوی ان کے پیش کیا جسے انہوں نے قبول کیا والحمد للہ رب العالمین۔ خواجہ صاحب نے یہ تقریر کر کے فرمایا کہ کونسی بات ہے جو اللہ تعالے کی قدرت میں نہیں:

نفلوں اور درودوں کے بارے میں گفتگو

سوموار کے روز ماہ صفر کی پہلی تاریخ ۶۱۲ھ ہجری کو پابوسی

کا شرف حاصل ہوا۔ نفلوں اور ورودوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ میں نے ایک رات شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہٗ العزیز کو خواب میں

ذکر نوافل و اوراد و ادعیہ برائے جمعیت خاطر

دیکھا۔ تو مجھے فرمایا کہ ہر روز نو مرتبہ یہ دعا پڑھا کرو لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک و لہ الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیرہٗ

جب میں بیدار ہوا تو اس دعا کو ہمیشہ کے لئے اختیار کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ اس فرمان میں کوئی نہ کوئی مقصود ہوگا بعدازاں مشائخ کی کتابوں میں لکھا دیکھا کہ جو شخص سو مرتبہ یہ دعا پڑھے وہ بغیر اسباب خوش رہے گا۔ اور اس کی زندگی خوشی سے گزرے گی تب مجھے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب کا مقصود یہی ہے۔

پھر اسی دعا کی فضیلت کے بارے میں فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد دس مرتبہ یہ دعا پڑھے۔ گویا ہزار غلام اس نے آزاد کیا ہے

ذکر خواندن سورۃ النبا بعد از عصر

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ اور مجھے خواب میں فرمایا کہ عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورۃ النبا پڑھا کرو

جب میں بیدار ہوا۔ تو یہ حکم بجا لایا پھر میرے دل میں خیال آیا۔ کہ اس فرمان میں خوشخبری ضرور ہوگی۔ چنانچہ تفسیر میں لکھا دیکھا کہ جو شخص عصر کے بعد ہر روز پانچ مرتبہ سورۃ النبا پڑھتا ہے۔ وہ اسیر حق ہو جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ یہ دو فائدے ختم کر کے حاضرین کو فرمایا کہ تم انہیں ہمیشہ کیا کرو۔

منگل کے روز دوسری ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا حاضرین میں سے ایک نے عرض کی کہ بعض آدمیوں نے جناب کو ہر موقع پر برا کہا۔ وہ آپ کی شان میں ایسی باتیں کہتے ہیں۔ جن کی سننے کی ہم تاب نہیں لا سکتے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے سب کو معاف کیا۔

تم بھی معاف کرو۔ اور کسی سے دشمنی نہ کرو ؛

بعد ازاں فرمایا۔ کہ چچو ساکن اندیپ ہمیشہ مجھے برا بھلا کہا کرتا اور میری برائی کے درپے رہتا۔ برا کہنا سہل ہے۔ لیکن برا چاہنا اس سے برا ہے۔ الغرض جب وہ مر گیا۔ تو میں تیسرے روز اس کی قبر پر گیا۔ اور دعا کی۔ کہ پروردگار جس نے میرے حق میں برا بھلا کہا۔ میں اس سے درگزرا۔ تو میری وجہ سے اسے عذاب نہ کرنا۔ اس بارے میں فرمایا۔ کہ اگر دو شخصوں کے مابین رنجش ہو۔ تو دور کر دینی چاہیئے۔ اگر ایک شخص دور کر دے گا۔ تو دوسرے شخص سے اسے کم تکلیف ہو گی ؛

مال الصوفی مباح والدما

بعد ازاں فرمایا کہ لوگ ان بدگوئیوں سے ناراض ہوتے ہیں۔ کہا گیا ہے۔ کہ صوفی کا مال سبیل ہے۔ اور اس کا خون مباح۔ جب یہ حالت ہے۔ تو پھر کسی کی بدگوئی کا کیا شکوہ و شکایت۔ اتنے میں ایک شخص نے آکر ایک جماعت کی بابت بیان کیا کہ ابھی فلاں مقام پر آپ کے یار جمع ہوئے ہیں ؛

ذکر مزامیر وغیرہ در سماع

اور بانسریاں رکھی ہیں۔ خواجہ صاحب یہ سن کر ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ میں نے بانسریوں اور حرام چیزوں سے منع کر دیا ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ ٹھیک نہیں کیا اس بارے میں نہایت غلو فرمایا۔ یہاں تک فرمایا۔ کہ اگر امام کوئی غلطی کر جائے۔ تو اس غلطی کو جتانے کے لئے مقتدی مرد کو سبحان اللہ کہنا چاہیئے۔ اور عورت کو تالی بجا کر۔ لیکن دونوں ہتھیلیوں سے نہیں۔ بلکہ ایک ہتھیلی اور ایک پشت سے کیونکہ ہتھیلیوں سے تالی بجانا کھیل میں شامل ہے غرضیکہ یہاں تک کھیل کود کی باتیں منع ہیں۔ سماع میں اس سے بڑھ کر احتیاط کرنی چاہیئے۔ جب تالی بجانے میں اس قدر احتیاط کی جاتی ہے۔ تو بانسری بجانے کی بابت کس قدر ممانعت ہو گی ؛

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اگر کوئی مقام سے گر پڑے تو شرع میں گر

اگر شرع سے باہر گرے تو کچھ بھی نہیں رہتا۔

ذکر اباحت سماع باہل درد

بعد ازاں فرمایا کہ مشائخ کبار نے سماع سنا ہے اور جو اس کام والے ہیں۔ اور جو صاحب ذوق و درد ہیں۔ انہیں اقوال کا ایک ہی شعر سن کر رقت طاری ہو جاتی ہے خواہ بانسری ہو یا نہ ہو۔ لیکن جنہیں ذوق کی خبر نہیں۔ ان کے روبرو خواہ کتنا گایا بجایا جائے۔ انہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کام درد کے متعلق ہے۔ نہ کہ بانسری وغیرہ کے۔

بعد ازاں فرمایا کہ لوگوں کو سارا دن کہاں حضور حاصل ہوتا ہے اگر دن بھر میں کسی ایک وقت بھی خوش وقتی نصیب ہو تو باقی وقت اسی کی پناہ میں ہوتا ہے۔ اگر کسی جماعت میں ایک شخص صاحب ذوق اور صاحب نعمت ہو۔ تو باقی کے آدمی اسی ایک کی پناہ میں ہوں گے بعد ازاں فرمایا کہ پچھلے زمانے میں ایک قاضی اجودھن میں تھا جو ہمیشہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز سے جھگڑتا رہتا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ملتان میں جا کر اماموں کو کہا کہ یہ کب جائز ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص مسجد میں بیٹھ کر سماع سنے انہوں نے کہا ہم تو اسے کچھ نہیں کہہ سکتے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے جتنی مرتبہ سماع سنا ہے۔ ہر بار خرقہ شیخ کی قسم اسے شیخ صاحب کے اوصاف اور اخلاق پر محمول رکھا ہے۔ ایک مرتبہ شیخ صاحب کی زندگی میں سماع کے وقت قوال نے یہ شعر گایا ؎

محرام بدیں صفت مبادا کز چشم بدت رسد گزندے

تو اس وقت مجھے شیخ صاحب کے اوصاف پسندیدہ کمال بزرگی اور فضل و لطافت یاد آئے اس وقت مجھ پر ایسی حالت طاری

ہوئی جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ قوال نے اور شعر گانے چاہے۔ لیکن میں نے اسی شعر کے لئے بار بار کہا۔ خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے۔ تو رو دیئے۔ اور فرمایا کہ اس کے بعد مدت گزرنے نہ پائی۔ کہ شیخ صاحب کا وصال ہو گیا۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ قیامت کے دن کسی سے پوچھا جائے گا۔ کیا تو نے دنیا میں سماع سنا۔ وہ کہے گا ہاں! سنا۔ پوچھا جائے گا۔ وہ شعر تو نے سنا۔ ان اوصاف کا ہم پر گمان کیا۔ کہے گا۔ ہاں! کیا۔ پوچھا جائے گا کہ ان حادث اوصاف کا ہماری قدیم ذات پر کس طرح احتمال ہو سکتا ہے۔ کہے گا۔ پروردگار! میں نے محبت کی زیادتی کے سبب یہ کہا تھا۔ حکم ہو گا۔ چونکہ تو نے ہم سے محبت کی۔ ہم تجھ پر رحمت کرتے ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جو شخص اس کی محبت میں مستغرق ہے۔ اسے یہ عتاب ہے۔ تو دوسروں کی کیا حالت ہو گی۔ وہ کیا جواب دیں گے؟

ذکر معجزات رسولؐ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ حیوانات اور جمادات آنجناب کے فرمانبردار تھے۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ تو معاذ جبل کو یمن کی طرف بھیجا۔ اور اسے فرمایا کہ اس ولایت میں عین الرعاف نام چشمہ ہے جسے عین الوعات بھی کہتے ہیں۔ اس چشمے کی یہ خاصیت ہے۔ کہ اگر اس میں سے تھوڑا سا بھی پانی پی لیا جائے۔ تو انسان فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔ جب اس چشمے پر پہنچو۔ تو کہنا کہ میں مبعوث ہوا ہوں جب وہاں پہنچے تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ اور نبوت کی حکایت ظاہر کی۔ وہ چشمہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لایا۔ اور اپنی پہلی خاصیت کھو دی۔

ذکر اسم اعظم پھر اسم اعظم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ اگر آپ کو اسم اعظم یاد ہے۔ تو فرمایئے تو جواب دیا۔ پیٹ کو حرام لقمے سے پاک رکھو۔ اور دل سے دنیا کی محبت دور کر دو۔ تو جو اسم الٰہی پڑھو گے۔ وہی اسم اعظم ہو گا۔ اسی اثنا میں کھانا لایا گیا۔ جب نمک رکھا گیا۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شروع نمک سے کرنا چاہیئے۔ لیکن انگلی منہ سے تر

کر کے جو نمک اٹھاتے ہیں۔ اس کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ اگر انگلی تر کر کے نہ رکھیں۔ تو نمک اس کے ساتھ نہیں چھوتا۔ اس لئے دو انگلیوں سے چٹکی بھر کر اٹھا کر کھانا چاہیئے۔ میں نے اسی اثنا میں اس فائدے کے شکر میں کہا۔ الحمد للہ کہ نمک کا حق از سر نو معلوم ہو گیا خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اچھا کہا ہے۔ مولانا محی الدین کاشانی موجود تھے۔ انھوں نے

ذکر گرفتن نمک وقت طعام

میری بات کا تزکیہ فرمایا۔ کہ ٹھیک ہے اس کام میں اس خوش طبعی کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ

ایک مرتبہ ایک شخص نے خواجہ شمس الملک علیہ الرحمۃ والغفران کی خدمت میں آ کر کسی چیز کی توقع کی لیکن آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا مگر وہ سائل اسی طرح کھڑا رہا۔ شمس الملک نے فرمایا۔ جاتا کیوں نہیں۔ سائل نے کہا۔ جواب چاہیئے۔ فرمایا جواب سائل نے عرض کی۔ جواب چاہیئے۔ فرمایا۔ اس سے اچھا جواب اور میں کیا کہہ سکتا ہوں

ذکر حج اور دیدار پیر بے ارادت

جمعہ کے روز چھبیسویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے عرض کی کہ اب کی مرتبہ اس طرح خویش واقربا کو دیکھنے آیا ہوں بعض یاروں نے یہ کہا کہ جب کوئی شخص اس طرف کسی اور کام کی نیت سے آئے۔ نہ اس نیت سے کہ وہ جناب کی خدمت میں آئے۔ اسے پاس نہیں آنا چاہیئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ اگرچہ طریقہ تو یہی ہے۔ لیکن میرا دل نہیں چاہتا کہ حاضر خدمت ہوئے بغیر اس حدود سے واپس جاؤں۔ میں ایک بے رسمی کروں گا۔ اس خیال میں میں گیا۔ اور حاضر خدمت ہوا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ تو نے اچھا کیا۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

در کوئے خرابات وسرا آدباش ... منعمے نبود بیار بنش وبباش

بعد ازاں فرمایا کہ مشائخ کی رسم ہے کہ کوئی ان کی خدمت میں اشراق کے پہلے اور عصر سے پیچھے آنے نہیں پاتا۔ لیکن میرے لئے ایسا نہیں۔ میں جس وقت چاہوں آ ؤں جاؤں۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ بعض لوگ حج سے واپس آ کر سارا

دن یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ہر جگہ اسی کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ اچھا نہیں۔
بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص نے کہا۔ میں فلاں جگہ ہو آیا ہوں! کسی بزرگ نے کہا۔ اے خواجہ! وہاں ہو آنے سے کیا فائدہ؟ جب کہ خودی اسی طرح تجھ میں باقی ہے۔

ذکر خدمت در رضا

پھر خدمت اور رضا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا جو خدمت کرتا ہے۔ وہ مخدوم بن جاتا ہے۔ خدمت کے بغیر کس طرح مخدوم ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا۔ من خَدَمَ خُدِمَ۔ جس نے خدمت کی اس نے خدمت کرائی۔

پھر حسن معاملہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ ایک شخص نے دس طریقوں کو جن میں سے پانچ سر میں ہیں۔ اور پانچ بدن میں ہیں نظم میں بیان کئے ہیں۔ جس کا آخری شعر یہ ہے اور کیا ہی عمدہ ہے ؎

کارکن کار کیں ہمہ سخنت | دہ سخن در دو بیت آوردی

بادشاہ کی پیشکش قبول نہ کرنا

شبِ ماہ کے روز انیسویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن ان دنوں بادشاہ نے باغ، زمین اور بہت سا اسباب اور اس کی ملکیت کا کاغذ خواجہ صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا۔ خواجہ صاحب نے یہ سب چیزیں قبول نہ کیں۔ اور اس بارے میں فرمایا کہ میں باغ، زمین اور کھیتی باڑی کے لائق نہیں مسکراتے اور فرماتے کہ اگر میں یہ قبول کر لوں۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ کہ شیخ باغ جا رہا ہے۔ اور اپنی زمین اور کھیتی باڑی دیکھنے جاتا ہے۔ کیا یہ کام کرنے کے لائق ہے؟ آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ہمارے خواجگان اور مشائخ میں سے کسی نے قبول نہیں فرمایا۔

بعد ازاں حکایت بیان فرمائی کہ جن دنوں سلطان ناصر الدین انار اللہ برہانہ ملتان کی طرف جاتے ہوئے اجودھن سے گزرا۔ ان دنوں سلطان غیاث الدین طاب اللہ سرہٗ وہاں کا حاکم تھا۔ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کے لئے آیا۔ اور کچھ

نقدی اور چار گاؤں کی ملکیت کا حکم نامہ لایا ہوں۔ نقدی درویشوں کے لیے اور ملکیت کا حکم نامہ جناب کے نام مسکرا کر فرمایا۔ نقدی مجھے دو۔ اور میں اور درویش مل کر خرچ کر لیں گے۔ مگر یہ ملکیت کا حکمنامہ اٹھالے۔ اس کے طالب اور بہت ہیں۔ ان کو دینا۔ اس حکایت کے اثناء میں اس حدیث کی روایت فرمائی۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ما دخل بیتا الا دخل ذلا۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہ حدیث کسی خاص موقعہ پر فرمائی گئی تھی۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھر میں آئے۔ جہاں دو لکڑیاں پڑی دیکھیں۔ جن سے کلیہ رانی کی جاتی ہے۔ جب اسے دیکھا۔ تو فرمایا۔ وما دخل بیتا الا دخل ذلا یعنی یہ لکڑیاں اس گھر میں آتی ہیں۔ جہاں خواری آنے والی ہوتی ہے۔ یہاں سے شیخ جلال الدین تبریزی کا ذکر شروع ہوا۔ فرمایا۔ آپ نے شیخ بہاؤالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی طرف عربی خط لکھا ہے۔ جسے میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ ومن احب افتخار النساء لا یفلح ابدا۔ جو عورتوں کے آوردہ مال سے محبت کرتا ہے۔ اس کی کبھی بہتری نہیں ہوتی۔ نیز ضیعہ کا بھی اس میں لکھا ہے۔ ضیعہ کے معنی زمین۔ گاؤں وغیرہ ہے۔ مختصر یہ کہ عربی لفظ یاتو یاد نہیں۔ البتہ ان کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص ضیعہ (زمین وغیرہ) پر دل لگاتا ہے۔ وہ گویا دنیا اور اہل دنیا کا بندہ بن جاتا ہے۔ شیخ نور اللہ قبرہٗ کی بابت پوچھا کہ وہ کس کے مرید تھے۔ فرمایا۔ شیخ ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔

ذکر حدیث تارک الورد ملعون

پھر اوراد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ یہ حدیث کس طرح پر ہے؟ صاحب الورد ملعون، تارك الورد ملعون۔ فرمایا۔ یہ حدیث اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ یہ بات اس طرح ہوئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی۔ کہ فلاں یہودی یا آتش پرست بہت ورد کرتا ہے۔ اور اسے ان کی اصطلاح میں تمخیا کہتے ہیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صاحب الورد ملعون۔ جب یہ خبر اس نے سنی۔ تو وہ چھوڑ بیٹھا۔ رسول صلعم نے جب سنا۔ تو فرمایا۔ تارك الورد ملعون بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے۔ اس کی تاویل اس طرح کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ

کر ورد کو چھوڑتا ہے۔ تو وہ ورد کا ترک ہے۔ ایسے شخص کو کہتے ہیں تارك الورد ملعون۔ اگر کوئی شخص قوم کا سردار ہے۔ جس کے پاس لوگوں کی آمد و رفت ہے۔ اور مسلمانوں کی مصلحت اس کی بات سے وابستہ ہو۔ پھر وہ ورد میں مشغول ہو۔ اور ایسے شخص کو حق میں کہتے ہیں۔ کہ صاحب الورد ملعون۔ اس موقعہ پر میں نے عرض کی۔ کہ اگر کوئی شخص کسی شغل یا عذر کے سبب وردِ معہودہ کو نہ کر سکے۔ اور بجائے دن کے رات کو کرے۔ تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ بہتر ہے کہ رات کو کرے۔ اگر رات کے ورد میں ناغہ ہو جائے۔ تو دن کو کرے۔ رات دن کا خلیفہ ہے۔ اور دن رات کا خلیفہ۔ بالکل ناغہ نہ کرے۔

وردِ شب اگر فوت شود اوراد در روز باید خواند و بر عکس

بعد ازاں فرمایا کہ جس ورد میں بغیر کسی عذر کے ناغہ ہو جائے۔ وہ تین حالتوں سے خالی نہیں۔ یا اسے شہوت کی رغبت ہوگی۔ یا حرام کی یا غصے کی۔ اور یا اس پر کوئی مصیبت پڑی ہوگی۔

اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ مولانا عزیز زاہد رحمۃ اللہ علیہ ایک روز گھوڑے پر سے گر پڑے۔ آپ سے وجہ پوچھی گئی۔ فرمایا۔ میں ہر روز سورۂ یٰسٓ پڑھا کرتا تھا۔ آج نہیں پڑھی۔

ذکرِ علمِ نظم

بدھ کے روز چوتھی ماہ جمادی الآخر سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ نظم اور تخیلات کے بارے میں اور غزل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے یہ شعر پڑھا ؎

نظامی آنچہ اسرار است کہ از خاطر عیاں کردی
کسے سرش نمیداند زباں در کش زباں در کش

اس دن صبح سے پہلے یہی شعر پڑھتے پڑھتے شام کا وقت آگیا۔ افطار کے وقت بھی یہی شعر زبان مبارک پر تھا۔ سحر کے وقت بھی یہی شعر پڑھ رہے تھے۔ اور جتنی مرتبہ پڑھتے۔ چہرے پر تغیر کے آثار نمایاں ہوتے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ معلوم نہیں آپ کے دل میں کیا خیال تھا۔ اور کونسی بات۔ آپ نے یہ شعر بار بار پڑھوائی تھی

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر کے اندر دروازے پر کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ ایک کواڑ پر اور دوسرا دوسرے پر رکھے ہوئے۔ یہ شعر بار بار پڑھتے تھے ؎

کردی ضمائر سرما یار دگر | یا ہیچ نکردیم خدا میداند

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا معلوم نہیں۔ وہ کونسی بات تھی۔ جو آپ نے بار بار یہ شعر پڑھوائی تھی۔ اور یہ کہ آپ کے دل میں کیا خیال تھا۔

ذکر توکل

پھر توکل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ اور اس کے سوا کسی سے امید نہ رکھنی چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ آدمی کا بیان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا۔ جب تک اس کی نگاہ میں تمام خلقت مچھر سے بھی کم حقیقت نہ معلوم ہو۔

بعد ازاں اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کعبہ جا رہے تھے۔ ایک لڑکا آپ کے ہمراہ تھا۔ اس سے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو کہا۔ کعبہ کی زیارت کرنے۔ پوچھا۔ سامان سفر کہاں ہے؟ کہا۔ اللہ تعالیٰ بندے کو بغیر اسباب کے نہیں رہنے دیتے۔ ضرور مجھے با اسباب کعبہ پہنچائے گا۔ القصہ جب آپ کعبہ پہنچے۔ تو دیکھا کہ لڑکا پہلے ہی پہنچ چکا ہے۔ اور کعبے کا طواف کر رہا ہے۔ جب آپ کی نگاہ اس پر پڑی۔ تو فرمایا۔ اے ضعیف الیقین! تو نے جو کچھ مجھے کہا۔ اس سے بھی اچھا کر دکھایا۔

اسی موقعہ پر اس بارے میں ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ایک کفن چور نے خواجہ خواجگان بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا۔ اور اس فعل سے توبہ کی خواجہ بایزید صاحبؒ نے اس سے پوچھا۔ کہ تو نے کتنے مردوں کے کفن چرائے ہیں؟ کہا۔ ایک ہزار مُردوں کے۔ پوچھا۔ ان میں سے کتنوں کو رو بقبلہ پایا۔ کہا۔ صرف دو کا۔ باقی سب کا رخ قبلے سے پھر گیا تھا۔ حاضرین نے خواجہ صاحب بایزید سے پوچھا کہ اس

کا کیا سبب ہے؟ فرمایا۔ ان دو شخصوں کو حق تعالیٰ پر بھروسہ تھا۔ اور دوسروں کو بھروسہ نہیں تھا

ذکر اقسام رزق

بعد ازاں خواجہ صاحب ذکر بالخیر نے فرمایا کہ مشائخ کا قول ہے۔ کہ رزق چار قسم کا ہوتا ہے۔ رزق مضمون۔ رزق مقسوم۔ رزق مملوک اور رزق موعود۔ رزق مضمون وہ ہے۔ جو کھانے پینے وغیرہ کی چیزیں اور آمدنی سے ہو۔ اسے رزق مضمون کہتے ہیں یعنی اس رزق کا اللہ تعالیٰ ضامن ہوتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ۔ وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ کوئی حیوان روئے زمین پر ایسا نہیں۔ جس کے رزق کا خدا ضامن نہ ہو۔ رزق مقسوم وہ ہے۔ جو ازل میں اس کے حصے میں آ چکا ہے۔ اور لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ رزق مملوک وہ ہے۔ جو ذخیرہ کیا جائے۔ مثلاً روپیہ پیسہ اور کپڑا اور اسباب۔ رزق موعود وہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں سے کیا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ۔ ومن یتق اللہ یجعل اللہ مخرجا یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے آمدنی کا ذریعہ بناتا ہے۔ اور اسے اس طرح رزق پہنچاتا ہے۔ جس کا اسے وہم و گمان تک نہیں ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ رزق مضمون میں توکل ہے۔ دوسرے رزقوں میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو رزق مقسوم ہے۔ اس میں توکل کا کیا کام؟ اسی طرح باقی کے اقسام سمجھ لو۔ توکل صرف رزق مضمون میں ہے۔ یعنی یہ جان لے کہ جو میری آمدنی ہے۔ وہ ضرور مجھے ملتی رہے گی۔

ذکر فضیلت نماز

ہفتے کے روز انتیسویں ماہ مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی نماز کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ نماز باجماعت ہونی چاہیئے۔ میں نے عرض کی کہ میرے گھر کے نزدیک ہی مسجد ہے۔ لیکن جہاں پر میں رہتا ہوں۔ اگر اسے چھوڑ کر آؤں۔ تو کاغذ کتاب کا کوئی رکھوالا نہیں۔ اس لئے گھر میں ہی باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے

بعد ازاں فرمایا کہ نماز باجماعت ادا کرنی چاہیئے۔ لیکن مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔ پھر فرمایا کہ پہلے انبیاء کے زمانے میں نماز کے لئے مسجد ہی مقرر ہوا کرتی تھی۔ اور کہیں نماز جائز ہی نہ ہوتی۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد مبارک میں یہ آسانی ہو گئی کہ جہاں کہیں چاہو۔

نماز ادا کرو۔ نیز پہلے پیغمبروں کے وقت زکوٰۃ مال کا چوتھا حصہ ہوا کرتی تھی۔ مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مال کا چالیسواں حصہ ہو گئی۔

ذکر سخی و بخیل

بعد ازاں فرمایا کہ یہ چالیسواں حصہ دیا جاتا ہے۔ وہ بھی اس واسطے کہ اسے بخیل نہ کہیں۔ اور بخیل کا نام اس سے دور ہو جائے لیکن اسے سخی بھی نہیں کہتے سخی اسے کہتے ہیں۔ جو زکوٰۃ سے زیادہ دیوے۔ اسی اثنا رمیں میں نے عرض کی کہ یہ حدیث کس طرح ہے؟ السخی حبیب اللہ ولو کان فاسقاً سخی حبیب خدا ہوتا ہے۔ خواہ فاسق ہی ہو فرمایا کہتے تو اسی طرح ہیں۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ اربعین میں یہ حدیث آئی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو صحیحین میں ہوتی ہے۔ وہ صحیح ہوتی ہے۔

ذکر فرق میان سخی و جواد

پھر سخی اور جواد کا فرق یوں بیان فرمایا کہ سخی وہ ہوتا ہے۔ جو زکوٰۃ سے زیادہ دے۔ لیکن جواد وہ ہے۔ جو بہت ہی زیادہ بخشش دے۔ مثلاً اگر دو سو درہم ہوں۔ تو ان میں سے صرف پانچ رکھے۔ اور باقی ایک سو پچانوے راہ خدا میں خرچ کرے۔ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک زکوٰۃ شریعت۔ دوسری زکوٰۃ طریقت۔ تیسری زکوٰۃ حقیقت۔ شریعت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو درہم میں سے صرف پانچ راہِ خدا میں دے۔ طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو میں سے اپنے لیئے صرف اپنے لیئے پانچ رکھے۔ اور باقی راہ خدا میں خرچ کرے۔ حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو ہی راہ خدا میں صرف کرے۔ اور اپنے پاس کچھ نہ رکھے۔

پھر زکوٰۃ کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے علماء کو فرمایا کرتے تھے۔ یا علماء سوء ادوا زکوٰۃ العلم۔ اے بد عالمو اپنے علم کی زکوٰۃ دو۔ پوچھا گیا کہ اس زکوٰۃ سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا۔ یہ دو سو مسئلے جو سیکھے ہیں۔ ان میں سے پانچ پر عمل کرو۔ اور دو سو حدیثوں میں سے پانچ کو اپنا معمول بناؤ۔

پھر مولانا رضی الدین صنعانی صاحب مشارق الانوار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ کہ آپ نے جو لکھا ہے۔ کہ یہ کتاب میرے اور اللہ تعالیٰ کے مابین حجت ہے۔ اگر کسی حدیث میں مشکل پیش آجاتی ہے۔ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر صحیح کرتے۔

بعدازاں فرمایا کہ وہ بداؤں کے رہنے والے تھے۔ پھر کول میں آ گئے۔ اور نائب شرف ہوئے۔ شرف جس کے آپ نائب تھے۔ وہ بھی بالیاقت آدمی تھا۔ ایک روز شرف بات کرتا اور مولانا رضی الدین سنا کرتے تھے۔ شرف نے دوات آپ کی طرف کھینچی۔ اور وہ منحرف ہو گیا۔ ڈرا۔ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا ہمیں جاہلوں میں نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ پھر اور کبھی آمدنی کا ذریعہ بڑھ گیا۔ کول کے مالک کے لڑکے کو پڑھایا کرتے تھے۔ اور سو اشرفیاں وہاں سے ملتیں اسی پر قناعت کرتے۔ وہاں سے حج کے لیئے گئے۔ اور بغداد پہنچ کر پھر دہلی پہنچے۔ ان دنوں دہلی میں بڑے بڑے عالم موجود تھے۔ علوم میں ان سب کے مساوی تھے۔ اور علم حدیث میں سب سے ممتاز۔ کوئی شخص آپ کے مقابلے کا نہ تھا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کا کام ایک حدیث نے ہی بنا دیا۔ وہ اس طرح وقوع میں آیا کہ جب آپ کول سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ تو ایک پاپوش خرید کر پہنی۔ جب ایک منزل طے کی تو تھک گئے۔ تب جانا کہ پاپیادہ تو نہیں جا سکتے۔ اسی اندیشے میں تھے کہ والیٔ کول کا لڑکا آپ کو گھوڑے پر سوار واپس لانے کے لئے آیا جب مولانا نے اسے گھوڑے پر سوار دیکھا۔ تو دل میں خیال کیا کہ اگر یہ گھوڑا مل جائے۔ تو آسانی سے سفر طے ہو گا۔ اسی فکر میں تھے کہ اس نے بہت منت و سماجت کی کہ آپ واپس چلیں۔ آخر جب آپ نے نہ مانا۔ تو عرض کی۔ کہ گھوڑا تو قبول فرمائیں۔ آپ نے وہ گھوڑا لے لیا۔ اور روانہ ہوئے۔ الغرض جب حج کر کے بغداد پہنچے۔ ایک محدث تھا جسے ابن زہری کہتے تھے۔ اس کے لیئے لوگوں نے منبر بنوایا ہوا تھا جس پر چڑھ کر وہ حدیثیں بیان کرتا۔ اور لوگ گرداگرد حسب لیاقت حلقے باندھے سنتے۔ ایک دن مولانا رضی الدین اس مجمع میں گئے۔ اور سب سے دور کے حلقے میں بیٹھے۔ اس وقت ابن زہری یہ حدیث بیان کر رہے تھے۔ کہ مؤذن سے موافقت کرنی چاہیئے یعنی جس طرح مؤذن کہے اس وقت سننے والے کو بھی وہی الفاظ کہنے چاہئیں۔ حدیث کا آغاز اسی لفظ سے کیا۔ اذا سکب المؤذن۔ سکوب یعنی گراتا۔ یعنی مؤذن کی آواز جب تمہارے کانوں میں پہنچے تو تم بھی اسی طرح کہو جس طرح وہ کہے۔ جب ابن زہری نے یہ حدیث بیان کی۔ تو

مولانا رضی الدین نے جہاں پر بیٹھے تھے۔ آہستہ سے دوسروں کو کہا کہ اذا اسکت الموذن
یعنی جب موذن کلمہ کہہ کر چپ ہو جائے۔ تو پھر اسی طرح کہو جس نے یہ سنا۔ اس نے دوسرے
کو۔ دوسرے نے تیسرے کو۔ ہوتے ہوتے ابن زہری نے سنا۔ تو آواز دی کس نے ایسا
کہا ہے۔ مولانا رضی الدین نے کہا۔ کہ میں نے کہا ہے۔ پھر ابن زہری نے کہا۔ کہ دونوں
باتوں کے کچھ معنی ہیں۔ اب کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ دونوں باتیں باوجہ تھیں۔
جب اس مجلس سے اٹھے۔ تو پھر کتابوں میں دیکھا۔ دونوں باتیں بادلائل تھیں۔ لیکن
اذا اسکت زیادہ صحیح تھا۔ جب یہ خبر خلیفہ تک گئی۔ تو مولانا رضی الدین کو بلا کر بڑی عزت
کی۔ اور کچھ آپ سے پڑھا۔ القصہ جب وہاں سے دہلی آئے۔ بداؤں میں آپ کا استاد
صاحب ولایت اور بزرگ آدمی تھا۔ اس کے پاس حدیث کی ایک کتاب مخلص نام
تھی۔ جو مولانا رضی الدین نے مانگی تھی۔ لیکن نہ دی تھی۔ اب جب علم حاصل کر کے دہلی
آئے۔ تو ایک یار کو کہا۔ کہ ایک مرتبہ استاد صاحب نے مجھے حدیث کی کتاب مخلص نہ
دی تھی۔ اب اگر اس کتاب کے لکھنے والے بھی آجائیں۔ تو میں انہیں بھی پڑھا سکتا ہوں
یہ بات کسی نے آپ کے استاد تک پہنچا دی۔ اس نے کہا کہ مولانا رضی الدین کا حج قبول نہیں
ہوا۔ اگر قبول ہو جاتا۔ تو ایسی بات نہ کہتے۔ خواجہ صاحب یہ بیان کر کے رو دیئے۔ اور اس
بزرگ کے اعتقاد کی تعریف کی۔ بعد ازاں کھانا لایا گیا۔ فرمایا۔ مل کر کھاؤ۔ پھر یہ حکایت
بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ کچھ درویش شیخ بہاؤ الدین زکریا کی خدمت میں حاضر تھے کھانا
لایا گیا۔ تو شیخ صاحب ہر ایک سے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوئے۔ ان میں سے ایک کو دیکھا۔
جو روٹی کو کھاتا۔ فرمایا۔ سبحان اللہ درویشوں میں صرف یہ درویش کھانا جانتا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ثرید شوربے
میں روٹی کے ٹکڑے بھگوئے ہوئے) کو دوسرے کھانوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے
جیسی مجھے تمام تمام پیغمبروں پر اور عائشہ صدیقہ کو تمام عورتوں پر۔

نماز باجماعت اتوار کے روز چودھویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی
سعادت حاصل ہوئی۔ نماز با جماعت کے بارے میں گفتگو شروع

ہوئی۔ اس بارے میں بہت غلو فرمایا کہ اگر دو شخص ہوں تو بھی نماز با جماعت ادا کرنی چاہیئے گو دو آدمیوں سے جماعت تو نہیں ہوتی۔ لیکن جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔ ان دونوں آدمیوں کو ایک قطار میں کھڑے ہونا چاہیئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کرنی چاہی۔ مگر وہاں سوائے عبداللہ بن عباس کے اور کوئی نہ تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ جب آنحضرت صلعم تکبیر تحریمہ میں مشغول ہوئے۔ تو عبداللہ بن عباس پیچھے ہٹے آنحضرت نے نماز توڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ برابر کھڑا کیا۔ جب پھر نماز شروع کی۔ تو عبداللہ بن عباس پھر پیچھے ہٹ آئے۔ بعد ازاں سرور کائنات حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ پیچھے کیوں ہٹتے ہو؟ عرض کی مجھ میں کیا طاقت ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کھڑا ہوں۔ آنحضرت کو آپ کا حسن ادب بہت پسند آیا۔ آپ نے حق میں دعا فرمائی اللھم فقھہ فی الدین۔ پروردگار! دین میں اسے فقیہہ بنا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ صحابہ میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے بعد آپ ہی فقیہہ تھے۔

بعد ازاں ابن عبداللہ مسعود کی نسبت فرمایا کہ ابن عبداللہ کو عباد اللہ ثلثہ کہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر۔ پھر عبداللہ بن مسعود کی بابت فرمایا کہ آپ اوائل میں گزرے ہیں۔ ایک روز آپ جہاں بکریاں چرا رہے تھے۔ وہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق تشریف فرما ہوئے۔ آپ سے کچھ دودھ طلب کیا۔ آپ نے عرض کی۔ میں امین ہوں۔ میں کس طرح دودھ دے سکتا ہوں؟ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ جناب حضرت رسالتمآب ہیں۔ میں آنجناب کا یار ہوں۔ اگر ایک بکری کا تھوڑا سا دودھ درویش کو دے گا۔ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ عرض کی۔ میں امانت دار ہوں۔ مجھے دودھ دینے کی اجازت نہیں۔ میں کیا کروں؟ بعد ازاں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی گابھن بکری لاؤ۔ جب بکری لائی گئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اس کی پشت پر دست مبارک پھیرا۔

مبارک پھیرا جس سے اس میں دودھ آگیا۔ اور دوہ لیا۔ پھر جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود کو فرمایا کہ آؤ۔ ہماری صحبت میں رہو۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ یہ عبداللہ بن مسعود کوتاہ قد تھے۔ جن کے حق میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **کنیفا العلم** یعنی خریطہ علم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ پست قد تھے۔

بعد ازاں فرمایا کہ درویش لوگ جو چھوٹی تھیلی لیتے ہیں۔ اور جسے کنف کہتے ہیں۔ غلط ہے۔ وہ کنیف ہے۔ بعد ازاں آنحضرت صلعم عبداللہ بن مسعود کو کنیفۃ العلم پکارا کرتے پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص رئیس نامی شیخ قطب الدین بختیار قدس سرہ العزیز کا مرید ہوا۔ اس نے ایک رات خواب میں ایک گنبد دیکھا جس کے اردگرد بڑا ہجوم ہے۔ ایک شخص پست قد اندر باہر آتا جاتا ہے۔ یہ رئیس بیان کرتا ہے۔ میں نے پوچھا۔ یہ گنبد میں کون ہے؟ اور اندر اور باہر جو آمد و رفت کرتا ہے۔ وہ کون ہے؟ معلوم ہوا کہ گنبد میں جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور وہ پست قد عبداللہ بن مسعود ہیں۔ جو لوگوں کی پیغام رسانی کرتے ہیں۔ میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس جا کر کہا۔ کہ اندر میری طرف سے جا کر دعا کرنا۔ کہ میں زیارت کا مشتاق ہوں۔ اندر جا کر یہ جواب لائے کہ ابھی تجھ میں اس بات کی قابلیت نہیں۔ بختیار کاکی کو سلام کے بعد کہنا۔ کہ جو تحفہ درود ہر رات بھیجا کرتے تھے۔ وہ آج تین رات سے نہیں پہنچا۔ خیر تو ہے۔ جب میں جاگا۔ جب میں جاگا۔ تو شیخ الاسلام قطب الدین نور اللہ مضجعہ، کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بھیجا ہے۔ شیخ الاسلام سن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور پوچھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔ کچھ اور بھی فرمایا ہے۔ عرض کی کہ یہ فرمایا ہے۔ کہ جو تحفہ ہر رات بھیجا کرتے تھے۔ آج تین رات سے نہیں پہنچا۔ کیا سبب ہے؟ خیر تو ہے۔ شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے اسی وقت اپنی منکوحہ کو بلا کر مہر اس کے حوالے کیا اور چھوڑ دیا۔ کیونکہ وہ تین راتیں آپ نے نکاح وغیرہ میں صرف کی تھیں جس کے سبب وہ تحفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ بھیج سکے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ قطب الدین طاب اللہ ثراہ ہر رات تین ہزار مرتبہ درود پڑھ کر سویا کرتے تھے۔ شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی بابت فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ بہاؤ الدین زکریا، شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ملتان میں تھے۔ کافروں کا لشکر ملتان کے قریب آ پہنچا۔ ان دنوں ملتان کا حاکم قباچہ تھا۔ شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک رات تیر قباچہ کو دیا۔ اور فرمایا کہ اس تیر کو دشمنوں کی طرف پھینک دو قباچہ نے ویسا ہی کیا۔ جب دن چڑھا۔ تو ایک بھی کافر نہ رہا۔ سب راتوں رات بھاگ گئے۔

ذکر تفسیر کشاف

۱۲ ماہ کے روز چوبیسویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تفسیر کشاف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔

الحمد للہ۔ تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خواجہ حسن بصری الحمد للہ کے دال کی زیر سے پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ دال کی زیر للہ کے ملنے کے سبب ہے۔ کیونکہ اس لام کی حرکت مبنی ہے لیکن ابراہیمی قرأت کے مطابق دال کی زبر ہے۔ اور لام کی بھی زیر ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ ابراہیم نخعی ہے۔ یا اور کوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ الغرض صاحب کشاف کی رائے ہے کہ حسن بصری کی قرأت سے ابراہیمی قرأت اچھی ہے۔ اس واسطے کہ حسن بصری دال کی زیر للہ کے لام کی وجہ سے پڑھتے ہیں۔ یعنی لام کی زیر مبنی ہے۔ اور نیز الحمد کا دال بھی مکسور ہے لیکن ابراہیم الحمد کا دال مرفوع ہونے کے سبب لام کی زیر پڑھتے ہیں۔ کیونکہ الحمد کے دال کی حرکت عامل کے سبب سے ہے۔ اور جس اعراب کو عامل بدل دے۔ وہ مبنی اعراب کی نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب نے اپنی تقریر کے بعد فرمایا۔ کہ میں نے یہاں سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ الحمد کی دال ایسے شخص کی طرح ہے جس کا کوئی پیر ہو۔ اور وہ اسے کہے کہ یوں کہو۔ اور اس طرح ہو۔ اور للہ کا لام ایسے شخص کی طرح ہے جس کا کوئی پیر نہیں وہ جس طرح ہو۔ اسی طرح رہتا ہے۔

ذکر عقیدہ صاحب تفسیر کشاف یہاں سے صاحب تفسیر کشاف کے عقیدے کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ افسوس۔ اس قدر علوم اور روایات کے عقیدہ اس کا باطل تھا۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک کفر ہوتا ہے۔ اور ایک بدعت اور ایک نافرمانی یا گناہ۔ بدعت نافرمانی سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اور کفر بدعت سے بڑھ کر۔ بدعت کفر کے زیادہ نزدیک ہے۔

ذکر بدعت معصیت کشاف بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں نے مولانا صدر الدین قرنی سے سنا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مولانا نجم الدین سنامی کے ہاں تھا۔ مجھ سے پوچھا کہ آج کل کس شغل میں ہو۔ میں نے کہا کہ تفسیر کا مطالعہ کیا کرتا ہوں۔ پوچھا۔ کونسی تفسیر؟ کہا۔ کشاف۔ ایجاد اور عمدہ۔ مولانا نجم الدین نے فرمایا۔ کشاف اور ایجاد کو جلا دے۔ عمدہ ہی پڑھا کرو۔ مولانا صدر الدین فرماتے ہیں کہ مجھے یہ امر ناگوار گزرا۔ پوچھا۔ کیوں؟ فرمایا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں۔ مجھے یہ بات بھی ناگوار گزری۔ جب رات ہوئی۔ تو تینوں کتب چراغ کے سامنے رکھ کر پڑھ رہا تھا۔ ایجاد اور کشاف نیچے تھیں۔ اور عمدہ اوپر۔ اسی اثنا میں سو گیا۔ اچانک شعلہ پیدا ہوا۔ میری آنکھ کھلی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ کشاف اور ایجاد تو جل گئی۔ اور عمدہ سلامت ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ صدر الدین چاہتے تھے کہ نحو مفصل پڑھیں۔ اس بارے میں اپنے والد بزرگوار سے عرض کی شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آج کی رات صبر کرو۔ جب رات ہوئی۔ تو شیخ صدر الدین واقعہ میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص کو زنجیر میں جکڑے لئے جا رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ زمخشری صاحب مفصل ہے۔ اسے دوزخ میں لئے جا رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بیان قبر حضرت لوط علیہ السلام منگل کے روز ساتویں ماہ شعبان سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک مرتبہ میں سفر کرتے کرتے اس سرزمین میں جا نکلا

جہاں حضرت لوط علیہ السلام کی قبر ہے۔ وہ بہت عظیم الشان اور بلند تھی۔ وہاں کے لوگ ہماری زبان نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اور نہ ہم ان کی زبان سے آشنا تھے۔ الغرض چند روز بھوکے رہ کر جب وہاں پہنچے۔ تو انہوں نے جوار کی قسم کی کوئی چیز ہمارے سامنے لاکر رکھی۔ اور اس پر دودھ ڈالا ہم بھوکے تو تھے ہی۔ بڑے شوق سے کھائی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ایسے آدمی ایسے مقام پر ایسی قوم سے تنگ آتے ہیں۔ اس حکایت کا بیان کرنے والا کچھ حلوا گزر کے لئے لایا تھا۔ اس کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں نے مولانا عزیز زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں اور مولانا برہان الدین کابلی جو آن دنوں دہلی کے نائب قاضی تھے۔ ابتدا میں ایک ہی جگہ تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مولانا برہان الدین کو دو اشرفیاں ملیں کہا۔ ایک اشرفی سے میں قرآن شریف خریدتا ہوں اس نیت سے کہ میں صاحب نصاب ہو جاؤں یعنی دولت مند ہو جاؤں۔ انہوں نے ویسا ہی کیا۔ ایک اشرفی کا قرآن شریف خرید لیا شاید اسی دن جمال الدین نیشاپوری سپہ سالار کے ہاں جو اس وقت دہلی کے کوتوال تھے۔ کھانا لایا گیا ہو۔ اس میں حلوا گزر بھی تھا۔ کوتوال نے وہ حلوا مولانا برہان الدین کے سامنے رکھ دیا۔ اور پوچھا۔ کہ یہ حلوا کیسا ہے؟ مولانا برہان الدین نے فرمایا۔ کہ طالب علم خشک روٹی کو اس طرح کھاتے ہیں۔ جیسا حلوا گزر کو۔ آپ یہ فرمائیں کہ حلوا گزر کھایا کس طرح جاتا ہے؟ کوتوال کو یہ بات بہت ہی اچھی معلوم ہوئی۔ ایک شخص کو حکم دیا کہ بیس تا تیس اشرفیاں لاکر مولانا برہان الدین کو دے دو۔ غرض مولانا کے ہاں اس کے بعد بہت سامال جمع ہو گیا۔ اور دہلی کے نائب قاضی بھی بنے۔

جمعہ کے روز ماہ رمضان کی آخری تاریخ سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ عدل اور ظلم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ خلقت کے ساتھ دو طرح کا ہے۔ اور خلقت کا معاملہ آپس میں تین طرح کا۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ خلقت سے یا عدل ہے۔ یا فضل؛ لیکن خلقت کا آپس میں یا عدل ہے یا فضل ہے۔ یا ظلم۔ اگر لوگ آپس میں عدل یا فضل کریں۔ تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل کرتا ہے۔ لیکن اگر آپس میں ظلم کریں۔ تو اللہ تعالیٰ ان سے عدل سے پیش آتا ہے۔ وہ عذاب میں گرفتار ہوتا ہے۔ خواہ پیغمبر وقت ہی

کیوں نہ ہو۔اس بات پر بندے نے عرض کی کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے بھائی عیسیٰؑ کو دوزخ میں بھیج دے۔
تو عدل ہی کرے گا۔فرمایا بے شک! تمام جہان اس کی ملکیت ہے۔جو اپنی ملکیت
میں تصرف کرتا ہے۔وہ ظلم نہیں کرتا۔ظلم تو اسے کہتے ہیں۔جو غیر کی ملکیت میں تصرف
کیا جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اشعریہ مذہب میں اسی طرح ہے کہ یہ بات جائز ہے کہ حق تعالیٰ
مومن کو ہمیشہ کے لیئے دوزخ میں رکھے یا کافر کو ہمیشہ کے لیئے بہشت میں رکھے۔کیونکہ وہ
اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے۔لیکن ہمارے مذہب میں ایسا نہیں۔اس واسطے کہ حق
تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔کہ نادان دانا کے برابر نہیں۔اور اندھا بینا کے برابر نہیں
اسی طرح اور مثالیں بیان فرمائی ہیں۔اب اس کی حکمت سے یہ واجب ہے۔کہ
مومن بہشت میں جائے اور کافر دوزخ میں۔اس واسطے کہ وہ حکیم ہے۔حکمت کے
موافق کام کرتا ہے۔جیسے کسی شخص کے پاس مال ہو۔تو جس طرح وہ چاہے۔خرچ
کرے۔اگر وہ اپنے مال کو کنوئیں میں بھی پھینک دے۔تو بھی حکمت سے خالی
نہ ہو گا۔

بعد ازاں فرمایا۔اگر کوئی مومن بغیر توبہ کیئے مر جائے۔تو تین باتوں کا احتمال
ہو سکتا ہے۔ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی برکت سے اسے بخش دے یا اپنے فضل
سے بخش دے۔یا کسی شفاعت سے اسے بخش دے۔اگر دوزخ میں بھی ڈالے
گا۔تو اس کے گناہوں کے مطابق اسے عذاب کر کے آخر کار اسے بہشت میں بھیج دے گا۔لیکن
ہمیشہ کے لیئے دوزخ میں نہیں رکھے گا کیونکہ وہ دنیا سے باایمان گیا ہے۔

مختلف حکایتیں

ہفتے کے روز گیارھویں ماہ شوال سن مذکور کو پائبوسی کی سعادت
نصیب ہوئی۔اس روز میں اپنا غلام بشیر نام ہمراہ لے گیا۔اور عرض
کی کہ یہ نماز ادا کرتا ہے۔اور مدت سے مجھے کہہ رہا ہے کہ مجھے خواجہ صاحب کی خدمت میں لے چلو
تاکہ بیعت کی دولت نصیب ہو۔چونکہ خواجہ صاحب کی مہربانی اور شفقت عام تھی یہ بات

قبول فرمائی۔ بعد ازاں پوچھا کہ کیا تو اسے مرید ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ میں نے عرض کی جناب
میں اجازت دیتا ہوں۔ بعد ازاں اسے دست بیعت فرمایا۔ اور کلاہ عنایت فرمائی۔ اور اسے حکم دیا کہ
جا کر دوگانہ ادا کر آؤ۔ جب یہ غلام چلا گیا۔ تو خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ اس سے پہلے ایک
درویش نہایت مکلف خرقہ پہنے۔ شیخ علی سنجری علیہ الرحمۃ خانقاہ میں آیا۔ مگر وہ درویش ہر جگہ دق کرتا تھا
شیخ علی نے اسے فرمایا کہ چونکہ تو اس خانقاہ میں رہتا ہے۔ لہٰذا بھیک نہ مانگا کر۔ میں تجھے دوں گا
جس سے تو فارغ البالی سے زندگی بسر کرے گا۔ یہ کہہ کر اسے پانچ سو جیتل عنایت فرمائے۔
اس درویش نے اس پانسو جیتل سے سودا کیا۔ اور تھوڑے سے عرصے میں تیس اشرفیاں بن گئیں پھر
تیس اشرفیوں کا مال خریدا۔ تو سو ہو گئیں۔ ان سو سے ایک غلام خریدا۔ شیخ علیؒ نے فرمایا کہ ان غلاموں کو
غزنی لے جاؤ۔ تاکہ تجھے زیادہ فائدہ ہو۔ درویش نے ایسا ہی کیا۔ اس کے پاس نہایت معتبر ایک غلام
تھا۔ اسے کہا کہ تو میرا مرید ہو جا۔ غلام اس کا مرید بن گیا۔ درویش نے اس کا سر مونڈا۔ اور کلاہ اس کے
سر پر رکھ کر کہا کہ یہ کلاہ سیدی احمدؒ کی ہے۔ شاید اس درویش کا تعلق اس خاندان سے ہوگا۔ الغرض
جب غزنی پہنچا۔ تو غلاموں کو فروخت کر دیا۔ باقی وہ غلام رہ گیا۔ اس کے خریدار بھی تھے۔ درویش
نے کہا۔ میں اسے کس طرح بیچوں۔ یہ تو میرا مرید ہے۔ الغرض اس کے خریدنے میں لوگوں نے
بہت غلو کیا۔ قیمت چوگنی ہو گئی۔ درویش کی نیت بدل گئی۔ اور اس کے بیچنے پر راضی ہو گیا
جب سوداگروں نے غلام کو خریدنا چاہا۔ تو اس نے آبدیدہ ہو کر غلام کو کہا۔ کہ خواجہ جس دن
میں تیرا مرید ہوا تھا۔ اور تو نے میرے سر پر کلاہ رکھی تھی۔ تو یہ کہا تھا کہ یہ کلاہ سیدی احمد
کی ہے۔ اب تو مجھے فروخت کرتا ہے۔ سو قیامت کے دن میرے اور سیدی احمد کے مابین
جھگڑا ہوگا۔ جب غلام نے یہ کہا۔ تو خواجہ نرم دل ہو گیا۔ حاضرین کو کہا آپ گواہ رہیں۔ میں
نے اس غلام کو آزاد کیا۔ جب خواجہ صاحب یہاں تک بات ختم کر چکے۔ تو میں نے عرض کی کہ میں
نے اس غلام کو آزاد کیا۔ خواجہ صاحب نے نہایت خوش ہو کر فرمایا کہ بہت اچھا کیا۔ ایسا ہی
واجب تھا۔ جیسا تو نے کیا ہے۔ بعد ازاں نہایت شفقت اور مرحمت سے اپنے مبارک سر
سے کلاہ اتار کر میرے سر پر رکھی۔ الحمد للہ رب العلمین۔

جمعرات کے روز ستائیسویں ماہ مذکور رو سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا

خرچ کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ جب کسی کے پاس دنیا کا نو دو مال آئے تو اسے خرچ کرنا چاہیئے۔ اور جب اس سے منہ پھیرے۔ تو بھی راہ خدا میں صرف کرے کیونکہ اس نے تو چلے ہی جانا ہے۔ بہتر ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے صرف کرے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمتہ نے انہیں معنوں کو اس عبارت میں بیان کیا ہے۔ کہ جب آئے۔ تو وہ کیونکہ کم نہیں ہو جائے گا۔ اور جب جانے لگے۔ تو محفوظ نہ رکھو۔ کیونکہ ہاتھ نہیں آئے گا۔

فرمان خدا کے کلام کے بارے میں

منگل کے روز پندرھویں ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ مردان خدا جو کھانا کھاتے ہیں۔ ان کی نیت حق کی ہوتی ہے

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز عوارف میں لکھتے ہیں کہ ایک درویش کھانا کھاتے وقت جو لقمہ اٹھاتا۔ یہ کہتا۔ واخذت باللہ۔ میں نے اللہ کے نام سے یہ لقمہ اٹھایا ہے۔

سوموار کے روز اکیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ پوچھا شہر سے آئے ہو۔ یا چھاؤنی سے؟ میں نے عرض کی۔ چھاؤنی سے۔ اب تو رہتا بھی وہیں ہوں۔ پوچھا کبھی شہر بھی جاتے ہو۔ عرض کی بہت کم دس بارہ دن کے بعد جاتا ہوں۔ زیادہ تر چھاؤنی میں رہتا ہوں۔ اور جمعہ کی نماز بھی کیلوکھری کی مسجد میں ادا کرتا ہوں۔ فرمایا بہتر ہے۔ کیونکہ چھاؤنی کی آب و ہوا شہر کی نسبت اچھی ہوتی ہے۔ شہر کی آب و ہوا گندی اور بدبودار ہوتی ہے۔ اس بارے میں زبان مبارک سے فرمایا کہ جس طرح بعض وقتوں کو بعض وقتوں پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ عید کے دنوں کو باقی دنوں پر۔ اسی طرح مکان مکان میں فرق ہوتا ہے۔ بعض میں راحت زیادہ ہوتی ہے۔ بعض میں کم لیکن درویش کو چاہیئے۔ کہ ان باتوں کا خیال نہ کرے نہ خوشی سے خوش ہو۔ نہ غمی سے غمناک۔ یہ حالت اس شخص کی ہوتی ہے۔ جو دنیا و مافیہا کو ترک کر دے۔ بات کرتے وقت درویش کا دل حق کی طرف مائل ہونا چاہیئے۔ اور زبان دل سے مدد کرے اور دل حق سے مدد طلب کرے۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے یہ کلمات شروع شروع میں مولانا عماد الدین سنامی سے سنے۔ ایک دفعہ میں سلطان کے حوض کی طرف گیا۔ وہ بھی وہاں موجود تھے۔ ایک ہی جگہ بیٹھے۔ اور اس بارے میں گفتگو کی۔ مجھے خوش وقتی حاصل تھی۔ اس کے تین یا چار سال بعد پھر ایک ہی مقام میں اکٹھے ہوئے۔ لیکن پھر دیکھا۔ تو اس میں اس بات کا مس تک نہ تھا اس کی وجہ یہ فرمائی کہ وہ خلقت میں مشغول ہو گیا تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز دہلی آئے۔ اور تھوڑی مدت قیام کر کے جب روانہ ہوئے۔ تو فرمایا کہ جب میں اس شہر میں آیا۔ تو خالص سونے کی طرح تھا۔ اب یہاں سے چاندی ہو کر چلا ہوں۔

پھر سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ میں اپنے کام میں حیران ہوں۔ اس واسطے کہ جو طاعت اور عبادت چاہیئے۔ وہ میں نے کی نہیں۔ اور نہ درویشوں کے سے اوراد اور شغل مجھ میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن جب کبھی سماع سنتا ہوں۔ تو تھوڑی دیر راحت ہوتی ہے۔ یا جس وقت جناب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ اس وقت دنیا و مافیہا سے دل خالی ہوتا ہے۔ فرمایا۔ کیا اس وقت دل تعلقات دنیوی سے خالی ہوتا ہے۔ عرض کی۔ جناب! اس وقت تو ہوتا ہے۔ فرمایا سماع کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہاجم دوسرے غیر ہاجم۔ ہاجم اسے کہتے ہیں کہ جب سماع کے وقت کوئی آواز یا شعر سنا جائے۔ اس سے بدن کو جنبش ہو۔ اسے ہاجم کہتے ہیں۔ اس کی تشریح نہیں ہو سکتی۔ غیر ہاجم وہ ہے کہ جب سماع کا اثر ہو جائے۔ تو اسے برداشت کرے۔ خواہ حضرت حق پر یا اپنے پیر پر یا کسی اور چیز پر جس کا خیال دل میں گزرے۔ واللہ اعلم بالصواب۔
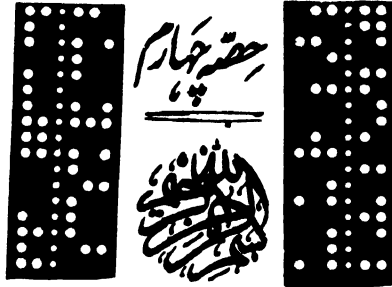
یہ اوراق نور و سطور اور یہ الواح سرور و حروف خواجہ بندہ نواز سلطان دار الملک راز ملک المشائخ قطب الاقطاب عالم بالاتفاق نظام الحق والہدیٰ والدین (اللہ تعالیٰ آپ کو دیر تک زندہ رکھے اور مسلمانوں کو مستفیض کرے) کے اشاراتِ شاملہ اور کلماتِ کاملہ سے محرم ۷۱۴ہجری سے لے کر جمع کئے ہیں ؎

ملفوظ متین خواجہ را حبل المتین گرفتہ ام — کس نرسد بجاہ غم جز بسبی ایں رسن
گفتہ شیخ کردہ شد جمع امید آں کہ حق — درگزر انداز کرم گفتہ و کردہ حسن

ابوہریرہؓ و حفظِ احادیث

بدھ کے روز چوبیسویں محرم ۷۱۴ہجری کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس روز بندہ فوائد الفواد کی پہلی جلد حسب الحکم لایا جب مطالعہ فرمایا۔ تو بہت سراہا۔ فرمایا۔ بہت اچھا لکھا ہے۔ درویشانہ لکھا ہے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فتح خیبر میں ایمان لائے تھے۔ جس کے بعد تین سال سے زیادہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت حیات میں رہے ان سالوں میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس قدر حدیثیں جمع کیں کہ سارے یاروں کی جمع کردہ حدیثوں سے کہیں زیادہ ہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ ابوہریرہ سے پوچھا۔ آپ کو کس طرح اتنی تھوڑی سی مدت میں اتنی حدیثیں یاد رہیں۔ اور یاروں کو جو آنحضرت صلعم کی خدمت بابرکت میں رہتے تھے یاد نہ رہیں۔ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو ایک خاص کام پر لگایا ہوا تھا۔ میرا فرض یہ تھا۔ کہ جو حدیث سنوں۔ اسے یاد رکھوں۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک روز ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے سنتا ہوں۔ یاد کر لیتا ہوں۔ لیکن بعض حدیثیں یاد نہیں رہتیں۔ فرمایا۔ اگر تو ساری حدیثیں یاد رکھنی چاہتا ہے۔ تو جب میں یاد کرا رہا ہوں۔ تو دامن پھیلا دیا کر۔ اور جب میں ختم کر چکوں۔ تو آہستہ سے دامن لپیٹ کر اپنے سینے پر رکھ۔ اس طرح جو کچھ مجھ سے سنے گا۔ تجھے یاد رہے گا۔

بعدازاں فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی عمر میں صرف تین یا چار حدیثوں کی روایت کی ہے۔ اور عبداللہ بن عباس نے دس سے کم کی۔ عبداللہ بن مسعود نے باوجود ایسا فقیہہ ہونے کے اپنی ساری عمر میں صرف ایک حدیث کی روایت کی ہے۔ اور وہ بھی جس دن کی مارے ہیبت کے رنگ زرد پڑ گیا۔ اور رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور دونوں کندھے مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگے۔ بعدازاں کہا۔ وسمعت رسول اللہ۔۔ ۔۔ الخ حدیث بیان کرنے کے بعد کہا۔ **ھذا اللفظ** اور **معناہ** یہ وہیں سے شروع ہوا ہے۔

یہاں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ صحابہ کرام چار ہیں۔ اور عبادلہ ثلثہ۔ پھر علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب کے بارے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یاروں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر بایں الفاظ فرمایا۔ کہ **افضلکم علی اقضی** تم میں سے افضل اور سب سے بڑھ کر قاضی علی ہے۔ سب سے بڑھ کر بڑا قاضی وہی ہو سکتا ہے۔ سب سے زیادہ علم ہو۔

نسبت موافقت صحابہ کرامؓ

بعدازاں صحابہ کرام کی موافقت کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مجمع میں ایک صحابی حاضر تھا۔ اور ایک شخص اس کے پیچھے بیٹھا تھا۔ وہ ہر مرتبہ یہ کہتا تھا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایک روز میں فلاں مقام پر تھا۔ اور میرے ساتھ ابوبکر اور عمر تھے۔ اسی طرح چند مرتبہ اس نے یاد کیا۔ کہ چند مرتبہ اس نے یاد کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں مقام پر تھا۔ اور ابوبکر اور عمر میرے ہمراہ تھے۔ اس صحابی نے مڑ کر دیکھا کہ کون یہ حکایت بیان کر رہا ہے۔ جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین علی تھے۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ عمر نے فرمایا۔ کاش میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے کا ایک بال ہوتا۔

ایک درویش کی حکایت

اتوار کے روز آٹھویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک درویش کے بارے میں یہ فرمایا۔ کہ وہ خدا کا پیارا ہے۔ اگر کوئی خدا کا پیارا دنیا سے ملوث ہو۔ تو وہ خدا کا پیارا نہیں رہتا۔ بعدازاں یہ شعر پڑھا ؎

تا پاک نگردی بتو آتش ندہند تا خاک نگردی بتو آبش ندہند

ذکر خرابی لاہور شومت اختلاف تاریخ وغیرہ

بعدازاں تاریخ وغیرہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ آج چاند کی اٹھائیسویں ہے یا کہ انتیسویں یہاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ سہاور میں ستائیسویں شعبان کو چاند دیکھا گیا۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ اس سال تین مہینے پے در پے انتیس دن کے تھے۔ بادل اور غبار کی وجہ سے چاند دکھلائی نہ دیا۔ اہل شہر نے ہر مہینہ تیس دن کا شمار کیا۔ جب تین مہینے گزر گئے۔ تو ستائیسویں یا اٹھائیسویں ہی کو چاند دکھائی دیا۔ پھر معلوم ہوا کہ ہم غلطی پر تھے۔ بعدازاں فرمایا کہ اس کی خرابی سہاور پر پڑی۔ اور دوسری شامت یہ آئی کہ انہیں دنوں سہاور کے بعض سوداگر گجرات کی طرف گئے۔ ان دنوں گجرات ہندوؤں کے قبضے میں تھی۔ الغرض جب ہندوؤں نے ان سوداگروں

کا اسباب خریدنا چاہا۔ تو انہوں نے دگنی قیمتیں بتائیں۔ لیکن فروخت کرتے وقت بتائی ہوئی قیمت کا نصف لیا۔ وہاں کے ہندوؤں کی یہ عادت تھی۔ کہ جو اسباب فروخت کیا کرتے تھے اس کی قیمت ٹھیک ٹھیک بیان کیا کرتے تھے۔ اور اسی ایک ہی بھاؤ فروخت کیا کرتے۔ الغرض جب انہوں نے سوداگروں کا یہ معاملہ دیکھا۔ تو ایک نے پوچھا کہ تم کس شہر کے ہو؟ کہا سہاور کے۔ اس ہندو نے پوچھا۔ کیا وہ شہر آباد ہے؟ کہا۔ ہاں۔ ہندو نے کہا۔ جس شہر میں ایسا ہو وہ تو آباد نہیں رہ سکتا۔ القصہ جب سوداگر گجرات سے لوٹے۔ تو اثنائے راہ میں انہوں نے سنا کہ کافروں نے سہاور کو برباد کر ڈالا ہے

دعویٰ کرامت کرنے والوں کے بیان میں

منگل کے روز بارھویں صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو کرامت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اپنے تئیں کشف میں مشہور کرتے ہیں۔ فرمایا اس بات کی کچھ وقعت نہیں۔ لفرض الله تعالیٰ علیٰ اولیائه کتمان الکرامت کما فرض علیٰ انبیاء

ذکر نہانی کہ بکشف خود را معروف گردانند

اظهار المعجزة۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء پر کرامت کا پوشیدہ رکھنا ایسا ہی فرض کیا ہے۔ جیسا کہ نبیوں پر معجزوں کا ظاہر کرنا۔ پس اگر کوئی ولی اپنی کرامت کو ظاہر کرے۔ تو گویا اس نے فرض کو ترک کیا ہے۔

سلوک را صد مرتبہ نہادہ اند

بعد ازاں فرمایا کہ سلوک کے سو مراتب مقرر کئے ہیں جن میں سے سترواں مرتبہ کشف و کرامت کا ہے۔ اگر سالک بھی اس مرتبے میں رہ جائے۔ تو باقی کے تراسی مراتب کس طرح حاصل کرے گا؟

ذکر خدمت مہمان

پھر خدمت کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ساقی القوم

آخرھم شربا یعنی جو لوگ قوم کو پانی دیتے ہیں۔ انہیں خود سب سے پیچھے پینا چاہیئے
پھر فرمایا کہ کھانے میں بھی ایسا ہی کرنا واجب ہے۔ دوسروں سے پہلے کبھی نہیں کھانا چاہیئے
بعد ازاں فرمایا۔ کہ میزبان کو واجب ہے کہ اپنے مہمان کے ہاتھ دھلانے سے
پہلے اپنے ہاتھ دھوئے۔ کیونکہ پہلے اپنے ہاتھ صاف ہوں۔ پھر دوسروں کے ہاتھ
دھلائے۔ اور پانی پیتے وقت پہلے دوسروں کو پلائے۔ اور بعد میں آپ پیئے۔
بعد ازاں فرمایا کہ اس بارہ میں بزرگوں نے کہا ہے۔ کہ جو ہاتھ دھلائے۔ کھڑا
ہو کر دھلائے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں
ہاتھ دھلانے کے لئے حاضر ہوا۔ اور بیٹھ گیا۔ جب بیٹھا۔ تو شیخ صاحب خود اٹھ کھڑے
ہوئے۔ پوچھا۔ کیوں؟ فرمایا۔ اس پر واجب تھا کہ کھڑا ہو کر ہاتھ دھلاتا۔ چونکہ وہ بیٹھ
گیا ہے۔ اب مجھے واجب ہے کہ کھڑا ہو جاؤں۔
بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ امام شافعی امام مالک کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے
امام مالکؒ نے امام شافعی کے ہاتھ دھلائے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ
اللہ علیہ کسی دوست کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے۔ اس دوست نے جو کھانا تیار کرنا
تھا۔ اس کی چیزوں کی فہرست کاغذ پر بنائی۔ اور لونڈی کو کہا کہ جو کھانا میں نے اس کاغذ
پر لکھ دیا ہے۔ وہ ضرور تیار کرنا۔ یہ کہہ کر خود کسی کام کے لئے باہر چلا گیا۔ امام شافعی نے
لونڈی سے کاغذ لے کر اپنے حسب منشار اور اس میں کھانے درج کر دیئے۔ جب لونڈی
نے کاغذ دیکھا۔ تو جو کھانے امام شافعی نے اور لکھ دیئے تھے۔ وہ بھی پکائے۔ جب گھر
کا مالک آیا۔ اور کھانا چنا گیا۔ تو کھانا بہت دیکھ کر جا کر لونڈی سے وجہ پوچھی۔ اس نے کاغذ
دکھلا دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ امام شافعی نے خود اپنے حسب منشار اور کھانے اس میں درج
کر دیئے ہیں۔ تو بہت خوش ہوا۔ اور اس لونڈی کو مع چھوٹے چھوٹے غلاموں کے
آزاد کر دیا۔
پھر ضیافت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ بغداد میں ایک درویش تھا
جس کے دسترخوان پر ہر روز ایک ہزار دو سو پیالے کھانے کے خرچ ہوتے۔ اور جس کے

اٹھارہ باورچی خانے تھے۔

الغرض ایک روز خدمت گاروں کو پوچھا کہ کھانا تقسیم کرتے وقت کسی کو بھول تو نہیں جاتے ہو؟ کہا نہیں۔ ہم سب کو کھانا دیتے ہیں۔ پھر شیخ نے پوچھا کہ سوچو۔ کہا ہم کسی کو نہیں بھولتے۔ سب کو کھانے کے وقت بلا لیتے ہیں۔ اور جسے دینا ہوتا ہے۔ دیتے ہیں۔ پھر شیخ نے کہا کہ اس کام میں فروگزاشت نہیں کرنی چاہیئے خدمت گاروں نے کہا شیخ صاحب کو یہ بات کیسے معلوم ہو گئی۔ فرمایا۔ آج تین دن سے مجھے کھانا نہیں ملا۔ چونکہ باورچی خانے زیادہ تھے۔ اس لئے وہ اس خیال میں رہتے کہ شاید دوسرے باورچی خانے سے کو کھانا پہنچ گیا ہوگا۔ ہر ایک یہی جانتا تھا کہ کسی اور باورچی خانے سے شیخ صاحب گیا ہوگا۔ جب تین دن اس طرح گزر گئے۔ تو شیخ صاحب نے یہ بات ظاہر کی۔

پھر سلطان کے حوض کے پانی کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہتے ہیں۔ کہ سلطان شمس الدین کو وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا سلوک کیا۔ کہا۔ مجھے اس حوض کے عوض بخش دیا۔

شیخ نصیر الدین کی حاضری

بدھ کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس سے ایک دن پہلے یعنی منگل کو نصیر الدین محمود سے جو مرید خوش اعتقاد تھے۔ مشورہ کیا کہ کل آخری بدھ ہے۔ جسے لوگ منحوس خیال کرتے ہیں۔ آؤ ہم خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں۔ کہ وہاں تمام نحوستیں سعادت میں بدل جائیں گی۔ القصہ بدھ کو میں اور وہ

ذکر چہار شنبہ نوری

حاضر خدمت ہوئے۔ اور منگل کا واقعہ بیان کیا۔ مسکرا کر فرمایا۔ ہاں لوگ اس دن کو منحوس خیال کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ یہ دن بہت ہی باسعادت ہے۔ اور اس قدر مسعود ہے۔ کہ اگر کوئی بچہ اس روز پیدا ہو تو وہ بہت ہی بزرگ ہوتا ہے۔

ذکر تغیر مزاج

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ بعض کا مزاج جلدی بگڑ جاتا ہے فرمایا جس کی طبع لطیف ہو۔ وہ جلدی برہم ہو جاتا ہے۔ ان معنوں کے مناسب

مولانا فخر الدین رازی کی یہ رباعی پڑھی۔

رباعی

آنم کہ بنیم ذرہ ناخوش گردم | وز نیمہ نیم ذرہ دلکش گردد
از آب لطف تر مزاجے دارم | در یاب مرا وگرنہ آتش گردم

ذکر تغیر قلوب الملوک پھر بادشاہوں کے مزاج کے تغیر کے بابت فرمایا کہ کلمات قدسی میں سے ایک یہ ہے کہ قلوب الملوک بیدی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں یعنی جب خلقت اللہ تعالیٰ سے راہ راست پر ہوتی ہے۔ تو میں ان کے دلوں کو نرم کر دیتا ہوں۔ اور جب راستے پر نہ ہو۔ تو ان کے دلوں کو سخت کر دیتا ہوں۔

بعد ازاں فرمایا کہ نظر وہاں پر رکھنی چاہیئے۔ اور ہر چیز وہاں سے کرنی چاہیئے۔ ان معنوں کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جن دنوں قباچہ ملتان کا حاکم تھا۔ اور سلطان شمس الدین دہلی کا بادشاہ۔ ان میں باہم دشمنی ہوگئی۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور ملتان کے قاضی نے سلطان شمس الدین کی طرف خط لکھے۔ وہ خط قباچہ کے ہاتھ لگے جنہیں دیکھ کر وہ بہت برافروختہ ہوا۔ قاضی کو مروا ڈالا۔ اور شیخ صاحب کو گھر بلایا۔ شیخ صاحب بے دھڑک اندر چلے گئے۔ اور قباچہ کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ قباچہ نے آپ کا خط آپ کے ہاتھ میں دے دیا۔ شیخ صاحب نے مطالعہ کر کے فرمایا۔ ہاں! میں نے ہی لکھا ہے۔ اور سچ لکھا ہے۔ جو تیری مرضی ہے۔ کر۔ تو خود کر ہی کیا سکتا ہے۔ قباچہ نے جب یہ سنا۔ تو سوچ میں پڑ گیا۔ اشارہ کیا کہ کھانا لاؤ۔ معمول یہ تھا کہ شیخ صاحب کسی کے ہاں کھانا نہیں کھایا کرتے تھے۔ قباچہ کا منشا یہ تھا جس وقت کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس وقت تکلیف دوں گا۔ جب کھانا لایا گیا۔ تو سب نے کھانا شروع کر دیا۔ شیخ صاحب نے بسم اللہ کر کے کھانا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر قباچہ کی ناراضگی دور ہوگئی۔ اور شیخ صاحب سلامت گھر آئے۔ میرے دل میں (مؤلف کتاب) مدت سے ایک بات تھی۔ جس کے عرض کرنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ وہ یہ تھی کہ

اگر کوئی مرید ہو جو پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہو۔ لیکن درود وغیرہ بہت کم کرتا ہو۔ مگر شیخ کی محبت اس کے دل میں بہت ہو۔ اور پیر پر اس کا اعتقاد نہایت پکا ہو۔ اور دوسرا مرید طاعت و تسبیح اور اوراد وغیرہ بہت کرتا ہو۔ اور اس نے حج بھی کئی کیے ہوں لیکن اس کا اعتقاد پیر کے حق میں درست نہ ہو۔ تو ان میں سے مرتبے میں کون افضل ہے؟

بعد ازاں فرمایا کہ جو پیر کا محب ہو۔ اور معتقد ہے۔ اس کا ایک وقت دوسرے کے سارے وقتوں کے برابر ہے۔

حکایت زاہدی کہ در بنی اسرائیل بود

بعد ازاں فرمایا کہ بعض کا تو یہ مذہب ہے کہ اولیاء کو انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔ اس واسطے کہ انبیاء تو لوگوں میں مشغول رہتے ہیں۔ لیکن یہ مذہب باطل ہے۔ کیونکہ اگرچہ انبیاء لوگوں میں مشغول رہتے ہیں۔ پھر بھی جس وقت حق میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ وقت اولیاء کے تمام وقت پر شرف رکھتا ہے۔ اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا جس نے ستر سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ستر سال بعد اسے کوئی ضرورت پیش آئی۔ وہ حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کی۔ لیکن روا نہ ہوئی۔

بعد ازاں ایک گوشے میں جا کر نفس سے جھگڑنا شروع کیا۔ کہ اے نفس تو نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ بے شک تیری طاعت میں اخلاص نہ ہوگا۔ اگر ہوتا تو ضرور حاجت پوری ہو جاتی۔ جب وہ اپنے نفس سے جھگڑ رہا تھا۔ حکم ہوا۔ کہ اس زاہد کو کہو کہ تیرا نفس کے ساتھ جھگڑنا اس ستر سالہ عبادت سے بڑھ کر ہے۔

معانی عرس و بزرگ مشائخ

منگل کے روز سترھویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرس کے معنی پوچھے۔ فرمایا۔ عرس کے معنی عروس کرنے کے ہیں اور عرس کے معنی رات کے وقت قافلے کا ڈیرا جمانا ہے

پھر مشائخ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ اور نیز ان کے صدق اور نگہداشت فرمان پیر اور طلب حق کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی ۔ ایک دفعہ شیخ نجیب الدین متوکل نے شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے سوال کیا ۔ کہ لوگ یوں کہتے ہیں ۔ کہ جس وقت آپ نماز ادا کرتے ہیں ۔ اور اس کے بعد یارب کہتے ہیں ۔ تو لبیک عبدی کی آواز سنتے ہو؟ فرمایا نہیں ۔ بعد ازاں فرمایا کہ الاراجات افواہ مقدسۃ السکون جھوٹی خبریں اڑائی ہوئی خاموشی کا پیش خیمہ تھیں یعنی جھوٹ ہے ۔ بعد ازاں شیخ نجیب الدین نے پوچھا ۔ کہ یہ بھی کہتے ہیں ۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے پاس آتے ہیں ۔ فرمایا نہیں ۔ بعد ازاں شیخ نجیب الدین نے پوچھا کہ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس مردان غیب آتے ہیں ۔ اس کا بھی جواب نفی ہی میں دیا ۔ صرف اتنا فرمایا کہ تو بھی ابدال میں سے ہے ۔ یہاں سے شیخ فرید الدین نور اللہ مرقدہٗ کی بزرگی اور آپ کی والدہ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ فرمایا کہ والدین کی صلاحیت بچے پر بڑا اثر کرتی ہے ۔

ذکر بزرگی والدہ بزرگوار شیخ کبیر الدین علیہا الرحمۃ

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ کبیر کی والدہ صاحبہ بہت ہی بزرگ تھیں ۔ ایک رات کوئی چور آپ کے گھر آیا سب سوئے ہوئے تھے ۔ صرف شیخ صاحب کی والدہ صاحبہ جاگتی تھیں ۔ اور یاد الٰہی میں مشغول تھیں ۔ جب چور آیا ۔ تو اندھا ہو گیا ۔ باہر نہیں جا سکتا تھا ۔ آواز دی کہ اگر کوئی مرد گھر میں ہے ۔ تو وہ میرا باپ ہے ۔ اگر عورت ہے ۔ تو میری ماں بہن ہے ۔ جو بھی ہے ۔ اس کے خوف نے مجھ پر اثر کیا ہے ۔ اور میں اندھا ہو گیا ہوں ۔ اب جب تک میں زندہ رہوں گا ۔ چوری نہیں کروں گا ۔ شیخ صاحب کی والدہ صاحبہ نے دعا کی ۔ وہ بینا ہو گیا ۔ اور چلا گیا ۔ جب دن ہوا ۔ تو شیخ صاحب کی والدہ نے کسی سے اس بات کا ذکر نہ کیا ۔ ایک گھڑی بعد اس شخص کو دیکھا ۔ کہ سر پر چھاچھ کا مٹکا دھرے اپنی بیوی کو ہمراہ لئے آیا ۔ اس سے پوچھا ۔ تو کون ہے؟ کہا ۔ میں اس رات اس گھر چوری کرنے

آیا تھا۔ ایک بزرگ عورت یہاں بیدار تھی میں اس کی ہیبت سے اندھا ہو گیا۔ پس اس نے دعا کی۔ تو میں بینا ہو گیا۔ میں نے عہد کر لیا تھا۔ کہ جب میں بینا ہو جاؤں گا تو پھر کبھی چوری نہیں کروں گا۔ اب میں خود بھی آیا ہوں۔ اور اپنی بیوی کو بھی ہمراہ لایا ہوں۔ تاکہ ہم مسلمان ہو جائیں۔ الغرض اس عورت کی برکت سے سارے مسلمان ہو گئے اور چوری سے بالکل توبہ کی۔ الحمد للہ رب العلمین۔

بعد ازاں ایک اور حکایت اسی بارے میں بیان فرمائی۔ کہ جن دنوں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز اجودھن میں سکونت پذیر تھے۔ ان دنوں شیخ نجیب الدین کو والدہ صاحبہ نے وہاں بلانے کے لئے بھیجا۔ شیخ نجیب الدین جا کر لائے۔ تو اثنائے راہ میں درختوں کی چھاؤں میں بیٹھے۔ پانی کی ضرورت ہوئی۔ شیخ نجیب الدین پانی کی تلاش میں گئے۔ جب واپس آئے۔ تو والدہ صاحبہ کو نہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ دائیں بائیں دیکھ بھال شروع کی۔ بہتیری کوشش کی لیکن پتہ نہ ملا۔ حیران ہو کر شیخ کبیر کی خدمت میں آ کر ماجرا بیان کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ کھانا پکاؤ۔ اور صدقہ دو۔ مدت بعد جب شیخ نجیب الدین کو پھر اس مقام پر جانے کا اتفاق ہوا۔ تو درختوں تلے آ کر خیال آیا کہ یہاں دیکھوں تو سہی۔ شاید والدہ صاحبہ کا نشان مل جائے۔ ویسا ہی کیا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے آدمی کی چند ہڈیاں ملیں۔ دل میں خیال کیا۔ شاید یہی والدہ صاحبہ کی ہڈیاں ہیں۔ شیر یا کسی اور درندے نے ہلاک کر ڈالا ہو گا۔ ساری ہڈیاں جمع کر کے تھیلے میں ڈالیں۔ اور شیخ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں لا کر سارا ماجرا بیان کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ تھیلی مجھے دکھاؤ۔ جب تھیلی جھاڑی۔ تو ایک ہڈی بھی نہ ملی۔ خواجہ صاحب جب اس پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ یہ بات عجائب روزگار سے ہے۔

ذکر ملاقات حضرت خضر یا حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز

پھر مردان غیب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ

شروع میں کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا کہ لوگوں سے مل جل بیٹھوں۔ پھر سوچا کہ یہ کیسی خواہش ہے۔ کسی اور مصلحت کے درپے ہونا چاہیئے۔ یہاں پر ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ شروع حال میں جب اوش میں تھے۔ (اس شہر کے کنارے پر ایک غیر آباد مسجد تھی۔ اس مسجد کے ایک مینار کو ہفت مینارہ کہتے تھے۔) تو آپ کو معلوم ہوا کہ ایک دعا ہے جو اس مینار پر پڑھی جائے۔ تو مہتر خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی ہے۔ یہ دعا تو ایک تھی۔ لیکن اسے ہفت دعا کہتے تھے۔ ساتھ ہی اس کے ایک دوگانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ جو دوگانہ اس مسجد میں ادا کرے۔ اسے مہتر خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ الغرض شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کو اشتیاق ہوا۔ کہ مہتر خضر علیہ السلام کو دیکھیں۔ ماہ رمضان کی ایک رات مسجد میں جا کر دوگانہ ادا کیا۔ اور اس منارے پر دعا پڑھی۔ نیچے اترے۔ تو ایک گھڑی ٹھہرے رہے۔ لیکن کوئی آدمی دکھائی نہ دیا۔ ناامید ہو کر مسجد سے نکلے۔ تو ایک آدمی کو کھڑے دیکھا۔ اس نے آپ کو بلایا۔ کہ ایسے بے وقت یہاں کیوں آئے تھے؟ فرمایا۔ میں یہاں خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے آیا تھا۔ دوگانہ ادا کر کے دعا بھی پڑھی۔ لیکن یہ دولت نصیب نہ ہوئی۔ اب گھر جاتا ہوں۔ اس مرد نے پوچھا۔ تو خضر علیہ السلام کو کیا کرے گا؟ وہ تو تیری طرح مارا مارا پھرتا ہے۔ تو اسے دیکھ کر کیا کرے گا۔

اسی اثناء میں پوچھا کہ تو دنیا طلب کرتا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ نہیں۔ پھر پوچھا۔ کیا۔ تو مقروض ہے؟ فرمایا۔ نہیں۔ اس نے کہا۔ پھر خضر کو کیا کرے گا؟ پھر اس مرد نے پوچھا۔ کہ اس شہر میں ایک مرد ہے۔ کہ خضر اس کے دروازے پر بارہ مرتبہ گیا ہے لیکن اندر جانا نصیب نہیں ہوا۔ وہ انہیں باتوں میں تھے۔ کہ ایک مرد نورانی صورت پاکیزہ لباس پہنے نمودار ہوا۔ اس مرد نے اس کی بڑی تعظیم کی۔ اور اس کے پاؤں پر گر پڑا۔ قطب الدین طاب اللہ ثراہ نے فرمایا۔ کہ جب وہ مرد میرے پاس آیا۔ تو پہلے مرد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ یہ درویش مقروض نہیں۔ اور نہ دنیا طلب کرتا ہے۔ صرف

آپ کی ملاقات کا خواہشمند ہے۔ اسی اثنا میں نماز کی اذان سنی۔ ہر طرف سے درویش، اور صوفی ظاہر ہوئے۔ اور تکبیر کہہ کے جماعت کی۔ ایک نے امام بن کر تراویح میں بارہ سیپارے پڑھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اور بھی زیادہ پڑھے تو بہتر ہوگا۔ الغرض جب نماز ختم ہوئی۔ اور انہوں نے اپنی اپنی راہ لی۔ میں اپنی جگہ پر آگیا۔ جب دوسری رات ہوئی۔ تو میں سویرے ہی وضو کر کے اس مسجد میں جا بیٹھا۔ کوئی آدمی نمودار نہ ہوا۔

تحمل تجربہ وغیرہ میں

جمعہ کے روز بیسویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ تحمل، تجربے اور لڑائی سے دور رہنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ دو چیزیں ہیں۔ ایک قلب۔ دوسرے نفس۔ جب کوئی نفس سے پیش آئے۔ تو اس سے قلب سے پیش آنا چاہیے یعنی نفس میں دشمنی غوغا اور فتنہ ہے۔ اور قلب میں سکوت و رضا اور نرمی یعنی جب کوئی لڑے۔ تو اس سے نرمی سے پیش آئے۔ تاکہ نفس مغلوب ہو جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص نفس سے پیش آئے۔ اور دوسرا بھی نفس سے پیش آئے۔ تو پھر دشمنی کی کوئی حد نہیں رہتی۔ پھر تحمل اور حلم کی فضیلت میں یہ شعر پڑھا ؎

زہر بارے چو گا ہے گر طرزی　　　اگر کو ہے شوی گا ہے نلرزی

فتوح قبول کرنے کے بارے میں

جمعرات کے روز ماہ جمادی الآخر سن مذکور کو پائبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ فتوح کے قبول کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں نے کبھی کسی سے کوئی چیز نہیں مانگی۔ اگر کوئی بغیر مانگے کچھ دے۔ تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ لے لینی چاہیے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میرے پاس کچھ ہے۔ جناب! یہ کسی فقیر کو عنایت فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ جو چیز بغیر مانگے تجھے ملے۔ اسے کھا بھی اور صدقہ بھی کر۔

ثبات در ہر کار نفع مید ہد

ایتوار کے روز انتیسویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس بات بات شروع ہوئی۔ کہ میری تنخواہ مدت سے رکی ہوئی تھی۔ جو مجھے ملی۔ جب خواجہ صاحب کو میری تنخواہ اور ثابت قدمی معلوم ہوئی۔ تو فرمایا کہ کاموں میں ثابت قدمی اور انہیں ہمیشہ کرتے رہنا بڑے کام کی چیز ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ شیخ الاسلام کے نواسے کبیر ملک نظام الدین کوتوال کے گھر آیا جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ نظام الدین کوتوال اس بات سے تنگ آ گیا۔ اور کہہ دیا کہ آئندہ اس گھر میں نہ آنا لیکن وہ کسی طرح نہ رکا۔ انہیں دنوں نظام الدین نے چھ اشرفیاں میرے میرے پاس بھیجیں۔ جو میں نے نامنظور کیں۔ اور واپس بھیج دیں۔ جب واپس آیا۔ تو نظام الدین نے کبیر کو دے دیں۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ ہر ایک کام کی ملازمت پھل دیتی ہے۔ پھر میری تنخواہ کے بارے میں فرمایا کہ بنی اسرائیل میں زاہد نے اللہ تعالیٰ کی بہت سال طاعت کی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے پیغمبر کے پاس وحی بھیجی۔ کہ اس شخص کو کہہ دے۔ کہ طاعت کے لئے تو اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتا ہے۔ ہم نے تو تجھے ماتم پرسی کے لئے پیدا کیا ہے۔ جب پیغمبر نے یہ پیغام پہنچایا۔ تو مارے خوشی کے چکر لگانے لگا۔ پیغمبر نے پوچھا۔ خوشی کا یہ کونسا موقعہ ہے۔ کہا۔ بارے مجھے یاد تو کیا ہے ؂

او سخن از کشتن من میکند   من بہ ہمیں خوش کہ سخن میکند

بعد ازاں تحمل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو اسی اثناء میں شیخ الاسلام فرید الحق قدس اللہ سرہ العزیز کی حکایت بیان فرمائی کہ آپ دشمنوں کی بیخ کنی کرنے میں بڑے متحمل اور بردبار تھے۔ بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جو قتل کرتا ہے۔ کرنے دو۔ آخر قتل کرنے والا قاتل ہی ہے۔

بعد ازاں میں نے عرض کی۔ کہ لوگ جو دعا پڑھتے ہیں۔ اعینونی عباد اللہ

اور اہلِ بیت کی اتنی خدمت نہ کی۔ شاید اسے کسی نے بتلایا نہیں۔

بعدازاں شمس دبیر کے حسنِ اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو میں نے عرض کی کہ میری اس سے رشتہ داری ہے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کبھی اس سے مل کر بھی رہے ہو۔ میں نے عرض کی کہ جن دنوں سلطان غیاث الدین لکھنوتی گیا۔ تو اس سفر میں لشکر کے ساتھ میں اور وہ خشکی اور تری میں اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ شیخ صاحب نے پوچھا۔ کیا وہ تمہارا ہم قوم تھا۔ میں نے عرض کی۔ جناب! وہ میرا ہم قوم تھا۔ بعدازاں فرمایا کہ شمس دبیر نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز سے پڑھے۔

پھر فرمایا کہ میں شمس دبیر اور شیخ جمال الدین ہانسوی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ اکٹھے ہی شیخ صاحب کی خدمت سے روانہ ہوئے۔ اور چند منزلیں طے کیں۔ اور پھر ایسے مقام پر پہنچے۔ جہاں سے ایک راستہ سنام کو جاتا تھا۔ اور دوسرا سرستی کو۔ جب ایک دوسرے کو وداع کیا۔ تو شیخ جمال الدین نے شمس دبیر کی طرف دیکھ کر یہ مصرع کہا۔

مصرع

اے یارِ قدیم راست مے روی

اس وقت اس مصرعے سے ہم تینوں کو بڑا ذوق حاصل ہوا۔

ذکر کرامت اولیاء

ہفتے کے روز انتیسویں ماہ مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس سے مجھے کچھ فکر دامنگیر تھی۔ کہ شاید کسی نے آپ کی خدمت میں میری طرف سے باطنی پیدا کی ہے۔ جب حاضرِ خدمت ہوا۔ تو آپ نے پہلے ہی یہ بات فرمائی کہ اگر کوئی کسی کے پاس کسی کی بدی کرے۔ تو ہمیں اس بات کی تمیز حاصل ہے کہ وہ بات سچی ہے یا جھوٹی۔ یا اس میں کچھ لگاؤ رہا ہے۔ جب میں نے یہ بات سنی۔ تو میرا دل خوش ہو گیا۔ میں نے عرض کی کہ ہم خدمت گاروں کو اسی بات پر بھروسہ ہے کہ آنجناب کا باطن ہی حاکم ہے۔

ذکر کرامت اولیاء

پھر اولیاء کی کشف و کرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو شیخ سعد الدین حمویہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ پیر بزرگ تھے۔ لیکن وہاں کا حاکم آپ کا چنداں معتقد نہ تھا۔ ایک روز وہ حاکم شیخ صاحب کی خانقاہ کے پاس سے گزرا۔ تو دربان کو اندر بھیجا کہ اس صوفی بچے کو باہر لاؤ۔ تاکہ میں اسے دیکھوں۔ دربان نے اندر جا کر پیغام پہنچایا۔ شیخ نے اس بات پر توجہ بھی نہ کی۔ نماز میں مشغول ہوئے۔ دربان نے باہر آ کر صورت حال بیان کی بادشاہ کی ناراضگی جاتی رہی۔ اندر آیا۔ تو شیخ صاحب تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بشاشت ظاہر کی۔ دونوں ایک ہی جگہ بیٹھے۔ پاس ہی ایک باغ تھا۔ شیخ سعد الدین نے فرمایا کہ تھوڑے سے سیب لاؤ۔ جب سیب لائے گئے۔ تو شیخ صاحب خود بھی کھاتے رہے اور بادشاہ کو بھی دیتے رہے۔ اس تھال میں ایک سیب بہت بڑا تھا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ اگر شیخ میں کچھ کرامت اور صفائی ہے تو وہ سیب اٹھا کر مجھے دے گا۔ جونہی اس کے دل میں خیال آیا۔ شیخ صاحب نے ہاتھ بڑھا کر وہ سیب اٹھا لیا۔ اور بادشاہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ میں ایک مرتبہ سیر کرتے کرتے ایک شہر میں جا نکلا۔ وہاں پر کیا دیکھتا ہوں۔ کہ لوگوں کا مجمع ہے اور ایک شخص کھیل رہا ہے۔ اس کھیل میں ایک گدھا ہے۔ جس کی آنکھیں ایک کپڑے سے بند ہیں۔ اسی اثنا میں کھلاڑی نے اپنی انگوٹھی ناظرین میں سے ایک کو دی۔ اور حاضرین کو مخاطب ہو کر کہا کہ یہ گدھا اب بتا دے گا۔ کہ انگشتری کس کے پاس ہے۔ پھر گدھے کو اسی طرح آنکھیں باندھے ہوئے اس مجمع میں پھرایا۔ وہ ہر ایک کو سونگھتا تھا۔ حتیٰ کہ اس شخص کے پاس جا کر ٹھہر گیا جس کے پاس انگوٹھی تھی۔ کھلاڑی نے آ کر اس شخص سے انگوٹھی لے لی۔ الغرض شیخ سعد الدین نے اس قدر تقریر کے بعد بادشاہ کو فرمایا کہ اگر لوگ کرامت یا کشف دکھائیں۔ تو اس گدھے کی طرح ہیں۔ اور اگر نہ دکھائیں تو تمہارے دل میں خیال گزرتا ہے کہ اس میں صفائی اور کرامت ہی نہیں۔ یہ کہہ کر سیب اس کی طرف پھینک دیا۔

بعد ازاں شیخ سعد الدین کی وفات اور شیخ سیف الدین کی وفات اور شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہما کی بابت حکایت بیان فرمائی کہ ایک رات شیخ

سعدالدین حمویہ کو خواب میں دکھایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی کی جاکر ملاقات کی جب شیخ

ذکر الہام شیخ سعدالدین بملاقات سیف الدین

سعدالدین حمویہ بیدار ہوئے۔ تو اپنے مقام سے روانہ ہوئے وہاں سے شیخ سیف الدین کے مقام تک تین مہینے کا راستہ تھا۔ نیز شیخ سیف الدین کو بھی خواب میں جتلا دیا کہ شیخ سعدالدین حمویہ کو ہم نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ الغرض جب تین منزلیں رہ گئیں۔ تو کسی کو شیخ سیف الدین کے پاس بھیجا کہ میں نے تین مہینے کی راہ طے کی ہے۔ آپ تین منزلیں آکر میرا استقبال کریں۔ جب یہ پیغام شیخ سیف الدین نے سنا۔ تو فرمایا کہ وہ مقتول ہے۔ وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ چنانچہ اسی منزل پر انتقال فرمایا۔ اور شیخ فریدالدین کا دیدار نصیب ہوا۔

ذکر وفات شیخ سعدالدین عزیز رزگان رضی اللہ عنہ

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کی زبانی سنا ہے کہ ایک روز شیخ بہاؤالدین اپنے مقام سے باہر نکلے۔ اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ پوچھا۔ کیوں؟ فرمایا۔ شیخ سعدالدین حمویہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ تھوڑے دنوں بعد معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت شیخ سعدالدینؒ کا انتقال ہوا تھا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ پہلے شیخ سعدالدین حمویہؓ نے انتقال فرمایا۔ اس کے تین سال بعد اور اس کے تین سال بعد شیخ سیف الدین باخرزی نے اور اس کے تین سال بعد شیخ بہاؤالدین زکریا نے اور اس کے تین سال بعد شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے

ذکر صفت دنیا

جمعرات کے روز پندرھویں ماہ محرم سنہ ۷۱۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ دنیا کی صفت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ کس چیز میں دنیا ہے۔ اور کس میں نہیں۔ فرمایا کہ ایک لحاظ سے صورت و معنی میں دنیا ہے۔ اور ایک لحاظ سے نہ صورت میں ہے نہ معنی میں۔ اور ایک لحاظ سے صورت میں ہے معنی میں نہیں۔ اور ایک لحاظ سے صورت میں نہیں۔ لیکن معنی میں ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو چیز خرچ سے زیادہ ہے۔ وہ صورت و معنی میں دنیا ہے۔ اور جو صورت و معنی میں دنیا نہیں وہ با اخلاص طاعت ہے۔ اور ظاہر میں دنیا نہیں لیکن حقیقت میں ہے۔ وہ ایسی طاعت ہے۔ جو نفع اٹھانے کی خاطر کی جائے۔ اور جو ظاہر میں دنیا ہے۔ لیکن حقیقت میں نہیں۔ کیونکہ وہ اپنے حرم کی حق ادائی ہے۔ یعنی اپنی بیوی سے اس نیت سے ہمبستری کرنا کہ اس کا حق ادا ہو جائے۔ اگرچہ یہ ظاہر میں فعل دنیا ہے۔ لیکن حقیقت میں دنیا نہیں

ذکر اوراد وادعیہ

اتوار کے روز پانچویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اوراد اوراد اوراد عیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ مجھ سے پوچھا کہ کونسا ورد آج کل کیا کرتے ہو۔ میں نے عرض کی جو جناب کی زبان مبارک سے سنا ہے پانچوں وقت کی نماز کے بعد جو صورت فرمائی ہے۔ وہ بھی پڑھتا ہوں۔ عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورہ نبا۔ اور مقررہ سورتیں جو سنتوں میں فرمائی ہیں۔ اور دو وقت سبعات عشر اور سو بار لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ لہ الملک ․․․ ہو علیٰ کل شیء قدیر پڑھتا ہوں

بعد ازاں فرمایا کہ دس تسبیحیں اور ہیں۔ جن میں سے ہر ایک سو مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ تاکہ ہزار بار ہو جائے۔ اگر کوئی سو مرتبہ نہ پڑھ سکے تو دس مرتبہ پڑھے۔ جن کا مجموعہ سو مرتبہ ہو جائے گا۔ وہ دس تسبیحیں یہ ہیں۔ اول لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ له الملك وله الحمد يحي ويميت وحي لا يموت ذوالجلال والاكرام بيده الخير وهو على كل شيء قدير۔ دوسری سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم تیسری سبحان الله بحمده سبحان الله العلى العظيم وبحمده استغفر الله من كل ذنب واتوب اليه۔ چوتھی استغفر الله الذى لا اله الا هو الحى القيوم واسئله التوبة استغفر الله من كل ذنب اذنبته عمدا او خطاء سرا و علانية واتوب اليه۔ پانچویں سبحان الملك القدوس سبوح قدوس رب الملئكة والروح۔ چھٹی اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما

منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ ساتویں۔ اللھم اغفرلی ولوالدی والاستاذی والجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات۔ آٹھویں۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم وصل علی جمیع الانبیاء المرسلین۔ نویں۔ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم اعوذ بک من ھمزات الشیطٰن واعوذ بک رب ان یحضرون۔ دسویں۔ بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم

عشق و عقل کے بارے میں

اتوار کے روز گیارھویں ماہ مذکور سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ عشق اور پیار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ علماء اہل عقل ہیں۔ اور درویش اہل عشق۔ علماء کی عقل درویشوں کے عشق پر غالب ہے۔ اور درویشوں کا عشق علماء کی عقل پر۔ انبیاء میں دونوں حالتیں تھیں۔ بعد ازاں غلبہ عشق کے بارے میں یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

عقل را با عشق کارے نیست زور شن پیشہ کن ... تا چہ خواہی کرد آں اشتر دل جور لا بہ را

اس معنوں کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ملتان میں ایک شخص علی کھوکھری نام ہو گزرا ہے۔ وہ جس میں عشق اور درد نہ ہوتا۔ اس کا معتقد ہی نہ ہوتا۔ خواہ وہ کیسا ہی زاہد اور عابد کیوں نہ ہوتا۔ اور کہا کرتا۔ کہ فلاں شخص کچھ بھی نہیں۔ اسے تو اشک (عشق) نہیں۔ اس کی زبان سے بات تک درست نہیں نکلتی تھی۔ عشق کو اشک کہتا تھا۔ اسی بارے میں فرمایا کہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ محبت کا ایک ذرہ تمام آدمیوں اور پریوں کی عبادت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز بارہا ایک شخص کو فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ تجھے درد عطا کرے۔ وہ حیران تھا کہ یہ کیسی دعا ہے۔ اس وقت اسے معلوم ہوا۔ کہ اس دعا کا کیا مطلب ہے۔

پھر شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ آپ بداؤں پہنچے۔ ایک روز گھر کی دہلیز پر بیٹھے تھے۔ کہ ایک شخص چھاچھ کا مٹکا سر پر رکھے پاس سے گزرا۔ وہ شخص مواس کا رہنے والا تھا۔ جو بدایوں کے پاس ہی ایک گاؤں ہے۔ جسے کھیسر بھی کہتے ہیں۔ وہاں پر راہزن اور لٹیرے اور ڈاکو بہت رہتے تھے۔ وہ چھاچھ فروش بھی انہیں میں سے ایک تھا۔ الغرض جب اس کی نگاہ شیخ جلال الدین کے روئے مبارک پر پڑی۔ تو دیکھتے ہی اس کا دل پھر گیا۔ جب پھر غور سے دیکھا۔ تو کہا دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے مرد بھی ہوتے ہیں۔ فوراً ایمان لے آیا۔ شیخ صاحب نے اس کا نام علی رکھا۔ جب وہ مسلمان ہو گیا۔ تو گھر سے ایک لاکھ چیتل (نام سکہ) شیخ صاحب کی خدمت میں لایا۔ شیخ صاحب نے قبول فرمایا۔ اور کہا کہ اسے اپنے پاس رکھو۔ جہاں میں کہوں گا۔ صرف کرنا۔ مختصر یہ کہ وہ روپیہ ہر ایک کو دینا شروع کیا۔ کسی کو سو درم کسی کو کم و بیش۔ اور جس کو کم سے کم ملتے۔ اسے بھی پانچ ملتے۔ اس سے کم کسی کو نہ ملتے۔ تھوڑی مدت میں سارا روپیہ ختم ہو گیا۔ صرف ایک درہم باقی رہ گیا۔ علی کہتا ہے کہ میرے دل میں خیال گزرا۔ کہ اب صرف ایک درہم باقی رہ گیا ہے۔ اور کم از کم پانچ درم دیئے جاتے ہیں۔ اب اگر کسی کو دینے کے لئے فرمائیں گے۔ تو کیا کروں گا؟ اسی سوچ میں تھا کہ ایک سائل آیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اسے ایک درم دے دو۔

شیخ جلال الدین تبریزی کے مناقب میں فرمایا کہ جب آپ بدایوں سے لکھنوتی کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ تو علی بھی پیچھے روانہ ہوا فرمایا۔ واپس چلا جا۔ عرض کی۔ میں کس کے پاس جاؤں۔ آپ کے سوا میں کسی کو جانتا بھی نہیں۔ پھر فرمایا۔ واپس چلا جا۔ عرض کی میں کس کے پاس جاؤں؟ آپ کے سوا میں کسی کو جانتا نہیں۔ پھر فرمایا۔ واپس چلا جا۔ عرض کیا۔ آپ ہی میرے پیر اور مخدوم ہیں۔ میں آپ کے بغیر یہاں کیا کروں گا؟ شیخ صاحب نے فرمایا۔ واپس جا۔ کیونکہ یہ شہر تیری حمایت میں ہے۔

ذکر احوال متعبدان

پھر متعبدوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو طاعت بہت کرتے ہیں۔ لیکن ان کے دلوں میں دنیاوی خیالات ہوتے ہیں۔ فرمایا خلقت کی چار قسمیں ہیں۔ اول وہ جن کا ظاہر آراستہ لیکن باطن خراب ہوتا ہے۔ دوسرے جن کا ظاہر خراب اور باطن آراستہ ہوتا ہے تیسرے وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں خراب ہوتے ہیں۔ چوتھے۔ وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جن کا ظاہر آراستہ اور باطن خراب ہوتا ہے۔ وہ متعبد ہوتے ہیں۔ جو طاعت بہت کرتے ہیں لیکن ان کے دل دنیا میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ گروہ جن کے باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہوتے وہ دیوانے ہوتے ہیں۔ جو باطن میں یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ظاہر میں ان کا سرو سامان نہیں ہوتا۔ وہ لوگ جن کا ظاہر و باطن خراب ہوتا ہے۔ وہ عالم لوگ ہیں۔ اور جن کا ظاہر و باطن درست ہے۔ وہ مشائخ ہیں۔

فقیر کا بادشاہ کی لڑکی پر عاشق ہونا

بدھ کے روز بائیسویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو فرمایا کہ راہ حق میں جس طرح اور جس لباس میں چاہے۔ آوے۔ انجام صدق پر ہی ہوتا ہے۔ اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ایک فقیر کی نگاہ بادشاہ کی لڑکی پر پڑی۔ دیکھتے ہی ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ ادھر لڑکی بھی عاشق ہو گئی لڑکی نے کہلا بھیجا کہ درویش صاحب! موجودہ صورت میں میل جول ناممکن ہے۔ لیکن ایک

> در دلِ منعمِ دنیا چو معشوق شود
> بادہ گر خام بود پختہ کند شیشہ ما

طریقہ ہے۔ اگر وہ تو کرے۔ تو شاید میل ہو جاے۔ وہ یہ کہ تو اپنے تئیں متعبد بنالے۔ اور مسجد میں بیٹھ کر طاعت و عبادت کرے اور تیرا شہرہ ہو جائے پھر میں باپ سے اجازت لے کر تیرے دیدار کو آسکتی ہوں۔ اس نے ویسا ہی کیا۔ ایک مسجد میں جاکر مشغول ہو گیا۔ جوں جوں ذوق و طاعت زیادہ ہوتی گئی۔ اسی قدر زیادہ عبادت کرتا گیا۔ پھر اس کا شہرہ ہو گیا۔ تو بادشاہ کی لڑکی اجازت لے کر دیدار کے لئے آئی۔ تو درویش بھی وہی تھا۔ اور جمال بھی

وہی۔ لیکن لڑکی نے اس میں خواہش یا حرکت کے آثار نہ دیکھے۔ تو کہا۔ آخر میں نے ہی تجھے یہ طریقہ سکھایا تھا۔ اب تو میری طرف متوجہ بھی نہیں ہوتا۔ درویش نے کہا۔ تو کون ہے میں تجھے کیا جانوں۔ تو ہے کون ہا میں تو تجھے نہیں پہچانتا۔ الغرض اس سے روگرداں ہو کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گیا۔

خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جس کو یہ ذوق حاصل ہو جائے۔ تو اسے غیر کی کیا پرواہ ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ عبداللہ مبارک جوانی کے ایام میں ایک عورت پر عاشق ہوئے۔ ایک رات اس کی دیوار تلے آکر اس سے جوں باتیں کرنی شروع کیں کر دن کر دیا۔ جب صبح کی اذان ملی۔ تو آپ نے سمجھا شاید عشاء کی اذان ہے۔ لیکن تھی صبح کی۔ اسی اثناء میں غیب سے آواز آئی۔ کہ اے عبداللہ! تو نے ایک عورت کے عشق میں ساری رات کھڑے کھڑے گزار دی کبھی ہمارے لئے بھی ایسا کیا ہے؟ یہ سن کر توبہ کی۔ اور حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو گئے۔ آپ کی توبہ کا سبب یہی بات تھی۔

اسی اثناء میں کھانا لایا گیا۔ ایک آدمی آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ ابوالقاسم نصیر آبادیؒ جو شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کے پیر تھے۔ یاروں کے ہمراہ کھانے میں مشغول تھے۔ کہ امام الحرمینؒ جو امام غزالیؒ کے استاد تھے آئے اور سلام کہا۔ شیخ ابوالقاسم اور ان کے یاروں نے بالکل توجہ نہ کی۔ جب کھانا کھا چکے۔ تو امام الحرمین نے فرمایا کہ میں نے آکر سلام کیا۔ لیکن تم نے جواب تک نہیں دیا۔ یہ کیا باعث ہے۔ شیخ ابوالقاسمؒ نے فرمایا۔ رسم رہی ہے کہ جو کسی جماعت میں آئے۔ جو کھانے میں مشغول ہو۔ تو آکر سلام نہ کرے۔ آتے ہی بیٹھ کر کھانا شروع کر دے۔ جب کھانے سے فارغ ہوں۔ تو ہاتھ دھو کر سلام کہے۔ امام الحرمین نے پوچھا کہ یہ از روئے عقل کہتے ہو یا از روئے نقل۔ فرمایا۔ از روئے عقل۔ پوچھا کس طرح؟ فرمایا۔ جو کھانا طاعت کی قوت کے لئے کھایا جاتا ہے۔ اس وقت وہ انسان عین طاعت میں ہوتا ہے پس جو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں ہو۔ مثلاً نماز وغیرہ میں وہ کس طرح وعلیکم السلام کہے۔ حاضرین میں سے ایک

نے پوچھا کہ جو ہندو کلمہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ کو ایک جانے۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا بھی قائل ہو۔ لیکن جب مسلمان آئیں۔ تو چپ کر جائے۔ اس کا انجام کیسے ہوگا؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس کا معاملہ حق سے ہے۔ خواہ اسے بخش دے۔ یا عذاب کرے۔

پھر فرمایا کہ بعض ہندوؤں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ اسلام سچا ہے۔ لیکن پھر مسلمان نہیں ہوتے۔

یہاں سے ابو طالب کی حکایت شروع ہوئی۔ کہ جب وہ بیمار ہوئے۔ تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پاس جاکر فرمایا کہ آپ ایک مرتبہ تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو جائیں۔ خواہ زبان سے۔ خواہ دل سے۔ تاکہ میں اللہ تعالیٰ کو کہہ سکوں کہ ایمان لائے۔ بہتیرا سمجھایا۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ اسی طرح کفر کی حالت میں فوت ہو گئے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ کا چچا گمراہی میں مرا ہے۔ فرمایا۔ اسے غسل دو۔ کفن میں لپیٹ کر بغیر لحد اوپر سے گرا دو لیکن اسے خاص وضع سے نہ رکھو!

خراج جزیہ کے بیان میں

ہفتے کے روز نویں جمادی الاوّل سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ان گوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو خراج جزیہ اور قسطوں کے لینے میں خلقت سے زیادتی کرتے ہیں۔ فرمایا کہ سہاور کے علاقے میں ایک گاؤں میں کوئی درویش رہتا تھا۔ اور کھیتی باڑی کیا کرتا تھا۔ اور اس سے اپنا گزارہ کیا کرتا تھا۔ کوئی آدمی اس سے کوئی چیز نہ لیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک کوتوال مقرر ہوا۔ اس نے درویش سے حصہ مانگا۔ اور کہا کہ اتنے سالوں سے غلہ پیدا کر رہے ہو۔ یا تو گزشتہ سالوں کا جزیہ دے۔ یا کوئی کرامت دکھا۔ درویش نے کہا کرامت کیا چیز ہوتی ہے؟ میں مسکین آدمی ہوں۔ کوتوال نے کہا۔ جب تک کوئی کرامت نہ دکھائے گا۔ تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ درویش گھبرایا۔ اور تھوڑی دیر ٹھہر کر کوتوال کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ کیا کرامت دیکھنا چاہتا ہے؟ گاؤں کے پاس ندی تھی۔ اس نے کہا کہ پانی پر چلو! درویش پانی پر پاؤں رکھ کر اس طرح گزر گیا۔ جیسے کوئی خشکی پر چلتا ہے۔

جب پانی پہنچا۔ تو کشتی طلب کی۔ تاکہ واپس آئے۔ اسے کہا گیا جس طرح گیا۔ اسی طرح واپس آجا۔ کہا نہیں۔ نفس موٹا ہو جاتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ میں کچھ ہو گیا ہوں۔

ذکر مراعات طعام و مہمان

پھر کھانے اور مہمانوں کی خاطر تواضع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ اس بارے میں یہ حدیث وارد ہے۔ من زار حیا ولم یذق منه شیئا فکانما زار میتا۔ جس نے کسی زندہ کی زیارت کی۔ اور اس کی کوئی شے نہ چکھی گویا اس نے مردہ کی زیارت کی۔ پھر بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ میں یہ عادت نہ تھی۔ آپ کے پاس خلقت آتی تو بغیر کھائے پیئے واپس چلی جاتی۔ ایک نے آپ سے پوچھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے۔ من زار حیا ولم یذق منه شیء فکانما زار میتا۔ شیخ صاحب نے فرمایا ہاں۔ اس نے پوچھا۔ پھر آپ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے شیخ صاحب نے فرمایا۔ لوگ اس حدیث کے معنی نہیں جانتے۔ لوگ دو قسم کے ہیں۔ ایک عوام اور دوسرے خواص۔ مجھے عوام سے کچھ سروکار نہیں۔ اور جو خواص ہیں۔ وہ خود اس حدیث کے معنی جانتے ہیں۔ میں خدا اور رسول ﷺ اور سلوک کے بارے میں ان سے باتیں کرتا ہوں۔ ان کو فائدہ ہوتا ہے

خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یار حاضر ہوتے۔ تو کوئی نہ کوئی چیز کھاتے۔ پھر واپس جاتے۔ کھانے کی چیز خواہ کھجور۔ روٹی یا کچھ اور ہوتا۔ بعد ازاں فرمایا کہ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اگر کچھ نہ ہوتا تو فرماتے کہ پانی ہی لا دو۔

پھر شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک خدا کا پیارا شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ کی خدمت میں آیا اور کہا۔ کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں سماع سن لیا ہے۔ شیخ بہاؤ الدین نے فرمایا کہ چونکہ شیخ شہاب الدین نے سماع سنا ہے اس لئے زکریا کو بھی سننا چاہیئے بعد ازاں اس عبد اللہ کو اپنے پاس رکھا۔ رات ہوئی۔ تو ایک شخص کو کہا کہ عبد اللہ کو حجرے میں لے چلو۔ اور لیک اس کے یار کو تیسرا

شخص کوئی نہ تھا۔ وہ آدمی وہ اور آپ۔ یہ عبداللہ کہتا ہے۔ کہ مجھے اور میرے یار کو حجرہ
میں۔ لے گئے۔ جب عشا۔ کی نماز ادا کی۔ اور شیخ صاحب وردوں سے فارغ ہوئے
تو تنہا حجرے میں آئے۔ یا دو شخص ہم تھے۔ یا آپ۔ شیخ صاحب بیٹھ گئے۔ اور پھر
ورد میں مشغول ہوگئے۔ تقریباً دو سیپارہ پڑھا۔ بعدازاں حجرے کی زنجیر لگادی اور مجھے فرمایا
کہ کچھ کہو۔ میں نے سماع شروع کیا۔ شیخ صاحب جنبش کرنے لگے۔ اٹھ کر چراغ گل کیا۔
اندھیرا ہوگیا۔ ہم اسی طرح سماع کئے گئے۔ صرف اس قدر معلوم ہوتا تھا کہ شیخ صاحب گھوم
رہے ہیں۔ جب پاس آتے تھے۔ تو دامن دکھائی دیتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ
شیخ صاحب گھوم رہے ہیں۔ جب پاس آتے تھے۔ تو دامن دکھائی دیتا تھا۔ اس سے
معلوم ہوتا تھا کہ شیخ صاحب جنبش اور حرکت کررہے ہیں لیکن تاریکی کی وجہ سے یہ معلوم
نہ ہوتا تھا کہ ضرب پر حرکت کرتے ہیں یا بغیر ضرب الغرض جب سماع ختم ہوا۔ تو شیخ صاحب
نے دروازہ کھول دیا۔ اور اپنے مقام پر آبیٹھے۔ میں اور میرا یار وہیں رہے۔ ہم کو کھانا وغیرہ
کچھ نہ دیا۔ رات گزری اور دن ہوا۔ تو ایک خادم آیا۔ اور ایک عمدہ کپڑا اور بیس اشرفیاں
لائے۔ اور مجھے دے کر کہا کہ شیخ صاحب نے یہ دیا ہے۔ یہ لے اور واپس چلا جا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہی عبداللہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ
سرہ العزیز کی خدمت میں آیا۔ اور یہ حکایت بیان کی۔ مدت بعد پھر اس عبداللہ نے ملتان
جانے کا ارادہ کیا۔ شیخ الاسلام کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ میں ملتان جانے کا ارادہ
رکھتا ہوں۔ لیکن راستہ پرخطر ہے۔ آپ دعا کریں۔ تاکہ میں صحیح سلامت پہنچ جاؤں۔
شیخ صاحب نے فرمایا۔ یہاں سے فلاں گاؤں تک جو اس قدر فاصلے پر ہے۔ وہاں
پر ایک حوض ہے۔ وہاں تک میرا علاقہ ہے۔ وہاں تک تو تو سلامت جائے گا۔ وہاں سے
ملتان تک شیخ بہاؤالدین کا علاقہ ہے۔ یہ عبداللہ کہتا ہے کہ یہ بات شیخ صاحب سے سن
کر میں روانہ ہوا۔ جب اس حوض کے نزدیک پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ وہاں پر ڈاکہ پڑتا ہے۔
مجھے شیخ صاحب کی بات یاد آگئی۔ میں بے دھڑک چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس
ڈاکو کو اس راہ سے دور پھینک دیا۔ وہ راستہ بھول گئے۔ اور میں صحیح سلامت اس

حوض تک پہنچا۔ وہاں پہنچ کر وضو کر کے دوگانہ ادا کیا۔ بعد ازاں شیخ بہاؤ الدین کو یاد کیا اور کہا۔ یہاں تک تو شیخ فرید الدین کی حد تھی۔ سلامت پہنچ گیا ہوں۔ اب آگے آپ کی حد ہے۔ اب آپ ذمہ دار ہیں۔ جب میں حوض سے آگے بڑھا۔ تو بغیر کسی تکلیف کے صحیح سلامت ملتان پہنچ گیا جب حاضر خدمت ہوا۔ تو میں گودڑی پہنے ہوئے تھا۔ جب شیخ صاحب نے مجھے گودڑی پہنے دیکھا۔ تو جھنجھلا کر فرمایا۔ جو کچھ تو نے پہن رکھا ہے۔ یہ شیطانی لباس ہے۔ اور بھی بہت کچھ کہا۔ میں نے بھی تند ہو کر کہا۔ کہ اگر میں نے گودڑی پہن لی ہے۔ تو کونسا عیب کیا ہے۔ لوگوں کے پاس اس قدر دنیاوی مال اور سونا چاندی ہے میں کچھ نہیں کہتا۔ اگر میں نے گودڑی پہن لی ہے۔ تو کیوں اس قدر ناراض ہوتے ہیں شیخ صاحب نے دیکھا کہ میں (عبداللہ) یکبارگی آپے سے باہر ہو گیا ہوں۔ تو فرمایا۔ کیوں اس قدر باتیں بناتا ہے۔ آخر وہ حوض یاد کر۔ زکریا نے تیرے حق میں کونسی بات کہی ہے۔

ذکر خشم و شہوت

سنہ ھ کے روز سولھویں ماہ جمادی الآخر سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ غصے اور شہوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا جس طرح بموقعہ شہوت رانی کرنا حرام ہے۔ اسی طرح بے موقعہ ناراض ہونا بھی حرام ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر ناراض ہو۔ اور وہ برداشت کر جائے۔ تو نیکی اسے حاصل ہو گی۔ جو برداشت کرتا ہے۔ نہ کہ اس کو جو ناراض ہوتا ہے۔

ذکر کلاہ لاطیہ و ناشرہ

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اگر کوئی شخص کسی کو نصیحت کرے۔ تو برملا نہ کرے۔ کیونکہ اس طرح اس کی رسوائی ہوتی ہے ملامت یا نصیحت جو کچھ کرے۔ خلوت میں کرے۔ پھر فرمایا کہ ابو یوسف قاضی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ یاروں کو سبق پڑھا رہے تھے۔ اور صوفیہ کلاہ سر پر رکھی تھی۔ وہ کلاہ سفید نہ تھی۔ سیاہ تھی۔ اور لاطیہ نہ تھی۔ بلکہ ناشرہ تھی۔ لاطیہ کلاہ وہ ہوتی ہے۔ جو سر کے ساتھ ملی رہے۔ ناشرہ وہ جو قدرے سر سے اونچی رہے۔ الغرض اسی اثناء میں مالک نے آکر ابو یوسف سے سوال کیا۔ کہ کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی ٹوپی سر پر رکھی ہے؟ ابو یوسف نے فرمایا۔ ہاں! پھر فرمایا۔ سیاہ کلاہ پہنی ہے۔ یا سفید؟ پھر فرمایا۔ لاطیہ تھی۔ یا ناشرہ؟ ابو یوسف نے فرمایا۔

لاطیہ۔ سائل نے پوچھا۔ تو پھر آپ نے ناشرہ اور سیاہ ٹوپی سر پر پہن رکھی ہے۔ اس صورت میں گویا آپ نے دو باتیں خلافِ سنت کی ہیں۔ پھر آپ حدیثیں کیوں بیان کرتے ہیں؟ قاضی صاحب نادم ہوئے۔ اسے فرمایا کہ یہ بات جو تو نے کی ہے۔ وہ حال سے خالی نہیں۔ یا حق کی خاطر ہے۔ اس صورت میں چونکہ برملا نصیحت کی ہے۔ اس لئے تجھے اس کا ثواب نہیں ملے گا۔ اگر میری تکلیف کے لئے کی ہے۔ تو تجھ پر افسوس ہے افسوس ہے۔ افسوس ہے۔

ذکر توبہ کے بارے میں

بدھ کے روز ساتویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ توبہ تین قسم کی ہے۔ حال ماضی اور مستقبل۔ حال وہ ہے کہ پشیمان ہو اور کئے ہوئے گناہ سے شرمندگی حاصل ہو۔ ماضی وہ ہے کہ دشمنوں کو خوش کرے۔ اگر کسی سے ایک درم چھین لے اور ساتھ ہی یہ کہے کہ توبہ توبہ۔ ایسی توبہ۔ توبہ نہ شمار ہوگی۔ توبہ یہی ہے۔ اس کا درم واپس کر دے۔ اور اسے خوش کرے۔ پھر اس کی توبہ تصور ہوگی۔ اور اگر کسی کو برا بھلا کہا ہے۔ تو معافی مانگے۔ اور اسے خوش کرے۔ اور اگر وہ شخص جسے برا بھلا کہا ہے۔ فوت ہو جائے۔ تو اسے جتنا برا بھلا کہا ہے۔ اس سے زیادہ نیکی کرے اگر کسی کو مار ڈالا ہے۔ اور اس کا کوئی رشتہ دار یا والی زندہ نہ ہو۔ تو غلام آزاد کرے۔ یعنی مردے کو زندہ تو نہیں کر سکتے۔ اس لئے غلام آزاد کرنا چاہیئے۔ جو شخص اس صورت میں غلام آزاد کرتا ہے۔ وہ گویا مردے کو زندہ کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کی منکوحہ یا لونڈی کے ساتھ زنا کرے۔ تو ان سے معافی نہ مانگے۔ بلکہ خدا کی پناہ ڈھونڈے۔

اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اگر شرابی توبہ کرے۔ تو میٹھا شربت اور ٹھنڈا پانی لوگوں کو پلائے۔ ان معانی بیان سے مقصود یہ ہے کہ توبہ کرتے وقت ہر گناہ کے مناسب معذرت کرنی چاہیئے۔

مستقبل توبہ یہ ہے کہ نیت کرے کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کرے گا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب میں شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا

مرید ہوا اور کئی مرتبہ توبہ کی۔ تو کئی مرتبہ زبان مبارک سے فرمایا کہ دشمنوں کو خوش کرنا چاہئے۔ اور صاحب حق کے راضی کرنے کے بارے میں نہایت غلو فرمایا۔ مجھے یاد آگیا کہ میں نے بیس درہم جیتل دینے ہیں۔ اور ایک کتاب کسی سے مستعار لی ہوئی تھی۔ اور وہ مجھ سے گم ہو گئی تھی۔ جس وقت شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز نے دشمنوں کے خوش کرنے کے بارے میں ذکر بلیغ فرمایا۔ تو میں سمجھ گیا کہ مخدوم کو عالم اسرار کا کشف حاصل ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ اب کی مرتبہ دہلی جاؤں گا۔ تو انہیں خوش کروں گا۔ جب میں اجودھن سے دہلی آیا۔ تو جس کے بیس درم دینے تھے۔ وہ بزاز تھا۔ جس سے میں نے کپڑا خرید اتھا۔ نہ بیس جیتل جمع ہوتے نہ میں ادا کرتا۔ وہ معاش تنگ نہ تھی کبھی پانچ جیتل ہاتھ لگتے کبھی دس۔ ایک مرتبہ جب دس جیتل ہاتھ لگے۔ تو میں بزاز کے گھر گیا۔ اسے آواز دی۔ باہر آیا تو اسے کہا کہ تیرے بیس جیتل میں نے دینے ہیں۔ وہ ایک وقت میں تو ادا نہیں کر سکتا۔ سو دس لایا ہوں۔ یہ لو۔ باقی دس بھی انشاء اللہ جلدی ادا کر دوں گا۔ جب اس نے یہ سنا۔ تو کہا۔ ہاں! تو مسلمانوں کے پاس سے آرہا ہے۔ یہ کہہ کر مجھ سے دس جیتل لے لئے اور کہا کہ باقی کے دس میں نے تجھے بخشے۔ بعد ازاں میں اس شخص کے پاس گیا۔ تو اس نے پوچھا۔ تو کون ہے؟ میں نے کہا۔ جناب! آپ سے میں نے ایک کتاب مستعار لی تھی۔ سو مجھ سے کھوئی گئی ہے۔ اب میں ویسی کتاب لکھوا کر آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا۔ جب اس نے یہ بات سنی۔ تو کہا۔ ہاں! جہاں سے تو آرہا ہے۔ اس کا ثمرہ یہی ہے۔ پھر کہا کہ وہ کتاب میں نے تجھے بخشی۔

پھر توبہ کے بارے میں فرمایا کہ جو شخص گناہ کرتا ہے۔ اس کا رخ گناہ کی طرف ہوتا ہے۔ اور پیٹھ حق کی جانب۔ اور جب اس وقت توبہ کرے تو چاہیے کہ اس کی پیٹھ گناہ کی طرف ہو اور اس کا چہرہ پورے طور پر حق کی طرف ہو۔

پھر فرمایا کہ جو تائب ہوتا ہے۔ اسے طاعت سے پورا ذوق حاصل ہوتا ہے۔ اور جو پھر گناہ میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اسے طاعت سے ذوق حاصل نہیں ہوتا۔

پھر خرچ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے رفیقوں پر ایک درم خرچ کرنا دس درم خرچ کرنے سے بہتر ہے

اگر دس درم زنبیلوں میں خرچ کئے جائیں۔ تو سو درم خرچ کرنے سے بہتر ہیں۔ اگر زنبیلوں میں سو درم خرچ کرے۔ تو گویا اس نے غلام آزاد کیا۔

خلق کے بارے میں ۔ ۷۱۸ھ کے روز ستائیسویں شعبان سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ معاملہ خلق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ نیک کون ہیں؟ فرمایا کہ ہمارے زمانے میں اگر کسی کو نہیں کہ بُرا نہیں۔ تو اسے اسی قدر نیک کہہ سکتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کرے اور نہ کسی کو برا کہے۔ اگرچہ وہ بد بھی ہو۔ تو بھی اسے نیک کہیں گے۔ بعد ازاں یہ شعر پڑھا ؎

در بد باشی بدی نہ گوئی نیکی گر با عیبی عیب نہ جوئی نیکی

پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص برا ہو۔ اور خلق خدا بھی اسے برا کہے۔ تو اس برائی کی کوئی حد نہیں پھر میری طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ چھاؤنی میں رہتے ہو؟ میں نے عرض کی۔ جناب! چھاؤنی میں رہتا ہوں۔ بعد ازاں فرمایا کہ شہر میں راحت نہیں رہی۔ اور نہ ہی ہوگی۔ پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ قدیم ایام میں میرا بھی دل شہر میں رہنے کو نہیں چاہتا تھا۔ ایک دن میں قتلغ خاں کے حوض پر تھا۔ ان دنوں قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ وہاں پر ایک درویش دیکھا۔ جو یاد الٰہی میں مشغول تھا۔ اسے جاکر پوچھا کہ آپ اسی شہر کے رہنے والے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں! میں نے پوچھا۔ کیا آپ کا دل شہر میں رہنے کو چاہتا ہے۔ فرمایا۔ دل نہیں چاہتا۔ لیکن مجبور ہوں۔ بعد ازاں درویش نے یہ حکایت بیان کی۔ کہ ایک دفعہ میں نے ایک درویش کو دروازہ کمال کے باہر اس قبرستان میں دیکھا۔ جو خندق کے کنارے واقع ہے۔ اور دروازے کے قریب ہی واقع ہے۔ اس قبرستان میں بہت سے شہید مدفون ہیں۔ الغرض۔ اس درویش نے مجھے کہا کہ اگر ایمان کی سلامتی چاہتے ہو۔ تو اس شہر سے نکل جاؤ۔ اسی وقت میں نے ارادہ کر لیا کہ اس شہر سے باہر چلا جاؤں۔ لیکن ایسے مواقعات پیش آتے رہے۔ کہ میں جا نہ سکا۔ اب اس بات کو پچیس سال کا عرصہ گزرا ہے۔ اس عرصہ میں میرا ارادہ یہی ہے لیکن

جا نہیں سکتا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جب میں نے یہ بات سنی درویش سے سنی۔ تو دل میں ٹھان لی کہ اب اس شہر میں نہیں رہوں گا۔ کسی مقامات پر جانے کو میرا دل چاہتا کبھی تو قصبہ پٹیالی میں جانے کو جی چاہا۔ وہاں پر ایک ترک رہتا تھا۔ اس ترک سے آپ کی مراد امیر خسرو تھی۔ اور کبھی جی چاہتا کہ شفاسے جاؤں۔ جو ایک منزہ مقام ہے چنانچہ میں وہاں تین دن رہا بھی لیکن کوئی مکان قیمتاً یا کرایہ پر نہ ملا بطور مہمان تین شخصوں کے ہاں تین دن گزارے۔ پھر واپس چلا آیا۔ لیکن دل یہی چاہتا تھا کہ ایک سرسبز باغ حیرت میں رہائی کے حوض پر آیا۔ تو بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ دوقت خوش تھا کہ میں اس شہر سے جانا تو چاہتا ہوں۔ اب میں کوئی مقام تو مقرر نہیں کرتا۔ جہاں تیری مرضی ہو۔ بھیج دے۔ اسی اثنا میں میں نے غیاث پور کی آواز سنی۔ میں نے غیاث پور کا کبھی نام بھی نہیں سنا تھا۔ کہ کہاں ہے۔ جب یہ آواز سنی۔ تو ایک دوست کے ہاں گیا۔ جو نیشاپوری نقیب تھا۔ تو وہاں سے سنا کہ وہ غیاث پور گیا ہوا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ شاید وہی غیاث پور ہے۔ الغرض میں غیاث پور آیا۔ ان دنوں یہ مقام چنداں آباد نہ تھا۔ ایک نامعلوم مقام تھا اور آبادی کم۔ میں نے وہاں سکونت اختیار کی۔ جب کیقباد آکر کیلوکھری میں رہا۔ تو ان دنوں یہاں بہت لوگ آباد ہوئے اور امراء وغیرہ آنے شروع ہوئے۔ میں نے کہا۔ اب یہاں سے بھی چلنا چاہیئے۔ اسی اثنا میں میرا استاد شہر میں فوت ہو گیا۔ میں نے کہا۔ کل اس کا تیسرا ہے۔ اس کی زیارت کے لئے جاؤں گا اور شہر ہی میں رہوں گا۔ یہ ارادہ کر لیا۔ تو اسی روز ایک اور جوان آیا۔ جو نہایت خوبصورت لیکن خستہ حال اور لاغر تھا۔ واللہ اعلم مردان غیب سے تھا۔ یا کون تھا۔ الغرض! جب وہ آیا۔ تو سب سے پہلے مجھ سے یہ بات کی ؎

آں روز کہ مہ شدی نمیدانستی ۔۔۔ کانگشت نمائے جہاں خواہی شد

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ چند اور باتیں بھی اس نے کہیں۔ جو میں نے اور جگہ لکھی ہیں۔ القصہ پھر اس نے یہ کہا کہ پہلے ہی اتنا مشہور نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر مشہور ہو جائیں۔ تو ایسا ہونا چاہیئے کہ قیامت کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو شرمندہ نہ ہونا پڑے پھر یہ بات کہی کہ یہ کیا قوت اور حوصلہ ہے کہ خلقت سے گوشہ نشینی اختیار کرکے یاد الٰہی کی جاوے۔

یعنی حوصلہ اور قوت اس قسم کی ہونی چاہیئے۔ کہ خلقت میں رہ کر یاد الٰہی کی جاوے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب وہ یہ باتیں ختم کر چکا۔ تو میں تھوڑا سا کھانا لایا لیکن اس نے نہ کھایا۔ میں نے اسی وقت نیت کرلی۔ کہ نہیں رہوں گا جب یہ نیت کرلی۔ تو اس نے تھوڑا کھانا کھایا۔ اور چلا گیا۔ پھر اسے میں نے نہیں دیکھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر فضیلت سورۂ اخلاص

ہفتے کے روز دسویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو پائبوسی کی سعادت نصیب ہوئی سورۂ اخلاص کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سورۂ اخلاص قرآن شریف کا ثلث ہے۔ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد جو تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی جاتی ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر قرآن شریف ختم کرتے وقت کوئی کمی رہ گئی ہو۔ تو یہ تین مرتبہ سورۂ اخلاص کا پڑھنا اسے مکمل کر دے۔ بعد ازاں فرمایا کہ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد سورۂ الحمد پڑھتے ہیں اور چند آیتیں سورۂ بقر کی بھی یہ اس واسطے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آدمیوں میں سے نیک کون ہے؟ فرمایا۔ الحال المرتحل۔ حال اسے کہتے ہیں۔ جو کسی مقام میں

ذکر خواندن الحمد و چند آیت از سورہ بقر بعد ختم القرآن

اُکر اترے۔ اور مرتحل اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو کسی مقام سے روانہ ہو۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے۔ کہ جو شخص قرآن مجید ختم کرتا ہے۔ وہ گویا منزل میں اترتا ہے پھر جب شروع کرتا ہے۔ تو وہ گویا مرتحل ہے۔ اسی واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "الحال المرتحل"

ذکر نماز بر جنازۂ غائب

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ بعض غائب جنازے کی نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ کس طرح ہے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جائز ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی پر بھی نماز ادا کی وہ تحلیت میں مر گیا تھا۔ اور امام شافعی نے بھی اس بات کو جائز قرار دیا ہے۔ اگر مردے کا کوئی عضو مل جائے تو اسی پر نماز ادا کرے۔ پھر شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ

العزیز کی حکایت بیان فرمائی۔ جب شیخ نجم الدین صغریٰ کو جو دہلی کے شیخ الاسلام تھے۔ ان سے عداوت ہوئی۔ تو شیخ جلال الدین کو ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ الغرض جب شیخ جلال الدین نور اللہ مرقدہٗ بداؤں پہنچے۔ تو ایک روز دریائے بولنہ کے کنارے بیٹھے تھے۔ اٹھ کر تازہ وضو کیا۔ اور حاضرین کو کہا کہ آؤ تا کہ شیخ الاسلام دہلی کی نماز جنازہ ادا کریں کیونکہ اسی گھڑی ان کا انتقال ہوا ہے۔ واقعی ایسا ہی ہوا۔ جیسا شیخ جلال الدین نے فرمایا تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر حاضرین کو فرمایا کہ اگر شیخ الاسلام نے ہمیں دہلی سے نکالا ہے۔ تو ہمارے شیخ نے اسے دنیا سے نکال دیا ہے۔

ذکر متحیران کہ بحق مشغول باشند

پھر ان متحیروں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو یاد حق میں اسی طرح مشغول ہوتے ہیں کہ کسی طرح کسی فرد و بشر کی اس کو اطلاع نہیں ہوتی۔ حاضرین میں سے ایک نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں ایک مرتبہ ایسے مقام پر پہنچا۔ جہاں پر ایسے سات آٹھ متحیر تھے جو آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے دن رات حیرت میں کھڑے تھے۔ نماز کے وقت نماز ادا کر کے پھر متحیر ہو جاتے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ہاں! انبیاء معصوم ہیں اور اولیاء محفوظ۔ واقعی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ تو نے بیان کیا ہے۔ اگرچہ دن رات متحیر رہتے ہیں۔ لیکن نماز میں ناغہ نہیں ہوتا۔ اس تحیر کی نسبت شیخ الاسلام حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ چار روز تک اسی عالم تحیر میں رہے۔ اور تیز وفات کے وقت بھی۔ یہ اس طرح پر ہوا۔ کہ شیخ علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں سماع تھا۔ اور شیخ الاسلام قطب العالم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز حاضر تھے۔ قوال ایک قصیدہ کہہ رہا تھا جب اس شعر پر پہنچا ؎

کشتگان خنجر تسلیم را — ہر زماں از غیب جان دیگر است

تو شیخ الاسلام قطب العالم حضرت خواجہ قطب الدین نور اللہ مرقدہٗ کو حالت ہوئی۔ جب وہاں سے اپنے مقام پر آئے۔ تو مدہوش اور متحیر تھے۔ فرمایا۔ یہی شعر

پڑھو۔ چنانچہ یہی شعر پڑھا گئے اور آپ اسی طرح متحیر رہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا
تو نماز ادا کر لیتے۔ اور پھر یہی شعر کہلواتے۔ جس سے حالت اور حیرت پیدا ہوتی ہے چار
دن رات اسی حالت میں رہے پانچویں رات رحلت فرمائی۔ شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں اس رات حاضر تھا۔ جب حضرت قطب العالم کی رحلت کا
وقت قریب پہنچا۔ تو مجھے کچھ غنودگی سی آئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ گویا شیخ الاسلام
حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز خود اس مقام سے نکل
کر اوپر کی طرف جا رہے ہیں۔ اور مجھے فرما رہے ہیں۔ کہ دیکھ! اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو
موت نہیں آتی جب میں جاگا۔ تو آپ رحلت فرما چکے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

صحبت مشائخ میں سوموار کے روز پندرھویں ماہ شوال سن مذکور کو پابوسی
کی دولت نصیب ہوئی۔ مشائخ کی خدمت میں لوگوں کے رغبت
کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ جن دنوں کیلے کی لڑائی ہو رہی تھی میں
چند روز اس شہر میں رہا۔ جمعہ کے روز مسجد میں جاتا۔ اور خلقت میری مزاحم ہوتی۔
ایک روز میں مسجد سے نکلا ہی تھا۔ اور ایک کوچے میں جا رہا تھا۔ کہ ایک مرد نے
پیچھے سے آکر پوچھا کہ کیا تو تنگ آگیا ہے؟ کہا۔ ہاں! بعد ازاں اس مرد نے کہا کہ میرا خسر ورحم
شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید تھا۔ جن دنوں آپ دہلی
میں تھے۔ تو جمعہ کی نماز سے پہلے ہی روانہ ہوتا۔ تاکہ خلقت کی مزاحمت کم ہو جائے۔ لیکن
خلقت اسی طرح اگر دستبوسی کرتی۔ یہاں تک کہ خلقت کا ہجوم ہو جاتا۔ اور حلقہ سا بن جاتا۔
شیخ صاحب اس حلقے سے آگے بڑھتے۔ تو پھر اور حلقہ بندھ جاتا۔ یہاں تک کہ
تنگ آگئے بعد ازاں میرے خسر نے عرض کی۔ کہ آپ کیوں تنگ آتے ہیں؟ یہ اللہ تعالیٰ
کی نعمت ہے۔ اس موقعہ کے مناسب یہ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جن دنوں سلطان ناصرالدین
اوچھ اور ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ تو اجودھن پہنچ کر سارا لشکر شیخ صاحب کی زیارت کے لیے
روانہ ہوا۔ شیخ صاحب انبوہ کثیر دیکھ کر حیران رہ گئے شیخ صاحب کی آستین گلی کی طرف لٹکائی
گئی لوگ آکر بوسہ دیتے اور چلے جاتے۔ وہ آستین بھی ٹکڑے ہو گئی۔ پھر مسجد میں آکر مریدوں کو

حکم دیا کہ میرے گرد حلقہ باندھو! تاکہ کوئی آدمی اندر نہ آسکے۔ دور ہی سے سلام کر کے چلے جائیں۔ مریدوں نے ویسا ہی کیا۔ ایک بوڑھا فراش آکر مریدوں کے حلقے سے گزر کر شیخ صاحب کے قدموں پر گر پڑا۔ اور پاؤں مبارک کو بوسہ دینے کے لئے کھینچا۔ شیخ صاحب تنگ آگئے اس فراش نے کہا۔ یا شیخ المشائخ حضرت فریدالدین! آپ کیوں تنگ آتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اس سے بھی اچھا شکریہ ادا کریں۔ جب فراش نے کہا۔ تو شیخ صاحب نے نعرہ مارا۔ اور فراش کے حال پر نوازش فرمائی اور اس سے معافی مانگی۔

ذکر آنکہ نرم دل باید بود پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ نرم دل ہونا چاہئیے۔ اور خلقت سے ساتھ شفقت سے پیش آنا چاہئیے۔ پھر فرمایا۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے۔ وان ابابکر اسیف؟ یعنی ابابکر السیف ہے السیف اسے کہتے ہیں۔ جو جلدی رو دے۔ نیز خوش خلقی اور تواضع کے بارے میں فرمایا کہ عمرو بن عاص نے زمانہ جاہلیت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کی۔ جب آنحضرت صلعم نے سنا۔ تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ اے پروردگار! عاص کے بیٹے نے میری ہجو کی ہے۔ میں شاعر تو نہیں ہوں۔ میری طرف سے تو ہی اس کی ہجو کر دے

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمرو بن عاص کی لفظ عریرہ سے ہجو کی۔ عریرہ اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو مکار ہو یعنی عمرو بن عاص لوگوں میں مکار مشہور ہو گیا۔ اگرچہ وہ بعد میں ایمان لایا لیکن ہجو کے سبب مکاری میں مشہور ہو گیا۔ اور قیامت کے دن تک رہے گا پس جبکہ ہجو کرنا مکر اور مکاری ہے تو مدح کرنا خوش خلقی اور تواضع ہے۔ واللہ اعلم۔

مختلف معاملات میں سوموار کے روز ستائیسویں ماہ ذی قعدہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک عزیز کسی کا بھیجا ہوا آیا تھا۔ یہ معافی مانگنے کے لئے کہ خواجہ صاحب نے کسی کی سفارش کے لئے فرمایا تھا۔ اور اس میں دیر ہو گئی تھی جب اس آدمی نے بھیجنے والے کی زبانی معافی مانگی۔ تو خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے معاف فرما دیا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا کہ اگرچہ ناراض ہونے کا مقام ہے

لیکن میں نارض نہیں ہوتا۔ بلکہ معاف کرتا ہوں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب کوئی شخص کسی پیر کا مرید بنتا ہے۔ تو اس فعل کو تحکیم کہتے ہیں یعنی اپنے پیر کو اپنا حاکم کہتے ہیں پس جو کچھ پیر کہے اور مرید نہ سنے۔ وہ تحکیم نہ ہوئی۔ پھر فرمایا۔ اگرچہ ناراضگی کا موقع ہے۔ لیکن میں نے (مولف کتاب نے) عرض کی کہ پیر اگرچہ بسبب اپنی عنایت کے مرید کی خطا معاف کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ وہ کس طرح معاف کر سکتا ہے۔ فرمایا۔ پیر کا معاف کرنا حق تعالیٰ کے فرمان سے ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو کچھ پیر فرمائے۔ مرید کو وہی کرنا چاہیئے

بعد ازاں فرمایا کہ ایسا ہی آیا ہے۔ کہ اگر پیر نامشروع بات بھی فرمائے۔ تو کیا کرنا چاہیئے۔ اس کا انکار کر دے۔ یا نہ۔ فرمایا کہ پیر بھی ایسا ہونا چاہیئے۔ جو شریعت، طریقت اور حقیقت کے احکام کا عالم ہو۔ جب خود ایسا ہوگا تو کوئی نامشروع بات مرید کو کرنے کے لیئے نہ کہے گا۔ اگر کچھ کہے گا بھی۔ تو مختلف فیہ ہوگی یعنی بعض کے نزدیک ناجائز پس مرید کو وہی کرنا چاہیئے۔ جو پیر کہے۔ کیونکہ وہ بھی کسی قول کے موافق حکم کرتا ہے۔ اگرچہ بعض اس سے مخالف رائے ہوں۔ پھر بھی اسے پیر کا فرمان بجالانا چاہیئے۔

پھر اسی بارے میں فرمایا کہ فرض کرو۔ ایک شخص دوسرے کو کوئی بات کہے یا سفارش کرتا ہے۔ اور وہ اسے مانتا نہیں۔ تو اس بات کو اس پر محمول کرنا چاہیئے۔ کہ وقت نہ تھا۔ فرمایا اپنی ہی خطا خیال کرنا چاہیئے۔ شاید ایسا ہی ہو۔

پھر فرمایا کہ اجودھن میں ایک عامل تھا جسے والیٔ اجودھن تکلیف دیا کرتا تھا۔ اس عامل نے شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آکر سفارش کے لیئے التماس کی۔ شیخ نے کسی آدمی کو والی اجودھن کے پاس اس عامل کی بات کہلا بھیجی۔ لیکن والیٔ اجودھن اپنی بات پر اڑا رہا۔ بعد ازاں شیخ صاحب نے اس عامل کو فرمایا کہ میں نے تو کہا تھا مگر وہ نہیں مانتا۔ شاید موقعہ مناسب نہ تھا۔ یا تیرے پاس کسی نے سفارش کی۔ اور تو نے نہ سنی ہو۔ تب وہاں کے حاکم نے آکر معافی مانگی۔ تو شیخ صاحب نے آکر معافی مانگی۔ تو شیخ صاحب نے معاف کر دیا۔ پھر معاف کرنے اور کیئے ہوئے جرم کو نہ کیا ہوا خیال کرنے کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ الاسلام حضرت فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک مرید ممن نام

ایک گاؤں میں رہا کرتا تھا۔ اس کی نسبت کسی نے شیخ صاحب کو کہا۔ کہ وہ شراب خوری کرتا ہے جب وہ شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے۔ تم شراب پیتے ہو اس نے کہا نہیں یہ کسی نے جھوٹی خبر دی ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا شاید ایسا ہی ہوا ہے۔ جیسا تو کہتا ہے۔ انہوں نے ہی جھوٹ کہا ہو۔ الغرض اس سے بڑی خوشی سے باتیں کرنے لگے اور اس کا عذر قبول کر لیا۔

بعد ازاں مشائخ کے حکم کرنے اور مریدوں کے قبول کر لینے کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بڑھیا آکر ہر روز شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں جھاڑو دیتی۔ کئی مرتبہ جب ایسا کر چکی۔ تو شیخ صاحب نے اس سے پوچھا کہ اس خدمت سے تیرا کیا مطلب ہے؟ بیان کر تا کہ میں پورا کروں۔ اس نے کہا مطلب تو ہے لیکن وقت پر بتاؤں گی۔ القصہ وہ بڑھیا یہ خدمت بجالاتی رہی۔ ایک روز ایک خوبصورت جوان شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس بڑھیا نے آکر شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ اب مدعا کے اظہار کا وقت ہے۔ فرمایا بیان کر۔ عرض کی۔ اس جوان کو حکم کرو کہ مجھ سے شادی کرے۔ شیخ صاحب سوچ میں پڑ گئے۔ اور دل میں کہنے لگے۔ کہ یہ عورت ایک بدصورت اور بڑھیا ہے۔ اور وہ مرد خوبصورت اور نوجوان ہے۔ خلوت میں چلے گئے تین دن رات نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اس کے بعد اس جوان اور بڑھیا دونوں کو بلا کر جوان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس بڑھیا سے نکاح کرے۔ اس جوان نے چار و ناچار قبول کر لیا۔ بعد ازاں اس بڑھیا نے التماس کی۔ کہ شیخ صاحب حکم دیں تاکہ عورتوں کی طرح مجھے جلوہ دیں۔ شیخ صاحب نے فرمایا ایسا ہی کرو۔ ضیافت کی رسم بجالائے۔ اور کھانا دو چند پکایا گیا۔ پھر بڑھیا نے عرض کی کہ شیخ اس جوان کو فرمائیے۔ کہ مجھے اپنے ہاتھ سے زمین سے اٹھا کر تخت پر بٹھائے۔ شیخ کے فرمان کے مطابق اس جوان نے ایسا ہی کیا۔ پھر بڑھیا نے شیخ صاحب کی خدمت میں التماس کی کہ اس جوان کو حکم دیں۔ کہ مجھے زمین پر نہ دے پٹکے۔ یعنی اس کام میں وفادار رہے۔ پیٹھ نہ دکھا جائے۔ القصہ شیخ صاحب نے حکم کیا۔ اور اس جوان نے قبول کیا فرمایا وہ اصل

یہ حکایت اس بارے میں ہے۔ کہ مرید اپنے پیر کا حکم مانیں۔
پھر شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں فرمایا
کہ میں تقریباً دس بارہ سال آپ کی خدمت میں رہ چکا ہوں نعت پڑھا کرتا تھا۔ ایک شخص
ابوبکر خراط نامی جسے ابوبکر قوال بھی کہتے ہیں میرے استاد کی خدمت میں حاضر ہوا کہ وہ
ملتان سے آیا تھا۔ اس نے کہا کہ شیخ بہاؤالدین زکریا کو میں سماع سنایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ
شعر میں نے پڑھے ؎

کل صبح و کل اشراقی | یبعثک عینی ید مع مشتاقی
قد لسمت حیۃ الھوی کبدی | فلاء طیب لھا ولا راقی

دو مصرعے باقی کے مجھے یاد نہ تھے۔ سو شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ وہ یہ ہیں ؎

الا الحبیب الذی قد شغفت | بہ فعند لا رقیتی و تریاقی

؎

از مار غمش گزندہ دارم جگرے | کو را نکند ہیچ فسونگر اثرے
جز دوست کہ من شیفتۂ عشق ویم | افسوں علاج من چہ داند دگرے

پھر شیخ بہاؤالدین زکریا کے مناقب کے بیان کرنے شروع کئے۔ کہ وہاں پر
ذکر اس طرح ہوتا ہے اور عبادت اس طرح اور اوراد اس طرح کہ وہاں پر جو لونڈیاں پنہاریاں
ہیں۔ وہ بھی ذکر کرتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ بہت سی باتیں کہیں لیکن ان باتوں کا میرے دل پر کچھ
اثر نہ ہوا۔ پھر کہا کہ میں وہاں سے اجودھن آیا۔ وہاں پران اوصاف سے موصوف ایک بزرگ
دیکھا۔ الغرض جب شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مناقب میں نے
سنے۔ تو میرے دل میں محبت ارادت اور صدق قائم ہو گئے۔ چنانچہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ
شیخ فریدالدین کہا کرتا۔ بس وہ محبت بہت ہی بڑھ گئی۔ یاروں کو بھی معلوم ہو گیا۔ اگر مجھ سے
کوئی بات پوچھتے۔ یا قسم دلانی چاہتے۔ تو کہتے کہ شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز
کی قسم کھاؤ۔
القصہ بعدازاں دہلی کا ارادہ کیا۔ ایک بوڑھا عوض نام میرے ہمراہ ہوا۔ اثنائے

راہ میں اگر کہیں شیر وغیرہ یا چوروں کا ڈر ہوتا۔ تو وہ کہتا۔ یا پیر! حاضر ہو جیئے۔ اے ہمارے پیر! ہم آپ کی پناہ میں ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کہ اس پیر سے کونسا پیر مراد ہے؟ کہا حضرت فریدالدین نوراللہ مرقدہٗ۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس کے سننے سے اور ہی ذوق اور شوق پیدا ہو گیا۔ اس راہ میں ایک اور مرد ہمارے ہمراہ ہو لیا۔ جسے مولانا حسین ہنس کہتے تھے اور جو ایک نیک مرد تھا۔ جب ہم دہلی پہنچے۔ تو اتفاقاً شیخ نجیب الدین متوکل کے گھر کے پاس ہی اترے۔ اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ دولت دینی منظور تھی اس واسطے ایسے اسباب مہیا کئے۔

پھر شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ آپ کو سماع سے کمال درجہ کا حظ حاصل ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ نے سماع سننا چاہا تو قوال موجود نہ تھا۔ بدرالدین اسحٰق علیہ الرحمۃ والرضوان کو فرمایا کہ قاضی حمیدالدین ناگوریؒ نے خط بھیجا ہے۔ اسے لاؤ! آپ نے تمام خطوط جمع کر کے تھیلی میں ڈال رکھے تھے بدرالدین اسحٰق نے جب تھیلی میں ہاتھ ڈالا۔ تو وہی خط ہاتھ آیا۔ جو شیخ صاحب کی خدمت میں لایا گیا فرمایا۔ کھڑے ہو کر پڑھو! بدرالدینؒ نے پڑھنا شروع کیا۔ مکتوب کی عبارت یہ تھی فقیر حقیر نحیف ضعیف محمد عطا کہ بندہ درویشان است واز سرودیدہ خاک قدم ایشاں۔ شیخ صاحب نے جب اس قدر سنا۔ تو حالت اور ذوق طاری ہوئے پھر اسی مکتوب کی یہ رباعی پڑھوائی

رُباعی

آں عقل کجا در کمال تو رسد ۔۔۔ واں روح کجا کہ در جلال تو رسد

گیرم کہ تو پردہ برگرفتن ز جمال ۔۔۔ آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

اس مکتوب کو خیال میں رکھ کر یہ فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ بدرالدین غزنویؒ نے شیخ صاحب کی خدمت میں خط لکھا تھا جس میں کچھ نظم بھی درج تھی۔ خواجہ صاحب نے دو چار شعر سنائے جس میں سے مجھے (مؤلف کتاب) کو صرف دو شعر یاد ہے۔

رباعی

دریں خاطرے گر جمع بودے ۔۔۔ بمدحش گرد سے گوہر فشانی
فرید الدین وملت و مہتر ۔۔۔ کہ بارش در کرامت زندگانی

پھر اسی بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ شیخ قطب الدین اوشی اور شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہما کی آپس میں ملاقات کس طرح ہوئی۔ فرمایا۔ کہ ایک دفعہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام قطب العالم حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے۔ تو چاہا کہ حضرت شیخ قطب الدین میرا استقبال کریں اپنے گھر سے نکل آئے۔ شیخ صاحب کا مکان کیلوکھری کے پاس تھا۔ وہاں سے نکل کر تنگ کوچوں میں چلنا شروع کیا۔ شارع عام کی راہ نہ لی۔ شیخ جلال الدین قدس اللہ سرہ العزیز بھی شاہراہ عام سے نہ آئے۔ انہوں نے بھی تنگ کوچوں میں چلنا شروع کیا۔ اسی طرح دونوں بزرگوں کی باہم ملاقات ہوئی۔ نیز فرمایا کہ ایک مرتبہ ملک عزیز الدین بختیار کی مسجد میں جو اس کے حمام کے بالمقابل ہے۔ یہ دونوں بزرگوار آپس میں ملے

عید میں بارش کی حالت میں لوگوں کا بھاگ جانا

اتوار کے روز پندرھویں ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو ایام تشریق میں شرف مصاحبت حاصل ہوا۔ نماز کے حال کی بابت پوچھا۔ اس عید پر بارش سخت ہوئی۔ اور قدرے اولے بھی پڑے بہت سے لوگ نماز میں بھی شامل نہ ہو سکے۔ چنانچہ میں بھی شامل نہ ہو سکا۔

القصہ جب خواجہ صاحب کو اس بات کی اطلاع دی گئی کہ میں نہیں گیا تھا۔ فرمایا۔ ہاں! بہت لوگ نہیں آسکے تھے۔ پھر فرمایا کہ میں نے ابھی ایک ہی رکعت ادا کی تھی۔ دوسری رکعت کے وقت بارش ہونے لگی۔ جب نماز ختم ہوئی۔ تو خطیب اور میں رہ گئے۔ باقی ہمارے لوگ گھروں کو واپس آ گئے۔ میں (مؤلف کتاب ہذا) نے عرض کی۔ کہ اگر اس عید کی نماز دوسرے روز ادا

نہ ہو سکے۔ تو کیا دوسرے روز ادا کرنی جائز ہے لیکن عید الفطر کی نماز اگر قضا ہو جائے۔ تو دوسرے روز ادا نہیں کرنی چاہیئے۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ اس عید پر میرے دل میں خیال تھا کہ اگر بارش ہو جائیں۔ اور نماز ادا نہ کی جائے تو دوسرے روز ادا کریں۔ لیکن چونکہ سب لوگ آئے ہوئے تھے۔ اور خطیب نماز ادا کر چکا تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ نماز استخارہ جو ہر روز ادا کی جاتی ہے۔ وہ ہر روز کی خیریت اور ہر جمعے کی خیریت کے لئے بھی ادا کی جاتی ہے۔ نیز اس ہفتے اور عید کی خیریت کے لئے بھی ادا کی جاتی ہے۔ نیز سارے سال کی خیریت کے لئے بھی۔ میں نے پوچھا عید الضحیٰ کے روز عید الفطر کے دن؟ فرمایا۔ دونوں دن ادا کرنی چاہیئے۔

ذکر بزرگان کہ روز قیامت ایشاں را زنجیر کشاں بہ بہشت برند

ہفتے کے روز سولھویں محرم ۶۱۷ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا میں اس روز اپنے عزیزوں میں سے ایک چھوٹے لڑکے کو ہمراہ لایا تھا۔ عرض کی کہ اسے قرآن پڑھنے کے لئے بھیجنا ہے پہلے آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔ تاکہ جناب کی برکت سے اللہ تعالیٰ قرآن شریف کا پڑھنا اس کے نصیب کرے۔ آپ نے دعا کی۔ اور پھر تختی دست مبارک میں لے کر اس پر یہ عبارت لکھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رب یسر ولا تعسر۔ ا ب ت ث ج۔ اور زبان مبارک سے یہ حروف اسے پڑھوائے۔ پھر فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے۔ جن کو جبراً کھینچ کر بہشت میں لایا جائے گا بعد ازاں فرمایا کہ اس حدیث کی نسبت تین قول مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ وہ لوگ یہ بچے ہوں گے۔ جو جبراً معلم کے پاس لائے جاتے ہیں۔ جو تدریج حروف کے معنی کو پہنچتے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ غلام ہوں گے جن کو دار الحرب سے دار السلام میں زنجیر ڈال کر لایا جاتا ہے۔ اس وقت خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ لوگ ہوں گے جو سبحان حق ہیں۔ قیامت کے دن انہیں بہشت میں جانے کا حکم ہوگا لیکن وہ کہیں گے کہ ہم نے بہشت یا دوزخ کے لئے تیری پرستش نہیں کی ہے ہم محض

۲ فرمایا ہاں عید الاضحیٰ کی نماز تو دوسرے بلکہ تیسرے روز بھی ادا کرنی جائز ہے۔

تیری محبت کی خاطر تیری پرستش کی ہے حکم ہوگا کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ لیکن دیدار اور وصال کا وعدہ بہشت میں پورا ہوگا۔ وہاں چلو۔ وہ پھر بھی نہیں جائیں گے۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ انہیں نوری زنجیروں سے جکڑ کر بہشت میں لے جاؤ

ذکر طلب دنیا

منگل کے روز ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قناعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی دنیا کے طلب نہ کرنے کے بارے میں فرمایا کہ مولانا حافظ الدین نے جو کتابیں کافی اور شافی لکھی ہیں۔ ان میں لکھا ہے کہ کتے کو شکار کرنا سکھایا جاتا ہے۔ جب تین مرتبہ شکار پکڑ لیتا ہے۔ اور مالک کو لا دیتا ہے۔ تو اسے معلم کہتے ہیں واقعی اسے استاد کہنا چاہیئے چیتے کو بھی شکار کرنا سکھایا جاتا ہے۔ لیکن چیتے کو اس وقت چھوڑا جاتا ہے۔ جب شکار بالکل نزدیک آجاتا ہے۔ تو وہ اچھل کر اس پر جا پڑتا ہے۔ اگر نہیں ملتا تو اس کے پیچھے نہیں بھاگتا۔ برخلاف اس کے کتا شکار کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ القصہ اس بزرگ نے یہاں پر یہ بھی لکھا ہے کہ لوگوں کو چاہیئے کہ چند خصلتیں چیتے سے سیکھیں ایک یہ کہ رزق کے پیچھے پیچھے کتے کی طرح مارے مارے نہ پھریں۔ اگر کچھ مل جائے تو اس پر قابض ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ جب چیتا شکار پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اگر شکار مل جاتا ہے تو بہتر۔ ورنہ اس کا پیچھا نہیں کرتا۔ اسی طرح لوگوں کو بھی چاہیئے کہ اگر دنیا طلب کریں۔ تو تصور ہی کریں۔ نہ کہ اس کی خاطر پریشان خاطر رہیں تیسرے یہ کہ اگر چیتا شکار کرنے میں سستی کرے تو کتے کو لا کر اس کے روبرو پیٹا جاتا ہے تاکہ چیتا ڈر جائے۔ لوگوں کو بھی ایسے ہی کرنا چاہیئے کہ دوسروں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں۔

ایک چھری والے کو چھڑا یا اور سفر خرچ دیا

ہفتے کے روز بیسویں ماہ ربیع الاول ۷۰۵ھ ہجری کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ایک آدمی پکڑا تھا۔ جس کے ہاتھ میں چھری تھی۔ واللہ اعلم۔ وہ کون تھا جب خدمتگار اسے پکڑ کر خواجہ صاحب کی خدمت میں لائے۔ اور حال بیان کیا۔ تو خواجہ صاحب نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ اسے تکلیف پہنچائی جائے پاس بلا کر فرمایا۔ کہ آئندہ اس بات کا اقرار کرو کہ کسی مسلمان

کو ضرر نہ دو گے۔ اس نے عہد کیا۔ تو خواجہ صاحب نے اسے چھوڑ دیا۔ اور ریاست کا فرح
بھی دیا جب اس روز میں حاضر خدمت ہوا۔ تو اسی بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا
ایک روز شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز صبح کی نماز ادا کر کے زمین پر سر رکھ
کر یاد الٰہی میں مشغول تھے۔ اکثر اسی طرح یاد الٰہی میں مشغول ہوا کرتے تھے۔ اس دن شاید
سردی کی وجہ سے پوستین اوپر ڈال رکھی تھی۔ اور وہاں میرے سوا کوئی اور خادم موجود نہ تھا
اتنے میں ایک اور شخص نے آ کر بلند آواز میں سلام کیا جس سے شیخ صاحب یاد الٰہی سے رک
گئے۔ شیخ صاحب نے اسی طرح زمین پر سر رکھے ہوئے اور پوستین اوڑھے ہوئے فرمایا
کہ یہ شخص جو آیا ہے۔ وہ ایک میانہ قد زرد رنگ کا ترک ہے۔ میں نے اسے دیکھا۔ تو واقعی
اسی شکل و صورت کا تھا۔ میں نے عرض کی۔ جناب! اسی شکل کا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔
کہ اس کی کمر میں زنجیر بھی ہے۔ عرض کی کہ ہاں ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کے کان میں کوئی چیز
ہے۔ میں نے عرض کی کہ اس کے کان میں بالے ہیں۔ اس سوال و جواب سے اس ترک
کا رنگ متغیر ہو گیا۔ شیخ صاحب نے کہا کہ اسے کہو۔ چلا جائے۔ ورنہ زیادہ رسوا ہوگا۔ یہ سن
کر وہ غائب ہو گیا۔ اسی مجلس میں یہ حکایت بھی بیان فرمائی کہ ایک شخص مولانا حسام الدین
بنام غزنی میں رہتا تھا۔ جو شمس العارفین کی اولاد سے تھا۔ اور خواجہ اجل شیرازی کا مرید تھا
وہ اور ایک اور یار دونوں کھڑے تھے۔ کہ خواجہ صاحب نے پہلے ان کی طرف دیکھا۔
پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر ان کی طرف دیکھ کر زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اس وقت
تم میں ایک کے لئے شہادت کی خلعت تیار کی گئی ہے۔ جب دونوں خواجہ صاحب سے
روانہ ہوئے۔ تو آپس میں کہا دیکھئے۔ یہ دولت کس کو نصیب ہوتی ہے۔ مولانا حسام الدین
ذاکر تھے۔ اسی دن تذکیر کر کے منبر سے جب اترے۔ تو بہت لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے
اور دست بوسی کرنے لگے ان میں سے ایک نے چھری نکال کر آپ کو شہید کیا۔ جب گھر لائے
گئے۔ تو کوئی دم باقی تھا کسی کے ہاتھ لہلا بھیجا کہ وہ خلعت مجھے ملی ہے۔

ذکر برکات قرآن و حفظ آں

اتوار کے روز ستائیسویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو بھی پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قرآن شریف

کی برکت اور اس کے حفظ کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا بداؤں میں ایک شخص قرآن شریف ساتوں طرح کی قرأت سے پڑھ سکتا تھا۔ اور نہایت صالح مرد صاحب کرامت اور ایک ہندو کا غلام تھا۔ جسے شادی مقری کہتے ہیں۔ اس کی ایک کرامت تو یہی تھی۔ کہ جو شخص اس سے قرآن شریف کا ایک ورق پڑھ لیتا۔ اللہ تعالیٰ اسے سارا قرآن شریف نصیب کرتا۔ میں نے بھی اس سے ایک سیپارہ پڑھا۔ اس کی برکت سے سارا قرآن شریف حفظ ہو گیا۔ الغرض اس شادی مقری کا ایک آقا تھا۔ جو سہاور میں رہتا تھا۔ اور جسے خواجلی مقری کہتے تھے۔ وہ بھی بہت ہی بزرگ تھا۔ القصہ ایک دفعہ کوئی شخص سہاور سے آیا۔ شادی مقری نے اس سے پوچھا کہ میرا آقا راضی خوشی تو ہے۔ اس کا آقا مر چکا تھا۔ لیکن اس شخص نے وفات کی خبر نہ کی۔ اور کہا کہ ہاں سلامت ہے۔ پھر سہاور کے حالات بیان کرنے شروع کئے۔ کہ برسات بڑے زور کی تھی جس سے کئی گھر برباد ہو گئے۔ اور ایک مرتبہ آگ بھی لگی جس سے کئی گھر جل کر راکھ ہو گئے۔ جب وہ شخص اتنی باتیں بیان کر چکا۔ تو شادی مقری نے کہا۔ شاید میرا آقا زندہ نہیں۔ کہا۔ ہاں! وہ اس سے پہلے ہی انتقال کر گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

ذکر زیارت مکہ معظمہ

اتوار کے روز بیسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ سست اعتقاد گروہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی نیز ان لوگوں کے بارے میں۔ جو کعبہ کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور جب واپس آتے ہیں۔ تو پھر دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ مجھے تو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے۔ جو آپ کے مرید ہو کر پھر کسی طرف جائیں جس وقت میں نے یہ عرض کی۔ اس وقت میرا یار ملیح نام حاضر خدمت تھا۔ میں نے عرض کی کہ بندے نے ایک مرتبہ اس ملیح سے ایک بات سنی۔ جس نے میرے دل پر بڑا گہرا اثر کیا۔ وہ بات یوں بیان کی۔ کہ حج کو وہ شخص جائے۔ جس کا پیر نہ ہو۔ خواجہ صاحب نے جب یہ بات سنی۔ تو آبدیدہ ہو کر یہ مصرع فرمایا۔

مصرعہ

ای رہ بسوئے کعبہ برو وایں بسوئے دوست

بعدازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی وفات کے بعد مجھے حج کا شوق عظیم پیدا ہوا میں نے کہا پہلے اجودھن جا کر شیخ صاحب کی زیارت کروں۔ جب زیارت کی۔ تو میرا مقصد حاصل ہو گیا۔ اور کچھ اور بھی مل گیا۔ دوسری مرتبہ جب پھر حج کی خواہش پیدا ہوئی۔ تو پھر بھی شیخ کی زیارت کی۔ اور مطلب حاصل ہو گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت

اتوار کے روز گیارھویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت فرمایا کہ ایک رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ایک نیا کھدا ہوا کنواں ہے اور اس پر ڈول پڑا ہے اس میں پانی تو تھا لیکن اس کی عمارت تیار نہ تھی۔ یعنی اینٹوں وغیرہ سے تیار نہ کیا گیا تھا۔ صرف گڑھے کی طرح تھا۔ ایسے کنوئیں کو قلیت کہتے ہیں اور جس کی عمارت وغیرہ ہر طرح سے تیار ہو۔ اسے طوی کہتے ہیں مختصر یہ کہ آنجناب نے ڈول سے تھوڑا پانی کھینچا۔ پھر دست مبارک اٹھا لیا۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ اور انہوں نے دو تین ڈول کھینچے۔ تو تھک گئے۔ پھر عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے آکر بارہ ڈول کھینچے۔ تو وہ ڈول بڑا ہو گیا جس کے سبب بہت سی زمین سیراب ہوئی۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس حکایت سے مقصود یہ ہے۔ کہ کنوئیں سے اصل مراد پانی ہے۔ خواہ کنوئیں پر عمارت بنائیں یا نہ بنائیں۔ تکلف کریں یا نہ کریں۔ بہر حال اصلی مقصد تو پانی ہے۔ یعنی ہر کام میں کوئی نہ کوئی علت نمائی ہوتی ہے۔

ذکر تجرد و تاہل

اسی اثناء میں حاضرین سے ایک نے محمد گوالیوری مرید کا سلام پہنچایا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ہاں! میں جانتا ہوں۔ وہ خدا کا پیارا ہے۔ اس نے ایک مرتبہ مجھ سے پوچھا تھا۔ کہ مجرد رہنا بہتر ہے۔ یا شادی کر لینی بہتر ہے؟ میں نے کہا کہ بہتر تو تجرید ہے۔ لیکن شادی کی بھی اجازت ہے۔ اگر کوئی شخص یاد الٰہی میں اس طرح مشغول ہو

کہ اسے اس بات کی خبر نہ ہو۔ اور نہ ہی جانتا ہو کہ یہ بات کیا ہے۔ تو اس کے تمام اعضاء آنکھ۔ زبان وغیرہ بے شک محفوظ رہیں گے۔ ایسے شخص کو مجرد رہنا چاہیئے۔ لیکن جس کے دل میں اس بات کا خیال گزرے۔ اسے شادی کر لینی چاہیئے۔ اس بارے میں اصل کام نیت ہے جب نیت حق کی مشغولی ہو گی۔ تو سارے اعضاء پر اس کا اثر پڑے گا۔ جب اس کا باطن اور طرح کا ہو جائے گا تو اس کے اعضاء پر بھی وہی اثر پڑے گا۔

ذکر وفات تاریخ شاہجہاں شمس الدین

پھر محمد گوالیوری کی عمر کی بابت فرمایا۔ کہ وہ اتنے سال کا ہے۔ یہاں سے سلطان شمس الدین کی تاریخ وفات یاد آگئی۔ تو یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

شعر

بسال ششصد و سی و سہ از ہجرت نماندہ شاہجہان شمس الدین عالمگیر

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ جب مرید پیر کو وداع کرتے ہیں۔ تو پھر حاضر خدمت نہیں ہوتے۔ مگر اس کے بعد کسی مہم یا سفر میں واپس آئیں۔ اس بارے میں یہ حکایت

ذکر وداع نمودن از خدمت پیر و باز یافتن بخدمت ایشاں بعد فراغ ازاں مہم

بیان فرمائی کہ جب علی مکی کو شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے وداع کیا۔ تو دوسرے روز ہی اجودھن کے گرد و نواح میں آنے کا اتفاق ہوا۔ اسی روز پھر شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ صاحب نے پوچھا کہ کل تو رخصت ہو کر چلا گیا تھا۔ آج پھر آ نکلا۔ عرض کی کہ آج ساتھیوں نے یہیں مقام کیا ہے میں حاضر خدمت ہو گیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ مرحبا۔ جب رات ہوئی۔ تو پھر جا کر قافلے میں رہا۔ تیسرے روز پھر مقام وہیں تھا۔ پھر شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو شیخ صاحب نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ دو روٹیاں لا کر اسے دو جب رخصت کیا۔ تو پھر نہ آیا۔

پھر اسی علی مکی کے بارے میں فرمایا کہ وہ نیک اور بابرکت آدمی تھا۔ بارہا دعا کیا کرتا تھا کہ پروردگارا مجھے ایسی جگہ موت آئے کہ میں اپنے شہر میں نہ ہوں یعنی راستے میں جہاں مجھے کوئی پہچان نہ سکے۔ کہ کون ہے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ

بدایوں کی طرف روانہ ہوا تو اثنائے راہ میں بیمار ہوا۔ جب قصبہ بجلانہ سے باہر نکلا تو بیماری اور بھی بڑھ گئی حتیٰ کہ اسی حدود میں مرگیا اور بدایوں نہ پہنچ سکا۔

ذکر قاضی کرمان و جمع کردن اور مشائخ و ذکر سماع دَوران مجلس

پھر اسی کے بارے میں یہ حکایت بیان کی کہ میں نے اس سے سنا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ میں ایک مرتبہ کرمان میں بطور مسافر وارد ہوا تھا۔ کرمان میں ایک قاضی تھا۔ جس نے ایک روز شہر کے بڑے سے بڑے رؤسا اور مشائخ کو بلایا اور مجلس آراستہ کی۔ ایک لاغر و ناتوان زرد رو درویش بھی اس مجلس میں حاضر تھا اگرچہ اسے بلایا تو نہیں گیا تھا لیکن اس نے سنا تھا کہ آج قاضی کے ہاں دعوت ہے۔ آکر ایک کونے میں بیٹھ رہا۔ جب سماع شروع ہوا۔ تو اس درویش میں جنبش بھی شروع ہوئی۔ اٹھ کر رقص کرنا چاہا۔ قاضی اس بات سے ناراض ہوا۔ وہ چاہتا تھا کہ پہلے صاحب صدر یا کوئی اور بزرگ رقص کرے۔ یہ درویش کیوں اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے آواز دی کہ اے درویش! بیٹھ جا۔ درویش ناراض ہو کر بیٹھ گیا۔ ایک گھڑی بعد جب سماع شروع ہوا۔ تو قاضی اٹھا۔ اٹھتے ہی درویش نے کہا۔ قاضی صاحب! بیٹھ جائیے۔ درویش نے یہ الفاظ کچھ ایسے لہجے میں کہے کہ حاضرین دم نہ مار سکے۔ قاضی اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ الغرض جب مجلس برخواست ہوئی تو اور لوگ بھی واپس چلے گئے اور وہ درویش بھی۔ لیکن قاضی اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ چند مرتبہ اٹھنا چاہا۔ لیکن نہ اٹھ سکا۔ چنانچہ سات سال اسی حالت میں رہا۔ آخر سات سال بعد درویش واپس آیا۔ اسے معلوم تو تھا ہی کہ کارروائی کیا ہوئی ہے۔ قاضی کو آکر دیکھا کہ لاغر ہو گیا ہے۔ پاس کھڑے ہو کر کہا۔ قاضی اٹھ! لیکن قاضی نہ اٹھا پھر دوسری مرتبہ کہا۔ قاضی صاحب اسی طرح بیٹھے رہے تیسری مرتبہ کہا بھلا اسی طرح بیٹھا رہ۔ اور اسی طرح مر جا۔ یہ کہہ کر چلتا بنا۔ بعد ازاں قاضی نے آدمیوں کو دوڑایا کہ اسے واپس لائیں۔ لیکن اس کا پتہ نہ ملا۔ اور قاضی صاحب پھر اسی حالت میں مر گئے۔

مجلس ۵۵ کے روز اٹھائیسویں ماہ جمادی الاول سنہ مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ مجھ سے پوچھا کہ جمعہ کی نماز کہاں ادا کرتے ہو؟ عرض کی کیلوکھڑی

لی جامع مسجد میں لیکن میں آنجناب کا مزاحم نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ اس دن عوام کا ہجوم بہت ہوتا ہے۔ فرمایا میں نے کہا ہوا ہے کہ جو خاص یار گھر پر میرے پاس آتے ہیں۔ انہیں ضرورت نہیں کہ وہ انبوہ میں میرے مزاحم ہوں۔

ذکر تعلیم نمودن مولانائے برہان الدین وشرط تعلیم او

پھر اس بارے میں کہ ایسے موقعوں پر مزاحم نہیں ہونا چاہئے ایک حکایت بیان فرمائی کہ مولانا برہان الدین نسفی عالم کامل تھے اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں کچھ پڑھنے کے لئے آتا۔ تو آپ اسے فرماتے کہ پہلے مجھ سے تین شرطیں کرلو پھر میں پڑھاؤں گا۔ وہ شرائط یہ ہیں۔ اول ایک وقت کھانا کھانا جو کھانا مرغوب اور پسند طبع ہو صرف ایک دفعہ کھانا تاکہ علم سے لئے بھی جگہ رہے۔ دوسرے یہ کہ ناغہ نہ کرنا اگر ایک روز بھی ناغہ کروگے تو دوسرے روز سبق نہیں دوں گا تیسرے یہ کہ جب راستے میں مجھے ملے تو سلام کر کے گزر جانا۔ ہاتھ پاؤں پڑنے اور زیادہ تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی۔ تو بعد ازاں فرمایا کہ خلقت میرے پاس آتی ہے۔ اور سجدہ کرتی ہے۔ چونکہ شیخ الاسلام فریدالدین اور شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے منع نہیں فرمایا تھا۔ میں بھی منع نہیں کرتا۔ اسی اثنا میں بندے نے عرض کی کہ جب اگر جناب کو تعظیمی سجدہ کرتا ہوں۔ تو اس کے کرنے میں مجھ سے کچھ زیادتی ہو جاتی ہے۔ اور نفس شکنی ہوتی ہے لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ ہی نے بڑائی عنایت کر رکھی ہے کچھ مریدوں کی خدمت پر منحصر نہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ انہیں گزشتہ دنوں میں ایک بزرگ شخص شام و روم کی سیر کر کے آیا جب بیٹھا۔ تو اتنے میں وحیدالدین قریشی نے حسب معمول سجدہ کیا۔ اس بزرگ نے اسے منع کیا کہ نہیں کیا کرتے ہو۔ سجدہ کرنا جائز نہیں۔ اس بارے میں مجھ سے بحث کرنے لگا۔ میں نے جواب دینا نہ چاہا لیکن جب حد سے بڑھ گیا۔ تو میں نے صرف اس قدر کہا کہ سنو! اتنا جوش نہ دکھاؤ۔ جب کوئی امر فرض ہو اور بعد میں اس کی فرضیت باقی رہے۔ تو وہ مستحب رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ ایام بیض اور ایام عاشورہ جو پہلی امتوں پر فرض تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ان کی فرضیت

جاتی رہی۔ صرف استحباب (مستحب ہونا) باقی رہ گیا۔ اب رہا سجدہ جو پہلی امتوں کے لئے مستحب تھا۔ جیسے رعیت بادشاہ کو یا شاگرد استاد کو یا اُمت پیغمبر کو تعظیماً سجدہ کیا کرتے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بالکل جاتی رہی صرف مباح رہ گیا ہے۔ مستحب نہیں۔ سو مباح کے لئے نفی اور منع کا کہاں ذکر ہوا ہے تو ایک بھی ایسی مثال بتا دو! صرف یہ انکار کس کام کا۔ جب میں نے اس قدر کہا۔ تو کوئی جواب نہ دے سکا۔ خواجہ صاحب جب یہ حکایت ختم کر چکے تو فرمایا کہ میں یہ کہہ کر پشیمان ہوا۔ ایک اس واسطے کہ کیوں اسے یہ بات کہی جس سے وہ کھسیانا ہوا۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ میں دو وجہ سے پشیمان ہوا۔ ایک اس واسطے کہ کیوں اسے یہ بات کہی جس سے وہ ملزم بنا۔ دوسرے چونکہ وہ مسافر تھا۔ مجھے چاہیئے تھا کہ اسے روپیہ یا کپڑا دیتا۔ ان باتوں سے مجھے پشیمانی ہوئی۔ بعد ازاں پیش آنے کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میرے پاس آئے۔ اسے کچھ نہ دینا چاہیئے۔ اس مباحثہ کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ کوئی بوڑھا شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں شیخ قطب الدین بختیار طیب اللہ ثراہ کی خدمت میں تھا۔ میں نے آپ کو وہاں دیکھا تھا۔ شیخ صاحب نے اسے نہ پہچانا۔ جب سارے نشان بتائے۔ تو پہچان لیا۔ الغرض وہ بوڑھا ایک چھوکرا بھی ہمراہ لایا تھا۔ اسی اثنا میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو لڑکا بے ادبوں کی طرح بحث کرنے لگا۔ چنانچہ اونچی آواز سے باتیں ہونے لگیں شیخ صاحب بھی بلند آواز سے بولنے لگے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اور مولانا شہاب الدین جو شیخ صاحب کے فرزند تھے۔ باہر دروازے پر بیٹھے تھے۔ جب غلبہ دیکھا تو ہم اندر آئے۔ وہ لڑکا اسی طرح گستاخانہ گفتگو کرنے لگا۔ مولانا شہاب الدین نے اندر آ کر اسے تھپڑ مارا۔ تو اس لڑکے نے بے ادبی کرنی چاہی۔ میں نے اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اسی اثنا میں شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ باہم صفائی کرو۔ مولانا شہاب الدین نے کچھ روپیہ لا کر اس لڑکے اور اس کے باپ کو دیا۔ سب سے لے کر دونوں خوش ہو کر چلے گئے۔ شیخ صاحب کی یہ عادت تھی کہ ہر رات افطار کے بعد مجھے اور مولانا رکن الدین کو پاس بلاتے۔ اور

کبھی کبھی مولانا شہاب الدین بھی موجود ہوتے۔ پھر گزشتہ روز کے واقعات کی نسبت پوچھتے۔ اس روز بھی حسبِ معمول مجھے اور مولانا رکن الدین کو بلایا۔ اور اس دن کا ماجرا پوچھا۔ اس بوڑھے کے آنے اور لڑکے کے بحث کرنے اور مولانا شہاب الدین کے ادب کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ شیخ کبیر ہنسے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں، کہ میں نے عرض کی کہ میں نے اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا تھا جبکہ اس نے مولانا شہاب الدین کی بے ادبی کرنی چاہی تھی۔ شیخ صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ نیک نے نیک کام کیا۔

ذکر دنبل و نارروا

بعد ازاں پیر کے روز چھبیسویں ماہ رجب سنہ مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ گزشتہ دنوں میں میرے پاؤں کی انگلی درد کرتی تھی۔ اس لئے قدمبوسی حاصل نہ کر سکا۔ اس روز جو آیا تو سب سے پہلے بیماری کی بابت سارا حال عرض کیا۔ پوچھا نارروا تھا؟ یا کوئی اور بیماری؟ میں نے عرض کی نارروا تو نہ تھا۔ یکایک پاؤں کی انگلی میں ورم ہوئی اور سخت درد کرنے لگی۔ پوچھا کبھی نارو سے کی بیماری ہو چکی ہے۔ میں نے عرض کی جناب! پہلے تو ہو چکی ہے لیکن پانچ سال سے نہیں ہوئی جب پہلے ہوئی۔ تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی آپ نے فرمایا تھا۔ پھوڑے پھنسی کے دفعیہ کے لئے آیا ہے کہ عصر کی سنتوں میں سورۂ بروج کا فنسل رہا ہے۔ کبھی پھوڑے پھنسی یا نارو سے کی شکایت نہیں ہوئی۔ بعد ازاں عرض کی کہ جناب کی زبان مبارک سے کبھی سنا ہے کہ عصر کی سنتوں میں چار سورتیں پڑھنی چاہئیں۔ ایک اذا زلزلۃ الارض اور تین اور جو اس کے ساتھ ہیں۔ سو بندہ انہیں بھی پڑھتا ہے۔ جب یہ عرض کی کہ پہلی رکعت میں سورۂ بروج اور بعد ازاں اذا زلزلۃ الارض پڑھتا ہوں۔ فرمایا۔ اچھا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ عصر کی سنتوں میں سورہ والعصر کا دس مرتبہ پڑھنا بھی آیا ہے۔ پہلی رکعت میں چار مرتبہ

ذکر امام مخلوق ہوئے

دوسری میں تین مرتبہ۔ تیسری میں دو مرتبہ اور چوتھی میں ایک مرتبہ۔ بعد ازاں پوچھا کہ کیا نماز با جماعت ادا کرتے ہو یا میں

نے عرض کی۔ جناب! با جماعت ادا کرتا ہوں۔ ایک مخلص امام مل گیا ہے۔ جو آپ کا مرید ہے۔ اور صالح مرد ہے۔ پوچھا۔ کیا محلوق ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا۔ محلوق بہتر ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ غسل جنابت میں جس کے بال ہوں۔ وہ مشکل سے احتیاط رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ اگر ایک بال بھی خشک رہ جائے۔ تو جنابت باقی رہتی ہے۔ لیکن محلوق (منڈا ہوا) بے شبہ غسل کر سکتا ہے۔

ذکر آں سہ چیز کہ خود باید کرد و بکسے نباید آموخت

بعد ازاں سر منڈانے کے فوائد کی بابت فرمایا۔ کہ لوگ کہتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں۔ جو خود کرنی چاہئیں اور دوسروں کو نہیں سکھلانی چاہئیں یعنی ان کا فائدہ صرف اسی شخص کو پہنچ سکتا ہے۔ اول خود محلوق ہونا چاہئے۔ لیکن دوسرے کو محلوق ہونے کی بابت نہیں کہنا چاہئے۔ دوسرے افطار سے پہلے شوربہ پینا تیسرے پاؤں کے تلوے کو چرب کرنا۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہ وہ باتیں ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں۔ لیکن ایسا ہونا نہیں چاہئے۔ لوگوں کو ایسا ہونا چاہیئے کہ خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ اس بات

ذکر منع از دعائے مخصوص بہ نفس خود

میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک اعرابی ہمیشہ یہ دعا کیا کرتا تھا۔ اللّٰھم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا احدا! اے پروردگار! مجھ پر اور محمد پر رحم کر۔ لیکن ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر۔ جب یہ خبر رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی۔ تو اعرابی کو فرمایا کہ قد تحجرت واسعًا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس کی شرح یوں فرمائی کہ اگر کوئی شخص جنگل میں اپنے لئے اپنا گھر بنائے۔ تو اسے تحجر کہتے ہیں۔ یعنی چند پتھر بطور حد رکھے کہ اس قدر میرے گھر کی حد ہے۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمثیل کے ذریعے آگاہ کر دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عام ہے۔ ایسی دعا کیوں کرتے ہو کہ خداوندا مجھے اور محمد کو بخش۔ لیکن ہمارے ساتھ کسی اور کو نہ بخش۔ گویا تو تحجر کرتا ہے۔ اور تنگ کرتا ہے۔ یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے۔ قد تحجرت واسعًا۔

ذکر نماز از نشستن در آفتاب

سوموار کے روز انتیسویں ماہ رجب ۷۱۰ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت خواجہ صاحب دھوپ سے چھاؤں میں آ گئے تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ دھوپ میں نہ بیٹھا کرو کیونکہ اس سے چہرے کی طراوت جاتی رہتی ہے۔

پھر شمس دبیر کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو مجھ سے پوچھا۔ کیا تو نے شمس دبیر کو دیکھا تھا۔ میں نے عرض کی جناب! میرا رشتہ دار تھا۔ فرمایا۔ اس نے قاضی حمیدالدین ناگوری کے سوانح شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز سے پڑھے تھے۔ وہ بڑا نیک آدمی تھا بعد ازاں فرمایا۔ جب شیخ کبیر افطار کرتے۔ تو بعد ازاں یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ یہاں تک کہ عشاء کی نماز کا وقت ہو جاتا۔ شام سے عشاء تک شمس دبیر کھانا تیار کرتا اور دو تین یاروں کو بلا کر افطار کراتا۔ میں بھی اس وقت موجود ہوتا۔ پھر فرمایا کہ اوائل حال میں وہ مفلس تھا جب دولت مند ہوا۔ تو اس کی وہ حالت نہ رہی۔ بعد ازاں فرمایا کہ دنیا بھی اقبال بھی ایک قسم کی آب ہے۔

ذکر نماز تراویح

پھر تراویح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو پوچھا کہ نماز مسجد میں ادا کرتے ہو؟ یا گھر میں۔ میں نے عرض کی کہ گھر میں ادا کرتا ہوں ایک امام صالح مل گیا ہے۔ بعد ازاں پوچھا کہ جامع مسجد میں اس سے پہلے تراویح میں قرآن مجید ختم ہوا کرتا تھا۔ عرض کی۔ مولانا شرف الدین ہر رات ایک سیپارہ پڑھا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے بھی ان کے پیچھے نماز ادا کی تھی۔ اگرچہ اس رات بارش ہوئی تھی۔ گلیاں کیچڑ سے پر تھیں۔ لیکن پھر بھی میں گیا اور نماز ادا کی۔ واقعی حروف کو بڑی خوبی اور وضاحت سے کما حقہٗ ادا کرتا تھا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ملک شام کا رہنے والا ایک عالم مولانا دولت یار نامی بھی بہت عمدہ قرأت کرتا تھا۔ چنانچہ ویسی خوبی کی قرأت میں نے کسی سے نہیں سنی پھر فرمایا کہ میں نے شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز سے چھ سیپارے پڑھے ہیں اور تین کتابیں

بھی۔ ایک سنی ہے اور دو پڑھی ہیں۔ جس روز میں نے شیخ کی خدمت میں التماس کی کہ میں آپ سے قرآن مجید پڑھنا چاہتا ہوں۔ اس روز فرمایا کہ پڑھو ابعد ازاں بعد کے روز یا کسی اور فرصت کے وقت میں پڑھتا۔ الغرض چھ سپارے خواجہ صاحب سے پڑھے۔ جب میں نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ تو فرمایا کہ الحمد للہ پڑھو! جب میں ولا الضالین

ذکر تلفظ لفظ ضاد و حصول نزول آں بر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پر پہنچا تو فرمایا کہ ولا الضالین کا تلفظ اس طرح ادا کرو۔ جس طرح میں کرتا ہوں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا ہی فصاحت اور بلاغت تھی جس طرح شیخ صاحب ولا الضالین کا تلفظ ادا فرماتے۔ کوئی ادا نہ کر سکتا تھا۔ پھر فرمایا کہ ضاد خاص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ جو دوسروں کے لئے نہ تھا۔ پھر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو الضاد کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ رسول الضاد سے یہ مراد ہے کہ الضاد آنحضرت صلعم پر نازل ہوا۔

تراویح کے بارے میں

اتوار کے روز دسویں ماہ رمضان سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تراویح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ تراویح سنت ہے۔ اور تراویح میں قرآن شریف ایک مرتبہ ختم کرنا سنت ہے۔

ختم قرآن در تراویح سنتِ صحابہ است

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ تراویح سنت ہے اور جماعت بھی سنت ہے۔ اور تراویح میں ایک ختم بھی سنت ہے۔ میں نے عرض کی کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت کے مطابق صرف تین دن ادا کی ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق صرف ایک دن۔ لیکن اس سنت کو ہمیشہ عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے نباہا ہے۔ حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے آپ کے عہد خلافت میں ایک شخص نے پوچھا کہ کیا سنتِ صحابہ بھی سنت نبوی ہے؟ فرمایا ہمارے مذہب میں تو ہے۔ لیکن امام شافعی

کے مذہب کے مطابق وہی سنت ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

حکایت امام اعظم و ختم قرآن ایشاں در ماہ رمضان

پھر امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ ماہ مبارک رمضان میں اکسٹھ مرتبہ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ ایک تراویح میں اور تیس دنوں کو اور تیس راتوں کو بعد ازاں فرمایا کہ آپ نے چالیس سال عشاء کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی ہے۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ اس قدر عالم گزرے ہیں۔ کوئی جانتا ہے کہ وہ کہاں گئے۔ اور کون تھے۔ یہ شہرہ جو باقی رہ جاتا ہے۔ یہ ان کے حسن معاملہ کے سبب رہ جاتا ہے۔ اور یہی معنوی زندگی ہے۔ یہ آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ جنید کو گزرے کس قدر عرصہ ہو گیا ہے۔ لیکن لوگ یہی جانتے ہیں کہ ابھی کل ان کا انتقال ہوا ہے۔ یہ سب کچھ ان کے حسن معاملہ کی وجہ سے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر در بیان کلمات حضرت خواجہ صاحب

جمعہ کے روز پندرھویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مجھ سے پوچھا کہ کیا ہیں کلمات۔ جو مجھ سے سنتے ہو لکھتے جاتے ہو؟ میں نے عرض کی۔ جناب! لکھتا جاتا ہوں۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ تمہاری یادداشت کی نسبت متعجب ہوں۔ میں نے عرض کی سب کچھ یاد رہتا ہے۔ اگر نہیں رہتا تو جگہ خالی چھوڑ دیتا ہوں۔ پھر دوبارہ لکھ لیتا ہوں۔ جیسا کہ جناب نے گزشتہ مجلس میں فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے عائشہ! دھوپ میں نہ بیٹھا کرو۔ اس سے چہرے کی تروتازگی جاتی رہتی ہے۔ میں نے یہ بات دل میں رکھی کہ پھر اس حدیث کی نسبت پوچھوں گا کہ کس طرح ہے؟ زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے یہ کسی کتاب میں لکھی نہیں دیکھی۔ مولانا علاؤالدین اصولیؒ سے جو میرے استاد تھے۔ بدایوں میں سنی۔ وہ بہت بزرگ اور کامل مرد

تھے۔ یہاں سے مولانا علاؤالدین کے مناقب کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ بہت ہی بزرگ مرد تھے۔ لیکن کسی کی بیعت نہ کی تھی۔ اگر کسی کے مرید ہو جاتے تو کامل حال شیخ بن جاتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جس وقت آپ بچے تھے۔ اور بدایوں کے ایک کوچے میں پھر رہے تھے اور شیخ جلال الدین تبریزی دہلیز پر بیٹھے تھے۔ جب شیخ صاحب کی نگاہ مولانا علاؤالدین پر پڑی تو آپ کو بلایا اور جو لباس خود پہنا ہوا تھا۔ مولانا کو پہنایا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا علاؤالدین میں جو اخلاق حمیدہ اور اوصاف ستودہ پائے جاتے ہیں۔ وہ سب اسی لباس کی برکت سے ہیں۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ مولانا علاؤالدین کی ایک لونڈی تھی اور وہ بوڑھی مواسی کی رہنے والی تھی۔ جو بدایوں کے نزدیک ایک گاؤں ہے۔ جسے کانبھر کہتے ہیں۔ ایک روز وہ رو رہی تھی۔ آپ نے وجہ پوچھی۔ کہا۔ ایک میرا لڑکا ہے۔ اس سے جدا ہو گئی ہوں۔ مولانا نے کہا۔ اگر تجھے حوض تک۔ جو شہر سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے اور وہاں سے کانبھر کو راستہ جاتا ہے۔ چھوڑ آؤں۔ تو پھر اپنے گاؤں چلی جائے گی۔ کہا ہاں! اس سے آگے مجھے رستہ معلوم ہے۔ چلی جاؤں گی مولانا سحر کے وقت اسے کر اسے گھر سے نکلے اور حوض پر جا کر اسے چھوڑ دیا۔ خواجہ صاحب نے جب یہاں تک بات ختم کی۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ علماء ظاہر اس بات کے منکر ہیں۔ لیکن یہ جان سکتے ہیں کہ اس نے کیا کیا۔

پھر مولانا علاؤالدین کی علمیت، دانشمندی اور بحث میں انصاف کو مدنظر رکھنے کے بارے میں فرمایا کہ اگر کوئی مشکل لغت پیش آ جاتی۔ یا کسی مشکل مسئلے کو کافی طور پر حل نہ کر سکتے۔ تو فرماتے کہ بھائی! میرا خود اطمینان نہیں ہوا اسے کسی اور جگہ سے حل کراؤ اور بحث کرو۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دیکھو۔ کیا اعلیٰ درجہ کا انصاف ہے نیز یہ بتایا کہ ایک دفعہ مولانا علاؤالدین ایک کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ایک نسخہ آپ کے پاس تھا۔ اور ایک میرے پاس۔ کبھی

آپ پڑھتے تو میں سنتا۔ اور کبھی میں پڑھتا۔ تو وہ سنتے۔ وہ کتاب ہدایہ تھی پڑھتے پڑھتے ایک مصرعہ آیا۔ جو ناموزوں اور بے معنی لکھا تھا۔ اس کی بابت دیر تک سوچتے رہے لیکن وہ مشکل حل نہ ہوئی۔ اتنے میں مولانا ملک یار آئے۔ مولانا علاؤالدین نے فرمایا کہ اس مصرع کی صحت کی بابت مولانا ملک یار سے پوچھیں گے۔ اس نے یہ مصرعہ موزوں اور بامعنی پڑھا جس سے میرے دل کو تشفی ہوئی۔ بعد ازاں مولانا علاؤالدین نے مجھے فرمایا۔ مولانا ملک یار نے یہ معنی ذوق کے سبب کہے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس روز مجھے ذوق کے معنی معلوم ہوئے پیشتر اس کے میں ذوق کے معنی یہی سمجھتا تھا۔ اس روز مجھے معلوم ہوا کہ معنوی ذوق کیا چیز ہوتی ہے

پھر فرمایا کہ مولانا ملک یار کچھ پڑھے لکھے زیادہ نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص علم عنایت کر رکھا تھا۔ بعد ازاں فرمایا کہ جب مولانا ملک یار کو بداؤں کی مسجد کی امامت ملی۔ تو بعض نے پوچھا کہ آیا مولانا ملک یار اس کام کے لائق بھی ہیں یا نہیں؟ جب یہ خبر مولانا علاؤالدین نے سنی۔ تو فرمایا کہ اگر اسے بغداد کی جامع مسجد کی امامت بھی دی جائے۔ تو بھی کم ہے۔ کیونکہ اس کی لیاقت کہیں بڑھ کر ہے

ذکر صدقہ و مروت و وقایہ

بدھ کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ صدقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ تین چیزیں ہیں۔ صدقہ، مروت اور وقایہ۔ صدقہ یہ ہے کہ محتاجوں کو کوئی چیز دی جائے۔ مروت اس بات کا نام ہے کہ کسی دوست کو کپڑا یا ہدیہ یا کوئی چیز دے۔ اور وہ بھی اس کے مقابلہ میں کچھ دے۔ وقایہ یہ ہے کہ جو لوگوں کی طعن و تشنیع سے بچنے کے لئے خرچ کیا جائے یعنی اگر کسی کو کچھ نہ دیا جائے۔ تو وہ کمینگی سے پیش آتا چاہے۔ تو اپنے بچاؤ کے لئے اسے کچھ دیا جائے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تینوں کام کئے۔

پھر فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں تالیف قلوب کے لئے کچھ عنایت فرمایا کرتے تھے۔ جب اسلام نے قوت پکڑی۔ تو پھر بند کر دیا ان

دلوں لشکر کے کوچ کی افواہ گرم تھی۔ (مؤلف کتاب) نے عرض کیا کہ کیا لشکر میں مصحف مجید لے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کی محافظت مشکل ہوتی ہے۔ فرمایا۔ لے جانا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ اسلام کے شروع میں جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن شریف ہمراہ نہیں لے جایا کرتے تھے۔ ایسا نہ ہو کہ شکست ہو جائے۔ اور قرآن شریف کافروں کے ہاتھ آئے۔ لیکن جب اسلام نے زور پکڑا اور لشکر کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ تو پھر قرآن شریف ہمراہ لے جایا کرتے۔ میں نے عرض کی کہ خیمے میں مصحف کے رکھنے میں ذلت پیش آتی ہے۔ فرمایا۔ اسے سر کی طرف رکھنا چاہیے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ سلطان محمود غزنوی کی وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا۔ فرمایا! ایک رات میں ایسے گھر میں تھا۔ جہاں ایک طاق میں قرآن مجید رکھا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا جہاں مصحف مجید ہے۔ وہاں میں کس طرح سو سکتا ہوں۔ پھر دل میں کہا کہ اسے باہر بھیج دینا چاہیے۔ پھر خیال آیا کہ اسے اپنے آرام کی خاطر باہر بھیجوں۔ الغرض وہ رات بیٹھ کر کاٹی۔ جب موت کا وقت قریب آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن شریف کے عوض مجھے بخش دیا۔

ذکر دفن کردن میت در مقام فوت او یا امانت داشتن ٭

پھر میں نے عرض کی کہ لوگ جب چڑھائی پر جاتے ہیں۔ تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ اگر میری قضا وہیں آ جائے۔ تو لوگوں کو وصیت کروں کہ مجھے وہیں دفن کر دینا۔ کیونکہ دور دراز فاصلے سے مردے کو شہر میں لانا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ وہیں دفن کرنا بہتر ہے۔ جہاں فوت ہوا ہے۔ یہ جو امانت رکھتے ہیں اور وہاں سے لاتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں۔ زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ امانت کس طرح ہو سکتی ہے۔ ہاں! اگر دوسرے ملک میں مر جائے۔ تو وہاں سے لانا جائز ہے۔ لیکن جو شہر سے چھاؤنی میں مر جائے تو

وہاں سے لانا جائز ہے۔ لیکن جو شہر سے چھاؤنی میں مرجائے۔ اور مسافت بہت ہو۔
تو بہتر ہے کہ جہاں فوت ہو۔ وہیں دفن کیا جائے۔

ذکر کسے کہ در غربت دور از خانمان بمیرد بہانجا دفن کنند

پھر فرمایا کہ جو شخص سفر میں جائے اور خویش و اقربا سے دور غربت میں اسے موت آ جائے۔ تو اسے وہیں دفن کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ جتنا فاصلہ وہاں سے اس کے گھر تک ہے۔ اس قدر زمین اسے بہشت میں ملے گی۔

پھر خوش اعتقاد بادشاہوں اور نیک امرار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ ایک صاحب کشف اور صالح شہزادہ ایک روز اپنے منظر میں بیٹھا تھا۔ اور ساتھ اس کا حرم بھی تھا۔ وہاں سے اس کی نگاہ نیچے بھی پڑ سکتی تھی۔ اس اثنار میں شہزادے نے آسمان کی طرف دیکھا اور دیر تک نگاہ جمائے رہا۔ پھر نیچے کی طرف دیکھا۔ پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر اپنے حرم کی طرف دیکھا۔ پھر آسمان کی طرف دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر اپنے حرم کی طرف دیکھ کر رو لیا۔ حرم نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ پہلے تو دیر تک آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر نیچے کی طرف پھر میری طرف۔ پھر آسمان کی طرف اور پھر میری طرف دیکھ کے رو دیا ہے۔ شاہزادے نے کہا۔ اس سوال کو جانے دو کیونکہ یہ کہنے کے لائق نہیں۔ اس کی حرم نے جب بہت ضد کیا کہ کچھ تو شہزادے نے کہا۔ تو نے بہت منت سماجت کی ہے۔ اس لئے کہہ دیتا ہوں۔ سن! اس وقت میری نظر لوح محفوظ پر تھی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میرا نام زندوں میں سے کٹ گیا ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ اب میں دنیا سے سفر کروں گا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میری جگہ کون ہوگا تو دیکھا کہ حبشی جو نیچے بیٹھا ہے۔ وہ میرا قائم مقام ہوگا۔ اور تو اس کے نکاح میں آئے گی۔ جب حرم نے سنا تو پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے اور کیا کرے گا؟ اس نے کہا۔ میں اس پر راضی ہوں جو مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے۔ وہی ہو کر رہے گا میں راضی ہوں۔ پھر حبشی کو نیچے سے بلا کر اپنی پوشاک اسے دے دی۔ اور اپنا ولیعہد بنایا۔ پھر اسی حبشی کو لشکر دے کر ایک طرف چڑھائی کا حکم دیا۔ اور

راجاؤں اور امراؤں کو اس کے پیچھے روانہ کیا۔ حبشی فرمان کے مطابق گیا۔ اور دشمن کو مار کر اس کا مال واسباب لوٹ لایا۔ اور شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس روز شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوسرے روز شہزادہ فوت ہو گیا۔ جب وہ حبشی چڑھائی پر گیا تھا۔ تو لوگوں نے ایسا سلوک کیا کہ سب کے دل اس کی طرف مائل ہو گئے۔ جب شہزادہ مر گیا تو ملک اس حبشی کو ملا اور اُس کا حرم بھی اسی حبشی کے نکاح میں آیا۔

ذکر حکیم فاراب و نمودن او سماع بر سہ قلم است مضحک و مبکی و منوم

پھر حکماء کے بارے میں بات شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک روز فاراب حکیم خلیفہ کی مجلس میں آیا۔ اس وقت مختصر اور معمولی لباس پہنے ہوئے تھا۔ وہ ترک بچہ تھا۔ اس وقت خلیفہ سماع سن رہا تھا اس نے چنگ لے کر بجانا شروع کیا اُس حکیم نے سماع کی تین قسمیں کی ہیں۔ اول مضحک یعنی ہنسانے والا۔ دوم مبکی یعنی رلانے والا۔ تیسرا منوم یعنی نیند لانے والا۔ الغرض جب اس نے چنگ بجانا شروع کیا تو پہلے سب اہل مجلس نے خوب قہقہے لگائے۔ پھر جب بجایا۔ تو سب رونے لگے۔ پھر جب بجایا تو سب بیہوش ہو گئے۔ اس وقت حکیم نے [illegible] بات جلدی سے دیکھا کہ حکیم فاراب آیا تھا۔ تو چلا گیا۔ جب اہل مجلس ہوش میں آئے۔ اور یہ بات انہی ہوتی دیکھی۔ تو کہا کہ یہ حکیم فاراب تھا ہمیں معلوم نہ تھا۔

پھر فرمایا کہ یہی حکیم تھا جس نے خلیفہ کو یہ اعتقاد کرنا چاہا کہ آسمان کی حرکت ارادی ہے۔ یہ سنت وجماعت کے مذہب کے برخلاف ہے۔ جب شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم ہوا کہ خلیفہ اس حکیم کے مذہب کی بات مائل ہے تو اپنی کرامت سے خلیفے اور حکیم کو فرشتے دکھا کر جو آسمان کو چلا رہا ہے۔ اُس فساد کو دور کیا۔ الغرض خواجہ صاحب اسی حکایت میں تھے کہ ایک نے آ کر عرض کی کہ رات میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اُس کا نام عمر اور لقب شہاب الدین کرنا۔ اٹھ سطلے کہ شیخ شہاب الدین عمر کا ذکر ہو رہا تھا۔ حاضرین میں سے ایک نے اسے کہا۔ نام تو عمر لکھا ہے

لیکن اس نام کی تحقیر یا تصغیر نہ کرنا۔ اس بارے میں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ نجیب الدین

ذکر تبدیل نمودن نام رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نامِ یکے بنامِ دیگر

متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام احمد تھا۔ بارہا جب شیخ صاحب ان پر ناراض ہوتے تو عین غضب کے وقت اس طرح فرماتے کہ اے خواجہ محمد! تو نے ایسا کیوں کیا؟ اے خواجہ احمد! تو نے ایسا کیوں کیا؟ خواہ کیسے ہی ناراض ہوتے۔ ان کے نام اس طرح پکارتے۔ نام پکارنے کے بارے میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتیرے کے نام تبدیل فرمائے اگر کسی کا نام بُرا سا ہوتا۔ تو اسے تبدیل فرماتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا: نام پوچھا۔ عرض کیا قاضی۔ فرمایا میں تیرا نام مطیع رکھتا ہوں۔ اسی طرح ایک اور آدمی آیا: نام پوچھا تو عرض کیا۔ منسلج (منسلج اس شخص کو کہتے ہیں جو پہلو کے بل زمین پر بیٹھے) فرمایا: میں تیرا نام منبعث رکھتا ہوں (منبعث اسے کہتے ہیں۔ جو زمین سے پہلو اٹھائے۔ اور اٹھ کھڑا ہو) ایک مرتبہ ایک عورت حاضر خدمت ہوئی۔ نام پوچھا۔ عرض کی شعب الضلالہ۔ فرمایا: تیرا نام شعب الہدیٰ رکھتا ہوں۔ اسی طرح ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے ایک شخص کا نام جمل رکھا۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ وہ مرد چونکہ طاقتور تھا۔ ایک مرتبہ لوگ ایک منزل سے دوسری منزل کو جارہے تھے۔ ایک نے آکر مطہرہ اسے دیا کہ اسے منزل پر پہنچا دینا۔ دوسرے نے آکر کپڑا دیا تیسرے نے اور کوئی چیز۔ اسی طرح کئی آدمیوں نے چیزیں دیں۔ اس نے سب اٹھا کر دوسری منزل پر پہنچا دیں۔ اس واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جمل رکھا۔

ذکر تسمیہ حضرت امیر المؤمنین امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب امیر المؤمنین حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ تو آنحضرت مبارکباد کے لئے تشریف لائے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے پوچھا کہ نام کیا رکھا ہے؟ عرض کی حرب۔ فرمایا: نہ۔ اس کا نام حسن رکھو۔ پھر جب امیر المؤمنین حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو پھر

مبارکباد دینے کے لیے تشریف لائے۔ پوچھا۔ اس کا نام کیا رکھا ہے۔ عرض کی حرب فرمایا۔ نہ۔ اس کا نام حسین رکھو!

ذکر تغیر مزاج مرید بغیبت از خدمت پیر

پھر اسی بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ بہت سے لوگ پیروں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور جب مرید ہو کر چلے جاتے ہیں۔ تو مزاج وہ نہیں رہتا۔ اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت کوئی میرے پاس آتا ہے۔ اور جب واپس جاتا ہے تو ایک ستون کے حائل ہو جانے سے اس کا مزاج برقرار نہیں رہتا۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے اس بات کا اختیار دیا جائے کہ یا تو تیری جان گھر کے دروازے کے اندر سے لی جائے۔ یا بیرونی دروازے پر شہادت دے دی جائے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ وہ دروازہ جو گھر کے اندر ہوتا ہے۔ اسے باب البیت کہتے ہیں۔ اور جو باہر ہوتا ہے۔ اسے باب الدار کہتے ہیں۔ تو میں یہی کہوں گا کہ باب البیت پر جان بایمان قبض ہو۔ کیونکہ کون جانتا ہے کہ باب البیت سے باب الدار تک ایمان سلامت جائے گا یا نہ۔

بعد ازاں فرمایا کہ لوگوں کے مزاج میں جو تغیر واقع ہوتا ہے۔ وہ اسی زمانہ میں نہیں بلکہ قدیم الایام سے ہی ایسا ہوتا چلا آیا ہے۔ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ تو کئی ہزار مسلمان مرتد ہو گئے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیغام بھیجا۔ اگر تم مال کی زکوٰۃ نہ لو گے۔ تو ہم اسلام پر قائم رہیں گے۔ ورنہ نہیں۔ آپ نے اس بارے میں یاروں سے مشورہ کیا۔ بعض نے کہا۔ اگر آپ ان سے نرمی کریں تو شاید وہ ایمان سے برگشتہ نہ ہوں۔ بہتر ہے کہ انہیں معاف کر دیا جائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تلوار سونت کر فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اگر اس میں اونٹ کے گھٹنے باندھنے والی رسی کے برابر بھی کم دیں۔ تو میں اس تلوار سے ان کے ساتھ لڑوں گا۔ جب یہ خبر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سنی۔ تو فرمایا کہ واقعی خلیفہ

نے نیک حکم دیا ہے۔ اگر وہ زکوٰۃ نہ دینے کا حکم دیتے۔ تو دوسرے خلیفہ کے عہد میں نماز بھی معاف کرا لیتے۔ اور اسی طرح ہوتے ہوتے اسلام کے تمام احکام معاف کرا لیتے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک شخص میرا مرید ہوا جب وہ مجھ سے دور چلا گیا۔ تو کچھ مدت بعد اس کا مزاج بدل گیا برقرار نہ رہا۔ ایک اور شخص میرا مرید ہوا۔ جب وہ مجھ سے دور چلا گیا۔ تو اس کا دل اسی طرح تھا۔ جیسے میرے پاس تھا۔ اگرچہ مدت تک وہ دور رہا لیکن اس کے مزاج میں ذرا تبدیلی نہ آئی۔ آخر کار عرصہ دراز کے بعد اس کا مزاج برقرار رہا۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ مرد جب سے میرا مرید ہوا ہے۔ اس کا مزاج اسی طرح ہے۔ اس میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا۔

خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ آج تک آپ کی محبت دل میں برقرار ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

خواجہ شاہی موئے تاب کے بارے میں

ہفتے کے روز دسویں ماہ ذلیقعد ۷۱۶ھ کو دست بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ خواجہ موئے تاب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو بدایوں میں رہتے تھے۔ فرمایا کہ قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو شاہی روشن ضمیر کہا کرتے تھے۔ اس واسطے کہ ان دنوں آپ کو خرقہ دیا گیا۔ کسی کے ہاتھ خواجہ موئے تاب کو کہلا بھیجا کہ ہم نے آج یہ کام کیا ہے کہ بادشاہ کو خرقہ دیا ہے۔ کیا آپ اس بات پر راضی ہیں۔ شیخ محمود موئے تاب نے فرمایا کہ جو کچھ آپ نے کیا ہے۔ ٹھیک کیا ہے۔

یہاں سے پھر آپ کے بھائی خواجہ دیوگیر موئے تاب کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو مولانا سراج الدین حافظ بدایونی نے جو کہ خاص مرید ہیں یوں تقریر فرمائی کہ ایک رات اٹھ کر تازہ وضو کیا۔ اور رکعتیں ادا کر کے وفات پائی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کما تعیشون تموتون۔ جس طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی طرح انہیں موت آتی ہے۔

یہاں سے پھر خواجہ شاہی موئے تاب کی بابت ذکر ہوا۔ کہ خلقت کا بڑا ہجوم آپ کے گرد رہتا۔ جہاں جاتے۔ خلقت آپ کے گرد جمع ہو جاتی۔ انہیں دنوں بدایوں میں ایک درویش مسعود نجاشی رہتا تھا۔ جب وہ اس ہجوم میں خواجہ شاہی موئے تاب کو دیکھتا۔ تو کہتا کہ اے حبشی (کیونکہ خواجہ شاہی موئے تاب سیہ فام تھے) تو حمام گرم کر کے جل مرے گا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ واقعی ایسا ہی ہوا۔ جیسا اس درویش نے کہا تھا یعنی عین جوانی ہی میں انتقال ہوا۔

ذکر منع از اظہار کرامت

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ کرامت کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔ فرمایا کرامت پیدا کرنا تو کوئی بڑی بات نہیں مسلمان راست رو اور بیچارہ گدا ہونا چاہیے۔ پھر خواجہ ابوالحسن نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی کہ آپ نے دجلہ کے کنارے ایک مچھلیاں پکڑنے والے کو دیکھا۔ اسے فرمایا۔ جال دریا میں پھینکو اور مچھلیاں پکڑ و۔ اگر میں صاحب ولایت اور کرامت ہوں تو ڈھائی سیر کی مچھلی تیرے جال میں آئے گی۔ نہ اس سے کم ہوگی نہ زیادہ۔ اس نے جال پھینکا اور مچھلی پکڑی۔ جب اس کا وزن کیا۔ تو ٹھیک ڈھائی سیر نکلی۔ نہ زیادہ تھی نہ کم۔ القصہ جب یہ بات شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے سنی۔ فرمایا۔ کاش! اس جال میں مچھلی کی بجائے سیاہ سانپ ہوتا۔ جو ابوالحسن کو ڈستا۔ اور ہلاک کر دیتا۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا۔ اگر سانپ اسے ہلاک کرتا۔ تو وہ شہید کی موت مرتا۔ اب چونکہ زندہ رہے گا۔ معلوم نہیں۔ اس کا خاتمہ بالخیر ہو یا نہ ہو۔

یہاں سے ایک درویش کی بابت فرمایا۔ اگر کسی کو پیٹ میں درد ہوتا تو کہتا۔ اسے نکستد دانا کر کھائے جس کے کھانے سے وہ تندرست ہو جاتا۔ غرض جو کچھ وہ کہتا تھا۔ اسی طرح ہو جاتا تھا۔ شیخ علی شوریدہ نے اس کو کہا۔ ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ اس سے نقصان ہوگا۔ آخر کار ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ وہ مصیبت میں گرفتار ہوا۔ تو شیخ علی شوریدہ نے آ کر کہا۔ کیا میں نہیں کہتا تھا کہ ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ نقصان دیں گی۔ تو نے میری بات نہ مانی تھی۔ اس بلا میں پھنسا۔ اس درویش نے کہا۔ میں نے برا کیا۔ اب دعا کرو تاکہ میں تندرست ہو جاؤں

شیخ علی شوریدہ نے دعا نہ کی اور وہ اسی بیماری میں مرگیا۔

پھر شیخ احمد نہروالی کی بابت فرمایا کہ اگر احمد نہروالی کی عبادت کا وزن کیا جائے تو دو صوفیوں کے برابر ہو۔ جب آپ جامع مسجد جایا کرتے۔ تو یار ہمراہ ہوتے۔ آپ اس انبوہ کے ساتھ مسجد جایا کرتے۔ ایک اور درویش شیخ علی شوریدہ نام احمد علی کو منع کیا کرتے کہ اتنا ہجوم ساتھ لے کر مسجد نہ جایا کرو۔ پھر ایک روز شیخ احمد علی یاروں کو لئے مسجد میں آئے اثنائے راہ میں ایک شخص دوسرے کو زدوکوب کر رہا تھا۔ شیخ احمد مع یاروں کے جا پہنچے اور گرد اگرد حلقہ باندھ لیا۔ اور اس مظلوم کو چھڑایا۔ اتنے میں شیخ علی شوریدہ آپہنچا۔ شیخ احمد نے جب اسے دیکھا تو کہا کہ ایسے کاموں کے لئے یاروں کے ہمراہ گھر سے باہر نکلتا ہوں ؀

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ شیخ احمد نہروالی مرید کس کے تھے ؟ فرمایا۔ واللہ اعلم کس کا مرید تھا کہتے ہیں کہ انہیں یہ نعمت اجمیر کی جامع مسجد کے امام فقیہہ مادھو سے حاصل ہوئی۔ ایک روز شیخ احمد ہنڈولے گا رہے تھے۔ آواز بہت عمدہ تھی۔ جب فقیہہ مادھو نے سنی تو کہا کہ ایسی آواز اور ہنڈولے گانا۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ تو قرآن شریف یاد کر۔ شیخ احمد نے قرآن شریف یاد کیا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس سماع میں شیخ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہوا شیخ احمد بھی حاضر مجلس تھا۔ اور شیخ قطب الدین بختیار کا حال لکھا جا چکا ہے

پھر بدایوں کے درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ بدایوں میں ایک درویش عزیز بشیر نام رہتا تھا۔ وہ بدایوں سے دہلی آیا اور قاضی حمید الدین ناگوری کے لڑکے مولانا ناصح الدین کی خدمت سے خرقہ حاصل کرنا چاہا۔ اس نیت سے بہت درویش جمع کئے اور سلطان کے حوض پر مجلس آراستہ کی۔ اسی اثنا میں ہر ایک نے حوض کے پانی کی مٹھاس کا ذکر کیا۔ عزیز بشیر نے جو خرقہ کی طلب میں آیا تھا کہا۔ یہ حوض تو معمولی ہے۔ بدایوں میں اس سے بھی اچھا حوض ہے۔ خواجہ محمد کریم بھی وہاں موجود تھے جب اس سے یہ بات سنی تو مولانا ناصح الدین کو کہا کہ اسے خرقہ نہ دینا۔ کیونکہ یہ بیجا معلوم ہوتا ہے

مولانا صبیح الدین نے ویسا ہی کیا۔ اسے خرقہ نہ دیا۔

پھر بدایوں کے کوتوال نے خواجہ عزیز کی بابت فرمایا کہ وہ درویشوں کا خدمت گزار اور شیخ ضیاء الدین ساکن بدایوں کا مرید تھا۔ کبھی کبھی درویشوں کو یاد کرتا اور بارگاہ میں بلا کر بات چیت سنتا۔ وہ عین جوانی میں بدایوں میں شہید ہوا۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ میں ایک روز بدایوں کے انبتان جسے لکھی الو کہتے ہیں۔ گیا۔ یہ عزیز کوتوال درخت تلے دستر خوان بچھائے بیٹھا تھا۔ جب دور سے مجھے دیکھا تو کہا مرحبا۔ آئیے۔ تشریف لائیے۔ میں ڈرا کہ کہیں تکلیف نہ پہنچائے۔ جب میں گیا۔ تو مجھے بڑی تعظیم سے اپنے پاس بٹھایا۔ کھانا کھا کر میں واپس چلا آیا۔ مولانا سراج الدین حافظ بدایونی سلمہ تعالیٰ حاضر تھے۔ اس نے عرض کی۔ من لیس لہ شیخ فشیخہ شیطان۔ جس کا شیخ نہیں۔ اس کا شیطان شیخ ہے

ذکر من لیس له شیخ فشیخه شیطن و من لم یر مفلحا لا یفلح ابدا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ یہ مشائخ کا قول ہے۔ پھر مولانا سراج الدین نے پوچھا کہ آیا "من لم یر مفلحا لا یفلح ابدا" جس نے کسی فلاحت والے کو نہ دیکھا۔ وہ کبھی فلاح نہ پائے گا۔ حدیث ہے۔ فرمایا یہ بھی مشائخ کا قول ہے۔

پھر ایک درویش کی بابت فرمایا کہ اگر وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتا جو کسی کا مرید نہ ہوتا۔ تو وہ کہتا کہ وہ کسی کے پلڑے میں نہیں بیٹھا۔ میں نے پوچھا۔ کیا اس سے یہ مطلب ہے کہ اس کا وزن کچھ نہیں۔ فرمایا نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی کا مرید بنتا ہے۔ اس کے اعمال قیامت کے دن اس کے پیر کے پلڑے میں ڈالے جائیں گے۔ پس! جو شخص کسی کا مرید نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ وہ کسی کے پلڑے میں نہیں بیٹھا یعنی اس کا کوئی پیر نہیں۔ والحمد للہ رب العلمین۔

منگل کے روز گیارھویں ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ چونکہ ایام تشریق تھے۔ لوگوں کی آمد و رفت بہت تھی۔ اس لئے کھڑی گھڑی

کھانا لایا جاتا بطور خوش طبعی فرمایا کہ ایک درویش سے پوچھا گیا کہ تجھے کلام مجید کی کونسی آیت پسند ہے؟ کہا اکلہا دائم کہا اسے ہمیشہ کھاتے رہو۔ فرمایا یہ لفظ چار طرح پر ہے۔ اکل۔ اُکل اور اکلہ اور اُکلہ۔ بعد ازاں ان چاروں لفظوں کا بیان یوں فرمایا۔ کہ اکل مصدر ہے۔ اور آکل۔ جو چیز کھائی جائے۔ اکلہ۔ ایک مرتبہ کی خوراک۔ اُکلہ۔ ایک لقمہ۔ اتنے میں ایک اور درویش اور ایک چھوٹے لڑکے کو لایا۔ اور ایک تختی بھی۔ اور عرض کی کہ یہ میرا لڑکا ہے۔ اور اس کی تختی پر اپنے مبارک قلم سے لکھیں تاکہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ قرآن شریف اس کے نصیب میں کرے۔ خواجہ صاحب نے تختی دست مبارک میں لی۔ اور لکھا پھر فرمایا کہ جو شخص کسی کی کاربرآری کے لئے لکھتا ہے۔ اگر قلم آسانی سے چلے۔ اور قلم کی روانگی میں دیر نہ لگے۔ تو وہ کام جلدی پورا ہو جاتا ہے۔ اور قلم دقت سے چلے۔ تو اس کام میں بھی دیر پڑ جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ عقلی ڈھکوسلے ہیں۔ جو کچھ ان سے از روئے عقل ظاہر ہو۔ اس کا ظاہر کر دینا جائز ہے

جریانِ قلم در تحریر ہم نشان جلد
برآمدن آن مہم است عکس در عکس

پھر خواجہ شاہی کی حکایت شروع ہوئی۔ آپ کو بدایوں میں شہرت حاصل ہوئی تمام خلقت رجوع کرنے لگی۔ جہاں کہیں جاتے مجمع ہو جاتا۔ خواجہ شاہی سیاہ رنگ کے آدمی تھے۔ اس عہد میں ایک درویش محمود نجاشی تھا۔ اس نے ایک مرتبہ خواجہ شاہی کو کہا۔ اے حبشی! تو نے حمام خوب گرم کیا ہے لیکن اس میں جل جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جوانی کے دنوں میں ہی فوت ہو گیا۔

پھر ایک درویش کی بابت فرمایا کہ وہ گجرات گیا ہوا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے گجرات میں ایک دیوانہ دیکھا۔ جو واصل اور صاحب کشف تھا۔ میں اور وہ دیوانہ ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ اور ایک ہی حجرے میں لیٹا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں اس حوض کی طرف گیا جس میں کسی کو پاؤں رکھنے نہیں دیتے تھے۔ وہاں کے محافظ میرے واقف تھے۔ انہوں نے اس حوض میں مجھے وضو کرنے کی اجازت

لئی بعض عورتیں جو پانی لینے آئی تھیں۔ انہیں انہوں نے پاؤں نہ رکھنے دیا۔ ایک بڑھیا نے مجھے آکر کہا کہ میرا گھڑا بھر دو۔ میں نے گھڑا بھر دیا۔ اس طرح چار اور عورتوں نے یکے بعد دیگرے گھڑے بھرنے کے لئے کہا جو میں نے بھر دیئے۔ میں حجرے کی طرف آیا۔ تو دیکھتا ہوں کہ دیوانہ سویا پڑا ہے۔ نماز کا وقت قریب تھا۔ میں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ تو دیوانہ جاگ پڑا۔ اور کہنے لگا۔ کیسا شور مچا رکھا ہے۔ کام وہی تھا جو تم نے اس عورت کو گھڑا پر کر کے دیا۔ الحمد للہ رب العلمین

مختلف گفتگو جمعرات کے روز بارھویں ماہ شعبان ۷۱۲ھ ہجری کو آٹھ ماہ بعد پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں دلگیر کی چپائی گیا ہوا تھا۔ جب قدمبوسی کی تو نہایت مرحمت اور شفقت فرمائی۔ اور راستے کی تکلیفوں کی بابت پوچھنا شروع کیا اور بہت بندہ نوازی فرمائی۔ میرا پرانا یار ہے۔ اسے کچھ بیماری کی تکلیف تھی۔ وہ اسی طرح بیماری کی حالت میں میرے ہمراہ حاضر خدمت ہوا۔ اس کی بیماری کا حال پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس کی بیماری کے سبب راستے میں ٹھیر گیا تھا۔ فرمایا۔ کیا اچھا کیا یار کے ہمراہ ہوں۔ تو واجب ہے کہ بیماری کے وقت بھی اس کے ہمراہ رہیں۔ اور اس کے ساتھ وفا سے پیش آئیں

پھر اس بارے میں حکایت بیان فرمائی کہ ابراہیم خواص ہمیشہ سفر میں رہا کرتے کسی شہر میں چالیس دن سے زیادہ نہ ٹھہرتے۔ جہاں جاتے۔ چالیس روز سے کم قیام کرتے۔ پھر اور شہر میں چلے جاتے۔ آپ کی عمر اسی طرح صرف ہو گئی۔ ایک مرتبہ ایک جوان نے آپ کے ہمراہ رہنے کے لئے التماس کی۔ فرمایا۔ تو ہمارے ساتھ نہ رہ سکے گا میں کبھی اس شہر میں ہوتا ہوں۔ اور کبھی دوسرے میں۔ کبھی بے سامان ہوتا ہوں اور کبھی باسامان۔ لیکن جوان اپنی بات پر اڑا رہا۔ کہ میں ضرور آپ کے ہمراہ رہوں گا جب بہت منت سماجت کی۔ تو آپ بھی رضی ہو گئے۔ القصہ آپ اس کے ہمراہ شہر بشہر پھرتے رہے۔ جہاں جاتے۔ چالیس روز سے زیادہ نہ ٹھہرتے۔ ایک مقام پر وہ جوان بیمار ہو گیا جس کے سبب آپ کو تین مہینے وہاں ٹھہرنا پڑا۔ بعد ازاں ایک روز

اس جوان کو نان اور مچھلی کی خواہش پیدا ہوئی۔ جو آپ پر ظاہر کی۔ آپ کے پاس ایک گدھا تھا جس پر کبھی کبھی سوار ہوا کرتے تھے۔ اس کے سوا کوئی اور وجہ خرچ نہ تھی اسے بیچ کر اس جوان کی خواہش پوری کی۔ جب کچھ عرصہ گزر گیا۔ تو جوان تندرست ہو گیا۔ آپ نے پھر سفر کا ارادہ کیا۔ تو اس جوان نے کہا کہ اپنا گدھا مجھے دو۔ تاکہ میں سوار ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تیری روٹی اور مچھلی کی خاطر فروخت کر دیا تھا۔ القصہ وہاں سے روانہ ہوئے اور تین دن آپ نے اس جوان کو گردن پر بٹھا کر سفر کیا۔ اس حکایت کے بیان سے خواجہ صاحب کا مطلب یہ تھا کہ ہمیں سب لوگوں سے عمدگی کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیئے جب یہ حکایت ختم ہوئی۔ تو اپنی بیماری کی حکایت بیان فرمائی۔ میں نے آپ کی ناسازی طبع کی خبر چھاؤنی ہی میں سنی تھی کہ کس نے جادو کیا ہے۔

ذکر سحر کردن مردم برائے حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمتہ والغفران

میں نے پوچھا تو فرمایا ہاں دو مہینے تک بیمار رہا ہوں۔ پھر ایک شخص کو بلایا۔ جو سحر کو دور کرنے میں پوری طرح ماہر تھا۔ وہ آ کر گھر کے ارد گرد کئی مرتبہ پھرا وہ ہر مرتبہ تھوڑی سی مٹی زمین سے اٹھا کر سونگھتا۔ جب ایک مقام کی مٹی سونگھی تو کہا کہ یہ جگہ کھودو۔ جب کھودی گئی تو جادو کی علامات ظاہر ہوئیں اسی اثنا میں اس مرد نے کہا کہ مجھے اس قدر مہارت ہے۔ اگر چاہو تو میں ساحر کا نام بھی بتا دوں؟ جب خواجہ صاحب نے سنا۔ تو فرمایا۔ خبردار! اس کا نام ظاہر نہ کرنا۔ میں نے اسے معاف کیا۔ پھر کسی نے کہا کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز پر بھی کسی نے جادو کیا تھا۔ فرمایا۔ ہاں! وہ سحر نکل آیا تھا۔ اور جن لوگوں نے یہ حرکت کی تھی انہیں اجودہن کے حاکم نے شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بھیجا تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ لیکن شیخ الاسلام نے انہیں معاف کر دیا تھا۔

پھر فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی سحر کیا گیا تھا۔ جب معوذتین نازل ہوئیں تو نفاثات کا شر دفع ہو گیا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اگر حکم ہو تو جس عورت نے جادو کیا ہے۔ اسے قتل کر دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت عطا فرمائی ہے۔ میں اسے معاف کرتا ہوں۔

ذکر شہادت حضرت عمرؓ

پھر حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ جمعہ کے روز منبر پر چڑھے ہوئے تھے اثنائے خطبہ فرمایا کہ تمہیں واضح رہے کہ میری موت اب نزدیک ہے۔ یہ میں از روئے کرامت نہیں کہتا بلکہ خواب دیکھا ہے کہ اب ایک پرندے نے آکر مجھے دو دفعہ چونچ ماری ہے۔ اور خواب میں پرند کا دیکھنا موت ہے۔ اس دلیل کی رو سے میں کہتا ہوں کہ میری موت قریب ہے۔ چنانچہ دوسرے ہی ہفتے آپ نے شہادت پائی۔ ایک غلام مغیرہ ابن لولو نام نے آپ پر محراب میں تلوار کا وار کیا۔ جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ گر پڑے تو غلام باہر نکل گیا اور نو آدمی اور قتل کیے۔ بعد ازاں اپنے تئیں قتل کیا۔ ابھی امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کا کوئی دم باقی تھا۔ کہ آپ کو یہ خبر پہنچی کہ اس غلام نے نو آدمی اور قتل کئے ہیں۔ اور بعد میں اپنے تئیں قتل کیا۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا کہ الحمد للہ! اس نے اپنے تئیں خود قتل کیا میرے لئے قتل نہیں کیا گیا

ذکر شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

پھر امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بابت فرمایا کہ آپ کو عبد الرحمٰن ملجم نے شہید کیا اور یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ وہ مسلح ہو کر حضرت علیؓ کے پیچھے لگا۔ لیکن امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ دریا کے کنارے پر پہنچ کر پایاب پانی پر چلنا چاہا۔ پاس ہی قبرستان تھا۔ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہٗ نے قبرستان کی طرف رخ کر کے آواز دی تو اس کے نام ستر آدمیوں نے قبرستان سے آواز دی۔ پھر نام لے کر آواز دی۔ تو پھر سات آدمیوں نے آواز دی۔ جب تیسری مرتبہ آواز دی۔ تو صرف ایک آدمی نے آواز دی۔ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہٗ نے پوچھا کہ پایاب کدھر ہے؟ کہا۔ جہاں آپ کھڑے ہیں۔ آپ وہاں سے گزر گئے۔ عبد الرحمٰن ملجم یہ سب کچھ سنتا رہا۔ وہ بھی پار گیا۔

اس نے پوچھا۔ اے علیؓ! کیا آپ کو سب مُردوں کے نام اور ان کے والدین کے نام یاد تھے؟ فرمایا۔ ہاں! جانتا تو تھا لیکن میں نے چاہا کہ تو میرے حال سے واقف ہو جائے۔ القصہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو عبدالرحمٰن ملجم نے آ کر تلوار کا وار کیا جب زخم کھایا تو فرمایا۔ فزت ورب الکعبۃ۔ یہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ کے آخری الفاظ تھے۔ میں نے عرض کی کہ آیا عبدالرحمٰن مسلمان تھا۔ فرمایا۔ ہاں! لیکن معاویہ کا طرفدار تھا۔ پھر میں نے پوچھا کہ معاویہ کے حق میں کیسا اعتقاد رکھنا چاہئے؟ فرمایا۔ وہ مسلمان صحابی تھے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر کا لڑکا تھا اس کی بہن ام حبیبہ نام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں۔ یہ حکایت ختم کر کے اشتیاق اور فراق کا ذکر کیا۔ کیونکہ آٹھ مہینے بعد میں حاضر خدمت ہوا۔ اور نیز اور بہت سے عزیز چھاؤنی سے آ رہے تھے۔ فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں عریضہ لکھا تھا۔ جس میں یہ رباعی درج کی تھی ؎

رباعی

زاں روئے کہ بندۂ تو دانند مرا ہر مردمک دیدہ نشانند مرا
لطف عامت عنایتی فرمودہ است ورنہ چہ کسم خلق چہ دانند مرا

بعد ازاں جب شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس رباعی کا ذکر کر کے فرمایا کہ میں نے وہ رباعی یاد کر لی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوموار کے روز تیسری ماہ رمضان سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ جناب کے ایک مرید نے مجھے ششگانی تین چیتل دیئے تھے کہ جناب کی خدمت میں پہنچا دینا۔ میں نے وہ حاضر خدمت کئے اور سارا حال عرض کیا۔ جناب نے دست مبارک سے پکڑ کر پاس رکھ لئے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز حج کے سفر سے واپس آئے۔ تو اول بعداد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک کچھ نہ کچھ نقد جنس لایا۔ ان میں ایک بڑھیا آئی جس نے پرانی چادر کے دامن سے ایک درم کھول کر شیخ صاحب

کے سامنے رکھا۔ آپ نے وہ درم لے کر تمام تحفوں اور ہدیوں کے اوپر رکھا۔ پھر جو آدمی موجود تھے۔ انہیں فرمایا کہ جو جو چیز چاہتے ہو۔ لو۔ ہر ایک نے جو چاہا۔ لے لیا شیخ جلال الدین تبریزی طیب اللہ ثراہ بھی حاضر خدمت تھے۔ اسے بھی اشارہ کیا۔ تم بھی لے لو۔ شیخ جلال الدین نے اٹھ کر وہ درم جو سب سے اوپر رکھا تھا۔ اٹھالیا شیخ شہاب الدین نے جب دیکھا تو فرمایا کہ تو سب کچھ لے لیا۔ میں (مؤلف کتاب) نے پوچھا کہ کیا شیخ جلال الدین شیخ شہاب الدین کے مرید تھے۔ فرمایا نہیں۔ وہ شیخ ابو سعید تبریزی کے مرید تھے۔ جب آپ کے پیر نے وفات پائی۔ تو شیخ شہاب الدین کی خدمت میں آئے۔ تو وہ وہ خدمات بجالائے۔ جو کسی کو میسّر نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین ہر سال بغداد سے سفر حج کو جایا کرتے۔ جب بوڑھے ہو گئے۔ تو توشہ جو ان کے لئے ہمراہ لیا جاتا۔ وہ مزاج کے موافق نہ ہوتا۔ سرد کھانا آپ کی طبع کے موافق نہ تھا۔ کیونکہ بوڑھے ہو گئے تھے۔ اس لئے جلال الدین تبریزی انگیٹھی اور دیگچہ اس طرح سر پر اٹھائے رہتے کہ سر نہ جلتا۔ اور کھانا بھی ہر وقت گرم رہتا جب شیخ صاحب کو ضرورت ہوتی۔ گرما گرم کھانا دیا جاتا۔

یہاں سے شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت فرمایا کہ آپ بزرگ شیخ اور اعلیٰ درجے کے تارک الدنیا تھے۔ چنانچہ اکثر آپ پر قرض ہو جاتا۔ لیکن کسی سے کوئی چیز نہ لیتے۔ ایسا بھی ہوا کہ ایک مرتبہ آپ کی خانقاہ میں کھانا نہ پکا۔ آپ اور آپ کے یار تربوز سے ہی افطار کرتے رہے اور گزارہ کرتے رہے۔ جب یہ خبر وہاں کے حاکم نے سنی۔ تو کہا کہ وہ ہماری کوئی چیز قبول نہیں کرتا۔ نقدی لے جاؤ اور شیخ کے خادم کو دے دو۔ اور خادم کو کہو کہ تھوڑا تھوڑا کر کے خرچ کرے اور شیخ صاحب سے اس کا ذکر تک نہ کرے۔ چنانچہ شاہی نوکر نے آکر کچھ نقدی خادم کو دی اور کہا کہ مصلحت کے مطابق خرچ کرنا اور شیخ صاحب کو نہ جتانا۔ القصہ جب روپیہ لایا گیا اور خرچ کیا تو اس روز شیخ صاحب کو طاعت میں جو ذوق اور آرام حاصل ہوا کرتا تھا۔ نہ ہوا۔ خادم کو بلا کر پوچھا کہ رات کو جو کھانا تو نے ہمیں دیا۔ وہ کہاں سے آیا تھا؟ خادم چھپانہ سکا۔ سارا

حال بیان کر دیا۔ پوچھا۔ کون شخص لایا تھا اور کہاں کہاں قدم رکھا تھا؟ وہاں سے مٹی کھود کر پھینک دو۔ اور اس خادم کو بھی اسی قصور کے عوض خانقاہ سے نکال دیا۔

ذکر ترک شیخ شہاب الدین

پھر شیخ شہاب الدین کی نسبت فرمایا کہ آپ کو فتوح بہت حاصل ہوئی لیکن تقریباً سب خرچ کر دیتے۔ جب وفات کا وقت نزدیک آ پہنچا۔ تو آپ کے فرزند عماد نے جس کا حال شیخ صاحب کے حال سے بالکل ملتا تھا خادم سے چابی مانگی۔ خادم نے نہ دی اور کہا کہ واہ اچھی بات ہے کہ شیخ صاحب حالت نزع میں ہیں۔ اور تو چابی مانگتا ہے۔ جب شیخ صاحب نے یہ بات سنی۔ تو فرمایا کہ چابی اسے دے دو۔ جب اس نے خزانہ کھولا تو صرف چھ دینار نکلے۔ سو وہ بھی آپ کی تجہیز و تکفین پر خرچ ہو گئے۔ واللہ اعلم بالصواب

در لطفِ شعر

جمعرات کے روز چوتھی ماہ مبارک سنہ مذکور مبارک کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک طالب علم آیا جس سے آپ نے تعلیم کی حالت پوچھی۔ عرض کی کہ میں نے تحصیل علم کر لی ہے۔ اب امرائے سلطانی میں آیا جایا کرتا ہوں۔ تاکہ مجھے روٹی بفراغت مل جایا کرے۔ جب وہ چلا گیا تو خواجہ صاحب نے یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

شعر در وصف حال بس سرہ الیست　　　چوں بخواہش رسیدہ مسخرہ الیست

پھر فرمایا کہ شعر ایک لطیف چیز ہے۔ لیکن جب تعریف میں کہا جائے اور کسی کے پاس لے جایا جائے۔ تو سخت بے لطف ہوتا ہے۔ اسی طرح علم بھی بنفسہٖ بہت شریف ہے۔ لیکن جب اسے حاصل کر کے دربدر پھریں۔ تو اس کی عزت جاتی رہتی ہے۔ اتنے میں ایک غلام مرید آیا۔ اور ہندوی کو ہمراہ لایا کہ یہ میرا بھائی ہے جب دونوں بیٹھ گئے۔ تو خواجہ صاحب نے اس غلام سے پوچھا۔ کہ آیا یہ تیرا بھائی مسلمانی سے کچھ رغبت رکھتا ہے۔ عرض کی۔ میں اسی مطلب کے لئے اسے یہاں لایا ہوں کہ جناب کی نظر التفات سے یہ مسلمان ہو جائے۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ اس قوم پر کسی کے کہنے کا اثر نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کسی صالح مرد کی صحبت میں آیا جایا کریں۔ تو شاید اس کی برکت سے مسلمان ہو جائیں۔

ذکر اسیر شدن بادشاہ عراق بدست حضرت عمر و اسلام آوردن او

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی
کہ جب خلافت امیر المومنین حضرت
عمرؓ کو ملی۔ اور بادشاہان عراق سے
لڑائی چھڑی۔ تو جنگ میں بادشاہ
پکڑا گیا۔ اور حضرت عمر کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو مسلمان ہو جائے گا۔ تو عراق کا
ملک تجھے دیا جائے گا اس نے کہا۔ میں اسلام قبول نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا یا تو اسلام
قبول کرے۔ ورنہ تجھے قتل کیا جائے گا۔ اس نے کہا۔ مجھے مار ڈالو لیکن اسلام قبول
نہیں کروں گا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ تلوار لاؤ! اور جلاد کو بلاؤ! یہ بادشاہ بہت ہی دانا
اور مذہب کا پکا تھا۔ جب اس نے یہ حالت دیکھی۔ تو آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں
پیاسا ہوں۔ مجھے پانی پلاؤ! حضرت عمر نے فرمایا کہ پانی لاؤ۔ شیشے کے برتن میں پانی لایا گیا
بادشاہ نے کہا۔ میں اس برتن میں پانی نہیں پیوں گا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ بادشاہ ہے
اس کے لیے پانی سونے چاندی کے برتنوں میں لانا چاہیے۔ انہوں نے ویسا ہی کیا۔
لیکن اس نے پھر بھی نہ پیا۔ اور کہا میرے لیے مٹی کے برتن میں پانی لاؤ۔ چنانچہ کوزہ
بھر کر اسے دیا گیا پھر اس نے حضرت عمر سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھ سے عہد کرو
کہ جب تک میں یہ پانی نہ پیوں گا قتل نہ کیا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا میں نے عہد
کیا۔ جب تک تو پانی نہ پیئے گا میں تجھے قتل نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے کوزہ زمین پر دے
پٹکا۔ کوزہ ٹوٹ گیا اور پانی گر گیا۔ پھر حضرت عمر کو کہا کہ میں نے یہ پانی نہیں پیا۔ اور
آپ کا اقرار یہ تھا کہ جب تک یہ پانی نہ پیوں گا قتل نہ کیا جاؤں گا۔ اب میری جان بخشی
کی جائے۔ آپ اس کی عقلمندی سے حیران رہ گئے۔ فرمایا۔ اچھا۔ تیری جان بخشی کی۔
بعدازاں اسے ایک یار کے سپرد کر دیا۔ جو نہایت ہی صالح اور زاہد تھا۔ جب کچھ مدت
اس یار کے گھر میں رہا۔ تو اس کی صلاحیت اور زہد نے بادشاہ میں اثر کیا۔
پھر اس نے حضرت عمر کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے اپنے پاس بلاؤ تاکہ ایمان
لاؤں۔ آپ نے اسے پاس بلایا۔ اس نے اسلام قبول کیا۔ پھر فرمایا کہ مجھے عراق

کا ملک دیا۔ اس نے کہا۔ مجھے ملک درکار نہیں مجھے عراق کا اجڑا ہوا کوئی گاؤں دو۔ جسے میں آباد کروں۔ آپ نے چند آدمی ملک عراق میں بھیجے۔ انہوں نے بہتیرا ڈھونڈا لیکن کوئی اجڑا ہوا گاؤں نہ پایا۔ واپس آکر سارا حال عرض کیا۔ اور بادشاہ کو بھی مطلع کیا گیا۔ اس نے کہا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ میں عراق اسی طرح آبادی کی حالت میں آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اگر کوئی گاؤں غیر آباد ہو گیا۔ تو قیامت کے دن اس کے جوابدہ آپ ہوں گے۔ خواجہ صاحب اس حکایت پر آبدیدہ ہوئے۔ اور بادشاہ عراق کی عقلمندی کی بہت تعریف کی۔

ذکر جہود ہمسایہ بایزید

بعد ازاں اسلام اور اہل اسلام کی دیانت داری اور صدق کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کے پڑوس میں ایک یہودی کا گھر تھا جب بایزید علیہ الرحمۃ انتقال کر گئے۔ تو اس یہودی سے پوچھا گیا کہ تو کیوں مسلمان نہیں ہوتا؟ کہا۔ میں کیا مسلمان ہوں۔ کیونکہ اگر اسلام وہ ہے۔ جو بایزید کو حاصل تھا۔ تو وہ مجھ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ اسلام ہے۔ جو تمہیں حاصل ہے۔ تو اس اسلام سے مجھے عار ہوتی ہے۔

ملیح کا مصری لانا

منگل کے روز ستائیسویں ماہ مذکور قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ملیح جو میرا پرانا یار ہے۔ تھوڑی سی مصری لایا۔ کیونکہ اس کی لڑکی کا نکاح ہوا تھا۔ جب خواجہ صاحب کو معلوم ہوا کہ اس ملیح کے ہاں چار لڑکیاں ہیں۔ الغرض مصری کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیسی ہے؟ میں نے عرض کی کہ اس کی لڑکی کا نکاح ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جس کے ہاں ایک لڑکی ہو۔ اس کے اور دوزخ کے مابین حجاب ہوتا ہے۔ تیری تو چار لڑکیاں ہیں۔ پھر زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ابوالبنات نے مرزوق کو کہا کہ بیٹیوں کا رزق فراخ ہوتا ہے۔

ذکر قتل خضر طفل را

پھر حضرت خضر علیہ السلام کی حکایت بیان فرمائی کہ جب آپ نے لڑکے کو قتل کیا۔ تو حضرت موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طعن کیا۔

کہ تو نے کیوں پاک نفس کو مار ڈالا؟ بہتر خضر علیہ السلام کو اس کے انجام کی خبر تھی۔ اس کا جواب دیا۔ القصہ اس لڑکے کے باپ کے ہاں اس لڑکے کے قتل کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس سے سات صاحب ولایت پیدا ہوئے۔

بعدازاں مجھ سے پوچھا کہ نماز تراویح کہاں ادا کرتے ہو؟ میں نے عرض کی گھر میں ادا کرتا ہوں۔ ایک امام ہے۔ پوچھا۔ کیا پڑھتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ فاتحہ اور اخلاص۔ فرمایا۔ اچھا ہے۔

پھر فرمایا کہ حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز بھی یہی پڑھا کرتے تھے شیخ صاحب چونکہ بوڑھے ہو گئے تھے اس لیے تراویح بیٹھ کر ادا کیا کرتے۔ صرف فریضہ نمازیں ادا کرتے باقی سب بیٹھ کر۔ پھر ایک بزرگ کا نام لیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں اگر ایک لقمہ کھا کر سو جاؤں۔ تو اس سے بہتر ہے کہ پیٹ بھر لوں اور ساری رات کھڑے ہو کر گزار دوں۔ بعدازاں فرمایا کہ شیخ کبیر اکثر کم افطار کیا کرتے۔ اگر ارادہ بھی کرتے تو تپ وغیرہ کی شکایت ہو جاتی مگر ہاں! روزہ رکھتے۔

بعدازاں شیخ بہاؤ الدین زکریا کے بارے میں فرمایا کہ آپ روزہ کم رکھا کرتے۔ لیکن آپ طاعت اور عبادت بہت کیا کرتے۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ ذکلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ پاک کھانا کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ اور فرمایا کہ شیخ شہاب الدین ان لوگوں میں سے تھے۔ جن کے حق میں یہ آیت صادق آتی ہے

ذکر محبت اطفال

منگل یا جمعے کے روز چودھویں ماہ شوال سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ بچوں کی محبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بڑی محبت کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آیا کرتے تھے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن کو دیکھا کہ بچوں میں کھیل رہے ہیں۔ ایک ہاتھ ٹھوڑی تلے اور ایک سر پر رکھ کر بوسہ دیا اسی اثناء میں میں نے عرض کی کہ کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خاطر اونٹ کی سی

آواز نکالی۔ فرمایا۔ ہاں! یہ تو عام مشہور ہے اور کتابوں میں درج ہے۔ پھر فرمایا۔ فنعم الجمل جملہا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک یار کو کسی ولایت کا حاکم مقرر کر کے وہاں کی حکومت کا حکمنامہ لکھ کر اسے دیا۔ اثنائے راہ میں امیر المومنین نے ایک چھوٹے سے بچے کو گود میں لیا۔ اور پیار کرنے لگے۔ اس یار نے کہا میرے دس بچے ہیں۔ لیکن مجھے ان سے الفت نہیں۔ اور نہ میں انہیں پیار کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ حکمنامہ مجھے دو۔ اس نے دیا۔ تو لیکر ٹکڑے کر دیا۔ اور پھر فرمایا کہ سب تجھے چھوٹوں سے محبت نہیں تو بڑوں سے کب ہوگی۔ واللہ اعلم۔

بدھ کے روز پانچویں ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ایک شخص آیا۔ اسے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ عرض کی۔ دارالخلافہ سے۔ لیکن چھاؤنی سے جو سری میں بھی آیا تھا۔ کیونکہ وہاں کا نام اب دارالخلافت ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے کہہ دیا کہ میں دارالخلافت سے آیا ہوں

ذکر تسمیہ بغداد بہ بغداد

یہاں سے بغداد کی حکایت شروع ہوئی فرمایا۔ بغداد کو پہلے منصور کہا کرتے تھے۔ اس واسطے کہ اس شہر کو شروع میں خلیفہ منصور نے آباد کیا تھا۔ پھر فرمایا کہ بغداد کو مدینۃ الاسلام بھی کہتے ہیں۔ اسی اثنائے میں

ذکر معروف کرخی و مجادلہ در روز قیامت

اولیائے حق اور ان کی محبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا جب قیامت کے دن معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ آئیں گے۔ تو اسی طرح مست ہو جائیں گے۔ خلقت حیران ہوگی۔ اور پوچھے گی کہ یہ کون ہے؟ آواز آئے گی کہ یہ باری جنب کی مستی ہے اسے معروف کرخی کہتے ہیں۔ پھر معروف کرخی کو حکم ہوگا کہ بہشت میں آؤ۔ آپ کہیں گے نہیں میں نے تیری عبادت بہشت کے لئے نہیں کی۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ نوری زنجیریں ڈال کر اسے بہشت میں لے جاؤ۔ پھر کھینچ کر بہشت میں لے جائیں گے۔ حاضرین میں سے ایک نے

سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ تو نہایت عظیم اور پاک ہے۔ اور فرزند آدم ادنےٰ مقام میں ہے۔ محبت اور قربت کی کیا نسبت؟ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ یہ زبان ٹھیک ٹھیک نہیں ادا کر سکتی۔ یہ بحث مسئلہ نہیں میں نے عرض کی کہ اس کے مناسب مجھے ایک شعر یاد آیا ہے ؎

عشق را ابو حنیفہ درس نہ کرد

جب میں نے یہ مصرعہ پڑھا۔ تو دوسرا مصرعہ خواجہ صاحب نے فرمایا ؎

شافعی را در روایت نیست

واللہ اعلم

ذکر فضیلت علم و عاصم قاری

ہفتے کے روز اٹھارھویں ماہ ربیع الاول ۷۱۸ ہجری کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ علم کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ ایک بزرگ صفت حلم سے موصوف تھا۔ اسے پوچھا کہ تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی؟ کہا میں نے اپنے استاد عاصم قاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اپنے استاد کے علم کی بابت کچھ بیان کر۔ کہا ایک مرتبہ استاد سے باہر جنگل میں آپ سے ایک کمینے نے کمینہ پن کرنا چاہا۔ اور برا بھلا کہنا شروع کیا۔ لیکن آپ نے کچھ نہ کہا۔ یہاں تک کہ شہر کے نزدیک آ پہنچے لیکن وہ کمینہ اسی طرح برا بھلا کہے گیا۔ جب آدمی آ پہنچے تو قاری نے کہا۔ صاحب! جانے دو۔ یہاں میرے آشنا بہت ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو تکلیف پہنچے۔ پھر آپ کے علم کی بابت ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا چند شاگرد حدیث کا سبق پڑھ رہے تھے۔ آپ گھٹنوں میں سر رکھے کپڑا لپیٹے بیٹھے تھے۔ اس حالت میں سبق پڑھا رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر کہا کہ آپ کے لڑکے کو قتل کیا گیا ہے پوچھا۔ کس نے قتل کیا ہے؟ کہا۔ آپ کے چچا کے بیٹوں نے۔ شاید ان میں دشمنی ہو گی۔ لڑائی میں مارا گیا ہے۔ قاری صاحب نے کہا۔ جاؤ! فلاں شخص کو کہو کہ اس کی نماز جنازہ ادا کرے۔ اور فلاں مقام پر دفن کر دو۔ اتنا کہہ کر پھر شاگردوں سے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ پڑھو! وہ بزرگ کہتا ہے کہ قاضی صاحب کے چہرے پر کوئی تغیّر کے آثار نمودار نہ

نہ ہوت۔ اور جو کپڑا پہنے ہوئے تھے۔ نہ اتارا۔ اور نہ ہی دوسری صورت اختیار کی۔ بلکہ اسی طرح سبق پڑھانے میں مشغول رہے۔

ذکر حلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ صحابہ میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حلم سے منسوب تھے۔ ایک مرتبہ ایک فحش آدمی نے آپ کو تہمت لگائی کہ صاحب! جس قدر مجھ میں عیب ہیں۔ ان میں سے صرف تھوڑا سا ظاہر ہوا ہے۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان کی تو حاضرین کے واپس جانے کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے پوچھا کہ میں پیر کی خدمت میں کم حاضر ہوتا ہوں۔ زیادہ تر گھر میں پیر کی یاد میں رہتا ہوں۔ یہ بہتر ہے یا یہ کہ ہر روز پیر کی خدمت میں حاضر ہوا کروں۔ فرمایا۔ یہی بہتر ہے کہ پیر کی یاد میں رہا جائے۔ خواہ ظاہر میں دور ہے۔ بعدازاں۔ یہ مصرعہ زبان مبارک سے فرمایا۔

مصرعہ

پیر دل تو در دل بہ کہ دو دل پیر دل بہ

ذکر نقل قطب العالم و نشستن حضرت شیخ الاسلام بجائے او

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز ہفتے دو ہفتے بعد قطب العالم حضرت شیخ قطب الدین نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں بجلات شیخ بدالدین اور دوسرے عزیزوں کے جو ہر روز حاضر خدمت رہتے۔ حاضر ہوا کرتے۔ پھر فرمایا کہ جب حضرت قطب العالم شیخ قطب الدین کی رحلت کا وقت قریب پہنچا تو ایک بزرگ کا نام لیا۔ جو شیخ قطب الدین کی پائنتی میں مدفون ہے۔ اور اسے تمنا تھی کہ شیخ صاحب کے بعد قائم مقام بنے۔ شیخ بدرالدین کو بھی یہی آرزو تھی۔ لیکن جس سماع میں شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا انتقال ہوا ہے۔ اس میں فرمایا کہ میرا جامہ، عصا، مصلا اور لکڑی کے نعلین شیخ فریدالدین کو دے دینا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے وہ عصا اور جامہ دیکھا تھا۔ جامہ سوزنی دوالی تھی۔ الغرض جس رات حضرت قطب العالم شیخ قطب الدین کا انتقال ہونے والا تھا حضرت شیخ فریدالدین ہانسی میں تھے۔ اسی رات شیخ

اپنے پیر فرید الدین نے کو خواب میں دیکھا۔ کہ اسے بارگاہ میں بلاتے ہیں۔ دوسرے روز شیخ صاحب ہانسی سے روانہ ہوئے۔ چوتھے روز شہر میں پہنچے۔ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے وہ جامہ وغیرہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین طیب اللہ ثراہ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے دوگانہ ادا کر کے جامہ پہن لیا۔ اور جس گھر میں حضرت قطب العالم حضرت قطب الدین رہا کرتے تھے۔ تین دن سے زیادہ قیام نہ کیا۔ ایک روایت کے مطابق سات روز قیام کیا۔ پھر ہانسی کی طرف چلے آئے۔ آپ کے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جن دنوں آپ قطب العالم حضرت شیخ قطب الدین کے شہر میں رہے۔ سرہنگا نام ایک شخص ہانسی سے آپ کے دیدار کے لئے دو تین مرتبہ آیا۔ لیکن دربان نے اندر نہ جانے دیا۔ ایک روز جب آپ گھر سے باہر نکلے۔ تو یہی سرہنگا آکر پاؤں پڑا اور رونے لگا شیخ صاحب نے پوچھا۔ کیوں روتے ہو۔ اس نے کہا۔ اس واسطے کہ جب آپ ہانسی میں تھے ہم آسانی سے دیدار کر لیتے تھے۔ اب تو آپ کا دیدار مشکل ہو گیا۔ آپ نے اسی وقت یاروں کو فرمایا کہ میں پھر ہانسی جاؤں گا۔ حاضرین نے کہا کہ شیخ صاحب نے آپ کو یہیں ٹھیرنے کے لئے فرمایا ہے۔ آپ کیوں اور جگہ جاتے ہیں۔ فرمایا۔ یہ نعمت مجھے ملی ہے وہ شہر و جنگل میں یکساں ہے واللہ اعلم بالصواب۔

مریدوں کی خوش اعتقادی

بدھ کے روز تیسری ماہ ربیع الآخر سنہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔

مریدوں کی خوش اعتقادی اور پیر کے فرمان کی نگہداشت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری کے پوتے شرف الدین ساکن ناگور کے دل میں خواہش پیدا ہوئی۔ کہ میں شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید بنوں یہ نیت کر کے ناگور سے روانہ ہوا۔ اس کی ایک لونڈی تھی جس کی قیمت کم و بیش سو اشرفی تھی اس نے کہا کہ جب آپ شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوں۔ تو میرا سلام عرض کر دینا۔ نیز ایک چھوٹی پگڑی کرمی ہوئی تھی۔ کہ یہ شیخ صاحب کی خدمت میں پہنچا دینا۔ جب مولانا شرف الدین شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پہلے تو عرض

کیا ہے۔ وہ یہ لونڈی بھیجی ہے۔ وہ نکال کر شیخ صاحب کے روبرو رکھ دی۔ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے آزادی عطا فرمائے۔ جب مولانا شریف الدین سامنے سے اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ تو دل میں خیال کیا کہ چونکہ شیخ صاحب کی زبان مبارک سے نکلا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے آزادی عطا فرمائے۔ ضرور ہے کہ وہ آزاد ہو جائے گی لیکن لونڈی قیمتی ہے۔ میں اسے آزاد تو نہیں کر سکتا۔ البتہ بیچوں گا۔ ممکن ہے کہ جو شخص اسے خریدے۔ وہ آزاد کر دے۔ پھر دل میں خیال آیا کہ جس کے گھر جا کر لونڈی آزاد ہو گی۔ اسے ثواب ملے گا۔ تو میں ہی کیوں نہ ثواب لوں۔ یہ نیت کر کے شیخ صاحب کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ میں نے اس لونڈی کو آزاد کیا واللہ اعلم۔

دنیا کی محبت و عداوت کے بارے میں

اتوار کے روز اٹھارہویں ماہ مذکور سن مذکور کو دستبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ دنیا کی محبت اور عداوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ خلقت تین قسم کی ہوتی ہے۔ ایک جو دنیا کو عزیز سمجھتے ہیں۔ اور دن رات اسی کا ذکر کرتے ہیں اور طلب بھی۔ ایسے لوگ بہت ہیں۔ دوسرے وہ۔ جو اسے دشمن جانتے ہیں۔ اور اسے برائی سے یاد کرتے ہیں۔ اور بالکل اس کے مخالف ہوتے ہیں۔ تیسرے وہ لوگ ہیں۔ جو نہ اس سے دشمنی کرتے ہیں۔ نہ دوستی۔ ایسے لوگ پہلی دو قسموں کی نسبت اچھے ہوتے ہیں۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرد رابعہ بصری علیہا الرحمۃ کی خدمت میں آ کر بیٹھا۔ اور دنیا کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ رابعہؒ نے فرمایا۔ کہ پھر میرے پاس نہ آنا۔ کیونکہ تو دنیا کا دوست دار معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ تو اس کا ذکر کرتا ہے۔

یہاں سے ترک دنیا کی نسبت ذکر چھیڑا۔ تو ایک درویش کی بابت فرمایا کہ ایک درویش ابو دعنی نام کیتھل اور کہرام کے علاقے میں رہا کرتا تھا جو نہایت

ہی تارک الدنیا تھا۔ چنانچہ کپڑے بھی نہیں پہنا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ آیا اس کا کوئی پیر بھی تھا فرمایا۔ نہیں پھر فرمایا۔ اگر اس کا پیر ہوتا۔ تو پردہ کیوں نہ ڈھانپتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کوئی پیر نہ تھا۔ پھر فرمایا کہ وہ نماز بہت ادا کیا کرتا تھا۔ میں نے عرض کی۔ پیر خود دنیا دار ہو تو کیا اس کے لئے مناسب ہے کہ مریدوں کو دنیا کی محبت سے منع کرے۔ فرمایا اگر منع کرے گا بھی تو اس کا اثر نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ زبان دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک زبان قال۔ دوسری زبان حال۔ پند و نصیحت زبان حال سے ہی اثر کرتی ہے۔ جب زبان حال نہ ہو تو زبان قال کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

پھر شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت فرمایا کہ ایک دفعہ آپ کو اپنے شیخ صاحب سے پگڑی عطا ہوئی جسے آپ اپنے پاس رکھتے۔ اور برکتیں حاصل کرتے۔ ایک مرتبہ آپ سوئے۔ تو وہ پگڑی پاؤں کی طرف ہو گئی۔ اتفاقیہ پاؤں اس سے چھو گیا جب بیدار ہوئے۔ تو نہایت قلق ہوا۔ اور یہاں تک گھبرا کر فرمایا کہ قیامت کے دن میں افسوسناک اور اندوہگین اٹھوں گا۔

پھر فرمایا کہ مجھے جو خرقہ شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز سے حاصل ہوا۔ وہ گدڑی اب تک میرے پاس ہے۔ جب میں اجودھن سے دہلی آرہا تھا۔ تو وہ خرقہ اپنے ہمراہ لیا۔ میرے ساتھ ایک اور ہمراہی تھا۔ راستے میں ہم ایسے مقام پر پہنچے جہاں لٹیروں کا خطرہ تھا۔ اس نے میرا دامن پکڑ لیا۔ اور ہم ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں چند ڈاکو ہمارے مقابل آکھڑے ہوئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ گدڑی مجھے شیخ صاحب نے عطا فرمائی ہے۔ یہ کسی صورت بھی یہ جا نہیں سکتے۔ پھر خیال آیا کہ اگر یہ بھی گئے۔ تو میں آبادی کی طرف نہیں جاؤں گا۔ ایک گھڑی بعد تمام ڈاکو متفرق ہو گئے اور ہمیں کچھ بھی نہ کہا۔ ہم صحیح سلامت چلے گئے۔

پھر دنیا کے جمع و خرچ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ دنیا جمع نہیں کرنی چاہیئے۔ لیکن ہاں کپڑا وغیرہ جس سے پردہ ڈھانکا جائے۔ جائز ہے۔ لیکن زیادہ نہیں ہونا چاہیئے۔ جو کچھ ملے۔ خرچ کر دینا چاہیئے۔ اور جمع نہیں کرنا چاہیئے۔ پھر یہ شعر زبان

مبارک سے فرمایا ؎

زر از بہر دادن بود اے پسر براے نہادن چہ سنگ و زر

پھر قاضی صاحب کا یہ شعر پڑھا ؎

چوں خواجہ نخواہد ز اندازہ ہستی زر کانی
آں گنج کہ او دارد پندار کہ من دارم

اس اثنا میں ایک کو مسواک عنایت فرمائی۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک عالم نور ترک نام یہاں سے کعبے کی طرف گیا۔ اور وہیں سکونت اختیار کی۔ اور گھر کے دروازے پر لکھ دیا۔ کہ جس کے پاس مسواک نہ ہو اسے میرے گھر آنا حرام ہے۔

پھر درویشوں کے مکارم اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ اور بو علی سینا نے آپس میں ملاقات کی جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو بو علی نے صوفی کو جو شیخ صاحب کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ کہا کہ جب میں شیخ صاحب کی خدمت سے واپس چلا آؤنگا۔ تو جو کچھ شیخ صاحب میرے حق میں فرمائیں گے۔ مجھے لکھ بھیجنا۔ جب واپس چلا آیا۔ تو شیخ صاحب نے اس کے بارے میں نہ نیک نہ بد کچھ ذکر نہ کیا جب اس صوفی نے شیخ صاحب سے بو علی سینا کی بابت کچھ نہ سنا۔ تو ایک روز خود ہی شیخ صاحب سے پوچھا کہ بو علی سینا کیسا آدمی ہے؟ فرمایا حکیم طبیب اور عالم شخص ہے لیکن مکارم اخلاق نہیں رکھتا۔ صوفی نے یہ الفاظ بو علی کو لکھ بھیجے۔ بو علی نے واپس خط لکھا کہ میں نے مکارم اخلاق میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں۔ پھر شیخ صاحب کیوں کہتے ہیں کہ مجھ میں نیک اخلاق نہیں؟ شیخ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ وہ نیک اخلاق کی بابت کچھ نہیں جانتا۔ میں نے تو یہ کہا ہے کہ اس کے اخلاق نیک نہیں۔

پھر قاضی منہاج الدین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ میں

نے دونوں ہفتے اس کا ذکر کیا۔ ایک روز اس کا ذکر کرتے کرتے یہ رباعی پڑھی۔

رباعی

سب برلب دلبراں مہوش کردن وآہنگ سر زلف مشوش کردن
امروز خوش است لیک فردا خوش نیست خود را پوچے طعمہ را آتش کردن

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے یہ شعر سنا تو از خود رفتہ ہو گیا۔ جب گھڑی بعد ہوش میں آیا تو پھر اس کے احوال بیان کیے۔ کہ وہ صاحب ذوق مرد ہو گزرا ہے۔ ایک مرتبہ اسے شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر بلایا گیا۔ وہ دن سوموار کا تھا۔ اس نے وعدہ کیا کہ میں تذکیر اور وعظ سے فارغ ہو کر آؤنگا جب تذکیر سے فارغ ہو کر حاضر ہوا۔ اور سماع سننے لگا۔ تو دستار اور جامہ وغیرہ سب ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ پھر شیخ بدرالدین غزنوی کی نظم کے دو تین شعر جس کی ردیف آتش گرفت ہے۔ کہے جن میں سے ایک شعر یاد رہ گیا ہے۔

نوحہ میکرد من نوحہ گر در مجمعے
آہ زیں سوزم برآمد نوحہ گر آتش گرفت

پھر فرمایا کہ قاضی منہاج الدین شیخ بدرالدین لوشیر سرخ کہا کرتے تھے پھر شیخ نظام الدین ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو میں نے پوچھا کہ کیا آپ نے اس کی تذکیر سنی ہے؟ فرمایا۔ ہاں! ان دنوں میں بچہ تھا۔ اس لیے میں معنوں کو اچھی طرح نہ سمجھ سکا۔ ایک روز آپ کی تذکیر میں آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ مسجد میں آئے اور نعلین اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیں۔ اور پھر دوگانہ ادا کیا۔ نماز میں جو آپ کی شکل و صورت تھی۔ وہ اور کسی کی نہ تھی۔ دوگانہ ادا کر کے منبر پر چڑھے۔ ایک شخص قاسم نام خوش خوان تھا۔ اس نے ایک آیت پڑھی۔ بعد ازاں شیخ نظام الدین ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ سارے لوگ رونے لگے۔ پھر یہ شعر پڑھا

نہ از عشق تو زتو حسنہ خواہم کرد جاں در غم تو زیر و زبر خواہم کرد

تو خلقت نعرے مار اٹھی۔ پھر دو تین مرتبہ یہ شعر پڑھا۔ پھر فرمایا۔ اے مسلمانو! اس شعر کے ساتھ کا دوسرا شعر مجھے یاد نہیں آتا۔ میں کیا کروں؟ یہ بات کچھ ایسے عجز سے کہی کہ سب میں اثر کر گئی۔ پھر قاسم نے دوسرا شعر پڑھا اور رباعی مکمل ہوئی۔ شیخ صاحب رباعی پڑھ کر نیچے اتر آئے۔

تو پھر آپ کی بزرگی کی نسبت خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ بارش کی قلت ہوئی۔ تو آپ کو مجبور کیا گیا۔ کہ بارش کے لئے دعا کریں۔ منبر پر چڑھ کر بارش کی دعا کی۔ بعد ازاں آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ پروردگار! اگر تو بارش نہیں بھیجے گا۔ تو پھر میں آبادی میں نہیں رہوں گا۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے باران رحمت بھیجا۔ بعد ازاں سید قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ملاقات کی اور یہ کہا کہ ہمیں آپ کے حق میں پکا اعتقاد ہے۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے کامل نیاز حاصل ہے۔ پھر یہ الفاظ کیوں کہے کہ اگر بارش نہیں بھیجے گا تو میں آبادی میں نہیں رہوں گا۔ شیخ نظام الدین المؤید نے فرمایا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ ضرور بارش بھیجے گا۔ پھر سید قطب الدین نے پوچھا کہ آپ کو کس طرح معلوم تھا؟ فرمایا۔ ایک مرتبہ میرا سید نور الدین مبارک نور اللہ مرقدہ کے سلطان شمس الدین کے پاس نیچے اوپر بیٹھنے کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ تو میں نے ایسی بات کہہ دی۔ جس سے آپ (سید نور الدین) ناراض ہو گئے۔ جن دنوں مجھے بارش کی دعا کے لئے کہا گیا۔ تو میں آپ (سید نور الدین) کے روضے مبارک پر گیا۔ اور عرض کی کہ مجھے بارش کی دعا کے لئے کہا گیا ہے۔ اور آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ اگر میرے ساتھ صلح کریں تو میں دعا کر دوں۔ اگر نہ کریں تو نہ کروں۔ روضہ مبارک سے آواز آئی کہ میں راضی ہوں۔ جا کر دعا کرو۔

نماز کے بارے میں

بدھ کے روز پانچویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نماز

کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ زمن ادا کر کے جو جگہ تبدیل کرتے ہیں۔ یہ کس طرح پر ہے۔ فرمایا بہتر تو یہی ہے کہ جگہ تبدیل کر لیں۔ امام اگر جگہ نہ بدلے تو کوئی بات نہیں۔ لیکن مقتدی کو ضرور بدل لینی چاہیئے۔ جگہ بدلتے وقت بائیں طرف کو سرکنا چاہیئے۔ اور رو بقبلہ رہنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

درویشوں کے ہاتھ کو بوسہ دینے کے بیان میں

جمعہ کے روز تیرھویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اور درویشوں کے ہاتھ کو بوسہ دینے اور اس سے برکت حاصل کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ درویش اور مشائخ جو ہاتھ کو بوسہ دینے کی اجازت دیتے ہیں۔ تو ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ شاید ان کے ہاتھ میں کسی مغفور کا ہاتھ آ جائے۔

پھر درویشوں کی دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ایک شیخ خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میرا ایک ہمسایہ ہے۔ جس کی نظر میرے گھر پر پڑتی ہے میں بہتیرا اسے منع کرتا ہوں لیکن وہ باز نہیں آتا۔ اور مجھے تکلیف دیتا ہے۔ خواجہ اجلؒ نے پوچھا کیا اسے یہ معلوم ہے کہ تو میرا مرید ہے۔ عرض کی جناب! اسے معلوم ہے۔ فرمایا۔ تو پھر اس کی گردن کا مہرہ کیوں نہیں ٹوٹتا؟ جب خواجہ صاحب نے یہ فرمایا۔ تو وہ مرید گھر آیا۔ اور ہمسائے کی گردن کا مہرہ ٹوٹا ہوا دیکھا۔ پوچھا کہاں سے گرا ہے؟ کہا۔ لکڑی کی جوتی پہنی ہوئی تھی۔ پاؤں پھسل گیا۔ اور گر پڑا جس سے گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا۔

پھر مردان حق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ اگلے وقتوں میں چار آدمی برہان نامی ملک بالا سے دہلی میں آئے۔ ان میں سے ایک برہان بلخی تھا۔ دوسرا برہان شانی۔ اور دوسرے دو برہانوں کی بابت مجھے یاد نہیں۔ الغرض ان میں از حد موافقت تھی۔ کھانا پینا اکٹھا کھایا پیا کرتے تھے۔ اور تحصیل علم بھی ایک ہی جگہ کیا کرتے۔ جن دنوں وہ دہلی آئے۔ اس وقت شہر کا قاضی نصیر کاشانی تھا۔

اس نے برہان الدین کاشانی سے ایک مجلس میں مسئلہ پوچھا۔ یہ برہان کاشانی پست قد تھا جب اس نے جواب ... گیا۔ طالبعلموں نے کہا۔ ریزہ کیا جواب دے گا اس کا صرف ہی مرتبہ ریزہ ہو گیا۔ یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس دن سے اسے ریزہ پکارنے لگے۔ یہ ریزہ عجیب مرد تھا۔ آخر میں وہ ابدال بنا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔ ہر روز صبح کے وقت پیادہ نکلتا۔ باوجودیکہ اس کے پاس دس گھوڑے تھے۔ اور نہ ہی کوئی غلام اپنے ہمراہ لے جاتا حالانکہ سو سے زیادہ خدمتگار تھے۔ اس کا ایک لڑکا نور الدین محمد نام تھا۔ اس نے ایک روز باپ کو کہا کہ آپ ہر روز کیلئے گھر سے باہر جاتے ہیں۔ اور ہمارے دشمن بہت ہیں۔ اگر آپ ایک غلام کو پانی کا کوزہ دے کر ہمراہ لے جائیں تو بہتر ہوگا۔ بیٹے کو جواب دیا کہ بابا محمد! جہاں میں جاتا ہوں۔ اگر وہاں غلام کی گنجائش ہو۔ تو پہلے میں تجھے لے جاؤں۔

رجب کی اوائل تاریخوں میں نماز کا بیان

اتوار کے روز انتیسویں ماہ جمادی الآخر کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ چونکہ ماہ رجب نزدیک تھا۔ میں نے عرض کی کہ خواجہ اویس قرنی نے ماہ رجب کی تیسری چوتھی اور پانچویں تاریخوں میں نماز کے لئے کہا ہے۔ میرے دل میں خیال آتا ہے کہ جس بزرگ نے کسی دعا یا نماز کے لئے کہا ہے۔ وہ یا تو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ یا اصحابہ کرامؓ سے۔ خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے جن نمازوں کی بابت ... فرمایا ہے۔ اور سورتیں مقرر کی ہیں۔ یہ کہاں سے سنے ہیں؟ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ الہام ہوا تھا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ اس سے پہلے جب میں دہلی سے اجودھن شیخ صاحب کی خدمت میں جایا کرتا تھا۔ تو یہ تین اسم پڑھا کرتا تھا۔ یا حافظ۔ یا ناصر۔ یا معین۔ حالانکہ مجھے یہ کسی نے نہیں بتلائے تھے۔ پھر مدت بعد ایک بزرگ نے یہ دعا مجھے لکھ دی سہ بار۔ یا حافظ۔ یا ناصر یا معین یا مالک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین۔

پھر احوال مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ میں نے ایک بات سنی ہے۔ اور کہتے بھی اسی طرح ہیں۔ کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے یہ کلمات کہے ہیں۔ میں تو ان کلمات کی کوئی تاویل نہیں پاتا۔ اور نہ دل مطمئن ہوتا ہے۔ پوچھا۔ کون سے کلمات ہیں؟ میں نے عرض کی۔ کہتے ہیں کہ وہ کلمات یہ ہیں۔ "محمد و من دونہ تحت لوائی یوم القیمۃ" محمد اور اس کے سوا جتنے ہیں سب قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔ فرمایا۔ نہیں۔ خواجہ بایزیدؒ نے یہ کلمات نہیں کہے۔ پھر فرمایا کہ ہاں! ایک مرتبہ اتنا ضرور کہا تھا۔ کہ سبحانی ما اعظم شانی۔ سو اجدیں آخری عمر میں آکر استغفار کی تھی کہ میں نے یہ بات ٹھیک نہیں کہی تھی۔ میں یہودی تھا۔ اب میں جنیو توڑ کر مسلمان ہوتا ہوں اور کہتا ہوں۔ "اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله"

یہاں سے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ مردان خدا اور مشائخ کو جو حالت ہو جاتی ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں آئے۔ جس میں ایک کنواں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کنویں کے کنارے پر بیٹھے اور پاؤں لٹکا دیئے۔ اور یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔ ابوموسیٰ اشعری ہمراہ تھے۔ انہیں فرمایا کہ میری اجازت سے بغیر کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ اسی اثناء میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ ابوموسیٰ اشعریؓ نے اطلاع دی۔ فرمایا۔ اندر بلاؤ۔ اور بہشت کی خوشخبری دو۔ ابوموسیٰ عالی ابوبکرؓ کو اندر بلا لائے۔ آپ آکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ بعد ازاں حضرت عثمانؓ کو بھی اندر بلا لیا۔ آپ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل بیٹھے۔ بعد ازاں فرمایا کہ جس طرح آج ہم یہاں اکٹھے ہیں۔ اسی طرح موت بھی ایک ہی جگہ ہوگی۔ اور حشر بھی۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی۔ تو خرقہ اور خرقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات خرقہ عطا ہوا تھا۔ صحابہؓ کو بلا کر فرمایا۔ مجھے ایک خرقہ ملا ہے۔ جو ایک کو طلا میں سب سے ایک سوال

پوچھوں گا جس کا جواب مجھے یاد ہے۔ تم میں سے جو ٹھیک جواب دے گا
خرقہ دوں گا۔ پھر ابوبکرؓ کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ اگر یہ خرقہ آپ کو ملے تو کیا کرو گے؟
عرض کی۔ صدق اختیار کروں گا۔ اور طاعت اور عطا کروں۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ تو عرض
کی میں عدل اور انصاف کروں گا۔ حضرت عثمانؓ سے پوچھا تو عرض کی ... اختیار
کروں گا۔ اور سخاوت کروں گا۔ بعد ازاں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا۔ تو عرض
کی کہ میں پردہ پوشی کروں گا۔ اور بندگان خدا کے عیب چھپاؤں گا۔ فرمایا۔ خرقہ لے لو۔
مجھے یہی فرمان تھا کہ جو صحابی یہ جواب دے گا۔ اسے خرقہ دینا۔

پھر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب کے بارے میں فرمایا کہ آپ کی
زرہ جاتی رہی۔ ایک دن ایک یہودی کے ہاتھ میں وہی زرہ دیکھ کر اسے پکڑ لیا۔ اور
فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے۔ یہودی نے کہا۔ دعویٰ کر کے ثابت کرو۔ اور لے لو۔ ان دنوں
جناب ہی خلیفہ تھے۔ کہنے لگے کہ میں ہی خلیفہ اور میں ہی مدعی۔ یہ دعویٰ کس طرح ثابت
ہو گا۔ چلے شریحؓ کے پاس جانا چاہیئے۔ اور دعویٰ عمل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ویسے ہی
کیا۔ ان دنوں شریحؓ آپ کا نائب تھا۔ القصہ جب شریحؓ کے پاس گئے۔ اور زرہ
کا دعویٰ کیا۔ تو شریحؓ نے امیر المومنین علیؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اگرچہ آپ ہمارے
خلیفہ ہیں۔ لیکن اس وقت میں بحکم نیابت حاکم ہوں۔ چنانچہ آپ مدعی بن کر آئے ہیں۔
اس لیے آپ یہودی کے ساتھ کھڑے ہوں۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ویسا ہی کیا۔
یہودی کے برابر کھڑے ہوئے۔ اور کہا کہ زرہ میری ہے۔ جو یہودی کے ہاتھ ناحق لگی ہے
شریحؓ نے گواہ مانگا۔ آپ نے حسنؓ اور قنبرؓ بطور گواہ پیش کیے۔ شریحؓ نے کہا۔
حسنؓ آپ کا فرزند ہے۔ اور قنبرؓ غلام۔ اس لیے میں ان کی گواہی نہیں لینا چاہتا۔ آپ نے
فرمایا کہ میں کوئی اور گواہ پیش نہیں کر سکتا۔ شریحؓ نے یہودی کو کہا کہ زرہ اٹھا کر لے جاؤ۔ جب تک
دو گواہ نہ ہوں گے۔ زرہ نہ ملے گی۔ جب یہودی نے یہ معاملہ دیکھا۔ تو حیران رہ گیا۔ دل میں کہا
کہ واہ! دین محمدی کیسا دین ہے۔ فوراً اسلام قبول کیا۔ اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو زرہ دے
کر کہا کہ یہ آپ ہی کا حق اور ملک ہے۔ امیر المومنینؓ نے وہ زرہ بھی اور ایک گھوڑا اسے

بخش دیا۔ اسی مجلس میں آکر ایک مرید نے عرض کی کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا۔ نام کیا رکھا ہے۔ عرض کی۔ خیر یعنی ابھی تک کوئی نام نہیں رکھا۔ فرمایا۔ اچھا خیر ہی رہنے دو۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ خیر نساج ایک دفعہ شہر سے باہر نکلے۔ تو ایک بدو نے پکڑ لیا۔ اور کہا کہ تو میرا غلام ہے۔ خواجہ خیر نساج نے کچھ نہ کہا۔ بلکہ تسلیم کر لیا۔ اور مدت تک اس کے گھر میں رہے۔ اس بدو کا ایک باغ تھا جس کے مالی آپ بنے۔ مدت بعد جب وہ باغ میں آیا۔ تو خواجہ خیر نساج کو کہا۔ ایک میٹھا انار لاؤ۔ خواجہ صاحب نے ایک انار لا کر اسے دیا جب اس نے چکھا۔ تو کھٹا تھا۔ کہا۔ میں نے تو میٹھا انار لانے کے لئے تجھے کہا تھا۔ خواجہ صاحب نے ایک اور انار لا کر دیا۔ وہ بھی ترش نکلا۔ باغ کے مالک نے کہا۔ میں نے میٹھا انار تجھ سے مانگا تھا۔ اور تو ترش لایا ہے۔ خواجہ صاحب نے کہا مجھے کیا خبر کہ میٹھا انار کون سا ہے اور کھٹا کون سا۔ اس نے کہا کہ مدت سے تو اس باغ کا مالی ہے۔ تجھے کھٹے میٹھے انار کی بھی تمیز نہیں۔ خواجہ صاحب نے کہا میں باغبان ہوں اور امین ہوں۔ میں انار چکھتا نہیں ہوں کہ کھٹے میٹھے کی تمیز ہو۔ باغ کے مالک کو جو یہ بات معلوم ہوئی۔ تو انہیں آزاد کر دیا۔ خواجہ نساج کا نام اس سے پہلے کچھ اور تھا۔ اسی آقا نے آپ کا نام خیر رکھا۔ جب خیر نساج آزاد ہو گئے۔ تو کہا کہ میرا نام یہی رہے گا جو اس مرد نے رکھا ہے۔

ایک حدیث کا بیان

منگل کے روز چھبیسویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ میرے دل میں ایک حدیث تھی۔ اس کی تحقیق پوچھی۔ وہ حدیث یہ تھی زر غبا تزدد حبا۔ میں نے پوچھا کہ آیا یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ فرمایا ہاں! ابو ہریرہ کو فرمایا تھا۔ کہ ناغہ کرکے حاضر ہوا کرو۔ تاکہ دوستی زیادہ ہو جائے۔ کیونکہ آپ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک روز آنا اور ایک روز نہ آنا زر غبا کہلاتا ہے۔

پھر ان درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو اہل وعیال میں گرفتار ہوتے ہیں۔ فرمایا صبر تین موقعوں پر کرنا چاہیئے۔ اول الصبر عنهن۔ دوم۔ الصبر علیهن۔ سوم۔ الصبر علی النار۔ پھر بیان فرمایا کہ اول عورتوں سے صبر کرنا چاہیئے کہ بالکل عورتوں کی طرف کشش میں وابستہ نہ ہو۔ یہ صبر سب سے اچھا ہے۔ یہ الصبر عنهن کہلاتا ہے۔ الصبر علیهن کا یہ مطلب ہے کہ اگر عورت نہ ہو تو لونڈی نہ ہو۔ اور لونڈی خریدے پھر اس کے سبب جو سختیاں پیش آئیں۔ ان پر صبر کرے۔ باقی رہا۔ الصبر علی النار سو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان سے گزر جائے۔ اور خطار کرے۔ تو الصبر علی النار کہلاتا ہے۔ پس صبر کی تین قسمیں ہوئیں۔ اول۔ صبر عنهن۔ دوم الصبر علیهن۔ سوم۔ الصبر علی النار۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر مولانا نور ترک

منگل کے روز تیرہویں ماہ شعبان سن مذکور کو دستبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مولانا نور ترک کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ بعض علماء حضرات نے ان کے دین کے بارے میں کچھ کہا ہے۔ فرمایا نہیں۔ آسمان سے جو پانی برستا ہے۔ وہ زیادہ پاکیزہ ہوتا ہے۔ پھر میں نے عرض کی کہ میں نے طبقات ناصری میں لکھا دیکھا ہے کہ اس نے علمائے شریعت کو ناجی اور مرجی کہا ہے۔ فرمایا۔ اسے علمائے شہر سے بڑا تعصب تھا۔ اس واسطے کہ وہ انہیں دنیا کی آلودگی سے آلودہ دیکھتا تھا۔ اور اسی واسطے علماء بھی اسے ان چیزوں سے منسوب کرتے تھے۔ پھر میں نے عرض کی کہ مرجی اور ناجی کون ہوتے ہیں؟ فرمایا۔ مرجی رافضی کو کہتے ہیں۔ اور مرجی ان لوگوں کو کہتے ہیں۔ جو ہر جگہ سے امید رکھیں۔ پھر فرمایا کہ ناجی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک خالص۔ دوسرے غیر خالص۔ خالص وہ ہے۔ جو صرف رحمت کا ذکر کرے۔ اور ناجی غیر خالص وہ ہے۔ جو رحمت کی بابت بھی کہے اور عذاب اور مذہب کی بابت بھی۔

بعد ازاں مولانا نور ترک کی بابت فرمایا کہ آپ پر تنگی حد درجہ کی تھی لیکن ہاتھ کسی کے آگے نہیں پھیلایا۔ جو کچھ کہتے۔ علم اور مجاہدہ کی قوت سے کہتے۔ آپ کا

ایک غلام تھا۔ جو آپ کو ہر روز ایک درم دیا کرتا تھا۔ اور یہی آپ کی وجہ معاش تھی
پھر فرمایا کہ جب آپ مکہ گئے۔ تو وہیں سکونت اختیار کی۔ اُس ولایت کا ایک
آدمی وہاں گیا۔ اور دو سیر چاول آپ کو دیئے۔ آپ نے دعا کی۔ ایک مرتبہ رضیہ سلطانہ
نے کچھ سونا آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ مکروہ اٹھا کر اس زر کو پیٹنے لگے۔ اور کہنے لگے
کہ یہ کیا ہے۔ اسے لے جاؤ! جب اس آدمی نے دو سیر چاول دیئے آپ نے لے لئے
تو اس کے دل میں خیال آیا۔ کہ ہو نہ ہو یہ وہی بزرگ ہے جس نے دہلی میں اس قدر زر کو
رد کر دیا تھا۔ اور اب دو سیر چاول قبول کرتا ہے۔ مولانا ترک نے فرمایا کہ مکے کو دہلی جیسا
قیاس کرو۔ نیز میں ان دنوں جوان تھا۔ اب وہ قوت اور تیزی کہاں رہی ہے۔ اب
بوڑھا ہو گیا ہوں۔ یہاں کا دانہ دلنکا ہی عزیز ہے

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا ترک نے ہانسی میں وعظ و نصیحت کی۔ میں نے
شیخ الاسلام شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ
میں نے بارہا آپ کی وعظ و نصیحت سنی جب آپ ہانسی پہنچے۔ تو میں نے جا کر آپ
کی وعظ و نصیحت سننی چاہی۔ میں اس وقت پھٹے پرانے رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھا۔
کبھی مجھ سے پہلے ملاقات نہ ہوئی تھی جب میں مسجد میں داخل ہوا۔ تو مجھ پر نظر پڑتے ہی
فرمایا کہ مسلمانو! اب سخن کا وارث آ گیا ہے۔ بعد ازاں اس قدر تعریف کی کہ بادشاہ کی بھی
نہ کی ہو گی۔

پھر تعویذ لکھنے اور دینے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ شیخ الاسلام حضرت شیخ
فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام قطب الاقطاب قطب الدین
بختیار نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں عرض کی کہ لوگ مجھ سے تعویذ مانگتے ہیں۔ آپ اس بارے
میں کیا فرماتے ہیں۔ کیا لکھ دوں یا نہ؟ شیخ الاسلام قطب الاقطاب حضرت شیخ قطب الدین
نے فرمایا کہ یہ کام نہ میرے ہاتھ میں ہے۔ نہ تیرے ہاتھ میں۔ تعویذ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس
کا کلام ہے۔ لکھو اور دو۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میرے دل میں بارہا خیال آیا تھا کہ تعویذ لکھنے کی

اجازت مانگوں۔ ایک مرتبہ بدرالدین اسحٰق جو آپ کے تعویذ لکھا کرتے تھے موجود نہ تھے اور لوگ تعویذ لینے آئے تھے۔ سب مجھے حکم دیا کہ لکھ دو۔ میں نے تعویذ لکھنے شروع کئے۔ لوگ بہت ہوگئے۔ اس لئے مجھے بہت کچھ لکھنا پڑا۔ اور خلقت کی مزاحمت زیادہ ہوئی۔ اسی اثناء میں شیخ صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تو ملول ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کی۔ جناب کو معلوم ہے۔ فرمایا میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ تعویذ لکھ کر دے۔ بعدازاں فرمایا کہ بزرگوں کا ہاتھ سے چھونا بھی کچھ کام رکھتا ہے۔

خالی ہاتھ آنے کے بیان میں

سوموار کے روز گیارہویں ماہ رمضان سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔

جو شخص حاضر خدمت ہوتا۔ وہ کوئی نہ کوئی چیز بطور سلامی لاتا۔ ایک شخص کچھ بھی نہ لایا۔ جب وہ واپس چلنے لگا۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اسے کچھ دو۔

بعدازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے۔ کچھ لاتا ہے۔ اگر کوئی مسکین آئے اور کچھ نہ لائے۔ تو مجھے ضرور اسے کچھ نہ کچھ دینا چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ تو علم اور احکام شرعی کی طلب کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور جب واپس جاتے تو لوگوں کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔ یعنی ان فوائد سے جو حاصل کیا کرتے خلقت کی رہنمائی کیا کرتے۔ جب واپس جاتے۔ تو جب تک کچھ کھا پی نہ لیتے۔ واپس نہ جاتے۔

پھر فرمایا کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے ایک روز خطبے میں فرمایا کہ مجھے یاد نہیں کہ شاید کبھی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شام تک کوئی چیز اپنے پاس رکھی ہو۔ صبح سے دوپہر تک جو کچھ ہوتا۔ دے دیتے۔ پھر دوپہر سے شام تک جو کچھ ہوتا۔ وہ رات تک سب دے دیتے۔

اتنے میں میں نے عرض کی کہ اسراف کیا ہے؟ اور اس کی حد کیا ہے؟ فرمایا جو بغیر نیت

دیا جائے اور خدا کے لئے نہ دیا جائے۔ اگر ایک دانگ بھی بغیر نیت اور غیر راہ خدا میں صرف
کیا جائے۔ تو اسراف کہلاتا ہے۔ اور رضائے حق کی خاطر اگر سارا جہان بھی دے دیا جائے
تو بھی اسراف نہیں۔

پھر فرمایا کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کا خرچ بہت تھا۔ ایک شخص نے آپ
کی خدمت میں یہ حدیث پڑھی۔ لاخیر فی الاسراف۔ آپ نے جواب دیا۔ لا اسراف
فی الخیر۔ یعنی نیکی اور خیرات کو اسراف نہیں کہتے۔

یہاں سے ہمت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ ہمتیں مختلف ہیں
ایک بزرگ تھا جس کا ایک بیٹا تھا۔ اور ایک غلام۔ لیکن غلام زیادہ نیک تھا دونوں
کو بلا کر پہلے بیٹے سے پوچھا کہ تیری ہمت کس کام کو چاہتی ہے۔ اس نے کہا۔ میں یہ چاہتا ہوں
کہ میرے پاس بہت سے غلام اور گھوڑے ہوں۔ تو پھر غلام سے پوچھا۔ اس نے کہا۔
جتنے میرے غلام ہوں۔ سب کو آزاد کر دوں۔ اور آزادوں کو اپنا بندۂ احسان بناؤں۔
پھر فرمایا کہ بعض تو دنیا کی خواہش کرتے ہیں۔ اور بعض یہ چاہتے ہیں کہ دنیا ان کے پاس بھی نہ بھٹکے
لیکن ان دونوں سے وہ لوگ اچھے ہیں۔ جنہیں دنیا ملے تو بھی بہتر اور نہ ملے تو بھی بہتر۔ اور
دونوں حالتوں میں خوش رہیں۔ وہ شخص جو کہتا ہے کہ میرے پاس دنیا نہ ہو اس کا یہ خواہش
کرنا بھی آرزو ہے۔ مناسب اور ضروری تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کی خواہش کی جائے۔
اور اس پر خوش اور راضی رہے۔ اگر دنیا ملے تو اسے خرچ کرے اور اگر نہ ملے۔ تو صبر کرے
اور خوش رہے۔ اسی اثنا میں میری طرف مخاطب ہو کر پوچھا صدقہ فطر دیا کرتے ہو؟ عرض
کی کہ مجھ پر واجب ہے۔ دیا کرتا ہوں۔ فرمایا۔ اگر نصاب کامل ہو جائے اور ضروریات مثلاً پہننے
کا اسباب گھوڑے وغیرہ کے علاوہ نقدی کا نصاب کامل ہو۔ تو دینا چاہیے۔ عرض کی اتنا نہیں ہوتا
اس صورت میں کچھ نہ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اب تو میرے پاس بہت ہے۔ جن دنوں میرے پاس
دمڑی بھی نہ ہوتی تھی۔ ایک ایک دام کر کے دیا کرتا تھا۔ جب میں نے یہ سنا کہ ماہ رمضان
کے روزے صدقہ فطر پر موقوف ہیں۔ تو میں نے صدقہ دینا شروع کیا۔ میں نے آداب بجا لا کر
عرض کی۔ میں نے منظور کیا کہ اب صدقہ فطر دیا کروں گا۔ فرمایا۔ اپنا صدقہ بھی دینا اور چھوٹوں کا بھی۔

پھر میں نے عرض کی کہ میں دیوگیر میں تھا۔ تو میرے پرانے خدمتگار ملیح نے ایک لونڈی خریدی جو بچہ ہی تھی۔ اور اس کی قیمت پانچ تنگے (سکے کا نام) ادا کی جب لشکر شہر کی طرف واپس آنے لگا تو اس کنیزک کے والدین نے آ کر بہت آہ وزاری کی اور منت سماجت کی کہ دس تنگے لے لو۔ اور لڑکی ہماری ہمارے حوالے کر دو۔ مجھے ان پر رحم آیا۔ میں نے اپنے پاس سے دس تنگے ملیح کو دے کر وہ بچی خرید لی اور اس کے والدین کو واپس کر دی۔ اور ان کے دس تنگے بھی واپس کر دیئے آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا۔ بڑا اچھا کیا۔ پھر میں نے عرض کی کہ جب میں نے یہ کام کیا۔ تو میں نے مولانا علاؤ الدین کے فعل کو اصول بنا کر کیا۔ جس کی حکایت جناب سے سن چکا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں اسی طرح تھا کہ مولانا علاؤ الدین کے پاس ایک بڑھیا لونڈی تھی۔ جو نئی نئی خریدی گئی تھی۔ بدایوں میں سحر کے وقت جب مولانا بیدار ہوئے تو وہ لونڈی چکی میں آٹا پیس رہی تھی اور رو رہی تھی۔ مولانا نے وجہ پوچھی۔ تو کہا کہ سوا سانبھر میں میرا بیٹا ہے۔ جس کی جدائی سے میں روتی ہوں۔ مولانا نے فرمایا۔ اگر میں تجھے نماز گاہ تک چھوڑ آؤں۔ تو آگے اپنے گاؤں میں چلی جائے گی؟ اس نے کہا۔ چلی جاؤں گی۔ آپ اسے نماز گاہ تک چھوڑ آئے۔ اور چند روٹیاں بھی دے دیں۔ جب یہ حکایت ختم کی۔ تو ایک عالم حاضر خدمت تھا۔ اس نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حاتم طائی کی لڑکی اسیر کی تو اس نے اپنے باپ کی خوبیاں بیان کیں جنہیں سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آزاد کر دیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بدنی، مالی یا اخلاقی کوئی خدمت انسان کرے اگر ایک بھی قبول ہو جائے تو اس کے سارے کام اسی ایک کے عوض بن جاتے ہیں پھر فرمایا کہ سعادت کے تالے کی کئی چابیاں ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس چابی سے کھل جائے۔ اس لئے اسے تمام چابیوں سے کھولنا چاہیے۔ اگر ایک سے نہ کھلے تو شاید دوسری سے کھل جائے۔ اگر اس سے بھی نہ کھلے تو شاید اور چابی سے کھل جائے۔

احتیاطِ وضو کے بارے میں

منگل کے روز اکیسویں ماہ مذکور کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ احتیاط وضو کے بارے

میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اس قدر احتیاط ضروری ہے۔ کہ انسان کا دل مطمئن ہو جائے۔ بعض نے چند قدم شمار کئے ہیں۔ بعض بار بار کرتے ہیں۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ پھر فرمایا کہ مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بات مکان سے متعلق نہیں بلکہ زمانے کے متعلق ہے۔ جو چند قدم شمار کرتے ہیں وہ ٹھیک نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ جب دل کی تسلی ہو جائے۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اگر کسی کو پیشاب کا قطرہ جاری ہو۔ یا ناف یا اور اس قسم کی کوئی بیماری ہو۔ تو کیا کرے؟ فرمایا کہ ایک عورت نے اپنا حال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمیشہ خون جاری رہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نماز کے لئے وضو کر لیا کرو۔ خواہ نماز ادا کرتے وقت مصلے پر خون بہہ نکلے۔

پھر نماز اور اس میں حضوری کی نسبت گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ سنا گیا ہے کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز جس جگہ پر بیٹھے تھے۔ نماز کے علاوہ بار بار سجدہ کرتے۔ فرمایا۔ ٹھیک ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک شیخ حجرے میں بیٹھا تھا جس کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ بار بار اٹھ کر سجدہ کرتا اور یہ مصرعہ پڑھتا۔ مصرعہ

از برائے تو میرم از برائے تو زیم

پھر ان کی وفات کی بابت فرمایا کہ آپ پر پانچویں ماہ محرم کو بیماری نے غلبہ کیا۔ عشاء کی نماز با جماعت ادا کی۔ بعد ازاں بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو لوگوں سے پوچھا کہ کیا میں نے عشاء کی نماز ادا کی ہے۔ کہا کی ہے۔ فرمایا۔ ایک دفعہ اور ادا کر لوں۔ کون جانتا ہے۔ کل کیا ہوگا۔ پھر نماز ادا کی اور پہلے کی نسبت زیادہ بیہوش ہو گئے۔ پھر جب ہوش میں آئے۔ تو پوچھا کہ کیا میں نماز ادا کر چکا ہوں؟ لوگوں نے کہا۔ دو دفعہ۔ فرمایا۔ ایک دفعہ اور بھی ادا کر لوں۔ کون جانتا ہے کہ کیا ہوگا پھر تیسری مرتبہ جب نماز ادا کر چکے تو جان بحق تسلیم ہوئے۔

اصحاب شغل کے بارے میں

اتوار کے روز تیرھویں ماہ ذی القعدہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اصحاب شغل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور نیز مردان چاکر پیشہ کے بارے میں بھی۔ زبان مبارک سے

فرمایا کہ کام دینے اور نوکری کرنے سے بچنا چاہیئے۔ تاکہ آخرت میں سلامتی نصیب ہو۔ پھر حکایت بیان فرمائی کہ پچھلے دنوں کا ذکر ہے۔ ایک شخص حمید نام اوائل میں دہلی میں رہتا تھا۔ اور ایک فاتح کے لڑکے کا نوکر تھا۔ جو آخر حال میں لکھنوتی میں اپنے تئیں بادشاہ بنا بیٹھا تھا۔ القصہ حمید اس لڑکے کا نوکر تھا۔ اور اس کی خدمت میں ہر وقت رہتا تھا۔ ایک روز اس کے پاس کھڑا تھا۔ تو ایک آدمی جس نے یہ کہا کہ اے حمید! تو کیوں اس مرد کے پاس کھڑا ہے؟ یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔ خواجہ حمید حیران رہ گئے۔ کہ یہ کیا تھا۔ جب دوسری مرتبہ اس لڑکے کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا۔ تو پھر اس نے کہا کہ اے حمید! تو اس مرد کے پاس کیوں کھڑا ہوتا ہے۔ آپ پھر حیران رہ گئے حتیٰ کہ تیسری مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ اس دفعہ خواجہ حمید نے کہا۔ کیوں نہ کھڑا ہوں۔ میں تو اس کا نوکر ہوں۔ اور وہ میرا آقا ہے۔ مجھے تنخواہ دیتا ہے۔ میں کیوں نہ کھڑا ہوں۔ اس نے کہا۔ تو عالم ہے۔ اور وہ جاہل ہے تو آزاد ہے۔ وہ تیرا غلام۔ اور تو نیک مرد ہے اور وہ بدکار۔ یہ کہہ کر نظر سے غائب ہو گیا۔ خواجہ حمید نے جب اس بات کا معائنہ کیا۔ تو اپنے بادشاہ کو جا کر کہا کہ میرا حساب فیصل کردو۔ میں آئندہ آپ کی نوکری نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے کہا۔ کیسی باتیں کرتے ہو۔ کہیں دیوانے تو نہیں ہو گئے خواجہ صاحب نے جواب دیا۔ دیوانہ تو نہیں۔ لیکن نوکری نہیں کروں گا مجھے قناعت نصیب ہو گئی ہے۔ جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے۔ تو میں نے پوچھا شاید وہ صورت مردانِ غیب سے ہوگی فرمایا نہیں جب مرد کا باطن کدورتوں سے صاف ہو۔ تو ایسی ایسی صورتیں اکثر دکھائی دیا کرتی ہیں۔ ہوتا تو ہر شخص میں ہے۔ لیکن بعض کو اندرونی کدورتوں کے سبب دکھائی نہیں دیتا۔ جب باطن بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ تو ایسی صورتیں دکھائی دیا کرتی ہیں۔

پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

آں نامہ کہ سختی ہم با تو در گلیم است   تو از سیہ گلیمے بوئے ازاں نداری

پھر اس خواجہ کی بابت فرمایا کہ جب آپ نے بادشاہ کی ملازمت چھوڑ دی تو شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید بنے۔ میں نے آپ کو دیکھا ہے۔ آپ لائق آدمی تھے کبھی کبھی وعظ بھی کیا کرتے تھے۔ آپ مستقیم الاحوال درویش اور طاعت میں بڑے خبردار تھے۔ پھر شیخ الاسلام فرید الدین نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کو فرمایا کہ فلاں گاؤں میں جا کر رہو۔ کیونکہ اب

تم ستارے کی طرح ہو گئے ہو۔ اور ستارہ چاند کے مقابلے میں روشنی نہیں دیتا۔ خواجہ حمید نے جب یہ سنا۔ تو اس وقت تو مان لیا۔ مگر اسی رات سات آدمیوں نے حج کا ارادہ کیا۔ خواجہ حمید نے آکر شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میں ترک فرمان کرتا ہوں۔ یعنی آپ نے فلاں گاؤں جانے کا حکم دیا ہے۔ سو میں نے کئی مرتبہ دیکھا ہوا ہے۔ لیکن میرا ارادہ حج کو جانے کا ہے۔ کیونکہ میرے یار حج کو جا رہے ہیں۔ آپ اجازت عنایت فرمائیں۔ تاکہ ان کے ہمراہ حج کر آؤں۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ جاؤ! القصہ آپ ان کے ہمراہ حج کو گئے۔ اور اس دولت سے مشرف ہو کر واپس آئے۔ تو راستے ہی میں انتقال ہو گیا

ایک جوان نے اسی روز بیعت کی۔ شاید اسے انہیں دنوں میں کسی سے تکلیف پہنچی ہوگی۔ اس بارے میں یہ شعر فرمایا ؎

اے بسا شیر کاں ترا آہواست ‌ ‌ ‌ اے بسا دردکاں ترا دارو است

استقرارِ توبہ و استقامتِ بیعت کے بارے میں

سوموار کے روز اکیسویں ماہ ذی القعد کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو استقرار توبہ اور استقامتِ بیعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص پیر کا ہاتھ پکڑتا ہے۔ اور بیعت کرتا ہے۔ تو وہ گویا اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے اس لئے چاہیے کہ اس پر ثابت قدم رہے۔ اگر ثابت قدم نہ رہ سکے تو پھر بیعت کی کیا ضرورت ہے۔ جس طرح ہے اسی طرح رہے۔

پھر فرمایا کہ جب شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید بنا۔ تو واپس آتے وقت راستے میں مجھے پیاس کا غلبہ ہوا۔ لو چل رہی تھی اور پانی دور تھا اسی اثنا میں راہ پر میں نے ایک علوی کو دیکھا جسے میں پہچانتا تو نہ تھا۔ اسے سید عماد کہتے تھے۔ وہ خوش طبع آدمی تھا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا۔ تو اس سے پوچھا کہ کہیں پانی کا پتہ بتاؤ۔ کیونکہ مجھے سخت پیاس ہے۔ ایک مشکیزہ پاس تھا اس نے کہا۔ بڑے اچھے موقعہ پر آئے۔ اس مشکیزے کو کھول کر پی جاؤ۔ شاید اس مشکیزے میں شراب تھی۔ یہ مجھے اشارتاً معلوم ہوا۔ میں نے کہا۔ میں تو ہرگز ہرگز اسے نہیں پیوں گا۔ اس نے

کہا۔ نزدیک کہیں پانی نہیں۔ میں نے بھی پانی کے نہ ملنے کے سبب اسے اٹھا لیا۔ دور تک آگے پانی نہیں تھا۔ اگر اس کو نہ پیو گے۔ تو مارے پیاس کے مر جاؤ گے۔ میں نے کہا۔ صاحب! زیادہ تو یہی ہو گا کہ مر جاؤں گا۔ یہ کہہ کر میں آگے چل پڑا۔ تو تھوڑی دور جا کر میں پانی کے کنارے جا پہنچا۔ الحمدللہ۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ حمید سوالی حضرت شیخ معین الدین کے مرید اور حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ہم خرقہ تھے۔ جب تائب ہو کر خرقہ حاصل کیا۔ تو اقربا آئے کہ چلو چل کر گلچھرے اڑائیں۔ خواجہ حمید نے فرمایا۔ کہ اب تو یہ بات نہیں ہو گی۔ انہوں نے اصرار کیا۔ تو فرمایا کہ جا کر گوشے میں بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ یہ آزار بند میں نے اس طرح مضبوط باندھا ہے کہ قیامت کے دن حوروں پر بھی نہیں کھلیگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایام تشریق کے روزہ کے بارے میں

ہفتہ کے روز گیارہویں ماہ ذوالحج سن مذکور کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ کیا اس مہینے کی تیرھویں کو روزہ رکھا جاتا ہے۔ ایام تشریق کی وجہ سے روزے کا کیا حال ہوگا۔ سولہویں کو روزہ رکھنا چاہیئے۔ فرمایا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ چودھویں، پندرھویں اور سولہویں کو روزہ رکھنے کے لئے فرمایا ہے۔ سو رکھنے چاہئیں۔ ایام بیض کے روزے رکھنے چاہئیں لیکن اس مہینے میں اتفاق سے سولھویں کا روزہ رکھنا چاہیئے۔ بس اتنا میں کھانا لایا گیا۔ چاول بھی پکائے گئے تھے۔ میں نے عرض کی۔ کیا وآلارز منی دہ، چاول میرے ہیں۔ حدیث ہے۔ فرمایا یہ اس طرح پر ہوا کہ ایک دفعہ صحابہ کرام نے کھانا مہیا کرنا چاہا۔ ہر ایک نے ایک ایک چیز لانی منظور کی کسی نے کہا۔ اللحم منی یعنی گوشت میں لاؤں گا۔ دوسرے نے کہا میں حلوا لاؤں گا۔ اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلَا رُزُ مِنّی۔ چاول میں لاؤں گا۔

کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونیکے بارے میں

سوار کے روز بیسویں ماہ

ذالحج سن مذکور کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ کھانا لایا گیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو تھال اور لوٹا لایا گیا۔ جو کھانے کے بعد ہاتھ دھلانے کی غرض سے لایا جاتا ہے۔ عرب میں کھانا کھانے کے بعد لوٹا اور تھال لایا جاتا ہے۔ اس لئے اسے ابوالیاس کہتے ہیں۔ یعنی ناامیدی کا باپ۔ اس واسطے کہ تھال اور لوٹا جانے کے بعد کسی قسم کا کھانا نہیں لایا جاتا۔ پھر خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ ہندوستان میں تنبول گویا ابوالیاس کا کام دیتا ہے۔ اس کے بعد کوئی کھانا لایا جاتا۔ بعد ازاں فرمایا کہ عرب میں تنبول کی کوئی رسم نہیں۔ اس واسطے آخری لوٹے اور تھال کو الیاس کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ نمک کو ابوالفتح کہتے ہیں۔

کھانا کھلانے کے بارے میں

سوموار کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ کھانا کھانے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ جو کھانا کھلایا جائے۔ وہ پاکیزہ ہونا چاہیئے۔ اور جسے کھلایا جائے۔ وہ بھی متقی ہونا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ کھانا پاکیزہ ہونا تو ممکن ہے۔ لیکن جس کو کھلایا جائے۔ اس کا متقی ہونا معلوم کرنا بہت مشکل ہے۔ فرض کرو کہ دس آدمیوں کا کھانا لایا گیا ہے۔ اب یہ کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں متقی ہے یا نہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ مشارق میں ایک حدیث کا ذکر ہے۔ جس سے بہت کچھ امید ہو سکتی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ جو شخص ہو۔ خواہ اسے پہچانو یا نہ پہچانو کھانا کھلا دو۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ بدایوں میں ایک شخص ہمیشہ روزہ رکھا کرتا اور افطار کے وقت گھر کے دروازے پر بیٹھ جاتا اور غلام کھانا لے کر آ جاتے۔ جو وہاں سے گزرتا۔ اسے اندر بلا کر کھانا کھلاتا۔

بعد ازاں مہتر ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی کہ آپ مہمان کے ساتھ کھانا کھایا کرتے۔ ایک روز ایک مشرک آپ کا مہمان بنا۔ آپ نے جب دیکھا کہ وہ بیگانہ ہے۔ تو اسے کھانا نہ دیا۔ حکم الٰہی ہوا کہ اے ابراہیم! ہم اسے جان دے سکتے ہیں۔ اور تو روٹی نہیں دے سکتا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ اس سے پہلے میں ایک شہر میں تھا۔ ایک مرتبہ شیخ بہاؤالدین کے

پاس بازار سے چند درویش آئے۔ جن میں سعید قریشی بھری متعلقین تھے۔ مجلس عمدہ تھی۔ کھانا لایا گیا سب رغبت سے کھانے لگے۔ ہوئے۔ میرے پڑوس میں ایک شخص تھا۔ جسے اشرف پیادہ کہتے تھے۔ وہ بھی آکر کھانے میں مشغول ہوا لیکن اس اشرف پیادہ کی چوٹی تھی۔ انہیں یہ بات ناگوار گزری۔ اور اس کے ساتھ کھانا کھانا پسند نہ کیا۔ سعید قریشی تو مجلس ہی سے باہر نکل آئے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ میں حیران رہ گیا کہ انہیں ہوا کیا ہے۔ کھانا چھوڑ کر نکل آئے ہیں میں نے سبب پوچھا۔ تو کہا کہ یہ مرد جس نے ان کے ہمراہ کھانا شروع کیا ہے۔ سر پر چوٹی رکھتا ہے۔ خواجہ صاحب یہ سن کر فرماتے ہیں کہ یہ سن کر مجھے ہنسی آئی۔ کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ چوٹی والے کے ساتھ کھانا نہیں کھانا چاہیئے۔ یہ عجیب قسم کی نفرت اور پرہیز ہے۔ اتنے میں میں نے عرض کی کہ میں نے سعید قریشی کو دیکھا ہے۔ اور اکثر مل کر ایک جگہ رہے ہیں۔ جب میں نے اسے دیکھا تھا۔ اس میں یہ بات نہیں پائی جاتی تھی۔ فرمایا۔ نہایت طلب کی نحوست کی وجہ سے ایسی باتوں میں مبتلا رہا تھا۔

پھر معراج کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو ایک عزیز نے جو حاضر خدمت تھا۔ عرض کی کہ معراج کس طرح ہوا تھا؟ فرمایا مکے سے بیت المقدس تک اسریٰ اور بیت المقدس سے پہلے آسمان تک معراج اور پہلے آسمان سے قاب قوسین کے مقام تک اعراج تھا۔ پھر اس عزیز نے سوال کیا کہ کہتے ہیں کہ قلب کو بھی معراج ہوا۔ قالب کو بھی ہوا۔ اور روح کو بھی ہر ایک کو کیونکر ہو سکتا ہے۔ خواجہ صاحب نے پھر یہ مصرعہ زبان مبارک سے فرمایا ؎

مصرعہ:- تظن خیرا ولا تسئل عن الخبر

یعنی گمان نیک رکھ۔ اور تحقیق نہ پوچھ۔ ایسی باتوں کا یقین کر لینا چاہیئے لیکن ان کی تحقیق اور تفتیش نہیں کرنی چاہیئے۔ پھر یہ دو شعر پڑھے۔ جو کسی نے ایک شخص کو مع محبوب اور شراب دیکھ کر بنائے تھے ؎

جائنی فی قمیص اللیل مستتر		بالخوف والخطر والحضر

ترجمہ:- رات کے کپڑے پہنے چھپا چھپا میرے پاس آیا۔ بحالیکہ خوف خطرہ اور ڈر اس پر طاری تھا ؎

فکان ما کان لم یکن کنت اظھرہ		تظن خیراً ولا تسئل عن الخبر

ترجمہ:- پس تھا جو تھا۔ میں یہ ظاہر نہیں کروں گا۔ نیک گمان کرنا۔ اور حقیقت مت پوچھنا۔

سوموار کے روز اٹھارہویں ماہ محرم ۷۱۹ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس روز بداؤں سے واپس آیا تھا۔ ان بزرگ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو اس شہر کے گرد و نواح میں مدفون ہیں۔ میں نے عرض کی کہ جو راحت اس شہر میں دیکھی گئی۔ وہ صرف ان بزرگوں کی زیارت تھی۔ مثلاً مولانا علاؤالدین اصولی کے والد بزرگوار مولانا سراج الدین ترمذی خواجہ شاہی موئے تاب خواجہ عزیز کوتوال۔ خواجہ رشاہی لکھنوتی اور خواجہ قاضی جمال ملتانی جب ان کے بزرگوں کے نام لئے تو خواجہ صاحب رو دیئے۔ اور ہر ایک کا بخوبی نام لیا جب قاضی جمال کا ذکر کیا گیا۔ تو فرمایا کہ اس بزرگ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ بدایوں کے گرد و نواح میں ایک مقام پر وضو فرما رہے ہیں۔ تو فوراً اس مقام پر پہنچے اور اس مقام کو گیلا پا کر کہا کہ میری قبر یہیں بنانا۔ جب وہ مرگیا۔ تو اسی مقام پر اس کی قبر بنائی گئی۔

روزے کی فضیلت

ہفتے کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو دستبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ روزے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز اس حدیث کے بارے میں کہ للصائم فرحتان فرحتة عند الافطار وفرحتہ عند لقاء الملك الجبار روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک افطار کے وقت دوسری جبار بادشاہ (خدا) کے دیدار کے وقت تو فرمایا کہ کھانا پینا فرحت نہیں۔ یہ روزہ تو روزہ ختم ہونے پر ہوتی ہے الحمدللہ! کہ یہ اطاعت مجھ سے ختم ہوئی۔ اب میں لقاء ربانی کا امیدوار ہوں۔ بیشک ہر ایک روزے دار کو لقاء ربانی کی نعمت کی امید سے فرحت حاصل ہوتی ہے پھر اس حدیث کا ذکر ہوا۔ الصوم لی وانا اجزی بہ۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کی کہ یہ حدیث اس طرح سننے میں آئی ہے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ انا اجزی لہ چاہیئے۔ پھر اس بات کی اصلاح فرمائی کہ بہ بمعنی لام آیا ہوگا۔

پھر صبر کے بارے میں فرمایا کہ صبر بمعنی حبس ہے۔ جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اصبروا الصابر واقتلوا القاتل۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہ حدیث یوں وقوع میں آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نے تلوار سونت کر دوسرے کا تعاقب کیا۔ وہ بھاگ نکلا۔ راستے میں ایک تیسرے شخص نے اس بھاگتے کو پکڑ لیا پہلے نے آکر اسے قتل کیا۔ جب یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش ہوا۔ تو فرمایا جس نے مقتول کو پکڑا تھا۔ اسے حبس کر دو۔ اور جس نے قتل کیا ہے۔ اسے قتل کر دو۔ اسی حکم کو اس عبارت میں ظاہر کیا۔ اصبروا الصابر واقتل القاتل۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دفعہ فرمایا ہے کہ جو شخص ایسا کام کرے گا۔ وہ قیامت کو میرے ہمراہ بہشت میں ہوگا۔ اور یہ حدیث فرماتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا ہے۔ ایک انگشت شہادت۔ دوسری انگشت سبابہ۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ درجے کا اشارہ ہے۔ یعنی ہمارا درجہ اس طرح ہوگا۔ اس واسطے کہ عام لوگوں کی یہ انگلیاں چھوٹی بڑی ہوتی ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں انگشت مبارک برابر تھیں۔

پاکدامنی اور توبہ کے بارے میں

اتوار کے روز آٹھویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ پاکدامنی اور توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ پیر ہری فرماتے ہیں کہ عنایت دو چیزوں سے ہے۔ جو یہ ہیں کہ یا شروع میں پاکدامنی رہ جائے یا اخیر میں توبہ کی جائے۔ یہاں سے توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا متقی وہ ہے۔ جو کسی آلودگی سے آلودہ نہ ہوا ہو۔ اور تائب وہ ہے۔ جس نے گناہ کئے ہوں اور پھر توبہ کر لی ہو۔ اس بارے میں لوگ مختلف الرائے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تائب اچھا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ متقی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں برابر ہیں۔ پہلوں کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ تائب نے پہلے گناہ کی لذت چکھی ہوتی ہے۔ جو شخص لذت اور حظ اٹھا کر پھر توبہ کرے۔ وہ اس شخص سے بہتر ہے جس نے مس بھی نہ کیا ہو۔ پھر اس بات کی صحت میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ دو شخصوں

میں اسی بات پر بحث ہوئی۔ ایک کہتا تھا کہ تانت اچھا ہے۔ دوسرا کہتا تھا کہ نہیں سوتی
اچھا ہے۔ آخر دونوں پیغمبرؑ وقت کے پاس گئے۔ اور اس بارے میں دلیل طلب کی۔ اس
نے کہا۔ میں خود تو کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ میں وحی کا منتظر رہوں گا جو حکم ہوگا۔ وہ سنا دوں گا
اتنے میں وحی نازل ہوئی۔ کہ ان دونوں کو کہہ دو کہ اب چلے جائیں۔ رات گزار کر سویرے
اٹھ کر پہلے جس شخص کو ملیں۔ اس سے پوچھیں۔ چنانچہ دونوں چلے گئے۔ سویرے اٹھے تو
پہلے ہی شخص سے انہوں نے اس بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا۔ بھائی! میں عالم تو
نہیں میں تو جولاہا ہوں۔ میں اس مشکل کو کس طرح حل کروں۔ لیکن ہاں! اس قدر جانتا ہوں
کہ جب میں کپڑا بنتا ہوں۔ تو جو تار ٹوٹتا ہے۔ میں اسے جوڑ دیتا ہوں۔ اور یہ تار ان ٹوٹے ہوئے
تار کی نسبت مضبوط ہوتا ہے۔ وہ دونوں پھر پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا ماجرا
بیان کیا۔ پیغمبر صاحبؑ نے جواب دیا کہ تمہارا جواب یہی تھا۔ یعنی تانت سوتی کی نسبت
اچھا ہے۔

پھر دنیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز اس بارے میں کہ لوگ اس
پر مغرور ہو جاتے ہیں۔ تو یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ مہتر عیسیٰ علیہ السلام نے ایک عورت
دیکھی۔ جو بڑھیا سیاہ رنگ اور بد شکل تھی۔ اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا۔
میں دنیا ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا۔ تو نے کتنے شوہر کیے۔ کہا۔ بیحد اور بیشمار۔ اگر کوئی
محدود چیز ہو تو بیان بھی کروں۔ پھر پوچھا کہ ان شوہروں میں سے کسی نے تجھے طلاق بھی دی۔
کہا۔ نہیں۔ سب کو میں نے مار ڈالا۔

پھر فرمایا کہ درویشی عین راحت ہے۔ کام کا انجام ہی وہ درویشی ہے۔ جس میں
رات کو فاقہ ہو۔ جو اس کا معراج ہے۔

پھر ان مالدار شخصوں کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ جو اپنے مال سے محبت کرتے
ہیں۔ تو فرمایا۔ ایک شخص نے شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں
بیان کیا کہ اس زمانے میں ایک درویش کے پاس مال بہت تھا۔ لیکن وہ کہتا تھا کہ مجھے
اس کے خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔ شیخ الاسلام فریدالدین نے مسکرا کر فرمایا۔ یہ اس کا بہانہ ہے

پھر فرمایا کہ اگر وہ شیخ اپنے مال کا مجھے مختار کر دے۔ تو دو تین دن میں اس کا سارا خزانہ خالی کر دوں اور ایک درم بھی بغیر اذن نہ دوں۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ دینے والا خدا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی چیز دے۔ تو کون منع کر سکتا ہے۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ سلطان شمس الدین نے بدایوں میں ایک میدان بنا رکھا تھا۔ جس میں گیند کھیلا کرتا تھا۔ اور جس میں دو دروازے تھے ایک دن کھیلتے کھیلتے جب ایک دروازے کے قریب پہنچا۔ تو ایک بوڑھے کو کھڑے دیکھا۔ اس بوڑھے نے سوال کیا۔ لیکن بادشاہ نے اسے کچھ نہ دیا۔ جب دوسرے دروازے پر پہنچا تو ایک ہٹے کٹے جوان کو دیکھا۔ بادشاہ نے بغیر مانگے اس جوان کو کیسے سے نکال روپے دیئے۔ اور کہا کہ جس نے مانگا۔ اسے نہ دیا۔ اور جس نے نہ مانگا۔ اسے دے دیا۔ دراصل اس میں اس کی مرضی نہ تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی۔ اگر اس کی مرضی ہوتی۔ تو بوڑھے کو دیتا۔ نیز ایک مرتبہ شمس الدین کے پاس چند آم لائے گئے۔ جو بداؤں میں بہت ہی اچھے ہوتے ہیں۔ جب کھائے تو پوچھا۔ اس پھل کا کیا نام ہے۔ کہا۔ آنب۔ شاید ترکی زبان میں آنب کے معنے برے کے ہیں۔ اس لئے اس نے کہا۔ اسے آنب نہ کہو بلکہ نغزک کہو۔ بعد ازاں آم کا نام نغزک پڑ گیا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ سلطان شمس الدین نے شیخ بہاؤالدین سہروردی اور شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہم کو دیکھا تھا۔ ان میں سے ایک نے فرمایا تھا کہ تو بادشاہ ہوگا

پھر دنیا کے ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ کیتھل میں ایک شخص (صوفی) بدھنی نام رہتا تھا۔ جو نہایت اعلیٰ درجے کا تارک الدین تھا۔ یہاں تک کہ پردہ بھی نہیں ڈھانکتا تھا۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس قدر کھانا بھی نہ کھائے جو بھوک کو روک سکے۔ تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کے عوض اسے عذاب کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ستر نہ ڈھانپے۔ تو بھی اسے عذاب کیا جاتا ہے۔ وہ اس سے بھی دور رہتا تھا۔

پھر شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں فرمایا کہ آپ اس قدر تارک الدنیا تھے کہ جو کچھ آپ کے پاس آتا سب خرچ کر دیتے۔ یہاں تک کہ جب آپ

فوت ہو گئے تو تجہیز و تکفین کے لئے کچھ بھی نہ نکلا ؎

پنبہ حلاج را رسم کفن داری نبود خانہ بردوش فنا سامان داری ہم نداشت

چنانچہ قبر کے لئے کچی اینٹیں مطلوب تھیں۔ وہ بھی نہ نکلیں۔ آخر کار گھر کے دروازے کو گرا کر جو کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ لحد میں خرچ کیں۔

اٹھائیسویں شعر سننے والے بادشاہوں کے بیان میں

اتوار کے روز ماہ ربیع الاول سن مذکور کو دستبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو ان بادشاہوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جنہیں شعر سننے کا شوق ہوتا ہے۔ فرمایا کہ سلطان شمس الدین نے ایک دفعہ عام اذن دے رکھا تھا۔ اس وقت ناصری شاعر شعر پڑھ رہا تھا جس کا مطلع یہ تھا ؎

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ تیغ تو مال و پیل ز کفار خواستہ

سلطان شمس الدین یہ شعر سنتے وقت کسی اور شغل میں مصروف تھا۔ اتنے میں ناصری چند شعر پڑھ چکا تھا۔ پھر بادشاہ نے شعر سننے دیا ہے۔ فرمایا کہ پڑھو۔ تو اس نے یہ شعر پڑھا ؎

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ تیغ تو مال و پیل ز کفار خواستہ

فرمایا۔ یہاں سے پھر پڑھو غرض یہ کہ اس کی قوت حافظہ بڑی طاقتور تھی۔ باوجود اس قدر اشغال کے مطلع یاد رہا۔ بعد ازاں اس کے عقیدے کی بابت فرمایا کہ خود راتوں کو جاگتا رہتا مگر دوسروں کو نہ جگاتا۔

سحری کے بارے میں

بدھ کے روز ربیع الاول کی پہلی تاریخ سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ روزے اور سحری کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا ایک شخص نے جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ایک شخص سحری کھا لیتا ہے۔ لیکن روزہ نہیں رکھتا۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے فرمایا۔ سحری بھی کھاؤ۔ شام کا کھانا بھی کھاؤ۔ اور چاشت بھی یہ ضروری ہے کہ اس خوراک سے جو قوت حاصل ہو۔ اسے اللہ کی عبادت میں صرف کرے۔ اور گناہ نہ کرے۔ کلوا واشربوا

من رزق اللہ من الطیبات و عملوا صالحاً" کے موافق عرض کی کہ اصحاب کہف نے جو تر کی طعام کہا۔ اس سے ان کا کیا مقصود تھا۔ فرمایا۔ وہ کھانا جس کی طرف طبع مائل ہو۔ پھر فرمایا کہ بعض کے قول کے مطابق اس کھانے سے مراد چاول تھے۔

مشغول الٰہی کے بارے میں

اتوار کے روز بارھویں جمادی الاول ۷۱۶ھ ہجری کو پائبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ تو ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو ہمیشہ یادالٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک شخص نے کسی صاحب حال درویش سے درخواست کی کہ جس وقت آپ یادالٰہی میں مشغول ہوں۔ مجھے بھی یاد رکھنا اور میرے حق میں دعا کرنا۔ اس نے کہا کہ ایسے وقت پر افسوس ہے۔ جب تو مجھے یاد آئے۔

بعدازاں خواجہ عزیز کرکی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ آپ بدایوں میں مدفون ہیں۔ اس کی زندگی کے بارے میں بہت مبالغہ کیا۔ تو میں نے عرض کی۔ کہتے ہیں کہ وہ چڑیوں کو زندہ ہی نگل جاتے۔ اور پھر ایک ایک کر کے زندہ باہر نکالتے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا میں نے دیکھا تو نہیں لیکن سنا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہتے ہیں کہ جاڑے کے موسم میں رات کو گرم تنور میں بیٹھ جاتے۔ اور صبح باہر نکلتے۔ پھر فرمایا کہ آپ کرک کے باشندے تھے۔ شروع میں فیروزے بیچا کرتے تھے۔ اور ایک زیور جو عورتیں پہنا کرتی ہیں بیچا کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی یادالٰہی میں مشغول رہتے۔ وہاں کے حاکم نے آپ کو تکلیف پہنچائی اور قید کر دیا۔ جب وہاں کے حاکم سے کہا گیا کہ یہ جوان تو نیک مرد ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ جب آپ سے کہا گیا کہ آپ کو شہر کے حاکم نے چھوڑ دیا ہے۔ باہر آئیے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک میں اس کے خاندان کو برباد نہ کر لوں گا۔ باہر نہیں نکلوں گا۔ القصہ آخر کار اس حاکم پر سخت مصیبت نازل ہوئی۔ تو پھر آپ قید خانے سے نکلے۔

سفر اور زیارت کعبہ

جمعرات کے روز تیئیسویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اور زیارت کعبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ جب لوگ زیارت مکہ سے واپس آتے ہیں۔ تو اس کا ذکر ہر مقام پر کرتے

کرتے ہیں۔ اور زیادہ تر اسی کی یاد میں رہتے ہیں۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ حاضرین میں سے ایک نے
کہا کہ حج کو جاتے وقت راستے میں نماز کا وقت کبھی کبھی فوت ہو جاتا ہے۔ کچھ تو پانی کی تنگی
اور کچھ منزلوں کی مشقت کے سبب۔ پھر خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ سہاور میں ایک
واعظ تھا۔ نماز پڑھ کر وہ وعظ کیا کرتا لوگوں کو اس کی وعظ و نصیحت سے فرحت حاصل ہوتی جب
وہ حج سے واپس آیا۔ تو اس کے کلام میں وہ پہلی سی راحت نہ رہی۔ اس سے وجہ پوچھی تو کہا
ہاں! میں ہی وجہ جانتا ہوں۔ جس کے سبب وہ چاشنی نہ رہی۔ وہ یہ ہے کہ اس سفر میں مجھ سے
کئی نمازیں قضا ہوئیں۔

پیری اور مریدی کے بارے میں

جمعرات کے روز ساتویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی دولت
نصیب ہوئی۔ پیری اور مریدی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا پیر کو مرید سے کسی قسم کا
طمع نہیں کرنا چاہیئے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک مرید پیر کی خدمت میں کھانا لایا۔ پیر نے نہ
لیا۔ واپس کر دیا۔ ایک نے پوچھا کہ آپ نے واپس کیوں کیا۔ فرمایا۔ جس طرح پیر دینی کام میں مرید
کا کسی طرح کا محتاج نہیں ہوتا۔ اسی طرح دنیاوی کاموں میں بھی اسے مرید کا محتاج نہیں ہونا چاہیئے
پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ مرید پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر سر سجود ہوتے
ہیں۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو چاہتا تھا کہ لوگوں کو ایسا کرنے سے روکوں۔ لیکن
چونکہ میرے شیخ نے منع نہیں فرمایا۔ اس لئے میں بھی منع نہیں کرتا۔ پھر میں نے عرض کی جو مرید
بنتے ہیں۔ اس سے مراد پیر کی محبت اور عشق ہے۔ جہاں پیر کی محبت اور عشق ہے۔ وہاں سر سجدے
میں رکھنا کوئی بڑی بات نہیں۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی
سنا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابوالخیر ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ سوار جا رہے تھے۔ ایک پیدل مرید آیا۔ اور
آکر شیخ صاحب کے گھٹنے پر بوسہ دیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ ذرا نیچے۔ مرید نے پاؤں کو بوسہ دیا
پھر فرمایا۔ ذرا نیچے۔ مرید نے گھوڑے کے سموں کو بوسہ دیا۔ پھر فرمایا۔ ذرا نیچے۔ مرید نے زمین
پر بوسہ دیا۔ پھر شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں جو ہر بار تجھے کہتا تھا۔ تو اس سے میری یہ مراد نہ

کہ تو مجھے چھوڑے۔ بلکہ تیرے درجے کی ترقی مراد تھی۔

ذکر خلفائے حضرت شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز

پھر ان درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جن کے بزخلاف شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ انھیں میں ایک درویش عارف نام کو سیوستان کی طرف بھیجا۔ اور بیعت کی اجازت دی۔ وہ اوچہ اور ملتان کے علاقے میں امام تھا۔ الغرض اس علاقے کے بادشاہ نے اس عارف کے ہاتھ سو دینار شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں روانہ کئے۔ جن میں سے پچاس اس عارف نے اپنے پاس رکھ لئے اور پچاس شیخ الاسلام کو دیئے۔ شیخ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ تو نے برادرانہ تقسیم کی ہے۔ تب عارف نے شرمندہ ہو کر وہ پچاس بھی حاضر خدمت کئے۔ اور بہت عذر و معذرت کی اور بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے اسے مرید کیا۔ اور وہ محلوق ہوا۔ بعد ازاں خدمت میں ایسا پکا نکلا کہ پوری پوری استقامت حاصل کی۔ آخر شیخ صاحب نے اسے بیعت کی اجازت دے کر سیوستان کی طرف بھیجا۔

ذکر بہترین مردمان بدترین

سوموار کے روز تئیسویں ماہ رجب المبارک سن مذکور کو دستبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ گمان اور غرور اور اہل غرور کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا۔ کہ انسان کب بُرا ہوتا ہے۔ فرمایا جب اپنے تئیں نیک خیال کرے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ فرزدق شاعر ایک مرتبہ خواجہ حسن بصریؒ سے ملا۔ تو خواجہ صاحب نے پوچھا کہ معلوم نہیں۔ آدمیوں میں سب سے اچھا کون ہے اور سب سے برا کون؟ یہ بات اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ فرزدق نے کہا۔ اے خواجہ! آدمیوں میں سب سے بہتر آپ ہیں۔ اور برا میں۔ جب فرزدق فوت ہوا۔ تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ فرزدق نے کہا۔ جب مجھے قضا کی کرسی کے پاس لے گئے۔ تو میں ڈرنے لگا۔ مجھے حکم ہوا کہ میں نے تجھے اسی دن سے بخش دیا تھا کہ جس دن تو نے اپنے تئیں سب سے

پر خیال کیا تھا۔

ذکر تعمیر گور در کہنہ

میرے دل میں یہ بات تھی کہ اگر قبر پرانی ہو جائے تو اس کی مرمت کرنی چاہیئے۔ یا نہیں۔ جب میں نے یہ عرض کی۔ تو فرمایا کہ نہیں کرنی چاہیئے۔ جو اس قدر امید میں ہو گا۔ اسی قدر زیادہ رحمت اس پر نازل ہو گی۔

پھر ان بزرگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو اپنے تئیں بزرگوں کی پائنتی میں دفن کراتے ہیں۔ فرمایا۔ بدایوں میں ایک بزرگ مولانا سراج ترمذی رہتے تھے جب آپ کی طرف گئے تو ٹھان لی کہ اگر وہیں اجل آ جائے تو وہیں مدفن بنے۔ جب زیارت کی اور واپس بداؤں میں آ گئے۔ تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ تو نیت کر کے گئے تھے کہ آپ کا مدفن وہیں بنے۔ فرمایا۔ ہاں! لیکن میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ اطراف و جوانب سے جنازے لائے جا رہے ہیں۔ جن میں مردوں کے جنازے تھے۔ انہیں مکہ کی سرزمین میں دفن کر رہے ہیں۔ اور جو وہاں پر مدفون ہیں۔ انہیں نکال کر کہیں اور لے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا حالت ہے۔ کہا جن لوگوں میں اس امر کی قابلیت ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی دور دراز فاصلے پر ہوں۔ ان کو یہیں دفن کیا جاتا ہے۔ اور جن میں اس مقام کی اہلیت نہیں ہوتی۔ خواہ اس مقام میں مدفون ہوں۔ انہیں اور جگہ لے جایا جاتا ہے۔ مولانا سراج الدین نے کہا کہ جب مجھے یہ بات معلوم ہوئی۔ تو میں بدایوں آ گیا۔ اس واسطے کہ اگر میں اس مقام کے لائق ہوں گا۔ تو انشاء اللہ میری غرض حاصل ہو جائے گی ؎

ختم شد این صحیفہ صدق و صفا　　کہ از و جان حسن راست طرب
در سہ شنبہ دوم ز ماہ رسول　　ہفتصد و نوزدہ تاریخ عرب

جس روز سے ان کلمات کے بارے میں ہدایت ہوئی۔ اس دن سے آج تک بارہ (۱۲) سال کا عرصہ گزر گیا ہے یہ بارہ سالہ نقدی جس کی ایک ایک کٹھالی بارہ بارہ مہینے کی ہے عزالقا وقت کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ دلوں کے سکے کو ایمان کے مُہر کے مُہرے سے عیار کامل اور پورا رواج حاصل ہو گا

وَاللہُ اعلم بالصواب

فضل الٰہی سے چوتھی جلد ختم ہوئی

فوائد الفواد

جلد پنجم

(اس حصہ میں بتیس ۳۲ تاریخیں ہیں)

اللہ تعالیٰ کی بیحد حمد بے شمار تعریف ہے۔ جس کے فضل کے فیض سے صاحب المکارم والجود والبسط۔ رموز الدقائق منکشف کنوز الحقائق۔ سلطان الاولیاء قطب العالم سلطان المشائخ والعارفین نظام الحق والشرع والدین (اللہ تعالیٰ آپ کو دیر تک زندہ رکھ کر مسلمانوں کو مستفیض کرے) کے وجود کے سبب سلک سلوک میں عقائد کی گرہ لگائی گئی ہے

یکے از امت ختم النبیین نشد جز وے کہ ختم المشائخ

بندہ حسن علی سنجری عرض پرداز ہے کہ جب توفیق ازلی میرے حال کی رفیق بنی۔ اور سعادت ابدی نے میرے اوقات کی مساعدت کی۔ تو الہام فطرت میری فکر کی رہنما بنی۔ اور آنجناب کے کلمات روح پرور جمع کئے۔ اس سے پہلے ایک جلد لکھی جا چکی ہے۔ جس میں چار دیباچے ہیں۔ اب دوسری جلد شروع کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آنجناب کی ذات ملک صفات کو خضر کی عمر عطا فرمائے۔ تاکہ اس چشمے سے جو عین الحیات ہے۔ عوام و خواص سیراب ہوں امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس جام جان بخش کے ایک گھونٹ سے جو روح کو راحت دینے والا ہے۔ بیان کرنے والے، سننے والے اور لکھنے والے کو راحت حاصل ہوگی۔

جو علم اور عالموں سے محبت رکھتا ہے اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے

ہفتے کے روز اکیسویں شعبان ۶۱۹ھ ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ میرے دل میں اس حدیث کا خیال تھا کہ من احب العلم والعلماء لم یکتب خطیئتہ۔ جو علم اور علماء سے محبت کرتا ہے اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے۔ میں نے اس حدیث کے بارے میں آپ سے پوچھا۔ امید ہے کہ اس حدیث کے بموجب میرے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔ فرمایا۔ یہی محبت متابعت ہے جب کوئی ان کا محب ہوگا تو ضرور ان کی پیروی کرے گا۔ اور ناشائستہ افعال سے دور رہیگا جب ایسی حالت ہوگی۔ تو ضروری اس کے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت قلب کے غلاف میں ہوتی ہے تب تک گناہ کا صادر ہونا ممکن ہے۔ لیکن جب قلب کے گرد و لزاح میں آجاتی ہے۔ تو پھر ممکن نہیں۔ گناہ صادر ہو۔ پھر فرمایا کہ جوانی کے دنوں میں توبہ کرنا سب سے اچھا ہے۔ بڑھاپے میں توبہ کی تو کیا فائدہ؟ پھر یہ دو شعر زبان مبارک سے فرمائے ؎

چوں پیر شوی و بر سر انجام آئی　　آئی بر حرف خویش ناکام آئی

؎

سازی خود را ز تیرہ رائی　　معشوقہ او ز بے نوائی

بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے سے اس کی جوانی کی بابت پوچھے گا لیسال المؤمن شبابہ اتنے میں　ایک عالم نے آکر آپ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اور عرض کی کہ مرید ہونے کے ارادے سے آیا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک دفعہ افغان پور میں دریا کے کنارے شام کی نماز میں مشغول تھا کہ جناب کی صورت پاک دیکھی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ پہلے میں اس صورت سے آشنا نہیں۔ الغرض جب جناب کا دیدار ہوا۔ تو نماز میں ہی درہم برہم ہو چلا آخر جب نماز سے فارغ ہوا۔ تو دل میں کہا کہ مجھے مخدوم عالمیاں کی خدمت میں جا کر مرید ہونا چاہیئے اب میں اسی خاطر آیا ہوں جب اس نے یہ حکایت ختم کی۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک

مرتبہ کوئی شخص دہلی سے روانہ ہوا تاکہ اجودہن میں شیخ الاسلام فریدالدین کی خدمت میں پہنچ کر توبہ کرے۔ اثنائے راہ میں ایک رنڈی اس کے ہمراہ ہوئی۔ جو اس خیال میں تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس مرد سے تعلق پیدا کرے۔ چونکہ اس مرد کی نیت صاف تھی۔ اس کی طرف بالکل رغبت نہ کی آخر کار جب ایک منزل میں وہ مرد اور رنڈی ایک ہی کجاوے میں بیٹھے۔ تو وہ اس کے پاس اس طرح بیٹھ گئی کہ ان میں کوئی حجاب نہ تھا۔ اس حالت میں شاید اس کا دل اس عورت کی طرف مائل ہو گیا۔ اس سے بات کی یا ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت ایک آدمی کو دیکھا۔ جس نے آ کر اس مرد کے چہرے پر تھپڑ دے مارا۔ اور کہا کہ تو فلاں شخص کی خدمت میں توبہ کی نیت کر کے جا رہا ہے پھر ایسی حرکتیں کرتا ہے۔ وہ اسی وقت متنبہ ہو گیا۔ اور پھر اس عورت کی طرف نہ دیکھا۔ القصہ۔ جب شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو شیخ الاسلام نے سب سے پہلے یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس روز بڑا بچایا۔

ذکر فصاحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

پھر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت کے بارے میں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے بکری فروخت کر دی۔ جس کی وجہ سے وہ پشیمان تھا۔ آ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت با برکت میں ماجرا بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کے پاس فروخت کی انہیں بلاؤ۔ بلوا کر فرمایا کہ اس صحابی نے تمہارے پاس بکری فروخت کی ہے۔ لیکن پشیمان ہے۔ اس کو تم واپس کر دو۔ اس صحابی کا نام نعیم تھا۔ آنحضرت نے اس مطلب کو عبارت میں ظاہر فرمایا

نعیم نقم بعتم فردوہ الیہ یعنی چار تصحیف متصل اس فصاحت سے بیان فرمائے۔ بعتم یعنی تم نے خریدی تھی۔ بیع بمعنی شرا اور شرا بمعنی بیع آ سکتا ہے۔

شیر خان والی ملتان کے بارے میں

جمعرات کے روز نویں ماہ رمضان المبارک سن مذکور کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جاڑے کا موسم تھا اطراف و جوانب سے مشوش خبریں آ رہی تھیں۔ عرض کی کہ ملعونوں کے سبب تشویش ہوتی ہے۔ سو

اب کم ہے

فرمایا کہ شیر خان والی اوچہ وملتان شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا چنداں معتقد نہ تھا یا رہا شیخ الاسلام نے اس کے بارے میں یہ شعر فرمایا۔

افسوس کہ از حال منت نیست خبر — اگر خبرت شود کہ افسوس خوری

بعدازاں فرمایا کہ جب شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا انتقال ہوا۔ تو اسی سال کافروں نے اس ولایت پر حملہ کیا۔

پھر شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کی بزرگی کے بارے میں فرمایا کہ ایک شخص نہایت جید عالم بخارا سے شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لئے آیا۔ آپ نے جب دیکھا کہ اس نے دستار باندھی ہوئی ہے۔ اور شملہ لٹکایا ہوا ہے اور چوٹی رکھی ہوئی ہے تو پوچھا کہ آپ دو یاروں کے ہمراہ کس طرح آئے ہو؟ یعنی ایک شملہ۔ دوسری چوٹی۔ اس عالم نے آپ کے روبرو فوراً سر منڈا ڈالا اور مرید ہو گیا۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ بہاؤالدین غالب آجایا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ ملتان میں سلیمان نام ایک معبد تھا جس کا ذکر بارہا شیخ صاحب کے روبرو ہوا۔ تو اس کے دیکھنے کے لئے گئے۔ اور فرمایا کہ اٹھ کر میرے سامنے دو رکعت نماز ادا کرو تاکہ میں دیکھوں کہ کس طرح ادا کرتے ہو۔ اس نے اٹھ کر دوگانہ ادا کیا۔ لیکن پاؤں کا درمیانی فاصلہ مقررہ فاصلے سے کم وبیش رکھا آپ نے فرمایا اس قدر نہ رکھو۔ بلکہ اس قدر رکھو جتنا میں کہتا ہوں۔ اور پھر دو رکعت نماز ادا کرو جب پھر ادا کی تو پھر پہلی طرح ہی پاؤں میں فاصلہ رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اوچہ میں جا کر رہو۔ چنانچہ وہ اوچہ چلا گیا۔

پھر شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کی وفات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک روز ایک مرید نے خط لا کر شیخ صدرالدین کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اور کہا کہ ایک مرد نے یہ خط دیا تھا اور کہا تھا کہ اسے شیخ صدرالدین کے وسیلے شیخ بہاؤالدین زکریا کی خدمت میں پہنچا دینا۔ شیخ صدرالدین نے جب عنوان دیکھا۔ تو متغیر ہو کر وہ خط شیخ صاحب کے دست مبارک میں دیا۔ شیخ صاحب نے جب یہ خط پڑھا۔ تو لیٹ کر نعرہ مارا۔ اسی رات آپ

نے انتقال فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ کیسا ہی زمانہ تھا جب یہ پانچ بزرگوار یعنی شیخ ابوالغیث یمنی، شیخ سیف الدین باخرزی، شیخ سعدالدین حمویہ، شیخ بہاؤالدین زکریا اور شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہم العزیز زندہ تھے۔

پھر شیخ سیف الدین باخرزی کی بابت فرمایا کہ آپ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب شام کی نماز ادا کرتے اسی وقت سو جاتے۔ اور جب رات کا تیسرا حصہ گزر جاتا۔ تو بیدار ہوتے۔ امام اور مؤذن موجود ہوتے۔ پھر عشاء کی نماز ادا کر کے ساری رات صبح تک بیدار رہتے۔ آپ نے ساری عمر اسی طرح بسر کی۔ میں (مؤلف کتاب) نے پوچھا کہ کیا آپ سماع سنا کرتے تھے؟ جیسے آدمیوں کو دعوت کے لیے بلایا کرتے ہیں۔ اور مجلس مرتب کر کے سماع سنتے ہیں بلکہ وہ بیٹھ کر حکایت بیان فرماتے۔ اور کسی ایک بات کو اٹھا کر اسی سے خوش وقتی حاصل کیا کرتے جب یہ فرماتے کہ کوئی کہنے والا ہے۔ تو قوال حاضر ہوتے اور کچھ گاتے۔

پھر آپ کی وفات کے بارے میں فرمایا کہ بخارا میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ جلتا ہوا شعلہ بخارا کے دروازے سے باہر جا رہے ہیں۔ جب دن چڑھا تو کسی بزرگ سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا۔ کوئی ولی صاحب نعمت بخارا سے انتقال کریگا۔ چنانچہ انہیں دنوں شیخ سیف الدین باخرزی کا انتقال ہوا۔

پھر فرمایا کہ شیخ سیف الدین نے خواب میں اپنے پیر کو دیکھا۔ جو فرماتے ہیں کہ اب اشتیاق حد سے زیادہ گزر گیا ہے۔ آپ آجائیں جب یہ خواب دیکھا تو اس ہفتے وعظ و نصیحت کی اور اس وعظ و نصیحت میں فراق اور وداع کا ذکر تھا۔ لوگ حیران تھے کہ سب کچھ فراق کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ پھر خیرباد کی ردیف پر یہ شعر پڑھا ؎

رفتم اے یاراں بساماں خیرباد نیست آساں در دہجراں خیرباد

منگل کے روز ستائیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ایک عزیز نے آکر کسی اور کی طرف سے سلام کیا۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اس نے بیان کیا لیکن خواجہ صاحبؒ نے نہ مانا اور فرمایا کہ میں بہت سے ایسے آدمیوں کو جانتا ہوں کہ اگر انہیں دیکھ لوں تو پہچان لیتا ہوں۔ لیکن ان کا نام وغیرہ مجھے یاد نہیں۔

۴ فرمایا ہاں سنا کرتے تھے لیکن اس طرح نہیں جیسے

اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کو اپنے فرزند نظام الدین سے تمام فرزندوں کی نسبت زیادہ محبت تھی۔ جو جنگی سپاہی تھے۔ اور شیخ کی خدمت میں بڑے گستاخ تھے۔ جو کچھ کہتے۔ آپ ان سے ناراض نہ ہوتے کیونکہ آپ کو بہت محبت تھی۔ الغرض ایک مرتبہ جب نظام الدین سفر پر گئے۔ تو کچھ مدت کے بعد کسی کے ہاتھ شیخ صاحب کو سلام کہلا بھیجا۔ اس نے آکر عرض کی کہ مخدوم زادہ نظام الدین سلام عرض کرتا ہے۔ شیخ صاحب نے پوچھا کہ کون شخص؟ اس مرد نے کہا مخدوم زادہ نظام الدین۔ پھر پوچھا۔ کس کا ذکر کرتے ہو؟ اس نے کہا مخدوم زادہ نظام الدین کا جو آپ کا فرزند ہے۔ پھر شیخ صاحب نے فرمایا کہ ہاں بھائی! اس کا کیا حال ہے؟ سلامت تو ہے۔ خواجہ صاحب اس مقام پر پہنچے تو فرمایا کہ دیکھو! یاد حق میں کیسے مستغرق تھے کہ اپنے لڑکے کی نسبت اتنی دفعہ پوچھا۔

ذکر شیخ بہاؤالدین زکریا

پھر شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کے بارے میں فرمایا کہ کسی نے آکر آپ کو کسی کا سلام عرض کیا۔ پوچھا۔ وہ کون ہے؟ اس مرد نے اس کی بہت تعریف کی۔ پھر بھی آپ کو معلوم نہ ہوا۔ پھر اس نے بہت سے پتے بتائے۔ آخر شیخ صاحب نے فرمایا کہ اتنی نشانیاں بتانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بتاؤ کہ اس نے مجھے کبھی دیکھا ہے؟ اس مرد نے کہا۔ جناب کی زیارت کی ہے۔ بلکہ آپ کا مرید ہے۔ پھر شیخ صاحب نے فرمایا کہ ہاں! ایسا شخص ہے۔

پھر شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کے بارے میں فرمایا کہ اگر آپ کسی کو کوئی چیز دیتے تو عمدہ دیتے جو معلم آپ کے فرزندوں کو پڑھایا کرتے۔ آپ ان پر بڑی عنایت کیا کرتے اور ان کے دامن سونے چاندی سے پُر کرتے تھے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ والیٔ ملتان کو غلے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو اس نے شیخ صاحب سے التجا کی۔ آپ نے فرمایا کہ انبار اسے دے دو۔ والیٔ ملتان نے نوکروں کو بھیجا تاکہ غلہ انبار سے باہر نکالیں۔ غلّے کے انبار کو ایک ایک روپے کے سکوں سے بھرا ہوا پایا۔ جس کی خبر والیٔ ملتان کو کی گئی۔ اس نے کہا۔ شیخ صاحب نے ہمیں غلّے کا حکم

دیا ہے۔ روپوں کا نہیں دیا یہ شیخ صاحب کے پاس بھیج دو جب شیخ صاحب نے یہ سنا تو فرمایا کہ میں نے دیدہ دانستہ دیا ہے سے لو۔

ذکر ترک دنیا

پھر دنیا کے ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ مہتر عیسیٰ علیہ السلام ایک سوئے ہوئے شخص کے پاس سے گزرے۔ تو اسے آواز دی کہ اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی وہ عبادت کی ہے۔ جو سب سے بڑھ کر ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا وہ کون سی عبادت ہے۔ اس مرد نے کہا۔ ترك الدنیا لاهلها۔ میں نے دنیا دنیا داروں کے لئے چھوڑ دی ہے۔ پھر فرمایا۔ من رضی عن اللہ تعالیٰ بقلیل من الرزق رضی اللہ تعالیٰ عنه بقلیل من العمل۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے تھوڑے سے رزق پر راضی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے عمل میں اس پر راضی ہوتا ہے۔ ۱۲۔ بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص درہم دینار وغیرہ چھوڑے بغیر دنیا سے سفر کرے۔ وہ جنتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قرآن مجید کے بارے میں

ہفتے کے روز چوبیسویں ماہ شوال سن مذکور کو دستبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو قرآن مجید کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ ایک کتاب میں یہ دو فائدے ایسے دیکھے ہیں جو کہیں اور کم دیکھے ہیں۔ ایک اس آیت میں ؟ فاذا رایت ثم رایت نعیمًا وملکًا کبیرًا۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ملکًا کبیرًا پڑھا کرتے تھے۔ دوسرے اس آیت میں۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم الخ اس کو بھی من انفَسکم پڑھا ہے۔ اور یہ النفس نفیس کا افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

ذکر خواب یافتن لشکری و صوفی بریک طریق و تعبیر شیخ بہاء الدین

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ جو وظیفہ یا طاعت کسی متعبد سے فوت ہو جائے۔ اس کی وجہ سے اس پر مصیبت نازل

ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ جنگی آدمی شیخ بہاؤالدین علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ نماز میں مجھ سے ناغہ ہوگیا ہے۔ فرمایا تو عنقریب ہی مارا جائے گا۔ توبہ کر۔ جب وہ اٹھ کر چلا گیا۔ تو ایک صوفی نے بھی خانقاہ سے آ کر یہی خواب سنایا۔ شیخ صاحب

فوت نماز برابر ممات

حیران تھے کہ وہ تو سپاہی تھا۔ اس کا تو جنگ میں مارا جانا ممکن تھا۔ لیکن یہ صوفی سلامت ہے۔ اور بیماری کا کوئی نشان بھی اس میں نہیں۔ اس کو میں کیا کہوں؟ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کسی نے آ کر یہ خبر دی کہ وہ سپاہی مارا گیا ہے۔ اور صوفی کی صبح کی نماز فوت ہوگئی۔ خواجہ صاحب جب اس مقام پر پہنچے۔ تو فرمایا کہ نماز کے فوت ہو جانے کو موت کے برابر سمجھتے ہیں۔

ملازمت اوراد

پھر اوراد کی ملازمت کے بارے میں فرمایا کہ جو شخص اپنے اوپر کوئی ورد لازم کرے۔ اگر بیماری کے سبب اس میں ناغہ ہو جائے۔ تو اسے اس کے صحائف کے دفتر میں لکھ دیتے ہیں۔ لیکن اگر ورد مقرر نہ کریں۔ صرف یہ کہیں کہ جس قدر ہوگا۔ پڑھ لیا جائیگا۔ تو اس صورت میں صاحب ورد پہلے کی نسبت اچھا رہے گا۔ کیونکہ اگر اس میں کسی وجہ سے ناغہ ہو جائے۔ تو نہیں لکھتے۔ کیونکہ اس نے جب مقرر ہی نہیں کیا۔ تو اس کو لکھیں گے کیا؟

ذکر مسبعات عشر و برکات آں

پھر مسبعات عشر کی فضیلت کے بارے میں فرمایا کہ ایک شخص ہمیشہ مسبعات عشر پڑھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ راستے میں اسے لٹیروں نے جان سے مارنا چاہا۔ تو اسی وقت دس سوار ہتھیار لگائے ظاہر ہوئے جنہوں نے اسے لٹیروں سے بچایا۔ یہ دسوں سوار ننگے سر تھے۔ اس مرد نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہا۔ مسبعات عشر کی دس دعائیں ہیں جو ہر روز تم سات مرتبہ پڑھا کرتے ہو۔ پھر پوچھا کہ ننگے سر کیوں ہو؟ کہا۔ دعاؤں کے شروع میں بسم اللہ تم نہیں پڑھتے پھر میں مولف کتاب، نے عرض کی کہ بسم اللہ کہاں پڑھتے ہیں؟ فرمایا۔ ہر سورۃ کے شروع میں۔

پھر فرمایا کہ قاضی کمال الدین جعفری جو بدایوں کے حاکم تھے۔ وہ باوجود قضا کے شغل اور بہت سے کاموں کے قرآن شریف بہت پڑھا کرتے تھے۔ الغرض جب بوڑھے

ہو گئے۔ اور قرآن پاک پڑھنے سے رہ گئے۔ تو آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے؟ فرمایا مسبعات عشری پڑھ لیتا ہوں۔ جو کہ جامع اوراد ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ واصل حق تھے۔ آپ مہتر خضر علیہ السلام سے ملے تو آپ سے بخشش طلب کی۔ مہتر خضر علیہ السلام نے آپ کو مسبعات عشر سکھلائے۔ اور فرمایا کہ میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روایت کرتا ہوں۔

تکلیف انسانوں کو کیوں ہوتی ہے؟

بدھ کے روز ستائیسویں ماہ شوال سن مذکور کو شرف قدمبوسی کا حاصل ہوا۔ بات اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ انسان کو جو تکلیف یا مصیبت پہنچے سمجھے کہ وہ کہاں سے آئی ہے؟ اس آدمی کی خیریت اسی میں ہے۔ کہ اس مصیبت اور رنج کے سبب سے متنبہ ہو جائے۔ لیکن جو شخص باطل ہے اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ جو اسے اس سے روکے۔ یہی اس کی خواری ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ کہ اس کی رسی دراز کی جائے۔

اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک نیک عورت نے جو بزرگوار تھی۔ میں نے سنا۔ وہ کہتی تھی کہ اگر میرے پاؤں میں کانٹا بھی چبھتا ہے۔ تو معلوم کر لیتی ہوں کہ کیوں چبھا ہے۔

ذکر رسیدن رنج و متنبہ شدن

پھر فرمایا کہ جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر یہ تہمت لگائی گئی جو عام مشہور ہے۔ تو بعد ازاں آپ نے درگاہ الٰہی میں مناجات کی۔ کہ پروردگار! مجھے معلوم ہے۔ جس وجہ سے یہ تہمت مجھ پر لگائی گئی ہے۔ اس وجہ سے لگائی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیری محبت کا دعویٰ کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی مجھ سے بھی محبت کیا کرتے تھے۔ یہ تہمت اسی وجہ سے مجھ پر لگائی گئی ہے۔

ذکر حدیث احب الی من دنیاکم ثلثہ

اسی اثنا میں ایک عزیز نے پوچھا کہ یہ حدیث نبوی ہے

احب الیّ من دنیاکم ثلثہ الطّیب والنّساء وقرۃ عینی فی الصّلوٰۃ فرمایا۔ یہاں پر النساء سے مراد عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں اس واسطے کہ دوسری حرموں کی نسبت جناب کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی۔ اور قرۃ عینی فی الصّلوٰۃ سے مراد فاطمۃ الزہرٰی رضی اللہ عنہا ہیں۔ جو اس وقت نماز میں مشغول تھیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ بعض کی یہ رائے ہے کہ اس سے مقصود نماز ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر

ذکر آں سہ چیز کہ خداوند تعالیٰ دوست میدارد

اس سے مقصود نماز تھی۔ تو اس کا پہلے ذکر کرنا چاہیئے تھا۔ پھر فرمایا کہ خلفائے راشدین ابوبکر صدیق عمر خطاب، عثمان غنی اور علی رضی اللہ اجمعین میں سے ہر ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے فرمایا کہ ہم تین باتوں کو پسند کرتے ہیں۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمان الٰہی سنایا کہ میں بھی تین چیزوں کو دوست رکھتا ہوں توبہ کرنے والا جوان۔ رونے والی آنکھ اور خشوع والا دل۔

ذکر عیب کردن دیگرے را

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی عیب گوئی کرتے ہیں۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر کوئی کسی عیب کی وجہ سے کسی کو طعن کرے۔ تو پہلے سوچنا چاہیئے کہ آیا وہ عیب مجھ میں بھی پایا جاتا ہے۔ یا نہیں۔ اگر پایا جائے تو شرم کرنی چاہیئے کہ جو عیب اپنے آپ میں ہے۔ اس کے لئے دوسروں کو کیوں طعن کیا جائے۔ اور اگر وہ عیب اپنے میں نہیں پایا جاتا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ جس نے اس عیب سے محفوظ رکھا ہے دوسرے کو طعن نہیں کرنی چاہیئے

پھر سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ شاید آپ کو حکم ہوا ہے کہ جس وقت آپ چاہیں۔ سماع سنیں۔ آپ پر حلال ہے۔ خواجہ صاحب

نے فرمایا کہ جو چیز حرام ہے۔ وہ کسی کے حکم سے حلال نہیں ہوسکتی۔ اب ہم مسئلہ مختلف فیہ کا ذکر کرتے ہیں۔ سو سماع ہی کرلو۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے موافق برخلاف ہمارے علماء کے مباح مع دف اور سارنگی اس اختلاف میں حاکم جو حکم کرے ہوگا۔
حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ انہیں دنوں میں بعض درویشوں نے چنگ و رباب اور بانسریوں کا استعمال مجمع میں کیا ہے۔ اور رقص کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اچھا نہیں کیا۔ جو نامشروع ہے۔ وہ ناپسندیدہ ہے۔ بعد ازاں ایک نے کہا کہ جب وہ اس مقام سے باہر نکلے۔ تو ان سے پوچھا گیا کہ اس مجلس میں تو بانسریاں بجائی گئیں۔ تم نے سماع کس طرح سنا ہوگا۔ اور تم نے رقص بھی کیا ہے۔ تو جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں معلوم ہی نہ تھا کہ یہاں بانسریاں ہیں بھی یا نہیں۔ جب خواجہ صاحب نے یہ سنا۔ تو فرمایا۔ یہ تو کوئی معقول بات نہیں۔ یہ سب کچھ بطور زنا لکھا جائے گا۔ اتنے میں میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ مرصاد العباد والے نے اس بارے میں ایک نظم لکھی ہے جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

گفتی کہ نزد من حرام است سماع گر بر تو حرام است حرامت بادا

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ پھر یہ رباعی مکمل فرمائی۔

رُباعی

دنیا طلبا جہاں بکامت بادا دال جیفۂ مردار بدامت بادا
گفتی کہ بنزد من حرامست سماع گر بر تو حرام است حرامت بادا

پھر میں نے عرض کی کہ اگر علماء اس بارے میں بحث کریں اور سماع کی نفی کے بارے بارے میں گفتگو کریں تو بجا ہے۔ لیکن جو فقیر کے لباس میں ہے۔ وہ کس طرح نفی کر سکتا ہے۔ اگر اس کے نزدیک بھی حرام ہو۔ تو اس قدر کرے کہ خود نہ سنے۔ لیکن دوسرں کے ساتھ نہ جھگڑے کہ تم بھی نہ سنو۔ لڑائی جھگڑا درویشوں کی صفت نہیں خواجہ صاحب نے مسکرا کر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ بہت سے علماء ہیں۔ جو کچھ نہیں کہتے۔ اور ایک شخص کچھ بھی نہیں جانتا۔ اور وہ لڑائی کرتا ہے۔ فرمایا۔ ایک ملا ب علم امامت

کرر ہا تھا۔ جس کے مقتدی بہت سے عالم تھے۔ جن میں ایک عامی بھی تھا۔ نماز چار رکعت تھی۔ اس طالب علم سے پہلا قعدہ سہواً چھوٹ گیا۔ دوسری کے ساتھ تیسری رکعت شروع کی وہ عالم تھا۔ جانتا تھا کہ اب کس طرح نماز ختم کرنی چاہیئے۔ اور علماء جو پیچھے کھڑے تھے۔ وہ بھی خاموش تھے۔ اس عامی نے سبحان اللہ سبحان اللہ! لہٰذا کر اس قدر شور مچایا کہ اپنی نماز کو باطل کیا جب امام نے سلام کہا اور نماز سے فارغ ہوا۔ تو اس سے پوچھا کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ پیچھے اس قدر عالم کھڑے تھے۔ کیا انہیں معلوم نہ تھا کہ نماز کیونکر ختم ہو گی۔ انہوں نے تو کچھ نہ کہا لیکن تو نے تو اس قدر شور مچایا کہ اپنی نماز کو باطل کیا۔

پھر میں نے عرض کی کہ میں ان لوگوں کو جو سماع کے منکر ہیں۔ اچھا خیال کرتا ہوں۔ اور ان کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہوں۔ غرض یہ کہ وہ سماع نہیں سنتے۔ اور کہتے ہیں۔ ہم اس واسطے نہیں سنتے کہ سماع حرام ہے۔ میں قسم تو نہیں کھا سکتا۔ اور یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر سماع حلال بھی ہوتا۔ تو بھی وہ نہ سنتے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ ہاں! ٹھیک ہے جب ان میں ذوق ہی نہیں۔ تو وہ کیسے سنیں واللہ اعلم بالصواب۔

ان لوگوں کے بارے میں جو بیماری کی حالت میں عبادت نہیں چھوڑتے

سوموار کے روز دسویں ماہ ذی القعدہ سن مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو اگر بیمار بھی ہو جائیں۔ تو معہودہ طاعت کو نہیں چھوڑتے۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بزرگ کا مکان دریا کے کنارے تھا۔ اسے بیماری لاحق ہوئی۔ جتنی مرتبہ قضائے حاجت کے لیئے جاتا۔ ہر مرتبہ غسل کرتا۔ اور دوگانہ ادا کرتا یہاں تک کہ بیماری کا زور ہو گیا۔ یعنی جب بیس تیس مرتبہ قضائے حاجت کے لئے جا چکا۔ اور ہر مرتبہ غسل کیا۔ اور دوگانہ ادا کیا حتیٰ کہ رات بھر میں ساٹھ مرتبہ گیا۔ اور ساٹھ ہی مرتبہ غسل کیا۔ اور دوگانہ ادا کیا۔ آخری مرتبہ پانی ہی میں فوت ہو گیا۔ خواجہ صاحب یہ بیان کر کے آب دیدہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ سبحان اللہ! ایسا ہی عبادت میں رسوخ تھا۔ کہ آخری دم تک متعزرہ قاعدے سے برگشتہ نہ ہوا

بعد ازاں فرمایا کہ جو لوگ بیمار پڑتے ہیں۔ یہ ان کے نیک ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن انہیں معلوم نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ ایک اعرابی نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اسلام قبول کیا۔ پھر کچھ عرصے بعد آکر عرض کیا کہ جب سے میں ایمان لایا ہوں۔ میرے مال میں بھی نقصان ہو رہا ہے۔ اور جان بھی بیمار رہتی ہے۔ فرمایا۔ جب مومن کے مال میں نقصان اور اس کی جان بیمار ہو۔ تو سمجھو کہ وہ اس کے ایمان کی صحت ہے۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ قیامت کے دن فقراء کو وہ درجے عطا ہوں گے۔ کہ تمام خلقت اس بات کی آرزو کرے گی کہ کاش! ہم دنیا میں فقیر ہوتے۔ اور جو دائم المریض ہوتے ہیں۔ انہیں بھی قیامت کے دن اسی قدر درجے ملیں گے۔ کہ خلقت اس بات کی آرزو کریگی کہ کاش! ہم بھی دنیا میں بیمار رہتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر تکبیر گرفتن

سوموار کے روز دوسری ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک جوالقی درویش بیٹھا تھا۔ اس نے اُٹھتے وقت اللہ اکبر کہا میں نے پوچھا کہ درویش لوگ جو تکبیر کہتے ہیں۔ یہ کب سے شروع ہوئی ہے؟ فرمایا۔ کھانے کے بعد اللہ اکبر کہنا جائز ہے۔ جو تعریف ہے شکران نعمت کے۔ عوض حمد کرتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کو فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ چوتھائی حصہ تم میں سے اور باقی تین چوتھائی باقی امتوں کے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے۔ یاروں نے اس نعمت کے شکریہ پر اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا کہ بہشت میں تیسرا حصہ نصیب تمہارا ہوگا۔ اور باقی دو تہائی دوسری امتیں ہوں گی۔ پھر اصحاب نے اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا کہ بہشت میں نصف تم ہوگے اور باقی نصف دوسری امتیں ہوں گی۔ پھر اصحاب نے اللہ اکبر کہا۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ ان موقعوں پر اللہ اکبر کہنا حمد کی بجائے ہے۔ لیکن درویش جو ہر مصلحت کے لئے تکبیر کہتے ہیں۔ اس کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ بعد ازاں میں نے پوچھا کہ ذکر جو اونچی آواز سے کرتے ہیں۔ اگر آہستہ آواز سے کیا جائے تو کیسا ہے۔ فرمایا بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ صحابہ کرام جب قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ تو اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ کسی کو معلوم نہ ہوتا تھا جب سجدے کی آیت پر پہنچتے اور وہ سجدہ

کرتے تو معلوم ہوتا کہ وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔

ذکر سلام وجواب آں

جمعرات چھبیسویں ماہ مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ سلام اور اس کے جواب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ جب مہتر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تو حکم ہوا کہ ملائکہ مقربہ کو سلام کرو اور سلام کا جواب سنو۔ تاکہ تمہارے فرزندوں میں سلام کے جواب کا یہی طریقہ رائج ہو۔ مہتر آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو سلام کیا۔ اسلام علیکم فرشتوں نے جواب دیا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہی حکم فرزندان آدم کے لئے نافذ ہوا بلعدازں فرمایا کہ اگر کوئی اگر سلام یوں کہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تو اس کا جواب بھی اسی طرح دینا چاہیئے۔ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ذکر سلام تا برکات پیش زیادہ است

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک نے آکر سلام کیا۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تو حاضرین میں سے ایک نے یوں جواب دیا۔ السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ ابن عباسؓ بھی حاضر تھے۔ فرمایا کہ ایسے نہیں کہنا چاہیئے۔ سلام کا جواب صرف برکاتہ تک ہے اس سے زیادہ نہیں کہنا چاہیئے۔

ترک نماز نفل برعایت زیادہ است

پھر میں نے پوچھا کہ اگر کوئی نفلی نماز ادا کر رہا ہو اور کوئی بزرگ آجائے تو وہ نمازی نماز چھوڑ کر اس میں مشغول ہو جائے یا نہ۔ فرمایا۔ اسے اپنی نماز ختم کرنی چاہیئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص نفل نماز ثواب کے لئے ادا کر رہا ہو اور اس کا پیر آجائے۔ تو اسے نماز چھوڑ کر قدمبوسی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ پیر کی قدمبوسی میں سعادت زیادہ ہے۔ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ یہ دولت اس ثواب سے سوگنا بڑھ کر ہے فرمایا۔ شرعی حکم یہی ہے کہ نماز نہ چھوڑے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ دریائے ملتان ...

پہنچے۔ جہاں پر آپ کے بہت سے مرید وضو کر رہے تھے۔ جب شیخ کو دیکھا تو وضو کو ادھورا ہی چھوڑ کر تعظیم کرنے لگے مگر ایک مرید وضو کر کے حاضر خدمت ہوا۔ اور تعظیم کی شیخ صاحب نے فرمایا کہ تم میں درویش یہی ہے جس نے وضو کے بعد میری تعظیم کی ہے۔ میں نے پوچھا کہ اگر کوئی نفلی نماز چھوڑ کر پیر کی تعظیم میں مشغول ہو جائے۔ تو کیا اس پر کفر کا فتویٰ لگ سکتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ پھر میری اس عرض اور مریدوں کے اعتقاد کی بابت زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ کبیر فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے بدرالدین اسحٰق کو آواز دی۔ جو اس وقت نماز میں مشغول تھا۔ نماز ہی میں بلند آواز سے کہا۔ لبیک۔ بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی

فرمان شیخ مثل فرمان رسول است

کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک صحابی کو آواز دی۔ وہ نماز میں مشغول تھا۔ اس واسطے دیر ہوئی۔ جب حاضر خدمت ہوا۔ تو پوچھا کہ دیر کیوں کی؟ عرض کی کہ بندہ نماز میں مشغول تھا۔ فرمایا۔ جب رسول خدا بلائیں۔ تو فوراً جواب دینا چاہیئے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ کا فرمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ کوئی شخص شیخ شبلی کی خدمت میں حاضر ہوا مرید ہونے کے لیئے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر مرید کرتا ہوں۔ کہ جو کچھ میں کہوں۔ وہی کرے۔ عرض کی۔ ویسا ہی کروں گا۔ پوچھا کلمہ طیب کس طرح پڑھا کرتے ہو۔ عرض کی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ فرمایا اس طرح پڑھو۔ لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ۔ مرید نے فوراً اسی طرح پڑھا۔ بعد ازاں شبلی نے فرمایا کہ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنےٰ غلام ہوں۔ رسول وہی ہیں۔ میں تیرے اعتقاد کو آزمانا چاہتا تھا۔

پھر جمعہ کی نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ آیا جمعہ کی نماز ادا نہ کرنے والوں کے لئے کوئی تاویل بھی ہے۔ یا نہیں؟ سوائے اس کے کہ کوئی غلام مریض ہو لیکن جو جا سکتا ہے۔ اور پھر نہیں جاتا۔ وہ سخت سنگ دل ہے۔

۴ فرمایا کوئی تاویل نہیں سوائے

پھر فرمایا کہ اگر ایک جمعہ حاضر نہ ہو۔ تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ظاہر ہوتا ہے۔ اگر دو جمعے رہ جائیں تو دو نقطے۔ اگر تین جمعے رہ جائیے۔ تو سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا

پھر سلطان غیاث الدین بلبن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ پانچوں وقت اور جمعہ کی نماز وقت پر ادا کیا کرتا تھا۔ اور عقیدہ کا بہت ہی اچھا تھا۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ اس نے قاضی لشکر کو کہا کہ گزشتہ رات کیسی ہی بزرگوار رات تھی۔ قاضی لشکر نے کہا کہ آپ پر بھی روشن ہی ہے۔ بادشاہ نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا کہ شاید وہ شب قدر تھی۔ فرمایا۔ ہاں! شب بزرگوار تھی۔ جو انہیں مل گئی۔ اور ایک دوسرے کے حال سے واقف ہوئے

ذکر تسمیہ گفتن در نماز

منگل کے روز دوسری ماہ جمادی الاول ۲۰؁ھ ہجری کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز اس بارے میں آیا کہ ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔ یا ہر سورۃ شروع میں۔ فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہر پہلی رکعت میں صرف ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔ لیکن برخلاف اس کے دوسرے علماء اور امام ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ لیکن بعض ہر سورۃ کے شروع میں بھی۔

پھر فرمایا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اور ایک یار نے ایک مجمع میں سوال کیا کہ نمازی کو بسم اللہ کب پڑھنی چاہیئے یا ہر رکعت کے شروع میں یا سورۃ کے شروع میں۔ ان کا مقصود اصلی یہ تھا کہ اگر نفی کریں گے تو تسمیہ کے نفی میں ہیں۔ ہم مواخذہ کریں گے۔ لیکن آپ نے نگہداشت ادب اور کمالیت علمی سے جواب دیا کہ ایک مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کا اصلی مقصد تو دی تھا اب جس طرح چاہیں۔ خیال کرلیں۔ خواہ ہر رکعت کے شروع میں خواہ ہر سورۃ کے شروع میں۔

پھر مشائخ کی دعا اور بددعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ

شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک یار محمد شہ غوری نام نہایت صادق مرد اور معتقد تھا۔ ایک دفعہ وہ گھبرایا ہوا اور حیران حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے حال پوچھا۔ تو عرض کی کہ میرا بھائی بیمار ہے۔ اور اس میں کوئی دم باقی ہے۔ اب میں حاضر خدمت میں ہوں۔ کیا عجیب ہے کہ وہ ابھی پورا نہ ہوا ہو میں اس کی خاطر گھبرایا ہوا ہوں۔ شیخ الاسلام فرید الحق والدین نے فرمایا کہ جس طرح تیری حالت اب ہے میری یہ حالت ساری عمر رہی ہے۔ اور اب بھی ہے لیکن میں کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ پھر اسے فرمایا کہ جاؤ! تمہارا بھائی تندرست ہو جائے گا۔ جب واپس گھر آیا۔ تو دیکھا کہ بھائی بیٹھ کر کھانا کھا رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر خوردن آب یکے دوست پیش آوردن دیگرے

اتوار کے روز ساتویں ماہ مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ ایک آدمی جب پانی پیتا ہے۔ اور دوسرے نیچے ہاتھ رکھتے ہیں۔ آیا یہ سنت ہے۔ خواجہ صاحب پوچھنے لگے حاضرین میں سے ایک نے چند الفاظ پڑھے۔ اور کہا کہ یہ حدیث ہے۔ کہ جو شخص دوسرے کے پانی پیتے وقت ہاتھ نیچے رکھے۔ وہ بخشا جائے گا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث کا ذکر حدیث کی مشہور کتابوں میں تو کہیں بھی نہیں۔ شاید لوگوں کی سنی سنائی ہے۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ شاید ہو بھی۔ لیکن اتنا تو کہہ سکتا ہوں کہ یہ حدیث کی معتبر کتابوں میں نہیں۔

ذکر حدیث متواتر

یہاں سے حدیثوں کی بابت ذکر چھڑا۔ تو فرمایا کہ ایک دفعہ قاضی منہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ وعظ کر رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں فرمایا کہ چھ حدیثیں متواتر ہیں۔ اول الغیبۃ اشد من الزناء غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ دوسری من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی۔ جس نے گلاب کا پھول سونگھ

کہ مجھ پر درود نہیں بھیجا۔ بے شک اس نے مجھ پر جفا کی۔ تیسری البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر۔ مدعی پر بیان اور انکاری پر قسم واجب ہے خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ جب قاضی منہاج الدین یہ تین حدیثیں بیان کر چکے۔ تو فرمایا کہ باقی کی تین مجھے یاد نہیں۔ اگر کوئی طعن کرے کہ کیوں یاد نہیں۔ تو میں کہوں گا کہ یہ تین حدیثیں تو مجھ سے سنیں۔ کیا تجھے یاد نہ تھیں

ذکر فضیلت حدیث صحت بیمار

پھر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ مولانا رضی الدین نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ بیمار ہوئے۔ جو عرصہ تک بیماری میں رہے ایک عالم آکر آپ کے سرہانے بیٹھا۔ اور یہ حدیث پڑھی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الغیبۃ اشد من الزناء۔ مولانا رضی الدین پر اگرچہ مرض غالب تھی۔ مگر اس پر بھی عالم سے اس حدیث کی توجیہہ پوچھی کہ اس وقت نہ تو غیبت کا ذکر تھا۔ نہ زنا کا۔ پھر یہ حدیث پڑھنے کا کونسا موقعہ تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا مقصود توجیہہ اور غیر توجیہہ کا نہ تھا۔ بلکہ میں نے سنا تھا کہ جو کوئی کسی بیمار کے سرہانے کوئی حدیث صحیح پڑھے۔ تو وہ بیمار تندرست ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے یہ حدیث جو متواتر اور صحیح ہے۔ آپ کی صحت کے لئے پڑھی ہے۔ پھر مولانا رضی الدین نے کچھ جواب نہ دیا اور صحت یاب ہوئے

ذکر تسلیم و رضا

پھر تسلیم اور رضا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک درویش بیٹھا تھا۔ ایک مکھی آکر اس کی ناک پر بیٹھی اس نے اڑائی۔ پھر آبیٹھی۔ پھر کہا۔ اے بار خدایا میں چاہتا ہوں کہ مکھی ناک پر نہ بیٹھے۔ اور تو چاہتا ہے کہ بیٹھے۔ میں نے اپنی مرضی چھوڑ دی اور تیری رضا قبول کی۔ اب میں ناک پر سے مکھی نہیں اڑاؤں گا جب یہ کہا۔ تو پھر مکھی ناک پر نہ بیٹھی

واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر توبہ قمر نام مطربہ

ہفتے کے روز بیسویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ گفتگو اس بارے میں شروع ہوئی کہ بعض تائب توبہ کے بعد لغزش کھا جاتے ہیں۔ چونکہ سعادت باقی ہوتی ہے۔ پھر توبہ کر لیتے ہیں۔ اس حال کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک گویا عورت قمر نام نہایت حسین تھی۔ آخری عمر میں توبہ کی اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مرید ہوئی۔ اور وہاں سے کعبہ کی زیارت کے لئے گئی۔ جب واپس آئی۔ تو والی ہمدان نے اس کے آنے کی خبر سن کر کسی کو اس کے پاس بھیجا کہ آ کر گانا سناؤ۔ اس عورت نے جواب دیا کہ میں نے اس کام سے توبہ کر لی ہے۔ اور کعبہ کی زیارت کر آئی ہوں۔ اب یہ کام نہیں کروں گی۔ والی ہمدان نے ایک نہ سنی اور اسے آنے اور گانے پر مجبور کیا۔ وہ شیخ ہمدانی کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور حالت عرض کی۔ شیخ نے فرمایا کہ اچھا۔ اب تو جاؤ۔ آج رات میں تیرے کام کی خاطر مشغول ہوں گا۔ اور صبح جواب دوں گا۔ صبح کو جب عورت آئی۔ تو فرمایا کہ ابھی تیرے خزانۂ تقدیر میں ایک مرتبہ اور گناہ ہے۔ بیچاری مجبور ہو گئی۔ بادشاہ کے آدمی اسے آ کر لے گئے۔ جب چنگ بجا کر گانا شروع کیا۔ تو ایک ایسا شعر آیا جس سے تمام سامعین کو حالت ہو گئی۔ پہلے بادشاہ نے توبہ کی اور پھر سب نے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قاضی قطب الدین کاشانی کے بارے میں

سوموار کے روز ماہ رجب سن مذکور کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ قاضی قطب الدین کاشانی کے علم و دیانت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ ملتان میں رہتے تھے۔ اور علیحدہ مدرسہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ

علیہ ہر روز وہاں جایا کرتے اور نماز ادا کیا کرتے۔ ایک روز مولانا قطب الدین نے آپ سے پوچھا۔ اپنے مقام سے اس قدر دور کس لئے آتے ہیں۔ اور مقتدی بن کر نماز ادا کرتے ہیں۔ فرمایا میں اس حدیث پر عمل کرتا ہوں۔ **من صلی خلف عالم تقی کانہ صلی خلف بنی مرسل**"۔ جس نے پرہیزگار عالم کے پیچھے نماز ادا کی۔ گویا اس نے نبی مرسل کے پیچھے نماز ادا کی۔ بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے ایسا ہی سنا ہے کہ ایک روز شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ وہاں پر موجود تھے۔ قاضی قطب الدین امامت کر رہے تھے۔ ایک رکعت ادا کر چکے تھے۔ دوسری رکعت کے وقت شیخ صاحب بھی جا پہنچے۔ جب قاضی صاحب تشہد کے لئے بیٹھے۔ تو سلام کہنے سے پہلے ہی شیخ صاحب نے اُٹھ کر نماز ختم کی جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو قاضی صاحب نے شیخ صاحب سے پوچھا کہ آپ کس واسطے سلام سے پہلے ہی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کیا آپ سجدہ نہیں کر سکتے تھے؟ فرمایا کہ اگر کسی کو باطنی نور کے سبب معلوم ہو جائے کہ امام سے غلطی نہیں ہوئی۔ تو اس کے لئے جائز ہے۔ تاکہ اٹھ کھڑا ہو۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ جو نور شرع کے موافق نہیں۔ وہ تاریکی ہے۔ کہتے ہیں کہ بعدازاں پھر کبھی شیخ صاحب وہاں نہ گئے۔ ایک مرتبہ قاضی قطب الدین سے پوچھا گیا کہ آپ درویشوں پر اعتقاد کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا۔ جن درویشوں کو میں نے دیکھا ہے۔ ویسے اب دکھائی نہیں دیتے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں کاشغر میں تھا۔ اور میرے پاس ایک چھوٹی چھری تھی۔ وہ ٹوٹ گئی۔ اسے بازار سے

ذکر قاضی قطب الدین و درست ساختن کارد او را پیرے کاردگر

جا کر چھری بنانیوالے کو دکھایا۔ کہ اسے درست کر دو۔ اس نے کہا۔ یہ ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ ضرور چھوٹی ہو جائے گی۔

کیونکہ جب نوک اور نکالی جائے گی۔ اور کچھ دستے کی طرف استعمال ہو گی۔ تو ضرور ہے کہ چھوٹی ہو جائے گی۔ میں نے کہا نہیں۔ ویسی ہی ہونی چاہیئے۔ جیسی پہلے تھی ان سے یہ کام نہ ہو سکا۔ کہا کہ فلاں دکان پر سے جاؤ۔ وہاں پر ایک بڑا بزرگ صالح مرد کاریگر ہے۔ شاید وہ بنا دے۔ قاضی قطب الدین فرماتے ہیں کہ میں اس پتے پر گیا۔ اور کارد کی بابت کہا۔ اس نے بھی وہی جواب دیا۔ جو پہلوں نے کہا تھا کہ کچھ کم ہو جائے گی۔ میں نے کہا نہیں مجھے ویسی ہی چاہیئے۔ اس بوڑھے نے تھوڑی سی دیر سوچ کر کہا۔ آنکھ بند کر دو لیکن میں کن انکھیوں سے دیکھتا رہا کہ اس بوڑھے نے چھری سے کر اپنی ڈاڑھی کے پاس رکھی۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ پڑھا۔ پھر مجھے کہا کہ آنکھ کھول۔ جب میں نے کھولی۔ تو چھری میرے آگے پھینک دی۔ جو ٹھیک پہلی حالت پر تھی۔

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ قاضی قطب الدین کاشانی جب دہلی آئے۔ تو آپ کو ایک دفعہ سرائے سلطانی میں طلب کیا گیا جب آپ گئے تو اس وقت بادشاہ حرم گاہ میں بیٹھے تھے۔ سید نور الدین مبارک علیہ الرحمۃ بادشاہ کی دائیں طرف اور قاضی فخر الائمہ دوسری طرف اور دونوں حرم گاہ کے باہر بیٹھے تھے۔ جب قاضی قطب الدین صاحب آئے۔ تو ان دونوں بزرگوں نے پوچھا کہ آپ کہاں بیٹھیں گے؟ فرمایا کہ علوم کے سایہ کے نیچے القصہ جب بادشاہ کے قریب پہنچے۔ اور سلام کہا۔ تو بادشاہ نے خود اٹھ کر آپ کا دست مبارک پکڑا اور حرم گاہ کے اندر لے جا کر اپنے پاس بٹھایا۔

پھر شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ جب بدایوں پہنچے۔ اور کچھ مدت وہاں سکونت اختیار کی۔ تو ایک روز کسی کام کے لئے قاضی کمال الدین جعفری حاکم بدایوں کے پاس گئے۔ تو خادموں نے کہا کہ قاضی صاحب اس وقت نماز میں مشغول ہیں۔ شیخ صاحب نے مسکرا کر پوچھا کہ کیا قاضی صاحب کو نماز پڑھنا آتی ہے۔ یہ کہہ کر آپ واپس چلے آئے

جب قاضی نے یہ بات سُنی تو دوسرے روز شیخ صاحب کی خدمت میں آکر معافی مانگی اور پوچھا کہ آپ نے یہ بات کس طرح کی کہ قاضی کو نماز پڑھنا آتی ہے۔ میں نے تو کسی ایک کتاب میں نماز اور اس کے احکام کے متعلق لکھی ہیں۔ شیخ صاحب نے فرمایا بجا ہے۔ لیکن عالموں کی نماز اور ہوتی ہے اور فقیروں کی اور۔ قاضی صاحب نے پوچھا کہ رکوع و سجود کسی اور طرح کرتے ہیں۔ یا قرآن شریف کسی اور طرح پڑھتے ہیں؟ شیخ صاحب نے فرمایا کہ نہیں۔ علماء کی نماز اس طرح ہوتی ہے کہ ان کی نظر کعبہ پر رہتی ہے۔ اور نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اگر کعبہ دکھائی نہ دے تو اس طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اگر کسی ایسے مقام پر ہوں۔ جہاں سمت معلوم نہ ہو۔ تو جس طرف چاہیں۔ قیاساً ادا کر لیتے ہیں۔ علماء کی نماز انہیں تین اقسام کی ہوتی ہے لیکن فقیر جب تک عرش کو نہیں دیکھ لیتے۔ نماز ادا نہیں کرتے۔ قاضی کمال الدین کو اگرچہ یہ بات ناگوار گزری۔ لیکن کچھ نہ کہا اور واپس چلے آئے جب رات ہوئی تو خواب میں دیکھا کہ واقعی شیخ صاحب عرش پر مصلا بچھا کر نماز ادا کر رہے ہیں دوسرے دن دونوں بزرگوار ایک مجلس میں آئے۔ تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ اے فلاں! علماء کا کام اور مرتبہ معلوم ہے۔ ان کی ساری محنت اس پر صرف ہوتی ہے کہ علم حاصل کر کے مدرس بنیں یا قاضی بن جائیں۔ یا صدر جہاں۔ میں ان کا مرتبہ اس سے بڑھ کر نہیں ہوتا لیکن درویشوں کے بہت سے مرتبے ہیں۔ ان کا پہلا مرتبہ یہ ہوتا ہے۔ جو قاضی صاحب کو گذشتہ رات دکھایا گیا ہے۔ جب یہ بات کہی۔ تو قاضی صاحب نے اٹھ کر معافی مانگی۔ اور اپنے لڑکے برہان الدین کا اور اپنا سر شیخ صاحب کے قدموں پر رکھ دیا۔ اور مرید بنایا۔ اور شیخ صاحب سے کلاہ دی۔

ذکر تحمل و معاملات با خلق

سنہ ۷۰۹ھ کے روز چودھویں سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی تحمل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ لوگ آپس میں تین چار طرح کا سلوک کرتے ہیں اول وہ لوگ جن سے کسی کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ نقصان نہ ایسے لوگ بمنزلہ

جمادات ہیں۔ دوسرے وہ جن سے فائدہ پہنچتا ہے۔ لیکن نقصان نہیں پہنچتا تیسرے ان دونوں سے اچھے ہیں یعنی وہ لوگ جن سے لوگوں کو فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ اور اگر انہیں دوسروں کی طرف سے نقصان پہنچے۔ تو وہ اس کا بدلہ نہیں لیتے۔ بلکہ برداشت کرتے ہیں۔ جو متدلیقوں کا کام ہے۔

اچھے ناموں کے بارے میں

سوموار کے روز اٹھارہویں ماہ شعبان سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ کون سے نام اچھے ہوتے ہیں فرمایا کہ احب الاسماء عند الله عبد الله وعبد الرحمن۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے پیارے نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں۔ اور بعدازاں فرمایا کہ سب سے سچا نام حارث ہے۔

پھر فرمایا کہ سب سے سچا نام حارث ہے۔ اس واسطے کہ جو ہے کھیتی کرتا ہے خواہ طاعت سے۔ خواہ گنہگاری سے۔ بعدازاں فرمایا کہ سب سے جھوٹا نام مالک اور خالد ہے۔ اس واسطے کہ مالک اور خالد (ہمیشہ رہنے والا) اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

پانچویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ صحبت کے اثر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک طالب علم نصیر نام شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں تجارت کی نیت سے حاضر ہوا۔ لیکن آکر مرید بنا اور سر منڈا ڈالا۔ ایک روز جوگی سے پوچھنے لگا۔ کہ بال کس طرح بڑھتے ہیں؟ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس طالب کو جوگی سے بال بڑھانے کی تجویز پوچھتے سنا۔ تو میں سخت ناراض ہوا۔ اس واسطے کہ بیعت سے غرض تو یہ ہے کہ سر کے بال منڈانے سے غرور اور بانکپن جاتا رہے۔ پھر بال بڑھانے کی کیا ضرورت الغرض جب کچھ مدت گزر گئی۔ تو شیخ معین الحق والدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے دو ہتے خواجہ وحیدالدین شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مرید بننے کی التجا کی شیخ صاحب نے فرمایا۔ مجھے یہ بات آپ کے خاندان سے حاصل ہوئی ہے۔ مجھے واجب نہیں

کہ آپ کو مرید کروں۔ خواجہ صاحب نے بہت منت وسماجت کی تو شیخ صاحب نے مرید کر لیا۔ اور فرمایا کہ سر منڈوا دو جس روز خواجہ وحید الدین نے سر منڈایا۔ اسی روز خواجہ نصیر الدین نے بھی آپ کی موافقت سے سر منڈایا۔

پھر دعائے اموات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ قبروں پر جو قرآنی آیتیں لکھتے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا۔ نہیں لکھنی چاہئیں اور کفن پر بھی نہیں لکھنی چاہئیں۔

بزرگوں کے بارے میں

بدھ کے روز اٹھارہویں ماہ شوال سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مولانا برہان الدین بلخی بزرگی علیہ الرحمۃ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو کہا۔ مولانا برہان الدین نے فرمایا کہ میں ابھی بچہ ہی تھا۔ تقریباً پانچ چھ سال کا ہوں گا کہ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ چل رہا تھا۔ اتنے میں مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نمودار ہوئے۔ میرے والد بزرگوار اس سے الگ ہو کر ایک کوچے میں چلے گئے۔ اور مجھے وہیں چھوڑ گئے۔ جب مولانا برہان الدین مرغینانی کی سواری نزدیک آ پہنچی۔ تو میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ مجھے غور سے دیکھ کر فرمایا۔ کہ اس لڑکے میں مجھے علم کا نور دکھائی دیتا ہے۔ میں یہ بات سن کر اس کی سواری کے آگے آگے چلا۔ پھر فرمایا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ ایسے ہی کہلواتا ہے۔ کہ یہ لڑکا اپنے زمانے میں علامۂ عصر ہوگا۔ مولانا برہان الدین بلخی فرماتے ہیں کہ میں یہ بات سن کر اسی طرح آگے آگے چلا گیا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ بات کہلواتا ہے۔ کہ یہ لڑکا ایسا بزرگ ہوگا کہ بادشاہ بھی اس کے دروازے پر آئیں گے۔

خواجہ صاحب نے جب یہ حکایت ختم کی تو فرمایا کہ مولانا برہان الدین بلخی عالم تھے اور صالح بھی۔ چنانچہ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کسی کبیرہ کی نسبت باز پرس نہیں کرے گا۔ صرف ایک کبیرہ گناہ کی نسبت کرے گا۔ مولانا سے پوچھا گیا کہ وہ کونسا کبیرہ ہے۔ فرمایا۔ سماع۔ جو میں نے سنا بھی بہت ہے۔ اور اب بھی سنتا ہوں۔

یہاں سے سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ اس شہر میں سماع کا سکہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے جمایا تھا۔ اور نیز قاضی منہاج الدین نے۔ جو قاضی وقت اور سماع کا دلدادہ تھا۔ ان دونوں کی کوشش سے یہ کام سرانجام ہوا۔ گو مخالفوں نے مخالفت کی۔ لیکن قاضی صاحب اپنی بات پر پکے رہے۔ چنانچہ ایک دفعہ بادشاہ کے مکان میں سفید محل کے پاس دعوت کی جہاں شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز بھی موجود تھے۔ دوسرے بزرگوں نے مولانا رکن الدین سمرقندی کو اطلاع کی کہ یہاں سماع ہونے والا ہے۔ وہ سماع کے سخت مخالف تھے بمعہ خدمت گاروں اور متعلقین کے گھر سے نکل روانہ ہوئے۔ تاکہ جا کر سماع سے منع کریں۔ جب قاضی حمید الدین ناگوری

ذکر سماع قاضی حمید الدین فتوے بدعیاں

نے سنا کہ اس طرح آ رہے ہیں۔ تو گھر کے مالک کو کہا کہ تو کسی جگہ جا کر چھپ جا۔ خواہ تجھے کتنا ہی بلائیں۔ نہ آنا مت۔ گھر کے مالک نے ویسا ہی کیا۔ قاضی حمید الدین صاحب نے فرمایا۔ کہ دروازہ کھول دو اور سماع شروع کرو۔ جب مولانا رکن الدین سمرقندی آئے۔ تو پوچھا کہ گھر کا مالک کون ہے؟ جواب ملا۔ یہاں موجود نہیں ہمیں معلوم نہیں۔ پھر پوچھا اور جستجو کی۔ لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر واپس چلے گئے۔ خواجہ صاحب جب اس مقام پر پہنچے۔ تو مسکرا کر فرمایا کہ قاضی صاحب نے کیا اچھی تدبیر نکالی۔ کہ مالک مکان کو غائب کر دیا۔ یعنی بے اجازت گھر میں آنا منع ہے۔ اگر مولانا رکن الدین بغیر اجازت اندر چلے جاتے۔ تو ان پر مواخذہ ہو سکتا تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ مولانا شرف الدین بجری بھی قاضی صاحب کے مخالف تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مولانا شرف الدین بجری بیمار ہوئے۔ تو قاضی حمید الدین صاحب بیمار پرسی کے لئے آئے۔ مولانا کو اطلاع دی گئی۔ فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو معشوق کہتا ہے۔ میں اس کا چہرہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ غرضیکہ نہ ہی آنے دیا۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کیا اس معشوق سے مراد محبوب ہے۔ فرمایا کہ اس بارے میں بہت سی باتیں

ہیں جس قدر لوگوں کو واقفیت ہوتی ہے۔ ویسا ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔ لیکن جو گھر بیٹھے کوئی بات کہہ دے۔ اسے کوئی کیا کرے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری۔ قاضی کبیر اور مولانا برہان الدین بلخی تینوں بزرگوار شیخ کبیر کی مجلس میں حاضر ہونے کی خاطر جا رہے تھے۔ قاضی صاحب خچر پر سوار تھے۔ اور باقی دونوں قدآور گھوڑوں پر۔ اسی اثنا میں مولانا کبیر نے قاضی حمید الدین کو کہا کہ مولانا! آپ کی سواری کا ٹٹو صغیر (چھوٹا) ہے۔ فرمایا کبیر (بڑے) سے اچھا ہے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ دیکھو۔ کیا عمدہ جواب ہے۔ جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا

بعد ازاں فرمایا کہ جب قاضی حمید الدین ناگوری کے سماع کا شہرہ ہوا۔ تو بہت سے مخالفین نے فتوے لگائے۔ اور جواب سنے سب نے لکھا کہ سماع حرام ہے۔ ایک فقیہہ نے جس سے قاضی صاحب کا میل جول تھا۔ شاید اس فتوے میں کچھ لکھا تھا اس کی خبر جب قاضی صاحب کو ملی۔ اتنے میں وہ فقیہہ قاضی صاحب کے پاس آیا۔ تو قاضی صاحب نے پوچھا کیا آپ نے بھی اس کا جواب لکھا ہے۔ وہ شرمندہ ہوا۔ اور کہا کہ ہاں! لکھا ہے۔ اس بات پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس روز قاضی صاحب نے اپنا بھید کچھ اس فقیہہ پر ظاہر کیا اور فرمایا کہ وہ تمام مفتی جنہوں نے جواب لکھے ہیں۔ میرے مقابلے میں ابھی ماں کے شکم سے پیدا بھی نہیں ہوئے۔ اور تو پیدا تو ہوا ہے۔ لیکن ابھی بچہ ہے

یہاں سے قاضی حمید الدین ناگوری کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں قاضی حمید الدین ناگوری کی خانقاہ آیا لیکن جب شہر پہنچا تو انتقال ہو چکا تھا۔ ایک روز قاضی حمید الدین صاحب کے مجموعات اور وہ کتابیں جو سلوک کے بارے میں لکھی ہیں۔ منگا کر مطالعہ کیں۔ مطالعہ کرنے کے بعد حاضرین کو کہا کہ جو کچھ تم نے پڑھا ہے وہ بھی ان کا غذات میں ہے۔ اور جو کچھ تم نے نہیں پڑھا وہ بھی ان میں ہے اور جو کچھ میں نے پڑھا ہے۔ وہ بھی ہے۔ اور جو کچھ میں نے نہیں پڑھا۔ وہ بھی ہے۔ اور جو کچھ میں نے نہیں

پڑھا۔ وہ بھی ہے۔

ذکر معاملہ اولیا با خلق و ابوالغیاث قصاب

ہفتے کے روز ستائیسویں ماہ شوال سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اولیائے حق اور معاملہ خلق ان کی راستی اور ان کے شر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو یہ حکایت بیان فرمائی کہ نیشاپور میں ایک بزرگ تھا جس نے کچھ بکریاں ابوالغیاث کے حوالے کیں کہ ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت فروخت کرنا اور روپیہ پیسہ جمع رکھنا۔ جب تک کہ میں نہ آؤں۔ جب کچھ مدت بعد واپس آیا تو ہڈیوں کا انبار دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیسا ہے۔ ابوالغیاث نے کہا۔ یہ ان بکریوں کی ہڈیاں ہیں جن کے بارے میں ذبح کر کے فروخت کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ سو میں نے ویسا ہی کیا۔ اس کے باپ نے پوچھا کہ ہڈیاں کیوں فروخت نہ کیں؟ کہا۔ لوگ مجھ سے گوشت خریدنے آتے تھے۔ نہ کسی نے ہڈیاں پوچھی ہیں۔ نہ میں نے بیچی ہیں۔ اس کے باپ نے یہ سن کر ہنس دیا۔ اور کہا کہ تو نے میرا روپیہ ضائع کیا۔ پوچھا کس قدر؟ کہا بیس ہزار دینار۔ ابوالغیاث نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ تو ایک تھیلی غائب سے اس کے ہاتھ میں آئی۔ جو اس نے باپ کے آگے رکھ دی جب کھولی گئی۔ تو اس میں بیس ہزار دینار پائے۔ جب یہ حکایت ختم کی تو میں نے پوچھا کہ کیا جلال قصاب یہی تھا؟

فرمایا۔ نہیں۔ جلال قصاب متاخرین میں سے تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ شعر جلال قصاب کا ہے ؎

من پور قصابم سخنم پوست کشندہ است من پوست کشم ہر کہ بہ بازار من آید

فرمایا۔ ہاں! اسی کا ہے۔ پھر فرمایا کہ دہلی میں ایک قصاب ولی تھا جس سے لوگوں کو بہت کچھ حاصل ہوا۔ قاضی فخر الدین ناقلہ اوائل میں اس کے پاس اکثر جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس قصاب نے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں قاضی بن جاؤں۔ کہا۔ اچھا! قاضی بن جاؤ گے۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک شخص اسی قصاب کے پاس جایا کرتا تھا۔ اس سے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں امیر داد بننا چاہتا ہوں۔ کہا۔ جاؤ! تم امیر داد ہو جاؤ گے۔ چنانچہ وہ ہوگیا۔

پھر فرمایا کہ مولانا وجیہہ الدین حسام بھی اس کے پاس جایا کرتے تھے۔ انہیں پوچھا کہ تم کیا بننا چاہتے ہو۔ کہا۔ مجھے علم چاہیئے۔ چنانچہ آپ عالم بنے۔ ایک اور آدمی کی بھی اسی قصاب سے آشنائی تھی۔ اسے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا۔ مجھے حق تعالیٰ کی محبت چاہیئے۔ چنانچہ وہ بھی واصل ہوگیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس قصاب کو دیکھا تھا۔

علویوں کے بارے میں

منگل کے روز بائیسویں ماہ ذیقعدہ سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ علویوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میرے دل میں مدت سے ایک بات تھی۔ جو اب ظاہر کی۔ وہ یہ کہ بعض علویوں سے میں نے سنا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط لکھا کہ میرے فرزندوں کو اجازت ہے کہ اگر وہ چاہیں تو مسلمان کو بیچ لیں۔ اور ابوبکر صدیق یا عمر خطاب رضی اللہ عنہما میں سے کسی نے اس حکم کو پھاڑ ڈالا۔ میں نے اس بارے میں پوچھا کہ کیا یہ سچ ہے فرمایا۔ نہیں۔ یہ بات کسی کتاب میں تو لکھی نہیں دیکھی۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندوں کی تعظیم و تکریم کرنی واجب ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ جو آل رسول ہے۔ اس سے ناشائستہ حرکت کبھی ظاہر نہیں ہوتی۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ سمرقند میں ایک صحیح النسب سید اجل تھے۔ جو کتاب "نافع ہمدان" کے مصنف ہیں۔ آپ کی ایک لونڈی تھی جس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جو پانچ چھ برس کا ہوگیا تو ایک روز سقہ پانی کی مشک بھر کر لایا۔ جب پانی بھر کر باہر آیا۔ اور پھر دوبارہ لایا۔ تو مشک میں سوراخ تھا جس سے تھوڑا تھوڑا پانی بہہ رہا تھا۔ سید اجل نے پوچھا کہ اس مشک کو کیا ہوا؟ سقے نے کہا میں بھر کر لایا تھا۔ آپ کے لڑکے نے چھوٹی سی تیر کمان بنائی ہوئی ہے۔ اس نے تیر مارا ہے۔ جس سے مشک میں سوراخ

ہوگیا ہے۔ سید اجل نے جب یہ بات سنی۔ تو لونڈی کے پاس آکر تلوار سونت لی۔ اور پوچھا کہ سچ بتا۔ یہ لڑکا کس کا ہے؟ پہلے تو اس نے پوشیدہ رکھنا چاہا لیکن بعد میں کہہ دیا کہ یہ ایک غلام کا لڑکا ہے۔ سید اجل یہ سن کر باہر آ گئے۔ تو پہلے اس لڑکے کی دو زلفیں تھیں۔ ایک کاٹ دی۔ بات یہ ہے کہ جو آل رسول ہے۔ اس سے کبھی ناشائستہ حرکت نہ ہوگی۔

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ بدایوں میں ایک سید مرد تھے۔ ان کے ہاں اس روز لڑکا پیدا ہوا جب کہ چاند برج عقرب میں تھا جیسی کہ عام رسم ہے۔ اس کی ولادت کو منحوس خیال کیا۔ اور وہ لڑکا ایک کناسی کو دے دیا جس نے اس کی پرورش کی چار پانچ سال بعد اس لڑکے میں نور و جمال نمودار ہوا۔ تو کسی نے آکر سید صاحب سے کہا کہ اپنا فرزند دیکھا ہے کیسا حسین ہے۔ اس کے والدین آکر اسے لے گئے۔ اور قرآن پڑھایا اور علم و ادب سکھایا۔ القصہ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس سید کو دیکھا تھا واقعی حسین تھا۔ پھر وہ عالم متبحر بنا۔ چنانچہ بدایوں کے بہت سے لوگ اس کے شاگرد بنے واقعی بڑے اعلیٰ درجے کا ادیب اور صالح مرد تھا۔ چنانچہ جو شخص اسے دیکھتا یہی کہتا کہ واقعی آل رسول ہے۔

ذکر آمدن درویش صاحب حال درپیش حضرت شیخ الاسلام

پھر مشغول درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ میں نے بدرالدین اسحٰق سے سنا ہے اس نے کہا کہ ایک صوفی شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو بہت مرد عزیز تھا دن رات یاد حق میں مشغول رہتا۔ جب اس کے کپڑے میلے ہو گئے تو پیر نے کہا۔ کپڑے کیوں نہیں دھوتا اس وقت کچھ جواب نہ دیا۔ چند روز بعد پھر پیر نے کہا کہ کپڑے کیوں نہیں دھوتا؟ تو بڑی عاجزی سے جواب دیا کہ مجھے کپڑے دھونے کی فرصت نہیں۔ بدرالدین اسحٰق فرماتے ہیں کہ جب کبھی مجھے اس کا جواب یاد آتا ہے۔ تو مجھے بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے

ذکر ذوق وشوق واشتیاق سالکان

پھر ذوق وشوق اور سالکوں کے غلبہ اشتیاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو یہ حکایت بیان فرمائی کہ سہاور میں ایک عالم تھا جس کا وعظ پُر اثر تھا۔ ایک روز اس نے قاضئ شہر سے زیارت کعبہ کی آرزو کی اور اجازت مانگی۔ اس نے کہا۔ مردِ خدا! کہاں جاؤ گے۔ آپ کی وعظ ونصیحت سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ قاضی کے کہنے پر رک گیا۔ پھر دوسرے سال ایسا ہی کیا۔ پھر قاضی نے وہی جواب دیا۔ تیسرے سال جب پوچھا۔ تو قاضی نے کہا کہ صاحب اگر اشتیاق آپ کو غالب ہوتا تو نہ ہی مشورہ کرتے اور نہ ہی اجازت طلب کرتے۔ چلے جاتے۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ عشق میں مشورہ نہیں۔

کشف وکرامت

اتوار کے روز گیارہویں ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو پائبوسی کا دولت نصیب ہوئی۔ کشف وکرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ اس سے پہلے فلاں گاؤں میں ایک عورت بی بی فاطمہ صام نام نہایت صالح بزرگ اور عمر ہو گزری ہے۔ میں نے اسے دیکھا تھا۔ واقعی بڑی بزرگ تھی۔ ہر چیز کے حسب حال اسے شعر یاد تھے۔ جن میں سے ایک شعر مجھے بھی یاد ہے سہ

ہم عشق طلب کنی وہم جان خواہی	ہر دو طلبی و لے میسّر نشود

پھر فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل کو اس عورت سے بطور بہن بھائی بڑی محبت تھی جس رات شیخ صاحب کے ہاں فاقہ ہوتا۔ دوسری صبح وہ سیر بھر کی روٹی پکا کر کسی کے ہاتھ بھیج دیتی۔ کہ جاؤ۔ رات ان کے ہاں فاقہ تھا۔ جا کر دے آؤ۔ ایک مرتبہ روٹی اس نے بھیجی۔ تو شیخ صاحب نے خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ پروردگارا جس طرح تو نے اس عورت کو ہمارے حال سے واقف کیا ہے۔ شہر کے بادشاہ کو بھی واقف کر۔ تاکہ کوئی بابرکت چیز بھیجے۔ پھر مسکرا کر فرمایا کہ بادشاہوں کو وہ صفائی کہاں نصیب ہے کہ واقف ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ اس عورت کے ہاں گیا

تو مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ ایک مرد کے ہاں لڑکی ہے۔ اگر تو اس سے نکاح کرے
تو بہتر ہو گا۔ میں نے جواب دیا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام فریدالدین کی خدمت میں حاضر
تھا۔ وہاں پر ایک جوگی بھی موجود تھا وہاں پر بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ بعض
بچے بے ذوق پیدا ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو مباشرت کرنے کا
وقت یاد نہیں۔ بعد ازاں جوگی نے کہا۔ مہینے میں تین دن ہوتے ہیں۔ ہر دن کی الگ
الگ خصوصیت ہے۔ مثلاً اگر پہلے روز صحبت کی جائے۔ تو اس قسم کا فرزند پیدا ہوتا ہے
اگر دوسرے روز کی جائے تو اس قسم کا۔ حتیٰ کہ سارے دنوں کا اس نے حال بیان
کیا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے دنوں کے اثر کو جوگی سے اچھی
طرح پوچھ کر یاد کر لیا۔ پھر جوگی کو کہا۔ کہ سنو! آیا مجھے ٹھیک یاد ہیں جب میں نے
یہ کہا۔ تو شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ جو کچھ تم پوچھ کر یاد کر رہے ہو۔
یہ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ
حکایت بی بی فاطمہ صام کو سنائی۔ تو اس نے کہا۔ بس میں نے معلوم کر لیا۔ تو نے بہت اچھا
کیا ہے۔ جو اس سے نکاح نہیں کیا۔ دراصل میری مرضی بھی نہ تھی۔ میں تو صرف اس
مرد کی نادلشکنی کی خاطر کہہ رہی تھی۔

ذکر خصومت مدعی در سماع

سوموار کے روز انتیسویں ماہ مذکور کو دستبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔

ان دنوں ایک مخالف دشمنی پر آمادہ تھا۔ اور سماع کے بارے میں نا کہنے والی باتیں
کہتا تھا۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سخت دشمنی کرنے
والے کو دشمن جانتا ہے۔

بعد ازاں سماع کے بارے میں فرمایا۔ کہ جب چند چیزیں موجود ہوں تو سماع
سننا چاہیئے۔ وہ چیزیں یہ ہیں۔ مسمع مسموع۔ مستمع اور آلات سماع۔ پھر ان کا یوں ذکر
فرمایا کہ مسمع کہنے والے کو کہتے ہیں۔ جو کہ بالغ اور مرد ہو۔ نہ کہ لڑکا یا عورت۔ مسموع
جو کچھ وہ گائے۔ وہ فحش اور فضول نہیں ہونا چاہیئے۔ مستمع۔ وہ جو سنے۔ سننے والا بھی

یادِ حق سے پُر ہو۔ اور اس وقت باطل خیال نہ ہو سمع کے آلات چنگ اور رباب وغیرہ ہیں۔ یہ مجلس میں نہیں ہونے چاہئیں۔ ایسا سماع خلال ہے۔ پھر فرمایا کہ سمع ایک موزوں آواز ہے۔ یہ حرام کیونکر ہو سکتی ہے۔ نیز اس میں قلب کو حرکت ہوتی ہے۔ اگر وہ حرکت یادِ حق کی وجہ سے ہو۔ تو مستحب ہے۔ اور اگر برے خیال کی وجہ سے ہو تو حرام ہے۔

ذکر اخلاق درویشاں و معاملہ ایشاں با خلق و اہلِ خصومت و ذکر شیخ سیف الدین و خصومت ایشان

الثواب کے روز تئیسویں ماہ محرم ۲۱ھ ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ درویشوں کے اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز جو معاملہ اہل فساد سے کرتے ہیں فرمایا کہ ایک بادشاہ تاراتی نام کو شورش میں قتل کیا گیا۔ جسے شیخ سیف الدین باخرزی سے بڑی الفت تھی۔ جب وہ مارا گیا اور اس کی جگہ وہ بادشاہ بنایا گیا جس کا مقرب ایک ساعی (کوشش کرنے والا بنا) جسے شیخ سیف الدین سے دشمنی تھی۔ اس نے موقعہ پا کر بادشاہ کو کہا۔ اگر آپ ملک اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ تو سیف الدین کا فیصلہ کر دو۔ کیونکہ ملکی تبدیلیاں اسی سے وقوع میں آتی ہیں۔ بادشاہ نے اس ساعی کو کہا۔ کہ اچھا جس طرح ہو۔ شیخ صاحب کو لے آؤ۔ اس نے جا کر شیخ صاحب کے گلے میں پگڑی ڈالی۔ یا اور کسی طرح بے حرمتی کے ساتھ پیش کیا جب بادشاہ نے دیکھا تو تخت سے اتر کر قدموں پر گر پڑا اور قدم چومے اور معافی مانگی۔ اور ایک گھوڑا اور بہت سی چیزیں پیش کیں۔ القصہ جب شیخ صاحب واپس چلے گئے۔ تو دوسرے روز بادشاہ نے ساعی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر شیخ صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور عرض کر بھیجی کہ میں نے حکم دیا ہے کہ ساعی قتل کئے جانے کے قابل ہے۔ اب اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ جس طرح چاہیں قتل کریں۔ جب آپ نے ساعی کو دیکھا تو فوراً اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے۔ اپنی پوشاک اسے پہنائی۔ اور فرمایا کہ آج وعظ میں ہمارے ساتھ چلنا۔ جب وہ مسجد میں آیا۔ تو آپ نے اسے اپنے ساتھ منبر پر کھڑا کر کے یہ شعر پڑھا ؎

آنانا کہ بکامِ دشمن بیہا کروند گر دست دہد بجز نیکوئی نکنم

یہ حکایت ختم کرنے کے بعد فرمایا کہ جو فعل بندے سے سرزد ہوتا ہے۔ خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ اللہ تعالٰی اس کا پیدا کرنے والا ہے۔ پس جو کچھ لاحق ہوتا ہے۔ وہیں سے ہوتا ہے۔ کسی سے ناراض کیوں ہونا چاہیئے۔

ذکر شیخ ابو سعید سفیہ پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز راستہ چل رہے تھے کہ ایک کمینے نے پیچھے سے آکر گدی پر دھپڑ مارا۔ آپ نے مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا۔ مڑ کر کیا دیکھتے ہو۔ یہ تم ہی نہیں کہتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہوتا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ واقعی بات تو یوں ہی ہے۔ لیکن میں دیکھتا تھا کہ کس بدبخت کو اس کام کے لئے نامزد کیا ہے۔

ذکر رویت حق جمعرات کے روز سترھویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ رویت حق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے پوچھا کہ جس رویت کا مومنوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ کیا وہ قیامت کو ہوگی؟ فرمایا۔ ہاں! پھر میں نے پوچھا کہ مومن ایسی نعمت دیکھنے کے بعد دوسری نعمتوں کو نہیں دیکھیں گے۔ فرمایا۔ آیا ہے کہ جب اس نعمت کا مشاہدہ کریں گے۔ تو کئی ہزار سال محو حیرت رہیں گے پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ سمت کوتاہ نظری ہے۔ جو یہ نعمت دیکھنے کے بعد اور کسی چیز کو دیکھیں۔ میں نے عرض کی کہ شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

افسوس برآں دیدہ کہ روئے تو ندیدہ است یا دیدہ و بعد از تو بغیرے نگزیدہ است

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں! واقعی اس نے بہت اچھا کہا ہے۔

سوموار کے روز چھبیسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مہابت وصلابت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ ایک مرد نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کی کہ مجھے شادی کئے چھ مہینے گزرے ہیں کہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا۔ اس عورت کو سنگسار کر دو۔ اس مجلس میں

امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ آپ کچھ سوچنے لگے۔ حضرت عمر نے پوچھا۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ حملہ وفصالہ ثلثون شہراً۔ بچے کا حمل اور اس کے دودھ پینے کا زمانہ تیس مہینے ہوتا ہے۔ تو

ذکر توجہ قول عمر رضی اللہ عنہ لولا علی الہلک عمر

ممکن ہے کہ دو سال دودھ پینے کا زمانہ ہو۔ اور چھ مہینے حمل کا یہ حکم سن کر آپ نے حکم کو منسوخ کر کے فرمایا۔ لولا علی الہلک عمر اگر علی رضی اللہ عنہ یہاں موجود نہ ہوتے۔ تو عمر ہلاک ہو چکے تھے۔

پھر ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک عورت نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ میرے پیٹ میں حرامی بچہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اسے سنگسار کرو۔ اس وقت بھی امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ مجلس میں موجود تھے۔ فرمایا۔ اس حکم کی بابت سوچنا چاہیئے۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا۔ اگر گناہ کیا ہے تو اس عورت نے کیا ہے۔ نہ کہ بچے نے جو پیٹ میں ہے پھر امیرالمومنین نے حکم دیا کہ اچھا۔ وضع حمل تک اسے محفوظ رکھو۔ اور نیز یہ کلمات زبان مبارک سے فرمائے۔ لولا علی الہلک عمر۔ اگر علی نہ ہوتا۔ تو عمر ہلاک ہو چکا ہوتا۔

بعد ازاں اس رعایت اسلامی کی نسبت جو حضرت عمر کے دل میں تھی۔ یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ کوئی شاعر جناب کی مدح میں شعر کہہ کر لایا جس میں بطور وعظ و نصیحت بہت کچھ کہا۔ جس کا ایک مصرعہ یہ ہے۔

مصرعہ

کفی الشیب والاسلام للمرء ناھیا

یعنی بڑھاپا اور اسلام انسان کو گناہ سے روکنے کے لئے کافی ہے۔ جب شاعر نے یہ شعر پڑھا۔ تو آپ نے اسے کوئی صلہ عطا نہ فرمایا۔ شاعر نے پوچھا کہ میں نے مدح کی ہے آپ صلہ کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا۔ تو نے بڑھاپے کو اسلام پر مقدم رکھا ہے۔ اگر اسلام کو مقدم رکھتے تو میں کچھ دیتا۔

یہاں سے شعر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ جناب کی زبانی بارہا میں نے سنا ہے کہ قرآن شریف کا پڑھنا شعر کہنے پر غالب آتا ہے۔ سو میں اسی امید پر ہر روز قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ اور جو کچھ کہہ چکا ہوں۔ اس کی نسبت توبہ کرتا ہوں۔ میری یہ عرض آپ کو بہت پسند آئی۔ پھر میں نے عرض کی کہ والشعراء یتبعھم الغاوٗن کے یہ معنی ہیں کہ جو شاعر ہیں ان کے تابعین گمراہ ہوتے ہیں۔ اور بارہا جناب کی زبان مبارک سے یہ حدیث سنی ہے۔ الشعر الحکمۃ۔ پس جس صورت میں شاعر اہل حکمت ہیں۔ ان کے تابعین کس طرح گمراہ ہو سکتے ہیں۔

ذکر گفتن اصحاب کرام و علی مرتضٰی شعر را و اباحت آں

فرمایا جو شاعر ہزل جشو اور ہجو گو ہوتے ہیں۔ ان کی متابعت کے لئے یہ حکم ہے۔ ویسے تو صحابہ کرام نے بھی شعر کہے ہیں۔ مثلاً امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہٗ اور دوسروں نے بھی۔ پھر امیر المؤمنین علی کے دو شعر زبان مبارک سے فرمائے۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ جب عورتیں گھوڑے پر سوار ہوتی ہیں تو دجال کے نکلنے کا خوف ہوتا ہے۔ ایک قافیہ سروج تھا۔ دوسرا فروج۔ تیسرا خروج پہلا مصرعہ یہ تھا

مصرعہ

اذا رکب الفروج علی السروج

پھر میں نے پوچھا کہ شعر میں جو مبالغہ کیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ ایک مشہور کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ لیکن شعر میں جو جھوٹ کہا جائے اس میں گناہ نہیں۔

ذکر حسد و رشک

سوموار کے روز سترھویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ حسد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہے۔ اللھم اجعلنی

حاسداً -
مسود اً ولا تجعلنی - اے بار خدایا مجھے محمود بنانا - حاسد نہ بنانا - پھر فرمایا
فرمایا کہ ایک حسد ہوتا ہے - ایک رشک - حسد تو یہ ہے - کہ کوئی شخص دوسرے کی
نعمت کو دیکھ کر اس کا زوال چاہے - اور رشک یہ ہے کہ خود بھی دوسرے کی طرح
بننے کی کوشش کی جائے - اور رشک جائز ہے -

حیدر زاویہ کے بارے میں

۷۱۸ھ کے روز ساتویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور تو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا - حیدر زاویہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - زبان مبارک سے فرمایا
کہ سو سال بعد اس پہ دروازہ کھلا - تو سر زمین پر رکھ دیا - اور کہا - میں ایک بات کا امیدوار
ہوں - فرمایا ہاں -

پھر حضرت قطب العالم شیخ قطب الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز
کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا - عید کا روز تھا کہ شیخ قطب الدین علیہ الرحمۃ
نماز گاہ سے واپس آئے - تو اس مقام پر جہاں آپ کا روزہ مبارک ہے - ٹھیرے اور
کچھ سوچنے لگے - ان دنوں وہاں جنگل تھا - اور قبر کا نام ونشان نہ تھا - یاروں نے کہا - آج
عید کا دن ہے - اور خلقت منتظر ہے کہ جناب گھر میں تشریف لا کر کھانا تناول فرما دیں -
آپ اس جگہ کیوں دیر کر رہے ہیں ؟ فرمایا مجھے اس زمین سے دلوں کی بو آتی ہے -
اسی وقت اس زمین کے مالک کو بلا کر اس سے زمین خریدی - اور اپنے لئے وہاں مدفن
بنانے کے لئے کہا - خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے - تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ جہاں دلوں
کی بو آتی ہے - سوچو - وہاں کس قسم کے لوگ مدفون ہوں گے -

ذکر شیخ محمود موئینہ دوز رحمۃ اللہ علیہ

پھر شیخ محمود موئینہ دوز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - فرمایا کہ آپ کے
زمانے میں جس کا غلام بھاگ جاتا - وہ آپ کے پاس آ کر کہتا کہ میرا غلام بھاگ گیا
آپ اس غلام کا نام پوچھتے - اور تھوڑی دیر سوچ کر فرماتے کہ تجھے مل جائے گا -
لیکن جب آ جائے - تو مجھے اطلاع دینا - الغرض ایک روز ایک آدمی نے آ کر کہا - کہ میرا

غلام بھاگ گیا ہے اور تھوڑی دیر سوچ کر فرمایا۔ تجھے مل جائے گا۔ لیکن جب آئے۔
تو مجھے اطلاع ضرور دینا چند روز بعد غلام تو آ گیا۔ لیکن اس مرد نے خبر نہ کی۔ تھوڑے
دنوں بعد پھر وہ غلام بھاگ گیا۔ اس کے مالک نے آ کر سارا حال عرض کیا۔ فرمایا۔ میں
جو کہتا تھا کہ مجھے اطلاع دینا۔ یہ اس واسطے کہتا ہوں کہ میرے دل سے بوجھ اتر جائے
خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ شیخ محمود نے غلام کے آقا کو کہا۔ کہ جب تجھے غلام مل
گیا اور تو شرط بجا نہ لایا۔ اب کی مرتبہ تجھے نہیں ملے گا۔

ذکر شیخ الاسلام و پنج درویش درشت مزاج

پھر شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا ایک مرتبہ پانچ درویش آپ کی خدمت
میں آئے۔ جو درشت مزاج تھے۔ وہ یہ کہہ کر چلتے بنے کہ ہم اس قدر پھرے۔ لیکن کہیں
درویش نہ پایا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ تاکہ تمہیں درویش دکھائیں۔ انہوں نے کچھ توجہ
نہ کی اور چل پڑے۔ آپ نے فرمایا۔ جاتے تو ہو۔ لیکن بیابان کی راہ نہ جانا۔ دوسرے راستے
جانا۔ انہوں نے آپ کے برخلاف کیا۔ او جنگل کی راہ روانہ ہوئے۔ آپ نے ایک آدمی ان
کے پیچھے بھیجا کہ دیکھو۔ کس راہ گئے ہیں۔ جب خبر لائے کہ وہ جنگل کی راہ گئے ہیں۔ تو یہ سن کر
آپ زار زار روئے۔ جیسے کوئی کسی کا ماتم کرتا ہے۔ القصہ بعد ازاں فرمایا کہ ان میں سے چار
تو باد سموم سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور پانچواں کنوئیں پر پہنچا۔ جو زیادہ پانی پی پی کر مر گیا۔

خواجہ صاحب کے پاؤں میں کچھ بیماری تھی۔ اس لئے پاؤں پھیلا کر بیٹھتے
تھے۔ حاضرین سے معافی مانگ رہے تھے کہ چونکہ میرے پاؤں میں تکلیف ہے۔ اس
لئے میں پاؤں پھیلا کر بیٹھتا ہوں۔ تمام حاضرین نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ
رکھے۔ ہماری زندگی آپ کی زندگی سے وابستہ ہے۔ مجھے یہ شعر یاد آیا جو عرض کیا گیا ؎

جان جہانیاں توئی دشمن جان بود کسے　　اے ہمہ دشمناں تو دشمن جان خویشتن

خواجہ صاحب کو اس قصیدے کا مطلع یاد تھا۔ زبان مبارک سے فرمایا ؎

دوش صبوحی ہر و بلبل مست در چمن　　از خوشی صبوحیش کس بدریدہ پیرہن

ذکر شیخ فریدالدین عطار و ملاقات او باشیخ جلال الدین تبریزی ؒ

پھر خواجہ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا۔ کہ جلال الدین تبریزی طیب اللہ ثراہ نے خواجہ فریدالدین عطار کو نیشاپور میں دیکھا تھا۔ شاید کسی موقعہ پر شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ سے ذکر کیا۔ کہ میں نے خواجہ فریدالدین عطار کو نیشاپور میں دیکھا ہے۔ آپ مجھ سے پوچھتے تھے کہ کسی مرد خدا کا پتہ بتلاؤ۔ میں تو بتلا نہ سکا۔ شیخ بہاؤالدین نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ ایسے موقعہ پر شیخ شہاب الدین کا پتہ نہ دیا۔ شیخ جلال الدین نے فرمایا کہ میں نے جو مشغولی شیخ فریدالدین عطار میں دیکھی ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسری مشغولیاں سب بنز لہ بیکاری ہیں۔ اس اثنار میں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے ایک پیر کو دیکھا تھا۔ جو کہتا تھا کہ میں نے خواجہ فریدالدین عطار کو دیکھا تھا۔ شروع میں وہ بہت پریشان قدم تھا۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت شاملِ حال ہوتی ہے۔ سب کچھ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

بعدازاں خواجہ عطار کی وفات کا یوں ذکر فرمایا کہ آپ اس طرح شہید ہوتے تھے کہ کافروں نے نیشاپور پر حملہ کیا تھا۔ تو آپ ستہ یاروں کے ہمراہ رو بقبلہ ہو بیٹھے۔ اور کافروں کے آنے اور شہید کرنے کے منتظر تھے کہ اتنے میں کافروں نے آ کر آپ کے یاروں کو شہید کرنا شروع کیا۔ اس حالت میں آپ فرماتے تھے کہ یہ کیسی جباری کی تلوار ہے؟ اور یہ کیسی جباری کی تلوار ہے۔ جب آپ کو شہید کرنے لگے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ کیسی احسان و کرامت اور بخشش کی تلوار ہے۔

حکیم سنائی و قصیدہ او

پھر حکیم سنائی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی نوراللہ مرقدہٗ بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے تو حکیم سنائی کے ایک قصیدے نے مسلمان کیا ہے حاضرین میں سے ایک نے اس قصیدے کا ایک شعر پڑھا ؎

برسر طور ہوا طنبور شہوت میزنی	عشق ہر دلن ترانی رابدین خواری بجہ

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ شعر اس شعر کے ساتھ ہی ہے

خار پائے راہ عیاران ایں درگاہ را

درکف دست عروس مہد عماری مجوئے

ذکر عماری

میں نے پوچھا کہ یہ عماری کیا چیز ہوتی ہے۔ فرمایا۔ وہی جسے عام طور پر عماری کہتے ہیں پہلے پہل عمار نام شخص نے بنایا تھا۔ لوگ عمارے کو عماری کہتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ بارہا فرمایا کرتے کہ کاش مجھے کوئی وہاں سے چلے۔ جہاں حکیم سنائی کی خاک ہے۔ یا اس کی خاک کوئی لا دے۔ تو میں سرمہ بناؤں۔

وعظ قاضی منہاج الدین

بلاھ کے روز چودھویں ماہ مذکور رمضان المبارک سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ قاضی منہاج الدین سراج رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے وعظ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ میں ہفتے کے روز بلاناغہ وعظ سننے جایا کرتا تھا سبحان اللہ آپ کی وعظ و نصیحت اور گفتگو سے کیا لذت حاصل ہوا کرتی۔

پھر فرمایا کہ ایک روز آپ کی وعظ و نصیحت سن کر میں بیہوش ہو گیا۔ گویا میں مردہ ہوں۔ اس سے پہلے میں نے کبھی اپنے تئیں کسی سماع یا حال میں بھی نہیں پایا تھا۔ اور یہ بات مرید ہونے سے پہلے کی تھی۔

پھر فرمایا کہ ایک عزیز نے قاضی منہاج الدین کو کہا کہ آپ قضا کے لائق نہیں۔ بلکہ شیخ الاسلام ہونے کے لائق ہیں

بعد ازاں اولیاء ابدال اور اوتاد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ میں نے ابھی ابھی ایک صوفی مرد سے بات سنی ہے جو دل پر شاق گزری ہے۔ پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کی۔ وہ کہتا ہے کہ جہان چار قطب اور اوتاد۔ چالیس ابدال اور چار سو اولیاء کی برکت سے قائم ہے۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ جب کوئی قطب فوت ہو جاتا ہے۔ تو اس کی بجائے

اوتادوں سے مقرر ہوتا ہے۔ اور ابدال بجائے اوتاد اور چار سو میں سے ایک ولی اس ابدال کی جگہ مقرر ہوتا ہے۔ اور عام لوگوں میں سے ایک ولی مقرر ہوتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ اس طرح حکم ہے کہ جب ان چار سو میں سے ایک کم ہو جاتا ہے۔ تو اور کوئی داخل نہیں کیا جاتا۔ بلکہ تین سو ننانوے رہ جاتے ہیں۔ اور پھر جب ایک کم ہوتا ہے۔ تو تین سو اٹھانوے رہ جاتے ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ عامہ خلائق سے کوئی ان کا قائم مقام مقرر ہو۔ اس واسطے کہ ولایت کا دروازہ بند ہے۔ جب خواجہ صاحب نے سنا تو فرمایا کہ نہیں ولایت دو قسم

ولایت بر دو نوع است

کی ہے۔ ایک ولایت ایمان۔ دوسری ولایت احسان۔ ایمان کی ولایت تو ہر ایک مومن کو حاصل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ ولی الذین آمنوا۔ ولایت احسان کا یہ ہے کہ کسی کو کشف و کرامت یا اور کوئی اعلیٰ مرتبہ حاصل ہو۔

ذکر سیدی احمد منصور حلاج

ہفتے کے روز چوتھی ماہ صفر ۶۲۱ ہجری کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مشائخ کا ذکر شروع ہوا۔ تو میں نے پوچھا۔ کہ سیدی احمد کس قسم کے آدمی تھے؟ فرمایا۔ بزرگ آدمی تھے۔ اور عرب کے رہنے والے تھے۔ عرب میں دستور ہے کہ جو بزرگ ہوتا ہے۔ اس کو سیدی کہتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ آپ شیخ حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں تھے جب حسین منصور کو جلایا گیا۔ تو خاکستر دریائے دجلہ میں بہائی گئی۔ تو سیدی احمد نے اس پانی میں سے تھوڑا سا بطور تبرک پی لیا۔ آپ کو وہ سب برکتیں اسی پانی کے سبب حاصل ہوئیں۔

دزد آمد در خانہ

ہفتے کے روز انتیسویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ درویشوں کے حسن اخلاق اور ان کے مکارم اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ ایک رات کوئی چور شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر آیا۔ بہتیرا ڈھونڈا۔ مگر کچھ نہ پایا۔ آخر جب واپس جانے لگا۔ تو شیخ احمد نے اسے قسم دی۔ کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ پھر اپنے کمر کے سے سات گز کپڑا (آپ جولاہے تھے) پھاڑ

کر جو بنا ہوا تھا چور کی طرف پھینکا۔ کہ لے جاؤ۔ دوسرے روز معہ والدین آکر چور نے سر شیخ صاحب کے قدموں پر رکھ دیا۔ اور اس کام سے توبہ کی۔

ذکر آمدن کو بلاک را کہ اثر پری یا جن داشت بخدمت شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ

التوار کے روز دسویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو پائبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس روز میں اپنے رشتہ داروں میں سے ایک چھوٹے لڑکے کو بھی کبھی کوئی خیال تکلیف دیا کرتا تھا۔ واللہ اعلم پری کا آسیب تھا۔ یا کچھ اور۔ میں نے اس کی ساری حالت عرض کی۔ خواجہ صاحب نے نظر رحمت کی۔ اور فرمایا کہ ٹھیک ہو جائے گا۔

پھر حکایت بیان فرمائی۔ کہ بخارا میں ایک لڑکا تھا۔ جسے جن و پری تکلیف دیا کرتے تھے۔ ہر روز شام کے وقت جہاں کہیں ہوتا۔ اسے درخت پر جو اس لڑکے کے گھر کے صحن میں تھا لا بٹھاتے اور خود چلے جاتے۔ لڑکے کے والدین نے اس کی حفاظت کے لئے اسے حجرے میں بند کر کے تالا لگا دیا لیکن جب شام ہوئی۔ تو لڑکا درخت پر تھا۔ جب عاجز اور بہت تنگ آگئے۔ تو اسے شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ اور حالت عرض کی۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اس کا سر منڈوا دو۔ اور کلاہ رکھ دو۔ پھر اس لڑکے کو فرمایا کہ جب جن و پری پھر آئیں۔ تو کہنا کہ میں شیخ کا مرید ہو گیا ہوں۔ دیکھ لو۔ سر منڈایا ہے۔ اور کلاہ دکھا دینا جب اس لڑکے کو گھر لائے۔ اور جن پری پھر آئے۔ تو اس لڑکے نے ویسا ہی کیا۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ کون بدبخت اسے شیخ صاحب کے پاس لے گیا ہے۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے۔ تو حاضرین بھی رو دیئے۔ کیونکہ وقت خوش تھا۔ الحمد للہ!

ذکر ارادت آوردن شیخ سیف الدین

پھر شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں

* ہمراہ لے گیا تھا اس واسطے کہ اس لڑکے کو

ہمراہ لے گیا تھا اس واسطے کہ اس لڑکے کو

فرمایا کہ جب آپ جوان تھے۔ تو آپ مشائخ اور اہل فقر کے سخت مخالف تھے۔ آپ وعظ کیا کرتے۔ تو اثنائے وعظ میں اس گروہ کو بہت برا بھلا کہا کرتے جب یہ خبر شیخ نجم الدین کبریٰ نے سنی۔ تو فرمایا کہ مجھے وعظ میں لے چلو۔ خدمتگاروں نے عرض کی۔ کہ وہاں جانا خلاف مصلحت ہے۔ وہ درویشوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بے ادبی کرے۔ ہر چند انہوں نے کہا۔ لیکن آپ نے ایک نہ سنی۔ آخر جب تشریف لے گئے۔ تو شیخ سیف الدینؒ نے آپ کو دیکھ کر پہلے کی نسبت زیادہ برا بھلا کہنا شروع کیا۔ جوں جوں برا بھلا کہتے جاتے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ سر ہلاتے جاتے۔ اور آہستہ آہستہ فرماتے۔ سبحان اللہ! اس جوان میں کیسی قابلیت ہے۔ القصہ جب شیخ صاحب منبر سے اترے۔ تو شیخ نجم الدین صاحب اٹھ کر باہر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دروازے پر پہنچے۔ تو پیچھے مڑ کر فرمایا کہ ابھی یہ صوفی نہیں آیا۔ اسی وقت شیخ سیف الدین کپڑے پھاڑتے ہوئے اور نعرہ مارتے ہوئے بھیڑ کو چیر کر شیخ نجم الدین صاحب کے قدموں پر آگرے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجمع میں حاضر تھے۔ وہ بھی آکر شیخ نجم الدین صاحب کے قدموں پر آگر پڑے القصہ۔ دونوں مرید ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ جب شیخ نجم الدین قدس اللہ سرہ العزیز مسجد سے گھر آئے۔ تو دائیں طرف شیخ سیف الدین اور بائیں طرف شیخ شہاب الدین پاپیادہ تھے۔ غرض کہ اس دن دونوں شیخ صاحب کے مرید ہوئے اور مخلوق بنے۔ اس وقت شیخ نجم الدین نے شیخ سیف الدین کو فرمایا کہ تجھے دنیا بھی ملے گی اور عاقبت اس سے بھی زیادہ۔ اور شیخ شہاب الدین کو فرمایا کہ تجھے بھی دنیا اور عاقبت دونوں میں راحت نصیب ہو گی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب شیخ نجم الدینؒ مسجد سے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ تو شیخ سیف الدین باخرزی دائیں طرف تھے۔ اور شیخ شہاب الدین بائیں طرف شیخ سیف الدین دائیں طرف کا ذرہ اتار رہے تھے۔ اور شیخ شہاب الدین بائیں پاؤں سے۔ یہ تاریخ کا اشارہ ہے۔

بعد ازاں شیخ نجم الدین نے شیخ سیف الدین کو فرمایا کہ تم جا کر بخارا میں رہو۔ وہاں کا

علاقہ تمہیں دیا۔ شیخ سیف الدین نے عرض کیا کہ وہاں علماء بہت ہیں۔ اور ان کا غلبہ اور تعصب اہل معرفت اور فقر سے جناب کو معلوم ہے۔ میرا حال وہاں کیسا ہوگا؟ شیخ نجم الدین نے فرمایا۔ کہ جانا تمہارا کام ہے۔ باقی ہم سمجھ لیں گے۔

ذکر ابواسحق گازرونی و ارادت بخدمت فقیر

ہفتے کے روز چھبیسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی شیخ احمد ابواسحق گازرونی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ کا اصلی نام شہر یار تھا۔ اور کنیت ابواسحق تھی۔ پھر فرمایا کہ آپ ذات کے جولاہے تھے۔ اور ایک گاؤں میں رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ تار جوڑ رہے تھے۔ کہ شیخ عبداللہ خفیف قدس اللہ سرہ العزیز وہاں جا نکلے۔ خدا معلوم۔ آپ کی پیشانی میں کیا لکھا دیکھا تھا۔ آپ کو کہا کہ تو میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ۔ اور کہہ۔ میں تیرا مرید ہوا۔ پھر پوچھا کہ میں کیا کروں؟ شیخ عبداللہ نے فرمایا۔ جو کچھ تو خود کھائے۔ اس میں سے دوسروں کو بھی کھلانا۔ آپ نے یہ بات منظور کی۔ بعد ازاں جب کبھی کھانا کھاتے۔ اس میں سے تھوڑا سا اللہ کی راہ میں بھی دیتے۔ ایک روز تین درویش اس گاؤں میں آئے۔ جو بغیر ٹھہرے چلے گئے۔ آپ کے دل میں خیال آیا۔ کہ مجھے ان کی خدمت کرنی چاہیئے۔ اسی وقت تین روٹیاں لے کر دوڑے اور پیچھے سے بلا کر نہ دیں۔ کیونکہ ایسا کرنے میں بے ادبی تھی۔ آگے سے آ کر دیں۔ وہ تینوں اہل دل تھے۔ روٹیاں لے کر کھائیں۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ اس چھوٹے نے اپنا کام تو کیا۔ اب ہمیں اپنا کام کرنا چاہیئے ایک نے کہا۔ اسے دنیا دینی چاہیئے۔ دوسرے نے کہا۔ نہیں۔ دنیا موجب فساد ہے۔ اسے آخرت دینی چاہیئے۔ تیسرے نے کہا۔ درویش جوانمرد ہوتے ہیں۔ اسے دین اور دنیا دونوں بخشنی چاہئیں۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ابواسحق کامل حال شیخ گزرے ہیں۔ جن کی صفت نہیں ہو سکتی جب سے آپ فوت ہوئے ہیں۔ اب تک آپ کے روضہ میں اس قدر نعمت اور راحت ہے

جس کی کوئی حد نہیں جمعیت بھی ہے اور طرح طرح کی نعمتیں اور سونا چاندی بھی۔

ذکر شیخ احمد معشوق

پھر شیخ احمد معشوق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ موسم سرما میں چلہ کرتے وقت آدھی رات کو اپنے مقام سے باہر نکلے۔ اور بہتے پانی میں جہاں ہلاکت کا ڈر تھا۔ کھڑے ہو گئے۔ اور جناب الٰہی میں عرض کی کہ جب تک میں یہ معلوم نہ کر لوں کہ میں کون ہوں۔ باہر نہیں نکلوں گا۔ آواز آئی کہ تو وہ شخص ہے کہ جس کی شفاعت سے اس قدر آدمی دوزخ سے نجات پائیں گے کہ شمار نہیں۔ آپ نے کہا۔ میں اس پر راضی نہیں۔ پھر آواز آئی کہ تو وہ ہے۔ جس کی عنایت سے اس قدر آدمی بہشت میں داخل ہوں گے۔ شیخ صاحب نے عرض کی کہ میں اس پر بھی راضی نہیں۔ میں تو یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ میں کون ہوں۔ آواز آئی کہ ہم نے حکم کیا ہے کہ درویش اور عارف ہمارے عاشق ہوتے ہیں۔ لیکن ہم تمہارے عاشق ہیں۔ اور تو ہمارا معشوق ہے۔ جب خواجہ احمد اس مقام سے باہر نکلے اور شہر گئے۔ تو جو کوئی ملتا۔ وہ یہی کہتا۔ السلام علیک یا شیخ احمد معشوق! خواجہ صاحب جب اس مقام پر پہنچے تو بہت روئے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ خواجہ صاحب نماز ادا نہیں کیا کرتے تھے۔ فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ ایک مرتبہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ فرمایا پڑھوں گا۔ لیکن سورۃ فاتحہ نہیں پڑھوں گا۔ لیکن سورۃ فاتحہ نہیں پڑھوں گا۔ لوگوں نے کہا۔ وہ نماز کیسی ہوئی جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ جب بہت منت سماجت کی تو فرمایا کہ اچھا! فاتحہ پڑھوں گا۔ لیکن ایاک نعبد و ایاک نستعین نہیں پڑھوں گا۔ لوگوں نے کہا۔ یہ بھی ضرور پڑھنا ہے۔ آخر جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور فاتحہ پڑھنی شروع کی تو ایاک نعبد و ایاک نستعین پر پہنچ کر آپ کے اعضاء مبارک اور ہر رونگٹے سے خون بہہ نکلا پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں حائضہ عورت ہوں۔ میرے لئے نماز جائز نہیں۔

ذکر شیخ نظام الدین ابوالمؤید

منگل کے روز گیارھویں ماہ رجب سن مذکور کو پائبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان دنوں بارش کی قلت تھی۔ یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ دہلی میں قحط پڑا۔ تو لوگوں نے متفق ہو کر شیخ نظام الدین المؤید کو دعائے باراں پڑھنے کے لئے کہا۔ تمام خلقت باہر نکلی۔ شیخ نظام الدین نے منبر پر چڑھ کر اثنائے وعظ میں آستین سے کپڑا نکالا اور آسمان کی طرف منہ کر کے لب ہلانے شروع کئے۔ تو بارش کے قطرے گرنے لگے۔ پھر وعظ و نصیحت شروع کی۔ تو بارش بند ہو گئی۔ پھر کپڑا نکال کر آسمان کی طرف منہ کیا۔ تو بارش سخت ہونے لگی۔ جب گھر آئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ وہ کپڑا کیا تھا فرمایا میری والدہ بزرگوار کا دامن تھا۔ پھر آپ کی بزرگی کے بارے میں یہ ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ آپ کے چچازاد یا دور نزدیک کے رشتے کے بھائی با مزاح تھے۔ آپ کبھی کبھی صلہ رحم کی نگہداشت کے طور پر ان کے پاس جایا کرتے۔ وہ ہر کسی سے ٹھٹھا مخول کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ سے ٹھٹھے مخول کی باتیں کرنے لگے۔ تو فرمایا کہ یا تو مجھے اپنے پاس نہ بیٹھنے دو۔ ورنہ میں پر مزاح اور روسیہ ہو کر جاؤں گا۔ یہ کلمات آپ نے ایسی عاجزی سے کہے کہ سب کے سب رونے لگے۔

بدھ کے روز انتیسویں ماہ شعبان سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ آپ سے ایک مرتبہ شیخ احمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت سنی ہوئی تھی۔ بہت سے لوگوں سے سنا گیا تھا کہ احمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ کو محمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں۔ سو اس دن پوچھا کہ آیا محمد معشوق ٹھیک ہے؟ یا احمد معشوق۔ فرمایا۔ احمد محمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ۔ اس واسطے کہ آپ کے والد بزرگوار کا نام محمد تھا۔ اور آپ کا احمد تھا۔

یہ تھی روحانیوں کی مشک ختام۔ جو تین سال کے عرصے میں جمع کی گئی۔ پہلے فوائد الفواد جو بارہ سال کے عرصے میں جمع کئے گئے۔ ان سے ملا کر کل پندرہ سال کے

فوائد ہیں۔ اگر زندگی باقی ہے۔ تو انشاء اللہ اس دریائے رحمت سے اور موتی حاصل کر کے اس لڑی میں پروؤں گا۔ اور ان موتیوں کی بدولت دولتمند ہو جاؤں گا۔

قِطعَہُ

چوں بہفت صد فرود بیست و دو سال
بیستم روز از مہ شعبان
از اشارات خواجہ جمع آمد
ایں بشارت رہ فتوح جنان
شیخ ما چوں محمد آمد نام
حسن اندر ثنائے او احسان

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیرِ خَلقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ ؕ

تمام شد

مفتاح العاشقین

ملفوظات

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبہ جام نور

۲۴۳، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶

اُردُو ترجمہ کتاب

مِفتاحُ العاشقین

یعنی

ملفوظات حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ وَالعَاقِبَۃُ لِلمُتَّقِینَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ ۔ اللہ تعالیٰ تجھے دونو جہان میں نیک بختی عطا فرمائے۔ واضح رہے کہ یہ اسرار کے جواہر اور انوار پروردگار کے زواہر جہان کے برگزیدہ نیکوں کے پیشرو سالکوں کے بادشاہ برہان العاشقین ختم المشائخ نصیر الحق والدین (اللہ تعالیٰ آپ کی ذات بابرکات کو دیر تک زندہ رکھ کر آپ سے مسلمانوں کو مستفیض کرے) کی زبان مبارک سے سن کر دعا گوئے فقیر حقیر محب اللہ نے چند اوراق میں لکھ کر اس کا نام مفتاح العاشقین رکھا جس میں دس مجلسیں ہیں۔

مجلس ۱: پیر و مرید کے بیان میں۔
مجلس ۲: توبہ وغیرہ کے بیان میں۔
مجلس ۳: مشغولی کے بیان میں۔
مجلس ۴: فرض دائمی۔ ذکر جلی۔ ذکر خفی اور اس کی ماہیت کے بیان میں
مجلس ۵: اوقات نماز فرض و نفل:

اوراد کے بیان میں۔ **مجلس ۹**: کھانا کھلانے کی فضیلت کے

مجلس ۶:۔ قرآن مجید کی تلاوت اور اسے حفظ کرنے کے بیان میں بیان میں۔

مجلس ۷:۔ محبت وغیرہ کے بیان میں **مجلس ۱۰**:۔ دنیا وغیرہ کی ترک کے

مجلس ۸: سماع وغیرہ کے بیان میں بیان میں۔

جس روز بندہ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور شرف ارادت سے مشرف ہوا۔ اس روز آپ کی مجلس میں شجرہ طیبہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو نعمت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی ابن ابی طالب کو۔ آپ سے خواجہ حسن بصری کو۔ آپ سے شیخ الاسلام خواجہ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز کو۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

پھر خواجہ صاحب نے اس شجرے کو مفصل و مکمل بیان فرمایا۔ پھر میری طرف مخاطب ہوئے۔ تو میں آداب بجالایا۔ پوچھا۔ اے درویش! تیرا نام کیا ہے؟ مجھے اس وقت حسب ذیل شعر یاد آیا۔ جو عرض کر دیا۔

بندہ را نام خویشتن نبود هر چہ یارا لقب کند آنم

زبان مبارک سے فرمایا کہ واقعی مرد کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ الحمد للہ علی ذٰلک۔

مجلس ۱

پیر و مرید کے بیان میں

جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت مولانا محمد ساوی، مولانا منہاج الدین اور مولانا بدر الدین رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے

درویش! راہِ سلوک میں پیر اسے کہتے ہیں جسے مرید کے باطن پر تصرّف حاصل ہو۔ اور ہر لحظہ اور ہر گھڑی مرید کی ظاہری اور باطنی مشکلات کو معلوم کرے حل کر سکے اور اس کے آئینۂ باطن کو صاف کر سکے اگر یہ کام کرنے کی قابلیت اس میں ہے۔ تو پھر وہ پیر طریقت کہلانے کا مستحق ہے ورنہ ہیچ ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ صادق مرید اسے کہتے ہیں۔ جسے جو کچھ پیر حکم کرے۔ بجا لائے۔ اور جو کچھ اسے دکھائے۔ وہی دیکھے۔ اور ہر وقت پیر کو حاضر ناظر سمجھے۔ جو کچھ اس کے دل میں نیک یا بد خیالات گزریں۔ ان کا اظہار اپنے پیر سے کریں۔ تاکہ پیر اس کی ترتیب کر سکے۔ اگر مرید کے دل میں ذرہ بھر بھی خیال پیر کے برخلاف ہو۔ تو وہ صادق مرید نہیں کہلا سکتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جب میں شروع شروع میں سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوا۔ تو ایک روز میں حاضر مجلس تھا۔ اور مرید کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا تھا کہ درویشوں اور عزیزوں میں مرید کو مولانا نصیر الدین محمود کی طرح عمدہ صلاحیت و قابلیت رکھنی چاہیئے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

میان اہل ارادت نظر بہ پیر آمد زہے روش کہ دریں راہ بے نظیر آمد
ضمیر روشن او ہر چہ کرد در عالم بزد اہل دلاں جملہ حق پذیر آمد

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ مونس العاشقین میں لکھا ہے کہ مرید دو طرح کے ہوتے ہیں ایک رسمی۔ دوسرے حقیقی۔ رسمی مرید وہ ہے کہ پیر اسے تلقین کرے۔ کہ دیکھی ہوئی چیزوں کو نادیکھی ہوئی اور سنی ہوئی چیزوں کو ناسنی ہوئی سمجھنا اور سنت وجماعت کا پابند رہنا۔ اور حقیقی مرید وہ ہے۔ جسے پیر تلقین میں فرمائے کہ تو سفر و حضر میں میرے ہمراہ رہنا یا میں تیرے ہمراہ رہوں گا۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ حقیقی مرید کی اور شرط یہ ہے کہ تین غسل ہر وقت کرتا رہے تاکہ حقیقی مرید کہلانے کا مستحق ہو سکے۔ اوّل شریعت کا غسل۔ دوسرا طریقت تیسرا

حقیقت کا۔ شریعت کا غسل یہ ہے کہ اپنے بدن کو جنابت وغیرہ سے پاک کرے۔ طریقت کا غسل یہ ہے کہ تجرد اختیار کرے۔ اور حقیقت کا غسل یہ ہے کہ باطنی توبہ کرے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ حقیقی مرید کی اور شرط یہ ہے کہ جو کچھ پیر فرمائے۔ اس پر فوراً یقین کرے۔ اور کسی قسم کا شک دل میں نہ لائے۔ کیونکہ پیر مرید کے لئے بمنزلہ مشاطہ ہے۔ جو کچھ وہ کہتا ہے۔ مرید کی کمالیت کے لئے کہتا ہے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ کوئی شخص شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ میں بیعت کی نیت سے آیا ہوں۔ اگر آپ قبول فرمائیں۔ فرمایا۔ مجھے منظور ہے۔ لیکن جو کچھ میں کہوں گا۔ اس پر عمل کرنا ہوگا۔ عرض کی۔ بسر و چشم۔ پوچھا۔ کلمہ کس طرح پڑھتے ہو؟ عرض کی۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خواجہ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا نہیں۔ اس طرح کہو۔ لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ مرید درست اعتقاد تھا۔ اس نے فوراً اسی طرح کہہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے عزیز! میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادنیٰ چاکر ہوں۔ آنحضرت ہی رسول خدا ہیں۔ میں تو تیرا اعتقاد آزمانا چاہتا تھا۔

بعد ازاں سجدے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سجد لغیر اللہ فقد کفر۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرتا ہے۔ وہ کافر ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ لیکن گزشتہ امتوں کے لئے والدین، پیر، استاد اور بادشاہ کو سجدہ کرنا مستحب تھا۔ مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک آیا۔ تو استحباب سجدہ جاتا رہا۔ صرف مباح رہ گیا۔ جیسا کہ ایام بیض کے روزے۔ پہلے فرائض میں داخل تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فرضیت نہ رہی۔ صرف استحباب رہ گیا۔ اسی طرح جب سجدے کا استحباب جاتا رہا۔ صرف مباح رہ گیا۔ سو ایسا سجدہ کرنے سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔

مجلس ۲

توبہ وغیرہ کے بیان میں

جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت مولانا کمال الدین، مولانا بدر الدین اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! سب سے عمدہ اور افضل توبہ اس وقت سمجھی جاتی ہے جبکہ توبہ کرنے والا جس کام سے توبہ کرے۔ پھر اس کے گرد نہ بھٹکے۔ اگر اس قسم کی توبہ نہ کرے۔ تو وہ توبہ نہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ راہ سلوک میں توبہ اس وقت درست ہوتی ہے کہ تائب اگر مٹی کو چھوئے۔ تو سونا ہو جائے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جب شیخ الاسلام خواجہ فضیل عیاض قدس اللہ سرہ نے توبہ کی۔ تو راہزنی میں جن جن لوگوں کا مال لوٹا ہوا تھا۔ بعض کو مال واپس کر دیا تھا اور بعض سے معافی مانگی۔ ان میں سے ایک یہودی بھی تھا جو کسی طرح راضی نہ ہوتا تھا۔ آپ نے اس سے معافی مانگی۔ تو یہودی نے کہا۔ اگر پاؤں تلے کی مٹی مٹھی بھر کے مجھے سونا بنا دے۔ تو میں تجھ سے راضی ہو جاؤں گا۔ خواجہ صاحب نے فوراً پاؤں تلے سے مٹی نکال کر اسے دے دی۔ جو فوراً سونا بن گئی۔ یہ دیکھ کر یہودی فوراً مسلمان ہو گیا۔ اور کہا کہ فی الواقعہ تائب وہی ہوتا ہے جس کے ہاتھ لگنے سے مٹی بھی سونا ہو جائے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اے درویش! میں نے سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ توبہ چھ قسم کی ہوتی ہے۔ توبہ زبان، توبہ چشم، توبہ گوش، توبہ دست، توبہ پا، توبہ نفس۔ پھر فرمایا کہ زبان کی توبہ کا مطلب یہ ہے کہ زبان کو نامناسب باتوں سے دور رکھے۔ اور بیہودہ باتیں نہ کرے۔ اور جو بات نہ کہنے کے لائق ہے۔ اسے زبان سے نہ نکالے۔ نیز تازہ وضو کر کے دوگانہ شکر ادا کرے۔ اور قبلہ رخ ہو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کرے کہ پروردگارا! زبان کو برا کہنے سے توبہ عنایت کر اور اپنے ذکر کے سوا دوسری باتیں اس سے دور رکھ۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے رسالے میں میں نے لکھا دیکھا ہے۔ کہ جب صبح صادق ہوتی ہے۔ تو ساتوں اعضا ر

زبان حال سے زبان کے روبرو فریاد کرتے ہیں کہ اے زبان! اگر تو اپنے تئیں محفوظ رکھے گی تو ہم سلامت رہیں گے۔ اور اگر اپنے تئیں نہ سمجھے گی۔ تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ العزیز اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ انسان کے ہر ایک اعضا میں شہوت اور حرص ہے۔ جو آدمی کے لئے حجاب کا سبب ہوتے ہیں جب تک ان شہوتوں اور حرصوں سے توبہ نہیں کرتا۔ وہ ہرگز ہرگز کسی مقام تک نہیں پہنچتا۔ وہ اعضا یہ ہیں۔ اول آنکھ جس میں بینائی کی شہوت ہے۔ دوسرے ہاتھ جس میں چیز کو چھونے اور پکڑنے کی خاصیت ہے۔ تیسرے کان جن میں سننے کی خاصیت ہے۔ چوتھے ناک جس میں سونگھنے کی صفت ہے۔ پانچویں حلق جس میں چکھنے کی صفت ہے۔ چھٹے زبان جس میں کہنے کی صفت ہے۔ ساتویں بدن جس میں چھونے کی صفت ہے۔ آٹھویں۔ ہوش و عقل جس میں نیک و بد کی صفت رکھی گئی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ توبہ وہی اچھی ہے۔ جو موت سے پہلے کی جائے۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ عجلوا بالصلوٰۃ قبل الفوت وعجلوا بالتوبۃ قبل الموت یعنی نماز فوت ہونے سے پہلے ادا کرو۔ اور مرنے سے پہلے توبہ کے لئے جلدی کرو۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ انسان کو چاہیے کہ آج کو غنیمت سمجھے۔ واللہ اعلم کل۔ اس قدر فرصت ملے یا نہ ملے۔ چنانچہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

الا امروز کارے کن کہ فردا رستگار آئی
بدیہا بیشتر کردند تباشد ایں ز دانائی
چو عقبےٰ را بناید در انصاف بکشاید
میا دا ایں ندا آید برو مارا نمے شائی
میا را از دیدگاں یاراں چو ہستی از گنہگاراں
نکردی کار ہوشیاراں مگر مجنون و شیدائی
گناہانم ز پیوستہ دلم در گمرہی رفتہ

بگولے تعصب دل خستہ چرا دررہ نمے آئی
تو در صفت گنہگاراں بسانی عاجز و حیران
بترس اے آخر نادان ازاں افتاح در رسوائی
چو گردی شاہ ترکستان ترا صد قیصر و صد لبستان
بود جائے تو گورستان بستاریکی و تنہائی

جب خواجہ صاحب ان فوائد کو ختم کر چکے۔ تو حجرے میں جاکر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مجلس ۳
مشغولی کے بیان میں

جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو مولانا زین العابدین، مولانا منہاج الدین اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! طالب حق کو دن رات یاد حق میں مشغول رہنا چاہیئے۔ خواہ کسی حالت میں ہو۔ یاد الٰہی سے غافل نہ ہو۔ اس واسطے کہ زندگی کے دم گنتی کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

غافل را احتیاط النفس یک نفس مباش شاید ہمیں نفس نفسِ واپسیں بود

جب تک دم میں دم ہے۔ کوشش کرتے رہو۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! میں نے سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان گوہر افشان سے سنا ہے کہ یاد الٰہی کے سات وقت ہیں۔ تین دن میں اور چار رات میں۔ دن میں حسب ذیل ہیں۔ صبح سے اشراق تک۔ اشراق سے چاشت تک پھر عصر کی نماز سے شام کی نماز تک۔ اور رات میں حسب ذیل ہیں۔ شام کی نماز سے عشاء کی نماز تک۔ عشاء کی نماز سے تہجد کی نماز تک۔ تہجد کی نماز سے صبح کاذب تک اور صبح کاذب سے صبح صادق تک۔

پھر فرمایا کہ میں نے محبوب العاشقین میں لکھا دیکھا ہے کہ فارغ مشغول اسے کہتے ہیں جو ظاہر و باطن میں یادِ الٰہی میں مشغول ہو۔ اور غیرِ حق سے فارغ ہو۔ جیساکہ ایک بزرگ ہندی زبان میں فرماتے ہیں ؂

یہ جی پوتن کر رہوں رے ساجن کنبھ ناتھ
سہہ رس کیکو یہ سوں کسے لکھاون ناتھ

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! شیخ الاسلام خواجہ یوسف چشتی قدس اللہ سرہ العزیز ایک رسالے میں لکھتے ہیں کہ اپنے اوپر پانچ چیزیں لازمی کرنی چاہئیں۔ تاکہ باطنی صفائی حاصل ہو۔ اوّل مسواک۔ دوم کلام الٰہی کا پڑھنا۔ اگر نہ پڑھ سکے۔ تو سورۂ اخلاص پڑھے۔ سوم۔ صائم الدہر ہو اگر اتنا نہ ہو سکے۔ تو ایامِ بیض کے ہی روزے رکھے۔ چہارم قبلہ رخ بیٹھے۔ پنجم باوضو رہے۔

بعد ازاں اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ چار عالم کسے کہتے ہیں۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ راہ سلوک میں جو درویش ان چاروں عالموں سے باخبر نہیں۔ وہ درویش ہی نہیں جھوٹ موٹ اپنے تئیں درویش کہلاتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے خرقہ بھی پہننا روا نہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ وہ چار عالم یہ ہیں۔ ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت۔ پھر ہر ایک کی شرح یوں بیان فرمائی ہے کہ عالم ناسوت عالم حیوانات ہے۔ اور اس کا فعل حواسِ خمسہ سے ہے۔ جیسے کھانا، پینا، سونگھنا۔ دیکھنا اور سننا۔ جب سالک ریاضت اور مجاہدہ کر کے اس عالم سے گزرتا ہے۔ تو ان تمام صفات سے دوسرے عالم میں جسے عالمِ ملکوت کہتے ہیں پہنچتا ہے۔ یہ عالم عالمِ فرشتگاں ہے۔ اس کا فعل تسبیح، تہلیل، قیام، رکوع اور سجود ہے جب اس عالم سے گزرتا ہے۔ تو تیسرے عالم میں پہنچتا ہے۔ جسے عالم جبروت کہتے ہیں۔ یہ عالم عالم روح ہے۔ اور اس کا فعل صفاتِ حمیدہ ہیں۔ جیسے شوق، ذوق، محبت، اشتیاق، طلب، وجد، سکر، صحو، محو اور محو۔ جب ان صفات سے گزرتا ہے۔ تو عالم لاہوت میں پہنچتا ہے۔ جو بے نشان عالم ہے۔ اس وقت اپنے آپ سے قطع تعلق کرتا ہے۔ اسی کو لامکان بھی کہتے ہیں۔ یہاں پر نہ گفتگو ہے نہ جستجو۔ قولہٗ تعالیٰ ان الیٰ ربک المنتھیٰ۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! عالم ناسوت نفس کی صفت ہے۔ عالم ملکوت دل کی صفت عالم جبروت روح کی صفت اور عالم لاہوت رحمان کی صفت ہے۔ پس ہر ایک میں اس سے مناسب حال و مقام ایک خاص صفت ہے چنانچہ نفس اس جہان کی طرف مائل ہوتا ہے۔ جو شیطان کا مقام ہے۔ اور دل بہشت جاودان کی طرف مائل ہوتا ہے۔ روح رحمان اور پوشیدہ اسرار کا طالب ہوتا ہے۔ جو نفس کی متابعت کرتا ہے۔ وہ دوزخ میں جاتا ہے جو دل کی تابعداری کرتا ہے۔ وہ بہشت حاصل کرتا ہے۔ جو روح کی متابعت کرتا ہے۔ اسے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ پھر مناسب موقعہ کے شیخ الاسلام شیخ شہاب الدّین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کی حسبِ ذیل رُباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رُباعی

گر در رہِ تن روی بہا نار است — ور در رہِ دل روی بہشت دار است
در در رہِ جاناں روی جاناں خود ہی — قصہ بکنم حاصل است دیدار است

جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے تو نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

مجلس ۴

فرض دائمی، ذکر خفی، ذکر جلی اور اُس کی ماہیت کے بیان میں۔

جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت مولانا بدر الدّین، مولانا منہاج الدّین، میراں سید محمد اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! سالک کو یہی سمجھنا چاہیئے کہ اصلی زندگی وہی ہے۔ جو یادِ حق میں گزرے۔ اور جو اس کے علاوہ ہے۔ وہ بمنزلہ موت ہے۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ کل نفس

یخرج بغیر ذکر اللہ فھو میّت۔ جو دم یادالٰہی کے بغیر گزرے۔ وہ مردہ ہے۔ زندگی وہی ہے۔ جو یاد حق میں گزرے۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؂

زندگی تواں گفت حیاتے کہ مراست
زندہ آنست کہ با دوست حیاتے دارد

پھر فرمایا کہ جب ایسی حالت ہے۔ تو یاد حق سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ بلکہ ہر وقت اور ہر مقام میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبکم۔ یعنی اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرو۔ پس اے درویش! حکم یوں ہے کہ دم بدم یاد حق میں مشغول رہے اور کوئی دم بھی غفلت سے بسر نہ کرے پھر حسب حال یہ شعر پڑھا ؂

خوش وقت آں کساں کہ ہمہ روز تا بہ شب
تسبیح وردشاں است ہمہ دوست دوست

بعد ازاں فرمایا کہ اس قسم کی یاد دائم الغرض یہ ہے کہ ہر دم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کرتا رہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من لم یود الفرض الدائم لن یقبل اللہ فرض الوقت۔ یعنی جو شخص فرض دائمی ادا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے وقتی فرض کو قبول نہیں کرتا۔ چار فرض وقتی یہ ہیں۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ پانچواں دائمی فرض لا الٰہ محمد رسول اللہ ہے۔ پس طالب حق کو اس دائمی فرض سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ چنانچہ شیخ الاسلام خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ؂

مزن بے یاد مولا یک نفس را اگر در صومعہ یا در کنشتی

پس انسان کو سانس لیتے وقت اور باہر نکالتے وقت ہر حالت میں ذاکر رہنا چاہیئے تاکہ اس دائمی ذکر سے دل کی اصلاح ہو جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ لکل شئی مصقلۃ القلب ذکر اللہ تعالیٰ یعنی ہر چیز کی کوئی نہ کوئی صقل کرنے والی چیز ہوتی ہے۔ سو دل کو صاف کرنے والی چیز ذکر الٰہی ہے۔

پھر فرمایا کہ بعض درویش ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی زبان ساکت ہوتی اور دل یاد

میں مشغول ہوتا ہے۔ چنانچہ خود کانوں سے سن لیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خفی دوسری جلی۔ لیکن سالک کو پہلے جلی شروع کرنا چاہیئے۔ پھر خفی۔ ذکر جلی زبان سے تعلق رکھتا ہے۔ زبان سے ذکر جلی کی کثرت سے کرنی چاہیئے تاکہ اس کی کثرت سے خفی حاصل ہو۔ ذکر جلی کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہے اور چوتھی مرتبہ محمد رسول اللہ کہے پھر پانچ مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہے۔ اور چھٹی مرتبہ محمد رسول اللہ کہے

پھر فرمایا کہ ذکر کرتے وقت دونوں ہاتھ زانوؤں پر رکھے اور سر کو بائیں طرف سے دائیں طرف جنبش دے۔ اور تصور یہ کرے کہ جو چیز حق تعالیٰ کے سوا ہے سب دل سے دور کر دی ہے جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

تا بجاروب لا نروبی دل را نرسی در مقام الا اللہ

پھر دائیں طرف سے بائیں طرف کو جنبش دے۔ اور لا الٰہ کہے اور الا اللہ کہتے وقت یہ تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں پھر اسم اللہ کہے۔ ذکر میں مشغول ہووے اور اس قدر ذکر کرے کہ اپنے کانوں سے سن لے۔ یہ تو ذکر جلی کا طریقہ تھا۔ اب ذکر خفی کا طریقہ سنئے۔ حضرت شیخ العالم خواجہ فرید الحق قدس اللہ سرہ العزیز لکھتے ہیں کہ ذکر خفی میں دم بند کر کے ذکر کرے۔ جب تنگ ہو تو آہستہ سے ناک کی راہ سانس لے۔ منہ پھر بھی بند ہی رکھے۔ ایسے اشغال سے دل صاف ہو جاتا ہے۔ دم کی رکاوٹ آگ کی تنگی سے بھی بڑھ کر ہے۔ جس سے دل کے ارد گرد کی غلاظتیں جل کر خاک سیاہ ہو جاتی ہیں۔ اور دل صاف ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ بات کم کھانے اور رات کو جاگنے سے حاصل ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا کہ کس قدر کھانا چاہیئے۔ فرمایا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ ینبغی السالک تقلیل الطعام۔ یعنی سالک کو اعتدال سے کھانا کھانا چاہیئے۔ اگر دو روٹیوں کی بھوک ہو تو ایک کھائے۔ اور اس قدر نہ کھائے کہ سستی پیدا ہو۔

پھر فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ان الحکمة لفی قلب الجائع وسوی ان کافرًا الاسیمًا اھل الایمان۔ یعنی بے شک حکمت بھوکے کے دل میں ہوتی ہے۔ خواہ وہ کافر ہی ہو۔ خاص کر اہل ایمان میں زیادہ ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ سالک کو روزہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ روزے کی فضیلت بہت ہے۔ پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ فرمایا کہ شیخ الاسلام شیخ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ سالک کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ جب تک وہ تزکیہ تصفیہ اور تجلیہ نہیں کرے گا۔ وہ کبھی کسی مقام پر نہیں پہنچے گا۔ اور درویشی کے جواہر اس میں ظاہر نہیں ہوں گے۔ اس واسطے کہ یہ تزکیہ تصفیہ اور تجلیہ شریعت، طریقت اور حقیقت کے لئے ہوتا ہے۔ تزکیہ نفس سے شریعت حاصل ہوتی ہے۔ جو نماز ادا کرنے، روزہ رکھنے اور دم بدم ذکر جلی میں مشغول ہونے پر منحصر ہے۔ تصفیہ دل سے طریقت حاصل ہوتی ہے۔ اور جو نماز ادا کرنے، روزہ رکھنے اور دم بدم ذکر خفی کرنے پر ہے۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ جب تجلیہ روح حاصل ہوتی ہے۔ تو سات گوہر جو دلی خزانے میں ہیں۔ روشن ہوتے ہیں۔ پہلے گوہر ذکر روشن ہوتا ہے۔ جس کی علامت یہ ہے۔ کہ موجودات کے کل وجود سے متنفر ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد گوہر عشق ظاہر ہوتا ہے جس کی علامت شوق، اشتیاق درد، اندوہ، حیرانی اور بے خودی ہے۔ اور جس سے انسان اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتا ہے۔ پھر گوہر محبت ظاہر ہوتا ہے۔ جس کی علامت دل کو محبت غیر سے خالی کرنا اور ہر حالت میں رضائے حق پر راضی رہنا۔ پھر گوہر سر ظاہر ہوتا ہے۔ جس کی علامت مواہب الٰہی سے واردات کی آگہی ہے۔ پھر گوہر روح ظاہر ہوتا ہے جس کی علامت یہ ہے۔ کہ تمام چیزوں سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ جب انسان اس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔ تو حقیقت سے انجام پر پہنچ جاتا ہے۔ اور انوار تجلی سے متصف ہو جاتا ہے۔ اور اٹھارہ ہزار عالم کو اپنی دو انگلیوں میں دیکھتا ہے جس میں قدرت حق کا تماشا کرتا ہے۔ اور جس قدر اس کے نصیب ہوتا ہے۔ اس دریا میں غواصی کرتا ہے۔ اور اپنی طاقت کے موافق اس سے نصیبہ

ملتا ہے۔ انسان کو اس سعادت سے اپنے تئیں محروم نہیں رکھنا چاہیئے۔ پھر حضرت سلطان المشائخ نے یہ اشعار زبان مبارک سے فرماتے ؎

تو باآں راہ نرفتہ ازاں رہ نہ نمودند　　　ورنہ رہ ایں درگہ بہ تو کشودند
جاں در رہ دوست بازاگر میخواہی　　　تو نیز چناں شوی کہ ایشاں بودند

جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو حجرے میں جا کر یادالٰہی میں مشغول ہو گئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علی ذٰلک۔

مجلس ۵

فرضی اور نفلی نمازوں کے اوقات اور اوراد وغیرہ کے بیان میں

جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت مولانا محمد مساوی، مولانا منہاج الدین اور مولانا بدرالدین رحمۃ اللہ علیہم اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو نماز وقت پر ادا کی جائے۔ اس کا وصف بیان نہیں ہو سکتا۔

پھر فرمایا کہ صلوٰۃ مسعودی میں امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے میں نے لکھا دیکھا ہے کہ نماز وقت پر ادا کرنی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ وقت مکروہ ہو جائے۔ اور نماز جائز نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ میں نے حجۃ المسلمین میں لکھا دیکھا ہے کہ جو نماز وقت مقررہ پر ادا کی جائے۔ وہ معتبر اور مقبول ہوتی ہے۔ فریضہ نمازوں کے اوقات حسب ذیل ہیں۔ اوّل فجر۔ صبح صادق سے سورج نکلنے تک۔ دوم ظہر۔ دن ڈھلنے سے سایہ دوچند ہونے تک۔ سوم عصر۔ خروج ظہر سے غروب آفتاب تک۔ چہارم شام۔ غروب ہونے سے شفق زائل ہونے تک۔ پنجم عشاء۔ خروج مغرب سے لے کر صبح صادق تک ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان گوہر فشاں سے سنا ہے کہ جو نمازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کی ہیں۔ وہ تین طرح ہیں ایک وہ جو وقت کے متعلق ہیں۔ دوسری وہ جو سبب کے متعلق ہیں۔ اور نہ سبب کے ہر روز۔ وہ نمازیں حسب ذیل ہیں۔ پانچ فریضہ اور تین نفلی۔ ایک چاشت کی۔ دوسری اوابین۔ بعد از شام خواہ آٹھ رکعت ادا کرے۔ خواہ چھ۔ ایک اور نماز ہے۔ جو ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ادا کی جاتی ہے۔ جو نمازیں سال میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ دو عیدوں کی، تراویح کی اور شب برات کی۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ جن نمازوں کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ وہ وقت کے متعلق ہیں۔ جو سبب کے متعلق ہیں۔ وہ دو ہیں۔ ایک استسقاء کی۔ دوسری کسوف و خسوف کی۔ اور جو نماز نہ وقت کے متعلق ہے۔ نہ سبب کے۔ وہ نماز تسبیح ہے۔ خواہ کسی وقت ادا کی جائے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص شکر عمل میں بجالانا چاہے۔ اسے یہ طریق اختیار کرنا چاہیئے کہ سحر کے وقت تازہ وضو کرے اور دوگانہ شکر ادا کرکے تین مرتبہ یہ آیت پڑھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ فسبحٰن اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السمٰوات والارض وعشیا وحین تظھرون یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی الارض بعد موتھا وکذالک تخرجون ۔

پھر دو رکعت نماز سنت صبح ادا کرے۔ پہلی رکعت میں الم نشرح پڑھے۔ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد الم ترکیف۔ اس نماز سے فارغ ہوکر یہ دعا پڑھے۔ اللھم زدنا نورا وزد سرورنا وحضورنا وزد طاعتنا وزد نعمتنا ومحبتنا وزد عشقنا وزد شوقنا وزد ذوقنا وزد معرفتنا وحالتنا وزد حولنا وزد السنا وزد علمنا وزد حلمنا وزد قوتنا بحرمت جمیع حروف القرآن وبحرمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحمتک یا ارحم الراحمین اور طلوع آفتاب تک اس وقت کو غنیمت سمجھے۔ پھر نماز اشراق ادا کرے۔ اور یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ پھر چاشت کے وقت بارہ رکعت تین سلاموں سے اس طرح ادا کرے۔ کہ پہلی چار رکعتوں میں چار دفعہ انا انزلنا پڑھے

پہلی رکعت میں انا اوصینا دوسری میں انا ارسلنا تیسری میں انا انزلنا اور چوتھی میں انا اعطینٰک پڑھے۔ دوسری چار رکعتوں میں سے پہلی میں والشمس دوسری میں واللیل تیسری میں والضحیٰ اور چوتھی میں الم نشرح پڑھے۔ اور باقی کی چار رکعتوں میں چاروں قل پڑھے۔ پھر جب سایہ ڈھلے۔ تو چار رکعت نماز فی الزوال ادا کرے۔ اور ظہر کی چاروں سنتوں میں چاروں قل پڑھے۔

پھر فرمایا کہ حجۃ الاسلام میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورۃ عم پڑھے وہ حق تعالیٰ کی محبت کا اسیر ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام خواجہ محمد چشتی قدس اللہ سرہ العزیز سے منقول ہے کہ نماز شام کے بعد بیس رکعت نماز اوابین ادا کرے اور اس میں جو کچھ وہ جانتا ہو۔ پڑھے۔ اور پھر سر بسجود ہو کر تین مرتبہ یہ کہے اللھم ارزقنی توبۃ توحب محبتك فی قلبی یا مجیب التوابین۔ پھر دو رکعت حفظ الایمان اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سات مرتبہ سورۃ اخلاص اور ایک مرتبہ سورۃ الناس پڑھے۔ پھر سر بسجود ہو کر تین مرتبہ کہے یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان اس کے نصیب کرے گا۔ اور اس کا جو دم گزرے گا کفایت سے گزرے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے ابرار الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص عشاء کے بعد دو رکعت نماز روشنائی چشم کے لئے اس طرح ادا کرے۔ کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد انا اعطینٰک تین مرتبہ پڑھے۔ اور پھر سر بسجود ہو کر یہ کہے۔ متعنی بسمعی و بصری واجعلھا الوارث۔ تو اس کی بینائی ایسی تیز ہو جاتی ہے کہ دن کو ستارے دیکھنے لگتا ہے

پھر فرمایا کہ میں نے سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین سو العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو شخص آدھی رات کو اٹھ کر تازہ وضو کرے۔ اور پھر چار رکعت صلوٰۃ العاشقین اس طرح ادا کرے۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے۔ اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ اخلاص۔ تیسری رکعت میں آمن الرسول تین مرتبہ اور چوتھی رکعت میں اخلاص تین مرتبہ۔ پھر سلام کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یامسبب الاسباب و یا مفتح الابواب یا مقلب القلوب والابصار یادلیل المتحیرین ارشدنی و یاغیاث المستغیثین اغثنی توکلت علیک یارب افوض امری الیک یا رب ارجوک ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وایاک نستعین برحمتک یاارحم الراحمین ط

پھر فرمایا کہ بیداری شب میں اختلاف ہے۔ بعض مشائخ رات کے پہلے حصے میں بیدار رہتے ہیں۔ اور بعض پہلے حصے میں سو جاتے ہیں اور آدھی رات کو اٹھ کر یاد الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں لیکن عمدہ طریقہ بھی یہی ہے چنانچہ شیخ المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی کہ آدھی رات کو جاگتے مؤذن موجود ہوتا تھا۔ اسی وقت عشاء کی نماز ادا کرتے۔ اور پھر صبح صادق تک بیدار رہتے۔ اور سارا وقت قرآن شریف کی تلاوت، نماز، ذکر اور فکر میں بسر کرتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ پہلے مشائخ نے اسی طرح کام کیا ہے۔ تب کہیں قرب الٰہی حاصل کیا ہے۔ اگرچہ فیض الٰہی نازل ہوتا ہے۔ لیکن اپنی طرف سے کما حقہٗ کوشش کرنی چاہیئے ؎

گرچہ ایزد دہد ہدایت دین — سالک را اجتہاد باید کرد
نامہ کاں بحشر خواہی خواند — ہم از ینجا سواد باید کرد

جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مجلس ۶

قرآن مجید کی تلاوت اور اسے حفظ کرنے کے بیان میں

قرآن شریف کی تلاوت کے بارے میں ذکر ہو رہا تھا جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت اہل سلوک بھی حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! قرآن شریف کی تلاوت کرنا تمام عبادتوں سے افضل اور بہتر ہے۔ دنیا و آخرت اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب سے بہتر قرآنی تلاوت ہے جب صورت یہ ہے۔ تو انسان کو ایسی نعمت سے غافل نہیں رہنا چاہیے اور اپنے تئیں محروم نہیں رکھنا چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ میں نے حجۃ الاسلام میں لکھا دیکھا ہے کہ جس دل میں قرآن شریف آتا ہے۔ وہ گناہ اور حرص سے پاک ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت میں دو فائدے ہیں۔ ایک حفظ چشم یعنی آنکھ کی روشنائی کبھی کم نہیں ہوتی اور نہ آنکھ درد کرتی ہے۔ دوسرے ہر وقت کی تلاوت سے ہزار سالہ عبادت کا ثواب اعمالنامے میں لکھا جاتا ہے۔ اور اسی قدر بدیاں دور کی جاتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ مصباح الارواح میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جب حافظ قرآن فوت ہو جاتا ہے تو اس کی جان نورانی قندیل میں ڈال کر ہزار بار انوار تجلی سے قرب الٰہی نصیب کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن حافظ قرآن آمنا و صدقنا بہشت میں جائیں گے اور ہر ایک کو الگ الگ تجلی ہو گی چنانچہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام انبیاء اور اولیاء کو یکبارگی تجلی ہو گی

میں نے عرض کی کہ اگر یاد نہ ہو سکے۔ تو دیکھ کر پڑھنے کی بابت کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اچھا ہے۔ اس میں آنکھوں کو بھی حظ حاصل ہوتا ہے۔ اور ہر حرف کے بدلے سو سال کی عبادت کا ثواب اس کے اعمال نامہ میں لکھا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے دلیل السالکین میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ مجھے حفظ نصیب ہو۔ تو اسے سورۂ یوسف ہمیشہ پڑھنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے حفظ اس کے نصیب کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام شیخ معین الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز سے منقول ہے کہ شیخ الاسلام خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن حفظ نہ تھا اس وجہ سے متردد خاطر رہتے تھے۔ ایک رات خواب میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ متحیر کیوں رہتے ہو؟ عرض کی کہ قرآن شریف حفظ کرنے کی خاطر۔ فرمایا۔ سورۂ یوسف پڑھا کرو۔ انشاء اللہ حفظ ہو جائے گا۔ اور آخر عمر میں ہر روز پانچ مرتبہ قرآن شریف پڑھ کر پھر کسی کام میں مشغول ہوتے۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! شیخ الاسلام قطب الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کو ابتدا میں قرآن شریف حفظ نہ تھا۔ اسی وجہ سے آپ متردد خاطر رہا کرتے تھے۔ ایک رات جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر پائے مبارک پر سر رکھ دیا۔ اور عرض کی کہ میں کچھ التماس کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ کہو! میں نے عرض کی کہ مجھے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ فرمایا۔ سورۂ یوسف یاد کر کے پڑھا کرو! آپ نے سورۂ یوسف کو پڑھنا شروع کیا۔ تو تھوڑے عرصے میں اس کی برکت سے قرآن شریف حفظ ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص قرآن شریف حفظ کرنا چاہے۔ وہ سورۂ یوسف یاد کر کے پڑھا کرے۔ انشاء اللہ خدا تعالیٰ کی برکت سے باقی قرآن شریف بھی حفظ ہو جائیگا۔

جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو حجرے میں جا کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مجلس

محبّت وغیرہ کے بیان میں

محبت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت مولانا بدر الدین، مولانا منہاج الدین، مولانا مساوی اور میراں سید محمد وغیرہ سب حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ اسے غیر کی محبت سے کیا واسطہ؟ اس واسطے کہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے۔ اس میں غیر کی محبت نہیں رہتی۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے انیس الارواح میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ عالم سکر میں تھا۔ اسی حالت میں اس نے کہا۔ لیس لی سوالک ولا قلبی بغیرک راغب یعنی تیرے سوا میرے کچھ نصیب نہیں۔ اور نہ میرا دل تیرے غیر کی طرف راغب ہے۔

پھر فرمایا کہ محبت کا مقام تمام مقامات سے برتر ہے۔ اس مقام کے لائق وہی شخص ہوتا ہے جو تمام مرادات سے فارغ ہو۔ اور جسے اللہ تعالیٰ کی طلب سے سوا کسی بات کا شعور ہی نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ میں نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہٗ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک محبت ذات۔ دوسری صفات۔ محبت ذات مواہب سے ہے۔ اور محبت صفات حاصل کی جاتی ہے۔ جو مواہب کے متعلق ہے۔ اسے کسب وعمل سے کچھ تعلق نہیں۔ اور جو کسب کے متعلق ہے۔ اس کے لئے محبت کی جاسکتی ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ مبتدی محبت کی مشق کرتا ہے تو چار چیزیں اسے پیش آتی ہیں یعنی خلق، دنیا، نفس اور شیطان پس خلقت کے دور کرنے کا طریقہ گوشہ گیری ہے۔ اور دنیا کو ترک کرنے کے لئے قناعت۔ اور نفس اور شیطان کے دفعیہ کے لئے مدام اللہ تعالیٰ سے التجا کرنی چاہیئے چونکہ یہ دونوں قدیمی دشمن ہیں۔ اس لئے طالب کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے ورغلا کر غیر کی محبت میں لا ڈالتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ میں نے مونس الارواح میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ نے خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ آپ کتنے عرصے میں مقام محبت پر پہنچے۔ فرمایا تین دن میں۔ پہلے روز دنیا کو ترک کیا۔ دوسرے روز آخرت کو اور تیسرے روز مقام محبت پر پہنچ گیا۔ جب یہ بات رابعہ بصری علیہا الرحمۃ نے سنی۔ تو فرمایا۔ پہنچ تو گیا۔ لیکن دیر بعد جب میں نے حق تعالیٰ کی محبت طلب کی۔ تو پہلے قدم میں اپنے تئیں گم کیا۔ دوسرے قدم میں آخرت کو۔ اور تیسرے قدم میں مقام محبت پر پہنچ گئی۔

پھر فرمایا کہ خاص محبت اس کا نام ہے کہ محبوب چیز کو دوست کی خاطر ایثار کر دے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر اپنے فرزند کو قربان کرنا چاہا۔ تو حکم ہوا کہ اے ابراہیم! تو ہماری دوستی میں ثابت قدم ہے۔ اپنے بیٹے کو قربان نہ کر ہم اس کے عوض بہشت سے ایک دنبہ بھیجتے ہیں۔ اس کی قربانی کر اور بیٹے کو چھوڑ دے۔

پھر خواجہ صاحب زار زار روئے اور بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ محبت میں صادق وہ ہے کہ اگر اسے ذرہ ذرہ کر دیا جائے۔ یا آگ میں جلا دیا جائے تو ثابت قدم رہے جن حالتوں میں ثابت قدم نہ ہوگا تو وہ محبت میں بھی ثابت قدم نہ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ میں نے دلیل العاشقین میں لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ منصور حلاج کو بازار میں لا کر سولی چڑھانے کا حکم ہوا۔ تو آپ خود ہنسی خوشی سولی پر چڑھ گئے۔ اور خلقت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ محبت اور عشق بازی کی دو رکعتیں ہیں۔ جن کا وضو اپنے خون سے کیا جاتا ہے۔ سو وہ بھی سولی پر چڑھ کر رکعتان فی العشق الموضوء لا بد منہ۔ پھر جب خواجہ شبلی علیہ الرحمۃ نے آپ سے پوچھا کہ محبت میں کمالیت کس بات کا نام ہے۔ فرمایا یہ کہ ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا جائے تو صدق سے اپنے خون سے محبوب کے لئے چہرہ سرخ کرے پہلے روز اسے قتل کریں۔ دوسرے روز جلائیں۔ اور تیسرے روز خاکستر کو بہتے پانی میں پراگندہ کریں۔ جو شخص یہ سب کچھ برداشت کرے۔ اور دم نہ مارے۔ تو سمجھو کہ وہ مقام محبت کے لائق ہے۔ پھر خواجہ صاحب زار زار روئے اور نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ ہوش میں آ کر فرمایا کہ خواجہ منصور حلاج پر ہزار رحمت کہ وہ اس دنیا سے عشق و محبت میں ثابت قدم گیا۔

پھر فرمایا کہ میں نے حسب ذیل رباعی سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنی تھی۔

رباعی

آنروز مباد کز تو بیزار شوم
یا با دگرے دریں جہاں یار شوم
گر بر سوئے کوئے تو مرادار کنند
خود رقص کناں برسر آں دار شوم

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مصر میں ایک دیوانہ تھا جس کی گردن میں طوق اور زنجیر تھی۔ اور بیڑیاں پاؤں میں۔ اسی حالت میں وہ قبرستان میں بیٹھا تھا کہ شیخ الاسلام ابو علی قارمدی رحمۃ اللہ علیہ پاس سے گزرے۔ تو فرمایا کہ مرد خدا! ذرا ادھر آنا جب آگے بڑھا۔ تو پاس آکر کہا۔ جب آج رات یادِ الٰہی میں مشغول ہو۔ تو دوست کو میرا یہ پیغام دینا کہ میرا گناہ صرف یہی تھا کہ میں نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں۔ سو اس کے عوض تو نے مجھے طوق اور زنجیر اور بیڑیاں پہنائیں۔ مجھے تیرے عزوجلال کی قسم! کہ اگر تو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی مصیبتوں کو طوق بنا کر میرے گلے میں ڈال دے۔ اور تمام جہان کو بیڑیاں بنا کر میرے پاؤں میں پہنا دے۔ تو بھی تیری محبت میرے دل سے ذرہ بھر کم نہ ہوگی خواجہ صاحب اس بات پر زار زار روئے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ بیابان میں سے جا رہا تھا وہاں گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت ایک شخص کو پتھر پر ننگے پاؤں کھڑا دیکھا۔ جو آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے حیران تھا۔ اس بزرگ نے اپنے دل میں کہا کہ یہ استغراق کیا ہی اعلیٰ درجے کا ہے جب آگے بڑھ کر اپنی آنکھیں اس مرد کے قدموں پر رکھیں۔ تو اس نے ہوش میں آکر اس بزرگ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہ اے عزیز! بس کر اتنا ہی کافی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں تجھ سے گفتگو کروں۔ اور دوست کو غیرت آئے۔ اور تجھے میرے پاس رہنے دے۔ یہ کہہ کر پھر عالم تحیر میں محو ہو گیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ محبت اور عزت ایک ہی درخت کا پھل ہیں جتنی محبت زیادہ ہوگی۔ اتنی عزت زیادہ ہوگی۔

پھر عالم تحیر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ عالم تحیر بہت اعلیٰ

ہے۔ اس میں وہی محو ہوتا ہے جس کے نصیب میں ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس شخص کو عالم تحیر میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ وہ ہر وقت متحیر، مدہوش اور قدرت حق کی آفرینش میں ہوتا ہے۔ اگر کھڑا ہے۔ تو بھی دوست کی یاد میں۔ اگر بیٹھا ہے۔ تو بھی اسی کی یاد میں۔ اگر لیٹا ہوا ہے۔ تو بھی دوست کی قدرت و عظمت کا تماشہ کر رہا ہے۔ اگر بیدار ہے۔ تو بھی دوست کے حجاب عظمت کے گرد ہے۔ پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر یہ رباعی مناسب حال بیان فرمائی۔

رباعی

عاشق بہ ہوائے دوست مدہوش بود
وز یاد محبت خویش بے ہوش بود
فردا کہ ہمہ بحشر حیران باشند
نام تو درون در جوش بود

بعد ازاں فرمایا کہ جب اہل تحیر صبح کی نماز ادا کرتے ہیں۔ تو سورج نکلنے تک وہیں ٹھہرے رہتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوست کی نظر میں مقبول ہو جائیں۔

پھر فرمایا کہ دلیل العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ عالم سکر میں آسمان کی طرف آنکھیں جمائے عالم سکر میں کھڑا تھا۔ اس حالت میں کیا دیکھتا ہے کہ عرش سے کرسی اور کرسی سے عرش تک پوچھ رہا ہے۔ کہ تیری کیا حالت ہے؟ بزرگ یہ دیکھ کر نعرہ مار کر بیہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش میں آیا تو پاس کھڑے ہوئے ایک مرید نے پوچھا۔ یا شیخ! یہ کیا حالت ہے؟ اور اتنا خوف کس وجہ سے ہے؟ فرمایا۔ اسے عزیز! حیرانی معاملہ تحیر میں ہے۔ اس وقت میں عالم سکر میں تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ عرش کرسی سے اور کرسی عرش سے یہ سوال کرتی ہے کہ تیرا کیا حال ہے؟ پس مجھے معلوم ہو گیا کہ عرش سے فرش تک جو چیز پیدا کی گئی ہے۔ وہ سب اوصاف الٰہی میں متحیر ہے۔ اور عالم تحیر میں ہے۔ اسی واسطے میں مارے ڈر کے کانپ اٹھا۔ جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ حیرانی معاملہ تحیر میں ہے۔ پھر نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ کا حسب ذیل شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

نظامی! ایں چہ اسرار است کز خاطر عیاں کردی
کسے راتر س جنباند زباں در کش زباں در کش

جب خواجہ صاحب نے یہ شعر پڑھا۔ تو میں نے آداب بجالا کر التماس کی کہ مجھے شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا قول یاد آیا ہے۔ اگر حکم ہو تو پڑھوں؟ فرمایا پڑھو!

نظم

از مطلع دل علم یک لمحہ از رخسار او	ذرہ ذرہ ہستیم در پردۂ انوارِ او
یا آنکہ ذرات تنم ہر یک ہزاراں دیدہ شد	یک ذرہ ہم دیدہ نشد از پرتوِ رخسارِ او
حسنش چو آید جلوہ گر طاقت ندارد چشم سر	از دیدہ دل کن نظر تا بنگری دیدارِ او
بگزار کوے آب و گل درآ بعصر جان و دل	با سر خود متصل ہست ہم از اسرارِ او
اظہار حسن دلبرے ہبیں ز ہر مہ پیکرے	پیدا است در ہر مظہرے آں حسنِ آں اظہارِ او
خواجہ کنند و زخود نظر اندیشہ سازد از بشر	یا زش کنند زیر و زبر حیرانم اندر کارِ او
پر شد جہاں یکبار از و شد نیک و بد مظہر از و	مومن از و کافر از و در قید او زنارِ او
تر سا بسوئش شتافتہ بو از چلیپا یافتہ	زلفِ تو برہم تافتہ آں حلقۂ زنارِ او
مسکین معین و یک غزل بر خواند اسرارِ ازل	بشنو کلامِ لایزل در کسوتِ گفتارِ او

جب میں (مصنف کتاب) نے یہ غزل پڑھی۔ تو خواجہ صاحب زار زار روئے اور فرمایا کہ اے درویش! مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ پھر بہت تعریف کی۔ اور بارانی جبہ اور چار ترکی کلاہ عنایت فرمائے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

شکرانہ ہزار دینار دہند
با شیخ گلیم ہر کرا بار دہند

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو بخوبی دیکھتا اور جانتا ہے جو کچھ تو دیکھ رہا ہے۔ سب اسی کا ظہور ہے۔ جب خواجہ صاحب ان فوائد کو ختم کر چکے تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مجلس ۸

سماع وغیرہ کے بیان میں

سماع وغیرہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت مولانا محمد سادی، مولانا محمد قیام الدین اور مولانا بدرالدین صاحب حاضر حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ سماع کی چار قسمیں ہیں۔ ایک حلال دوسری حرام تیسری مکروہ۔ چوتھی مباح پھر ہر ایک کی شرح یوں بیان فرمائی۔ کہ اگر صاحب وجد کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ ہو۔ تو مباح ہے۔ اگر مجاز کی طرف ہو۔ تو مکروہ ہے۔ اگر دل بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ تو حلال ہے۔ اگر بالکل مجاز کی طرف ہو تو حرام ہے۔

پھر فرمایا کہ جو آواز موزوں ہے۔ وہ کس طرح حرام ہو سکتی ہے؟ شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز سماع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سماع ایک سرِ حق ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب

جب حیوانی خصلتیں جو ذات عالم میں ہیں۔ اس کی ذات سے مبدل ہو جاتی ہیں۔ اور انسانی خصلتیں اس کے دل پر غالب آتی ہیں۔ تو عشق کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اور ہیبت سے جنبش شروع ہو جاتی ہے۔ اس وقت باطنی اسرار کا کشف اسے حاصل ہوتا ہے۔ جس کے ذوق سے وہ رقص کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

گر عروس سبز پوش مرا روے بنماید
لاجرم طاؤس دل در رقص آید

اسی کے مناسب ہندی زبان میں فرمایا ؎

بھاگ نخا کی ساسا جن پیون ہو پایا
رہی تا چوں سورچوں جب شہ گھر آیا

بعد ازاں فرمایا کہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ایک لونڈی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے روبرو دف بجا رہی تھی۔ اور گا رہی تھی۔ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں منع نہ کرو۔ اسی حالت میں رہنے دو۔ کیونکہ ہر قوم کی عید ہوا کرتی ہے۔

پھر فرمایا کہ عوارف میں لکھا دیکھا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے روبرو سرود کیا جا رہا تھا کہ اتنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بغیر منع فرمائے بیٹھ گئے۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سرود سن رہے ہیں۔ اور رو رہے ہیں۔ تو آپ بھی رونے لگے۔ پھر امیر المومنین عثمان اور علی رضی اللہ عنہما آئے۔ جب سرود سنا تو وہ بھی رونے لگے۔ پھر جب نماز کا وقت ہوا۔ تو ظہر کی نماز وضو کر کے ادا کی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی عالم نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آکر کہا کہ یہ کب جائز ہے کہ مجمع میں دف اور بانسریاں بجائی جائیں۔ سماع سنا جائے اور صوفی رقص کریں۔ آپ نے فرمایا کہ سماع نہ تو مطلق حرام ہے۔ اور نہ مطلق حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض کے لئے حلال کیا ہے۔ اور بعض کے لئے حرام۔ جن کے لئے حرام ہے۔ انہیں نہیں سننی چاہیئے۔ لیکن جن کے لئے حلال ہے۔ انہیں کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ مزامیر (بانسریاں) وغیرہ کے بارے میں احتیاط اور منع کا حکم بے شک ہے۔ لیکن جب کوئی شخص اپنے مقام سے گرے۔ تو شرع میں گرے۔ اور اگر شرع سے بھی گر جائے گا تو پھر اس کا ٹھکانا نہیں

پھر فرمایا کہ سماع دردمندوں کے لئے بمنزلہ علاج ہے۔ جس طرح ظاہری درد کے لئے علاج ہوتا ہے۔ اسی طرح باطنی درد کے لئے سماع کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق شرع میں نفس کے ہلاک کرنے کا حکم

نہیں آیا اور نہ ہی جائز ہے۔ پس اس قسم کا سماع پر غم اور اہل درد کے لیئے مباح ہے۔ اور بے دردوں اور اہل نفس وغیرہ کے لیئے شریعت اور طریقت دونوں میں حرام ہے۔ جیساکہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جہاں پر سماع است مستی و شور ولیکن چہ بیند در آئینہ نور
پریشاں شود گل بباد سحر نہ ہیزم کہ نشگافدش جز تبر

بعد ازاں مناسب موقعہ کے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ اصفہان کے بادشاہ کا صرف ایک ہی لڑکا تھا۔ جس سے وہ بہت پیار کیا کرتا تھا۔ ہر وقت اس کو نظر کے سامنے رکھتا ایک دم کے لیئے بھی جدا نہ کرتا۔ اتفاقاً ایک روز بادشاہ محل سے کہیں گیا ہوا تھا۔ بادشاہ کے لڑکے نے فرصت پاکر سیر کی ٹھانی۔ راہ میں سرود کی جو آواز سنی تو نعرہ مار کر گھوڑے سے گر پڑا۔ خدمت گار ہاتھوں ہاتھ اسے گھر لے آئے۔ اسے بیماری لاحق ہوگئی۔ ملک بھر کے حکیموں کو بلاکر تشخیص کرائی گئی لیکن کچھ معلوم نہ ہوا کہ مرض کیا ہے۔ سب نے متفق ہو کر کہا کہ اس کی بیماری کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔ اس بیماری کا اثر شہزادے پر یہ ہوا کہ کچھ نہ کھاتا نہ پیتا نہ بولتا۔ بیہوش اور متحیر رہتا۔ جب کبھی ہوش سنبھالتا۔ صرف اتنا کہتا۔ کہ اندر جلتا ہے۔ یہ کہہ کر پھر بیہوش ہو جاتا۔ آخر وہ اسی مرض سے فوت ہوگیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کا پیٹ پھاڑ کر دیکھو کہ اسے کیا بیماری تھی۔ کیونکہ وہ یہی کہتا تھا کہ میرا اندر جل گیا ہے۔ آخر جب پیٹ پھاڑا گیا۔ تو اس میں سے ایک سرخ پتھر نکلا جب حکیموں اور طبیبوں کو دکھلایا گیا۔ تو سب نے متفق ہو کر کہا۔ کہ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کیونکہ اس کا ذکر ہماری طب کی کتابوں میں کہیں نہیں آتا۔ چونکہ بادشاہ کو شہزادے سے بڑی الفت تھی۔ کہا کہ اس پتھر کے دو نگینے بناؤ۔ بنواکر ایک پہن لیا۔ اور دوسرا رکھ چھوڑا۔ جب چند روز بعد ماتم سے فارغ ہوا۔ تو ایک روز سرود سن رہا تھا کہ وہ نگینہ پگھل کر خون بن گیا۔ بادشاہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ طبیبوں اور حکیموں کو بلاکر وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا۔ اے بادشاہ! تیرا لڑکا عاشق تھا ہمیں معلوم نہ تھا۔ ورنہ ہم کہتے کہ اسے راگ سناؤ۔ اگر سرود سنایا جاتا۔ تو یہ پتھر اس کے شکم میں پگھل کر خون بن جاتا۔ اور اسے صحت ہو جاتی ؎

خرم تنے کہ جاں بدہد از برائے یار
اقبال آں سرے کہ شود پائمال دوست

بادشاہ نے حکم دیا کہ دوسرا نگینہ خزانے سے لایا جائے۔ جب لایا گیا تو ہاتھ میں پہن کر قوالوں کو سرود کا حکم دیا۔ جب سرود شروع ہوا۔ تو لوگوں کی نگاہیں اس نگینے پر جمی ہوئی تھیں۔ سرود کی آواز سے نگینہ پگھلنے لگا۔ اور دیکھتے دیکھتے خون بن گیا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع دردمندوں کا علاج ہے پھر فرمایا کہ اگر انسان صاحب ذوق و درد ہے۔ تو قوال کا ایک شعر ہی اس کے لئے کافی ہے۔ خواہ ساتھ بالنسریاں وغیرہ ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن جسے ذوق و درد کی خبر ہی نہیں اس کے روبرو خواہ کتنے چنگ، دف اور مزامیر بجائے جائیں۔ اس پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کام درد سے متعلق ہے۔ نہ کہ ساز و سامان کے۔ جب خواجہ صاحب یہ بیان کر چکے۔ تو ایک آدمی نے کہا اور قوال کی طرف اشارہ کیا کہ عزیز حاضر ہیں۔ کچھ کہو۔ جب قوال نے سماع شروع کیا۔ تو مولانا محمد مساوی اور مولانا بدرالدین اٹھ کر رقص کرنے لگے ظہر کی نماز سے عصر کی نماز تک رقص کرتے رہے۔ قوالوں نے یہ قصیدہ گایا تھا ؎

قصیدہ

عشق در پردہ مے نوازد ساز	عاشق کو کہ بشنود آواز
ہر نفس نغمۂ دگر سازد	ہر زماں زخمۂ کند آغاز
راز او از جہاں برون افتاد	خود صدا کے نگاہ دارد باز
سر او ہر زماں ہر روز	خود تو بشنو کہ من نیم غماز

جب سماع ختم ہوا۔ تو عصر کا وقت تھا۔ وضو کر کے نماز ادا کی گئی۔ پھر خواجہ صاحب جماعت خانہ کے صحن میں بیٹھے۔ مولانا منہاج الدین، مولانا قیام الدین اور اور عزیز صاحبان حاضر خدمت تھے۔ کمال نام قوال نے پھر سرود شروع کیا۔ خواجہ صاحب رقص کرنے لگے اور رونے لگے۔ جس کا اثر حاضرین پر بھی ہوا۔ جب سماع ختم ہوا۔ تو سارے عزیزوں نے

= ہمہ عالم صدائے نغمۂ اوست کہ شنید ایں چنیں صدائے دراز

خواجہ صاحب کی قدمبوسی کی۔ قوالوں نے یہ قصیدہ گایا تھا۔

قصیدہ

غم گز تو دارم بہ پیش کہ گویم | دوائے دل دردمند از کہ جویم
اگر کشتہ گردم بشمشیر عشقت | بہ پیش کس ایں ماجرا را بگویم
طبیبم تو باشی علاج از کہ خواہم | اسیر تو باشم خلاص از کہ جویم
ز سعدی چہ جوئیم کہ گوئیم چہ جوئیم | غمے گز تو دارم بہ پیش کہ گوئیم

عصر کی نماز سے لے کر تہجد کی نماز تک خواجہ صاحب رقص کرتے رہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا۔ تو وضو کر کے ادا کر لیتے۔ اور پھر مشغول ہو جاتے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

بعد ازاں ایام بیض کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کو بہشت سے دنیا میں بھیجا گیا۔ تو جناب کا سارا وجود مبارک سیاہ ہو گیا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ تو حکم ہوا کہ ہر مہینے کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھا کرو۔ پہلے روز جب روزہ رکھا۔ تو تیسرا حصہ وجود کا سفید ہو گیا۔ دوسرا روزہ رکھنے سے دوسری تہائی بھی سفید ہو گئی۔ اور تیسرے روز سارا وجود سفید ہو گیا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میں نے دلیل العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی آدمی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایام بیض کے بارے میں پوچھا۔ تو فرمایا کہ ہر مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھنا ایسا ہے۔ کہ گویا سارا سال روزہ رکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ شیخ الاسلام خواجہ محمد چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہے گویا وہ سارا سال تمام روزے رکھتا ہے۔ اور قیامت کے دن لاآمنا و صدقنا، ستر آدمی اس کی خاطر بخشے جائیں گے۔ اور جب قبر سے اس کا حشر ہوگا۔ تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔ جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو حجرے میں جا کر یاد الہٰی میں

مشغول ہو گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

مجلس ۹
کھانا کھلانے کی فضیلت کے بیان میں

کھانا کھلانے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت مولانا زین الدین، مولانا بدر الدین اور مولانا منہاج الدین رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا ہر ایک مذہب میں پسندیدہ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں۔ کہ بھوکوں کو سیر کیا جائے۔ اور انہیں آرام دے کر ان کے دل راضی کئے جائیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے شیخ الاسلام ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا۔ کہ مجھے دکھائیں کہ حق تعالیٰ کی کتنی راہیں ہیں۔ فرمایا۔ موجودات کے ہر ذرّہ کی تعداد کے برابر۔ لیکن ان میں سب سے نزدیک کی راہ لوگوں کے دلوں کو آرام پہنچانا ہے۔

پھر فرمایا کہ دلیل السالکین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری اور رابعہ بصری ایک ہی جگہ بیٹھے تھے۔ اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ رابعہ بصری نے پوچھا کہ اس راہ میں کمالیت کس بات کا نام ہے۔ خواجہ صاحب نے پانی پر مصلّا بچھا کر نماز ادا کی۔ بعد ازاں خواجہ حسن بصری نے فرمایا۔ رابعہ یہ مثل ہے کہ اگر تو پانی پر چلے گا۔ تو تنکا ہے۔ اگر ہوا میں اڑے گا۔ تو مکھی ہے۔ اگر کسی کے دل کو راضی کرے گا۔ تو کچھ ہو گا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ کچھ قلندر سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدّین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ یا شیخ! براہ کرم مجھے کوئی کرامت دکھائیے گا۔ خواجہ صاحب نے خادم کو کھانا لانے کا حکم دیا۔ جب کھانا لایا گیا۔ اور قلندروں کو دیا گیا۔ تو اس قلندر نے پھر کہا کہ یا شیخ! میں کھانے کو کیا کروں، مجھے کوئی

کرامت دکھائیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ برخوردار یہی کھانا ہی کرامت ہے۔ اسے کھانے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی کرامت نہیں۔ جب قلندروں نے یہ بات سنی۔ تو آداب بجا لائے اور کھانا کھا کر چلے گئے۔

پھر فرمایا کہ حجۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ جب صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو کچھ نہ کچھ کھا کر وہاں سے جاتے۔

پھر فرمایا کہ انس بن مالک روایت فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ خدا کی راہ میں روٹی دینا بہتر ہے۔ یا سو رکعت نماز ادا کرنا۔ فرمایا۔ روٹی دینا بہتر ہے۔ پھر پوچھا کہ مسلمانوں کی حاجت پوری کرنا بہتر ہے۔ یا سو رکعت نماز ادا کرنی؟ فرمایا مسلمانوں کی حاجت کا پورا کرنا بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ کوئی چیز افضل اور بڑھ کر اس سے نہیں کہ کسی کے دل کو راحت پہنچائی جائے۔ یہ سب عبادتوں سے افضل ہے۔ جب خواجہ صاحب ان فوائد کو ختم کر چکے۔ تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مجلس ۱۰

دنیا وغیرہ کی ترک کے بیان میں

دنیا کو ترک کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا تو اور عزیز بھی حاضر خدمت تھے۔ مثلاً مولانا منہاج الدین، مولانا قیام الدین اور مولانا بدر الدین علیہ الرحمۃ۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! اہل دنیا کے گھر میں کسی قسم کی راحت نہیں۔ اگر راحت ہے۔ تو درویش کے گھر میں ہے۔ کیونکہ اہل دنیا پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔

پھر فرمایا کہ راہ سلوک میں جب تک درویش محبت کے مصقلہ سے دنیاوی زنگار

دل کے آئینے کو صاف نہ کرلیں۔ اور ذکر الٰہی سے مانوس نہ ہوجائیں اور غیر کی ہستی کو بیچ میں سے نہ مٹادیں۔ وہ کبھی خدارسیدہ نہیں ہوسکتے۔ اگر ایسا نہ کریں تو حق تعالیٰ سے یگانہ نہیں ہوسکتے۔

پھر فرمایا کہ پھر میں نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حب الدنیا رأس کل خطیئۃ و ترک الدنیا رأس کل عبادۃ۔ یعنی دنیا کی دوستی تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اور دنیا کا ترک تمام نیکیوں کا سر ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ زاد المحسنین میں لکھا ہے کہ تمام بدیاں ایک مکان میں جمع کرکے اس کی چابی دنیا کی محبت کو بنایا ہے۔ اور تمام نیکیاں ایک مکان میں اکٹھی کرکے اس کی چابیاں دنیاوی ترک کو بنایا ہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان دنیا سے بڑھ کر اور کوئی حجاب نہیں۔ اس واسطے کہ جس قدر دنیا سے دل لگائے گا۔ اسی قدر حق تعالیٰ سے دور رہے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک حکیم چند روز بھوکا رہا۔ کچھ نہ کھایا پیا۔ جب پانی کے کنارے پہنچا تو وہاں انگور کے پتے توڑ توڑ کر کھانے شروع کئے۔ اسی وقت اہل دنیا نے گھوڑے سے اتر کر اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور کہا کہ آپ ہمارے بادشاہ کی ملازمت کریں تو پتے کھانے سے بچ جائیں۔ حکیم نے کہا کہ اگر تو پتوں پر قناعت کرے۔ تو بادشاہ کی صحبت اور دنیاوی آرزوؤں سے تیری خلاصی ہوجائے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ راہ سلوک میں درویش وہی کہلا سکتا ہے کہ جس کے دل میں یاد حق کے سوا اور کوئی خیال نہ آئے۔ اور نہ کسی چیز میں مشغول ہووے۔ اور نہ ہی اہل دنیا سے میل جول رکھے۔ میں (مصنف کتاب) نے التماس کی کہ بندہ نے چند فوائد اپنے فائدے کے لئے لکھے ہیں۔ ورنہ اس بیچارے کی کیا مجال ہے کہ کوئی کتاب تالیف کرسکے۔ فرمایا۔ اس سے بہتر اور کیا ہوسکتا ہے کہ جو کچھ اپنے شیخ کی

زبان سے سنے اسے قلمبند کرے۔ خود بھی اس سے فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو بھی پہنچائے۔ اس واسطے کہ میں نے اپنے شیخ صاحب کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "الخیر الخیر المتعدی" یعنی سب سے عمدہ نیکی وہ ہے جس سے وہ خود بھی فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے۔ فقط

تمام شد